ملتان - بہاولپور اور پنجاب یونیورسٹی کے جدید نصاب کے مطابق

رموزِ معاشیات

بی اے کے طلبہ اور طالبات کے لیے

حصہ اوّل

شید احمد خاں
سسٹنٹ پروفیسر (شعبۂ معاشیات)
ورنمنٹ کالج لاہور

•

فضیلت حسین
وفیسر (شعبۂ معاشیات)
غبانپورہ لاہور

پولیمر پبلیکیشنز - اردو بازار - لاہو

معاشیات کا نصاب

برائے امتحان بی،اے ۱۹۸۰ء پرچہ (الف)

پنجاب یونیورسٹی لاہور

88082
785583

حصہ اوّل جزوی معاشیات اور ریاضیاتی معاشیات

(اس حصہ میں پانچ سوالات امتحان کے پرچہ میں دیئے جائیں گے اور ان میں سے کم از کم دو سوالات حل کرنے ہوں گے۔ جن میں ایک سوال لازمی ریاضیاتی معاشیات پر شامل کرنا ہوگا۔ کل پانچ سوالوں میں چار جزوی معاشیات سے متعلق ہوں گے اور ایک ریاضیاتی معاشیات پر ہوگا جو لازمی طور پر کرنا ہوگا۔ لیکن اس میں ایک یا دو متبادل سوالات دیئے جائیں گے۔ لیکن صرف ایک سوال ریاضیاتی معاشیات کا حل کرنا ہوگا۔ باقی ایک یا دو سوالات جزوی معاشیات سے حل کرنا ہوں گے۔)

۱۔ **قیمتوں کی میکانیت اور معیشت** ۔ قیمتوں کے نظام کا ذرائع کی تخصیص، سرمایہ کاری کا رُخ، طریق ہائے پیدائش دولت، صرفِ دولت کے انداز، غیر ملکی تجارت اور قومی آمدنی کی تقسیم پر اثر۔

۲۔ **قیمت کا تعین** ۔ مکمل مقابلہ کے کلیدی مفروضات، طلب اور رسد کی قوتیں اور ان کا توازن، طلب اور رسد کی لچک اور ان کا تعین اور پیمائش۔

۳۔ **نظریۂ رویۂ صارف** ۔ زیادہ سے زیادہ افادہ حاصل کرنا، متبادل اشیاء میں انتخاب۔ ایک فرد اور بازار کے خطوطِ طلب، افادۂ مختتم کا طرزِ استدلال، خطوطِ عدم ترجیح کا طرزِ استدلال، اثرِ استبدال اور آمدنی اثر، طلب کی متقاطع لچک۔

۴۔ **نظریۂ توازنِ فرم** ۔ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا، عاملین کا بہترین اشتراک، تفاعلِ مصارف وخطوطِ مصارف (مصارف کی تمام اقسام کا تفصیلی مطالعہ) فرم کا توازن

۵۔ **قیمت کے تعین میں ذقت کا عنصر** ۔ مکمل مقابلہ، غیر مکمل مقابلہ اور اجارہ داری کے تحت مدّتِ قلیل اور مدّتِ طویل میں قیمت اور پیداوار کا تعین، بازاری قیمت کی طویل المدّت توازنی سطح پر تطبیق۔

۶۔ **عاملینِ پیدائش کے صلوں کا تعین** ۔ نظریۂ مختتم پیداواری اور ...

Marfat.com

اُجرتوں، منافع، سود اور لگان کا تعین

ریاضیاتی معاشیات کے بنیادی آلاتِ کار

۱۔ **متغیرات** ۔ مسلسل، غیر مسلسل، آزاد اور تابع، معاشیاتِ کُلی کے اہم متغیرات (Y، C، S، I، Z) اور ان کا باہمی تعلق۔

۲۔ **تفاعل** ۔ صریح، معکوس، یک قیمتی اور کثیر القیمتی، تفاعل کا اظہار بذریعہ گراف

۳۔ **مساواتیں** ۔ سادہ، ہمزاد، مشروط اور متماثل۔ مساوات کی رمزی علامات، نامعلوم مقداریں، مستقلات ( ) اور عددی سر، ہمزاد مساواتوں کا حل، مساوات کا درجہ، یک درجی اور دو درجی۔ یک درجی مساوات کا اظہار بذریعہ گراف۔

۴۔ **معاشیات کی چند بنیادی تفاعل مساواتیں** ۔ طلب، رسد اور بازار کا توازن

۵۔ **تفاعل کے سیٹ** ۔ حدود اور تسلسل کے ابتدائی اصول۔

۶۔ **تفرّقی سر** ۔ تعریف اور مفہوم، تفرقی سر اور قوسی خطوط پر مماس، تفرقی سر معلوم کرنے کے قاعدے، معاشیات میں لچک کے تصور پر تفرقی سر کا اطلاق

۷۔ **دو یا زائد متغیرات کا تغیر اور ڈیفرنشل** ۔ تفرق کے قاعدے

حصہ دوم ــــــ کُلی معاشیات

(اس حصہ میں سے امتحان کے پرچہ میں پانچ سوالات دیئے جائیں گے اور امیدواروں کو کم از کم دو سوالات کے جواب لکھنا ہوں گے)۔

۱۔ **قومی آمدنی کی پیمائش** ۔ خام اور خالص قومی پیداوار کے تصوّرات، قومی آمدنی کا متدائر بہاؤ۔ قومی آمدنی کی پیمائش کے تین طریقے ۔ آمدنی بذریعہ مصارفِ عاملین، آمدنی بذریعہ بازاری قیمت اور نظریۂ اخراجات۔

۲۔ **قومی آمدنی اور روزگار کا تعیّن** ۔ قومی آمدنی کی توازنی سطح، بچت، صرف اور سرمایہ کاری کے گوشوارے اور ان کے باہمی اثرات، سے کا منڈیوں کا قانون اور اس پر کینز کی تردید، کینز کا عمومی نظریۂ روزگار، مجموعی طلب، مجموعی رسد، موثر طلب

۳۔ **تفاعلِ صرف** ۔ میلانِ صرف، ضارب اور اس کا حساب، بچت اور سرمایہ کی منطقی مماثلت۔

۴۔ **سرمایہ کاری** (موثر طلب کو متعین کرنے کے عامل کی حیثیت سے) سرمایہ کاری

Marfat.com

کے معینات، سرمایہ کی استعدادِ مختتم، اسراع اور اس کا ضارب سے باہمی عمل، شرحِ سود اور سرمایہ کاری۔

۵۔ **قومی آمدنی کے اُتار چڑھاؤ۔** تجارتی چکر، خوشحالی اور سرو بازاری، تجارتی چکر کے چار ادوار

۶۔ **آمدنی کے تعیّن میں مالیاتی پالیسی۔** سرکاری اخراجات، محصولات اور قومی آمدنی، قومی قرضہ اور معاشی استحکام۔ مالیاتی پالیسی اور کامل روزگار بغیر افراطِ زر کے، اندرونی خودکار مستحکم کنندگان۔

۷۔ **آمدنی کے تعین پر زر کا اثر۔** زری رسد اور اس کی رفتارِ گردش، جدید نظامِ بنکاری اور تخلیقِ اعتبارِ زر، تجارتی بنک کی بیلنس شیٹ، مرکزی بنک اور زرِ اعتبار پر کنٹرول، مرکزی بنک کی زری پالیسی کا صرف + سرمایہ کاری + سرکاری خرچ پر اثر۔

۸۔ **بین الاقوامی تجارت کا اثر۔** بیرونی تجارت اور قومی آمدنی، اصولِ تقابلی برتری اور اس کی جدید صورت، توازنِ ادائیگی میں عدم توازن اور اس کی اصلاح کے طریقے، تخفیفِ قدرِ زر اور استحقارِ قدرِ زر، اجناسی اور آمدنی نسبتِ درآمد و برآمد۔ برآمدی درآمدی ٹیکس اور برآمدی و درآمدی کوٹے۔

Marfat.com

پیش لفظ

بی اے معاشیات کے طلبہ وطالبات کے لیے اُردو میں ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو اُن کے نصابی اور امتحانی تقاضوں کے مطابق لکھی گئی ہو۔ جس میں معاشی مسائل کو جدید معاشی افکار و نظریات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہو اور جس میں کتاب کی ضخامت کو بلاوجہ طول نہ دیا جائے۔

مولا کریم کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اتنی ہمت عطا فرمائی کہ ہم نے یہ نصابی کتاب مکمل کرلی جسے ترتیب دیتے وقت نئے نظریات، افکار اور رجحانات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ غیر ضروری تفصیلات سے اجتناب برتا گیا ہے اور دقیق مسائل اور مشکل نظریات کو سادہ و سلیس اسلوبِ بیان موثر انداز اور دلکش و دلچسپ پیرائے میں بیان کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ اس تالیف میں طلبہ کی نصابی ضروریات کے ساتھ ساتھ اختصار و جامعیت کا خیال بھی رکھا گیا ہے۔

یہ کتاب امتحانی نکتۂ نظر سے جامع، معیاری اور مختصر ہے۔ اس میں پیچیدہ مضامین کو گوشواروں، خاکوں اور ڈائیگراموں کے ذریعے سمجھانے کی سعی کی گئی ہے۔ پیچیدہ اور دُور از کار مثالوں کے بجائے دلچسپ اور روزمرہ زندگی کی مثالوں سے وضاحت کی گئی ہے تاکہ طلبہ وطالبات کے ذہن اُلجھنے کے بجائے بہ آسانی انہیں قبول کریں۔ ڈائیگرام اور گوشوارے

Marfat.com

انتہائی احتیاط سے بنائے گئے ہیں اور کتابت کو جاذبِ نظر بنانے کی سعی کی گئی ہے۔

کتاب کے آخر میں تمام ابواب کے متعلق سوالات شامل کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ طلبہ ان سے پورا فائدہ اٹھا سکیں۔ امید ہے کہ طلبہ و طالبات اس کتاب سے خاطر خواہ استفادہ کریں گے۔ اس کے باوجود اگر وہ کوئی تجویز اس کتاب کی بہتری کے سلسلہ میں پیش کرنا چاہیں تو اسے بخوشی قبول کیا جائے گا۔

آخر میں اساتذۂ کرام سے ہماری یہ التماس ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی خامی محسوس کریں۔ ہمیں اطلاع دینے کی زحمت گوارا فرمائیں اور اس کتاب کو مزید بہتر اور مفید بنانے کے سلسلہ میں اپنے گرانقدر مشوروں سے نواز کر ہمیں شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

یکم اکتوبر ۱۹۸۰ء

مصنّفین

خورشید احمد خان

فضیلت حسین

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حصّہ اوّل	
باب اوّل	معاشیات کی نوعیت اور وسعت	۱۳
باب ۲	معاشی نظام	۳۴
باب ۳	قیمتوں کی میکانیت	۴۳
باب ۴	طلب	۵۳
باب ۵	رَسد	۷۴
باب ۶	طلب اور رَسد کا توازن	۸۶
باب ۷	افادہ اور نظریۂ صرفِ دولت	۹۴
باب ۸	خطوطِ غیر جانبداری	۱۰۷
باب ۹	فرم اور اس کے مسائل	۱۳۳
باب ۱۰	فرم اور اس کا توازن	۱۵۴
باب ۱۱	غیر مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا توازن	۱۷۳
باب ۱۲	قیمت اور اس کا تعیّن	۱۹۲
باب ۱۳	تقسیمِ دولت کے نظریات	۱۹۸
باب ۱۴	لگان	۲۰۹
باب ۱۵	اُجرت	۲۲۴
باب ۱۶	سُود	۲۳۱
باب ۱۷	منافع	۲۴۰

Marfat.com

باب نمبر	مضمون	نمبر شمار
باب ۱۸	قومی آمدنی	۲۵۱
باب ۱۹	قومی آمدنی کے معینات	
باب ۲۰	قومی آمدنی اور روزگار کا تعین	۲۹۷
باب ۲۱	ضارب اور اصولِ اسراع	۳۷۹
باب ۲۲	تجارتی چکّر	۴۰۶
باب ۲۳	زر اور قدرِ زر	۴۲۸
باب ۲۴	بنکاری کا نظام	۴۶۷
باب ۲۵	بین الاقوامی تجارت	۴۹۶
باب ۲۶	توازنِ تجارت اور توازنِ ادائیگی	۵۱۴
باب ۲۷	مبادلاتِ خارجہ	۵۳۰
باب ۲۸	سرکاری مالیات	

Marfat.com

حصّہ اوّل

جزوی معاشیات

صفحہ نمبر ۱۳ تا ۲۵۰

حصّہ دوم

کُلّی معاشیات

صفحہ نمبر ۲۵۱ تا ۵۹۲

Marfat.com

Marfat.com

باب اوّل

معاشیات کی نوعیت اور وسعت

THE NATURE & THE SCOPE OF ECONOMICS

تمہید انسان کے روئے زمین پر قدم رکھتے ہی ضروریات اور احتیاجات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ انسان نے ضروریات و احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد شروع کی۔ شروع میں یہ جدوجہد پھل توڑنے، ندی سے پانی لانے، جانوروں اور پرندوں کا شکار کرنے، بارش، سردی یا گرمی سے بچاؤ کی جگہیں تلاش کرنے اور درندوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے تک ہی محدود تھی مگر تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ ضروریات میں بھی گوناگوں اضافہ ہوا اور اپنے محدود ذرائع سے انسان کو اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کرنا پڑی۔ یہ انسانی جدوجہد ہی درحقیقت معاشیات کا موضوع بحث ہے۔

معاشیات کا دائرہ عمل یہ کارگاہِ عالم ہے۔ جس میں ہم بستے ہیں۔ اپنے اردگرد نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ ہر شخص اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے جدوجہد میں مصروف ہے۔ بازار میں دکاندار چیزیں بیچ رہا ہے۔ پھیری والا پھیری لگا رہا ہے، مزدور فیکٹری میں کام کر رہا ہے، درزی کپڑے سی رہا ہے۔ دھوبی کپڑے دھو رہا ہے۔ الغرض سارا جہاں سرگرم عمل ہے۔ ہر شخص اپنی ضروریات پورا کرنے کے لیے کوشاں و سرگرداں نظر آتا ہے۔ ہم معاشیات کے انسانی جدوجہد کے اس عمل ہی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جس کے ذریعے انسان اپنی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ یا یوں کہیے کہ معاشیات کا دائرہ کار یہ ہے۔ ضروریات، جدوجہد اور تسکین۔ اس کو معاشی زنجیر کہا جا سکتا ہے۔

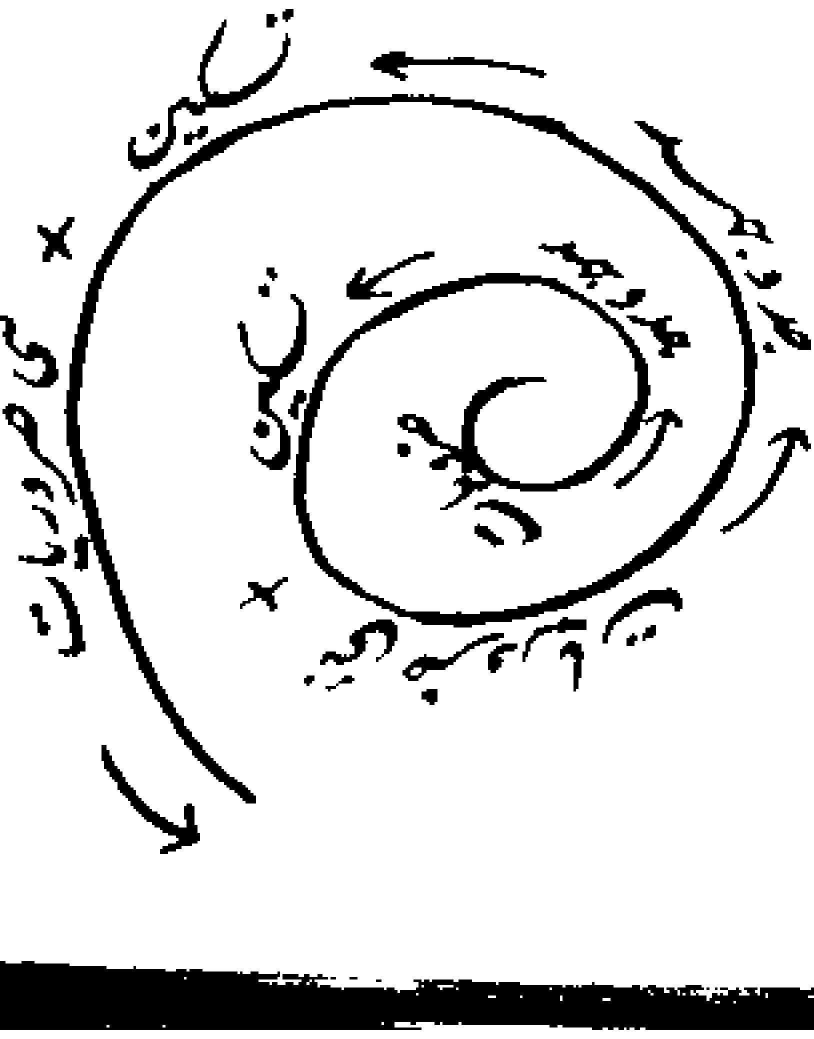

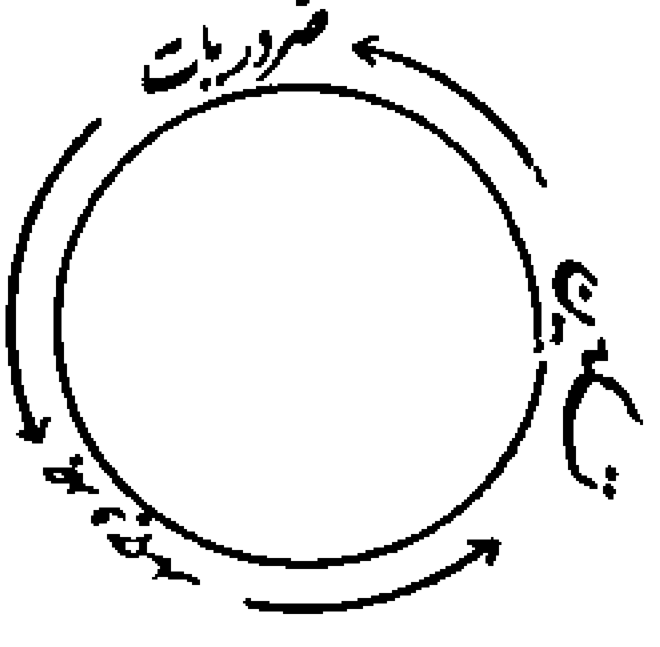

یہ معاشی زنجیر ہر دور میں انسان کی بقا کے لیے ضروری رہی۔ ابتدائے زمانہ میں معاشی ترقی کا پہلا دور براہ راست

Marfat.com

جدوجہد کا دور تھا۔ اس وقت معاشی زنجیر میں صرف سادہ کڑیاں تھیں یعنی

فرد کی ضروریات ← فرد کی جدوجہد ← فرد کی تسکین

انسان اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے براہِ راست جدوجہد کے ذریعہ تسکین حاصل کرتا تھا مثلاً بھوک لگنے پر پھل توڑنا اور شکم سیری کرنا۔

معاشرتی ترقی کا دوسرا دور بالواسطہ جدوجہد کا تھا۔ ضروریات کے بڑھنے سے انسان نے یہ محسوس کیا کہ وہ اپنی ضروریات کی ہر شے خود تیار نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے یہ طریقہ اپنایا گیا کہ ہر شخص وہ خود تیار کرے جسے وہ خوب اچھی طرح تیار کر سکتا ہو اور پھر اسے دوسروں کی بنائی ہوئی اشیاء سے تبدیل کرے۔ اس طرح جدوجہد اور تسکین کے درمیان تبادلہ ضروری ہو گیا یعنی

فرد کی ضروریات ← فرد کی جدوجہد ← (تبادلہ) ← فرد کی تسکین

اس دور میں مختلف پیشے (کسان جلاہے وغیرہ) وجود میں آئے۔ تیسرا دور مشترکہ جدوجہد کا دور تھا جس میں انسان نے مشترکہ اور مل جل کر ایک شے تیار کرنے کے فوائد معلوم کر لیے یعنی کئی آدمیوں نے مل کر ایک شے کو تیار کرنا شروع کر دیا۔ اس شے کو بیچ کر جو کچھ حاصل ہوتا تھا۔ وہ یہ گروہ آپس میں تقسیم کر لیتا تھا اور اس طرح ہر شخص کی ضروریات کی تسکین ہوتی تھی۔ تقسیم کا ہونا بھی تسکین کے لیے شرط بن گیا یعنی

فرد کی ضروریات ← فرد کی جدوجہد بحیثیت ایک گروپ کے ممبر کے ← (تبادلہ) ← گروپ کی تسکین ← (تقسیم) ← فرد کی ضروریات

یہ وہ زمانہ تھا جب اشیاء کے بدلے اشیاء کا تبادلہ ہوتا تھا۔ چوتھا دور زر کے استعمال کا ہے۔ جس میں پہلے کچھ افراد مل کر اشیاء تیار کرتے ہیں۔ پھر ان اشیاء کے بدلے زر حاصل کیا جاتا ہے اور پھر حاصل کردہ زر کو افراد میں کام کے اعتبار سے تقسیم کر دیا جاتا ہے اور پھر ہر فرد بذریعہ تبادلہ اپنی ضروریات کو تسکین پہنچاتا ہے۔

فرد کی ضروریات ← فرد کی جدوجہد بحیثیت گروپ کے ایک ممبر کے ← (تبادلہ) ← گروپ کی آمدنی ← (تقسیم) ← فرد کی آمدنی ← (تبادلہ) ← فرد کی ضروریات کی تسکین

پس اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسانی ضروریات کا پیدا ہونا، اس کے پورا کرنے کے لیے انسانی

Marfat.com

جدوجہد اور بالآخر تسکین حاصل کرنا یہ ہر دور میں مشترک ہے ۔ اگرچہ موجودہ دور میں یہ کافی پیچیدہ ہے

معاشیات کی تعریف

معاشیات کو انگریزی میں ECONOMICS کہتے ہیں اور شروع میں یہ لفظ Political Economy کہلاتا تھا۔ دراصل یہ لفظ قدیم یونانی زبان کے لفظ Oikonomia سے مشتق ہے۔ (Oikos بمعنی گھر اور Nomos یا Nomia) بمعنی قانون یا انتظام) اس سے مراد گھربار کا قانون یا انتظامِ خانہ کے ہیں۔ اس زمانہ میں یونانی گھر ایک بڑی اکائی ہوتا تھا۔ جس میں سینکڑوں افراد شامل ہوتے۔ کوئی کاشتکار، کوئی جولاہا، کوئی لوہار اور اس طرح اس گھر کا انتظام خاصا دشوار طلب مسئلہ تھا۔ کیونکہ ان سب کی ضروریات کو معلوم کرنا اور انہیں اپنے گھر کے وسائل سے پورا کرنا بہت مشکل کام تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ لفظ نہ صرف انتظامِ خانہ بلکہ عام انتظام کے لیے استعمال ہونے لگا۔ یونان میں ہر شہر City بذاتِ خود ایک ریاست State ہوتا ہے یعنی ہر شہر اپنے انتظامات کے سلسلہ میں خود مختار ہوتا ہے۔ صرف کسی بیرونی حملے کی صورت میں تمام شہری ریاستیں بنا کر مقابلہ کرتی تھیں۔ بہرحال ہر شہر یا شہری ریاست کو اپنے شہر کے انتظام کے سلسلے میں اسی قسم کے اصول استعمال کرنا پڑتے تھے جیسے انتظامِ خانہ میں مثلاً ریاست کی آمدنی کیسے بڑھائی جائے کس طرح خرچ کیا جائے تاکہ شہر کی خوشحالی میں اضافہ ہو اور لفظ انتظامِ ریاست کے لیے بھی استعمال ہونے لگا۔ لفظ شہر کے لیے یونانی لفظ تھا Polis جس سے انگریزی لفظ Political ماخوذ ہے۔ اس وقت جب کچھ مفکرین نے ریاست کی آمدنی و خرچ اور فلاح وبہبود کے متعلق لکھنا اور سوچنا شروع کر دیا تو اس کے لیے ایک نئی اصطلاح Political Economy استعمال کی جانے لگی اور ماہرین معاشیات نے شروع شروع میں Political Economy پر ہی کتابیں تحریر کیں۔ مگر بعد میں لفظ Political مختلف معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ مثلاً سیاسی پارٹیوں، انتخابات میں حصہ وغیرہ اس کے جزو بن گئے مگر علم معاشیات کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح لفظ Economy صرف کفایت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

اس لیے ماہرینِ معاشیات نے ضروری سمجھا کہ اس علم کے لیے ایک ایسا لفظ استعمال کیا جائے کہ جو قابلِ اعتراض نہ ہو اور جس سے اس مضمون کے متعلق غلط تاثر پیدا نہ ہو لفظ Economics اس لحاظ سے موزوں ہے کہ اوّل یہ مختصر ہے دوم اس سے سیاست سے تعلق کا نہ ہونے پتہ چلتا ہے۔ سوم یونانی لفظ اوئےکونو سے تعلق باقی رہتا ہے۔ چہارم اس کا لاحقہ اس مضمون کا علم

ہونا ظاہر کرتا ہے (مثلاً Mathematics Physics وغیرہ)

کسی علم کی تعریف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چند الفاظ یا جملوں میں اس علم کی حقیقت کو بتا دیا جائے۔ مختلف ماہرینِ معاشیات نے مختلف انداز میں اور مختلف الفاظ میں معاشیات کی حقیقت یا اس کے نفسِ مضمون کو بتانے کی کوشش کی ہے۔ کسی نے ایک زاویہ سے کسی ایک پہلو کو اہمیت دی۔ کسی نے مختلف زاویے سے کسی دوسرے پہلو کو اُجاگر کیا۔

جب ہم ان تمام تعریفوں کا جائزہ لیتے ہیں تو تین مکاتیبِ فکر ملتے ہیں۔

۱۔ کلاسیکی مکتبِ فکر

۲۔ نو کلاسیکی مکتبِ فکر

۳۔ نظریہ رابنز

کلاسیکی مکتبِ فکر

ایڈم سمتھ، ریکارڈو، این ڈبلیو سینیئر اور جے ایس مل وغیرہ کلاسیکی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس مکتبِ فکر کا بانی ایڈم سمتھ تھا۔ ان ماہرینِ معاشیات نے معاشیات کی تعریف بیان کرتے ہوئے دولت کے تصور کو بہت اہمیت دی مثلاً N.W.Senior نے معاشیات کو ایک ایسا علم قرار دیا جس میں "دولت کی نوعیت، پیدائش اور تقسیم کا مطالعہ کیا جاتا ہے"۔ جے ایس مل نے معاشیات کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی: "معاشیات ایک ایسا علم ہے جس میں دولت کی نوعیت اور ان تمام قوانین کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو دولت کی پیدائش اور تقسیم پر حاوی ہیں"۔

معاشیات کی تعریف میں اس مکتبِ فکر نے دولت کو جو اہمیت دی اس کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ایڈم سمتھ نے ۱۷۷۶ء میں معاشیات پر ایک کتاب لکھی۔ جو اس علم پر پہلی مربوط اور جامع کتاب تھی۔ اس کتاب کا نام اس نے دولتِ اقوام کی نوعیت اور اسباب کے بارے میں ایک تحقیقاتی مقالہ" رکھا۔

ان تعریفوں[۱] سے ذہن بجائے یہ سمجھنے کے کہ انسان اور اس کی ضروریات معاشیات کا اصل

---

[۱] "معاشیات انسان کی ان تمام کوششوں سے بحث کرتا ہے جن کا تعلق دولت کمانے سے ہے"۔ Chapman

"معاشیات وہ علم ہے جس میں انسان اور دولت کے تعلقات کے عمل اور ردِ عمل زیرِ بحث آتے ہیں"۔ S.E.Thomas

"معاشیات ان معاشرتی کوائف اور عمرانی مسائل کا علم ہے جو دولت حاصل کرنے اور دولت

Marfat.com

موضوع ہیں۔ دولت کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دولت انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ یا آلہ ہے۔ مگر ان تعریفوں کی بدولت اس زمانے کے مفکرین مثلاً کارلائل[1]، رسکن، ولیم مورس نے اس علم کو خود غرضی سکھانے والا علم سمجھا۔ کسی نے اسے دال روٹی کا علم کہا اور کسی نے شیطانی علم کہہ کر اس پر اعتراض کیا۔ کسی نے دولت پوجنے کا علم کہہ دیا تو کسی نے دولت کے ابلیس کا درس۔

در حقیقت[2] دولت کا مقصد انسان کی خوشحالی ہی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں دولت بذاتِ خود کوئی مقصد نہیں۔ اس کی اہمیت صرف اس لیے ہے کہ وہ انسانی ضروریات کو پورا کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اگر دولت کی یہ خوبی جاتی رہے تو کوئی دولت کی مطلق پرواہ نہ کرے۔ مزید برآں دولت کو انسان کے لیے بنایا گیا ہے۔ انسان کو دولت کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ پس اولین اہمیت انسان کو ہی دینا

---

[1] Carlyle : "Past & Present" (Book IV)
Ruskin : " UNTO THIS LAST ",
" MUNERA PULVERIS "
Dickens : " HARD TIMES "

[2] کیونکہ انگریزی کے الفاظ Wealth (دولت) اور Welfare (خوشحالی) دونوں ہی لفظ Weal سے ماخوذ ہیں۔ جس کا مطلب خوشحالی ہے۔
انفرادی اور اجتماعی خوشحالی یا فلاح و بہبود میں مادی، ذہنی اور روحانی فلاح و بہبود شامل ہیں۔ اسی لیے یہ پیچیدہ اور مشکل تصور ہے۔ ایک قوم جس میں ایسے اچھے، تندرست، مہذب افراد بستے ہوں۔ "سادہ رہو اور اعلیٰ سوچو" کے مقولے پر عمل کرنے والے ہوں اجتماعی خوشحال سے ہمکنار ہوگی۔ اگر کسی قوم کے پاس مادی وسائل زیادہ ہوں۔ دولت وافر ہو لیکن وہ جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر نیچے گر جائے تو بلاشک اجتماعی خوشحالی کم ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر دولت زیادہ پیدا کر لی جائے۔ لیکن قوم جسمانی، ذہنی یا روحانی صحت کھو بیٹھے (مثلاً بہت زیادہ مادیت پرست بن جائے) یا اگر دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو (مثلاً چند افراد قومی دولت کے زیادہ حصہ پر قابض ہو جائیں) یا پیدا شدہ دولت تعیشات یا نشہ آور اشیاء پر خرچ کر دی جائے تو خوشحالی بجائے بڑھنے کے کم ہو جائے گی۔
اگر دولت صحتمند ماحول میں پیدا کی جائے تو اس سے خوشحالی میں ضرور بالضرور اضافہ ہوگا۔ اور دولت انسانی خوشحالی کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھی جائے گی۔

Marfat.com

چاہیئے اور دولت کو ثانوی حیثیت پر رکھنا چاہیئے۔

معاشیات میں اس بات کا مطالعہ نہیں کیا جاتا کہ دولت کیا ہے ؛ نہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ دولت بڑھائی ضرور جائے۔ خواہ اس کے لیے دوسروں کا گلا کاٹنا پڑے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہم معاشیات میں عام لوگوں کی جدوجہد کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو مادیت پرست بالکل نہیں بلکہ ان پر اخلاقی، رواجی اور دوسری قدریں بھی اپنا اثر رکھتی ہیں۔

پس اس بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ معاشیات کو دولت کا علم کہنا بے معنی ہے۔ معاشیات انسان کی اس جدوجہد کا مطالعہ ہے جو اسے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کرنا پڑتی ہے کیونکہ دولت اس سلسلہ میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے بالواسطہ ہمارا تعلق دولت سے بھی ہو جاتا ہے۔

نوکلاسیکی مکتبِ فکر

معاشیات کی ان تعریفوں سے جن میں دولت کا ذکر تو کیا گیا تھا مگر انسانی پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ معاشیات کے مطالعہ کے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں جنہیں دور کرنے کے لیے ماہرینِ معاشیات نے معاشیات کی تعریف بیان کرتے ہوئے انسان کی حیثیت کو اولین قرار دیا۔ ایک جرمن ماہرِ معاشیات Roscher نے جو موجودہ تاریخی مکتبِ فکر کے بانی بھی تھے۔ علمِ معاشیات کے جائزے Survey کا آغاز ان الفاظ سے کیا کہ "اس علم کا نقطۂ آغاز اور مقصدِ آخر دونوں انسان ہی ہے"۔

مشہور ماہرِ معاشیات الفرڈ مارشل نے معاشیات کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی "معاشیات میں انسان کے ان افعال کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق زندگی کے روزمرہ معاملات سے ہے اور اس امر کی تحقیق کی جاتی ہے کہ انسان کیونکر آمدنی حاصل کرتا ہے اور کیونکر اسے صرف کرتا ہے۔ یہ علم انسان کی ان انفرادی اور اجتماعی جدوجہد کا مطالعہ کرتا ہے جو وہ اپنی خوشحالی کے لیے مادی ذرائع میں اضافہ کرنے اور ان کا بہترین استعمال کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ پس معاشیات ایک طرف تو دولت کا مطالعہ ہے اور دوسری طرف (جو پہلی سے زیادہ اہم ہے) خود انسانی زندگی کے ایک پہلو کا"۔ [1]

مارشل کی اس تعریف سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ معاشیات میں انسان کو مرکزی کردار کی حیثیت حاصل ہے اور دولت کو ثانوی۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان اور دولت کا تعلق کس وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے مطالعہ کا مقصد کیا ہے ؛ مارشل نے واضح طور پر بتا دیا کہ ہم انسان کی اس جدوجہد کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جس کا تعلق دولت سے ہے۔ یعنی دولت کمانے یا دولت خرچ کرنے سے۔ اور یہ مطالعہ اس غرض سے کیا جاتا ہے تاکہ مادی خوشحالی حاصل ہو سکے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مادی خوشحالی سے کیا

---

[1] Marshall : Economics of Industry
Book I Chapter I

Marfat.com

مراد ہے - دراصل خوشحال ایک ایسا تصور ہے - جس کے مختلف معانی ہو سکتے ہیں - کبھی اسے ہم صرف مادی صورت میں دیکھ سکتے ہیں اور کبھی اس میں غیر مادی، روحانی تسکین اور بلندی بھی شامل کر سکتے ہیں - ایک شخص جس کے پاس زیادہ مال و دولت ہو اور اس کی آمدنی زیادہ ہو خوشحال کہلائے گا - اسی طرح اگر ایک شخص بہت غریب ہے اور اس کی آمدنی بہت قلیل ہے تو ایسا تنگدست انسان خوشحال نہیں کہلا سکتا - یہ تو ہے خوشحالی مادی شکل میں -

اگر ہم اس روحانی تسکین کو بھی شامل کریں جو اس غریب کو حاصل ہے (مثلاً ایمانداری اور محنت سے رزقِ حلال حاصل کرنے کی خواہش) اور اس امیر کو حاصل نہیں جو شاید اس دولت کا جائز استعمال نہ کر رہا ہو تو شاید غریب شخص زیادہ خوشحال سمجھا جائے - لیکن اس کا تعلق اخلاقیات سے ہے - معاشیات میں اگر تمام مادی اور روحانی پہلوؤں پر غور کیا جائے تو شاید اس علم کی انفرادیت اور افادیت ختم ہو جائے اور خصوصی مطالعہ ناممکن ہو جائے - اس لیے مارشل نے واضح کر دیا کہ ہم انسان اور دولت کے رشتہ کا مطالعہ اس لیے کرتے ہیں کہ انسان کی مادی خوشحالی کا دارومدار اس پر ہے اور اگر انسان مادی طور پر خوشحالی حاصل کرلے تو مجموعی خوشحالی میں بھی اضافہ ہوگا - جب تک کہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ فرد یا قوم اس مادی خوشحالی کا غلط استعمال کرے گی -

پروفیسر پیگو PIGOU پروفیسر کینن Cannan وغیرہ نے جو ڈاکٹر مارشل کے طرزِ فکر کے علمبردار تھے - معاشیات کی تعریف میں مادی فلاح و بہبود پر بہت زور دیا[1] - اس طرزِ فکر کے تمام ماہرینِ معاشیات "فلاحی معاشیین" کہلاتے ہیں اور یہ طرزِ فکر معاشیات کا فلاحی مسلک - Welfare School of Economics ہے -

---

[1] "معاشیات کا مقصد ان عمومی اسباب کی تشریح کرنا ہے جن پر انسانوں کی فلاح و بہبود کا انحصار ہے۔" (Cannan : Wealth Ch. I)

"ہماری تحقیقات کا دائرہ معاشرتی فلاح و بہبود کے اس حصے تک محدود ہے جسے بالواسطہ یا بلاواسطہ زر کے پیمانے سے ناپا جا سکے - فلاح و بہبود کا یہ حصہ معاشی فلاح و بہبود کہلا سکتا ہے ..... معاشی فلاح و بہبود معاشیات کا نفسِ مضمون ہے۔"

(Pigon : Economics of Welfare Ch. I)

"ان تمام رشتوں میں جو معاشرہ کے افراد کے درمیان ہوتے ہیں معاشیات صرف ان رشتوں کا مطالعہ کرتا ہے جو ان افراد کی مادی ضروریات کو تسکین مہیا کرتا ہے اور جن کا تعلق ان کی خوشحالی اور بہبودی سے ہوتا ہے۔"

Marfat.com

نظریہ فلاحی معاشیات پر تنقید

مارشل کی تعریف سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ معاشیات میں دولت کی کیا حیثیت ہے اور انسان کا کیا مقام ہے۔ لیکن جہاں تک اس تعریف کے دوسرے حصہ کا تعلق ہے۔ جس میں معاشیات کے مطالعہ کا مقصد انسانوں کی مادی فلاح و بہبود میں اضافہ کرنا بتایا گیا۔ اس پر اعتراضات کیے گئے۔ پروفیسر رابنز نے ۱۹۳۲ء میں اپنی کتاب "معاشیات کی نوعیت و اہمیت The nature and Significance of Economic Science میں معاشیات کی فلاحی تعریف پر مندرجہ ذیل اعتراضات کیے:۔

۱۔ مادی فلاح و بہبود میں لفظ مادّی غیر ضروری ہی نہیں بلکہ غلط ہے کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ معاشیات میں ان تمام انسانی جدوجہد کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے سلسلہ میں دولت حاصل کر کے یا خرچ کر کے کی جاتی ہے۔ تو یہ کہنا کہ خوشحالی میں اضافہ صرف مادی صورت میں ہو سکتا ہے۔ درست نہیں مثلاً ایک استاد، وکیل، ڈاکٹر، گوَیّے اور گھریلو ملازم کی جدوجہد ہے تو بہت ضروری اور وہ معاشیات کے دائرہ میں شامل بھی ہے۔ کیونکہ اس جدوجہد کا مقصد بھی انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دولت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اگر مادّی خوشحالی کی شرط بھی عائد کر دی جائے تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ مادی طور پر کوئی چیز نہیں بناتے۔ ایک استاد کی خدمات ذہن کو روشنی دے سکتی ہے۔ ایک وکیل اچھی رائے سے نواز سکتا ہے، ایک ڈاکٹر مرض کی تشخیص اور اس کا علاج بتا سکتا ہے۔ ایک گوَیّا کیف و سرور کی کیفیت پیدا کر سکتا ہے۔ بےشک ان خدمات سے مستفید ہونے والے ان خدمات کے عوض دولت دینے کے لیے بھی تیار ہوں گے۔ لیکن ان سے خوشحالی میں براہِ راست مادّی شکل میں کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس لیے لفظ "مادّی" پر یہ اعتراض ہے کہ اس لفظ کی موجودگی میں خدمات جیسی اہم جدوجہد کو معاشیات کے دائرہ سے خارج کرنا پڑے گا جو کسی صورت میں بھی درست نہیں اور اس سے معاشیات کی تعریف میں تضاد پیدا ہو گا۔ اس لیے اس لفظ کو ہٹا دینا ہی مناسب ہے۔

۲۔ دوسری اصطلاح جو قابلِ اعتراض ہے وہ " فلاح و بہبود " ہے۔ اوّل تو فلاح کا تصوّر ایک ذہنی کیفیت ظاہر کرتا ہے۔ " فلاح " جسمانی بھی ہو سکتی ہے۔ روحانی بھی، مادّی بھی غیر مادی بھی۔ بالفرض اگر ہم اسے مادّی فلاح و بہبود ہی کے معنی میں لیں تو بھی اس پر اتفاق ہونا مشکل ہے کہ کونسی اشیاء فلاح و بہبود میں اضافہ کریں گی اور کونسی کمی۔ اس سلسلہ میں ایک شخص کا تصور دوسرے سے مختلف ہو گا اسی طرح ایک علاقہ کا دوسرے علاقے سے اور ایک دَور کا نظریہ دوسرے دَور سے مختلف ہو گا۔ پس فلاح کی کوئی نہ کوئی حد مقرر کی جا سکتی ہے اور نہ اسے ناپا جا سکتا ہے۔ اور نہ ایک معیشت دان کے لیے بحیثیت ایک

Marfat.com

سائنسدان کے یہ موزوں ہے کہ وہ خود اس بارے میں فیصلہ کرے کہ کونسی اشیاء فلاح میں اضافہ کریں گی اور کونسی نہیں یا کونسی اشیاء پسندیدہ ہیں اور کونسی غیر پسندیدہ۔ پس ایک سائنسی علم کی بنیاد کیونکر فلاح جیسے تصور پر رکھی جا سکتی ہے؟

۳۔ اگر معاشیات میں مادی فلاح میں اضافہ کے متعلق مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تو ایسی اشیا جو فلاح میں اضافہ کے بجائے کمی کرتی ہیں۔ ان کی کیا حیثیت ہوگی۔ مثلاً نشہ آور چیزیں یا مضرِ صحت دوائیں یا ناپسندیدہ اور غیر اخلاقی کتابیں۔ ان اشیاء کو فروخت کرنے والے ان کی طلب ہونے پر دولت کی خاطر ان کو پیدا کرتے ہیں۔ لیکن ان کے استعمال سے مادی فلاح کم ہو جاتی ہے۔ کیا اس کے باوجود ان کا مطالعہ معاشیات میں ہونا چاہیئے یا نہیں؟ اگر مادی فلاح میں اضافہ شرط ہے تو ایسی اشیاء تیار کرنے والے افراد کی جدوجہد معاشیات میں زیرِ بحث نہیں آنی چاہیئے۔ لیکن ان افراد کی یہ جدوجہد درحقیقت اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر ہی ہے۔

پروفیسر مارشل اور ان کے رفقاء ان اعتراضات کا جواب اس طرح دیتے ہیں۔

۱۔ یہ کہنا کہ خدمات (استاد، ڈاکٹر وغیرہ کی) مادی فلاح نہیں پہنچاتی۔ اس لیے یہ معاشیات میں کیونکر زیرِ بحث آسکتی ہیں۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جب ہم کسی خدمت کے لیے معاوضہ (فیس وغیرہ کی شکل میں) ادا کرتے ہیں تو دراصل ہم اس خدمت کو زر کے پیمانے سے ناپ رہے ہیں اور اس لیے اس کا مطالعہ معاشیات کے دائرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ ایک وکیل یا ڈاکٹر بھی اپنی انہی خدمات کے عوض زر یا معاوضہ حاصل کرتا ہے تاکہ اپنی ضروریاتِ زندگی حاصل کر سکے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک کارخانہ دار یا کاشتکار۔

۲۔ اگرچہ فلاح کا ناپنا ممکن نہیں لیکن پیمانۂ زر سے اس کی پیمائش ایک حد تک ممکن ہے۔ یہ درست ہے کہ اس پیمانہ کو مکمل ترین پیمانہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ لیکن یہ لوگوں کی خواہشات کی شدت کو ناپ سکتا ہے۔ اگر ایک شخص کسی شے یا خدمت کے لیے سو روپے خرچ کرنے کو تیار ہے تو یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اس شے کے استعمال سے اس شخص کو سو روپے کے برابر فلاح حاصل ہوگی اور اس طرح فلاح و بہبود کا تعین نہ کر سکنے کے باوجود ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اضافی طور پر فلاح و بہبود میں اضافہ ہوا یا نہیں۔

علاوہ ازیں اگر معاشیات کے مطالعہ میں فلاح و بہبود کا خیال نہ رکھا جائے تو معاشیات کے مطالعہ کی اہمیت اور اس کا فائدہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس علم کے مطالعہ کا مقصد انسانیت کی فلاح و بہبود قرار دینا ضروری ہے تاکہ اس علم سے ہر شخص مستفید ہو سکے۔

۳۔ جہاں تک نشہ آور اور دیگر مضر اشیاء کا تعلق ہے وہ انسانی فلاح و بہبود میں اضافہ نہیں

Marfat.com

کرتیں بلکہ اسے کم کردیتی ہیں یا یوں کہیے کہ وہ مثبت فلاح کے بجائے منفی فلاح مہیا کرتی ہیں اور اس لیے معاشیات میں ان اشیاء یا خدمات کا مطالعہ زیادہ اہم ہو جاتا ہے تاکہ ہم فلاح کو بڑھانے کے سلسلے میں ان اشیاء یا خدمات سے غافل نہ ہوں جو ہماری فلاح کو کم کر سکتی ہیں۔ اس لیے یہ اشیاء اور خدمات معاشیات میں زیر بحث آتی رہیں۔

پس اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعریف عملی لحاظ سے درست ہے اور ایسی انسانی کوششوں اور سرگرمیوں پر بحث کرنا۔ جن کا تعلق مادی خوشحالی سے ہو غلط معلوم نہیں ہوتا۔ اگرچہ سائنسی نکتہ نظر سے اس تعریف میں کچھ تضادات ہیں یا ایسے تصورات ہیں جن کا مفہوم متعین نہیں۔

رابنز کا نظریہ

پروفیسر رابنز نے نہ صرف مارشل کی تعریف میں خامیاں بتائیں اور اسے غیر سائنسی قرار دیا۔ بلکہ خود معاشیات کی ایک نئی اور سائنٹیفک تعریف پیش کی :-

"معاشیات ایک ایسا علم ہے جو انسان کے اس طرزِ عمل کا مطالعہ کرتا ہے جو انسان کے محدود مقاصد اور ایک سے زائد طریقوں سے استعمال ہونے والے محدود ذرائع کے مابین بطور ایک رابطہ پیدا ہوتا ہے۔"

اگر ہم رابنز کی تعریف کا تجزیہ کریں تو ان کی بنیاد دو اہم تصورات پر ہے۔

۱۔ انسان کے مقاصد (یا ضروریات) لامحدود ہیں یعنی کوئی انسان کسی وقت یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی تمام ضروریات پوری ہو چکی ہیں۔ کیونکہ ضرورت ایک اضافی اصطلاح ہے۔ ایک خواہش پوری ہوتی ہے تو کوئی دوسری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔ بلکہ انسان کی لامحدود مقاصد کے بارے میں مزید یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام مقاصد بہ لحاظ اہمیت یکساں نہیں ہوتے۔ کچھ مقاصد یا ضروریات زیادہ اہم ہوتی ہیں اور کچھ کم اور اس طرح مقاصد کو ان کی اہمیت کے لحاظ سے ترتیب دیا جا سکتا ہے۔

۲۔ انسانی مقاصد اور ضروریات کو تسکین بہم پہنچانے کے لیے ذرائع محدود ہیں اور ان کا استعمال متبادل طریقہ سے ہو سکتا ہے۔ یعنی انسان کے پاس جو ذرائع ہیں مثلاً زمین، روپیہ پیسہ وغیرہ محدود ہیں اور ان ذرائع کو مختلف مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی محدود ذرائع کو ایک مقصد حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ کسی دوسرے مقصد کے حصول کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا مثلاً ایک قطعہ زمین مکانات بنانے، دکانات بنانے اور کاشت کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر اس کا استعمال ان میں سے کسی ایک مقصد کے لیے ہو رہا ہے تو دوسرے مقاصد کے لیے وہ قطعہ زمین استعمال نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر اس قطعہ زمین پر مکانات تعمیر کر دیئے گئے ہیں تو اسے کاشت کرنے یا دکانات بنانے کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

88092

Marfat.com

رابنز نے معاشیات کی تعریف میں "دولت" یا "فلاح و بہبود" کے بجائے ایسی اصطلاحات اور ایسے تصوّرات استعمال کیے جو حقیقت سے زیادہ قریب ہیں اور جو زیادہ سائنسی ہیں۔ وہ اصطلاحات "مقاصد" اور "ذرائع" ہیں۔ رابنز کے نزدیک انسان کے مقاصد لامحدود ہونے اور انہیں حاصل کرنے کے ذرائع محدود ہونے سے معاشی مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان کو یہ سوچنا پڑتا ہے کہ محدود ذرائع سے کیونکر غیر محدود ضروریات یا مقاصد کو پورا کیا جائے۔ مثلاً کسی فرد کی آمدنی محدود ذرائع میں شامل ہے۔ اب اس آمدنی کو کن ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جائے اور کونسی ضروریات چھوڑ دی جائیں۔ یہ ایک معاشی مسئلہ ہے کیونکہ آمدنی کا لامحدود ہونا ممکن نہیں اور ضروریات کا محدود ہونا بھی ناممکن ہے۔ آمدنی کتنی ہی زیادہ ہو کچھ ضروریات اور مقاصد ایسے ہوں گے جنہیں پورا کرنا ممکن نہ ہوگا۔ اسی طرح ذرائع کسی بھی مادی یا غیر مادی شکل میں ہوں ہمیشہ محدود ہوں گے اور مقاصد کو پورا کرنے میں مدد دینے کے لیے ہوں گے۔ ذرائع زمین کی شکل میں بھی ہو سکتے ہیں اور وقت کی شکل میں بھی مثلاً ہمارے پاس ایک دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں جنہیں مختلف مقاصد حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مقاصد یہ ہو سکتے ہیں۔ نیند، مطالعہ، خورونوش، کھیل، سیر و تفریح وغیرہ۔ یہ بھی ایک معاشی مسئلہ بن جاتا ہے کہ یہ تمام مقاصد کیونکر حل کیے جائیں۔ ہر ایک مقصد پر کتنا کتنا وقت صرف کیا جائے۔ اگر ایک شخص دن رات میں چوبیس گھنٹے مطالعہ کرنا چاہے تو سونے، کھانے کے لیے کوئی وقت نہیں رہے گا۔ اس لیے اسے ان کی اہمیت کے مطابق وقت کا استعمال کرنا پڑے گا۔ مثلاً ۸ گھنٹے سونے کے لیے ۸ گھنٹے مطالعہ کے لیے اور اسی طرح باقی وقت دوسرے مقاصد کے لیے۔ اسی طرح اگر ایک شخص کے پاس مطالعہ کے لیے آٹھ گھنٹے ہیں اور مختلف مضامین کا مطالعہ کرنا مقاصد میں شامل ہے۔ تو اسے یہ سوچنا ہوگا کہ اس محدود وقت میں کیونکر مختلف مضامین کا مطالعہ کیا جائے۔ کس مضمون کو کتنا وقت دیا جائے اور کس مضمون کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔

رابنز[1] کی تعریف کے مطابق معاشیات ایک بے لاگ اور غیر جانبدار علم ہے۔ اس میں نہ تو

---

[1] دیگر ماہرین معاشیات نے بھی اسی قسم کی تعریفیں لکھی ہیں:۔

"معاشیات ایک ایسا علم ہے کہ جس میں کمیاب ذرائع کو غیر محدود مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے"۔ Stigler

"معاشیات ان اصولوں کا مطالعہ ہے جن کے مطابق ملک کے کمیاب ذرائع کو اس طرح ترتیب دیا جاتا ہے کہ قومی مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔ Wickstead

"معاشیات متبادل استعمال رکھنے والے کمیاب ذرائع کے انتظام کا علم ہے جس سے انسان

Marfat.com

مقاصد کا مطالعہ بذاتِ خود کیا جاتا ہے اور نہ "ذرائع" کا بلکہ اس میں اس انسانی برتاؤ کا مطالعہ کیا جاتا ہے جو ذرائع اور مقاصد کے درمیانی تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جب انسان کم ذرائع سے زیادہ مقاصد پورا کرنے کے لیے سوچتا ہے، انتخاب کرتا ہے اور عمل کرتا ہے تو ماہرینِ معاشیات اس انسان کے اس رویّہ پر غور کرتے ہیں اور یہی معاشیات کا دائرہ کار ہے۔

رابنز جب معاشیات کو ایک غیر جانبدار علم قرار دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشیات میں اس امر میں بحث نہیں ہوتی کہ جس مقصد کے لیے ذرائع کا استعمال کیا گیا ہے۔ آیا وہ اچھا ہے یا بُرا، پسندیدہ ہے یا غیر پسندیدہ، اخلاقی ہے یا غیر اخلاقی، مادّی ہے یا غیر مادّی۔ اسی طرح ایک ماہرِ معیشت اس بات کا ضامن نہیں ہے کہ ہر انسان اپنے ذرائع سے مقاصد حاصل کرنے کا جو فیصلہ کرے وہ لازماً مادّی خوشحالی کا باعث بنے۔ مثلاً اگر ایک شخص کچھ رقم لے جو وہ کئی مقاصد پر خرچ کر سکتا ہے۔ دیگر تمام مقاصد چھوڑ کر صرف سگریٹ یا نشہ آور ادویہ خریدتا ہے تو ایک ماہرِ معاشیات کو اس شخص کے اس فعل کا معاشیات میں مطالعہ کرنا ہوگا۔ کیونکہ اس شخص نے کم یاب ذرائع اور لامحدود مقاصد کے درمیانی تعلق سے پیدا ہونے والے معاشی مسئلے کو حل کیا ہے۔ لیکن ماہرِ معاشیات اس فعل یا عمل کے اخلاقی یا قانونی پہلو پر کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ وہ یہ فیصلہ صادر کرنے کا مجاز نہیں کہ یہ فعل درست تھا یا غلط۔

نظریہ رابنز پر تنقید اگرچہ رابنز کی تعریف نہایت جامع ہے اور اس نے نفسِ مضمون کی حدیں واضح کر دی ہیں۔ تاہم چند ماہرینِ معاشیات نے اس تعریف پر بھی نکتہ چینی کی ہے:۔

رابنز کے نظریہ کے مطابق معاشیات صرف ایک علم التحقیق یا خالص سائنس کی حیثیت سے انسانی رویّہ کا مطالعہ کرتی ہے۔ اس لیے یہ علم اس بارے میں غیر جانبدار رہتا ہے کہ آیا ذرائع کا استعمال صحیح مقاصد کے لیے ہو رہا ہے یا نہیں۔ اس پر اعتراض یہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر ایک ماہرِ معاشیات

کی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے۔" Prof. Easthem

"معاشیات کمیاب مادی اور انسانی ذرائع کے باہمی متقابل مقاصد کے درمیان باکفایت تخصیص کے مطالعہ کا نام ہے۔" C.E. Ferguson

"معاشیات مبادلہ کے ان پہلوؤں کا مطالعہ کرتا ہے جو اس کوشش کے باعث سامنے آتے ہیں کہ مطلوبہ اشیاء و خدمات کی اس قلت پر قابو پایا جائے جو نوعِ انسانی طلب کے مقابلہ میں ہمیشہ محسوس کرتی رہے گی۔" Nevin

Marfat.com

انسان کی زندگی کو بہتر اور خوشحال بنانے میں کوئی اظہار رائے نہیں کر سکتا تو اس علم کے مطالعہ کا فائدہ کیا ہے۔ معاشیات تو انسان کا علم ہے اور علم طب کے مطالعہ کا مقصد انسانی جسم کو صحت مند بنانا ہے۔ اسی طرح علم معاشیات کے مطالعہ کا مقصد بھی انسانی زندگی کو خوشگوار اور خوشحال بنانا ہوتا ہے۔

اس اعتراض کے جواب میں رابنز کا کہنا ہے کہ کسی مسئلہ پر حتمی رائے دینا ماہر معاشیات کے لیے اس وجہ سے مناسب نہیں کہ ہر مسئلہ کا مطالعہ مختلف پہلوؤں سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً سیاسی پہلو سے، اخلاقی پہلو سے، قانونی پہلو سے وغیرہ وغیرہ۔ معاشی پہلو اس مسئلہ کا صرف ایک پہلو سے تجزیہ کرتا ہے۔ یعنی اس کا مطالعہ کرتا ہے کہ ایسے ذرائع جو مختلف طریقوں سے مختلف مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے استعمال ہو سکتے تھے۔ کیونکہ کسی ایک مقصد کو حاصل کرنے کے لیے استعمال کیے گئے کیا یہ استعمال پسندیدہ فعل قرار دیا جائے یا غیر پسندیدہ۔ یہ فیصلہ ایک ماہر معاشیات کیونکر کر سکتا ہے جب کہ اس سلسلہ میں تاریخی، سیاسی، قانونی اور اخلاقی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ صرف معاشی پہلوؤں کے مطالعہ سے رائے دینا مناسب نہیں۔ مثلاً اگر یہ فیصلہ کرنا ہو کہ کیا کسی ایک ملک کو دوسرے ملک کے خلاف برسرپیکار ہو جانا چاہیئے یا نہیں تو ماہر معاشیات اس مسئلہ کے معاشی پہلو تو بتا سکتا ہے لیکن وہ اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ صادر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس مسئلہ کو سیاسی قانونی، اخلاقی اور جنگی پہلوؤں سے پرکھنا بیحد ضروری ہے۔ اس تشریح کے باوجود معترضین سمجھتے ہیں کہ ایک ماہر معاشیات کو اتنی اجازت ہونی چاہیئے کہ وہ معاشی پہلو سے مسئلہ سمجھنے اور پرکھنے کے بعد یہ بتا سکے کہ معاشی نکتہ نگاہ سے کونسا فیصلہ درست ہے؟ اور یہ کہ کیا اس فیصلہ سے انسانی فلاح و بہبود میں اضافہ ہوگا یا نہیں؟ اگر ماہر معاشیات کو یہ فیصلہ کرنے کا حق نہ ہو تو پھر فیصلہ کس کے اختیار میں چھوڑا جائے۔ علاوہ ازیں بعض حالات میں فیصلہ کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر یہ ہے کہ کیا تجارت آزاد ہونی چاہیئے یا نہیں؟ اور معاشیین اس کے فیصلہ میں خاموش تماشائی بنے رہیں اور انھیں اظہار رائے کا حق نہ ہو بلکہ اگر کوئی رائے قائم بھی کریں تو کہیں کہ ایک ماہر معاشیات کی حیثیت سے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر میری ذاتی رائے آزاد تجارت کے حق میں ہے تو کیا یہ اچھا معلوم ہوگا؟ جب کہ یہ عیاں ہے کہ ذاتی رائے معاشی تجزیہ کے بعد ہی قائم کی گئی ہے؛ علاوہ ازیں رابنز کا یہ کہنا کہ ایک ماہر معاشیات رائے قائم نہیں کر سکتا۔ بذاتِ خود اظہارِ رائے ہے۔

پس معترضین کا خیال ہے کہ ماہر معاشیات کو غیر جانبداری کی آڑ لے کر انسانی رہنمائی کر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ محض مسائل پر انسانی بزناؤ دیکھنا ہی ایک ماہر معاشیات کا فریضہ نہیں بلکہ اس مسئلہ پر کوئی مثبت رائے دینا بھی اس پر فرض ہے تاکہ ایسی تجاویز پیش کی جائیں اور ایسے اقدامات

Marfat.com

اور پالیسیوں کی سفارش کی جائے کہ جن سے انفرادی اور اجتماعی خوشحالی میں اضافہ ہو

رابنز اور مارشل کی تعریفوں کا مقابلہ

مارشل معاشیات کو مادی خوشحالی کا مطالعہ سمجھتا ہے اور رابنز ایسے محدود ذرائع سے لاتعداد مقاصد کو پورا کرنے کی جدوجہد میں انسان کے برتاؤ کا مطالعہ قرار دیتا ہے۔ ان دونوں تعریفوں میں مندرجہ ذیل اہم نکات ہیں۔

ا۔ مارشل کے مطابق انسانی جدوجہد معاشی بھی ہو سکتی ہے اور غیر معاشی بھی۔ معاشی جدوجہد وہ ہے جو انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر یا دولت حاصل کرنے کے لیے کرے اور غیر معاشی جدوجہد وہ ہے جو اس غرض سے نہ کی جائے۔ مثلاً اگر ایک نرس ہسپتال میں کام کرتی ہے یا استاد مدرسہ میں بچوں کو پڑھاتا ہے تو یہ کام اپنی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر آمدنی حاصل کرنے کے لیے کیے جا رہے ہیں اور انہیں ہم معاشی جدوجہد کہیں گے۔ مگر ایک ماں کا گھر پر اپنی بچوں کی دیکھ بھال کرنا یا استاد کا اپنے بچے کو پڑھانا آمدنی حاصل کرنے کے لیے نہیں ہوتا۔ اس لیے ایسی جدوجہد غیر معاشی ہوگی۔ مارشل کے کہنے کے مطابق ہم صرف انسان کی معاشی جدوجہد کا مطالعہ کرتے ہیں۔ غیر معاشی جدوجہد کا نہیں۔

رابنز کے مطابق جدوجہد کو دو حصوں میں تقسیم کرنا غیر سائنسی ہے کیونکہ ایک غیر معاشی جدوجہد کے مقاصد درپردہ معاشی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک ڈاکٹر کسی علاقہ میں مفت علاج کرتا ہے تو اسے ہم غیر معاشی جدوجہد قرار دیتے ہیں۔ لیکن اگر وہی ڈاکٹر چند ماہ بعد تشخیص کی فیس وصول کرنے لگتا ہے تو اس کی جدوجہد معاشی قرار پائے گی اور مارشل کے مطابق اس کی جدوجہد کا مطالعہ معاشیات میں کرنے لگیں گے مگر یہ امتیاز درست نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شروع سے ہی اس ڈاکٹر کا مقصد ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے آمدنی حاصل کرنا ہو اور اس نے فیس اس لیے طلب نہ کی ہو کہ لوگوں میں مقبول ہو جائے تاکہ اچھی فیس وصول کر سکے اور اس طرح وہ جدوجہد بھی معاشی بن جاتی ہے جسے مارشل غیر معاشی گردانتا ہے۔

رابنز کے مطابق کوئی جدوجہد خود معاشی یا غیر معاشی نہیں ہوتی بلکہ ہر جدوجہد کا مطالعہ معاشی پہلو سے کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ قلیل ذرائع کو غیر محدود ضروریات کے لیے استعمال کیا جا رہا ہو۔ فرض کریں کہ ایک شخص نماز ادا کرنے مسجد جا رہا ہے۔ مارشل کے مطابق تو یہ جدوجہد معاشیات کے دائرہ سے باہر ہے۔ لیکن رابنز کے نزدیک وقت قلیل ذرائع میں شامل ہے اور یہ نمازی اپنے وقت کو کئی متبادل مقاصد کے لیے استعمال کر سکتا تھا۔ مثلاً اپنے بچوں کو پڑھانا، دوستوں سے ملنا، اپنی دکان پر بیٹھنا وغیرہ وغیرہ۔ اس شخص نے اپنی مرضی سے اس وقت کا استعمال ایک خاص مقصد کے لیے

Marfat.com

کیا۔ اس لیے یہ بھی ایک معاشی مسئلہ تھا جو حل کیا گیا اور معاشیات میں اس کا مطالعہ کیا جائے گا۔

۲۔ اگرچہ دونوں ماہرینِ معاشیات اس بات پر متفق ہیں کہ معاشیات ایک علم ہے لیکن رابنز کی تعریف کے مطابق ایک معیشت دان کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ وہ مقاصد کے بارے میں غیر جانبدار ہے۔ وہ اچھے ہوں یا بُرے جیسا انسان فیصلہ کرے گا۔ معیشت دان اسے تسلیم کرے گا خواہ وہ ذاتی طور پر اس فیصلہ سے خوش ہو یا ناخوش۔ مگر مارشل نے معاشیات کی تعریف بیان کرتے ہوتے فلاح کی جو اصطلاح استعمال کی ہے۔ اس سے در پردہ یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ معیشت دان اس پہلو کو نظر انداز نہ کرے کہ آیا وہ فیصلہ جو کسی شخص نے کیا ہے۔ مادی فلاح میں اضافہ کرے گا یا نہیں اور اس لحاظ سے ماہر معاشیات کو بھی اپنی ایک رائے قائم کرنا پڑتی ہے۔

دونوں تعریفوں کا موازنہ

بعض معاشیین کے نزدیک دونوں تعریفوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں کیونکہ مارشل جو مطلب "دولت" اور "مادی فلاح" جیسی اصطلاحات سے ادا کرنا چاہتا ہے وہ وہی ہیں جو رابنز نے "محدود ذرائع" کی اصطلاح کے ذریعہ ادا کیے۔ دولت بھی محدود ہی ہے اور اگر دولت محدود نہ رہے تو دونوں ماہرین کے لحاظ سے معاشی مسئلہ ہی وجود میں نہ آئے۔ اسی طرح مارشل کی "معاشی اشیا" کی اصطلاح بھی محدود ذرائع ہی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ علاوہ ازیں دونوں ماہرینِ معاشیات بنیادی طور پر یہ معلوم کرنے کے لیے کوشاں ہیں کہ انسان اپنی ضروریات کو تسکین پہنچانے کے لیے کیونکر جدوجہد کرتا ہے اور کیونکر "دولت" یا محدود ذرائع کو "مقاصد" یا "ضروریات" پورا کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی دونوں تعریفیں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔ صرف الفاظ اور اندازِ بیان مختلف ہیں۔

بہرصورت ان دونوں تعریفوں کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا جا سکتا ہے کہ رابنز کی تعریف زیادہ جامع اور سائنٹیفک ہے۔ لیکن مارشل کی تعریف زیادہ حقیقت پسندانہ اور عملی ہے۔

معاشی تجزیہ

علم معاشیات میں ہم یہ مطالعہ کرتے ہیں کہ محدود ذرائع سے کیونکر اپنی لاتعداد ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس علم کا ایک اہم پہلو کسی معاشی نظام یا معیشت کا تجزیہ کرنا ہوتا ہے اور اسے معاشی تجزیہ کا نام دیا جاتا ہے۔ جس طرح کسی مشین کی کارکردگی معلوم کرنے کے لیے اس کے ہر پرزہ کے عمل کے متعلق پوری معلومات ہونی چاہئیں اور اس کے ہر فعل کا تجزیہ ہونا چاہیے۔ اسی طرح ایک معاشی نظام کی کارکردگی کا پتہ لگانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ہر عمل کا تجزیہ کیا جائے۔ اس معاشی تجزیہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاشی نظام کے عمل کو پوری طرح سے سمجھا جائے۔ اس کی میکانیت کا مکمل طور پر

Marfat.com

علم حاصل کیا جائے اور اسے کنٹرول میں رکھا جائے تاکہ محدود ذرائع کا بہترین استعمال ہو اور زیادہ سے زیادہ فلاح حاصل ہو۔ اگر اس معاشی نظام کے کسی شعبہ میں کوئی خامی پیدا ہو جاتے تو اس کا علم ہو سکے اور اسے درست کیا جا سکے۔ مثلاً اگر پیدائشِ دولت انتہائی بلند سطح حاصل نہ کر رہی ہو یا تقسیم دولت منصفانہ نہ ہو رہی ہو تو ایسے اقدامات کیے جا سکیں کہ وہ درست ہو سکے۔ معاشی نظام یا ڈھانچہ کا تجزیہ کرنے ہوئے تمام حقائق یا معلومات جمع کرنا ہوتی ہیں۔ پھر ان کا بغور مشاہدہ کرنا پڑتا ہے تاکہ ان سے پیدا ہونے والے نتائج معلوم کیے جا سکیں اور پھر اسباب اور نتائج کے درمیان رابطہ قائم کیا جا سکے۔

معاشی نظام کا تجزیہ کرنے کے لیے دو زاویہ ہائے فکر ہیں۔ ایک زاویہ فکر کی بنیاد اس بات پر ہے کہ پورے معاشی نظامِ عمل کو ایک وقت میں سمجھ لینا بہت مشکل ہے بلکہ ایسی کوشش میں اس کی جزئیات یا باریکیوں کو سمجھنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ معاشی نظام کے کسی ایک شعبہ یا حصہ کو لے کر اس کا بغور مطالعہ کیا جاتے۔ اس کی میکانیت کو اچھی طرح سمجھا جائے۔ اس کا تفصیلی مطالعہ کیا جاتے اور اس محدود دائرہ کا مکمل یا خوردبینی مطالعہ کرنے کے بعد اخذ شدہ معلومات اور نتائج کی روشنی میں پورے معاشی نظام کے مسائل کو سمجھا جائے اور ان کا حل تلاش کیا جائے۔ اس اندازِ فکر کو جزویاتی معاشی اندازِ فکر کہا جاتا ہے۔ دوسرا زاویۂ فکر یہ ہے کہ معاشی نظام کا مطالعہ مجموعی نقطۂ نظر سے ہی ہونا چاہیئے تاکہ معیشت مکمل طور پر پیشِ نظر ہو اور مسائل کو بحیثیتِ مجموعی سمجھا جائے اور ان کا حل تلاش کیا جا سکے۔ اس اندازِ فکر کو کلیاتی معاشی اندازِ فکر کہا جاتا ہے۔

معاشی تجزیہ کے ان دو مختلف زاویہ ہائے فکر کی وجہ سے معاشیات کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ ایک کو جزوی یا جزویاتی معاشیات کہتے ہیں اور دوسرے کو کلّی یا کلّیاتی معاشیات۔ یہ دو مختلف معاشیات نہیں ہیں بلکہ یہ دو مختلف نام صرف یہ ظاہر کرتے ہیں کہ معاشی نظام کو سمجھنے کے لیے کونسا طرزِ استدلال اختیار کیا گیا ہے۔ جزویاتی یا کلّیاتی۔

جزویاتی معاشیات[1]

اس حصہ میں معاشی نظام کی انفرادی معاشی اکائیوں کے عمل اور ان کے برتاؤ کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور معاشی نظام کے کچھ ایسے مسائل ہیں جن کے سمجھنے کے لیے جزویاتی اسلوبِ استدلال ہی موزوں ترین سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً صارفین اور آجرین کے برتاؤ کو سمجھنے کے لیے اس سے بہتر طریقۂ کار نہیں ہو سکتا۔ یعنی ایک صارف کے

---

[1] انگریزی میں جزویاتی معاشیات کو MICRO - ECONOMICS کہا جاتا ہے۔ MICRO کا لغوی مطلب ہے۔ بہت چھوٹا۔ جب کہ کلیاتی معاشیات کو MACRO - ECONOMICS کہا جاتا ہے MACRO کا مطلب ہے بڑا۔

Marfat.com

بارے میں آسانی سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہ اشیاء خریدتے ہوئے کن باتوں کا خیال رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کونسی شے خریدی جائے اور کتنی مقدار میں خریدی جائے اور ایک صارف کا نظریہ سمجھنے کے بعد باقی صارفین پر بھی اس کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ اس سے اصول یا قانون اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح آجرین کا برتاؤ کیا ہوتا ہے۔ اس کے لیے بھی ایک آجر کے عمل کو دیکھا جا سکتا ہے۔ وہ کون کون سے مسائل حل کرتا ہے۔ اسے کون کونسی دشواریاں حائل ہوتی ہیں۔ وہ کس قدر اشیاء تیار کرے گا۔ وہ کس طرح اپنے فیصلے کرتا ہے۔ اس سے ہم تمام آجرین کے عمل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

جزویاتی معاشیات میں مندرجہ ذیل اہم مسائل یا نظریات یا رویوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ نظریہ رویہ صارف ۔ جس میں ایک صارف کے عمل کا مطالعہ کر کے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ صارفین کیونکر اشیاء خریدتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر اس میں طلب کے پہلو کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ نظریہ رویہ آجر ۔ جس میں ایک آجر یا فرم کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ صنعتیں کیونکر اشیاء بناتی اور فروخت کرتی ہیں یا بالفاظِ دیگر اس میں رسد کے پہلو کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

۳۔ نظریہ قیمت ۔ یعنی کسی انفرادی شے کی قیمت طلب اور رسد دونوں پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھ کر کیونکر متعین ہوتی ہے۔ اس میکانیت کا اطلاق تمام اشیاء کی قیمتوں کے متعین ہونے پر کیا جاتا ہے۔

۴۔ نظریہ تقسیمِ آمدنی ۔ یعنی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ قومی آمدنی مزدوروں، زمینداروں، سرمایہ داروں اور آجروں کے درمیان کیونکر تقسیم کی جاتی ہے۔

جزویاتی معاشیات کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم اصولی طور پر یہ فرض کر لیتے ہیں کہ ملک میں کامل روزگار کی سطح موجود ہے۔ یعنی ملک کو بیروزگاری کا مسئلہ درپیش نہیں ہے۔ یہ فرض کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ عام حالات میں انفرادی اکائیوں کے عمل کو دیکھا جائے۔ بیروزگاری کے موقع پر تو صارف یا آجر کا رویہ بالکل مختلف ہو سکتا ہے۔ اس لیے ایک مثالی ماحول میں معاشی نظام کی میکانیت کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ معاشی تجزیہ کے جزویاتی طرزِ استدلال میں مندرجہ ذیل فوائد ہیں۔

جزوی معاشیات کی خوبیاں

۱۔ اس اندازِ فکر سے معاشی تجزیہ کرنے سے ہمیں حقیقی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ افراد فیصلے کیسے کرتے ہیں۔ کیونکہ نظامِ سرمایہ داری میں اشیاء کو بنانے اور صرف کرنے کے متعلق فیصلے مرکزی ہدایات

Marfat.com

کے تحت تو ہوتے نہیں۔ ہر فرد کو خود سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا رویہ جاننے کی ضرورت ہے اور جزویاتی معاشیات میں ہم انفرادی اکائیوں اور یونٹوں کے عمل کا ہی مطالعہ کرتے ہیں۔

۲۔ اگر معیشت کے کسی شعبہ میں کوئی نقص واقع ہو جائے۔ جس کی وجہ سے ساری معیشت متاثر ہو رہی ہو تو صرف اسی صورت میں اس نقص کو دُور کیا جا سکتا ہے کہ اس شعبہ کے عمل کی تمام جزویات سے کما حقہٗ واقفیت ہو۔ بغیر تفصیلات کی واقفیت کے نقص کا دُور کرنا ممکن نہیں۔ اس لیے جزویاتی معاشیات کا مطالعہ بہت اہم ہے۔

۳۔ معاشی تجزیہ کے کلیاتی طرزِ استدلال میں بہ حیثیتِ کل فیصلے تو کر لیے جاتے ہیں لیکن یہ سمجھنا کہ معیشت کے مختلف شعبوں پر ان فیصلوں کا کیا ردِّ عمل ہوگا۔ بغیر جزویاتی معاشیات کے مطالعہ کے ممکن نہیں۔ مجموعی پالیسی بنانا اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے۔ جب کہ معیشت کے مختلف شعبوں، حصوں اور چھوٹے چھوٹے یونٹوں (اکائیوں) پر مرتب ہونے والے اثرات کا تفصیلاً اور یقینی طور پر علم ہو اور جزوی معاشیات ہی یہ کردار ادا کر سکتی ہے۔

جزوی معاشیات کی خامیاں

معاشی تجزیہ کے جزویاتی طرزِ استدلال میں مندرجہ ذیل نقائص ہیں:-

۱۔ اس طرزِ استدلال کے ذریعے ان مسائل کا مطالعہ تو ہو سکتا ہے۔ جو کسی ایک شعبہ میں پیدا ہوتے ہوں۔ لیکن اس طرزِ فکر کو ان مسائل کے حل کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ جو قومی سطح پر پیدا ہوتے ہیں اور جنھیں مجموعی طور پر حل کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح اس طرزِ استدلال کا اطلاق محدود رہتا ہے۔

۲۔ اس طرزِ استدلال سے ایسے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں جو انفرادی طور پر تو درست ہوتے ہیں لیکن قومی سطح پر ان کا اطلاق غلط ہوتا ہے۔ مثلاً

(الف) زر کی شکل میں بچت انفرادی طور پر تو ایک خوبی تصور کی جاتی ہے اور انفرادی طور پر زر کی صورت میں بچت کی جاتی ہے۔ مگر قومی سطح پر زر کی صورت میں بچت بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ کیونکہ کوئی قوم زر کی صورت میں بچا کر زر نہیں کر سکتی۔ اگر ایسا ہو سکتا تو کوئی ملک بھی زیادہ نوٹ چھاپ کر قومی بچت کر بڑھا لیتا۔ لیکن ملک یا قوم زر کے بجائے اشیاء کی صورت میں بچا سکتی ہے اور اشیائے سرمایہ جمع کر کے بچت کر سکتی ہے۔

(ب) ایک آجر اپنا منافع بڑھانے کے لیے مزدوروں کی اُجرتیں کم کر سکتا ہے۔ لیکن قومی سطح پر تمام آجرین ایسا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر تمام مزدوروں کی اجرتیں کم ہو جائیں۔ تو ان کی قوتِ خرید بھی کم ہو جائے گی اور تمام اشیاء کم خریدی جائیں گی اور اس طرح آجرین کے منافع بھی متاثر ہوں گے۔

Marfat.com

(۷) اگر کسی ایک شے کی قیمت بڑھ جائے تو اس شے کے بنانے والے فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن اگر تمام اشیاء کی قیمتیں بڑھ جائیں تو بجائے اس کے کہ وہ فائدہ اٹھا سکیں۔ قومی سطح پر ایک مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ جسے افراطِ زر کہا جا سکتا ہے اور اس کے بہت سنگین نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

کلیاتی معاشیات

کلیاتی معاشیات میں معاشی نظام کا مجموعی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ طرزِ فکر استعمال کیا جاتا ہے کہ معاشی نظام کا بحیثیت مجموعی ہی مطالعہ کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ تب ہی مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے ورنہ انفرادی حصوں یا اکائیوں کا مطالعہ کرنے سے کوئی اجتماعی حل تلاش کرنا یا قانون اخذ کرنا مشکل ہے۔ صرف تفصیلات کا جمع کر لینا مسائل کے حل کے لیے کافی نہیں ہے اور جزویات میں اُلجھ جانے سے اصول نہیں بن جاتے۔ اس لیے حقیقت پسندی کا تقاضا یہی ہے کہ پیچیدہ معاشی مسائل کا مطالعہ چھوٹے چھوٹے حصوں میں کرنے کے بجائے قومی سطح پر مجموعی اور عام حالت کو مدِنظر رکھتے ہوئے کیا جائے تاکہ قومی سطح پر فیصلہ اور عمل کیا جا سکے۔ مثلاً صرفِ دولت، بچت یا سرمایہ کاری وغیرہ کو صرف انفرادی طور پر مطالعہ کرنے سے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ قومی سطح پر صرف یا بچت یا سرمایہ کاری کی مجموعی رقوم کا معلوم ہونا یا ان کو اوسط اور مختتم رقوم کی صورتوں میں معلوم کر کے ان کا تجزیہ کرنا نسبتاً زیادہ آسان ہے۔ بعض مسائل کو حل کرنے کے لیے اور اس طرح بعض شعبوں میں کلیاتی طریقہ کار سب سے زیادہ موزوں ہے۔ اسی لیے کلیاتی معاشیات میں مندرجہ ذیل نظریات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ نظریۂ روزگار و قومی آمدنی۔ یعنی قومی سطح پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ مکمل روزگار کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کل قومی پیداوار یا قومی آمدنی کیونکر متعین ہوتی ہے۔ اسے کیونکر بلند سطح پر لے جایا جا سکتا ہے۔ قومی آمدنی کے سلسلہ میں پیدا ہونے والے تمام مسائل کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ نظریۂ تجارتی چکر۔ یعنی نظامِ سرمایہ داری میں جو کاروبار، قیمتوں اور قومی آمدنی میں جو اُتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ اس کے کیا اسباب ہیں۔ اس کو کیونکر دُور کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ نظریۂ زر۔ یعنی زر اور بنکاری کے مسائل کا جاننا اور ان کا حل تلاش کرنا قومی سطح پر ہی ہونا چاہیے۔ رسدِ زر اور عام قیمتوں کی سطح کے مسائل کا سمجھنا اجتماعی صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔

۴۔ نظریۂ بین الاقوامی تجارت۔ دراصل بین الاقوامی تجارت کے مطالعہ کے لیے جزویاتی اور کلیاتی اندازہائے فکر دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن اکثر اسے کلیاتی معاشیات میں ہی شامل کر لیا جاتا ہے۔

کلیاتی معاشیات کے فوائد

معاشی تجزیہ کے لیے کلیاتی طرزِ استدلال کی مندرجہ ذیل خوبیاں ہیں:۔

Marfat.com

۱۔ معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے جو فیصلے کیے جاتے ہیں وہ قومی سطح ہی پر ہو سکتے ہیں خلص طور پر نظامِ سرمایہ داری میں جہاں انفرادی طور پر فیصلے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ان میں ہم آہنگی اور ربط کا فقدان ہوتا ہے۔ ضروری ہے کہ قومی سطح پر مجموعی، اوسط اور مختتم سطحوں کو دیکھتے ہوئے ایسی پالیسیاں بنائی جائیں جو ان انفرادی فیصلوں میں ہم آہنگی پیدا کر سکیں۔

۲۔ موجودہ دور میں مادی اور غیر مادی قومی وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کے لیے معاشی منصوبہ بندی بہت اہم ہو گئی ہے۔ جس کے لیے کلیاتی طرزِ فکر ہی زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ بعض مسائل ایسے ہیں کہ وہ بحیثیتِ مجموعی قومی سطح پر ہی حل ہو سکتے ہیں، مثلاً بیروزگاری، غربت وغیرہ۔

۴۔ موجودہ دور میں بعض عالمی مسائل ملک کی معیشت کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کا قومی سطح پر ہی تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً عالمی سرد بازاری، عالمی افراطِ زر، عالمی سطح پر پٹرول کی قیمت میں اضافہ، یا بین الاقوامی اداروں یا کاروباروں کا کردار۔

۵۔ جن مسائل میں انفرادی فیصلے قومی سطح پر قابلِ عمل نہیں ہوتے۔ ان مسائل کا مطالعہ کلیاتی اندازِ فکر سے کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً بچت اور سرمایہ کاری کا بڑھانا، مزدوروں کی اُجرت میں اضافہ کرنا یا اشیاء کی قیمتوں کی سطح بلند کرنا۔

۶۔ موجودہ دور میں بڑی بڑی صنعتوں کے قائم ہو جانے، پیدائش بر پیمانۂ کبیر کے عام ہو جانے اور عوام کی فلاح کے کاموں میں حکومت کی ذمہ داریوں کے زیادہ ہو جانے سے کلیاتی طرزِ استدلال کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے کیونکہ یہی طرزِ استدلال نئے ماحول میں زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

کلیاتی معاشیات کے نقائص

۱۔ اس میں معاشی نظام کے حصوں کا تفصیل مطالعہ نہیں کیا جاتا۔ اس لیے بعض شعبوں میں حالات اس سے مختلف ہوتے ہیں جو مجموعی سطح ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ معیشت اجتماعی حیثیت سے ترقی کر رہی ہو۔ مگر چند صنعتیں بحران یا جمود کا شکار ہوں یا اس کے برعکس معیشت بحیثیتِ مجموعی رو بہ انحطاط ہو لیکن چند صنعتیں رو بہ ترقی ہوں۔ ایسے حالات میں وہ حل جو بحیثیتِ مجموعی تلاش کیے جائیں گے۔ ان چند صنعتوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ جہاں حالات مختلف ہیں۔

۲۔ کلیاتی معاشیات میں اجتماعی فیصلے تو کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس طرزِ استدلال سے صحیح طور پر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ معیشت کے مختلف حصوں پر ان فیصلوں کا کیا اثر ہوتا ہے۔

۳۔ اگر معیشت کے کسی ایک شعبہ میں کوئی نقص پیدا ہو جائے تو کلیاتی معاشیات نہ تو اس نقص کا پتہ چلا سکتی ہے اور نہ ہی کوئی فیصلہ کر سکتی ہے کیونکہ کلیاتی معاشیات کا تعلق تو صرف اُسی

Marfat.com

عناصر یا متغیرات سے ہے جن کا مجموعی طور پر مطالعہ کیا جاتا ہے مثلاً کل سرمایہ کاری یا کل بچت کے مطالعہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کونسے شعبہ میں بچت کم ہوئی ہے اور کس وجہ سے ایسا ہوا اور شعبہ میں کیا خامی ہے اور کیونکر اسے دُرست کیا جائے۔

پس مندرجہ بالا تفصیلات سے یہ ظاہر ہے کہ جزویاتی معاشیات اور کلیاتی معاشیات ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ معاشی نظام کے سمجھنے کے لیے دونوں پہلو اہم ہیں۔ دونوں انداز ہائے فکر لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلکہ دونوں گاڑی کے دونوں پہیوں کی مانند ہیں۔ اگر ایک پہیہ ہٹا دیا جائے تو باقی ایک پہیہ گاڑی نہیں چلا سکتا۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر بیکار ہے۔ معاشی نظام کے تجزیہ کے لیے دونوں زاویہ ہائے فکر کا استعمال ضروری ہے۔ اگر جزویاتی اندازِ فکر اشیاء و خدمات کی قیمتوں کا تعین کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تو کلیاتی اندازِ فکر قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ اور قومی آمدنیوں اور روزگار کے مسائل کو حل کرنے میں بہت اہم ہے۔ دونوں انداز ہائے فکر کی غرض و غایت مشترک ہے یعنی معاشی ڈھانچہ کا تجزیہ کرنا۔ یہ تفریق جو جزویاتی یا کلیاتی معاشیات میں کی گئی ہے۔ اس میں فرق صرف درجہ کا ہے ورنہ معاشیات کا بنیادی مقصد ملک کی مادی فلاح و بہبود میں اضافہ کرنا ہی ہے۔ جزوی معاشیات میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مادی وسائل سے زیادہ سے زیادہ پیداوار یا وسائل کی معیاری تخصیص کیونکر حاصل ہوتی ہے تو کلیاتی معاشیات میں بغیر افراطِ زر پیدا کیے قومی آمدنی اور روزگار کی اعلیٰ ترین سطح حاصل کرنے کے متعلق مطالعہ کیا جاتا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ دونوں استدلالِ فکر کا استعمال معاشیات کے مطالعہ کے لیے ضروری ہے۔

Marfat.com

باب ۲

معاشی نظام

ہر معاشرے کے افراد کو اپنی ضروریات پیدا کرنے کے لیے مل جل کر کام کرنا ہوتا ہے۔ اپنے قدرتی وسائل کو استعمال کر کے اپنی لامحدود ضرورتیں پیدا کرنے کے لیے جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ اس طرح افراد میں باہمی تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور ایک ایسا ڈھانچہ بن جاتا ہے جسے ہم معاشی نظام کا نام دے سکتے ہیں۔ پس معاشی نظام سے مراد کسی ملک کے افراد کے ایسے باہمی روابط اور تعلقات ہیں جس کے ذریعے وہاں کے قدرتی وسائل کو استعمال کر کے اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ یعنی اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ کن ہدایات کے تحت یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کیا چیز بنائی جائے کس جگہ بنائی جائے اور کیونکر بنائی جائے اور یہ بھی معلوم کیا جاتا ہے کہ اس سلسلہ میں حکومت کیا کردار ادا کرتی ہے۔

اب تک جو معاشی نظام معرضِ وجود میں آئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱. عدم مداخلت یا آزاد معیشت کا نظام

۲. معیشتِ منضبطِ مرکز

۳. مخلوط معاشی نظام

۱. عدم مداخلت یا آزاد کاروبار یا معیشت کا نظام

اس سے مراد ایسا نظام ہے جس میں ہر فرد کو خود فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ معاشی جدوجہد کس طرح سے کی جائے کونسی چیز بنائی جائے کس طرح بنائی جائے اور کیونکر بنائی جائے۔ کونسے عاملین استعمال کیے جائیں، کتنی بچت کی جائے اور کتنا سرمایہ لگایا جائے، کونسا پیشہ اختیار کیا جائے اور کتنا منافع حاصل کیا جائے۔ حکومت کی طرف سے معاشی جدوجہد کے لیے نہ کوئی مداخلت کی جاتی ہے اور نہ کوئی حکم دیا جاتا ہے۔ حکومت کا کام صرف ملک میں امن و امان قائم رکھنا اور بیرونی دشمنوں سے ملک کا دفاع کرنا ہوتا ہے۔

عدم مداخلت کا نظام اپنی انتہائی حالت یا آزاد معیشت یا نجی کاروبار یا نظام سرمایہ داری

Marfat.com

میں تو اس رُوئے زمین پر موجود نہیں۔ تاہم ایک حد تک اصولی طور پر جن ممالک میں یہ رائج ہے اسے سرمایہ دارانہ نظام کا نام دیا جاتا ہے۔ اس نظام میں حکومت معاشی جدوجہد پر بجٹ کے ذریعے یا ٹیکسوں کے ذریعے یا تجارتی پالیسیوں کے ذریعے اثر تو ڈال سکتی ہے مگر بنیادی طور پر نجی کاروبار کی کھلی اجازت ہوتی ہے۔ تمام افراد زمین اور سرمایہ کو ذاتی ملکیت میں رکھ سکتے ہیں اور اپنے منافع کے لیے ان کو استعمال کر سکتے ہیں۔ اس نظام کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان کی جاسکتی ہیں:

۱۔ زمین اور سرمائے کو نجی ملکیت میں رکھنے اور اس کے استعمال کرنے کا حق، یعنی اس نظام کے تحت افراد کو یہ آزادی ہوتی ہے کہ وہ سرمایہ اور زمین کو اپنی ملکیت میں رکھیں۔ اور اپنے فائدے کے لیے اسے جس طرح چاہیں استعمال کریں۔

۲۔ **کاروبار منتخب کرنے کی آزادی**، یعنی افراد کو یہ آزادی ہوتی ہے کہ وہ جس پیشے یا کاروبار کو چاہیں اختیار کریں۔ اگرچہ بعض پیشوں کے لیے تعلیمی استعداد اور تربیت مقرر کی جاتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹروں کے لیے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنا ضروری ہے۔ مگر ہر شخص کو مقابلہ کر کے اپنی صلاحیتوں کی بنا پر ڈگری حاصل کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔

۳۔ **سودا کرنے یا اجرت مقرر کرنے کی آزادی**، اس نظام کے تحت دوسروں سے لین دین کرنے ملازمت کی شرائط مقرر کرنے اور اجرتوں کی شرح مقرر کرنے کی بھی آزادی ہوتی ہے۔

۴۔ **آزادانہ مقابلہ**، اس نظام کے تحت کاروبار اور پیشوں میں ایک دوسرے سے آزادانہ مقابلہ ہوتا ہے اور اشیا فروخت کرنے اور اجرتیں حاصل کرنے اور منافع حاصل کرنے اور منافع کمانے میں سب ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں۔

۵۔ **قیمت کا اثر**، اس نظام کے تحت قیمت کا اثر بہت اہم ہوتا ہے قیمت کے زیر اثر ہی اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ کونسی اشیأ پیدا کی جائیں گی اور کونسی اشیأ استعمال کی جائیں گی۔ اور قیمت کے تحت ہی ہر شے کی رسد اور طلب کی قوتوں میں توازن

Marfat.com

پیدا ہوتا ہے۔

۶۔ تجارتی چکر اور معاشی بحران: سرمایہ دارانہ نظام کے تحت تمام افراد انفرادی طور پر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ زمین اور سرمایہ کو کس طرح استعمال کیا جائے گا اور کون کونسی اشیاء بنائی جائیں گی۔ بعض اوقات ان انفرادی فیصلوں کی وجہ سے کسی شے کی پیداوار ضرورت سے زیادہ ہو جاتی ہے اور کسی کی ضرورت سے کم اور اس وجہ سے کبھی قیمتیں زیادہ اور کبھی کم ہو جاتی ہیں اور اس طرح معاشی بحران پیدا ہو جاتے ہیں۔ کبھی تمام لوگوں کو روزگار مہیا ہو جاتا ہے تو کبھی بیروزگاری پھیل جاتی ہے اور یہ چکر جاری رہتا ہے۔

۷۔ صارف کی حکمرانی: ایک خصوصیت اس نظام کی یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ صارف کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے اور صارف کی ضروریات کے مطابق ہی اشیاء پیدا کی جاتی ہیں کیونکہ جو کارخانہ دار اشیاء صارفین کی پسند کے مطابق تیار نہیں کرتے وہ بجائے فائدے کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لیے ہر کارخانہ دار، کاشتکار، تاجر اور دکاندار کو صارف کی پسند کے مطابق اشیاء تیار کرنا پڑتی ہیں اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام پیداوار صارف کے اشاروں پر ہی پیدا کی جاتی ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام میں صارف حکمران تصور کیا جاتا ہے تاہم وہ مطلق العنان حکمران نہیں۔ کاروباری ادارے اشتہار بازی کے ذریعے اپنی بنائی ہوئی مصنوعات کے لیے صارفین کو انہیں استعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان اشیاء کی خوبیاں بتا کر صارفین میں انہیں خریدنے کا شوق پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض اشیاء جو صارفین اعلیٰ معیار کی خواہش کرتے ہیں نہیں بنائی جائیں تو مجبوراً صارفین کو کم درجہ کی اشیاء پر ہی اکتفا کرنا پڑتا ہے مثلاً اگر اعلیٰ قسم کی چائے یا کاغذ یا دیگر مصنوعات بنائی ہی نہیں جائیں تو صارفین کو ان اشیاء ہی میں سے انتخاب کرنا پڑے گا جو بازار میں دستیاب ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ صارفین کی رائے اشیاء کے پیدا کرنے میں اثر تو رکھتی ہے لیکن اسے مطلق العنان حکمران نہیں کہا جاسکتا۔

۸۔ سرمایہ داروں اور مزدوروں میں مقابلہ: اس نظام کے تحت دو گروہ بن جاتے ایک وہ جن کے پاس زمین اور سرمایہ کی ملکیت ہوتی ہے اور دوسرے وہ جو صرف مزدور

Marfat.com

ہوتے ہیں زمین اور سرمایہ کی ملکیت ان کے پاس نہیں ہوتی یہ دونوں گروہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے ہیں۔ اگر بیروزگاری پھیل جائے تو مزدور بھوکوں مرنے لگتے ہیں۔ اس لیے وہ ٹریڈ یونین بناتے ہیں تاکہ سرمایہ داروں کا بحیثیت مجموعی مقابلہ کریں اور مزدوروں کو بیروزگار نہ ہونے دیں۔ لیکن اس تصادم کے نتیجہ میں کبھی ہڑتالیں ہو جاتی ہیں اور کبھی دربندیاں، جو قومی پیداوار میں کمی کا باعث بنتی ہیں اور کارخانہ داروں، مزدوروں اور صارفین سب کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔

سرمایہ داری کی کامیابیاں

۱۔ ملکیت کا جادو ریت کو سونا بنا دیتا ہے اور اس نظام کے تحت زمین، سرمایہ، کاروبار کارخانہ، مشین الغرض ایسی تمام اشیا کی انفرادی ملکیت میں رکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے ہر فرد اپنی تمام قوتیں محنت کر کے منافع حاصل کرنے اور کاروبار بڑھانے پر صرف کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا پھل خود حاصل کر سکتا ہے۔

۲۔ سرمایہ داری لین دین میں مکمل معاشی آزادی ہوتی ہے اور آپس میں کھلا مقابلہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں وسائل کا بہترین استعمال ہوتا ہے۔ ہر عامل پیدائش کی ہر اکائی کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل ہو سکے۔

۳۔ اس نظام میں ہر شخص کو اس کی محنت، جانفشانی، قابلیت اور دوراندیشی کے مطابق معاوضہ ملتا ہے اور بقائے اصلح کے اصول کے بموجب بہتر کارکردگی والے کاروبار اپنے سے کمتر کو راستے سے ہٹا دیتے ہیں، اس سے ترقی بہتر کارکردگی، ایجادات اور اختراعات کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

۴۔ یہ نظام ایک عرصۂ دراز سے رائج ہے اور زمانے کے نشیب و فراز سے گزر چکا ہے اور بہت سے معاشی بحران ثابت قدمی سے برداشت کر چکا ہے۔ یہ اس نظام کی پائیداری اور استحکام کی دلیل ہے۔

سرمایہ داری نظام کی ناکامیاں

اگرچہ نظام سرمایہ داری میں بہت سی خوبیاں ہیں مگر اس میں تباہی کے جراثیم بھی موجود ہیں اس نظام کی اہم خامیاں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ارتکاز دولت، اس نظام کے تحت دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں آجاتی

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ جس طرح ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے اسی طرح ہر بڑا کاروبار چھوٹے کاروبار کو ختم کر دیتا ہے اور اس طرح دولت زیادہ تر چند افراد کے پاس جمع ہو جاتی ہے اور وہ بڑی بڑی زمینوں اور کارخانوں کے مالک بن جاتے ہیں۔

۲۔ اس نظام کے تحت افراد بغیر کسی مرکزی ہدایت کے اشیا بنانے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس طرح بعض اشیا کی پیداوار ضرورت سے زیادہ ہو جاتی ہے اور پھر کارخانہ دار اشیا کی پیداوار کم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور مزدوروں کو کام سے ہٹا دیتے ہیں جس سے بے روزگاری پھیل جاتی ہے۔

۳۔ پیداوار صرف منافع کی خاطر کی جاتی ہے، لوگوں کی ضروریات کے مطابق نہیں۔ اسی لیے اس نظام کے تحت سامانِ تعیش تو بنا لیا جاتا ہے جبکہ غریب عوام بنیادی ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم رہتے ہیں۔

۴۔ اشیا کی پیداوار قومی نقطۂ نگاہ کی بجائے انفرادی ہوسِ زر اور طمعِ منافع کی بنا پر وجود میں آتی ہے۔

۵۔ اشتہار بازی پر بے انتہا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے جو کسی صورت میں بھی قومی مفاد میں نہیں ہوتا، اور نہ قومی پیداوار کو نہیں بڑھاتا۔

۶۔ غیر مساوی تقسیمِ دولت کی وجہ سے یہ نظام معاشرے کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیتا ہے یعنی سرمایہ دار اور مزدور جو ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔

۷۔ اس نظام کے تحت بعض کاروبار مختلف ملکوں میں بھی پھیل جاتے ہیں اور بین الاقوامی کمپنیاں اور کارپوریشن وجود میں آ جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ کبھی نوآبادیات کی شکل میں ظاہر ہوتا اور کبھی جنگ کی صورت میں۔

معیشتِ منضبطِ مرکز

اس نظام کے تحت زمین اور سرمایہ کو حکومت کی ملکیت سمجھا جاتا ہے اور اس کا استعمال ایک مرکزی ادارے کے سپرد ہوتا ہے جس کی ہدایات کے مطابق اشیا پیدا کی جاتی ہیں۔ اسی ادارے یا حکومت کی طرف سے یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کونسی شے کس مقدار میں پیدا کی جائے گی اور کون کونسے افراد اس میں کام کریں گے اور اسے بنانے کا کیا طریقہ ہے۔ اسی طرح اشیا کی تقسیم بھی حکومت یا حکومت کے مقرر کردہ ادارے کی طرف سے کی جاتی ہے۔

اس نظامِ معیشت کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

۱۔

۱۔ تمام ذرائع پیدائش مثلاً کارخانے، زمین، سرمایہ اور معیشت وغیرہ حکومت کی تحویل میں ہوتے ہیں۔ ان کے استعمال کا کلیتاً اختیار حکومت ہی کو حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ اشیا کی پیداوار میں انفرادی منافع کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ قومی مفاد کو فوقیت دی جاتی ہے۔

۳۔ اشیا کی پیداوار اور ان کی تقسیم کا کام خود حکومت یا مرکزی اتھارٹی کی ہدایات کے تحت ہوتا ہے۔

۴۔ مکمل معاشی منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور اس کے تحت تمام ذرائع کو استعمال کیا جاتا ہے اور کسی شخص کو اس منصوبہ سے ہٹ کر کام کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

معیشت منضبط کردار کی خوبیاں

۱۔ زمین اور سرمایہ حکومت کی ملکیت میں ہوتا ہے اس لیے کوئی شخص دوسرے کا استحصال نہیں کر سکتا۔

۲۔ ارتکاز دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں ہو سکتی۔ اس لیے امیر اور غریب کے درمیان خلیج حائل نہیں ہوتی

۳۔ تجارتی چکر یا کساد بازاری یا بے روزگاری کے مسائل پیدا نہیں ہوتے۔

۴۔ مکمل منصوبہ بندی کی جاتی ہے اس لیے تمام ذرائع قومی مفاد کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ انفرادی منافع کی غرض سے نہیں۔ منصوبہ پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

۵۔ قومی آمدنی کی تقسیم بھی منصوبہ کے تحت ہوتی ہے۔

۶۔ تمام طاقت کام کرنے والوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ہر شخص کو ایک جیسی رعائتیں حاصل ہوتی ہیں اور ان پر ایک جیسی پابندیاں۔ ایک لحاظ سے معاشرتی مساوات پائی جاتی ہے۔ ہر شخص سے اس کی اہلیت کے مطابق کام لیا جاتا ہے اور اس کام کی نوعیت کے مطابق اسے معاوضہ دیا جاتا ہے۔

معیشت منضبط مرکز کی خامیاں

۱۔ احساس ملکیت کے ختم ہو جانے سے لوگوں میں ترقی کرنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے

Marfat.com

ذاتی منافع نہ ہونے کی وجہ سے وہ کام میں دلچسپی نہیں لیتے اور مستعدی اور تندہی سے کام نہیں کرتے۔

۲۔ تمام اشیا کی پیداوار حکومت کی ہدایات کے تحت ہوتی ہے اس لیے افراد میں پہل کرنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ایجادات و اختراعات پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

۳۔ اگر حکومت نااہل لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو غلط منصوبہ بندی کے نتیجہ میں اشیائ کی پیداوار و تقسیم پر ناخوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۴۔ صارفین کی حکمرانی بالکل ختم ہو جاتی ہے، صارفین کی پسند یا ان کا ذوق اشیا کی پیداوار پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتا۔

۵۔ افراد مرکزی ادارۂ مجاز کے اس طرح تابع ہو جاتے ہیں کہ ان میں خود مختاری، خود ارادیت، آزادی اور خود اعتمادی باقی نہیں رہتی اور وہ مشین کے ایک پُرزے کی حیثیت سے کام کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔ معاشی آزادی سلب ہو جاتی ہے۔

مندرجہ بالا تمام خامیوں کے باوجود یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ روس اور چین جیسے ممالک نے معیشت منضبط مرکز کے نظام کے تحت ناقابلِ یقین حد تک ترقی کی ہے۔

مخلوط معاشی نظام

ایسا معاشی نظام جس میں چند خصوصیات سرمایہ دارانہ نظام کی لے لی جائیں اور چند خصوصیات معیشتِ منضبطِ مرکز کی جمع کر لی جائیں مخلوط معاشی نظام کہلاتا ہے۔ اس میں بنیادی طور پر ذاتی ملکیت کے اصول کو تسلیم کر لیا جاتا ہے اور زیادہ تر زمین اور سرمایہ نجی ملکیت میں ہوتے ہیں اور نجی طور پر انہیں استعمال کرنے کی اجازت بھی ہوتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ حکومت بھی بعض کاروبار خود چلاتی ہے مثلاً ڈاک و تار کا محکمہ، سڑکوں اور ریلوے کا محکمہ وغیرہ۔ بعض اوقات قومی مفاد کے تحت حکومت زمین اور سرمایہ کے نجی استعمال یا اشیا کی پیداوار یا قیمتوں کے تعین یا اشیا کی درآمدات و برآمدات کے سلسلے میں کچھ پابندیاں بھی عاید کر دیتی ہے۔ کبھی کبھی بعض نجی کاروبار کو قومی مفاد کے پیشِ نظر حکومت اپنی تحویل میں بھی لے لیتی ہے لیکن اکثر نجی کاروبار کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ معیشتِ عدم مداخلت میں تو صرف نجی شعبہ ہوتا ہے اور کاروبار میں سرکاری شعبہ موجود ہی نہیں ہوتا جبکہ معیشتِ منضبطِ مرکز کے تحت صرف سرکاری شعبہ کے تحت صرف سرکاری

Marfat.com

شعبہ کے تحت ہی معاشی جدوجہد عمل میں آتی ہے۔ نجی شعبہ مفقود ہو جاتا ہے' مگر مخلوط معاشی نظام میں دونوں شعبے پائے جاتے ہیں۔

آجکل دنیا میں زیادہ تر ممالک اس طریقۂ نظام سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں امریکہ اور برطانیہ جیسے ممالک بھی شامل ہیں۔ کیونکہ یہاں بھی نجی اور سرکاری شعبوں میں کام ہوتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں ماسوا کیوبا، شمالی کوریا وغیرہ باقی سارے ممالک مخلوط معاشی نظام رکھتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعض ترقی پذیر ممالک میں نجی شعبہ زیادہ اہم ہے مثلاً برازیل، میکسکو، لبنان، کینیا وغیرہ اور بعض میں سرکاری شعبہ زیادہ اہم ہے مثلاً لیبیا، مصر، تنزانیہ، زائر وغیرہ۔

اگرچہ نظامِ سرمایہ داری اور نظام منضبطِ مرکز دونوں کی خصوصیات ایک دوسرے کے برعکس ہیں لیکن حقیقت میں دونوں ایک دوسرے کی جانب آرہے ہیں۔ ایک طرف مغربی ممالک اور امریکہ میں قیمتیں مقرر کرنے اور عام معاشی جدوجہد اور کاروباروں میں حکومت کی مداخلت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے تو دوسری طرف معیشت منضبطِ مرکز مثلاً سوویت یونین میں کسی حد تک بازاری قیمتوں کے تعین اور مرکز کی بجائے انفرادی فیصلوں کو رائج کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔

نظام سرمایہ داری کے تحت جو خصوصیات بتائی گئی ہیں اور اس کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ دراصل مخلوط معاشی نظام ہی سے متعلق ہیں کیونکہ نظام عدم مداخلت تو دنیا میں کہیں بھی موجود نہیں رہا۔ وہ تو ایک خیالی تصور ہی ہے۔

مثالی معاشی نظام

موجودہ دور میں جو معاشی نظام کام کر رہے ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کونسا نظام بہتر ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا مشکل ہے کیونکہ ہر نظام میں کچھ خوبیاں ہیں کچھ خامیاں۔ اس لیے مناسب ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ایک مثالی معاشی نظام میں کونسی خوبیاں ہونی چاہئیں تاکہ یہ پرکھا جاسکے کہ موجودہ نظاموں میں کونسا نظام بہترین ہے۔

۱. **قومی وسائل کا بہترین استعمال:** کل اشیأ و خدمات کی پیداوار زیادہ سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کو اس قدر ترقی دینا چاہیئے کہ قومی پیداوار کی سطح بہت بلند ہو جائے۔ وسائل کو بیکار نہ پڑا رہنے دیا جائے اور نہ ضائع کیا جائے بلکہ نئی ایجادات اور اختراعات کے ذریعے وسائل کا بہترین استعمال کیا جائے تاکہ ملک میں روزگار کی سطح بلند ہو اور افراطِ زر کے بغیر مکمل روزگار کی سطح حاصل کی جاسکے۔

Marfat.com

۲. **عوام یا صارفین کی پسند،** اشیا کی پیداوار اور لوگوں کی خواہشات ان کی پسند اور ان کے ذوق وشوق کے مطابق ہونی چاہیے، امیروں کو تعیشات مہیا کرنے کے لیے اکثریت کی ضروریات زندگی کی پیداوار کو قربان نہ کیا جانا چاہیے۔ لوگوں کی خوشحالی اور آسودگی سرفہرست ہونی چاہیے۔ عوام کو مکمل طور پر معاشی آزادی اور معاشی تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔

۳. **قومی پیداوار کی منصفانہ تقسیم،** ایک مثالی معاشی نظام میں ارتکاز دولت کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ قومی پیدار کا زیادہ حصہ صرف چند خاندانوں کو پہنچ جائے اور اکثریت غربت وافلاس کا شکار رہے، بلکہ قومی پیداوار اور دولت کی تقسیم منصفانہ ہونی چاہیے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔

۴. **خاطر خواہ معاشی ترقی کی رفتار،** لوگوں کا معیار زندگی نہ صرف بلند ہونا چاہیے بلکہ اسے مسلسل بڑھتے رہنا چاہیے، معیار زندگی جامد نہ ہو جائے بلکہ حرکت پذیر ہو اور معاشی ترقی کی رفتار اطمینان بخش ہو تاکہ فی کس آمدنی میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔

۵. **پرامن اور مستحکم معیشت،** ملک کی معیشت مستحکم ہونی چاہیے اور یہ استحکام جنگ کے ذریعے یا جنگ کے خوف کے ذریعے حاصل نہ کیا جائے بلکہ پرامن ماحول میں حاصل ہو تاکہ بین الاقوامی سطح پر اشتراک اور امداد باہمی کی روح کارفرما ہو۔

جس نظام میں مندرجہ بالا خوبیاں پائی جائیں وہی سب سے اچھا معاشی نظام سمجھا جائے گا لیکن جو نظام اس وقت مستعمل ہیں ان میں یہ ساری خوبیاں مکمل طور پر موجود نہیں اس لیے ہر نظام کے تحت یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ان خوبیوں کو حاصل کیا جائے جس میں یہ ساری خوبیاں موجود ہوں۔

Marfat.com

باب ۳

معاشی نظام اور قیمتوں کی میکانیت

ہر معاشی نظام اپنی اپنی خصوصیات رکھتا ہے لیکن درحقیقت ہر معاشی نظام کا مقصد لوگوں کی معاشی جدوجہد میں ہم آہنگی پیدا کرنا اشیا و خدمات کی پیداوار اور ان کے استعمال میں توازن پیدا کرنا اور معیشت کو خوش اسلوبی کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن کرنا ہوتا ہے۔ ہر معیشت میں مندرجہ ذیل چار ایسے بنیادی مسائل ہوتے ہیں جن کا فیصلہ ضرور کرنا پڑتا ہے۔

۱۔ کون سی اشیاء و خدمات پیدا کی جائیں
۲۔ کتنی مقدار میں بنائی جائیں۔
۳۔ کیونکر بنائی جائیں۔
۴۔ کس کے لئے بنائی جائیں۔

معیشت اختیارات مرکزی میں یہ تمام فیصلے حکومت خود کرتی ہے یا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ کوئی مرکزی ادارہ یا کمیشن کرتا ہے

ہر معاشی نظام کو چاروں مسائل کا حل پیش کرنا ہوتا ہے۔ آزاد معیشت میں ان تمام مسائل کا حل قیمتوں کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی ان مسائل کا کہ کون سی اشیاء و خدمات پیدا کی جائیں یا کتنی مقدار میں یا کیونکر اور انہیں کون سے لوگوں میں تقسیم کیا جائے ان کا فیصلہ قیمت کے ذریعہ طے پاتا ہے اور یہ فیصلہ حکومت یا کوئی ادارہ نہیں کرتا بلکہ تمام لوگ قیمتوں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ آیئے اب ہم تفصیلاً اس کا جائزہ لیں کہ مختلف معاشی نظام میں ان تمام سوالوں کا جواب کیونکر دیا جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کے تحت

اس نظام کے تحت ہر مسئلہ کا حل رسد اور طلب کی قوتوں کے مقابلہ سے ہوتا ہے جس میں قیمت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

ا۔ کونسی اشیاء و خدمات پیدا کی جائیں اور کتنی کتنی مقدار میں پیدا کی جائیں

اس نظام کے تحت صارف کو ایک حکمران کی حیثیت حاصل ہے وہ اس قوت خرید کے ذریعہ جو زر کی شکل میں اسکے پاس موجود ہوتی ہے کسی شے یا خدمت کے خریدنے کی خواہش کا موثر اظہار یعنی اس کی طلب کرنا

Marfat.com

ہے۔آجرین صارفین کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں کہ ان کی طلب کردہ اشیاء و خدمات کونسی ہیں، ان کی ترجیحات کیا ہیں اور وہ اس کی کسقدر قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں اور ان معلومات کی روشنی میں آجرین اشیاء و خدمات کی مقدار کے متعلق فیصلے کرتے ہیں یا اسے یوں سمجھ لیجئے کہ جب کوئی شخص کسی خاص قیمت پر کوئی شے طلب کرتا ہے تو وہ درحقیقت اس شے کی پیداوار کے حق میں اپنا ایک ووٹ ڈالتا ہے۔ اور اسی طرح ہر مصارف اپنی ترجیحات کے مطابق مختلف اشیاء و خدمات کے لئے اپنے ووٹ ڈالتے ہیں۔ ووٹوں کی تعداد کا انحصار صارف کے پاس قوت خرید یا زر کی مقدار پر ہوتا ہے۔ آجرین ان ووٹوں کی تعداد کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سی شے یا خدمت بنائی جائے اور کس قدر ۔ اس طرح اس نظام میں بغیر کسی مرکزی ہدایات یا احکامات کے عوام خود ہی اشیا و خدمات کے پیدا کرنے کے متعلق فیصلے کر لیتے ہیں۔

۲۔ اشیا و خدمات کیونکر پیدا کی جائیں

اشیا و خدمات پیدا کرنے یا مہیا کرنے کے لئے کونسا طریقہ پیدائش اختیار کیا جائے اس کے لئے بھی قیمت ہی اشیاء بنانے والوں کی رہنمائی کرتی ہے یعنی وہ مختلف طریقہ ہائے پیدائش میں استعمال ہونے والے وسائل یا عاملین کی قیمتوں کا خیال کرتے ہوئے کل لاگت کا تخمینہ لگاتے ہیں اور وہ طریقہ اپناتے ہیں جس میں کم سے کم لاگت سے مطلوبہ اشیاء تیار ہو جائیں تاکہ ان کا منافع زیادہ سے زیادہ ہو۔ اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ منافع کے لئے ایک مخصوص رقم سے قیمتوں کے مطابق وسائل کی وہ مقداریں حاصل کی جاتی ہیں جن سے کسی شے کی زیادہ سے زیادہ تعداد یا مقدار بنائی جا سکے۔ اگر کسی ملک میں مزدوروں کی تعداد زیادہ ہو اور وہ نسبتاً کم اجرت (یا قیمت) پر دستیاب ہوں تو ایسا طریقہ پیدائش استعمال کیا جائے گا جس میں نسبتاً زیادہ مزدور ہوں (اسے جاذب محنت طریقہ پیدائش کہا جاتا ہے) اور اگر کسی ملک میں سرمایہ نسبتاً سستا ہو تو جاذب سرمایہ طریقہ پیدائش کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ قیمت ہی اشیا بنانے والوں کو یہ فیصلہ کرنے میں مدد دیتی ہے کہ کونسا طریقہ پیدائش بہتر ہے۔

۳۔ اشیاء و خدمات کس کی خاطر بنائے جاتے ہیں

اس کا جواب تو ظاہر ہے ایک آزاد معیشت میں یہی ہو گا کہ ان تمام افراد کے لئے جنہوں نے ملک میں اشیاء اور خدمات کے بنانے میں مدد دی ہے یعنی عوام جو زمیندار، مزدور، سرمایہ دار یا ناظم میں سے کسی نہ کسی حیثیت سے قومی پیداوار میں مدد دیتے ہیں۔ انہی عاملین پیدائش کہا جاتا ہے ہر عامل پیدائش کو قومی پیداوار

Marfat.com

کا کس قدر حصہ ملے گا اس کا انحصار ایک عامل کی اپنی رسد اور طلب پر ہوتا ہے اور جس طرح اشیا کی قیمتیں رسد اور طلب کی قوتوں کے ذریعہ مقرر ہوتی ہیں اس طرح ہر عامل پیدائش کی قیمت (لگان اجرت ، سود اور منافع) بھی رسد اور طلب کی قوتوں سے متعین ہوتا ہے ۔

معیشت منصبط مرکز کے تحت مسائل کا حل

معیشت منصبط مرکز کے تحت تمام معاشی فیصلے حکومت یا حکومت کی مقرر کردہ مرکزی ادارہ یا اتھارٹی کرتی ہے وہی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کونسی اشیا پیدا ہوں گی اور کتنی مقدار میں ، کس جگہ اشیاء تیار ہوں گی اور کون کو نسے عاملین اس میں حصہ لیں گے ۔ مرکزی اتھارٹی کے فیصلہ پر عمل کرنا ملک کے لیے لازمی ہوتا ہے ۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے مرکزی اتھارٹی لوگوں کی ضروریات یا ان کی پسند کو بھی مدنظر رکھتی ہے اور اس کے پیش نظر محدود قومی ذرائع بھی ہوتے ہیں اس کے علاوہ منصوبہ بندی کے مقاصد کو بھی اہمیت دی جاتی ہے ۔

اسی طرح اس مسئلہ کا فیصلہ کہ اشیار کیونکر تیار کی جائیں کونسا طریقہ پیدائش اختیار کیا جائے اور عاملین پیدائش کا اشتراک کس طرح حاصل کیا جائے ۔ اس میں بھی مرکزی اتھارٹی کے فیصلوں پر عمل کرتا ہے ۔ مرکزی اتھارٹی ہی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کونسا پیمانہ پیدائش زیادہ موزوں ہوگا ۔ پیدائش پر پیمانہ کبیر یا پیدائش پر پیمانہ صغیر پھر اسے یہ فیصلہ بھی کرنا ہوتا ہے کہ کونسا طریقہ پیدائش سستا ہوگا اور کارکردگی بہتر ہوگی ۔ کسی شخص کو مرکزی ادارے کے فیصلوں سے انحراف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ۔

جہاں تک اس فیصلہ کا تعلق ہے کہ کس کے لیے یہ اشیار پیدا کی جاتی ہیں یا کون لوگ اس کے حقدار سمجھے جاتے ہیں یا کسی طرح قومی پیداوار کو تقسیم کیا جاتا ہے اس بارے میں بھی حکومت ہی فیصلہ کرتی ہے زمین اور سرمایہ خود حکومت کی ملکیت میں ہوتے ہیں اس لیے لگان اور سود ادا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ انفرادی منافع حاصل نہیں کیا جاسکتا اس لیے تمام منافع حکومت ہی حاصل کرتی ہے ۔ مزدوروں کے معاوضہ کی شرح بھی حکومت ہی مقرر کرتی ہے ۔ یہ معاوضہ مزدوروں کے کام کی نوعیت اور ان کی کارکردگی کے پیش نظر مقرر کیا جاتا ہے ۔ یہ معاوضہ اکثر اشیار کی شکل میں ہوسکتا ہے یا اشیا حاصل کرنے کے لیے ایک حکمنامے (ٹوکن) کی صورت میں دیا جاتا ہے جسے دکھا کر مزدور سرکاری دکانوں سے اپنی مطلوبہ اشیا حاصل کر سکتے ہیں ۔

مخلوط معاشی نظام کے تحت

مخلوط معاشی نظام میں نجی شعبہ بھی ہوتا ہے اور سرکاری شعبہ بھی ۔ اس لیے فیصلے بھی ملے جلے ہوتے ہوتے ہیں ۔ ایک طرف نجی شعبہ میں قیمتیں اور رسد و طلب ہی اشیار پیدا کرنے ، عاملین پیدائش

Marfat.com

کے بہترین اشتراک حاصل کرنے اور ہر عامل پیدائش کا حصہ رسد مقرر کرنے کے سلسلے میں انفرادی فیصلوں میں مدد دیتی ہے مگر سرکاری شعبہ میں حکومت ان تمام باتوں کا فیصلہ خود کرتی ہے بہ حیثیت مجموعی اگر ملک میں نجی شعبہ زیادہ اہم ہو تو قیمتوں کی میکانیت زیادہ موثر کردار ادا کرے گی اور اگر سرکاری شعبہ زیادہ اہم ہو تو حکومت کا اثر اسی نسبت سے زیادہ ہو گا۔ مخلوط معاشی نظام کے تحت موجودہ حکومت نے عوام کی معاشی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرنا شروع کر دیا ہے بعض فلاحی ادارے مثلاً سکول، ہسپتال، سڑکیں، ریلوے، گیس، پانی، ڈاک و تار، ٹیلیفون حکومت ہی چلاتی ہے۔ بعض ایسے کاروبار جن میں بہت زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے یا جن میں منافع بہت عرصہ کے بعد حاصل ہوتا ہے یا کاروبار کی کامیابی کا کلی یقین نہیں ہوتا حکومتیں خود چلاتی ہیں۔ اسی طرح حکومتیں فیکٹری قوانین بنا کر یا قیمتیں مقرر کر کے یا برآمدات و درآمدت کے متعلق پالیسی بنا کر یا عاملین پیدائش کے متعلق کچھ قوانین بنا کر معاشی جدوجہد پر کافی اثر ڈالتی ہیں۔

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ قیمتوں کی میکانیت کا کردار مختلف نظام ہائے معاشی میں کیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں یہ اپنا کردار مکمل طور پر ادا کرتی ہے "نظام قیمت" ایک ایسا خودکار نظام ہے جسے Radar System نظام "رڈار" سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس طرح رڈار کے ذریعہ ہمیں جہازوں کے زمین سے ہوا میں پرواز کرتے ہی علم ہو جاتا ہے کہ اس کی رفتار کیا ہے اور اس کی سمت کیا ہے اسی طرح قیمت کے مکانیت کے ذریعہ ایک طرف اشیا بنانے والوں کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ صارفین کیا چاہتے ہیں وہ کتنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں اور دوسری طرف صارفین کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اشیا بنانے والوں کا ردِ عمل کیا ہے کیا وہ اس قیمت پر اشیا بنانے کو تیار ہیں یا نہیں اگر جواب نفی میں ہو تو صارفین اپنی شرائط میں کچھ تبدیلی کر دیتے ہیں اور اس طرح عمل اور ردِ عمل کے باعث ایک ایسی قیمت متعین ہو جاتی ہے جس پر کسی شے کی جس قدر مقدار صارفین خریدنے کو تیار ہوتے ہیں۔ اتنی ہی کارخانہ دار بنانے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس قیمت پر دونوں قوتیں —— قوت رسد اور قوت طلب —— برابر ہو جاتی ہیں اور اس طرح ایک خودکار آلہ کار کی طرح قیمت کا نظام ہر شے اور خدمت کی قیمت کا تعین کر دیتا ہے اور بغیر کسی مرکزی ہدایت کے ملک میں پیدائش دولت، صرفِ دولت، تبادلہ دولت اور تقسیم دولت کا عمل جاری رہتا ہے۔

آیئے اب ہم دیکھتے ہیں کہ قیمتوں کی میکانیت ایک آزاد معیشت میں مختلف شعبوں پر کس طرح اثر ڈالتی ہے۔

Marfat.com

نظام قیمت کا اثر وسائل کے استعمال پر

وسائل انسانی بھی ہوتے ہیں (مثلاً محنت اور تنظیم) قدرتی بھی (مثلاً زمین جس میں تمام قدرتی ذرائع شامل ہیں) اور انسانی ساختہ بھی (یعنی سرمایہ یا مشینیں) ان تمام وسائل کے اشتراک سے ہی قومی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ کتنے وسائل ایک چیز کو بنانے میں استعمال ہوں گے اور کتنے دوسری شے کو۔ یہ فیصلہ اشیاء اور وسائل کی قیمتوں کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ فرض کیجئے ایک قطعہ زمین ہے اس پر کپاس بھی اگائی جاسکتی ہے اور گندم بھی۔ اس قطعہ زمین کو کس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے اس کے لیے زمیندار یہ تخمینہ لگائے گا کہ اگر وہ اس زمین کے ٹکڑے پر گندم اگائے تو کتنی مالیت کی گندم ہوگی اور اس پر لاگت کتنی آئے گی اور اس کی بچت یا منافع کس قدر ہوگا۔ اسی طرح وہ یہ اندازہ لگائے گا کہ اگر کپاس اگائی جائے تو کپاس کی قیمت کے مطابق کتنی مالیت کی کپاس پیدا ہوگی اور اس کی کل لاگت نکال کر اسے کتنا بچے گا۔ اگر اس کے اندازے کے مطابق کپاس اگانے میں اسے زیادہ فائدہ ہو تو وہ اس زمین کو کپاس اگانے کے لیے استعمال کرے گا۔ لیکن یہ فیصلہ قیمت کی وجہ سے ہوا۔ اگر بازار میں گندم کی قیمت بڑھ جائے اور کپاس کی قیمت کم ہو جائے تو شاید زمیندار کا فیصلہ اس کے برعکس ہو کیونکہ اب اسے فائدہ گندم اگانے ہی میں ہوگا نہ کہ کپاس پیدا کرنے میں۔ جس طرح زمین کو قیمتوں کے لحاظ سے ایک شے کے بجائے دوسری شے پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے اسی طرح دوسرے وسائل کو بھی ایک پیشہ کی بجائے دوسرے پیشہ یا ایک فرم کی بجائے دوسری فرم یا ایک صنعت کی بجائے دوسری صنعت یا ایک کاروبار کی بجائے دوسرے کاروبار میں لگایا جائے گا اور اس کا فیصلہ معاوضہ کی مقدار پر ہوگا جس کاروبار میں زیادہ معاوضہ حاصل ہوگا وسائل کا رجحان اس طرف ہی ہوگا۔ اسی ترکیب اور تناسب میں استعمال کئے جائیں گے جس میں کم سے کم لاگت سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل ہو سکے۔ زمین، سرمایہ، محنت اور تنظیم میں سے ہر عامل پیدائش زیادہ قیمت یا معاوضہ حاصل کرنے کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک کاروبار سے دوسرے کاروبار میں نقل پذیری کرتا رہے گا جب تک کہ اسے یقین نہ ہو جائے کہ اب جگہ یا کاروبار بدلنے سے زیادہ قیمت یا معاوضہ ملنے کا امکان نہیں۔

پس قیمتوں کی میکانیت وسائل کے مختلف مقاصد میں استعمال پر پوری طرح حاوی ہے اور قیمت کی میکانیت کے ذریعہ ہی تمام وسائل کا تعین مختلف صنعتوں، کاروباروں، پیشوں اور مقامات پر ہوتا ہے۔

قیمتوں کی میکانیت کا اثر سرمایہ کاری کے رخ پر

کوئی آجر جب کسی نئے منصوبے پر سرمایہ لگاتا

ہے تو وہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی کا تخمینہ لگاتا ہے اور جہاں متوقع آمدنی زیادہ ہو وہاں سرمایہ کاری کرتا ہے۔ اگر زرعی پیداوار کی بازار میں قیمت زیادہ ہو اور توقع ہو کہ اس شعبہ میں آمدنی صنعت سے زیادہ ہوگی تو سرمایہ دار زراعت میں سرمایہ لگائیں گے اور اگر حالات اس کے برعکس ہیں اور صنعتی اشیا کی قیمتیں نسبتاً زیادہ بڑھ رہی ہوں یا زرعی پیداوار کی نسبت بلند ہوں تو سرمایہ کار صنعت میں سرمایہ کاری کو ترجیح دے گا۔ صنعت میں کس صنعت میں سرمایہ لگایا جائے اور کونسا منصوبہ بہتر ہوگا اس مقصد کے لئے بھی بازار میں اشیاء کی قیمتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے سرمایہ کار یہ تخمینہ لگائے گا کہ کس کاروبار یا منصوبہ میں زیادہ منافع ہو سکے گا۔ اور وہ اس میں لگائے گا۔ اسی طرح مختلف کاروبار کے نئے حصص خریدے جائیں گے جہاں متوقع منافع زیادہ ہوگا اور سرمایہ کاری کی مقدار بھی اسی سے مقرر ہوگی۔

جو لوگ ادارے (بنک وغیرہ) رقوم قرض دے کر سود حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اپنی رقوم ایسے کاروباری افراد کو قرض دیں گے جو زیادہ منافع کمانے کی توقع کرتے ہوں تاکہ ان سے زیادہ قیمت یعنی (سود) وصول کیا جا سکے۔

پس سرمایہ ایسے شعبوں اور کاروباروں کی جانب منتقل ہوگا جہاں نسبتاً زیادہ منافع یا قیمت حاصل ہوگی۔ ایسے شعبے یا کاروبار کون سے ہوں گے جہاں نسبتاً زیادہ منافع حاصل ہوگا اس کا دارومدار خود ان اشیاء کی قیمتوں پر ہوگا جو ان شعبوں اور کاروباروں میں بنائی جا رہی ہیں۔ بالفاظ دیگر سرمایہ کاری کا رخ ان شعبوں یا منصوبوں کی طرف ہوگا جہاں رسد اور طلب کے پیش نظر زیادہ قیمت یا منافع حاصل کرنے کا امکان ہوگا۔

قیمتوں کی میکانیت کا اثر رجحانات صرف پر

کسی معیشت میں کون کونسی اشیاء صرف کی جائیں گی

اور کتنی مقدار میں صرف کی جائیں گی اس کا انحصار اشیاء کی قیمتوں پر ہوتا ہے۔ عام طور پر جن اشیاء کی قیمتیں زیادہ ہوتی ہیں وہ مجموعی طور پر کم خریدی جاتی ہیں اور جن اشیاء کی قیمتیں کم ہوتی ہیں وہ زیادہ خریدی جاتی ہیں۔

ایک صارف اپنی محدود آمدنی سے تمام اشیاء نہیں خرید سکتا اس لئے اسے اپنی محدود آمدنی کا خیال کرتے ہوئے اپنے لئے اشیاء و خدمات کا انتخاب کرنا پڑتا ہے اور اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی آمدنی کو اس طرح صرف کرے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ مجموعی افادہ حاصل ہو۔ لیکن دوسری طرف وہ شے کے بدلے میں قیمت کی صورت میں افادہ دوسرے کے حوالے کر دیتا ہے اس طرح وہ ان دونوں افادوں کا مقابلہ کرتا ہے

Marfat.com

اگر حاصل ہونے والا افادہ کھونے والے افادہ (قیمت) سے زیادہ ہو۔ تو وہ شے خرید کر لیتا ہے ورنہ نہیں۔

آزاد معیشت میں رسد اور طلب کی قوتوں کو آزادانہ استعمال ہونے کا موقع ملتا ہے اگر زیادہ صارفین کسی ایک شے کی خواہش کریں اور اسے دوسری اشیاء پر ترجیح دیں تو اس شے کی طلب زیادہ ہو جائے گی اور قیمت میں بھی اضافہ ہو گا جس پر ایک طرف زیادہ پیداوار ہو گی اور دوسری طرف کچھ صارفین اپنی ترجیح کو کم کر دیں گے اور اس طرح دوبارہ توازن قائم ہو جائے گا۔

بعض اشیاء ایسی ہوتی ہیں جو صارفین طلب کرتے ہیں لیکن جو قیمت وہ ان اشیاء کیلئے ادا کرنا چاہتے ہیں وہ اشیاء بنانے والوں کے لئے قابل قبول نہیں ہوتیں مثلاً اگر ان اشیاء کے بنانے کی لاگت اس قیمت سے زیادہ ہو جو صارفین ادا کرنا چاہتے ہیں تو یہ اشیاء نہیں بنائی جائیں گی کیونکہ اشیاء پیدا کرنے والوں کو ان اشیاء کے بنانے میں منافع کے بجائے نقصان ہو گا جن اشیاء کے تیار کرنے میں قیمت اور لاگت کے درمیان صریح فرق ہو۔ وہ اشیاء پیدا کی جاتی ہیں اور اتنی مقدار میں کہ یہ فرق ختم ہو جائے اور قیمت اور لاگت برابر ہو جائیں۔

پس قیمت ہی پر اس کا انحصار ہے کہ صارفین کون کونسی اشیاء اپنے لئے منتخب کریں گے اور کتنی مقدار میں خریدیں گے۔

قیمتوں کی میکانیت کا اثر پیدائش دولت کے طریقوں پر

کسی شے کو پیدا کرنے کے لئے مختلف طریقہ ہائے پیدائش استعمال کئے جا سکتے ہیں مثلاً ایک کاشتکار پیداوار کو بڑھانے کے لئے زیادہ زمین استعمال کر کے پیداوار میں مطلوبہ اضافہ کر سکتا ہے اور اگر زمین مہنگی ہو تو وہ زمین میں اضافہ کرنے کے بجائے سرمایہ اور محنت میں اضافہ کر سکتا ہے اور اس طرح بھی پیداوار بڑھا سکتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ کوئی مطلوبہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے عاملین پیدائش کو مختلف تناسب سے ملایا جا سکتا ہے اور ہر صورت میں مطلوبہ پیداوار حاصل کی جا سکتی ہے لیکن یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کون سا تناسب بہترین یا کم سے کم لاگت والا ہو گا تمام عاملین کی قیمتوں کا جاننا ضروری ہے جس اشتراک اور تناسب کی مجموعی قیمت یا لاگت سب سے کم ہو گی وہی موزوں ترین ہو گا۔ عاملین پیدائش کی اضافی مقدار اور قیمت کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض ملکوں میں زیادہ محنت کو استعمال کرنا زیادہ سود مند ہوتا ہے اور بعض ملکوں میں زیادہ سرمایہ کا استعمال نسبتاً سستا ہونا

Marfat.com

ہے اور اسی طرح بعض مقامات پر زمین یا ٹیکنالوجی کو زیادہ استعمال کرکے نسبتاً کم لاگت حاصل ہو سکتی ہے اس لحاظ سے طریقہ پیدائش کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

۱۔ جاذب محنت طریقہ پیدائش۔ اس طریقہ پیدائش میں محنت کو نسبتاً زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور یہ طریقہ پیدائش ایسے ملکوں میں اپنایا جاتا ہے جہاں مزدور زیادہ ہوتے ہیں اور کم اجرت (قیمت) پر دستیاب ہو جاتے ہیں۔

۲۔ جاذب سرمایہ طریقہ پیدائش: اس میں سرمایہ کا استعمال نسبتاً زیادہ کیا جاتا ہے اور ایسے ملکوں میں جہاں سرمایہ زیادہ ہو اور شرح سود کم یہ طریقہ پیدائش ہی سستا ہوتا ہے۔

۳۔ جاذب زمین طریقہ پیدائش: زرعی پیداوار حاصل کرنے کے لئے ایک ایسے ملک میں جہاں زمین سستی اور دوسرے عاملین مہنگے ہوں۔ یہ طریقہ پیدائش استعمال کیا جائیگا اور زمین نسبتاً زیادہ استعمال ہوگی۔

۴۔ جاذب ٹیکنالوجی طریقہ پیدائش: یہ طریقہ پیدائش صرف وہ ممالک استعمال کرسکتے ہیں جہاں ٹیکنالوجی بہت ترقی یافتہ ہو اور وہ نئی نئی تبدیلیوں کے ذریعہ نئی اشیاء بناتے ہوں دوسرے ممالک کے لئے اس ٹیکنالوجی کو حاصل کرنا دشوار اور مہنگا ہوتا ہے اور جب کچھ مدت کے بعد دوسرے ممالک بھی اس ٹیکنالوجی کو سیکھ لیتے ہیں تو اس وقت تک بہتر ٹیکنالوجی والا ملک اپنی ٹیکنالوجی کو بدل چکا ہوتا ہے اور کوئی دوسری شے اس سے بہتر اور سستی تیار کرنا شروع کردیتا ہے۔

پس کسی ملک میں کونسا طریقہ پیدائش استعمال کیا جائے گا اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ کونسا طریقہ پیدائش کم سے کم لاگت پر زیادہ سے زیادہ پیداوار دے گا اور اس کے لئے مختلف عاملین پیدائش کی قیمتوں کو مدنظر رکھا جائے گا دراصل آزاد معیشت میں اشیاء تیار کرنے والے لوگوں اور ملکوں میں زبردست مقابلہ ہوتا ہے اور جو کم لاگت پر اشیاء تیار کرسکتے ہیں وہ مقابلہ میں کامیاب ہوتے ہیں اور جو وہی اشیاء زیادہ لاگت اور قیمت پر تیار کرتے ہیں ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی انہیں مقابلہ سے کنارہ کش ہونا پڑتا ہے۔

قیمتوں کی میکانیت کا اثر بیرونی تجارت پر

اشیاء بنانے کے لئے جن انسانی، قدرتی اور

Marfat.com

انسانی ساختہ وسائل کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب ایک ہی نسبت سے کسی ایک ملک میں نہیں پائے جاتے کسی ملک میں مزدوروں کی تعداد بہت ہوتی ہے۔ کسی دوسرے ملک میں سرمایہ وافر ہوتا ہے اور مزدور کم، اسی طرح کسی ملک میں مقابلتاً زمین بہت زرخیز اور سرمایہ کی کمی ہوتی ہے اگرچہ دوسرے وسائل کم ہوں۔ اس طرح قدرت نے مختلف خطوں اور ملکوں کو مختلف وسائل سے نوازا ہے کہیں زمین زرخیز ہے تو کہیں معدنیات کی فراوانی، کہیں مزدوروں کی کثرت ہے تو کہیں سرمایہ کی بہتات اور اس لئے ہر ملک ہر شے کے تیار کرنے کے لئے موزوں نہیں ہوتا۔ ہر ملک اس شے کے بنانے میں تخصیص حاصل کرتا ہے جسے وہ دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں کم قیمت پر بناتا ہے اور ایسی شے وہ اپنے ملک کی ضرورت سے زیادہ تیار کرتا ہے اور اسے ایسے دوسرے ممالک میں برآمد کردیتا ہے جہاں اس کی قیمت زیادہ ہو یا جو اس شے کو اتنی کم قیمت پر تیار نہ کرسکتا ہو اور اس شے کے بدلے دوسرے ملک سے کوئی ایسی شے درآمد کرلیتا ہے جو دوسرا ملک سستی تیار کرتا ہے لیکن خود پہلے ملک میں سستی تیار نہ ہوسکتی ہو۔ اس طرح بین الاقوامی سطح پر بھی چیزیں ان ملکوں سے جہاں وہ سستی ہیں ایسے ملکوں کی طرف منتقل ہوجائیں گے جہاں وہ مہنگی ہوں اور یہ انتقال پذیری اسوقت تک جاری رہے گی جب تک کہ قیمتوں میں اختلاف ختم نہ ہوجائے دراصل بیرونی تجارت کے معرض وجود میں آنے کا اصل سبب ہی مختلف ممالک میں لاگت اور قیمتوں کا اختلاف ہے۔ کوئی ملک کیا برآمد کرے گا اور کیا درآمد اس کا انحصار اشیاء کی لاگت اور قیمتوں پر ہے اگر وہ ملک دوسرے ملکوں کی نسبت کچھ اشیاء کم لاگت پر تیار کرسکتا ہے تو ایسی اشیاء وہ برآمد کردے گا کیونکہ وہ اس ملک میں مقابلتاً سستی اور دیگر ممالک میں مہنگی ہوں گی اور اگر کچھ اشیاء میں اس کی لاگت دوسرے ملکوں کی نسبت زیادہ ہے تو وہ ایسی اشیاء ان ممالک سے درآمد کرے گا جہاں ان کی قیمتیں مقابلتاً کم ہوں گی۔

اس طرح قیمتوں کی میکانیت بیرونی تجارت کی نوعیت، ترکیب مقدار اور رخ متعین کرنے میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔

قیمتوں کی میکانیت کا اثر قومی آمدنی کی تقسیم پر

قومی آمدنی سے مراد ان تمام اشیاء اور خدمات کی زری مالیت ہے جو ایک سال کے دوران تمام عاملین پیدائش (زمین، محنت سرمایہ، تنظیم) کے باہمی اشتراک سے پیدا ہوتی ہیں۔ قومی آمدنی پر تمام عاملین پیدائش کا حق ہوتا ہے کیونکہ انہی کی مدد سے قومی آمدنی حاصل ہوتی ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا کہ ہر

Marfat.com

عامل پیدائش کو کتنا حصہ ملے بہت دشوار ہے کیونکہ ہر عامل پیدائش یہ سمجھتا ہے کہ اس کا کام دوسرے عاملین کی نسبت زیادہ اہم ہے لیکن سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں اس کا فیصلہ قیمتوں کی میکانیت کے ذریعہ طے پاتا ہے جس طرح اشیاء کی قیمتیں ان کی طلب اور رسد کے ذریعہ متعین ہوتی ہیں اسی طرح ہر عامل پیدائش کا معاوضہ (قیمت) بغیر کسی مرکزی ہدایت کے اس کی رسد اور طلب کے توازن کے ذریعہ مقرر ہو جاتا ہے کسی عامل پیدائش کی جتنی زیادہ طلب بڑھتی جائے گی اس کا معاوضہ زیادہ ہوتا جائے گا بشرطیکہ اسکی رسد میں اضافہ نہ ہوا ہو۔ اسی طرح اس کے برعکس اگر کسی عامل پیدائش کی طلب رسد کی نسبت کم ہو جائے تو اس کا معاوضہ یا قومی آمدنی میں حصہ کم ہو جائے گا۔

پس سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں قومی آمدنی کی تقسیم قیمتوں کی میکانیت کے زیر اثر ہی عمل میں آتی ہے۔

Marfat.com

باب ۴

طلب

DEMAND

عام اصطلاح میں طلب سے مراد کسی شے کی خواہش یا آرزو ہوتی ہے لیکن معاشیات میں طلب کی اصطلاح خاص معنوں میں مستعمل ہے۔ معاشیات میں طلب سے مراد کسی شے یا خدمت کو حاصل کرنے کی وہ خواہش ہوتی ہے جسے عملی جامہ پہنایا جا سکے یعنی صارف میں اس شے کو خریدنے کی طاقت یا استطاعت بھی ہو۔ اگر صارف میں کسی شے کو خریدنے کی استطاعت تو ہو مگر خواہش نہ ہو تو اسے طلب کا نام نہیں دیا جائے گا۔ گویا طلب کے لئے دو لوازمات کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل شے کو خریدنے کی خواہش اور دوم شے کو خریدنے کی طاقت۔ ایک فقیر عمدہ لباس پہننے، اعلیٰ ہوٹل میں کھانا کھانے اور ہوائی جہاز میں سفر کرنے کا خواہشمند تو ہو سکتا ہے مگر چونکہ اس کے پاس عمدہ لباس خریدنے، ہوٹل کا بل ادا کرنے اور جہاز کا ٹکٹ خریدنے کی مالی طاقت نہیں لہٰذا اس کے لئے ان اشیاء کی محض خواہش تو ہے مگر طلب نہیں۔ اسی طرح ایک صاحب ثروت ہوائی جہاز کا ٹکٹ خرید سکتا ہے لیکن وہ ہوائی جہاز کے سفر سے گھبراتا ہے لہٰذا جہاز کا سفر کر سکنے کے باوجود ٹرین یا بس سے سفر کر لیتا ہے۔ یہاں استطاعت تو ہے مگر خواہش نہیں اس لئے جہاز کے ٹکٹ کی طلب معاشی لحاظ سے طلب نہیں۔ استطاعت اور آمادگی کے علاوہ کسی شے کی طلب ہمیشہ ایک خاص قیمت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ یعنی قیمت کے ذکر کے بغیر طلب کا ذکر بے معنی ہوتا ہے۔ قیمت کے متعلق معلومات حاصل کئے بغیر کوئی بھی شخص کسی شے کے متعلق اپنی طلب کو متعین نہیں کر سکتا کیونکہ قیمتوں میں کمی بیشی سے طلب میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ وقت، مقام اور صارف کی حیثیت بھی طلب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ طلب روزانہ کی بھی ہو سکتی ہے ماہوار بھی سالانہ بھی، طلب انفرادی بھی ہوتی ہے اور اجتماعی بھی۔ طلب کا اندازہ ہمیشہ ایک خاص وقت کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ چیپ مین Chapman کے مطابق طلب مقداری ترجیحات کا نام ہے جبکہ بنہیم Benham کے مطابق طلب خاص قیمت اور وقت پر اشیاء کی وہ مقدار ہوتی ہے جسے صارفین خریدنے پر آمادہ ہوتے ہیں قیمت طلب کو اوسط حاصل بھی کہا جا سکتا ہے۔ بوبر Bober کے مطابق طلب سے مراد کسی شے یا خدمت کی وہ مختلف مقداریں ہوتی ہیں جنہیں صارفین کسی خاص وقت پر مختلف قیمتوں یا آمدنیوں یا متعلقہ اشیاء کی مختلف قیمتوں پر خریدنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ طلب کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(i) طلب قیمت (ii) طلب آمدنی (iii) طلب متقاطع

Marfat.com

(i) طلب قیمت Price Demand : اس سے مراد مختلف قیمتوں پر کسی شے یا خدمت کی وہ مختلف مقداریں ہوتی ہیں جنہیں صارفین کسی خاص وقت کے دوران منڈی میں خریدتے ہیں یہ ان مفروضات پر قائم ہے کہ صارفین کی آمدنی ان کا ذوق اور فیشن اور نعم البدل اشیاء کی قیمتوں میں کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہوتی کسی فرد کی طلب کو انفرادی طلب اور عام صارفین کی طلب کو مجموعی طلب کہتے ہیں۔

(ii) طلب آمدنی Income Demand : اس سے مراد کسی شے یا خدمات کی وہ مختلف مقداریں ہوتی ہیں جنہیں صارفین مختلف آمدنی کی سطحوں پر خریدنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ یہ ان مفروضات پر قائم ہے کہ صارفین کی پسند اور ناپسند، نعم البدل اشیاء کی قیمتیں اور مذکورہ شے یا خدمات کی قیمتیں یکساں رہیں۔

طلب قیمت، طلب اور قیمت کے تفاعلی تعلق کو واضح کرتی ہے جبکہ طلب آمدنی، طلب اور آمدنی کے تفاعلی تعلق کی وضاحت کرتی ہے۔ آمدنی بڑھنے پر اعلیٰ درجہ کی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ آمدنی گرنے پر کم تر درجہ کی اشیاء کی طلب بڑھ جاتی ہے۔

(iii) طلب متقاطع Cross Demand : اس سے مراد کسی شے یا خدمت کی وہ مقدار ہے جو نعم البدل اشیاء کی قیمتوں میں تبدیلی کی بنا پر خریدی جاتی ہے اچائے کی قیمت میں تبدیلی سے قہوہ یا کافی کی طلب میں جو تبدیلی آئے گی اسے طلب متقاطع کہتے ہیں۔

قانون طلب LAW OF DEMAND

جب کسی شے کی قیمت میں اضافہ ہو تو صارفین اس شے کو پہلے سے کم مقدار میں خریدتے ہیں اس کے برعکس کم قیمت پر اس اشیاء کی زیادہ مقدار خریدی جاتی ہے۔ قیمتوں کی کمی بیشی سے صارفین میں پائے جانے والے رجحان کی وضاحت قانون طلب سے کی جاتی ہے۔ قانون طلب کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔

"اگر باقی حالات بدستور رہیں تو کسی شے کی قیمت میں اضافہ سے اس کی طلب سکڑ جاتی ہے اور قیمت گرنے سے طلب پھیل جاتی ہے"۔

تھامس کے الفاظ میں طلب کی تعریف یوں ہے۔

"کسی خاص وقت اور ایک خاص قیمت پر کسی شے کی طلب تو یکساں رہ سکتی ہے مگر زیادہ قیمت پر طلب کم اور کم قیمت پر طلب زیادہ ہو جاتی ہے"۔

فرگوسن کے الفاظ میں قیمت اور طلب میں معکوس تفاعلی رشتہ موجود ہوتا ہے۔ قیمت کا طلب پر

Marfat.com

ہمیشہ الٹ ہوتا ہے بشرطیکہ صارفین کی آمدنی، فیشن اور نعم البدل اشیاء کی قیمیں یکساں رہیں۔

قانون طلب کی حد بندیاں LIMITATIONS

۱۔ شے کا افادہ : شے کا افادہ یکساں رہنا چاہیے۔ اگر شے کی زیادہ اکائیاں صرف کرنے سے افادہ کم ہونے کی بجائے بڑھنے لگے تو قیمت میں اضافہ کے باوجود طلب کم نہیں ہوگی۔ دوسری طرف اگر شے کی زیادہ اکائیاں صرف کرنے سے افادہ تیزی سے کم ہوجائے تو قیمت گرنے کے باوجود طلب میں اضافہ نہیں ہوگا لیکن اگر افادہ یکساں رہے تو قیمتوں میں کمی بیشی کے اثرات طلب پر مرتب ہوتے ہیں۔

2۔ شے کی خصوصیات : کسی شے کی تمام اکائیاں، وزن، حجم اور معیار کے لحاظ سے ایک دوسرے کا صحیح عکس ہونی چاہیے۔ اگر اکائیوں میں یکسانیت کا عنصر ختم ہوجائے تو عین ممکن ہے کہ بعد میں استعمال ہونے والی اکائیاں نسبتاً بہتر ہونے کی وجہ سے زیادہ افادہ دینے لگیں۔ اس طرح ایسی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کے باوجود ان کی طلب پھیلے گی۔

3۔ صارف کی آمدنی : اگر قیمت بڑھنے سے صارف کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوجائے تو طلب کم نہیں ہوگی بلکہ صارف اپنی زائد آمدنی سے پہلے جتنی مقدار خریدنے کے قابل ہوگا اسی طرح اگر قیمتوں میں کمی کے ساتھ صارف کی آمدنی بھی کم ہوجائے تو طلب میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا کیونکہ صارف کی قوت خرید کم ہوگئی لہذا صارف کی آمدنی یکساں رہنی چاہیے۔

۴۔ عادات و فیشن : اگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے ذوق، فیشن اور رواج میں بھی تبدیلیاں آجائیں تو قیمت چڑھنے کے باوجود ان اشیاء کی طلب کم نہیں ہوگی اور فیشن ختم ہوجانے پر ان اشیاء کی قیمتوں میں زبردست کمی کے باوجود ان کی طلب میں پھیلاؤ نہیں ہوگا۔ لہذا لوگوں کا فیشن اور عادات یکساں رہنی چاہئیں۔

5۔ متبادل اشیاء : اگر کسی شے کے نعم البدل موجود نہ ہوں تو قیمت چڑھ جانے کے باوجود اس شے کی طلب میں سکڑاؤ نہیں آتا۔ لیکن جب نعم البدل موجود ہوں تو قیمت چڑھنے سے طلب سکڑ جاتی ہے۔

6۔ صارف کی ذہنی کیفیات : صارف کی ذہنی کیفیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہونی چاہیے مثلاً اگر کسی شے کی قیمت گر جائے مگر ڈاکٹر اس شے کا استعمال ممنوع قرار دے دے تو قیمت میں کمی کے باوجود اس کی طلب میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ قیمت میں اضافہ کے باوجود صارف ڈاکٹر کی ہدایات کے تحت اس شے کی زیادہ مقدار خریدنے پر آمادہ ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

قانون طلب کو ایک گوشوارہ کے ذریعے بھی واضح کیا جا سکتا ہے جس میں صرف ایک صارف کے قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے ردِعمل کی وضاحت کی گئی ہے۔ اگر منڈی میں تمام صارفین کے ردِعمل کا اظہار ایک گوشوارہ کی صورت میں کیا جائے تو یہ مجموعی طلب کا گوشوارہ بن جائے گا۔

انفرادی طلب کا گوشوارہ

قیمت	طلب کی مقدار
5 روپے	10
4	20
3	30
2	40
1	50
.50	100

اجتماعی طلب کا گوشوارہ

قیمت	الف	ب	ج	د	کل طلب
5	10	15	8	12	45
4	20	25	12	20	87
3	30	35	20	30	115
2	40	45	30	50	165
1	50	60	45	70	225
50	100	80	70	120	370

گوشوارہ طلب میں جس قانون کی وضاحت کی گئی ہے اسے قانون صرف بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قیمت میں بتدریج کمی سے صرف میں اضافہ اور قیمت کے اضافہ کی صورت میں اشیائے صرف میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ انفرادی گوشوارہ طلب کی نسبت بازاری گوشوارہ طلب یا مجموعی طلب کے گوشوارہ میں زیادہ ربط اور تسلسل ہوتا ہے یہ گوشوارہ مختلف صارفین کی طلب کا صرف مجموعہ ہی نہیں بلکہ ہر بازار کے ردِعمل کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

انفرادی اور اجتماعی گوشوارہ طلب ہر وقت کا عنصر اہم اثر ڈالتا ہے۔ اگر وقت طویل ہو تو صارف قیمت میں تبدیلیوں کے مطابق اپنی طلب کو مطابقت میں لانے کی سعی کرتا ہے۔ اس سے طلب زیادہ لچکدار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عرصہ طویل میں مستقبل کی متوقع قیمتیں کا کردار بھی زیادہ موثر ہو جاتا ہے۔

گوشوارہ طلب کی شکلی وضاحت کے لئے ڈایئگرام نمبر 2.3 میں DD خط طلب بنایا گیا ہے OX کے ساتھ مقدار طلب اور OY کے ساتھ قیمت کی پیمائش کی گئی ہے۔ پانچ روپے یا OP قیمت پر مقدار طلب OA یا 10 اور ایک روپیہ یا OP' قیمت پر مقدار طلب 50 یا OA' ہے۔ اس طرح خط طلب DD معرض وجود میں آیا جس کا رجحان منفی ہے۔ یہ خط بائیں سے دائیں جانب

Marfat.com

نیچے گرتا ہے کیونکہ واتی محور پر قیمت گرنے سے ایکس محور پر مقدار طلب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے

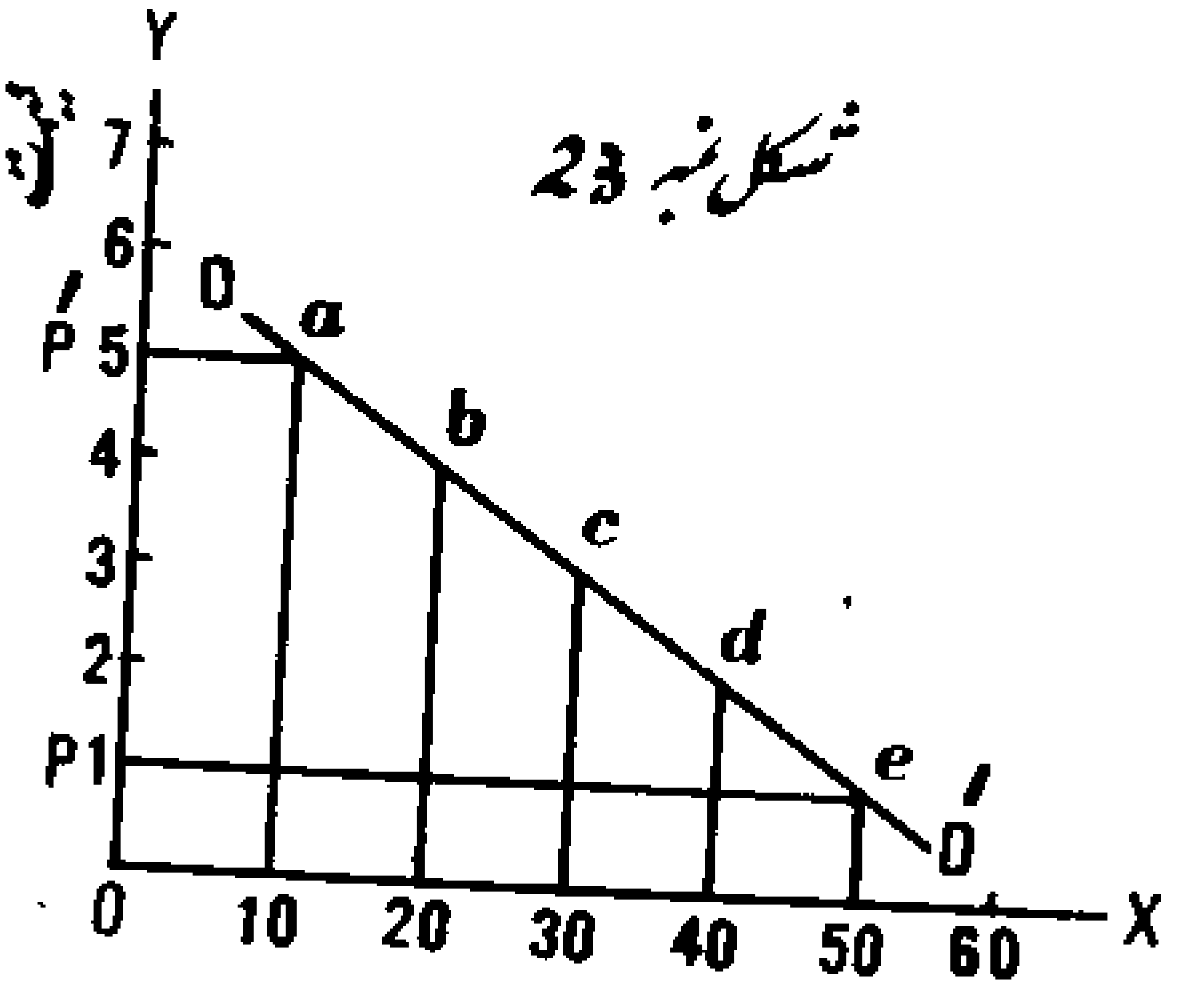

مقدار ڈائیگرام نمبر ۱

ڈائیگرام نمبر ۲

یہ خط طلب ایک ساکن حالت کی نمائندگی کر رہا ہے۔ وقت کے دوران طلب میں ہونے والی تبدیلیوں کی وضاحت نہیں کرتا۔ خط طلب کچھ مفروضات پر مبنی ہے یعنی صارفین کا فیشن اور ذوق، آمدنی، نعم البدل اشیاء کی قیمتیں، قیمت اور طلب کی

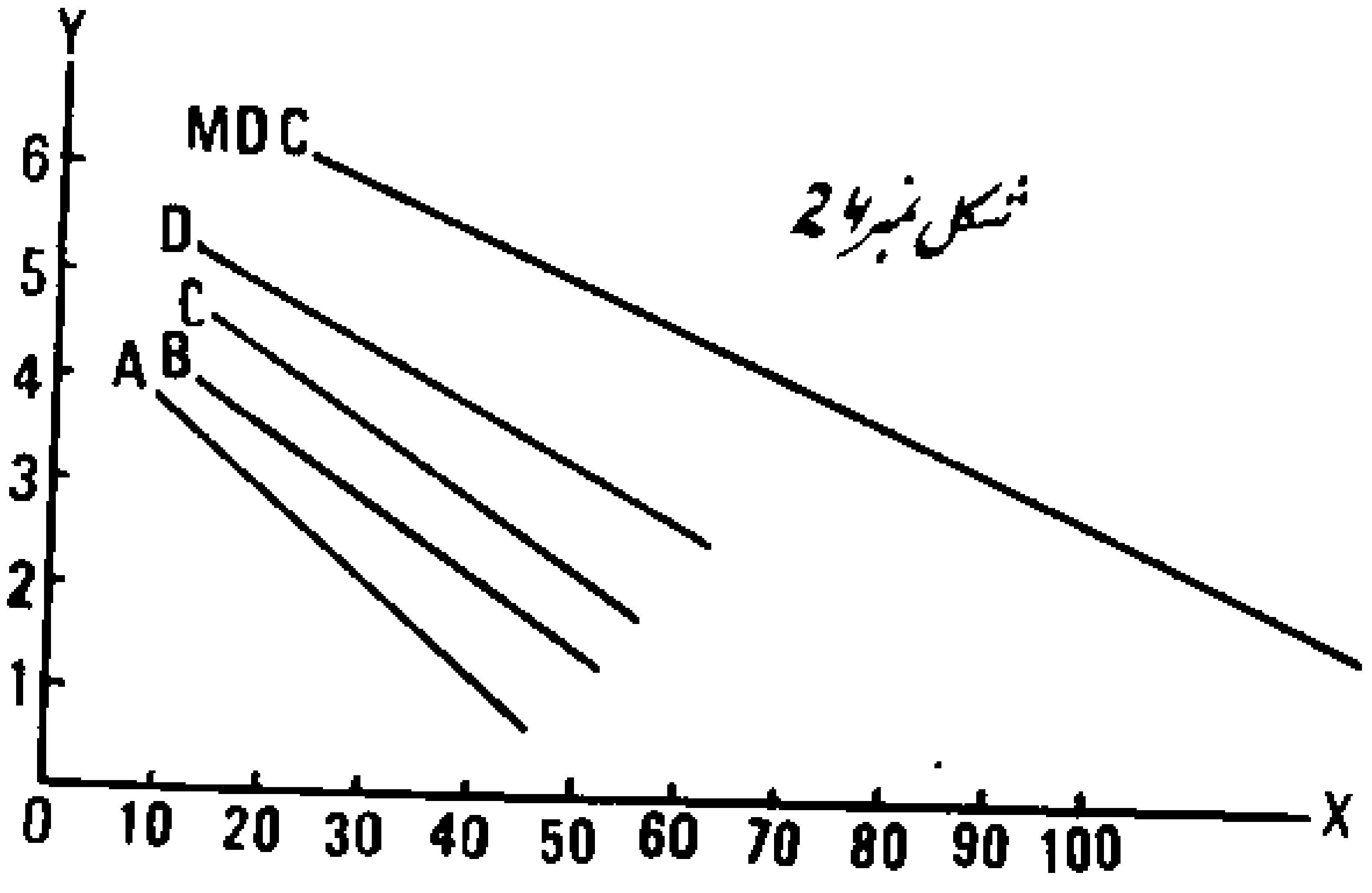

مقدار

تبدیلیوں میں تسلسل اور ربط ہمیشہ برقرار رہتا ہے اور صارفین اپنے انفرادی عمل سے قیمت پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ انہیں منڈی میں مروجہ قیمت کے مطابق اپنی مقدار طلب کو مطابقت میں لانا ہوتا ہے۔

ڈائیگرام نمبر 2 میں A، B، C اور D چار صارفین کے خطوط طلب ہیں اور MDC منڈی کا خط طلب ہے جو چاروں صارفین کی طلبوں کے مجموعہ کی نمائندگی کرتا ہے اس خط کا رجحان بھی منفی ہی ہے جو اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ قیمتوں میں کمی سے منڈی میں طلب میں پھیلاؤ کا رجحان پیدا ہوتا ہے جبکہ قیمتوں میں اضافہ سے منڈی سکڑ جاتی ہے۔

قانون طلب اور قانون تقلیل افادہ کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے قانون طلب کی بنیاد قانون تقلیل افادہ پر رکھی گئی ہے جب کسی شے کی قیمت میں اضافہ ہو تو اس کا افادہ زر کے افادہ

Marfat.com

سے کم ہو جاتا ہے اس لئے صارف اسے پہلے کی نسبت کم مقدار میں خریدنے پر آمادہ ہوتا ہے اس کے برعکس قیمت کم ہو جانے پر مقدار طلب میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ شے کا افادہ زر کے افادہ سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ بنیہم Benham کے مطابق چونکہ صارف کے پاس وسائل محدود ہوتے ہیں اس لیے وہ ان سے زیادہ سے زیادہ افادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے قانون استبدال یا قانون مساوی افادہ مختتم کے مطابق وہ اپنے وسائل کو مختلف اشیاء کی خرید پر اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر شے سے مساوی افادہ مختتم حاصل ہو۔ اگر قیمتیں یکساں رہیں تو وہ اپنے طریق صرف کو تبدیل نہیں کرتا مگر قیمتوں میں تغیرات کی صورت میں اسے اپنے طریق صرف یا خرچ کو بھی تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ قیمت میں کمی کی صورت میں مختتم افادہ اور قیمت میں فرق نمایاں ہوتا ہے اس لئے صارف اشیاء کی زیادہ مقدار خریدتا ہے تاکہ افادہ مختتم قیمت کے مساوی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ قیمتوں میں کمی کی صورت میں لوگ اشیاء کی زیادہ مقدار خریدتے ہیں۔

بعض اوقات لوگ قیمتوں میں اضافہ کی صورت میں اشیاء کی زیادہ مقدار خریدتے ہیں۔ اسے معکوس طلب کہتے ہیں۔ اگرچہ ایسی صورت بعض مخصوص حالات میں ہی رونپذیر ہوتی ہے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ گفن نے سب سے پہلے انکشاف کیا کہ بعض اشیاء کی طلب قیمتوں میں اضافہ سے پھیلتی ہے اور قیمتوں میں کمی سے سکڑتی ہے بنیہم کے مطابق اس کی چار وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ جب شے کے منڈی سے ناپید ہو جانے کا خدشہ ہو یا جنگ اور قحط کے خطرات منڈلا رہے ہوں۔ لوگ ضروریات زندگی کی اشیاء چڑھی ہوئی قیمتوں کے باوجود زیادہ مقدار میں خرید لیتے ہیں۔

2۔ ضروریات زندگی کی اشیاء کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو تو لوگ اس خیال سے اشیا کی خرید پر زیادہ رقم خرچ کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ کہیں قیمتیں مزید نہ بڑھ جائیں۔ ایسے حالات میں وہ ضروریات زندگی کی اشیا کا ذخیرہ کر لیتے ہیں۔

3۔ کچھ صارفین لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر زیادہ قیمتوں پر اشیاء کی زیادہ مقدار خرید لیتے ہیں۔

4۔ کچھ لوگ عزت و ناموس اور نمود و نمائش کی خاطر مہنگی چیزیں خریدتے ہیں مثلاً امیر لوگ غریبوں سے محض امتیاز کی خاطر ڈیٹول صابن استعمال کرتے ہیں اگر ڈیٹول صابن کی قیمت کم ہو جائے تو امیر لوگ اس کے استعمال کو بھی ترک کر دیں گے۔

ایسے حالات میں خط طلب کا رجحان مثبت ہوتا ہے۔ یہ خط دائیں جانب سے اوپر

Marfat.com

کی طرف بائیں جانب کو اٹھتا ہے اس معکوس خط طلب کہتے ہیں اسے اس شکل نمبر ۲ میں واضح کیا گیا ہے۔

شکل نمبر 25

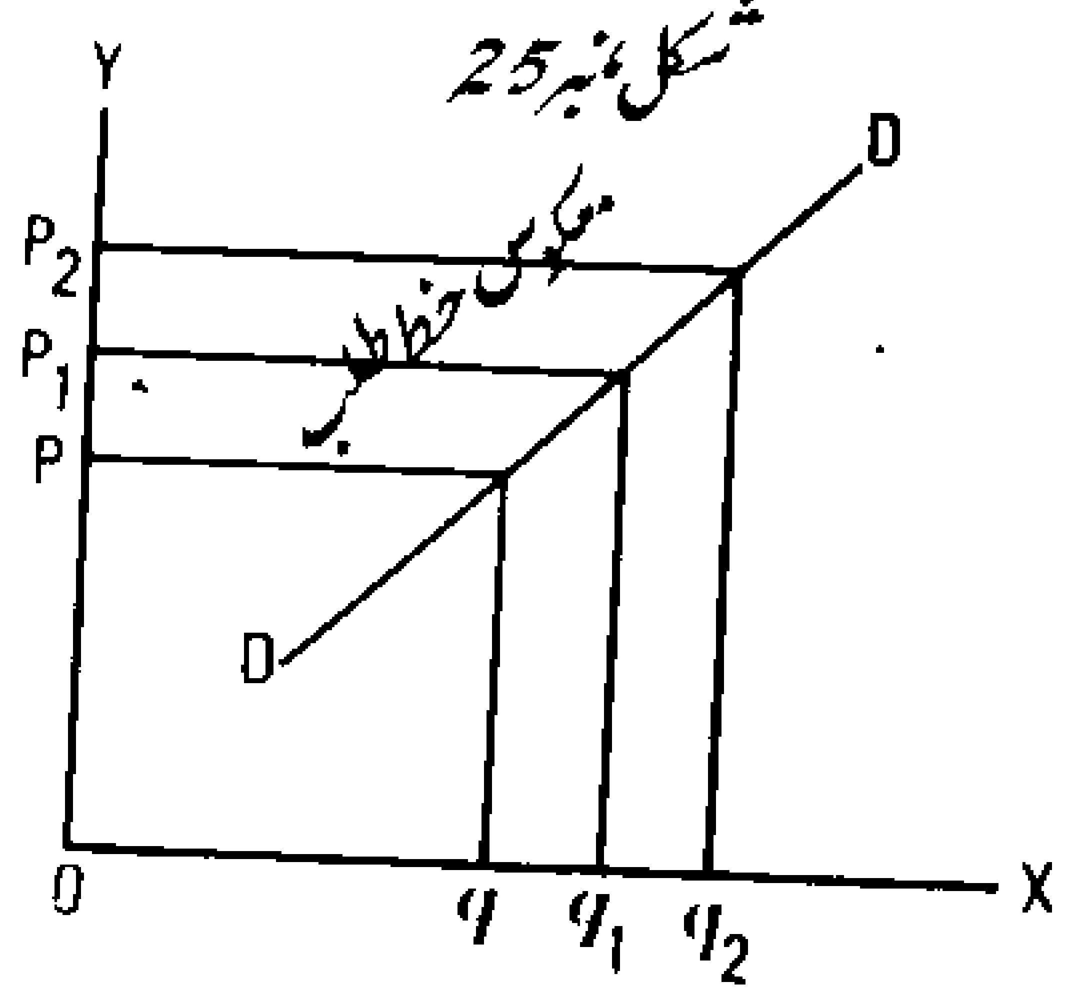

ایکس محور کے ساتھ مقدار طلب اور وائی محور کے ساتھ قیمت کی پیمائش کی گئی ہے وائی محور کے ساتھ جوں جوں قیمت میں اضافہ ہوتا ہے ایکس محور پر مقدار طلب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے op قیمت پر مقدار طلب oq، op1 قیمت پر طلب oq1 اور op2 پر مقدار طلب oq2 ہے اس طرح معکوس خط طلب DD بنایا گیا ہے۔

طلب کا بڑھنا اور گھٹنا

RISE & FALL IN DEMAND

قانون طلب کے مطابق اگر قیمت میں اضافہ ہو تو طلب سکڑتی ہے اور کمی کی صورت میں طلب پھیلتی ہے جبکہ صارفین کی پسند ذوق اور فیشن کے علاوہ ان کی آمدنی، نعم البدل اشیاء کی قیمتیں یکساں رہیں لیکن بعض اوقات صارفین ایک ہی قیمت پر اشیا کی زیادہ یا کم مقدار طلب کرنے لگتے ہیں جسے طلب کے تغیرات کہتے ہیں۔ ان ہی تغیرات کی وجہ سے خط طلب اپنی پہلی جگہ چھوڑ کر اوپر یا نیچے آجاتا ہے اگر ایک ہی قیمت پر مقدار طلب میں اضافہ ہو تو اسے طلب کا بڑھنا Rise in Demand کہتے ہیں اور جب اسی قیمت پر مقدار طلب کم ہوجائے تو اسے طلب کا گھٹنا Fall in Demand کہتے ہیں۔

بعض اوقات یکساں قیمت پر طلب میں کمی بیشی ہوجاتی ہے اور بعض اوقات قیمت میں اضافہ کے باوجود مقدار طلب میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی یعنی طلب یکساں رہتی ہے مثلاً گندم، نمک یا بناسپتی گھی کی قیمت میں اضافہ کے باوجود لوگ ان اشیا کی پہلی جتنی مقداریں خریدتے ہیں۔ وضاحت کے لئے گوشوارہ کا مطالعہ کیجئے۔

Marfat.com

یکساں قیمت پر مقدار طلب میں تغیرات

قیمت		مقدار طلب		تبدیل شدہ طلب مقدار
۱۰	روپے	۱۰	اکائیاں	15
8	〃	15	〃	20
6	〃	20	〃	25
4	〃	25	〃	30
2	〃	30	〃	35

اشکال سے وضاحت

ایک ہی قیمت پر مقدار طلب میں تغیرات

ڈائیگرام نمبر 26

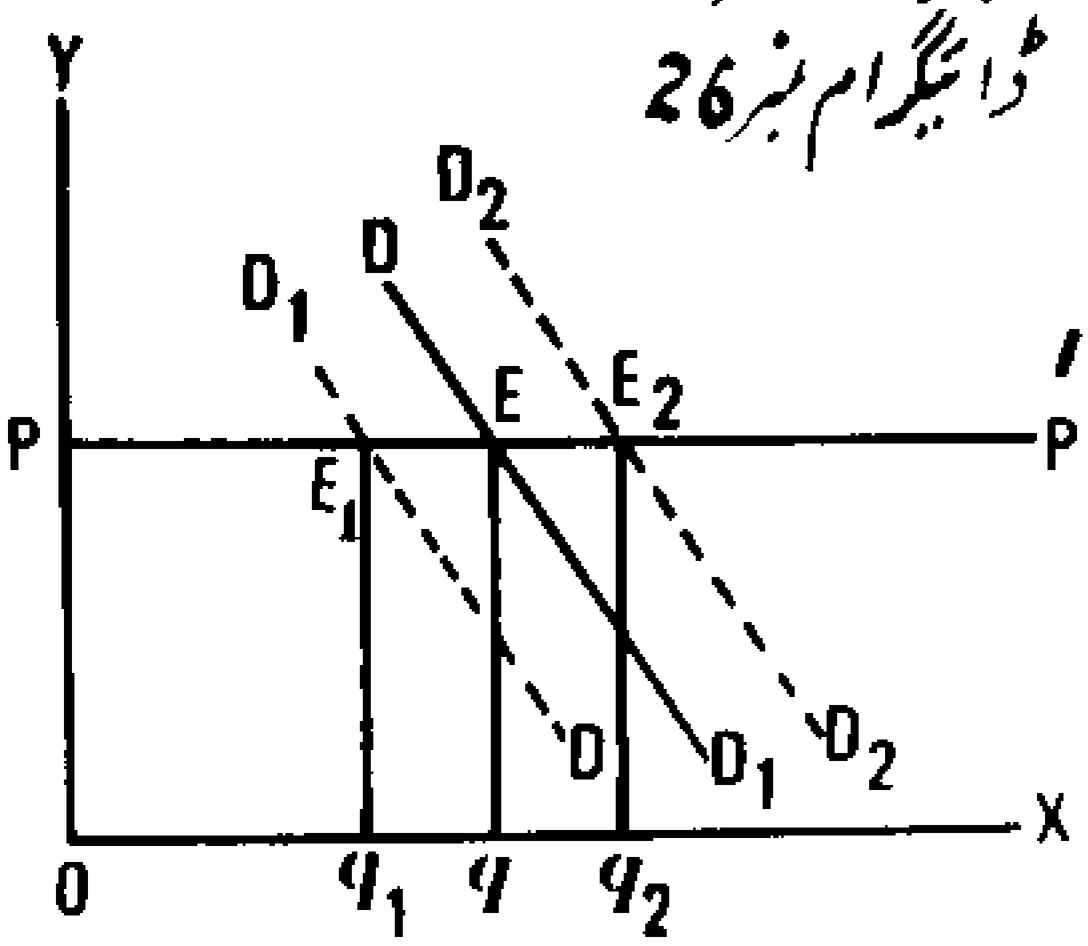

متغیر قیمتوں پر یکساں مقدار طلب

ڈائیگرام نمبر 2

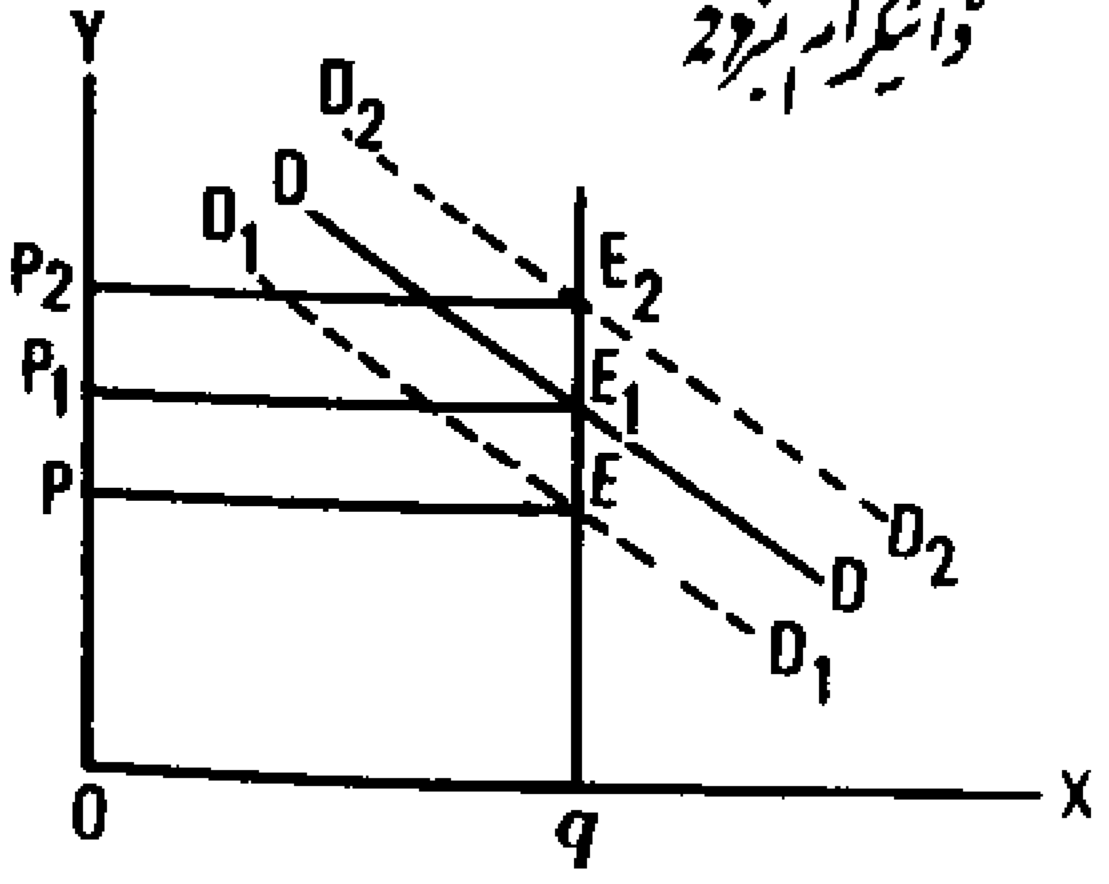

طلب کے بڑھنے کی صورت میں خط طلب تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ پہلے خط سے دائیں جانب منتقل ہو جاتا ہے اسے دو طریقوں سے سمجھایا جا سکتا ہے۔

۱۔ اسی قیمت پر پہلے سے زیادہ مقدار طلب کی جائے مثلاً OP قیمت پر Oq کی بجائے Oq2 مقدار طلب کیجئے۔ (ڈائیگرام نمبر 26)

2۔ Oq مقدار پہلے OP قیمت پر خریدی جاتی تھی مگر طلب میں اضافہ کی وجہ سے وہی مقدار اب قیمت OP2 پر خریدی جائے (ڈائیگرام نمبر 2)

پس اس سے ثابت ہوا کہ طلب کے بڑھنے سے مراد یہ ہے کہ

۱۔ کسی شے کی قیمت برقرار رہے لیکن مقدار طلب میں اضافہ ہو جائے۔

Marfat.com

کسی شے کی مطلوبہ مقدار وہی رہے لیکن اس کی نسبت میں اضافہ ہو جائے۔
اسی طرح طلب کی کمی سے مراد یہ ہو گی کہ کسی شے کی قیمت تو برقرار رہے لیکن اس کی مقدار طلب کم ہو جائے مثلاً قیمت OP ہی رہے مگر مقدار طلب OQ سے کم ہو کر OQ₁ ہو جائے ڈائیگرام نمبر 26
یا مقدار طلب تو برقرار رہے مگر اس کی قیمت کم ہو جائے قیمت OP₁ سے کم ہو کر OP ہو جائے لیکن مقدار طلب OQ₁ برقرار رہے ڈائیگرام نمبر 27)
ان دونوں حالتوں میں خط طلب تبدیل ہو کر اصلی خط طلب سے بائیں جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ با الفاظ طلب کے گرنے کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے
1۔ کسی شے کی قیمت برقرار رہے مگر مقدار طلب میں کمی آ جائے۔
2۔ سابقہ مقدار طلب برقرار رہے مگر شے کی قیمت میں کمی آ جائے۔

طلب میں تغیرات کے اسباب

1۔ فیشن میں تبدیلی: فیشن میں تبدیلی سے لوگوں کی پسند اور ناپسند میں بھی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں جس چیز کے استعمال کا فیشن ہو جائے صارفین انہیں زیادہ قیمت پر بھی خریدنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں مثلاً سیاہ چشمہ نکٹائیاں اور بروچ وغیرہ بطور فیشن استعمال ہوتے ہیں لہذا ان کی طلب پر قیمت اثر انداز نہیں ہوتی۔ اسی طرح ننگے سر رہنے کے شوق نے ٹوپیوں کی طلب میں کم کر دیا ہے۔

2۔ آبادی میں تبدیلی: اگر ملک کی آبادی میں اضافہ کا رجحان پایا جائے تو دودھ پلانے والی بوتلوں، بچوں کے ملبوسات اور کھلونوں کی طلب میں اضافہ ہو جائیگا اگر بہت سے لوگ گاؤں سے شہر میں منتقل ہو جائیں تو مکانات کی طلب بڑھ جائے گی، ۱۹۴۷ء میں بھارت سے مہاجرین کی آمد سے خوراک، ملبوسات اور مکانات کی طلب میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اسی طرح حالیہ دور میں افغانستان سے تارکین وطن کی آمد سے سرحدی علاقوں میں خوراک اور ملبوسات کی طلب میں بےحد اضافہ ہو گیا ہے۔

3۔ آمدنی میں تبدیلی: آمدنی میں اضافہ سے لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ مقدار میں اشیا طلب کرتے ہیں خواہ اس کے ساتھ قیمتوں میں بھی اضافہ کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اگر آمدنی کم ہو جائے تو لوگ کم قیمتوں کے باوجود اشیا کی کم مقدار خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

4۔ تقسیم دولت میں تبدیلیاں: اگر قومی دولت کی تقسیم منصفانہ ہو تو اشیا کی طلب بڑھ جاتی ہے اور لوگ ضروریات زندگی کی اشیاء خریدنے کے قابل ہو جاتے ہیں لیکن اگر دولت کی تقسیم غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ ہو تو دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے جس سے سامان تعیش مثلاً ٹی وی،

Marfat.com

فریج اور قالینوں وغیرہ کی طلب میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن ضروریات زندگی کی طلب کم ہو جاتی ہے۔

۵۔ مقدار زر میں تبدیلیاں: اگر زر کی رسد اس کی طلب سے تجاوز کر جائے تو اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے مگر زر کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ لوگوں کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے اس کے برعکس حالات میں اشیا کی قیمتیں کم لیکن صارفین کی قوت خرید زیادہ ہوتی ہے۔

۶۔ موسم میں تبدیلی: موسم بدل جانے سے بعض اشیا کی طلب بڑھ جاتی ہے اور بعض اشیا کی طلب کم ہو جاتی ہے مثلاً موسم گرما میں برف، آئس کریم اور ٹھنڈے مشروبات کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ موسم سرما میں ان کی طلب نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔

۷۔ متبادل اشیا: اگر دو متبادل اشیا میں سے ایک کی قیمت کم ہو جائے تو اس کی طلب میں اضافہ جبکہ دوسری شے کی طلب خود بخود کم ہو جائے گی مثلاً سیون اپ اور آر سی کولا میں سے اگر سیون اپ کی قیمت کم ہو جائے مگر آر سی کولا کی قیمت وہی رہے تو سیون اپ کی طلب بڑھ جائے گی اور آر سی کولا کی طلب کم ہو جائے گی۔

۸۔ تجارتی حالات: جب ملک میں گرم بازاری کا دور ہو تو تجارت خوب زوروں پر ہوتی ہے۔ لوگ زیادہ مقدار میں چیزیں خریدتے اور صرف کرتے ہیں۔ پیسے کی خوب ریل پیل ہوتی ہے پیدائش دولت بھی زیادہ ہوتی ہے اس کے برعکس حالات یعنی کساد بازاری میں تجارت کی حالت ناگفتہ بہ اور مایوس کن ہوتی ہے اور پیدائش دولت بھی کم، ایسے حالات میں اشیا کی طلب بھی کم ہو جاتی ہے۔

۹۔ مشترکہ طلب: بعض اشیا کی طلب مشترک ہوتی ہے۔ اگر ایک شے طلب کی جائے تو اس کے ساتھ مزید ایک یا ایک سے زائد اشیا کی طلب خود بخود پیدا ہو جاتی ہے مثلاً ہاکی کے طلب کیساتھ گیندوں کی طلب، سکوٹر کے ساتھ پٹرول کی طلب خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اس طرح اگر ہاکی اور سکوٹروں کی طلب میں اضافہ ہو تو گیندوں اور پٹرول کی طلب میں خود بخود اضافہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ بچت میں تبدیلیاں: اگر صارفین آمدنی کا بیشتر حصہ صرف کی بجائے پس انداز کرنا شروع کر دیں تو مجموعی طور سے اشیا کی طلب بھی کم ہو جائے گی۔

طلب کی لچک ELASTICITY OF DEMAND

قانون طلب کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوا تھا کہ مقدار طلب میں کمی بیشی قیمتوں میں کمی بیشی کی وجہ سے ہوتی ہے یعنی اگر قیمتیں چڑھ جائیں تو طلب سکڑ جاتی ہے اور قیمتوں کے کم ہونے پر طلب پھیل جاتی ہے۔ بعض اوقات کسی شے کی طلب قیمتوں کے تغیرات کے اثرات کو زیادہ قبول کرتی ہے اور بعض اوقات کم، طلب میں تغیرات کی اس خاصیت کو لچک کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں طلب

Marfat.com

کی لچک وہ شرح ہے جس پر قیمت میں تبدیلی کی وجہ سے شے کی طلب میں تبدیلی آتی ہے۔ اگر طلب قیمتوں کے تغیرات کو جلد قبول کرے تو اسے لچکدار طلب کہتے ہیں لیکن جب قیمتوں میں بڑی تبدیلیوں کے باوجود طلب پر اثرات بہت معمولی نوعیت کے ہوں تو اسے غیر لچکدار طلب کہتے ہیں۔ مثلاً نمک اور چینی دونوں اشیا ہماری بنیادی ضرورت میں سے ہیں اور یہ ہماری گھریلو زندگی میں استعمال ہوتی ہیں مگر یہ دونوں قیمت کے تغیرات سے مختلف شرحوں سے متاثر ہوتی ہیں۔ چینی کی نسبت نمک ہماری گھریلو زندگی کا لازمی جزو ہے لہذا قیمت کے تغیرات اس کی طلب پر اس طرح اثر انداز نہیں ہوتے جس طرح چینی کی طلب پر ہوتے ہیں۔ نمک کی قیمت میں زیادہ اتار چڑھاؤ اس کی طلب پر بہت معمولی حد تک اثر ڈالتے ہیں جبکہ چینی کی قیمت کا معمولی اتار چڑھاؤ اس کی طلب پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے لہذا چینی کی طلب لچکدار یا زیادہ لچکدار اور نمک کی طلب غیر لچکدار یا کم لچک دار ہوئی۔ مارشل کے الفاظ میں بازار میں کسی شے کی طلب کی لچک کی زیادتی یا کمی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ شے مذکورہ کی قیمت میں تبدیلی سے اس کی طلب میں کس حد تک اضافہ یا کمی ہوئی ہے۔ سٹونیر اینڈ ہیگ کے مطابق لچک سے مراد کسی شے کی قیمت میں تغیرات اور اس شے کی طلب پر اس کے ردعمل ہے۔ مائیرز Meyers کے مطابق طلب کی لچک سے مراد قیمت اور طلب کا ربط ہوتا ہے۔ یہ وہ شرح ہے جس پر قیمت کی تبدیلی طلب پر اثر انداز ہوتی ہے اسی قسم کے خیالات رابنسن Robinson اور فرگوسن کے افکار سے بھی ملتے ہیں۔

آمدنی کی لچک اور متقاطع لچک

اگر آمدنی میں تبدیلی سے طلب میں تبدیلیاں آئیں تو اسے آمدنی کی لچک کہتے ہیں یعنی

$$\frac{\text{مقدار طلب میں متناسب تبدیلی}}{\text{آمدنی میں متناسب تبدیلی}}$$ جبکہ قیمتیں یکساں رہیں۔

اگر خریدی جانے والی اشیا ادنیٰ درجہ کی نہ ہوں تو آمدنی میں اضافہ کی صورت میں مقدار طلب میں اضافہ ہوگا اگر آمدنی میں تبدیلی مثبت ہو تو "آمدنی کی لچک بھی مثبت ہوگی، آمدنی میں اضافہ کے باوجود صارفین نسبتاً اشیاء کی کم مقدار طلب کریں تو آمدنی کی لچک منفی ہوگی۔ یہ صورت ادنیٰ درجہ کی اشیا کے ساتھ پیش آتی ہے۔

یکساں قیمتوں پر آمدنی میں تبدیلی سے صارفین کی تسکین میں تبدیلی کو آمدنی کا اثر Income effect کہتے ہیں۔ اگر قیمتوں میں تبدیلی اور آمدنی میں تبدیلی سے صارف کی حالت نہ تو پہلے سے بہتر ہو اور نہ ہی بدتر تو اسے استبدالی اثر کہتے ہیں۔ اگر قیمتوں میں تبدیلی تو ہو

Marfat.com

مگر آمدنی یکساں رہے تو ان حالات میں صارف کی حالت یا تو بہتر ہو سکتی ہے یا بدتر، اسے قیمت کا اثر کہتے ہیں۔ ایسے حالات میں اخراجات میں رد و بدل ہوگا اور حقیقی آمدنی میں تبدیلی سے صارف کی حالت یا تو بہتر ہوگی یا بدتر، یہ آمدنی اور استبدالی اثر کا مجموعی اثر ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی ایک خریدار یا فرم کی طلب انفرادی طور پر تو لچکدار ہو مگر اجتماعی طور پر غیر لچکدار، ایسے حالات میں قیمت کم کر کے شے کی طلب کو بڑھایا جا سکتا ہے اس کا خط طلب افقی ہوگا۔

اگر دو اشیا میں سے ایک شے کی قیمت میں تبدیلی آنے سے دوسری شے کی طلب میں بھی تبدیلی آ جائے تو اسے متقاطع لچک کہتے ہیں۔

$$\text{متقاطع لچک} = \frac{\text{الف شے کی خرید میں متناسب تبدیلی}}{\text{ب شے کی قیمت میں متناسب تبدیلی}}$$

طلب کی لچک کو متعین کرنے والے عوامل

۱۔ شے کی نوعیت: ضروریات زندگی کی اشیا مثلاً روٹی، کپڑا وغیرہ کی طلب کم لچکدار ہوتی ہے جبکہ سامان آسائش و تعیش کی طلب زیادہ لچکدار ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ضروریات زندگی کی اشیا کا متعلق ہماری بقا سے ہے جبکہ آسائشیات کا تعلق آرام اور تعیشات کا تعلق عیش و عشرت اور نمود و نمائش کے ساتھ سامان آسائش و تعیش کی قیمتوں میں اضافہ سے لوگ ان کا استعمال یا تو کم کر دیتے ہیں یا ترک لیکن ضروریات زندگی کی اشیا کی قیمتوں میں اضافے کے باوجود ان کا استعمال کم کرنا یا ترک کرنا محال ہوتا ہے۔

2۔ متبادل اشیا: جن اشیا کے نعم البدل موجود ہوں ان کی طلب لچکدار ہوتی ہے کیونکہ ان کی قیمت میں اضافہ کی صورت میں لوگ ان کا استعمال کم کر کے ایسی اشیا کا استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں جو ان سے ملتی جلتی ہوتی ہیں اور نسبتاً سستی بھی ہوتی ہیں مثلاً اگر چائے کی قیمت میں اضافہ ہو تو لوگ کافی کا استعمال شروع کر دیں گے۔ اگر ریل کے کرایوں میں اضافہ ہو تو لوگ بسوں میں سفر کرنے لگیں گے لیکن جن اشیاء کے نعم البدل موجود نہ ہوں ان کی طلب کم لچکدار ہوتی ہے۔ ایسی اشیا صارفین کے لیے ناگزیر بھی ہو سکتی ہیں مثلاً نمک وغیرہ۔

3۔ ملتوی پذیر اشیا: جن اشیا کے استعمال کو وقتی طور پر ملتوی کیا جا سکے ان کی طلب لچکدار ہوتی ہے اور جن اشیا کے استعمال کو ملتوی کرنا محال یا ناممکن ہو ان کی طلب غیر لچکدار ہوگی مثلاً سکوٹر کی قیمت بڑھ جانے کی صورت میں سائیکل پر گزر اوقات کیا جا سکتا ہے لیکن بھوک کی صورت میں روٹی کی

Marfat.com

ضرورت اور بیماری کی صورت میں دوائی کی ضرورت کو ملتوی کرنا محال ہوتا ہے اسلئے ان کی طلب غیر لچکدار
۴۔ متنوع استعمال: جن اشیا کے ایک سے زائد استعمالات ہوں ان کی طلب لچکدار ہوتی ہے قیمت بڑھنے سے اس شے کی غیر ضروری استعمالات ترک کردیئے جاتے ہیں جس سے ان کی طلب کم ہو جاتی ہے اس کے برعکس جن اشیا کا صرف ایک ہی استعمال ہو ان کی قیمتوں میں کمی بیشی کے باوجود طلب پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً اگر بجلی مہنگی ہوجائے تو اسے روشنی کے لئے تو استعمال کیا جائے گا مگر کھانا پکانے اور کمرہ گرم کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا اس کے برعکس معاشیات کی کتاب کا صرف ایک ہی استعمال ہے لہذا اس کی طلب غیر لچکدار ہوگی۔

۵۔ عادات اور رسم ورواج: رسم ورواج، فیشن اور عادات سے متعلق اشیا کی طلب عموماً غیر لچکدار ہوتی ہے۔ قیمتوں میں اضافہ کے باوجود صارفین ان کے استعمال کو کم یا ترک نہیں کرتے مثلاً نشہ کا عادی نشہ آور اشیا کو ترک نہیں کرسکتا خواہ ان کی قیمت میں کتنا ہی اضافہ ہوجائے۔ اسی طرح رسومات کو ترک کرکے کوئی بھی معاشرہ کی تنقید کا مقابلہ نہیں کرسکتا لہذا ایسے تمام اخراجات والی تمام اشیا کی طلب غیر لچکدار ہوتی ہے۔

۶۔ حد قیمت: بہت مہنگی اور اعلیٰ یا بہت سستی اور کمتر درجہ کی اشیا کی طلب غیر لچکدار ہوتی ہے اعلیٰ درجہ اور مہنگی اشیا عموماً امیر طبقہ خریدتا ہے مثلاً کار، فریج اور قالین وغیرہ اور بہت سستی اور کمتر درجہ کی اشیا مثلاً دالیں اور کھانے کا تیل وغیرہ، غریب طبقہ خریدتا ہے۔ نہ تو غریب طبقہ اعلیٰ درجہ کی اشیا خریدنے کی استطاعت رکھتا ہے اور نہ ہی امیر لوگ کمتر درجہ کی اشیا خرید کر اپنی امتیازی حیثیت ختم کرنا چاہتا ہے۔ لہذا ان اشیا کی طلب غیر لچکدار ہوتی ہے۔

۷۔ تقسیم دولت: اگر دولت کی تقسیم مساویانہ اور منصفانہ ہو تو غریب لوگوں کی قوت خرید بڑھ جاتی ہے اور اشیائے صرف کی طلب لچکدار ہوجاتی ہے اگر دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو تو سامانِ تعیش کی طلب غیر لچکدار ہوتی ہے۔

۸۔ گھریلو خرچ میں نسبتی اہمیت: اگر کسی شے پر خرچ کل گھریلو اخراجات کا بہت معمولی حصہ ہو تو اس شے کی قیمت میں اضافہ کے باوجود اس کی طلب پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا کرتا مثلاً اخبار وغیرہ لہذا اسی اشیا کی طلب غیر لچکدار ہوتی ہے لیکن اگر گھریلو اخراجات میں مذکورہ شے کا حصہ نمایاں ہو تو اس کی طلب لچکدار ہوتی ہے مثلاً گوشت، سبزیاں، گھی وغیرہ

MEASUREMENT OF ELASTICITY OF DEMAND طلب کی لچک کی پیمائش

اگرچہ طلب کی لچک کی پیمائش کے لئے کوئی مستند پیمانہ تو نہیں ہے لیکن پروفیسر مارشل کے مطابق

Marfat.com

اگر لچک اکائی کے برابر اکائی سے زیادہ یا اکائی سے کم ہو تو اس کا اندازہ لگانے کے لئے دو طریقے ہیں

ا ۔ فی صد طریقہ   ب ۔ کل اخراجات کا طریقہ

ان کے علاوہ ریاضیاتی فارمولا سے بھی طلب کی لچک کی پیمائش کی جاتی ہے۔

کل اخراجات کا طریقہ

1۔ اکائی کے برابر لچک: اگر قیمت کی فیصد شرح تبدیلی اور مقدار طلب کی فیصد شرح تبدیلی یکساں ہو تو کل اخراجات بھی یکساں رہتے ہیں اور طلب کی لچک اکائی کے برابر ہوتی ہے

فیصد طریقہ سے طلب کی پیمائش: مثلاً اگر قیمت میں شرح تبدیلی 20٪ ہو اور مقدار طلب میں بھی 20 فیصد میں تبدیلی ہو تو ایسی لچک کو اکائی کے برابر لچک کہتے ہیں۔

قیمت کی فیصد شرح تبدیلی (ΔP) = طلب کی فیصد شرح تبدیلی (ΔD) $\Delta P = \Delta D$

طلب کی لچک = اکائی

شکل نمبر 28

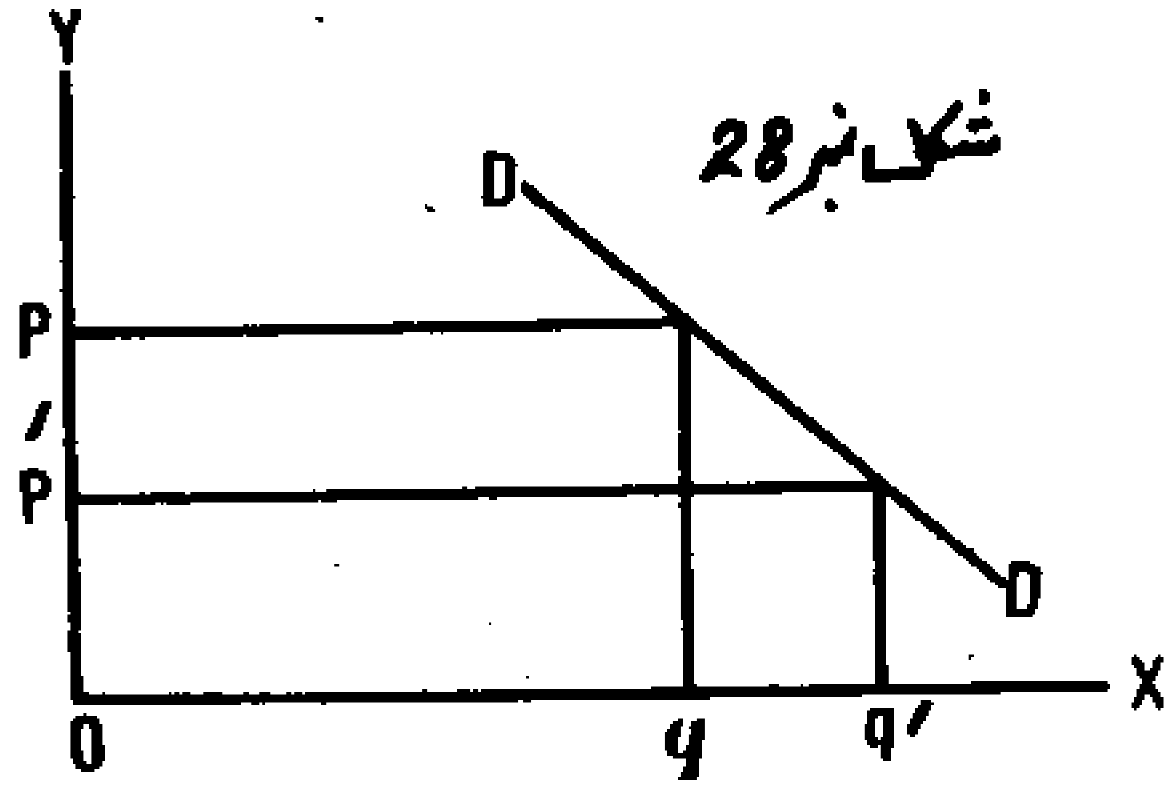

کل اخراجات = یکساں

ڈائیگرام کے ذریعے وضاحت

OP قیمت پر مقدار طلب Oq ہے۔

قیمت کم ہو کر OP' ہوتی ہے اور طلب بڑھ کر Oq' ہو جاتی ہے چونکہ قیمت کی شرح تبدیلی PP' طلب کی شرح تبدیلی qq' کے برابر ہے اس لئے طلب کی لچک اکائی کے برابر ہے۔

2۔ اکائی سے زیادہ لچک: اگر قیمت میں فیصد تبدیلی کم اور طلب کی شرح تبدیلی زیادہ ہو تو کل اخراجات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اسے اکائی سے زیادہ لچک کہتے ہیں۔

کل اخراجات کا طریقہ

مثلاً اگر قیمت میں شرح تبدیلی 20 فیصد ہو اور مقدار طلب میں 25 فیصد تبدیلی واقع ہو تو طلب کی لچک اکائی سے زیادہ تصور کی جائے۔

قیمت کی شرح تبدیلی (ΔP) ≠ (برابر نہیں) طلب کی شرح تبدیلی $\Delta P \neq \Delta D$

قیمت کی شرح تبدیلی < (کم ہے) طلب کی شرح تبدیلی $\Delta P < \Delta D$

یعنی طلب کی شرح تبدیلی > (زیادہ ہے) قیمت کی شرح تبدیلی $\Delta D > \Delta P$

پس طلب کی لچک اکائی سے زیادہ ہے $E > 1$

Marfat.com

کل اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔
op قیمت پر مقدار طلب oq ہے
قیمت کم ہو کر op' ہو جاتی ہے اور مقدار طلب پھیل کر oq' ہو جاتی ہے چونکہ طلب کی شرح تبدیلی قیمت کی شرح تبدیلی کی نسبت زیادہ ہے لہذا خط طلب DD اکائی سے زیادہ ہے اس خط کی ڈھلان چپٹی ہوتی ہے۔

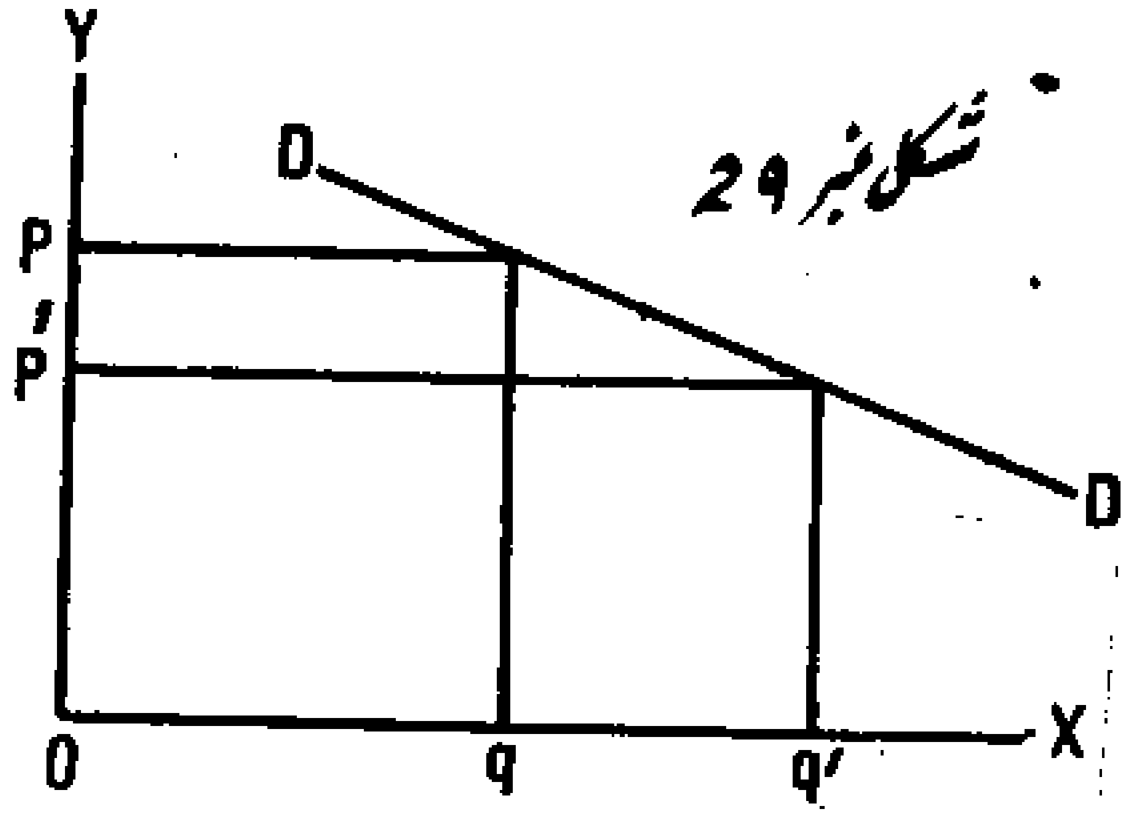

شکل نمبر 29

اکائی سے کم لچک: اگر طلب کی شرح تبدیلی قیمت کی شرح تبدیلی کی نسبت کم ہو تو کل اخراجات بھی گر جاتے ہیں۔ ایسی لچک اکائی سے کم ہوتی ہے۔
اگر قیمت کی شرح تبدیلی 20 فیصد ہو مگر مقدار طلب میں 10 فیصد تبدیلی واقع ہو تو طلب کی لچک اکائی سے کم ہوگی۔

قیمت کی شرح تبدیلی ΔP ≠ طلب کی شرح تبدیلی ΔD $\quad \Delta P \neq \Delta D$

طلب کی شرح تبدیلی ΔD > (کم ہے) قیمت کی شرح تبدیلی (ΔP) $\quad \Delta D < \Delta P$

اس لئے طلب کی لچک اکائی سے کم ہے $\quad E < 1$

کل اخراجات گرتے ہیں
op قیمت پر مقدار طلب oq ہے۔
op' قیمت پر مقدار طلب oq' ہے۔ چونکہ قیمت کی شرح تبدیلی طلب کی نسبت کم ہے اس لئے DD خط طلب کی ڈھلان عمیق Steep ہے جو اکائی کم لچک کی نمائندگی کرتا ہے۔

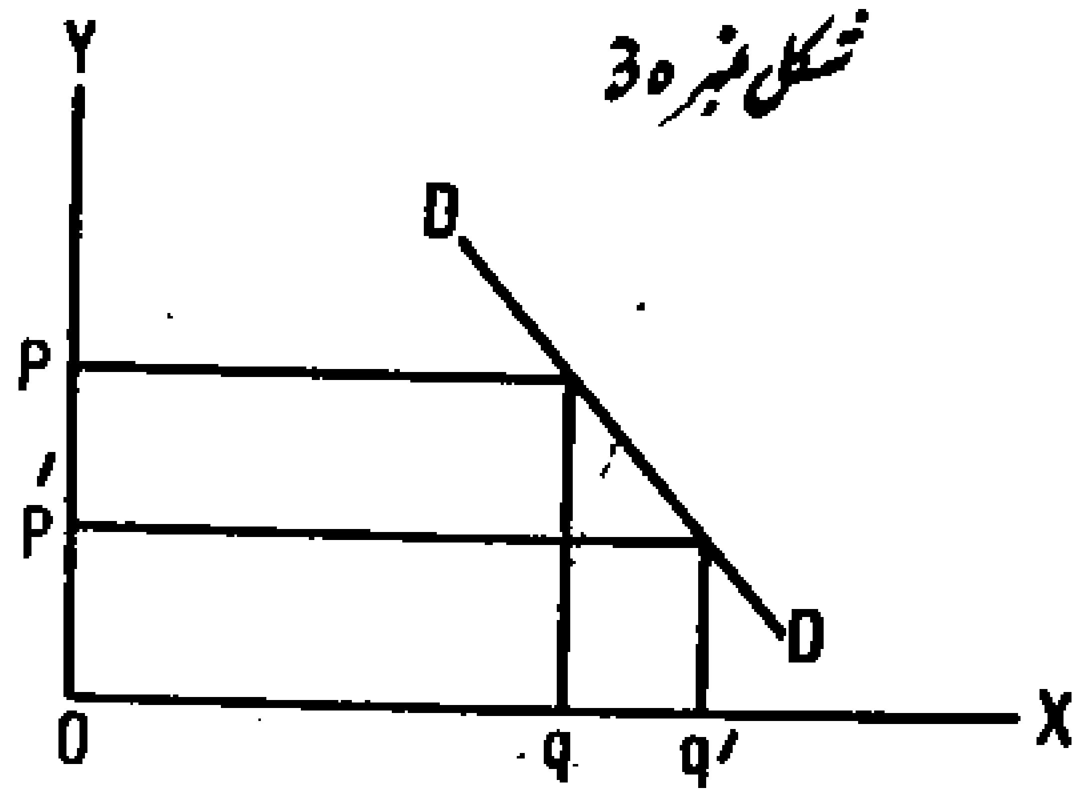

شکل نمبر 30

دو صورتیں اور بھی ممکن ہیں مگر عملی طور پر ان کا ظہور بہت کم ہوتا ہے مثلاً طلب کی لچک کا صفر اور لامحدود ہونا۔

۴۔ صفر لچک: اگر قیمت میں تبدیلیاں واقع ہوں مگر مقدار طلب بالکل تبدیل نہ ہو تو قیمت گرنے پر کل اخراجات کم ہوں گے اور قیمت چڑھنے پر کل اخراجات میں اضافہ ہو جائے گا۔ ایسی لچک صفر کے برابر ہوتی ہے۔

Marfat.com

اس میں قیمت تو متغیر ہے لیکن طلب ساکن ہے۔ صفر لچک کی نمائندگی کرنے والا خط وائی محور کے بالکل متوازی اور ایکس محور پر عمود ہوتا ہے جو قیمت کی تبدیلیوں اور طلب کے ساکن ہونے کی وضاحت کرتا ہے

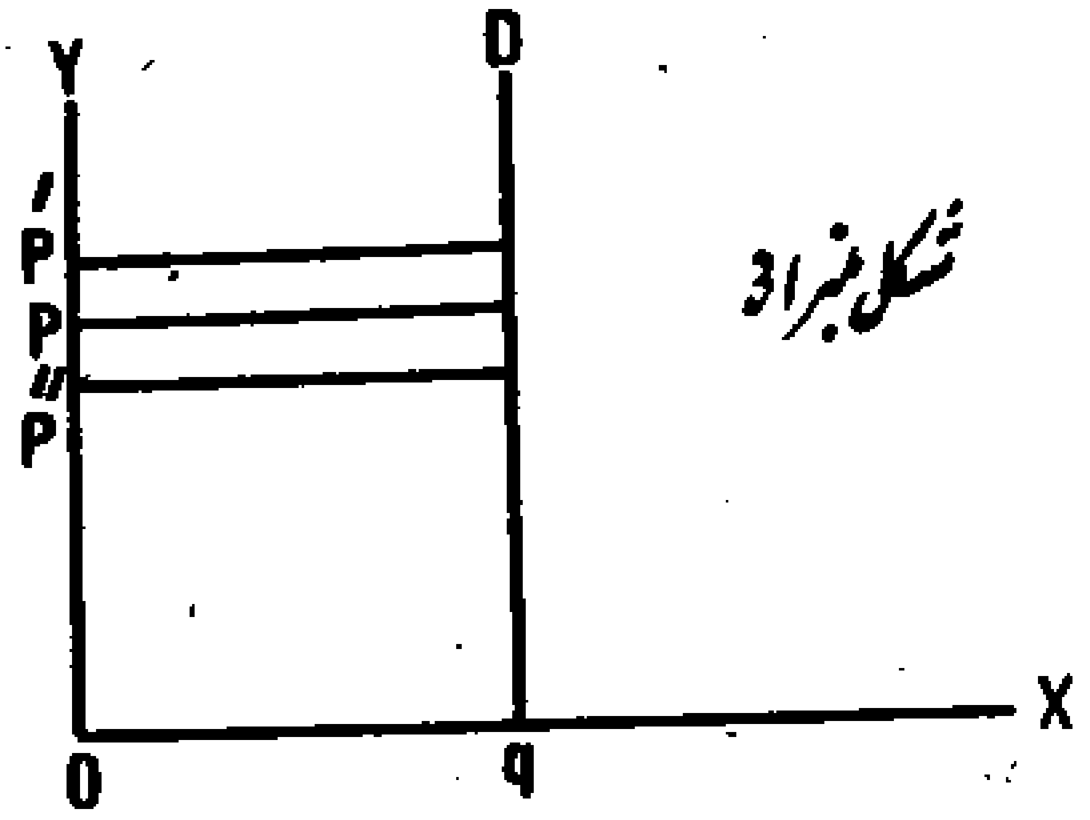

شکل نمبر 31

5 ۔ لامحدود لچک : اگر کسی شے کی قیمت میں خفیف تبدیلی اس کی طلب میں بے پایاں تبدیلیاں پیدا کرنے کا باعث بنے تو ایسی لچک لامحدود ہوتی ہے۔

لامحدود لچک کی وضاحت ایسے خط سے کی جاتی ہے جو ایکس محور کے بالکل متوازی ہوتا ہے

شکل نمبر 32

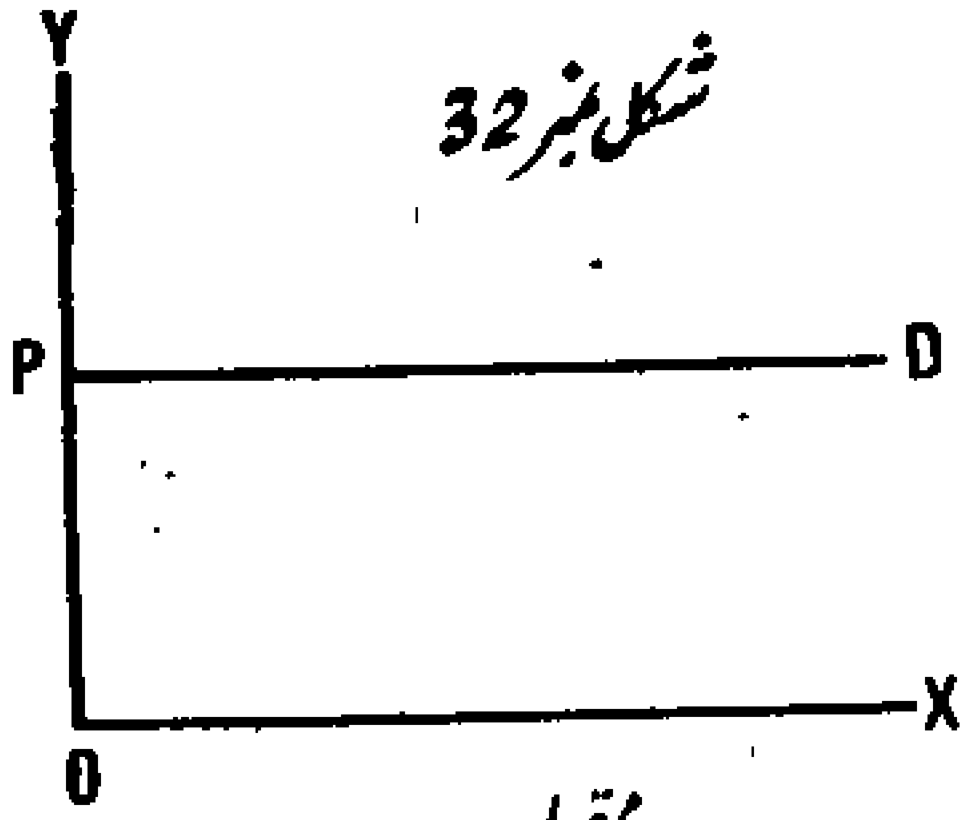

ریاضیاتی فارمولے کے ذریعے طلب کی لچک کی پیمائش

$$\text{طلب کی لچک} = \frac{\text{طلب میں متناسب تبدیلی}}{\text{قیمت میں متناسب تبدیلی}}$$

طلب میں متناسب تبدیلی = $\frac{\Delta q}{q}$

Δq = طلب میں کمی بیشی

q = سابقہ طلب

قیمت میں متناسب تبدیلی = $\frac{\Delta p}{p}$

Δp = قیمت میں کمی بیشی

p = سابقہ قیمت

$$E = \frac{\frac{\Delta q}{q}}{\frac{\Delta p}{p}}$$

یا

$$E = \frac{p}{q} \cdot \frac{\Delta q}{\Delta p}$$

مثلاً اگر

Marfat.com

قیمت	مقدار طلب
1	20
2	15

$$\Delta q = 20 - 15 = 5$$
$$\Delta P = 1 - 2 = -1$$
$$q = 20$$
$$P = 1$$

$$\text{لچک} = \frac{1}{20} \cdot \frac{+5}{-1} = -\frac{1}{4} = -.25$$

طلب کی لچک اکائی سے کم ہے چونکہ خط طلب کا جھکاؤ ہمیشہ منفی ہوتا ہے اس لئے لچک کے عددی سر کے ساتھ منفی کا نشان ضرور آتا ہے۔

لچک کی اقسام KINDS OF ELASTICITY OF DEMAND

۱۔ قیمت کی لچک: قیمت کی تبدیلی سے طلب پر مرتب ہونے والے اثرات کو قیمت کی لچک کہتے ہیں۔ اس کی لچک کو $\frac{\Delta q}{\Delta P} \times \frac{P}{q}$ کے فارمولے سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اگر طلب کی لچک کا عددی سر ایک کے برابر ہو تو طلب کی لچک اکائی کے برابر ہو گی۔ اگر عددی سر ایک سے بڑا ہو تو لچک اکائی سے زیادہ اگر عددی سر ایک سے کم ہو تو لچک اکائی سے کم ہو۔

2۔ آمدنی کی لچک: اگر قیمت کی بجائے صارفین کی آمدنیوں میں تبدیلی کی وجہ سے مقدار طلب کم و بیش ہو جائے تو اسے آمدنی کی لچک کہتے ہیں۔ آمدنی کی لچک کو اس فارمولے کے ذریعے اخذ کیا جا سکتا ہے۔

$$IE = \frac{Y}{q} \cdot \frac{\Delta q}{\Delta Y}$$

Δq سے مراد طلب کی تبدیلی اور q سے مراد سابقہ مقدار طلب ہے۔

ΔY سے مراد آمدنی میں کمی بیشی اور Y سے مراد سابقہ آمدنی ہے۔

IE سے مراد آمدنی کی لچک

آمدنی	مقدار
100	400
300	1000

Marfat.com

$$\Delta q = 400 - 1000 = -600$$
$$\Delta p = 100 - 300 = -200$$
$$q = 400$$
$$p = 100$$

فارمولا کے مطابق $IE = \frac{100}{400} \times \frac{-600}{-200} = \frac{3}{4} = .75$

آمدنی کی لچک اکائی سے کم ہے

3۔ متقاطع لچک
اگر کسی شے کی طلب کسی دوسری شے کی قیمت میں کمی بیشی سے تبدیل ہو تو اسے متقاطع لچک کہتے ہیں مثلاً ایکس شے کی قیمت میں تبدیلی وائی شے کی طلب میں تبدیلی متقاطع لچک کہلائے گی۔ متقاطع لچک میں ایک شے کی قیمت تبدیل ہوتی ہے اور دوسری شے کی صرف طلب متاثر ہوتی ہے۔ متقاطع لچک اخذ کرنے کا فارمولا

$$CE = \frac{xp}{y} \times \frac{\Delta y}{\Delta xp}$$

$y = y$ شے کی سابقہ طلب

$y = \Delta y$ کی طلب میں تبدیلی

$x = xp$ شے کی قیمت

$x = \Delta xp$ شے کی قیمت میں تبدیلی

فرض کریں ایکس شے کی قیمت 2 روپے سے بڑھ کر 5 روپے فی کلو ہو جاتی ہے اس کے نتیجہ میں وائی شے کی طلب 30 کلو سے بڑھ کر 50 کلو ہو جاتی ہے یعنی

$y = 30$ اور $\Delta y = 20$ $(30-50)$

$xp = 2$ روپے اور $\Delta xp = 3$ روپے $(2-5)$

پس متقاطع لچک $= \frac{20}{3} \times \frac{2}{30} = \frac{4}{9} = .44$

متقاطع لچک اکائی سے کم ہے۔ اگر x اور y ایک دوسرے کے نعم البدل ہوں تو متقاطع لچک مثبت ہوتی ہے جبکہ مشترکہ طلب کی متقاطع لچک منفی ہوتی ہے۔

4۔ قوسی لچک
چونکہ طلب اور قیمت میں کافی تبدیلیاں ہوتی ہیں اس لئے طلب کی لچک میں قوسی لچک کا تصور بھی ابھرتا ہے۔ قیمت میں تبدیلیوں سے خط طلب پر ایک

Marfat.com

سے زیادہ نقائص پیدا ہوتے ہیں۔ ہر دو نقاط کے درمیان طلب کی لچک قوسی لچک کہلاتی ہے قوسی لچک اخذ کرنے کا فارمولا حسب ذیل ہے۔

$$AE = \frac{\frac{q_0 - q_1}{q_0 + q_1}}{\frac{p_0 - p_1}{p_0 + p_1}} \quad \text{یا} \quad AE = \frac{q_0 - q_1}{q_0 + q_1} \times \frac{p_0 + p_1}{p_0 - p_1}$$

AE = سے مراد قوسی لچک کا عددی سر

q_0 = طلب کی پہلی مقدار اور q_1 طلب کی تبدیل شدہ مقدار

p_0 = پہلی قیمت اور p_1 تبدیل شدہ قیمت

قیمت طلب

$1 = p_0 \quad 20 = q_0$

$2 = p_1 \quad 10 = q_1$

$$\frac{\frac{20-10}{20+10}}{\frac{1-2}{1+2}} = \frac{20-10}{20+10} \times \frac{1+2}{1-2} = \frac{10}{30} \times \frac{3}{1} = 1$$

قوسی لچک اکائی کے برابر ہے

5۔ نقطی لچک جب قیمت اور طلب اور طلب میں رونما ہونے والی تبدیلیاں معمولی نوعیت کی ہوں تو انہیں نقطی لچک کہتے ہیں نقطی لچک کو مندرجہ ذیل فارمولا کے ذریعے اخذ کیا جاتا ہے۔

$$PE = \frac{p}{q} \times \frac{dq}{dp}$$

اس فارمولے کا عملی نمونہ ریاضیاتی معاشیات کے حصے میں بتایا جائے گا اور سوالات حل کئے جائیں گے۔

لچک کی عملی اہمیت

1۔ صارف کے لئے: جب اشیا کی قیمتیں بڑھ جائیں تو صارفین ایسی اشیا پر اخراجات کم کر دیتے ہیں جن کی طلب لچکدار ہو۔ اس طرح وہ ضروریات زندگی سے متعلق اشیا پر زیادہ خرچ کی گنجائش نکال لیتے ہیں۔ سامان آسائش اور تعیش کی طلب لچکدار ہوتی ہے جبکہ ضروریات زندگی کی اشیاء

Marfat.com

کی طلب غیر لچکدار اس طرح صارفین اپنے محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ افادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

2۔ وزیر خزانہ کے لئے : ملک کا وزیر خزانہ قوم پر ٹیکس لگاتے وقت لچک کے تخیل سے استفادہ کرتا ہے۔ اگر ٹیکسوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ رقم اکٹھا کرنا مقصود ہو تو ٹیکس ایسی اشیاء پر لگائے جائیں گے۔ جن کی طلب غیر لچکدار ہو۔ ایسے حالات میں ٹیکسوں کے نفاذ اور قیمتوں میں اضافہ کے باوجود مجموعی طلب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اگر ٹیکس لچکدار طلب رکھنے والی اشیاء پر لگایا جائے تو ان کی طلب کم ہو جاتی ہے اور حکومت کو کافی آمدنی بھی حاصل نہیں ہوتی۔

3۔ اجارہ دار کے لئے : اجارہ دار شے کی قیمت مقرر کرتے وقت شے کی طلب کی لچک کا گہرا مطالعہ کرتا ہے۔ اگر طلب لچکدار ہو تو وہ کبھی بھی قیمت بڑھانے کی کوشش نہیں کرتا مگر غیر لچکدار طلب کی صورت میں وہ بے خوف و خطر قیمت بڑھا دیتا ہے۔

4۔ صنعت کار کے لئے : اگر شے کی طلب لچکدار ہو تو صنعت کار اس کی قیمت میں معمولی سی کمی کرکے اس کی طلب کو وسیع کر لیتا ہے اس طرح اس کا منافع بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب شے کی طلب غیر لچکدار ہو تو وہ قیمت بڑھا کر زیادہ سے زیادہ منافع کما لیتا ہے۔

5۔ مشترک پیداواروں کی قیمتیں : جو چیزیں اکٹھی پیدا کی جائیں جیسے گندم اور بھوسہ ان کی الگ الگ قیمتیں معلوم کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اگر دونوں میں سے ایک کی طلب لچکدار اور دوسری کی طلب غیر لچکدار ہو تو غیر لچکدار شے کی قیمت بلند اور لچکدار شے کی کم قیمت پر رکھ کر منافع کمایا جا سکتا ہے۔

6 : حمل و نقل کی صنعت کے لئے : جن اشیا کا حجم کم لیکن مالیت زیادہ ہو ان کا زیادہ کرایہ اور جن کا حجم کا بڑا اور مالیت کم ہو ان پر شرح کرایہ بھی کم وصول کیا جائے گا۔ اول الذکر میں سونے چاندی اور موخر الذکر میں اینٹیں، ریت اور مٹی کی مثال دی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

سوالات

۱۔ قانون طلب کے الفاظ لکھیں، گوشوارہ اور شکل سے اس کی وضاحت کریں۔
2۔ طلب کے پھیلے اور سکڑنے اور طلب کے چڑھنے اور گرنے میں کیا فرق ہوتا ہے۔ اشکال سے واضح کریں۔
3۔ طلب کی لچک سے کیا مراد ہے۔ اس کی پیمائش کیسے کی جاتی ہے۔
۴۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں۔
ا۔ قیمت کی لچک
ب۔ آمدنی کی لچک
ج۔ متقاطع لچک
د۔ نقطی لچک
ی۔ قوسی لچک۔

Marfat.com

باب ۵

رسد

SUPPLY

رسد سے مراد کسی شے کی وہ مقدار جو کسی خاص قیمت پر بازار میں فروخت کے لیے پیش کی جائے مثلاً چاول کی قیمت چار روپے فی کلو ہے اس قیمت پر چاول کے بیوپاری جسقدر چاول کی مقدار منڈی میں فروخت کے لیے لائیں گے وہ چاول کی رسد کہلائے گی۔ شے کی قیمت کا ذکر کیے بغیر اس کی رسد کا ذکر لایعنی ہوگا۔ نیز رسد کا دارومدار شے کی کمیابی پر ہوتا ہے اگر شے مذکورہ کمیاب نہ ہو تو اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی اور اس کی رسد کا تخیل بھی ختم ہو جائے گا۔

کسی شے کی رسد نقطۂ وقت (Point of time) کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور عرصہ وقت (Period of time) کے لحاظ سے بھی نقطۂ وقت کے لحاظ سے کسی شے کی رسد سے مراد وہ مقدار ہوتی ہے جو کسی خاص وقت اور خاص قیمت پر فروخت کے لیے پیش کی جائے۔ مثلاً آج کے روز چار روپے فی کلو قیمت پر چاول کی جتنی مقدار فروخت کے لیے منڈی میں فروخت کے لیے لائی جائے گی وہ چاول کی رسد بلحاظ نقطہ وقت کہلائے گی۔ عرصہ وقت کے لحاظ سے کسی شے کی رسد سے مراد شے مذکورہ کی وہ مقدار ہے جو کسی خاص عرصہ کے دوران فروخت کے لیے پیش کی جائے۔ عرصہ قلیل بھی ہو سکتا ہے اور طویل بھی۔

ذخیرہ اور رسد

ذخیرہ سے مراد کسی شے کی وہ کل مقدار ہوتی ہے جسے منڈی میں فروخت کے لیے لایا جا سکے لیکن رسد سے مراد کسی شے کی صرف اسی قدر مقدار ہوتی ہے جو خاص قیمت پر اور خاص وقت میں فروخت کے لیے منڈی میں لائی جائے۔ دوسرے الفاظ میں کسی شے کی کل پیداوار اس شے کا ذخیرہ ہوتا ہے لیکن رسد ذخیرے کا وہ خاص حصہ ہے جسے کسی خاص قیمت پر منڈی میں فروخت کے لیے پیش کیا جائے۔ مثلاً کسی بیوپاری کے پاس ۵۰۰۰ کلو چاول ہے وہ چار روپے فی کلو قیمت پر ۱۰۰۰ کلو چاول فروخت کے لیے منڈی میں لے آتا ہے ۰۰۰ کلو

Marfat.com

چاول کی رسد ہے اور ۵۰۰۰ کلو ذخیرہ ۔ اگر قیمت کم ہو کر ۲ روپے کلو ہو جائے تو رسد ۱۰۰۰ کلو سے بڑھ کر ۲۰۰۰ کلو ہو سکتی ہے جبکہ ذخیرہ ۵۰۰۰ کلو ہی رہے گا ۔ اس طرح قیمت کی تبدیلی سے کل ذخیرہ تو تبدیل نہیں ہوتا لیکن اس کا وہ حصہ جو رسد کے طور پر منڈی میں پیش کیا جاتا ہے تبدیل ہوتا رہتا ہے ۔

رسد اور ذخیرہ کا انحصار شے کی نوعیت پر ہوتا ہے ۔ ضیاع پذیر اشیا مثلاً مچھلی گوشت سبزیاں اور دودھ وغیرہ کا ذخیرہ ممکن نہیں ہوتا لہٰذا ان اشیا کا تمام تر ذخیرہ رسد بن جاتا ہے ۔ البتہ پائیدار اشیا کے ذخیرہ اور رسد میں فرق ہوتا ہے کیونکہ مذکورہ اشیا کی قیمتوں میں کمی سے رسد کم ہو جاتی ہے اور قیمت میں اضافہ کی صورت میں رسد بڑھتی ہے ۔

قانونِ رسد

فروخت کنندگان میں رجحان پایا جاتا ہے کہ کسی شے کی قیمت بڑھنے پر اس کی مقدارِ فروخت میں اضافہ کر دیتے ہیں ۔ اور قیمت کم ہونے پر فروخت کے لیے پیش کی جانے والی اشیا کی مقدار میں بھی کمی کر دیتے ہیں ۔ اس رجحان کو قانونِ رسد کا نام دیا گیا ہے جو قانونِ طلب سے بالکل متضاد ہے ۔ گویا منڈی میں صارفین اور فروخت کنندگان کے رجحانات ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں ۔ قانونِ رسد کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے ۔

"اگر باقی امور بدستور قائم رہیں تو جب کسی شے کی قیمت بڑھتی ہے تو اس کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جب قیمت کم ہوتی ہے تو رسد بھی کم ہو جاتی ہے ۔"

"باقی امور بدستور رہیں" سے مراد وہ شرائط یا مفروضات ہیں جن کے بغیر یہ قانون درست ہی ثابت نہیں ہوتا ۔ شرائط یا مفروضات مندرجہ ذیل ہیں :

مفروضات

(۱) مصارف پیدائش میں کوئی تبدیلی نہ ہو اگر پیدائشِ دولت قانونِ تکثیر حاصل یا تقلیل لاگت کے تحت ہو تو وسعتِ دولت کی صورت میں مصارف پیدائش کم ہو جاتے ہیں اور قیمت میں کمی کی صورت میں مقدار رسد میں اضافہ ممکن ہو جاتا ہے ۔ اگر پیدائش دولت پر قانون تکثیر لاگت اطلاق پذیر ہو تو چونکہ وسعت دولت کی صورت میں مصارف دولت میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے زیادہ قیمت پر بھی رسد کی زیادہ مقدار فراہم کرنا ممکن نہیں ہوتا ۔ گویا قانونِ رسد اس صورت میں ہی صحیح اور درست ثابت ہو گا جب مصارف پیدائش یکساں رہیں ۔

Marfat.com

۲. طریق پیدائش اگر تحقیق و تجربات سے ایجادات ہو جائیں یا خام مال کے بہتر استعمال کے طریقے دریافت کر لیے جائیں۔ یا پیمانۂ پیدائش میں تبدیلی سے مصارف پیدائش کم ہو جائیں۔ عوامل پیدائش کے بہتر اشتراک یا جاذب محنت یا جاذب سرمایہ طریق پیدائش کی وجہ سے کم قیمت پر رسد کی زیادہ مقدار فراہم کرنا ممکن ہو جائے تو قانون رسد غلط ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس حالات میں مصارف پیدائش میں اضافہ سے زیادہ قیمت پر رسد کی زیادہ مقدار فراہم کرنا مشکل ہوتا ہے۔

۳. ملکی وسائل ملک کے مادی وسائل مثلاً معدنیات، جنگلات وغیرہ کی رسد میں کوئی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیے۔ معدنی یا زرعی پیداوار میں اضافہ سے کئی مصنوعات کے مصارف پیدائش کم ہو جاتے ہیں اور قیمتیں گرنے کے باوجود ان مصنوعات کی رسد کو کم کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

۴. مشینوں کی لاگت یکساں رہے اگر مشینوں، فالتو پرزوں اور خام مال کی قیمتیں گر جائیں یا خام مال کے نئے ذخائر دریافت ہو جائیں یا ان کے نعم البدل معلوم کر لیے جائیں تو مصنوعات کی لاگت اور قیمتوں میں کمی آ جائے گی، جبکہ رسد بڑھ جائے گی۔ اس کے برعکس حالات میں لاگت اور قیمتوں میں اضافہ ممکن نہیں ہو گا۔ پس قانونِ رسد کی صداقت کے لیے ضروری ہے کہ مشینوں اور خام مال کی قیمتوں میں کوئی تبدیلی نہ آئے۔

قانون رسد کی حدود

(LIMITATIONS)

مندرجہ ذیل حالات میں قانون رسد بالکل لاگو نہیں ہوتا:

۱. ملکی حالات اندرونی بدامنی اور انتشار اور بیرونی جارحیت کے دوران تاجر عموماً اپنے ذخائر اونے پونے داموں فروخت کر دیتے ہیں کیونکہ انہیں اپنی جان و مال کا خطرہ دامن گیر ہوتا ہے۔

۲. فوری نقلِ مکانی بعض اوقات فوری نقلِ مکانی لوگوں کو اپنی اشیاء بہت ہی سستے داموں فروخت کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ مثلاً سرکاری ملازمت کے دوران تبادلہ کے وقت ایسے مناظر اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔

Marfat.com

جب انہیں کسی دوسری جگہ فوری طور پر حاضر ہونے کے احکامات صادر ہو چکے ہوں۔

گوشوارۂ رسد

گوشوارۂ رسد سے مراد کسی شے کی ایسی فہرست ہوتی ہے جس میں مختلف قیمتوں پر مذکورہ شے کی رسد کی مختلف مقداریں دکھائی جاتی ہیں۔ ذیل میں چاول کی رسد کا گوشوارہ بنایا گیا ہے جس کے دو کالم ہیں ایک کالم میں چاول کی فی کلو قیمت اور دوسرے کالم میں چاول کی مقدار رسد دکھائی گئی ہے۔ گوشوارہ کے مطابق قیمت میں اضافہ سے رسد پھیلتی ہے اور کم سے سکڑتی ہے۔

گوشوارہ

شکل

قیمت	مقدار رسد
۴ روپے فی کلو	۵۰۰۰ کلو
۵ " "	۶۰۰۰ "
۶ " "	۷۰۰۰ "
۷ " "	۸۰۰۰ "
۸ " "	۱۰٫۰۰۰ "

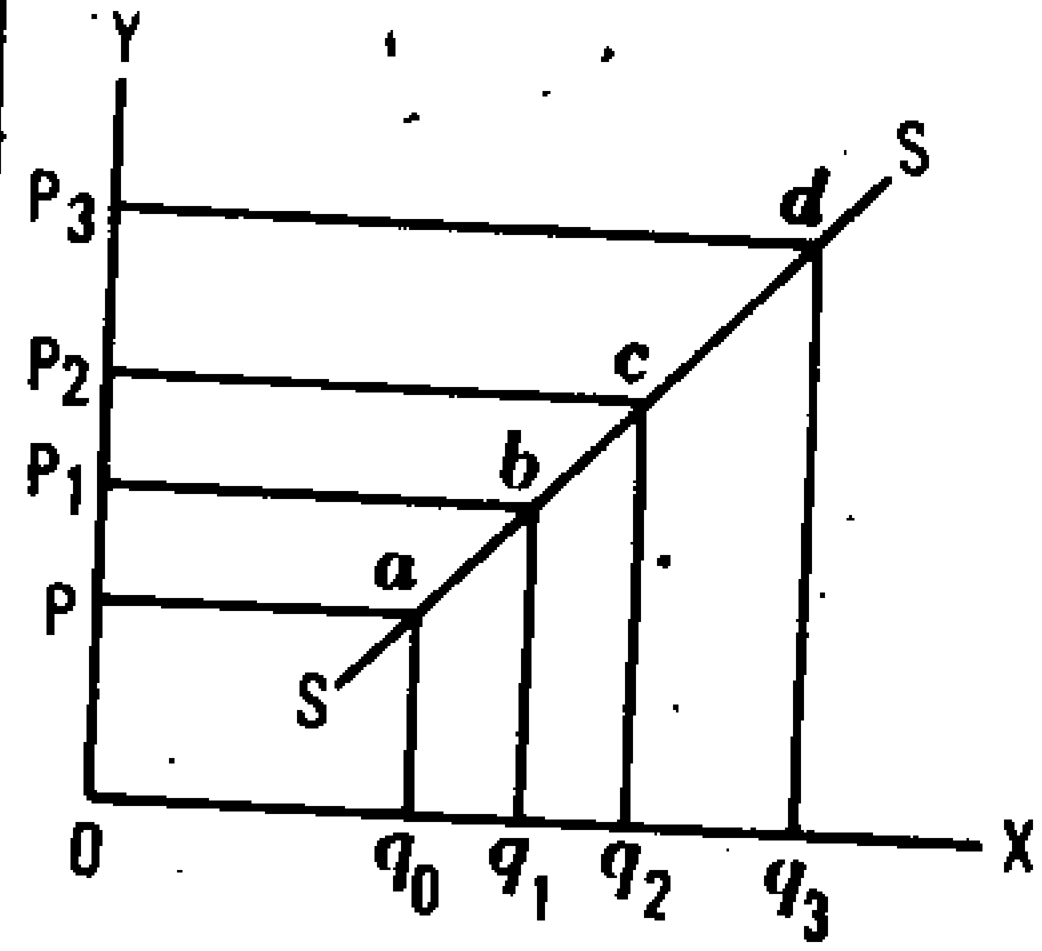

گوشوارہ میں چاول کی قیمت میں بتدریج اضافہ کی صورت میں ہی مقدار رسد میں اضافہ دکھایا گیا ہے۔ ۴ روپے فی کلو قیمت پر چاول ۵۰۰۰ کلو کی مقدار رسد ہوگی۔ اگر قیمت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے تو مقدار رسد بھی پھیلتی رہے گی، حتیٰ کہ ۸ روپے فی کلو قیمت پر مقدار رسد ۱۰٫۰۰۰ کلو ہو جاتی ہے۔

شکل میں وائی محور پر قیمت میں جسقدر اضافہ ہوتا ہے ایکس محور پر مقدار رسد میں اسی قدر اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس طرح کہ OP_0 قیمت پر مقدار رسد Oq_0 OP_2 قیمت پر مقدار رسد Oq_2 اور OP_3 پر مقدار رسد بھی Oq_3 ہو جاتی ہے اس طرح خط رسد SS معرض وجود میں آیا۔ اس خط کا رجحان مثبت ہے۔ یعنی یہ خط نیچے سے اوپر کی طرف مائل ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ قیمتوں میں اضافہ سے مقدار رسد میں پھیلاؤ

Marfat.com

آ سئے گا ۔

رسد کے تغیرات

اگر قیمتوں میں کمی بیشی سے رسد میں کمی بیشی ہو تو اسے رسد کا پھیلنا اور سکڑنا (Expansion and Contraction) کہتے ہیں مثلاً اگر چاول کی قیمت ۴ روپے فی کلو سے ۸ روپے فی کلو ہو جائے تو مقدار رسد ۵۰۰۰ کلو سے ۱۰۰۰۰ کلو ہو جاتی ہے اسے رسد کا پھیلنا کہتے ہیں مگر جب قیمت فی کلو کم ہو کر دو روپے فی کلو ہو جائے تو مقدار رسد صرف ۵۰۰۰ کلو رہ جاتی ہے اسے رسد کا سکڑاؤ کہتے ہیں ۔

پس رسد کا پھیلاؤ اور سکڑاؤ قیمتوں کی وجہ سے ہوتا ہے یعنی رسد قیمت کا تفاعل بن جاتی ہے ۔ قیمت جو آزاد متغیر ہے میں تبدیلی سے تابع متغیر رسد میں تبدیلی آتی ہے لیکن بعض حالات میں قیمت کی بجائے کچھ اور عوامل آزاد متغیر کا کردار ادا کرنے لگتے ہیں جن سے مقدار رسد متاثر ہوتی ہے ۔ رسد میں ایسی تبدیلیوں کو رسد کا بڑھنا اور گرنا (Rise & Fall) کہتے ہیں ۔

رسد کا بڑھنا

قیمت	مقدار رسد	تبدیل شدہ مقدار رسد
۵ روپے	۱۰۰ کلو	۱۲۵ کلو
۴ "	۷۵ "	۱۰۰ "
۳ "	۵۰ "	۷۵ "

رسد کا گرنا

قیمت	مقدار رسد	تبدیل شدہ مقدار رسد
۵	۱۰۰ کلو	۷۵ کلو
۴	۷۵ "	۵۰ "
۳	۵۰ "	۲۵ "

شکل نمبر : ۲

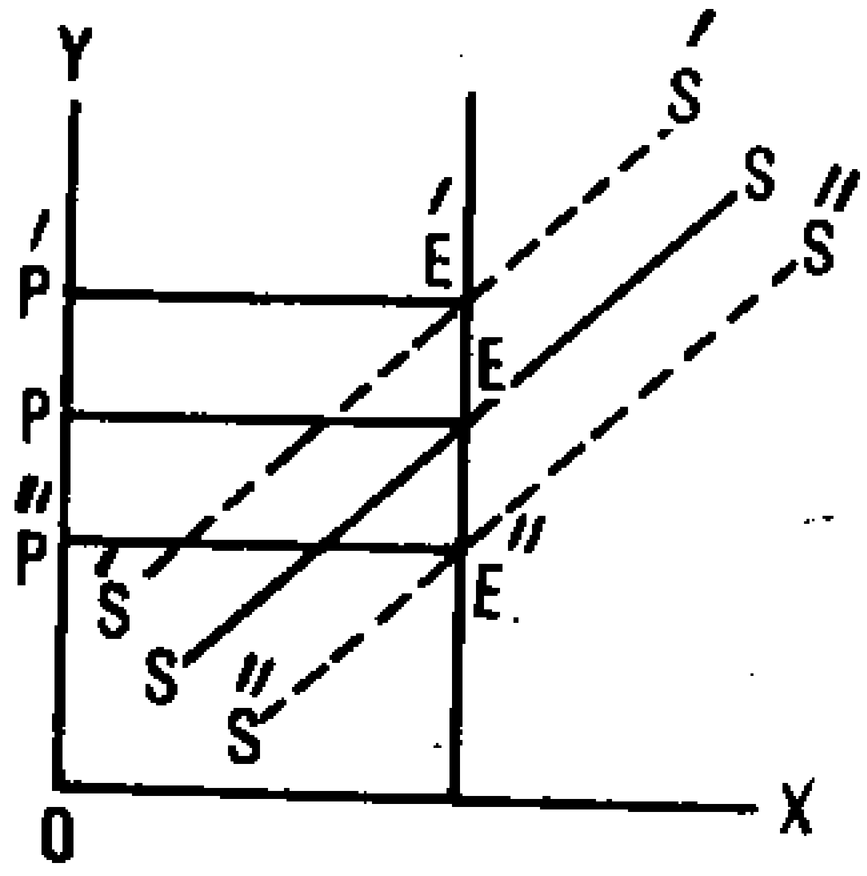

قیمتیں تغیرات لیکن یکساں مقدار رسد

شکل نمبر : ۱

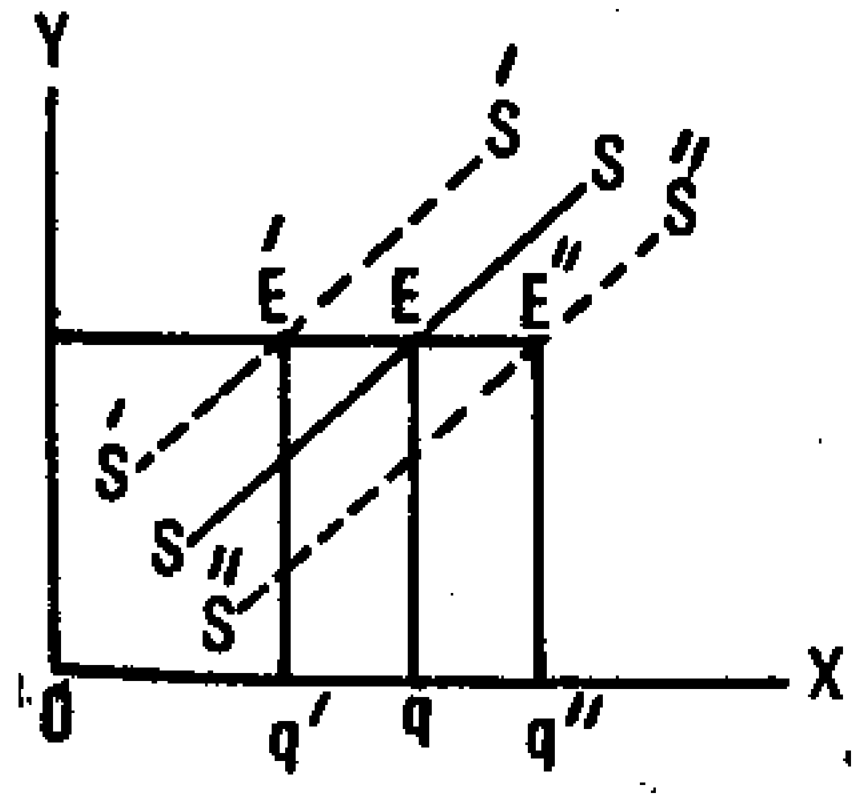

یکساں قیمت مقدار رسد میں کمی بیشی

Marfat.com

اگر قیمت میں تبدیلی کی بجائے طریق پیدائش، مصارف پیدائش یا کسی اور عنصر کی وجہ سے رسد میں تغیرات آئیں تو اسے رسد کا بڑھنا اور گرنا کہتے ہیں۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں فروخت کنندگان اسی قیمت پر پہلے سے زیادہ مقدار منڈی میں فروخت کے لیے پیش کرنے لگتے ہیں یا قیمت کم ہونے کے باوجود مقدار یکساں رہتی ہے مثلاً :

شکل نمبر ۱ میں op قیمت پر مقدار رسد oq، oq′، oq″ اور خطوط رسد ss سے s′s′، s″s″ ہو جاتے ہیں s′s′ رسد کے گرنے اور s″s″ رسد کو بڑھنے کو ظاہر کرتے ہیں۔

شکل نمبر ۲ میں قیمت میں تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ op، op′، op″ ہوتی ہے رسد بڑھتے وقت s″s″ اور گرتے وقت s′s′ ہو جاتا ہے۔

رسد میں تغیرات کی وجوہات

۱۔ **مصارف پیدائش میں تبدیلی** اگر عوامل پیدائش اور خام مال وغیرہ کی قیمتوں میں تبدیلی آجائے یا تحقیق و تجربات یا توسیع و تجدید سے فرم قانون تکثیر حاصل کے تابع ہو جائے تو مختتم لاگت میں بتدریج کمی واقع ہو جائے گی اور اشیا کی قیمتیں بھی کم ہو جائیں گی۔ ایسے حالات میں کم قیمت پر بھی مقدار رسد میں اضافہ ممکن ہو جاتا ہے۔ اس سے برعکس حالات میں زیادہ قیمت پر مقدار رسد میں اضافہ کرنا محال ہوتا ہے۔

۲۔ **طریق پیدائش میں تبدیلی** اگر تحقیق و تجربات یا توسیع و تجدید سے خام مال کے بہتر استعمال کے طریقے دریافت ہو جائیں یا کوئی فنی دریافت یا ایجاد ہو جائے یا ایجاد ہو جائے یا سرمایہ کے زیادہ استعمال سے طریق پیدائش جاذب محنت کی بجائے جاذب سرمایہ ہو جائے تو اس سے نہ صرف مصارف پیدائش کم بلکہ پیداوار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے ایسے حالات میں فروخت کنندہ پہلے سے بھی کم قیمت پر رسد کی زیادہ مقدار فراہم کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

۳۔ **دھاتوں اور معدنیات کی دریافت** دھاتوں اور معدنیات کی دریافت سے بھی رسد میں تبدیلیاں آجاتی ہیں مثلاً لوہے اور کوئلے یا قدرتی گیس کے ذخائر کی دریافت سے مشینوں کے مصارف پیدائش کم ہو گئے ہیں۔ اس سے اشیائے صرف کی لاگت اور مقدار دونوں متاثر ہوئی

Marfat.com

ہیں اور آجر کے لیے پہلے سے کم لاگت پر رسد کی زیادہ مقدار فراہم کرنا آسان ہو گیا ہے۔

۴۔ حکومت کی پالیسیاں حکومت کی مالی مالیاتی اور تجارتی پالیسیوں کی وجہ سے بھی اشیا کی رسد اور ان کے مصارف پیدائش پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر حکومت صنعتی خام مال کی درآمد پر محصول کی شرح کم کر دے تو مصنوعات کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ رسد کی زیادہ مقدار نسبتاً کم قیمت پر فراہم کرنا سہل ہو جائے گا۔ اگر درآمدات پر پابندیاں نرم کر دی جائیں تب بھی اشیا کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سرمایہ کاری کیلئے قرضے سستے کر دیئے جائیں۔ اور حکومت صنعتکاروں کو مختلف سہولتیں اور مراعات بھی دے انہیں محصولات کی چھوٹ (Tax Holiday) بھی دے دی جائے اور مشینوں، فالتو پرزوں اور خام مال کی آزادانہ درآمد کی اجازت عطا ہو جائے تو نئے کارخانے قائم ہوں گے اور مقدار رسد میں اضافہ ہو جائے گا۔

۵۔ سیاسی حالات اگر ملک میں امن و امان ہو، حکومت مستحکم اور پالیسیاں پائیدار ہوں، لوگوں کی جان و مال محفوظ اور ملک بھی بیرونی جارحیت سے محفوظ ہو تو لوگ سرمایہ کاری کریں گے۔ نئی فرمیں معرض وجود میں آئیں گی۔ صنعتی امن وامان ہو تو مزدور تن دہی سے مصروف کار ہوں گے، قومی پیداوار میں اضافہ ہو گا جس سے مقدار رسد میں بھی اضافہ ہو گا۔ اس کے برعکس حالات میں اگر ملک اندرونی خلفشار اور انتشار اور بیرونی جارحیت کا شکار رہے، ملک میں سیاسی عدم استحکام ہو، معاشی پالیسیوں میں پائیداری نہ ہو اور صنعتی امن تہ و بالا ہو چکا ہو تو سرمایہ کاری کا عمل رک جائے گا۔ نہ تو موجودہ فرمیں اپنی استعداد کے مطابق دولت پیدا کریں گی اور نہ ہی نئے کارخانے قائم کیے جائیں گے۔ اس سے مقدار رسد میں کمی واقع ہو جائے گی اور قیمتوں میں بھی اضافہ ہونے لگے گا۔

رسد کی لچک (Elasticity of Supply)

رسد کی لچک کا تخیل طلب کی لچک کے تخیل سے مشابہ ہے رسد کی لچک سے مراد وہ شرح تبدیلی ہے جس پر قیمت میں کمی بیشی کی وجہ سے رسد میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اگر قیمتوں میں معمولی تبدیلی سے رسد میں بہت زیادہ تبدیلی آجائے تو اسے لچکدار رسد کہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر قیمتوں میں

Marfat.com

کافی تبدیلی کے باوجود رسد میں بہت معمولی تبدیلی آئے تو اسے غیر لچکدار رسد کہتے ہیں بعض اوقات قیمت کی شرح تبدیلی اور رسد کی شرح تبدیلی یکساں ہوتی ہے یعنی اگر قیمت میں ۱۰ فیصد تبدیلی سے رسد میں بھی دس فیصد ہی تبدیلی آئے تو اسے اکائی کے برابر لچک کہتے ہیں لیکن بعض اوقات قیمت اور رسد کی شرح تبدیلی یکساں نہیں ہوتی اس لیے اگر قیمت کی شرح تبدیلی رسد کی شرح تبدیلی سے تجاوز کر جائے تو اسے اکائی سے کم لچک کہتے ہیں اور جب رسد کی شرح تبدیلی قیمت کی شرح تبدیلی سے تجاوز کر جائے تو اسے اکائی سے زیادہ لچک کہا جاتا ہے۔

رسد کی لچک کی پیمائش کے لیے یہ فارمولا دیا جاتا ہے۔

رسد کی لچک = رسد کی مقدار میں متناسب تبدیلی / قیمت میں متناسب تبدیلی

یا

$$E_S = \frac{\frac{\Delta q}{\Delta p}}{\frac{q}{p}} = \frac{\Delta q}{q} \times \frac{\Delta p}{p} = \frac{\Delta q}{\Delta p} \times \frac{p}{q}$$

یا رسد کی لچک = رسد میں تبدیلی / رسد × قیمت / قیمت میں تبدیلی

قیمت	رسد	لچک
۵	I { ۱۰۰	اکائی کے برابر
۱۰	۲۰۰ } II	اکائی سے کم
۱۵	III { ۲۵۰	اکائی سے زیادہ
۲۰	۵۰۰	

مثلاً پہلے سیٹ میں قیمت اور رسد میں تبدیلی کی شرح یکساں ہے قیمت دوگنی ہونے پر مقدار رسد بھی دوگنی ہوگئی لہٰذا رسد لچک اکائی کے برابر ہوئی۔

دوسرے سیٹ میں قیمت میں اضافہ ۱۰ روپے سے ۱۵ روپے یعنی ۵ روپے کا ہوا جبکہ رسد میں اضافہ صرف ۵۰ اکائیوں کا ہوا۔ اس طرح قیمت کی شرح تبدیلی زیادہ اور رسد کی کم ہے اس لیے رسد کی لچک اکائی سے کم ہوئی۔

Marfat.com

تیسرے سیٹ میں ۱۵ روپے سے ۲۰ روپے ہوئی جبکہ مقدار رسد ۲۵۰ سے ۵۰۰ اکائیاں ہو ہوگئی اس طرح چونکہ قیمت میں شرح تبدیلی کم اور مقدارِ رسد میں زیادہ ہے اس لیے رسد لچک اکائی سے زیادہ ہوئی۔

رسد کی لچک کی پیمائش

ثابت ہوا کہ رسد کی لچک ہمیشہ یکساں نہیں رہتی، کبھی تو رسد کی لچک اکائی کے برابر، کبھی اکائی سے زیادہ اور کبھی اکائی سے کم ہوتی ہے۔ ان تینوں صورتوں کی وضاحت اشکال اور گوشوارہ سے کی جاتی ہے۔

اکائی کے برابر لچک

اگر شے کی رسد میں کمی بیشی اسی نسبت یا فیصد سے ہو جس نسبت یا فیصد سے قیمت میں کمی بیشی ہوئی ہو تو اسے اکائی کے برابر لچک کہتے ہیں۔ مثلاً اگر قیمت اور رسد میں فیصد تبدیلی ۱۰ کے برابر ہو تو اسے اکائی کے برابر لچک کہیں گے جیسا کہ گوشوارہ میں واضح کیا گیا ہے۔

رسد	قیمت
۵۰	۲
۱۰۰	۴
۲۵	۱

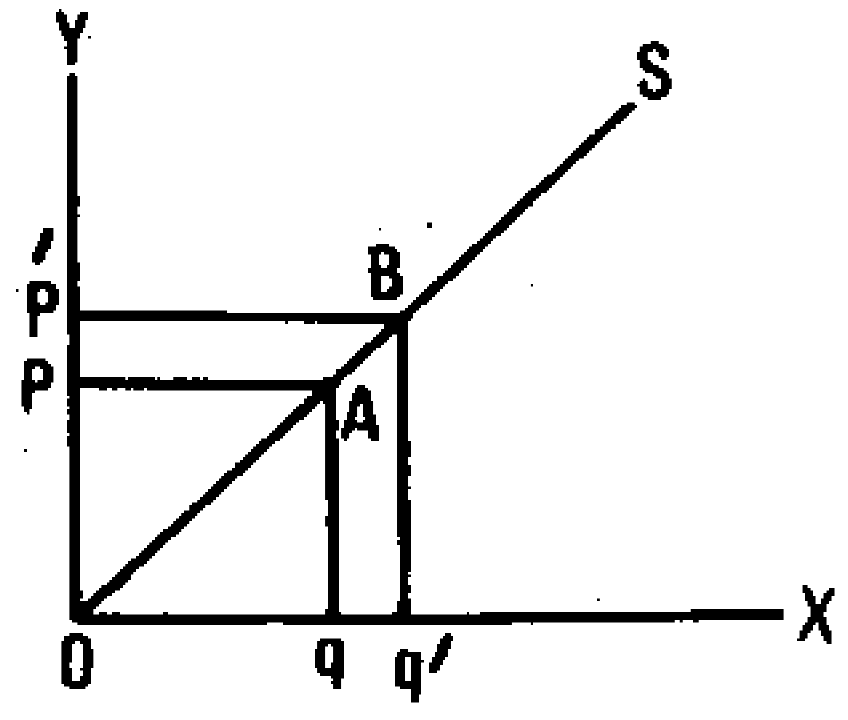

ایکس محور کے ساتھ مقدار رسد اور وائی محور کے ساتھ قیمت کی پیمائش کی گئی ہے۔
OS خط رسد ہے جو تقریباً °۴۵ کا زاویہ بناتا ہے اور مبدا سے ہو کر گزرتا ہے اس خط پر B، A نقاط سے دونوں جانب عمود گرا کر قیمت اور مقدارِ رسد کی شرح تبدیلی ماپی گئی۔
دوسرے الفاظ میں قیمت اور مقدار رسد کی شرح تبدیلی یکساں ہے۔ $\frac{\Delta P}{P} = \frac{\Delta q}{q}$

Marfat.com

یعنی رسد کی لچک اکائی سے کم ہے۔

رسد کی لچک کے عناصر

۱۔ شے کی نوعیت اگر شے تضیع پذیر ہو مثلاً دودھ، مچھلی، گوشت سبزیاں وغیرہ، تو ان کی رسد عموماً غیر لچکدار ہوتی ہے۔ ان اشیاء کا ذخیرہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے انہیں ہر قیمت پر فروخت کردینا پڑتا ہے۔ اس کے برعکس پائیدار اشیاء کی رسد لچکدار ہوتی ہے مثلاً چینی، کپڑا وغیرہ، کیونکہ ان کا ذخیرہ کرنا ممکن ہوتا ہے۔

۲۔ طویل و قلیل عرصہ قلیل عرصہ میں صنعت کا حجم یکساں رہتا ہے۔ صرف نصب شدہ پلانٹ، خام مال کے زیادہ استعمال اور اوقات کار میں اضافہ سے کسی حد تک رسد میں اضافہ ممکن ہوتا ہے اس لیے عرصہ قلیل میں رسد کم لچکدار ہوتی ہے جبکہ طویل عرصہ میں زیادہ لچکدار کیونکہ اس عرصہ میں صنعت کے حجم میں توسیع ہو سکتی ہے۔

۳۔ فن پیدائش جن اشیاء کی تیاری میں دقیق پیچیدہ قسم کی فنی مہارت، کثیر سرمایہ اور مخصوص حالات کی ضرورت ہو ان کی رسد کم لچکدار ہوتی ہے اور جن اشیاء کی تیاری میں عام قسم کی محنت اور کم سرمایہ درکار ہو ان کی رسد میں بھی آسانی سے اضافہ ممکن ہوتا ہے۔ اس لیے ان کی رسد زیادہ لچکدار ہوتی ہے۔

۴۔ قوانین پیدائش اگر پیدائش دولت قانون تکثیر حاصل کے تابع ہو تو پیداوار میں وسعت کی صورت میں مصارف پیدائش کم ہو جاتے ہیں ایسے حالات میں قیمت چڑھنے پر رسد زیادہ لچکدار ہو گی اور قیمت کم ہونے پر کم لچکدار جب پیدائش دولت قانون تکثیر لاگت کے زیر اثر ہو تو قیمت چڑھنے پر بھی رسد کی مقدار تقریباً یکساں ہی رہتی ہے، کیونکہ مزید اشیا پیدا کرنے پر مصارف پیدائش میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ان حالات میں رسد کم لچکدار ہو گی۔

۵۔ ملکی حالات اندرونی انتشار اور بیرونی جارحیت کے دوران سرمایہ کاری کا عمل کمزور پڑ جاتا ہے جس سے پیدائش دولت بھی کم ہو جاتی ہے لہٰذا رسد کم لچکدار ہو جاتی ہے، لیکن امن و سلامتی کے دور میں رسد لچکدار ہوتی ہے۔ اسی طرح ارضی و سماوی آفات کے دوران قیمتوں میں اضافہ کے باوجود رسد میں فوری اضافہ ممکن نہیں ہوتا۔

Marfat.com

اکائی سے زیادہ لچک

اگر قیمت کی شرح تبدیلی کم اور مقدار رسد کی شرح تبدیلی زیادہ ہو تو اسے اکائی سے زیادہ لچک کہتے ہیں۔ مثلاً اگر قیمت دوگنی ہو جائے مگر مقدار رسد میں اضافہ دوگنا سے زیادہ ہو تو اسے اکائی سے زیادہ لچک کہیں گے جیسا کہ گوشوارہ میں واضح کیا گیا ہے۔ شکل میں SS خط پر دو نقاط A B سے دونوں جانب عمود گرائے گئے۔ وائی محور پر یہ P، P' پر گرتے ہیں اور ایکس محور پہ q' q پر۔ SS خط چپٹا ہوتا ہے۔ اس کا رجحان ایک محور کی جانب زیادہ ہوتا ہے

$\Delta P \neq \Delta q$ OR $\frac{\Delta q}{q} > \frac{\Delta P}{P}$

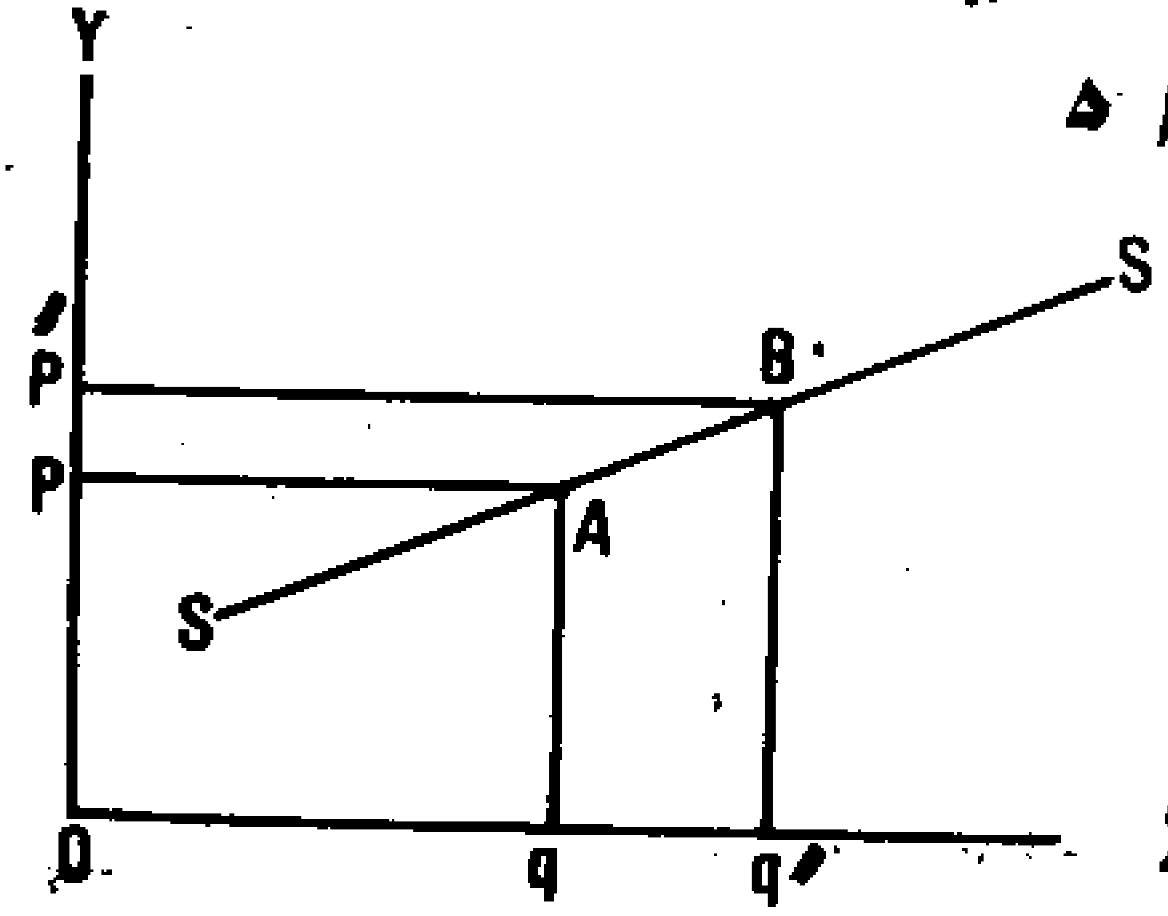

رسد	قیمت
۱۰۰	۱
۱۵۰	۱٫۱۰
۵۰	٫۹۰

اکائی سے کم لچک

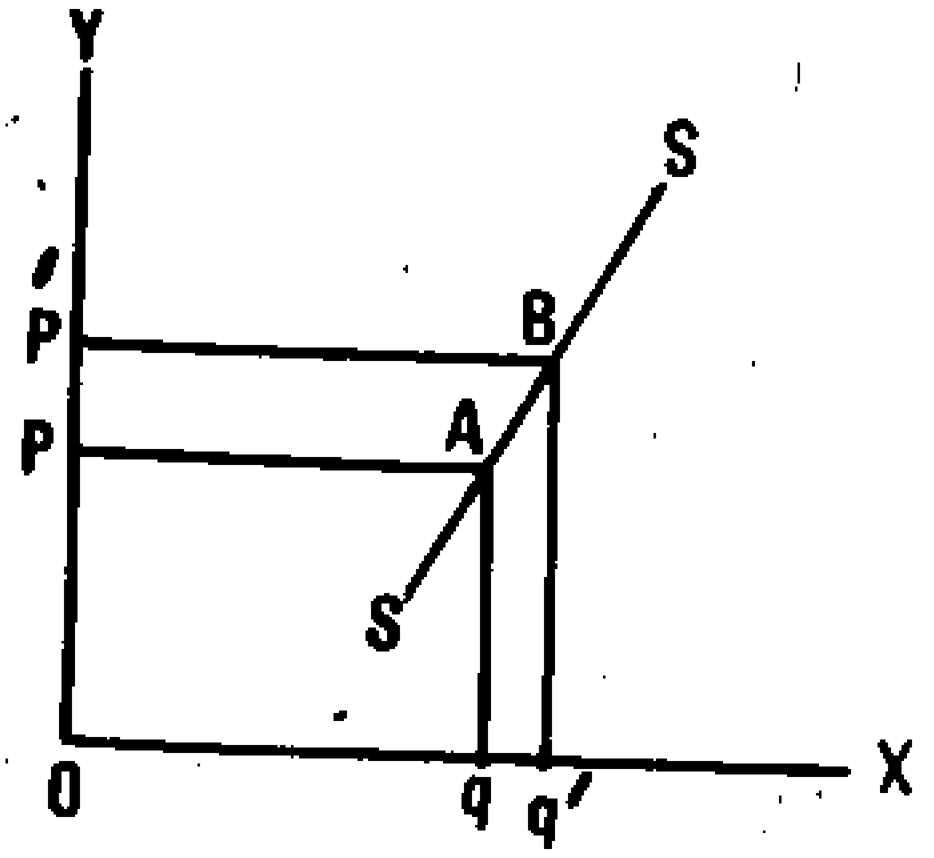

اگر قیمت میں شرح تبدیلی زیادہ مگر رسد کی شرح تبدیلی کم ہو تو ایسی رسد کی لچک اکائی سے کم ہوتی ہے۔ مثلاً اگر قیمت کی شرح تبدیلی ۵۰ ٪ مگر رسد کی شرح تبدیلی ۱۰ فیصد ہو تو اسے اکائی سے کم لچک کہا جائے گا۔

شکل کا خط رسد SS کافی حد تک افقی جھکاؤ رکھتا Steep Slope ہے اس خط پر دو نقاط A، B لیے گئے اور یہاں سے ایکس اور وائی محوروں پر عمود گرائے گئے جو وائی محور پر P، P' اور ایکس محور پہ q، q' پر گرے دوسرے الفاظ میں $\frac{\Delta q}{q} < \frac{\Delta P}{P}$

رسد	قیمت
۱۰۰	۱
۱۱۰	۱٫۵۰
۹۰	٫۵۰

Marfat.com

۶۔ دیگر حالات اگر ذرائع نقل و حمل بہتر اور سستے ہو جائیں تو اشیاء کی رسد لچکدار ہو جاتی ہے۔ حکومت درآمدات پر پابندیاں عائد کر دے تو رسد کم لچکدار ہو جاتی ہے۔ آجرین کے اتحاد سے اجارہ داری قائم ہو جائے تو بھی رسد کم لچکدار ہو جائے گی کیونکہ اجارہ دار قیمت کو ایک سطح سے نیچے نہیں گرنے دے گا۔ ایجادات اور فنی حالات بہتر ہو جانے پر رسد زیادہ لچکدار ہو جائے گی اور طریق پیدائش میں ترقی کی صورت میں بھی رسد زیادہ لچکدار ہو جاتی ہے۔

سوالات

۱۔ قانون رسد کے الفاظ لکھیں، گوشوارہ اور شکل سے قانون کی وضاحت کریں۔

۲۔ رسد کے پھیلاؤ اور سکڑاؤ اور چڑھنے اور گرنے میں کیا فرق پایا جاتا ہے، اشکال اور گوشواروں کی مدد سے واضح کریں۔

۳۔ رسد کی لچک سے کیا مراد ہے، اس کی پیمائش کیسے کی جاتی ہے۔

۴۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں:

۱۔ رسد اور ذخیرہ۔

۲۔ رسد کی لچک کے عناصر۔

Marfat.com

باب ۶

طلب اور رسد کا توازن

EQUILIBRIUM OF DEMAND & SUPPLY

قانونِ طلب کے مطابق قیمت میں اضافہ سے طلب سکڑتی ہے اور قیمت میں کمی سے طلب پھیلتی ہے۔ جب کہ قانون رسد کے مطابق زیادہ قیمت پر رسد پھیلتی ہے اور کم قیمت پر رسد سکڑتی ہے۔ گویا طلب اور رسد دو متضاد قوتیں ہیں۔ ان قوتوں میں کھینچا تانی ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ کسی ایک مقام یا نقطہ پر ان متضاد قوتوں میں بھی توازن پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً رسہ کشی میں اگر دونوں اطراف پر پانچ پانچ افراد جو ڈیل ڈول کے لحاظ سے یکساں قوت اور توانائی کے حامل ہوں لگا دیئے جائیں اور دونوں ٹیمیں رسہ کو اپنی جانب کھینچیں تو ابتداء میں شاید ایک ٹیم رسہ کو اپنی جانب کھینچنے میں کامیاب ہو جائے۔ مگر جلد ہی دوسرا فریق اپنی قوت کو بروئے کار لا کر اسے دوسری جانب سرکنے سے روک دے گا۔ اس طرح رسہ پر فریقین کا زور دوبارہ مساوی ہو جائے گا۔ اور ہر فریق مساوی زور لگاتے ہوئے اپنے اپنے قدموں پر کھڑا رہے گا۔ اسے متوازن حالت کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر رسی کے ایک سرے سے پتھر باندھ کر ہلایا جائے تو کچھ عرصہ تک تو وہ ہلتا رہتا ہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ ساکن حالت میں آ جاتے گا۔ پتھر کی متوازن حالت کہتے ہیں۔

توازن کا تخیل رسد اور طلب میں بھی مستعمل ہے۔ یہ بھی متضاد قوتیں ہیں۔ زیادہ قیمت پر طلب کا رجحان گرنے مگر رسد کا بڑھنے کی جانب ہوتا ہے اور کم قیمت پر طلب کا رجحان بڑھنے مگر رسد کا گرنے کی جانب ہوتا ہے۔ جس نقطہ پر دونوں متضاد قوتوں کے دباؤ میں یکسانیت پیدا ہو جائے۔ وہ نقطہ توازن ہوتا ہے۔ اس نقطہ توازن پر متعین شدہ مقدار طلب و رسد متوازن مقدار اور قیمت متوازن قیمت کہلاتی ہے۔ متوازن قیمت کے مطالعہ کے لیے گوشوارہ کا مطالعہ مفید ہوگا

رسد	طلب	قیمت
100 اکائیاں	20 اکائیاں	5 روپے
80 〃	40 〃	4 〃
60 〃	60	3
40 〃	80	2
20 〃	100	1

Marfat.com

گوشوارہ کے مطابق قیمت جوں جوں کم ہوتی جاتی ہے۔ مقدارِ طلب میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ لیکن رسد سکڑتی ہے۔ پانچ روپے قیمت پر طلب ۲۰ اکائیاں مگر رسد ۱۰۰ اکائیاں ہے۔ اس طرح فروخت کنندگان کے پاس ۸۰ اکائیاں زائد پڑی ہیں۔ جنہیں فروخت کرنے کے لیے وہ آپس میں مقابلہ کریں گے۔ جس سے قیمت میں گرنے کا رجحان پیدا ہوجائیگا اور قیمت ۴ روپے فی اکائی ہوجائے گی۔ جس پر بھی طلب اور رسد میں فرق موجود ہے۔ جو قیمت کو گرا کر ۳ روپے پر لے آتا ہے۔ ۳ روپے پر طلب اور رسد یکساں ہوجاتی ہے۔ لہٰذا متوازن قیمت ۳ روپے اور مقدارِ طلب اور رسد ۶۰ اکائیاں ہونگی اگر قیمت ۲ روپے ہوجائے تو طلب تو پھیل کر ۸۰ اکائیاں ہوجاتی ہے مگر رسد سکڑ کر ۴۰ اکائیاں رہ جاتی ہے۔ اب منڈی میں خریدار زیادہ تعداد میں ہیں مگر فروخت کنندگان کے پاس ان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اشیا نہیں لہٰذا صارفین کا مقابلہ قیمت کو چڑھنے میں مدد دے گا۔ اس سے طلب میں پھیلاؤ کا عمل اور رسد میں سکڑاؤ کا عمل پیدا ہوجائے گا۔ حتیٰ کہ ۳ روپے قیمت پر طلب اور رسد دوبارہ متوازن حالت میں آجائے گی۔ وضاحت کے لیے ڈایگرام کا مطالعہ کریں۔

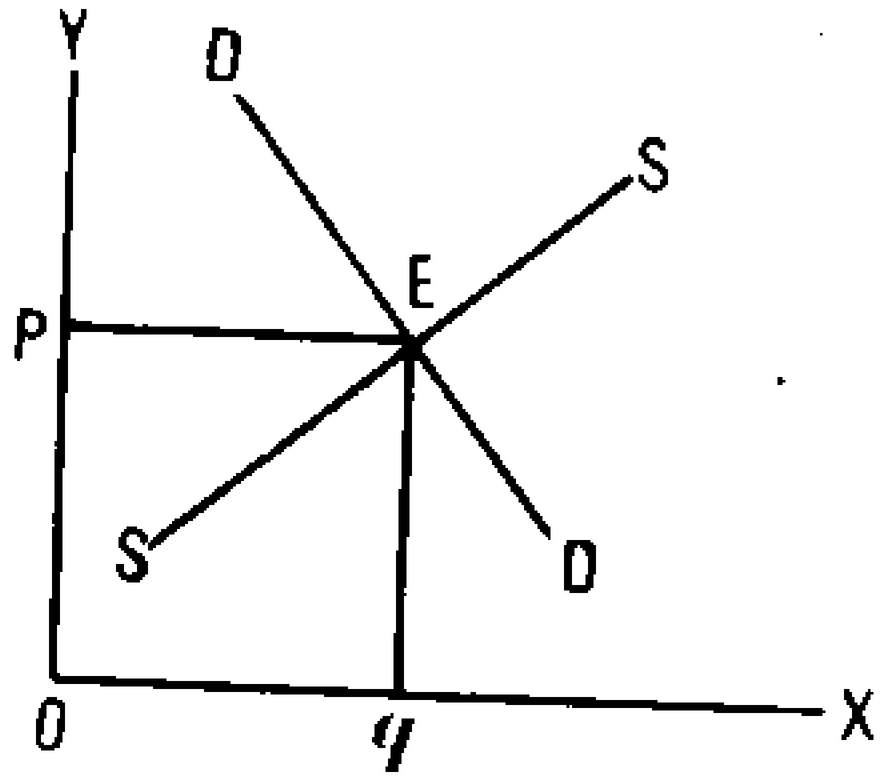

ایکس محور کے ساتھ مقدار طلب و رسد اور وائی محور کے ساتھ قیمت کی پیمائش کی گئی۔ DD خط طلب اور SS خط رسد ہے جو ایک دوسرے کو نقطہ E پر قطع کرتے ہیں۔ نقطہ E سے دونوں جانب عمود گرایا گیا تو پتہ چلا کہ متوازن قیمت OP اور متوازن مقدار Oq ہوگی۔

متوازن قیمت پر رسد اور طلب میں تبدیلیوں کے اثرات

۱۔ قیمت پر طلب کی تبدیلیوں کے اثرات (ڈایگرام نمبر ۱) میں واضح کیے گئے ہیں۔ طلب کا خط

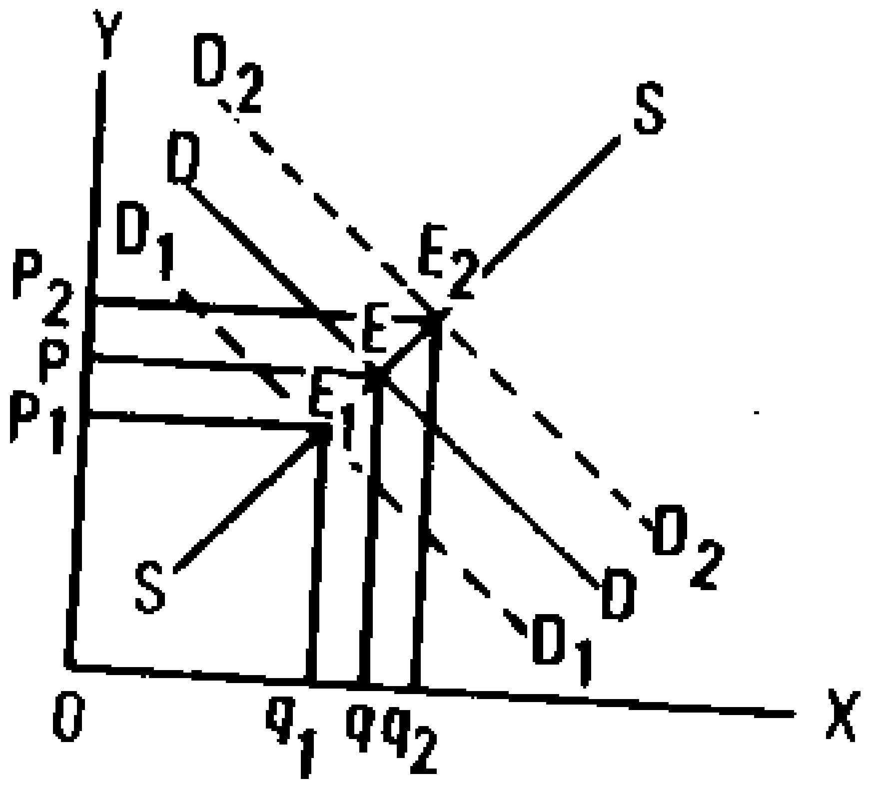

DD رسد کے خط SS کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ جس سے قیمت OP اور مقدار Oq متعین ہوئی۔ اگر خطِ رسد یکساں رہے۔ لیکن طلب میں تبدیلی آجائے اور خطِ طلب اوپر جا کر D_2D_2 بن جائے تو اس سے نہ صرف قیمت OP_2 ہوجائے گی بلکہ مقدار فروخت بھی Oq_2 ہوجائے گی۔ اگر طلب کا خط D_1D_1 ہوجائے تو قیمت گر کر OP_1 اور مقدار

Marfat.com

بھی ۵۰% ہو جاتی ہے۔ اگر خطِ طلب میں تبدیلی تو آجائے لیکن خطِ رسد یکساں رہے تو متوازن قیمت اور متوازن مقدار دونوں ایک ہی سمت میں تبدیل ہوتی ہیں یعنی طلب میں اضافہ سے متوازن قیمت اور متوازن مقدار ہر دو میں اضافہ ہوگا۔ اسی طرح خط طلب کے گرنے سے ہر دو میں کمی آجائے گی۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ نسبتاً متوازن قیمت اور متوازن مقدار میں سے کس پر زیادہ اثر پڑتا ہے ہمیں خطِ رسد کی لچک کو پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔ اس میں مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اگر خطِ رسد مکمل طور پر لچکدار ہو تو خطِ رسد عمودی ہوگا۔ ایسی صورت میں طلب میں اضافہ سے متوازن قیمت میں تو اضافہ ہوگا اور طلب میں کمی سے متوازن قیمت کم ہوگی۔ لیکن متوازن مقدار پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ (ڈائیگرام نمبر ۱)

۲۔ اگر خطِ رسد مکمل طور پر لچکدار ہو تو خطِ رسد افقی ہوگا۔ ایسی صورت میں خطِ طلب کی تبدیلی سے صرف متوازن مقدار میں تبدیلی ہوگی۔ جب کہ متوازن قیمت برقرار رہے گی۔ (ڈائیگرام نمبر ۲)

۳۔ اگر خطِ رسد کی لچک اکائی کے برابر ہو تو خطِ طلب کی تبدیلی سے متوازن قیمت اور متوازن مقدار دونوں یکساں نسبت سے متاثر ہوں گی۔ (ڈائیگرام نمبر ۳)

۴۔ اگر خطِ رسد کی لچک اکائی سے زیادہ ہو تو خطِ طلب کی تبدیلی سے متوازن قیمت پر کم اور متوازن مقدار پر زیادہ اثر پڑے گا (ڈائیگرام نمبر ۴)

۵۔ اگر خطِ رسد کی لچک اکائی سے کم ہو تو طلب کی تبدیلی سے متوازن قیمت پر نسبتاً زیادہ اور متوازن مقدار پر نسبتاً کم اثر پڑے گا۔ (ڈائیگرام نمبر ۵)

ڈائیگرام نمبر ۱

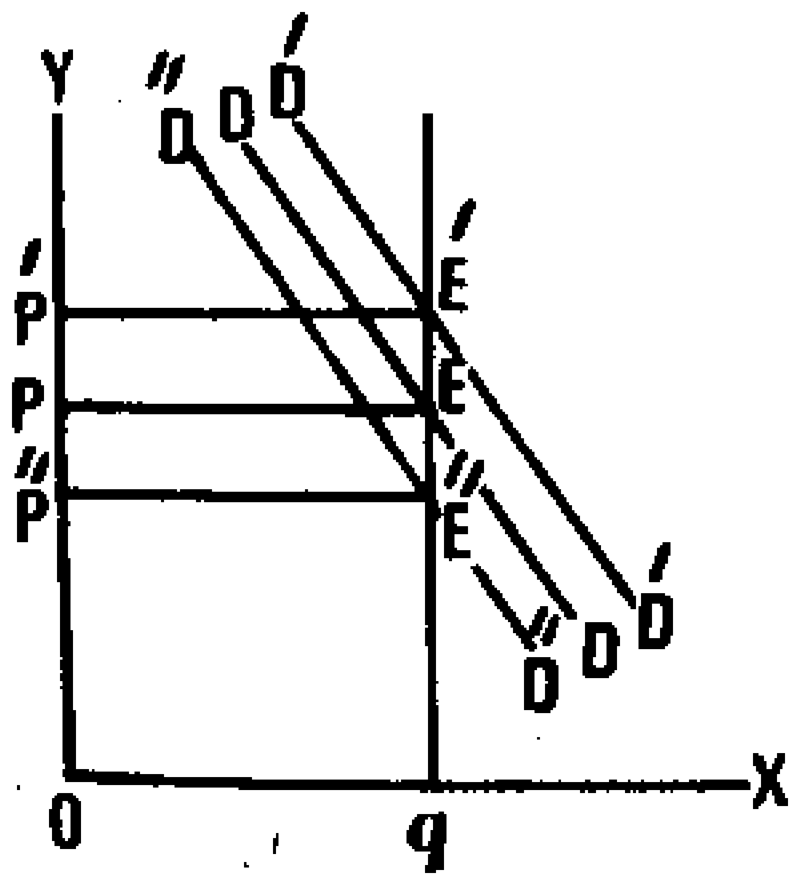

ڈائیگرام نمبر ۲

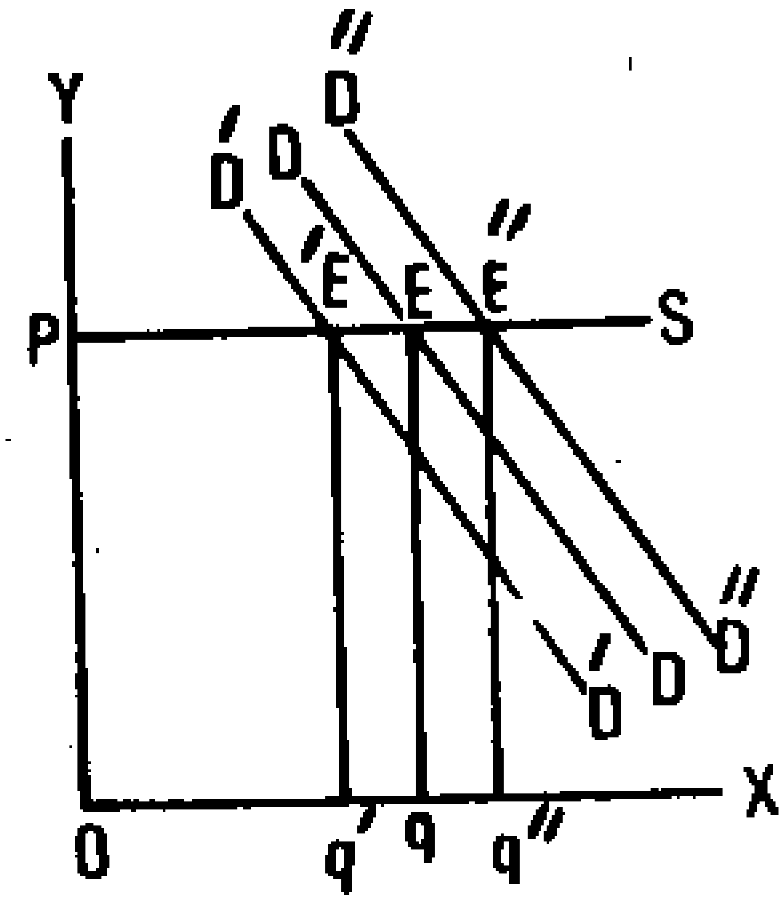

Marfat.com

ڈائیگرام ۔ ۳

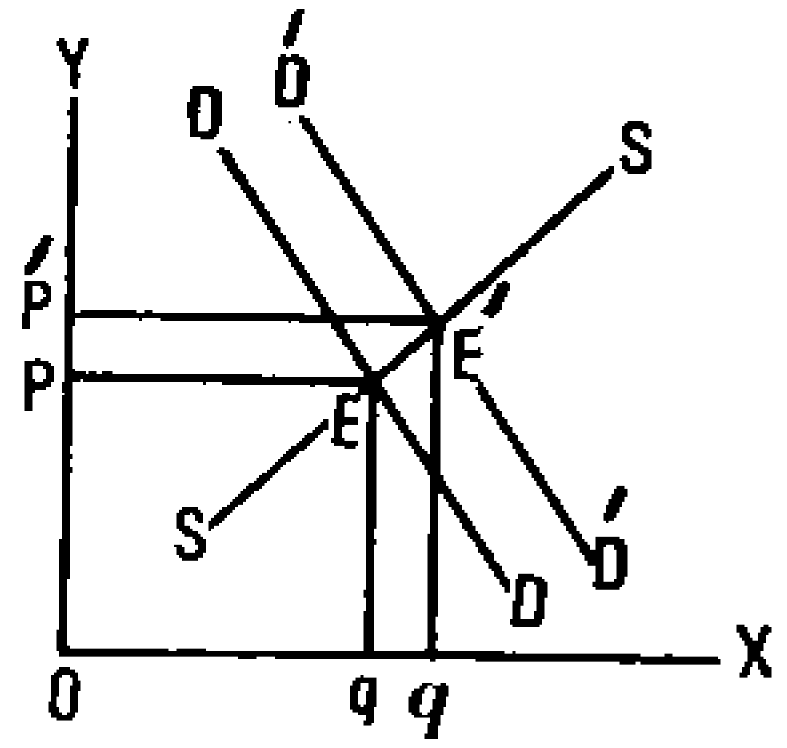

ڈائیگرام ۔ ۴

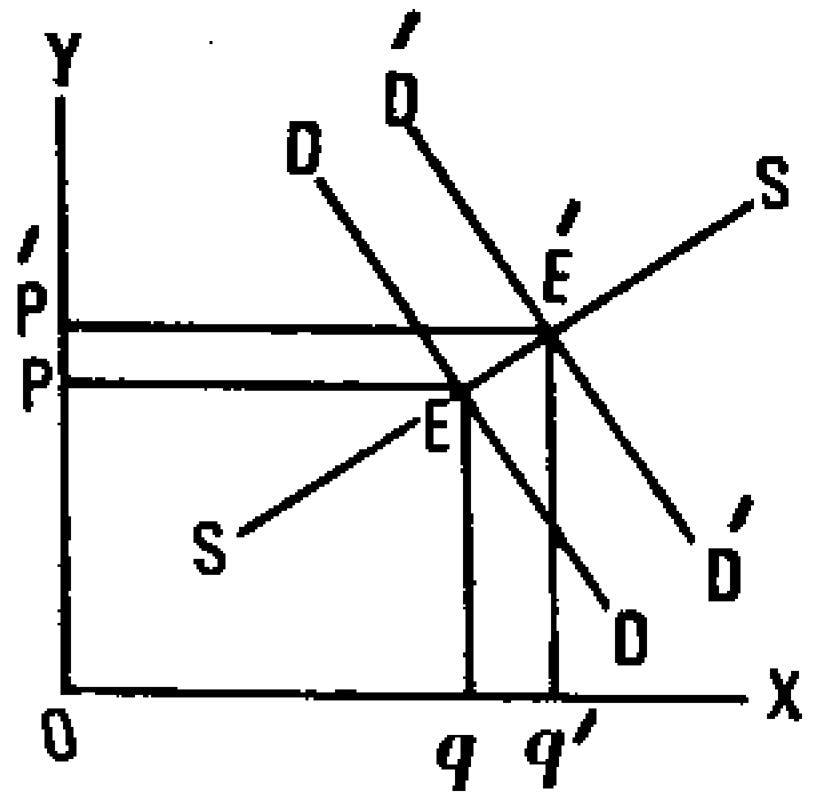

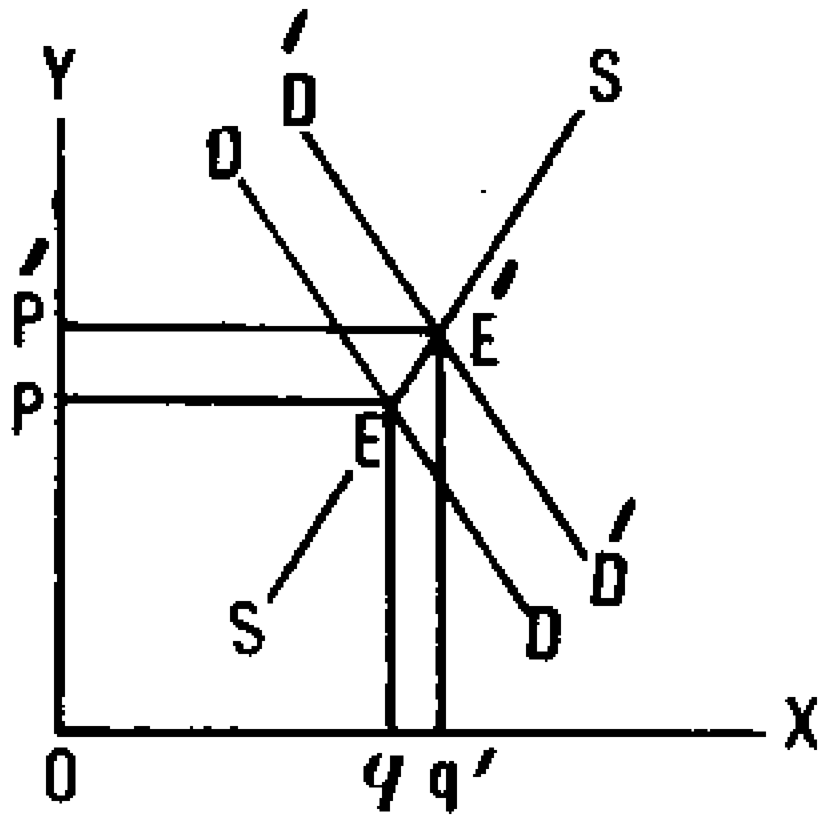

ڈائیگرام ۔ ۵

۲۔ اگر طلب کا خط تو یکساں رہے مگر رسد کا خطِ رسد میں تبدیلیوں کی بنا پر تبدیل ہو جائے تو

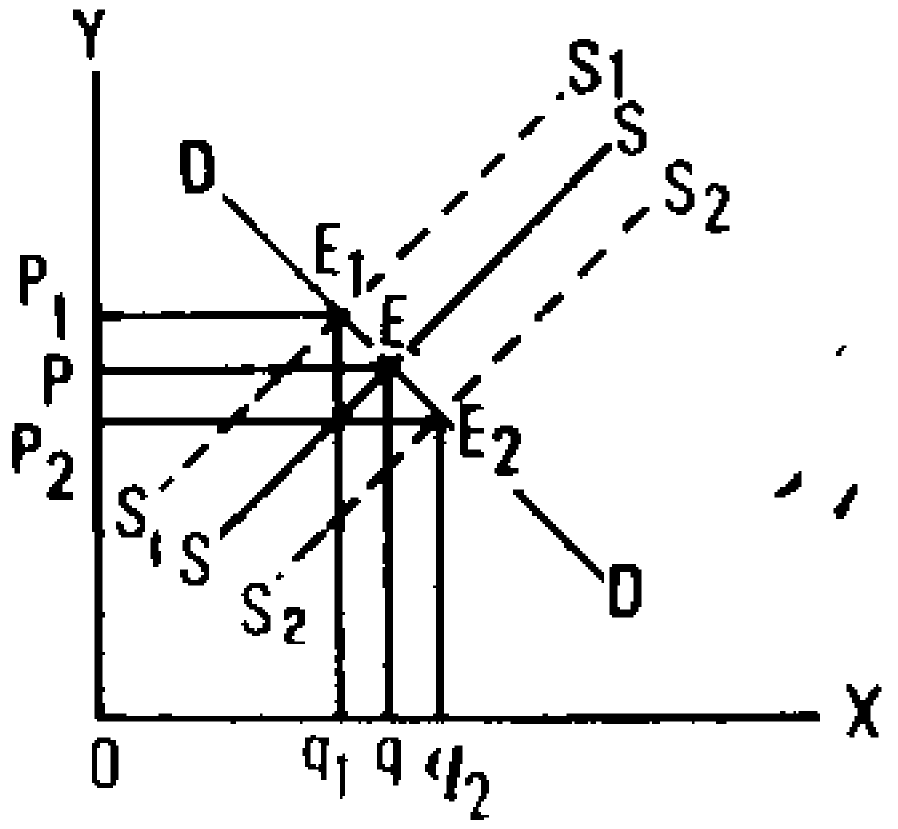

متوازن قیمت میں بھی تبدیلی آجائے گی۔ نقطہ توازن E پر قیمت OP اور مقدار Oq ہوگی۔ اگر رسد بڑھ جائے تو قیمت کم ہوکر OP_2 ہوجائے گی اور مقدار Oq_2 اگر رسد کم ہوجائے تو خطِ رسد S_1S_1 بنے گا اور متوازن قیمت میں اضافہ ہوجائے گا۔ نئی متوازن قیمت OP_1 ہوگی اور مقدار فروخت Oq_1 اگر خطِ رسد میں تبدیلی آئے اور خطِ طلب یکساں رہے تو متوازن قیمت اور متوازن مقدار دونوں مختلف سمتوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ مثلاً خطِ رسد کے بڑھنے سے متوازن قیمت کم اور متوازن مقدار زیادہ ہوتی ہے ۔ جب کہ خطِ رسد کے گرنے سے متوازن قیمت زیادہ اور متوازن مقدار کم ہوجاتی ہے ۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ متوازن مقداروں میں سے کس پر زیادہ اثر ہوتا ہے ہمیں خطِ طلب کی لچک کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا۔ اس میں مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ اگر خطِ طلب مکمل طور پر غیر لچکدار ہو تو خطِ طلب عمودی ہوگا۔ ایسی صورت میں رسد

Marfat.com

میں اضافہ سے متوازن قیمت میں کمی آجائے گی۔ لیکن متوازن مقدار یکساں رہے گی اور رسد میں کمی سے متوازن قیمت میں اضافہ ہوگا جب کہ متوازن مقدار بدستور وہی رہے گی۔ (ڈائیگرام ۶)

۲۔ اگر خطِ طلب مکمل طور پر لچکدار ہو تو خطِ طلب افقی ہوگا۔ ایسی صورت میں رسد میں اضافہ سے متوازن مقدار میں اضافہ اور رسد میں کمی سے متوازن مقدار میں کمی واقع ہوگی جب کہ متوازن قیمت بدستور وہی رہے گی۔ (ڈائیگرام ۷)

۳۔ اگر خطِ طلب کی لچک اکائی کے برابر ہو تو رسد میں اضافہ سے متوازن قیمت میں کمی اور متوازن مقدار میں اضافہ ایک ہی نسبت سے ہوگا۔ اس کے برعکس رسد میں کمی سے متوازن مقدار میں کمی ایک ہی نسبت سے ہوگی۔ (ڈائیگرام ۸)

۴۔ اگر خطِ طلب کی لچک اکائی سے زیادہ ہو تو رسد میں تبدیلی سے متوازن قیمت کی تبدیلی نسبتاً کم ہوگی اور متوازن مقدار کی تبدیلی نسبتاً زیادہ ہوگی۔ (ڈائیگرام ۹)

۵۔ اگر خطِ طلب کی لچک اکائی سے کم ہو تو رسد میں تبدیلی سے پیدا شدہ متوازن قیمت میں تبدیلی نسبتاً زیادہ ہوگی۔ جب کہ متوازن مقدار میں تبدیلی نسبتاً کم ہوگی۔ (ڈائیگرام ۱۰)

(ڈائیگرام ۶)

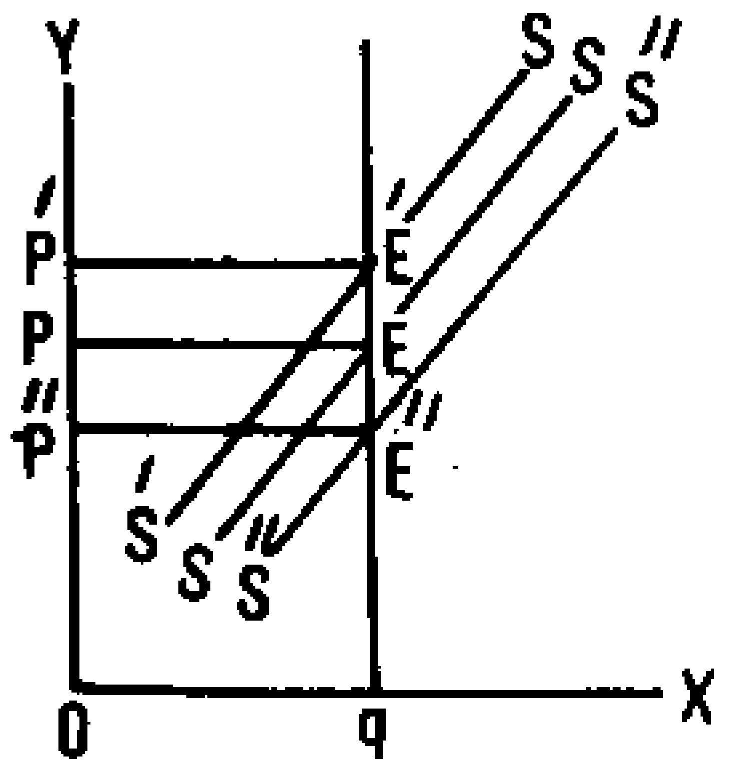

(ڈائیگرام ۷)

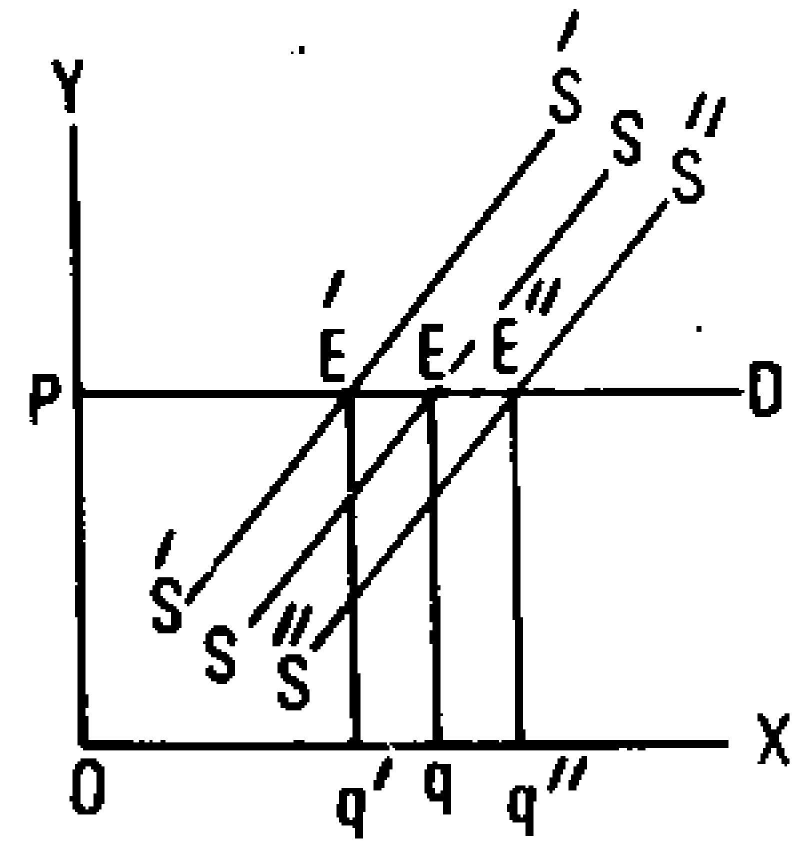

(ڈائیگرام ۸)

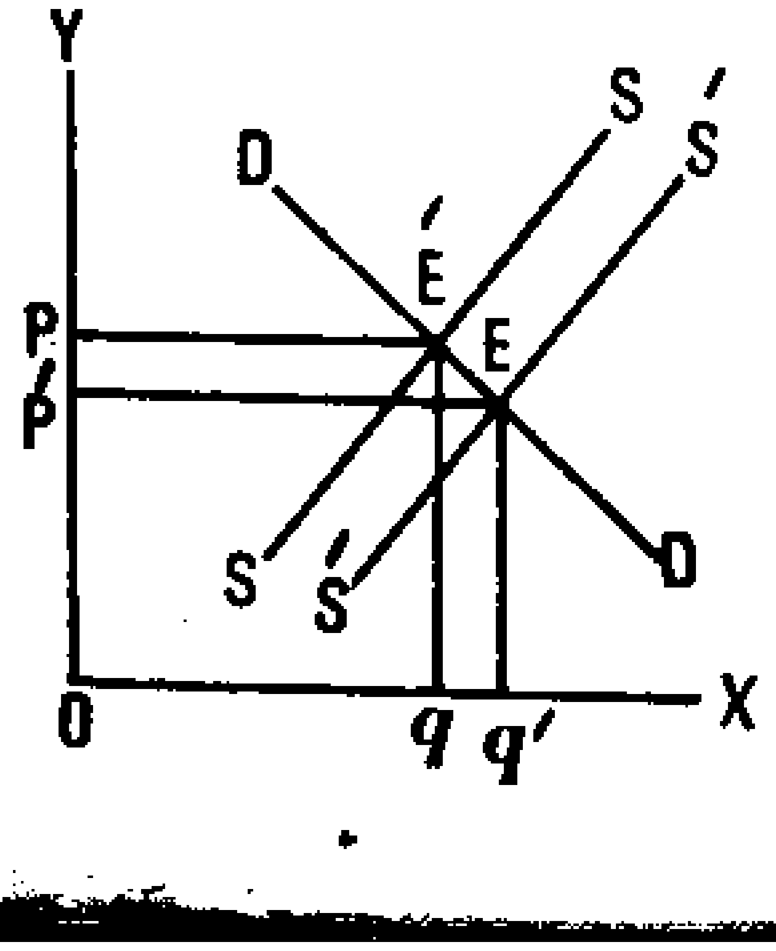

(ڈائیگرام ۹)

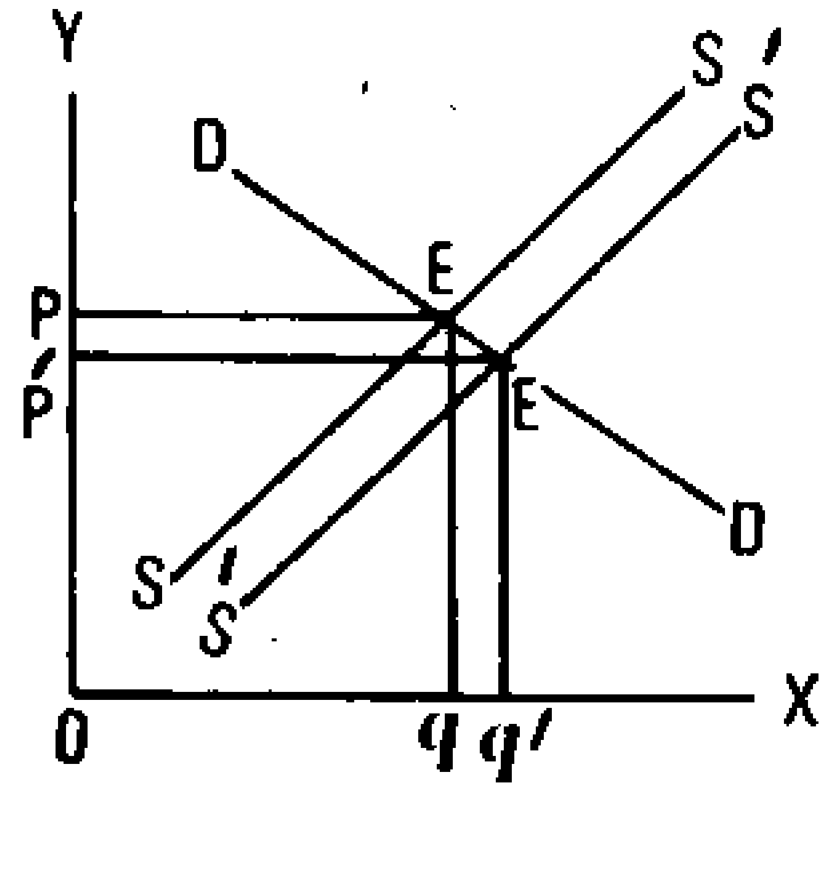

Marfat.com

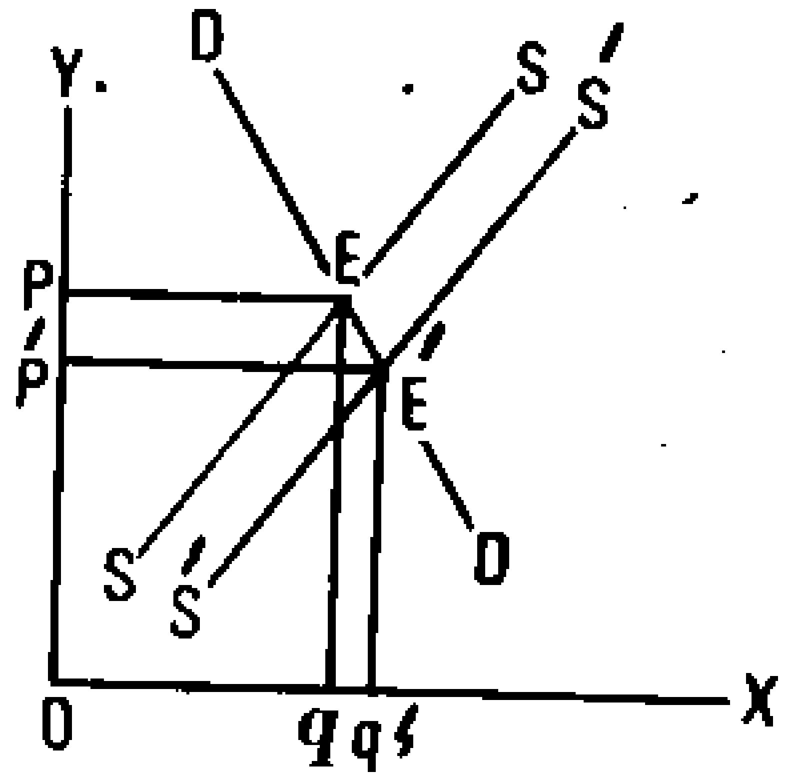

شکل نمبر ۱

اگر رسد اور طلب میں ایک ساتھ تبدیلیاں ہوں مگر یہ تبدیلیاں یکساں نہ ہو تو ایسے حالات میں متوازن قیمت اور متوازن مقدار پر ردِ عمل بھی مختلف ہوگا۔ مثلاً

اگر طلب میں تغیرات رسد کی تبدیلیوں کی نسبت زیادہ ہوں تو متوازن قیمت میں اضافہ ہو جائے گا۔ شکل ۱ میں متوازن قیمت op ہے۔ طلب میں اضافہ سے خطِ طلب DD اور رسد میں تبدیلی سے خطِ رسد S'S' ہو جاتا ہے۔ مگر طلب کی شرح تبدیلی رسد کی شرح تبدیلی سے بہت زیادہ ہے۔ اس لیے متوازن قیمت میں اضافہ ہو کر op' بن جاتی ہے۔

۱۔ اگر طلب اور رسد دونوں میں اضافہ ہو تو متوازن مقدار پر نسبتاً کم اثر ہوگا کیونکہ طلب کے بڑھنے سے قیمت زیادہ اور رسد کے بڑھنے سے قیمت میں کمی کا رجحان ہوگا۔ مقدار طلب پر اضافہ نمایاں ہوگا کیونکہ طلب اور رسد دونوں کے بڑھنے سے مقدار کے بڑھنے کا رجحان ہوگا۔ ان تبدیلیوں کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ طلب میں اضافہ رسد میں اضافہ کی نسبت زیادہ ہو تو متوازن قیمت میں اضافہ ہوگا اگرچہ اس قدر نہیں جو صرف طلب کے اضافہ کی وجہ سے ہوتا اور متوازن مقدار میں اس سے زیادہ اضافہ ہوگا جو رسد کے بڑھنے کے بغیر ہوتا۔

۲۔ اگر رسد میں اضافہ طلب میں اضافہ کی نسبت زیادہ ہو تو متوازن قیمت میں کمی واقع ہوگی۔

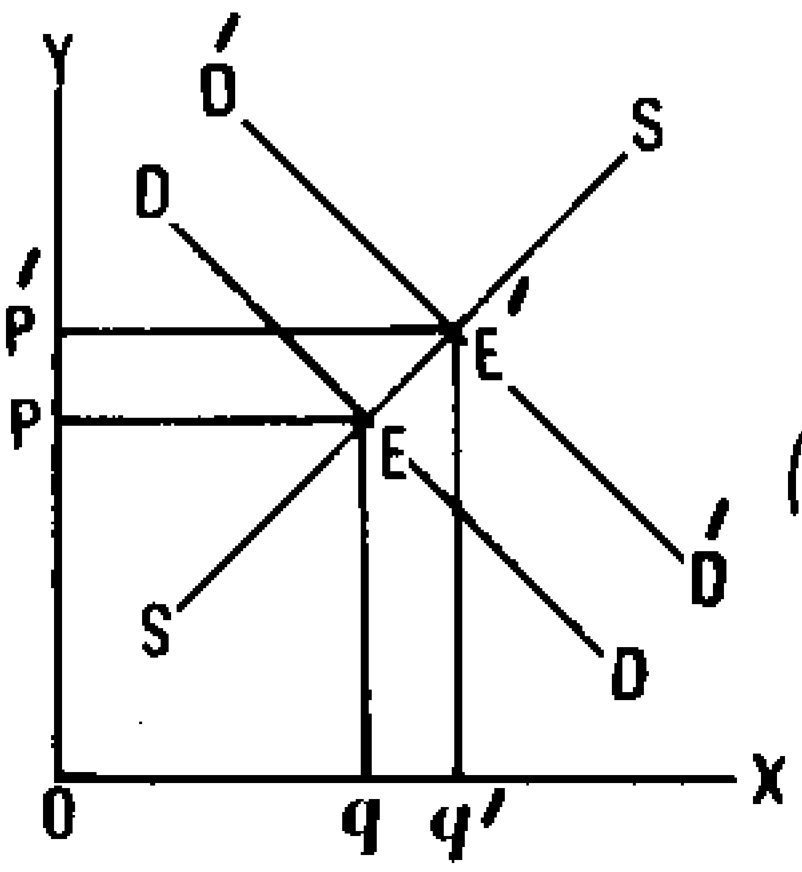

ڈائیگرام ۱

ڈائیگرام ۱ کے مطابق رسد میں تو کمی بیشی نہیں ہوتی البتہ طلب میں تبدیلی سے متوازن قیمت اور متوازن مقدار پر اثر پڑتا ہے۔ طلب بڑھنے سے نقطہ توازن E سے E' ہوتا ہے اور قیمت op سے op' ہو جاتی ہے۔ متوازن مقدار oq سے بڑھ کر oq' ہو جاتی ہے۔

ڈائیگرام ۲ کے مطابق طلب کم و بیش یکساں رہتی ہے البتہ رسد میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ مقدار رسد میں اضافہ سے متوازن قیمت کم ہوگی اور رسد میں کمی سے متوازن

Marfat.com

قیمت میں اضافہ ہوگا۔ نقطہ توازن E سے E' ہو جاتا ہے اور متوازن قیمت OP سے کم ہو کر OP' ہو جاتی ہے۔ متوازن مقدار میں اضافہ qq' کے برابر ہے۔

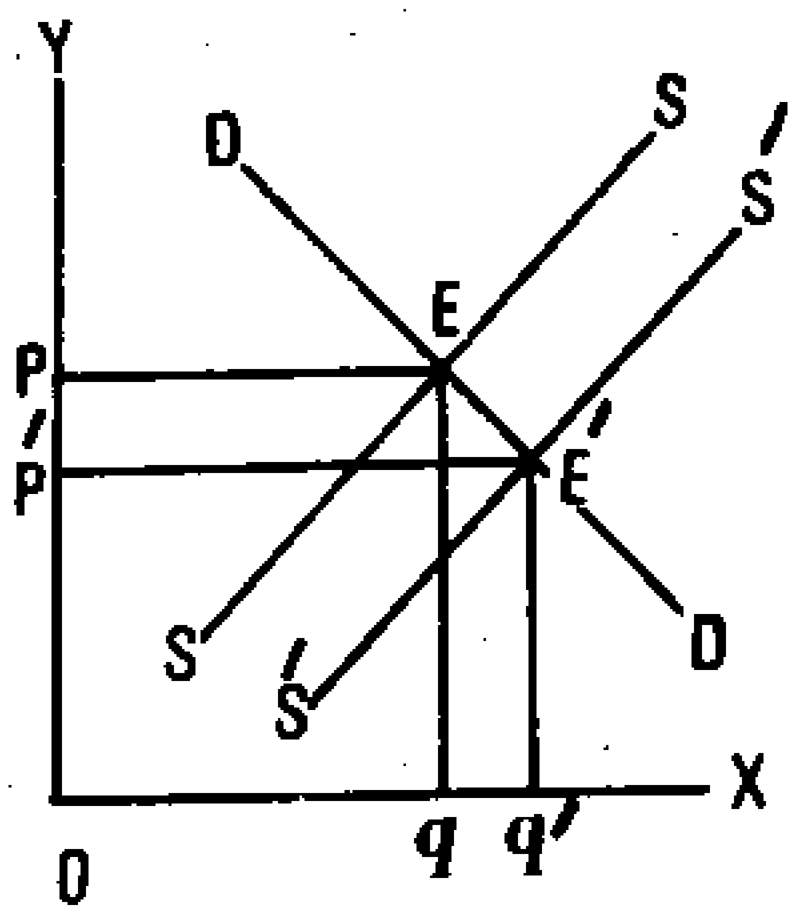

ڈائیگرام ۲

ڈائیگرام ۳ کے مطابق طلب اور رسد میں اضافہ ایک ساتھ اور ایک ہی شرح سے ہوتا ہے۔ جس سے متوازن قیمت پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا البتہ متوازن مقدار میں اضافہ ضرور ہو جاتا ہے۔

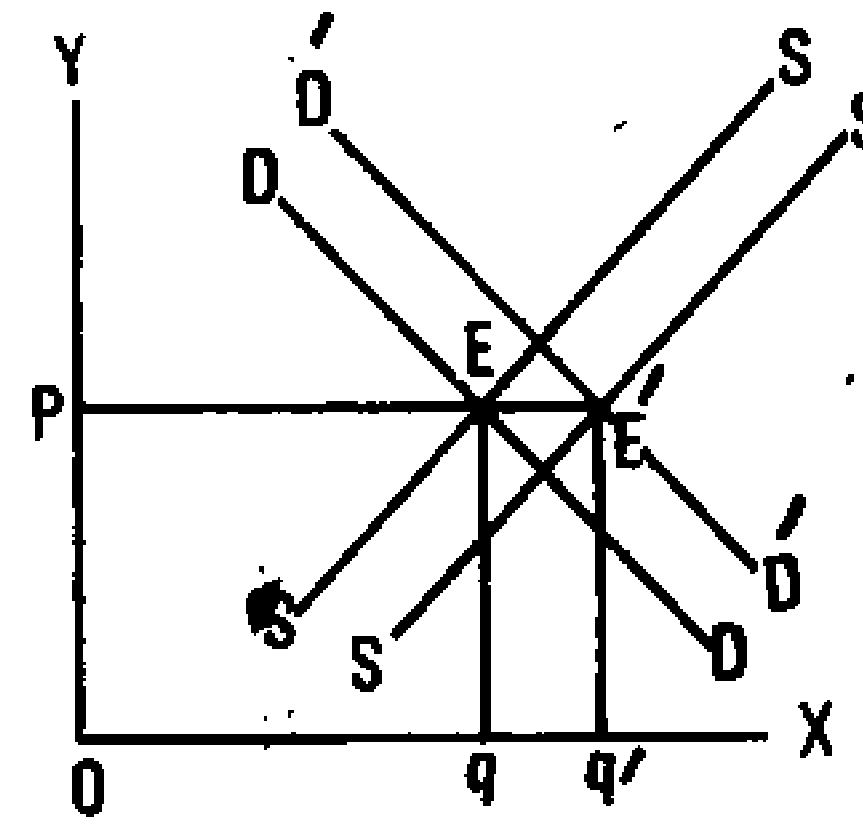

ڈائیگرام ۳

ڈائیگرام ۴ کے مطابق طلب کی شرح تبدیلی رسد کی شرح تبدیلی کی نسبت زیادہ ہے۔ لہٰذا طلب میں اضافہ سے قیمت میں اضافہ ہوگا اور طلب میں کمی سے متوازن قیمت بھی گر جائے گی۔

ڈائیگرام ۴

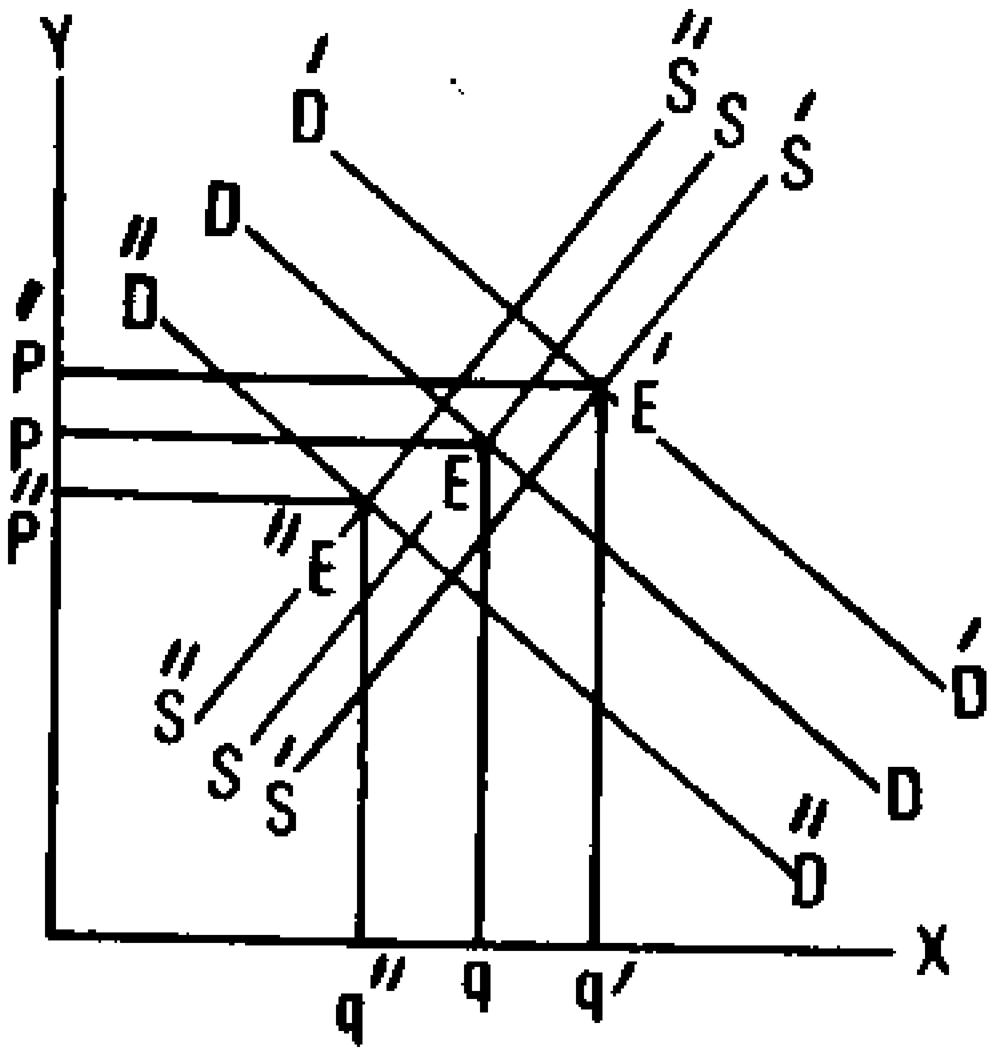

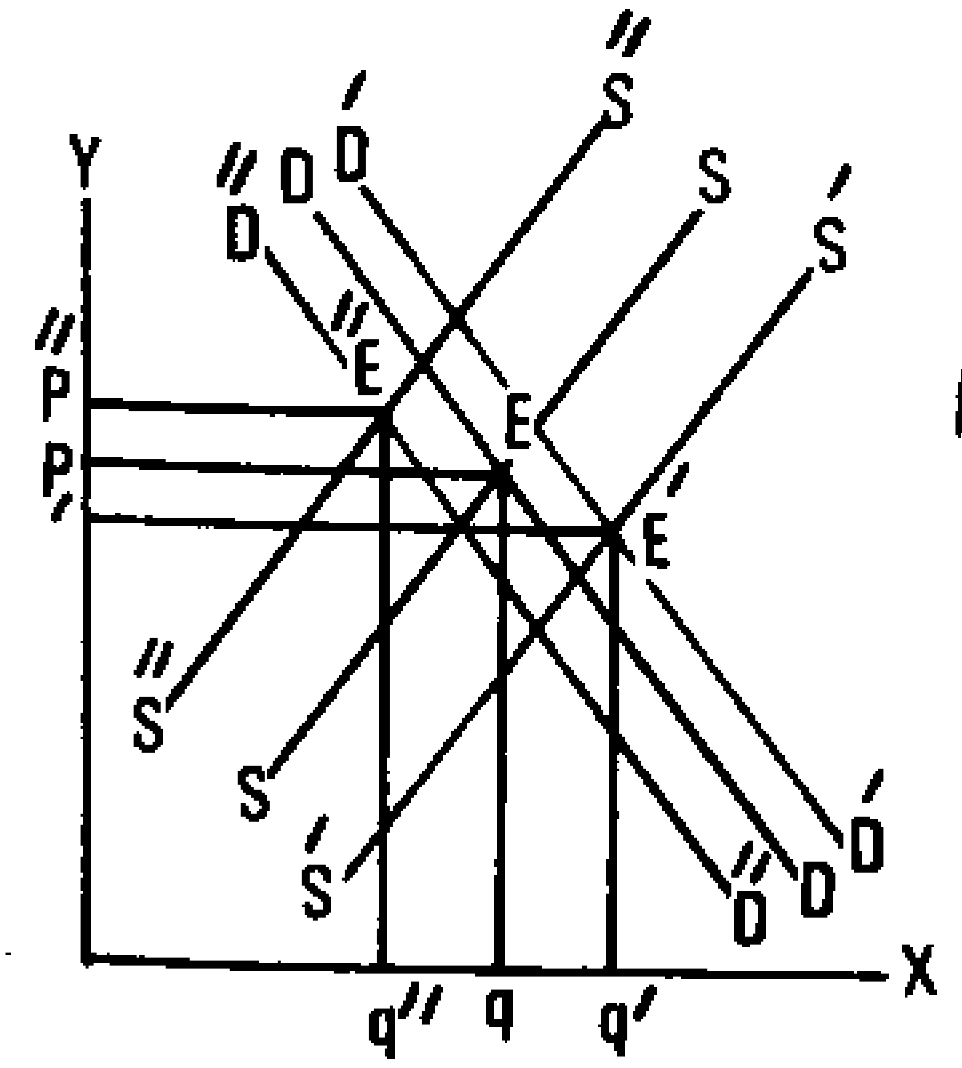

ڈائیگرام ۵

ڈائیگرام ۵ کے مطابق رسد کی شرح تبدیلی طلب کی شرح تبدیلی کی نسبت زیادہ ہے۔ لہٰذا مقدار رسد میں اضافہ سے متوازن قیمت گرتی ہے اور مقدار رسد میں کمی سے متوازن قیمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اگر طلب میں کمی واقع ہو جائے اور اس کے ساتھ رسد میں اضافہ ہو جائے تو اس صورت میں قیمت کم ہو جاتی ہے۔ شکل ۶ میں متوازن قیمت OP ہے۔ طلب میں کمی سے خطِ طلب نیچے آجاتا

Marfat.com

ہے ۔مگر رسد میں اضافہ سے خطِ رَسد اوپر چلا جاتا ہے ۔ ایسے حالات میں قیمت OP′ ہو جائے گی اور متوازن مقدار Oq′۔ایسی صورت میں متوازن مقدار پر کم اور متوازن قیمت پر نسبتاً زیادہ اثر ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب کے گرنے اور رَسد کے بڑھنے کے اثرات متوازن قیمت کے کم کرنے میں مدد دیں گے اور اس لیے قیمت زیادہ متاثر ہوگی ۔جب کہ متوازن قیمت پر ان کے اثرات مختلف سمتوں میں نمودار ہوں گے ۔یعنی طلب کی متوازن مقدار کو کم کر دے گی جب کہ رَسد میں اضافہ متوازن مقدار کو زیادہ کرنے میں مدد دے گا ۔اس طرح متوازن مقدار پر اثر بہت معمولی ہوگا۔

۲۔اگر طلب میں تبدیلی کی شرح کم مگر رَسد میں تبدیلی کی شرح نسبتاً زیادہ ہو تب بھی قیمت کم ہو جائے گی ۔شکل نمبر ۲ کے مطابق طلب اور رَسد میں توازن نقطہ E پر ہوتا ہے ۔متوازن قیمت OP اور متوازن مقدار Oq ہے ۔طلب میں اضافہ سے نیا خط طلب D′D′ بن جاتا ہے ۔طلب میں اضافہ کے پیشِ نظر آجرین رَسد میں اضافہ کرتے ہیں ۔مگر یہ اضافہ طلب میں اضافہ سے تجاوز کر جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ متوازن قیمت OP سے گر کر OP′ ہو جاتی ہے۔

۳۔اگر طلب اور رَسد میں تبدیلیوں کی شرح یکساں ہو تو متوازن قیمت میں کوئی تبدیل رونما نہیں ہوتی ۔خطِ طلب DD خط رَسد SS کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے ۔متوازن قیمت OP اور متوازن مقدار طلب و رَسد Oq متعین ہوتی ہے ۔پھر طلب میں اضافہ سے خطِ طلب اوپر چلا جاتا ہے اور وہ D′D′ بن جاتا ہے ۔اگر خطِ رَسد بھی بلند ہو جائے تو نیا خطِ رَسد نئے خطِ طلب کو نقطہ E′ پر قطع کرتا ہے ۔اگر اس نقطہ سے ایکس محور پر عمود گرایا جائے ۔تو وہ نقطہ P پر ہی گرتا ہے ۔اس طرح متوازن قیمت میں کوئی تبدیل رونما نہیں ہوتی ۔اس کی وضاحت شکل ۳ میں کی گئی ہے۔

Marfat.com

باب ۷

افادہ اور نظریۂ صرفِ دولت

UTILITY AND THE THEORY OF CONSUMPTION

افادہ سے مراد کسی شے کی وہ خصوصیت، صلاحیت یا قوت ہوتی ہے۔ جس سے انسانی احتیاجات کو تسکین ہو۔ مثلاً پانی میں پیاس بجھانے، میل کچیل صاف کرنے اور پودوں کو نشوونما میں مدد دینے کی قوت یا صلاحیت پائی جاتی ہے۔ روٹی میں بھوک مٹانے، کپڑے میں ہمارے جسم کو گرمی سردی کے اثرات سے محفوظ رکھنے اور قلم میں لکھنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ یہی صفات اشیاء مذکورہ کے افادے ہیں۔

افادہ اور فائدہ مندی میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ افادہ سے مراد کسی شے کی انسانی ضرورت کو پورا کرنے کی قوت ہے۔ افادہ ہر شے میں پایا جاتا ہے۔ خواہ وہ انسان کے لیے مفید ہو یا مضر مثلاً سگریٹ، افیون، حتیٰ کہ زہر میں بھی افادہ پایا جاتا ہے۔ کیوں کہ یہ بھی کسی نہ کسی انسانی احتیاج کی تسکین کا باعث بنتی ہے۔ لیکن یہ اشیاء انسان کے لیے مُضر ہیں۔ دراصل افادہ کا تعلق اخلاقی، مذہبی اور معاشرتی قدروں سے نہیں ہوتا۔ شے خواہ مذہبی لحاظ سے حرام ہو یا حلال، مفید ہو یا مضر۔ اگر وہ کسی انسانی ضرورت کو پورا کرنے کی قدرت رکھتی ہو تو معاشی لحاظ سے اس شے میں افادہ پایا جاتا ہے۔ افادہ اور تسکین میں فرق پایا جاتا ہے۔ کسی شے کے استعمال سے حاصل ہونے والے نتیجہ کو تسکین کا نام دیا جاتا ہے۔ مثلاً بھوک کی صورت میں غذا اس لیے طلب کی جاتی ہے کہ اس میں بھوک مٹانے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ جسے افادہ کہتے ہیں۔ لیکن روٹی کے استعمال کے ساتھ افادہ تو اختتام پذیر ہونے لگتا ہے۔ لیکن تسکین کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ یعنی افادہ کے خاتمے پر تسکین جنم لیتی ہے۔

افادہ کسی شے کی کوئی ایسی صفت کا نام نہیں جو ہر حال میں یکساں رہے بلکہ ایک ہی شے کا افادہ مختلف حالات اور مختلف اشخاص کے لیے مختلف ہوا کرتا ہے۔ ایک فرد کے لیے کسی شے کا افادہ حالات، مقامات اور اوقات بدل جانے سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک لق و دق صحرا میں ایک پیاسے شخص کے لیے پانی کا افادہ بہت زیادہ لیکن شہر میں کم ہوتا ہے۔ اسی طرح موسم گرما میں پہاڑی مقامات پر میدانی علاقوں کی نسبت برف کا افادہ کم ہوتا ہے۔ کسی طالب علم کے لیے کتب کا افادہ امتحان سے پہلے تو زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن امتحان پاس کرنے کے بعد بہت کم ہو جاتا ہے وغیرہ

Marfat.com

اسی طرح صارف کی آمدنی ذہنی کیفیت اور شے کی ملکیت میں تبدیلی سے بھی افادہ کم و بیش ہو جاتا ہے۔ کسی شے کی شکل میں تبدیلی بھی افادہ میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ جیسے لکڑی کو کرسی کی شکل دینے سے لکڑی کا افادہ بڑھ جاتا ہے۔

افادہ صرف دولت میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صارف کی آمدنی اور وسائل محدود ہوتے ہیں۔ جب کہ اس کے مقاصد اور ضروریات لامحدود۔ وہ اپنے محدود وسائل سے زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جس نقطہ پر زر کا افادہ مختتم شے کے افادہ مختتم سے مساوی ہو جائے۔ اسے نقطہ توازن کہتے ہیں۔ صارف شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر ہمیشہ متوازن کیفیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ توازن بگڑنے سے اس کا حاصل شدہ افادہ کم ہو جاتا ہے۔ صارف کے توازن کو برقرار رکھنے کی سعی رویہ صارف Consumer behaviour کہلاتی ہے۔ صارف اپنے وسائل سے مختلف اشیاء کے مختلف مجموعوں میں سے کوئی ایسا خاص مجموعہ چنتا ہے جو اسے تسکین کی بلند سے بلند سطح دے سکے۔ صارف کے رویّے اور اس کے توازن کے متعلق دو مکتبہ ہائے فکر ہیں۔ کلاسیکی اور نیو کلاسیکی مکتبہ فکر کے امیر الفرڈ مارشل اور بام باورک ہیں۔ جب کہ جدید مکتبہ فکر کے قاید پروفیسر ایلن اور ہکس ہیں۔ مارشل اور اس کے رفقاء کے افکار کے مطابق صارف اشیاء خریدتے وقت شے کے افادہ کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ وہ کسی شے پر اس وقت تک رقم خرچ جاری رکھتا ہے۔ جب تک شے کا افادہ مختتم اور زر کا افادہ مختتم یکساں نہ ہو جائے اور مختلف اشیاء کی خرید پر اپنے وسائل کو اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ اسے ہر شے سے مساوی افادہ مختتم حاصل ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں افادہ کل زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ گویا اس مکتبِ فکر کے معیشت دانوں کے نزدیک افادہ کی پیمائش ممکن ہے۔ مختلف اشیا سے حاصل ہونے والے افادوں کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ بھی کیا جا سکتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے جدا بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہکس اور ایلن کے مطابق افادہ قابلِ پیمائش نہیں۔ افادہ کا تعلق خالصتاً صارف کی ذہنی کیفیت سے ہوتا ہے۔ کوئی شخص صارف کے دماغ میں ترازو یا پیمانہ لے کر بیٹھ نہیں جاتا کہ جونہی وہ کوئی شے صرف کرے وہ اس پیمانہ سے فوراً زیرِ صرف شے سے حاصل ہونے والے افادہ کی پیمائش کر دے۔ عملی اور حقیقی طور پر یہ تصور خاصا مضحکہ خیز لگتا ہے۔ ایلن اور ہکس کے مطابق افادہ کا تصوّر نہ صرف غیر حقیقی بلکہ ناقابلِ پیمائش ہے۔ لہٰذا صارف کے توازن کے لیے "ترجیحات" Preferences سے استفادہ کیا جانا چاہیئے۔ جو قابلِ عمل بھی ہے اور حقیقت سے بہت قریب ہے۔ ہکس کے مطابق ہر صارف کے پیشِ نظر ایک مکمل ترجیحی پلان یا منصوبہ ہوتا ہے وہ ایک شے کے بدلے دوسری شے کو اور دوسری شے کی بجائے تیسری شے کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسا کرتے وقت وہ بعض اشیاء کو بعض کے مقابلے میں ترجیح دیتا ہے تاکہ ایک شے کی نسبت دوسری شے

Marfat.com

سے زیادہ تسکین حاصل کر سکے ۔ اس باب میں ان دونوں مکتبِ فکر کے افکار کی روشنی میں صارف کے توازن کی وضاحت کی جائے گی ۔

افادہ کی خصوصیات CHARACTERISTICS OF UTILITY

افادہ میں مندرجہ ذیل صفات یا خصوصیات پائی جاتی ہیں :۔

۱۔ افادہ کا انحصار انسانی خواہش پر ہوتا ہے ۔ جس شے کی خواہش شدید ہو اس کا افادہ زیادہ ہوتا ہے ۔ اور جو شے پسند نہ ہو یا جس کی خواہش کمزور ہو اس کا افادہ بھی کم ہوتا ہے ۔

۲۔ علم و فن کی ترقی سے بہت سی مخفی اشیاء کے متعلق معلومات حاصل ہو گئی ہیں ۔ جس سے ان کے افادے میں بھی اضافہ ہو گیا ہے ۔ مثلاً ایٹم ، قدرتی گیس ، پن بجلی وغیرہ

۳۔ کسی شے کے افادے کا انحصار اس کے استعمال کی بناء پر بھی ہوتا ہے ۔ مثلاً اگر کوئلہ سے کھانا ہی پکایا جائے تو اس کا افادہ کم ہوگا ۔ لیکن اگر اس سے مشین چلائی جائے تو کوئلے کا افادہ بڑھ جاتا ہے ۔ اسی طرح لکڑی کو جلانے کی بجائے اس سے فرنیچر بنانے سے لکڑی کے افادے میں اضافہ ہوتا ہے ۔

۴۔ اگر کسی شے کی شکل و صورت تبدیل کر دی جائے تو اس کا افادہ بھی بدل جاتا ہے ۔ مثلاً لکڑی سے فرنیچر یا چمڑے سے جوتے بنانے سے لکڑی اور چمڑے کا افادہ بڑھ جاتا ہے ۔

۵۔ وقت اور موسم کے تبدیل ہونے پر کچھ اشیاء کا افادہ بڑھ جاتا ہے ۔ اور کچھ کا کم ہو جاتا ہے ۔ مثلاً سرد مشروبات کا افادہ گرمیوں میں اور چائے ، اونی کپڑوں کا افادہ موسمِ سرما میں بڑھ جاتا ہے ۔

۶۔ شے کے مقام کو بدل دینے سے شے کا افادہ بڑھ جاتا ہے ۔ مثلاً جنگل میں لکڑی کا افادہ کم اور شہر میں منتقل سے لکڑی کا افادہ زیادہ ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ وہاں اسے تعمیراتی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے ۔

۷۔ ملکیت بدل جانے سے بھی افادہ میں کمی بیشی آجاتی ہے ۔ مثلاً دکاندار کے پاس ڈکشنری کا افادہ کم اور طالب علم کے لیے اس کا افادہ بڑھ جاتا ہے ۔

قانونِ تقلیل افادہ مختتم LAW OF DIMINISHING MARGINAL UTILITY

قانونِ تقلیل افادہ مختتم معاشیات کا ایک اہم اور ہمہ گیر قانون ہے ۔ اس میں حیاتِ انسانی کی اس بنیادی حقیقت کا تذکرہ ہے ۔ جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہر انسان اپنی روزمرہ زندگی میں کرتا ہے ۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ابتداء میں کسی شے کو صرف کرتے وقت ہماری خواہش بہت شدید ہوتی ہے ۔ اس لیے اس شے سے زیادہ افادہ ملتا ہے لیکن اس کے مسلسل استعمال سے حاصل شدہ افادہ بتدریج

Marfat.com

کم ہوتا جاتا ہے بشرطیکہ شے کی تمام اکائیوں کی نوعیت اور معیار یکساں ہو اور ان کا استعمال بھی مسلسل ہو ۔ کسی شے کے مسلسل استعمال اور مختتم افادہ میں بتدریج کمی کے رجحان کو قانونِ تقلیل افادہ کا نام دیا گیا ہے ۔ الفرڈ مارشل نے اس قانون کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :۔

" جب کسی شخص کے پاس کسی شے کا ذخیرہ بڑھ جائے تو اس شے میں مزید اضافہ شے کے افادہ مختتم میں کمی کا موجب بن جاتا ہے "

چیپ مین Chapman کے الفاظ ہیں :۔

" کسی شے کی جس قدر اکائیاں ہمارے پاس ہوں گی ۔ اس میں مزید اضافہ کی خواہش اتنی ہی کم ہو گی "

اس قانون کو سمجھنے کے لیے ایک مثال لیں ۔ فرض کریں کہ موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ میں آپ کو پانی کی شدت سے خواہش ہے ۔ اگر آپ کو پانی نہ ملے تو ہو سکتا ہے آپ بیہوش ہو جائیں ۔ آپ پانی کی زیادہ سے زیادہ قیمت دینے کے لیے تیار ہیں ۔ مگر پانی آپ کو مفت دستیاب ہو جاتا ہے پانی کے پہلے گلاس سے آپ کی جان میں جان آتی ہے ۔ اس گلاس سے آپ کو بیحد تسکین حاصل ہوتی ہے ۔ دوسرا گلاس بھی آپ کو مطلوب ہے کیونکہ پہلے گلاس سے آپ کی پیاس مکمل طور پر نہیں بجھی ۔ دوسرا گلاس آپ کو پہلے گلاس کی نسبت کم تسکین دیتا ہے ۔ آپ تیسرا گلاس بھی پی لیتے ہیں اور پھر چوتھا لیکن جوں جوں پانی کے گلاس پیتے جاتے ہیں ۔ ہر زائد گلاس سے حاصل شدہ افادہ بتدریج کم ہوتا جاتا ہے ۔ پانی کے گلاسوں سے حاصل ہونے والے افادہ کی وضاحت اس گوشوارہ اور ڈائیگرام سے کی گئی ہے ۔

گوشوارہ کے مطابق پانی کے مسلسل استعمال سے اگرچہ کل افادہ میں اضافہ ہوتا ہے ۔ لیکن مختتم افادہ بتدریج کم ہو جاتا ہے ۔

پانی کے گلاس	کل افادہ	مختتم افادہ
1	10	10
2	18	8
3	24	6
4	28	4
5	30	2
6	30	صفر
7	-25	-5

Marfat.com

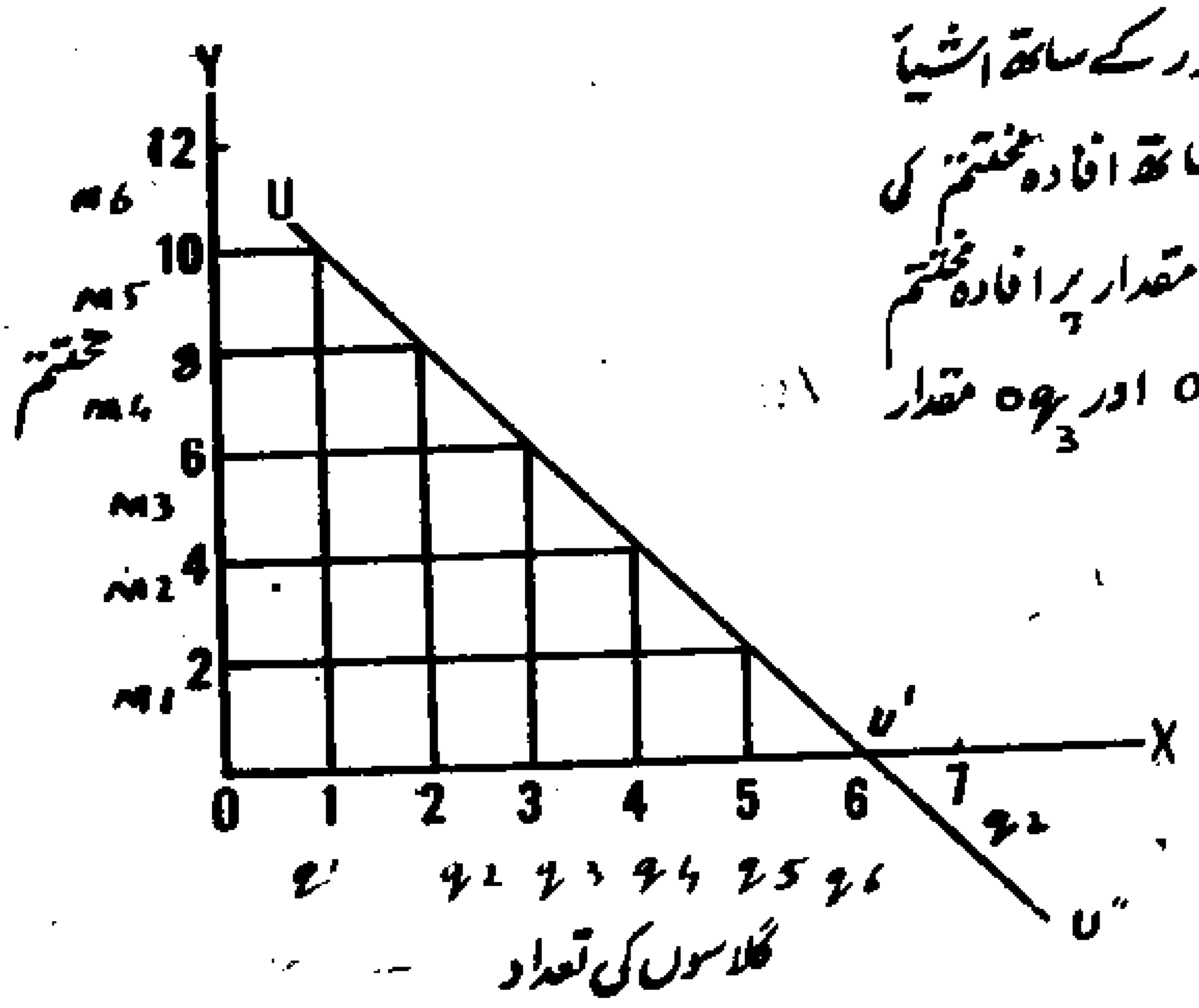

شکل میں ایکس محور کے ساتھ اشیاء کی مقدار اور وائی محور کے ساتھ افادہ مختتم کی پیمائش کی گئی ہے۔ oq_1 مقدار پر افادہ مختتم OM_1، oq_2 پر افادہ OM_2 اور oq_3 مقدار استعمال کرنے پر افادہ مختتم OM_3 ہے۔ یہ افادہ بتدریج کم ہو رہا ہے۔ اس سے "UU" خطِ تقلیلِ افادہ معرضِ وجود میں آیا۔ اس خط کا رجحان منفی ہے۔ اس کا جھکاؤ دائیں جانب نیچے کی طرف ہے۔ 'UU تک تو یہ مثبت افادہ کی نمائندگی کرتا ہے مگر "U-'U منفی افادہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ 'U پر افادہ صفر کے برابر ہے۔ اس خط کے منفی رجحان سے واضح ہوا کہ جوں جوں ایکس محور پر اشیاء کی مقدار صرف بڑھتی جائے گی۔ افادہ مختتم بتدریج کم ہوتا جائے گا۔

قانونِ تقلیلِ افادہ کے مفروضات Assumptions

۱۔ مناسب مقدار۔ کسی شے کی مناسب اور معقول مقدار استعمال میں لائی جائے۔ اگر استعمال میں آنے والی اکائیاں انتہائی قلیل ہوں تو افادہ مختتم کم ہونے کی بجائے بڑھ جائے گا۔ مثلاً پانی کے گلاسوں کی بجائے قطرات پیاس کی شدت کو بڑھا کر پانی کے افادہ مختتم کو بھی بڑھا دیں گے۔

۲۔ متواتر استعمال۔ شے کا استعمال مسلسل ہونا چاہیئے۔ زیرِ استعمال شے کی دو اکائیوں کے درمیان وقفہ افادہ مختتم کو بڑھانے کا موجب بنتا ہے۔ مثلاً اگر موسمِ گرما میں پانی کا پہلا گلاس صبح اور دوسرا دوپہر کے وقت پیا جائے تو دوسرے گلاس کا افادہ پہلے گلاس کی نسبت بڑھ جائیگا۔

۳۔ شے کی نوعیت اور معیار۔ صرف ہونے والی تمام اکائیاں معیار، وزن، حجم اور نوعیت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہونی چاہیئے ورنہ افادہ کم ہونے کی بجائے بڑھتا جائیگا۔ مثلاً اگر پیاس بجھانے کے لیے پہلا گلاس پانی کا، دوسرا سکوئش کا اور تیسرا روح افزا شربت کا پیا جائے تو افادہ مختتم کم ہونے کی بجائے بڑھنے لگے گا۔

۴۔ صارف کی ذہنی کیفیت۔ صرف کے دوران صارف کی ذہنی کیفیت بھی یکساں رہنی

Marfat.com

چاہیئے۔ تبدیلی کی صورت میں ممکن ہے افادہ مختتم کم ہونے کی بجائے بڑھ جائے۔

۵۔ صارف کی آمدنی۔ صارف کی آمدنی میں کمی بیشی اس کے نقطۂ نظر اور صرفی منصوبہ کو تبدیل کر دیتی ہے۔ آمدنی میں اضافہ کی صورت میں کمتر اشیاء کا استعمال اور ان کا افادہ کم ہو جاتا ہے۔ مثلاً آمدنی میں اضافہ کی صورت میں دالوں، جوار، باجرہ وغیرہ کا افادہ فوراً ختم ہو جائے گا اور گوشت مچھلی وغیرہ کا افادہ بڑھ جائے گا۔

اس قانون کی کچھ بندشیں اور مستثنیات بھی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :۔

قانونِ تقلیل افادہ کی مستثنیات
EXCEPTIONS OR LIMITATIONS

۱۔ علم و مطالعہ ۔ قانون تقلیل افادہ مختتم حصولِ علم پر لاگو نہیں ہوتا کیونکہ علم میں اضافہ طالب علم کے شوق اور تجسس کو بڑھانے کا موجب بنتا ہے۔ ایک پڑھے لکھے شخص میں علم میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مزید علم حاصل کرنے کی خواہش بڑھتی ہے اور اس سے علم کا افادہ مختتم بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے سائنسدان تحقیق و تجربات سے مختلف نتائج اخذ کرتا رہتا ہے۔ ابتدا میں ان نتائج کی افادیت کم ہوتی ہے۔ لیکن اگر بہت سے نتائج اخذ کرنے پر ایک ہی کلیہ کا اطلاق ہو جائے تو ان نتائج کی افادیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ سیم و زر ۔ دولت کے معاملے میں انسان بہت لالچی اور حریص واقع ہوا ہے۔ وہ دولت سے نہ کبھی سیر ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ دولت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ہوسِ سیم و زر تیز ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس قانون کا اطلاق سیم و زر پر نہیں ہوتا۔ یعنی دولت بڑھنے سے اس کا افادہ مختتم کم نہیں ہوتا۔ یہ نظریاتی طور پر تو درست ہو سکتا ہے لیکن عملی طور پر زیادہ درست نہیں۔ سیم و زر میں اضافہ سے اگرچہ زر کا افادہ صفر یا منفی تو نہیں ہوتا۔ لیکن دولت میں اضافہ سے اس کا افادہ گرتا ضرور ہے۔ خواہ اس کے گرنے کی رفتار سست ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امیر شخص کی نسبت غریب روپیہ خرچ کرتے وقت زیادہ محتاط رویہ اختیار کرتا ہے۔

۳۔ تاریخی نوادر ۔ تاریخی اشیاء نادر اور انتہائی کمیاب ہوتی ہیں۔ ان پر ملکیت باعثِ فخر و افتخار سمجھی جاتی ہے۔ مثلاً قدیم نسخے، آلاتِ حرب، سکے، تصاویر اور مجسمے وغیرہ۔ ایسے تاریخی نوادر کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ان کا شوق بڑھتا ہے۔ لہٰذا ان کا افادہ مختتم کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہے۔

۴۔ نمود و نمائش ۔ نمود و نمائش اور خود نمائی جبلی طور پر ہر انسان کی فطرت میں پائی جاتی ہے اس لیے وہ زیب و زینت کی طرف زیادہ توجہ دیتا ہے۔ نئے نئے فیشن کی تقلید میں وہ مختلف النوع نمائشی اشیاء استعمال کرتا ہے۔ فیشن میں ترقی کے ساتھ نمود و نمائش کا جذبہ زیادہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات سامان آرائش کا استعمال معاشرے میں اپنی امتیازی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔ تاکہ لوگ

Marfat.com

انھیں زیادہ مہذب اور روشن خیال سمجھیں۔ پس ایسی اشیاء کے مسلسل استعمال سے افادہ مختتم کم ہونے کی بجائے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

۵۔ نشہ آور اشیاء۔ نشہ آور اشیاء مثلاً شراب، افیون، تمباکو کے کثرتِ استعمال سے افادہ مختتم کم ہونے کی بجائے بڑھتا جاتا ہے۔ عام مشاہدہ کی بات ہے کہ شرابی صرف ایک بوتل یا پیگ پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ پیگ پر پیگ اور بوتل پر بوتل حلق سے نیچے انڈیلتا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شراب کا افادہ مختتم کم ہونے کی بجائے بڑھتا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ قانونِ تقلیل افادہ کا اطلاق نشہ آور اشیاء پر نہیں ہوتا۔

۶۔ شے کا کثرتِ استعمال۔ بعض اشیاء کا کثرتِ استعمال ان کے افادہ کو بڑھانے کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً ریڈیو یا ٹیلیفون کا بکثرت استعمال ان کی افادیت کو بڑھا دیتا ہے اور کفایتِ وقت کی خاطر ہم لوگوں سے بالمشافہ ملنے کی بجائے ٹیلیفون پر ہی تبادلۂ خیال کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو کے کثرتِ استعمال سے موسیقی کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ جو ریڈیو کے افادہ کو بڑھانے کا موجب بنتا ہے۔

۷۔ ہوسِ اقتدار۔ سیم و زر کے علاوہ انسان جبلی اور فطری طور پر اقتدار و اختیارات کا بھی بھوکا واقع ہوا ہے۔ بعض سیاست دان تو حصولِ اقتدار اور استحکام کی خاطر قوم و ملک کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اختیارات اور اقتدار میں وسعت ان کی ہوس کو مزید تقویت بخشتی ہے۔ پس اس قانون کا اطلاق جاہ و حشمت پر نہیں ہوتا۔

۸۔ فنونِ لطیفہ۔ اپنے فن میں کمال حاصل کرنا ہر فنکار کی زندگی کی معراج ہوتی ہے جس کے لیے ریاضت اور جدوجہد کی جاتی ہے۔ پس فنونِ لطیفہ پر قانونِ تقلیل افادہ کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں انسان سرگردان عمل دکھائی دیتا ہے۔

۹۔ مشاغل۔ مشاغل مثلاً فوٹوگرافی، پرانے سکے، قلمی نسخے اور ٹکٹیں اکٹھی کرنے پر بھی اس قانون کا اطلاق نہیں ہوتا مثلاً اگر آپ کے پاس چند تاریخی سکے ہوں تو آپ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کم ہو گی لیکن سکوں کی تعداد میں اضافہ ان کی اہمیت اور افادیت میں اضافے کا موجب بنتا ہے۔

۱۰۔ فیشن۔ عموماً لوگ اپنے آپ کو مہذب اور روشن خیال ظاہر کرنے کے لیے فیشن کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ عورتوں میں زیورات اور مردوں میں نکٹائیاں استعمال کرنے کا رواج ہے۔ ایسے ہی روزمرہ زندگی میں بےشمار اشیاء محض فیشن کے طور پر استعمال ہوتی ہیں جن کا افادہ مختتم کم نہیں ہوتا۔

قانونِ تقلیلِ افادہ کی عملی اہمیت PRACTICAL IMPORTANCE

قانونِ تقلیل افادہ ہماری معاشی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی عملی اہمیت

Marfat.com

حسب ذیل ہے۔

۱۔ قانونِ طلب کی بنیاد قانونِ تقلیل افادہ پر ہی استوار ہوئی ہے۔ جب کسی شے میں زیادہ افادہ پایا جاتے تو صارفین اس کی زیادہ اکائیاں خریدنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس کم افادہ پر صارفین کی طلب بھی گر جاتی ہے۔

۲۔ پیدائشِ دولت میں یہ قانونِ تقلیل حاصل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پیدائشِ دولت کے دوران یکساں استعداد اور مالیت کی محنت و سرمایہ کی اکائیوں کے مسلسل استعمال سے مختتم پیداوار بتدریج کم ہو جاتی ہے اور ایک نقطہ پر مصارفِ پیدائش وصولیوں کے برابر ہو جاتے ہیں جس کے بعد محنت و سرمایہ کی مزید اکائیوں کا استعمال ترک کر دیا جاتا ہے۔ تقسیمِ دولت میں ہر عاملِ پیدائش کو اس کی مختتم پیداوار کے مطابق معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔

۳۔ صارفین کسی شے کے متعلق اپنی پسند یا ناپسند کا اظہار اسکی قیمت سے کرتے ہیں جس سے آجرین کو نہ صرف صارفین کے رجحانات کا علم ہو جاتا ہے بلکہ اس مقدار کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ جسے وہ منڈی سے خریدنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اس طرح آجرین کو طلب کے مطابق رسد فراہم کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

۴۔ اشتراکی نظام قانونِ تقلیل افادہ کی بناء پر ہی مساوی دولت کی تقسیم کا علمبردار ہے۔ کیونکہ دولت کی مساویانہ تقسیم سے سامانِ تعیش پر اخراجات کم ہو جاتے ہیں اور سامانِ ضرورت پر زیادہ۔ اس سے طبقاتی کشمکش کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۵۔ قانونِ مساوی افادہ مختتم کو اسی قانون کی بنیاد پر استوار کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق ہر صارف اپنے محدود وسائل کو لامحدود مقاصد کے حصول کے لیے تقسیم کرتا ہے کہ ہر شے سے مساوی افادہ مختتم حاصل ہو جاتے۔

۶۔ ملک کا وزیرِ خزانہ اس قانون سے استفادہ کرتے ہوئے امیروں پر ٹیکسوں کا زیادہ اور غریبوں پر کم بوجھ ڈالتا ہے۔ کیونکہ امیروں کے نزدیک دولت کا افادہ کم اور غریبوں کے نزدیک زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے معاشی ناہمواری کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

LAW OF EQUI-MARGINAL UTILITY — قانونِ مساوی افادہ مختتم

رابنز کے مطابق انسانی ضروریات لاتعداد لیکن ذرائع محدود ہوتے ہیں۔ نیز ذرائع کا متبادل استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا انسان اپنے محدود وسائل سے زیادہ افادہ حاصل کرنے کی کوشش میں وسائل ضروریات پر اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر شے سے مساوی افادہ مختتم حاصل ہو جاتے۔

Marfat.com

"قانون تقلیل افادہ مختتم کے مطابق کسی شے کا مسلسل صرف اس شے کے افادہ مختتم کو کم کر دیتا ہے اس سے وہ ایک ایسے نقطے پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں زر کا افادہ مختتم شے کے افادہ مختتم کے برابر ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد اس شے پر زر کی مزید اکائیاں صرف نہیں کی جاتیں۔ بلکہ وسائل کو کسی دوسری شے کی خرید پر لگا دیا جاتا ہے اور جب اس شے کا افادہ مختتم بھی پہلی شے کے افادہ مختتم کے برابر ہو جاتا ہے تو وہ اس شے پر بھی اخراجات روک دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح ہر شے پر وسائل کی تقسیم کرتے وقت ہر شے کے افادہ مختتم کو مساوی رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ الفرڈ مارشل نے قانون مساوی افادہ مختتم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:-

"اگر کسی شخص کے پاس کوئی ایسی شے ہو جسے ایک سے زائد کاموں میں استعمال کیا جا سکتا ہو تو اس شے کو صرف ان کاموں میں اس طرح استعمال کیا جائے گا جس سے ہر استعمال سے مساوی افادہ مختتم حاصل ہو جائے۔"

فرض کریں صارف کے پاس زر کی کل پانچ اکائیاں ہیں۔ وہ منتخب شدہ احتیاجات کی تسکین کے لیے ان پر اس طرح تقسیم کرے گا کہ ہر شے کا افادہ مختتم مساوی ہو جائے۔ کیونکہ اس سے کل تسکین یا افادہ زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے اس قانون کو انتہائی تسکین کا قانون Law of maximum satisfaction بھی کہتے ہیں۔ چونکہ انتہائی تسکین کے حصول کے لیے وہ کم افادہ دینے والی شے کو زیادہ افادہ دینے والی شے سے تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اس لیے اسے قانون استبدال Law of substitution بھی کہتے ہیں۔ اسے قانون غیر جانبداری Law of indifference بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وسائل کی تقسیم کے بعد صارف ایسے نقطے پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں تمام اشیاء کا افادہ مختتم مساوی ہوتا ہے اور وہ ایک شے کو دوسری شے پر ترجیح دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

فرض کریں صارف کے پاس زر کی کل پانچ اکائیاں ہیں۔ جنھیں وہ پھل اور دودھ پر خرچ کرنا چاہتا ہے۔ دودھ اور پھل پر زر کی تقسیم کے وقت ان کے افادہ مختتم کو پیش نظر رکھا جائیگا۔ وضاحت کے لیے گوشوارہ دیکھیں۔ اگر صارف پھل پر تین اور دودھ پر دو زر کی اکائیاں صرف کرے تو کل افادہ $(29 + 17) = 46$ ہوتا ہے۔ جیسے مندرجہ ذیل گوشوارے میں واضح کیا گیا ہے۔ اگر اس ترتیب کو تبدیل کر دیا جائے تو کل افادہ بھی لازماً کم ہو جائے گا۔ مثلاً اگر زر کی پانچوں اکائیاں پھل پر خرچ کی جائیں تو پھل سے حاصل ہونے والا کل افادہ 37 اور دودھ کا کل افادہ صرف 27 ہوتا ہے۔

Marfat.com

زر کی اکائیاں	پھل کا افادہ مختتم	دودھ کا افادہ مختتم
1	12	10
2	10	7
3	7	5
4	4	4
5	2	1
کل افادہ۔ -	35	27

اگر پھل پر تین اکائیاں صرف کرنے کی بجائے دو اکائیاں صرف کی جائیں اور دودھ پر دو کی بجائے تین زر کی اکائیاں خرچ کی جائیں تو دونوں اشیاء کے مجموعی افادہ میں دو اکائیوں کی کمی واقع ہوجاتی ہے کیونکہ دودھ کی تیسری اکائی کا افادہ مختتم صرف 5 ہے۔ افادہ کل 46 اس وقت زیادہ سے زیادہ ہوگا۔ جب دودھ اور پھل کا افادہ مختتم یکساں ہو۔ ایسی صورتِ حال کو صارف کا توازن Consumer's equilibrium کہتے ہیں۔ جسے اس مساوات سے بھی واضح کیا جاتا ہے۔

$$\text{صارف کا توازن} = \frac{\text{پھل کا افادہ مختتم}}{\text{پھل کی قیمت}} = \frac{\text{دودھ کا افادہ مختتم}}{\text{دودھ کی قیمت}}$$

گوشوارہ

صارف کے توازن کی وضاحت مندرجہ ذیل ڈائیگرام سے بھی کی جاسکتی ہے۔

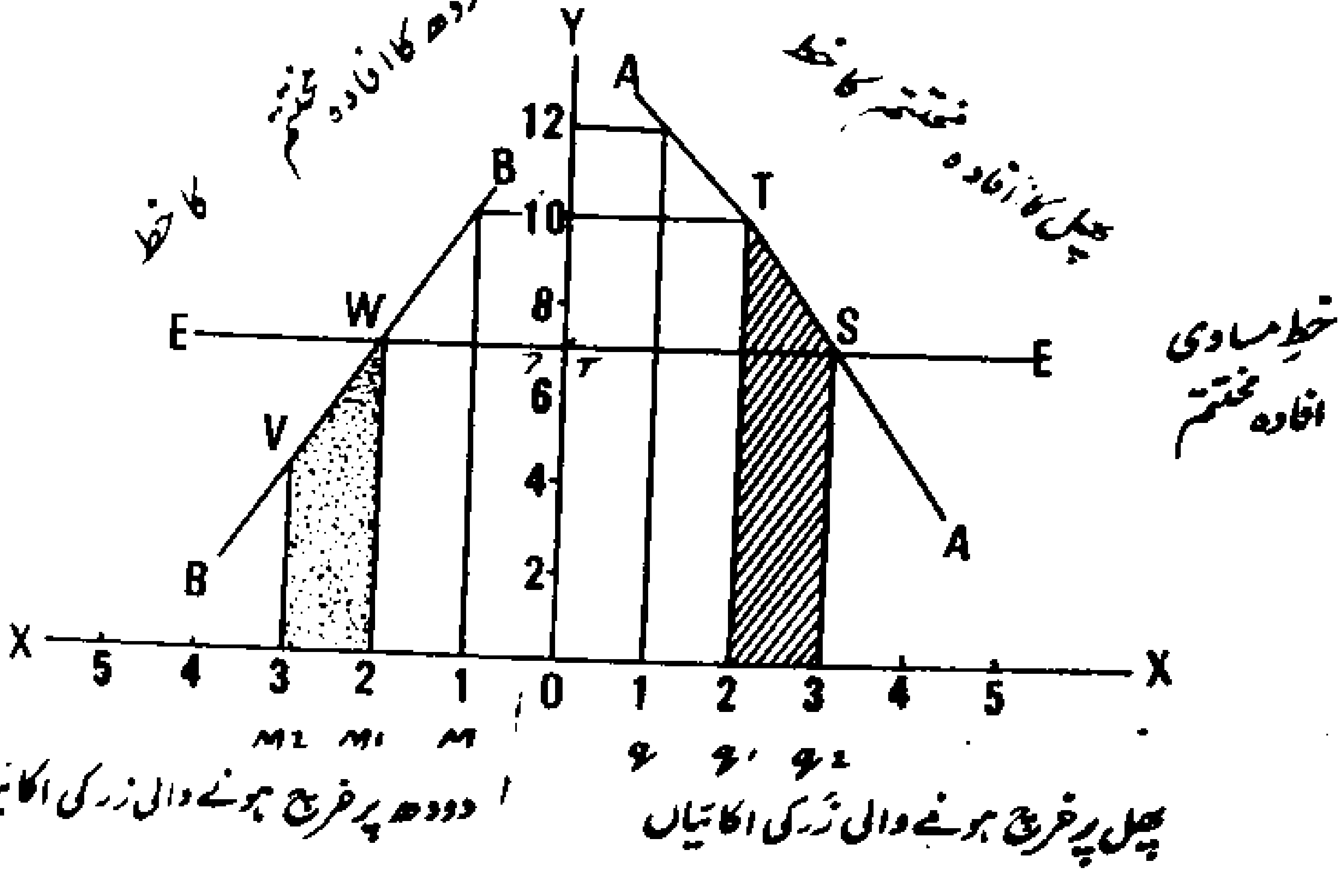

Marfat.com

ایکس محور کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ OX کے ساتھ پھل پر خرچ ہونے والی زر کی اکائیوں اور OX' پر دودھ پر خرچ ہونے والی زر کی اکائیوں کی پیمائش کی گئی ہے۔ OY کے ساتھ افادہ مختتم کی پیمائش کی گئی ہے۔ اگر پھل پر تین زر کی اکائیاں یعنی Oq_2 رقم خرچ کی جائیں تو پھل پر خرچ ہونے والی تیسری مختتم زر کی اکائی یعنی q^2 کا افادہ مختتم 7 یا Sq^2 ہے۔ اور دودھ پر دو زر کی اکائیاں یعنی OM_1 رقم خرچ کرنے سے زر کی مختتم اکائی یعنی M_1 کا افادہ مختتم بھی 7 یا WM_1 ہے۔ گویا دودھ اور پھل کے افادہ مختتم Sq_2 اور WM_1 برابر ہیں۔ ان دونوں نقاط کو باہم ملانے سے EE خط معرض وجود میں آیا جسے خط مساوی افادہ مختتم کہتے ہیں۔ ایسے حالات میں پھلوں سے حاصل ہونے والا کل افادہ $OTSq_2$ اور دودھ کا افادہ OM_1WT ہوگا۔ دونوں اشیاء کا مجموعی افادہ

$$M_1WSq_2 = OM_1WT + OTSq_2$$

ہوگا۔ جب تک صارف پھل اور دودھ پر خرچ کی جانے والی رقم کی ترتیب کو تبدیل نہیں کرتا۔ وہ اس افادہ کل سے مستفید ہوتا رہے گا۔ اگر صارف زر کی تقسیم میں ردّ و بدل کا فیصلہ کرے تو اس کے افادہ کل میں لازمی طور پر کمی واقع ہو جائے گی۔ مثلاً اگر وہ دودھ پر دو کی بجائے تین اکائیاں خرچ کرنے کا فیصلہ کرے یعنی OM_2 رقم خرچ کرے تو M_2 دودھ پر خرچ ہونے والی مختتم اکائی ہوگی۔ جس کا افادہ مختتم VM_2 ہوگا۔ دودھ پر خرچ ہونے والی تیسری اکائی دودھ کے کل افادہ میں M_1M_2V افادہ کا اضافہ کرے گی۔ لیکن چونکہ صارف کے پاس صرف پانچ ہی زر کی اکائیاں ہیں۔ اس لیے وہ مجبوراً پھل پر دو اکائیاں خرچ کرے گا۔ ایسے حالات میں اسے پھل کے افادہ کل میں سے تیسری اکائی کا افادہ منہا کرنا پڑے گا جو q_1q_2ST کے برابر ہوگا۔ چونکہ دودھ کے کل افادہ میں ایک زائد اکائی کے خرچ سے جمع ہونے والا افادہ M_1M_2VW اس افادہ مختتم سے کم ہے۔ جو پھل پر ایک زر کی اکائیاں ہٹانے سے صارف کو دستبردار ہونا پڑتا ہے۔ یعنی q_1q_2VW اس لیے زر کی اس نئی تقسیم سے دودھ اور پھل کے مجموعی افادہ میں کمی واقع ہو جائے گی۔ مختصراً

دودھ پر خرچ ہونے والی رقم = 2 زر کی اکائیاں یا OM_1

پھل پر خرچ ہونے والی رقم = 3 زر کی اکائیاں یا Oq_2

دودھ اور پھل پر کل اخراجات = 5 زر کی اکائیاں یا M_1q_2

$OM_1 + Oq_2 =$

پھل سے حاصل ہونے والا افادہ مختتم $= Sq_2$

دودھ سے حاصل ہونے والا افادہ مختتم $= WM_1$

پھل کا کل افادہ $= OTSq_2$

Marfat.com

دودھ کا کل افادہ = OM_1WT

پھل اور دودھ کا کل افادہ = $OM_1WT + OTSq_2$

$= M_2WSq_2$

دودھ پر ایک زائد اکائی خرچ کرنے سے دودھ کے کل افادہ میں جمع ہونیوالا افادہ = M_1M_2VW

پھل پر ایک کم اکائی خرچ کرنے سے پھل کے کل افادہ سے منفی ہونے والا افادہ = q_1q_2ST

اس نئی تقسیم سے صارف کو افادہ کی شکل میں نقصان ہوگا۔

حدود یا بندشیں Limitations

معاشیات کے قوانین محض ایک رجحان یا میلان کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہی صورت قانون مساوی افادہ مختتم کے ساتھ بھی ہے۔ عین ممکن ہے کہ صارف اپنی آمدنی کو اس قانون کے مطابق صرف نہ کرے۔ اس کی کچھ وجوہات ہوسکتی ہیں۔

۱۔ رسم ورواج اور فیشن۔ لوگ بعض اوقات محض رسم ورواج اور فیشن کی خاطر کچھ اشیاء استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جن سے انہیں ہر شے سے مساوی افادہ مختتم حاصل نہیں ہوتا مثلاً عورتیں رسم ورواج کی بناء پر زیورات اور طالب علم فیشن کی بناء پر نکٹائیوں پر روپیہ خرچ کرتے ہیں اور ایسا کرتے وقت وہ اس قانون کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتے۔

۲۔ ناواقفیت۔ صارف اکثر اوقات منڈی کے حالات سے ناواقف ہوتا ہے۔ کبھی تو اسے شے کے سستے نعم البدل معلوم نہیں ہوتے اور کبھی وہ محض لاپرواہی یا نمود ونمائش کی خاطر اخراجات کر دیتا ہے۔ ایسے حالات میں وہ اس قانون کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتا۔

۳۔ ناقابلِ تقسیم اشیاء۔ بعض اشیاء ناقابلِ تقسیم ہوتی ہیں۔ مثلاً کار، بھینس، قالین وغیرہ ایسے حالات میں اشیاء کے افادہ مختتم کو مساوی رکھنا دشوار ہوجاتا ہے۔

۴۔ انتخاب میں آزادی۔ دورِ حاضر میں نشر واشاعت سے لوگوں کو اپنی پسند کی اشیاء کے انتخاب میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس سے افادۂ کل اور افادہ مختتم دونوں متاثر ہوتے ہیں۔

عملی اہمیت PRACTICAL IMPORTANCE

۱۔ صرفِ دولت میں قانونِ مساوی افادہ مختتم انسان کو اپنے ذرائع سے زیادہ سے زیادہ افادہ حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ جس سے وہ توازن حاصل کرلیتا ہے۔

۲۔ صارف کی طرح آجر کے وسائل بھی محدود ہوتے ہیں۔ وہ بھی عواملِ پیدائش کو بدل بدل کر

Marfat.com

استعمال کرتا رہتا ہے۔ جس سے وہ ان کا بہترین اشتراک حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ آجر عاملین پیدائش کی صرف اتنی ہی اکائیاں استعمال کرتا ہے جس سے ہر عاملِ پیدائش کی مختتم پیداوار یکساں ہو جائے۔ اس نقطہ پر کل پیداوار زیادہ سے زیادہ لیکن مصارفِ پیدائش کم سے کم ہوتے ہیں۔

۳۔ تبادلۂ دولت میں کم افادہ رکھنے والی اشیاء کو زیادہ افادہ رکھنے والی اشیاء سے بدل دیا دیا جاتا ہے۔ اس طرح صارف زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ وہ اس وقت تک صرفِ دولت میں مصروف رہتا ہے۔ جب تک زر کا افادہ شے کے افادہ کے مساوی نہیں ہو جاتا۔

۴۔ تقسیمِ دولت میں ہر عاملِ پیدائش کو اس کی مختتم پیداوار کے مطابق معاوضہ ملتا ہے۔ آجر نہ تو مختتم پیداوار سے زیادہ سے زیادہ معاوضہ دے سکتا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے اس کا اپنا منافع کم ہو جاتا ہے اور نہ ہی مختتم پیداوار سے کم کیونکہ اس سے اس کے لیے ان کا تعاون حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ ہر عاملِ پیدائش کی مختتم پیداوار کو یکساں رکھنے کی کوشش میں ان کی تعداد کا تعین کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ جس سے معاوضوں کے تعین میں بھی مدد ملتی ہے۔

سوالات

۱۔ افادہ کی تعریف کریں۔ افادہ اور فائدہ مندی اور افادہ اور تسکین میں فرق بیان کریں؟

۲۔ قانونِ تقلیل افادہ مختتم کے الفاظ لکھیں۔ گوشوارہ اور شکل کی مدد سے قانون کی وضاحت کریں۔ نیز اس کی عملی اہمیت بھی واضح کریں؟

۳۔ قانون مساوی افادہ مختتم کو قانونِ استبدال اور قانونِ غیر جانبداری کیوں کہا جاتا ہے؟

۴۔ مندرجہ ذیل فارمولے کی وضاحت کریں؟

$$\frac{\text{ا کا افادہ مختتم}}{\text{ا کی قیمت}} = \frac{\text{ب کا افادہ مختتم}}{\text{ب کی قیمت}} = \frac{\text{ج کا افادہ مختتم}}{\text{ج کی قیمت}} = \frac{\text{ی کا افادہ مختتم}}{\text{ی کی قیمت}}$$

۵۔ اگر صرفِ دولت پر قانونِ تقلیل افادہ مختتم کا اطلاق نہ ہوتا تو صارف اپنی تمام تر آمدنی کسی ایک شے پر خرچ کر دیتا۔ کیا آپ اس بیان سے متفق ہیں؟

Marfat.com

باب ۸

خطوطِ غیر جانبداری

INDIFFERENCE CURVES

افادہ کے تخیل اور مکتبِ فکر کے بانی اور قائد الفرڈ مارشل اور اس کے پیرو کاروں کے مطابق صارف کسی شے پر اس وقت تک رقم خرچ کرتا رہتا ہے جب شے مذکورہ کا افادہ مختتم اور زر کا افادہ مختتم مساوی نہ ہو جائے۔ اور وہ اپنے محدود وسائل کو اپنی لاتعداد ضروریات پر اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر شے کا افادہ مختتم ایک دوسرے کے برابر ہو جائے۔

افادہ کا تخیل اس مفروضے پر قائم ہے کہ زر کا افادہ ہر حال میں یکساں رہتا ہے اور ہر شے کے افادہ کی پیمائش ہو سکتی ہے۔ مختلف اشیا کے افادوں کو جمع کیا جا سکتا ہے اور ہر شے کا افادہ دوسری کسی شے کے افادہ سے الگ تھلگ کیا جا سکتا ہے۔ جو لوگ اس نظریہ کو پیش کرنے میں پیش پیش تھے ان میں جیونز، والرس اور گوسن قابلِ ذکر ہیں۔ جن معیشت دانوں نے اس نظریہ سے اختلاف رائے رکھا ان میں فشر، ایجورتھ اور پریٹو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے مطابق افادہ کا تعلق خالصتاً ذہنی کیفیت سے ہے جسے نہ تو واضح الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی آلہ سے اس کی پیمائش ہو سکتی ہے۔ یہ محض ایک ذہنی احساس ہے اس کا مادی وجود کوئی بھی نہیں۔ چونکہ افادہ قابلِ پیمائش نہیں لہٰذا مختلف اشیا کے صرف سے حاصل ہونے والے افادوں کو جمع بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے ہر شے کا افادہ کسی دوسری شے کے افادہ سے منسلک ہوتا ہے۔ ایک سے زائد اشیا کے افادوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ مثلاً چائے کا افادہ دودھ، چائے پتی اور چینی پر منحصر ہے، نیز زر کے مسلسل استعمال سے بھی اس کا افادہ مختتم بتدریج بڑھتا ہے یعنی جوں جوں زر کی مقدار میں اضافہ ہو اس کا افادہ مختتم کم ہو جاتا ہے۔

جب افادہ کا تخیل ناقابلِ پیمائش ٹھہرایا گیا تو معیشت دانوں نے مختتم ترجیح کا نظریہ پیش کیا جن میں ایلن اور ہکس سرِ فہرست ہیں۔ پریٹو کے مطابق صارف کے لیے یہ جاننا ضروری نہیں کہ اشیا کے مختلف جوڑوں Pairs سے اسے کس قدر افادہ حاصل ہوتا ہے بلکہ اس کے لیے اتنا جاننا ہی کافی ہے کہ ان جوڑوں کی ترجیحی ترکیب کیا ہے یعنی وہ کس شے کو کس شے پر ترجیح دیتا ہے۔ ہکس کے نظریہ کے مطابق ہر صارف اپنے سامنے ایک مکمل ترجیحی نقشہ

Marfat.com

رکھتا ہے۔ وہ ایک شے کے بدلے دوسری شے کو خریدنے کا فیصلہ کرتا ہے کیونکہ وہ ایک شے کو دوسری شے کے مقابلے میں زیادہ ترجیح دیتا ہے۔

صارف بازاری قیمت کا لحاظ رکھے بغیر اپنی ترجیحات کو متعین کرتا ہے۔ وہ اشیا کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کی فہرست تیار کرتا ہے اور اس طرح وہ اپنی فہرست میں بعض ایسی اشیا بھی شامل کر لیتا ہے جنہیں خریدنا اس کے بس کا روگ نہیں ہوتا کیونکہ اس کے وسائل محدود ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں اسے اس مرتب شدہ فہرست میں سے انتخاب کرنا پڑتا ہے کہ کونسی شے خرید لے اور کسے ترک کر دے، یعنی وہ ایک شے کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے۔ اور اس طرح اپنے وسائل اور ترجیحات کے مطابق اپنی خریداری مکمل کر لیتا ہے اور اس ذہنی کیفیت اور تذبذب سے بچ جاتا ہے۔

مختتم شرح استبدال MARGINAL RATE OF SUBSTITUTION

صارف کے وسائل محدود ہیں اور ان کا متبادل استعمال بھی ہے۔ وہ اشیا کی فہرست اور اس کی ترتیب میں ردّوبدل کرتا رہتا ہے کبھی دودھ پر اخراجات بڑھا لیتا ہے اور گوشت پر کم کر لیتا ہے اور کبھی پھلوں پر خرچ بڑھا کر دودھ پر کم کر دیتا ہے اس ردّوبدل سے وہ اپنی تسکین کی سطح کو بلند سے بلند رکھنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔

تمام اشیا کمیاب ہوتی ہیں اس لیے ہر فرد کو ان کے متبادل استعمال میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ یعنی ہر شخص کی ترجیحات کی کوئی نہ کوئی ترتیب ہوتی ہے اور ہر شے کی قدر کا تعین ترجیحات کی نسبت سے ہوتا ہے۔ صارف منڈی میں کسی شے کی اسی قدر مقدار خریدتا ہے جو اس کی قیمت کو مختتم شرحِ استبدال کے مساوی کر دے۔ قیمت میں تبدیلی سے استبدالی اور آمدنی کے اثرات پیدا ہوتے ہیں جن کا مطالعہ آئندہ صفحات پر کیا جائے گا۔

مختتم شرح استبدال سے مراد ایسی شرح ہے جس پر ایک صارف کسی ایک شے کی ایک اکائی کے عوض کسی دوسری شے کی چند اکائیاں دینے پر تیار ہو۔ ایستھم (Eastham) نے ایک جیسی اہمیت رکھنے والی اشیا کی چھوٹی چھوٹی اکائیوں کے باہمی تبادلہ کی نسبت کو جسے مساوی ترجیح دی گئی ہے مختتم شرح استبدال کہا ہے۔ یعنی دو اشیا کی قلیل مقداروں کے درمیانی تناسب جنہیں ایک فرد یکساں طور پر اہم سمجھتا ہو۔ مختتم شرح استبدال کا تخیل خطوط غیر جانبداری کے ذریعے صارف کی ذہنی کیفیت کے اظہار کا نہایت عمدہ طریقہ ہے اور یہ مارشل کے نظریہ مختتم افادہ

Marfat.com

سے بہت حد تک تشابہ ہے۔ مختتم شرح استبدال کے تخیل کے مطابق صارف کسی شے کی اتنی اکائیاں خریدتا ہے جس سے مختتم شرح استبدال برائے زرقیمت کے برابر ہو جائے۔

صارف کسی شے کو کسقدر اہمیت دیتا ہے اور وہ اس کے لیے دوسری کسی شے کی کس قدر مقدار یا قیمت دینے پر رضامند ہے۔ اس کی زرقی شرح قدر Personal valuation کہلاتی ہے۔ اس کا انحصار صارف کی ذاتی ترجیح پر ہوتا ہے۔ بازاری شرح مبادلہ Market valuation سے مراد وہ شرح جو اشیا کی اپنی اپنی قیمتوں سے متعین ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ وہ شرح ہے جس پہ بازار میں اشیا کی قیمتوں کی نسبت سے ایک شے کا تبادلہ دوسری شے سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک روپے سے دو کیلے یا ایک سیب خریدا جا سکے تو شرح مبادلہ ایک سیب = ۲ کیلے ہوگی۔ بازار میں صارف کو ذاتی شرح تبادلہ کے علاوہ منڈی یا بازاری شرح مبادلہ سے بھی واسطہ پڑتا ہے۔ صارف متوازن کیفیت میں اس وقت ہوگا جب ذاتی شرح مبادلہ اور بازاری شرح مبادلہ برابر ہو جائیں۔

بازار میں صارف کے سامنے مختلف اشیا کے کئی جوڑے ہوتے ہیں جو یکساں افادہ دیتے ہیں چنانچہ وہ اپنے محدود وسائل اور قیمت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک شے کے بدلے دوسری شے لینے کا فیصلہ کرتا رہتا ہے۔ اس ردوبدل کے باوجود اس کی تسکین کی سطح یا مجموعی افادہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ وضاحت کے لیے گوشوارہ دیکھیں

گوشوارہ

اشتراک	کیلے	سیب	کیلوں کے لیے پیسوں کی مختتم شرح استبدال
پہلا	—	۲۰	—
دوسرا	۱	۱۵	۵ : ۱
تیسرا	۲	۱۱	۴ : ۱
چوتھا	۳	۸	۳ : ۱
پانچواں	۴	۶	۲ : ۱

گوشوارہ سے ظاہر ہے کہ صارف کے پاس کیلوں اور سیبوں کے پانچ اشتراک، مجموعے یا جوڑے ہیں ان سب سے یکساں تسکین حاصل ہوتی ہے۔ پہلے اشتراک میں صفر کیلا اور ۲۰ سیب وہی تسکین دیتے ہیں جو دوسرے اشتراک میں ایک کیلے اور پندرہ سیب یا تیسرے اشتراک میں دو کیلے

Marfat.com

اور گیارہ سیب یا چوتھے اشتراک میں تین کیلے اور آٹھ سیب اور پانچویں اشتراک میں چار کیلے اور چھ سیب تسکین دیتے ہیں۔ گویا ان سب اشتراکوں کی تسکین یکساں ہے۔ بازاری زر مبادلہ ظاہر کرتی ہے کہ بازار میں صارف کو کتنے پیسوں کے عوض ایک کیلا ملتا ہے ذاتی شرح مبادلہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ صارف ایک کیلے کے لیے کتنے پیسے دینے پر تیار ہے۔ دوسرے اشتراک میں وہ ایک کیلا حاصل کرنے کے لیے پانچ سیب دینے کے لیے تیار ہے۔ تیسرے اشتراک میں وہ ایک مزید کیلا حاصل کرنے کے لیے پانچ کی بجائے صرف چار سیبوں سے ہی محروم ہونے کے لیے تیار ہے اور اس کی تسکین یکساں رہتی ہے۔ چوتھے اشتراک میں وہ مزید ایک کیلے کے لیے صرف تین سیب دینے پر آمادہ ہے اور پانچویں میں صرف دو سیب۔ اس طرح جوں جوں سیبوں کا ذخیرہ کم ہوتا ہے سیبوں سے حاصل ہونے والی تسکین بڑھتی جاتی ہے اور کیلوں کے ذخیرہ میں اضافہ سے کیلوں کی تسکین کم ہوتی جاتی ہے اس لیے وہ ہر زائد کیلے پر سیبوں کی کم تعداد دینے پر آمادہ ہوتا دکھائی دیتا ہے اس طرح سیبوں کی کیلوں کے لیے مختتم شرح استبدال کم ہوتی جاتی ہے۔

پہلے اور دوسرے اشتراک میں کیلوں کی سیبوں کے لیے مختتم شرح استبدال = 5 سیب
دوسرے اور تیسرے اشتراک کے دوران کیلوں کی سیبوں کے لیے مختتم شرح استبدال = 4 سیب
تیسرے اور چوتھے اشتراک کے دوران کیلوں کی سیبوں کی شکل میں مختتم شرح استبدال = 3 سیب
چوتھے اور پانچویں اشتراک میں کیلوں کی سیبوں کی صورت میں مختتم شرح استبدال = 2 سیب

پس مختتم شرح استبدال کیلوں اور سیبوں کی نسبتی قدر ہے۔ دوسرے الفاظ میں مختتم شرح استبدال قلیل مقداروں کے درمیان وہ تناسب ہے جسے صارف یکساں اہمیت دیتا ہو یا جو صارف کے نزدیک یکساں اہمیت کی حامل ہوں۔ مزید وضاحت کے لیے ڈائیگرام کا مطالعہ مفید ہوگا۔ ایکس محور کے ساتھ کیلوں اور وائی محور کے ساتھ سیبوں کی پیمائش کی گئی ہے IC خط غیر جانبداری ہے۔ اس خط کے رجحان سے پتہ چلتا ہے کہ ہر زائد کیلا حاصل کرنے کے لیے وہ پہلے سے کم سیب دینے پر آمادہ ہوتا ہے۔ P'M کیلے حاصل کرنے کے لیے وہ PP' سیب دیتا ہے V'M کیلوں کے لیے وہ M'M سے زیادہ سیب دینے پر آمادہ نہیں۔ P'M = V'M لیکن

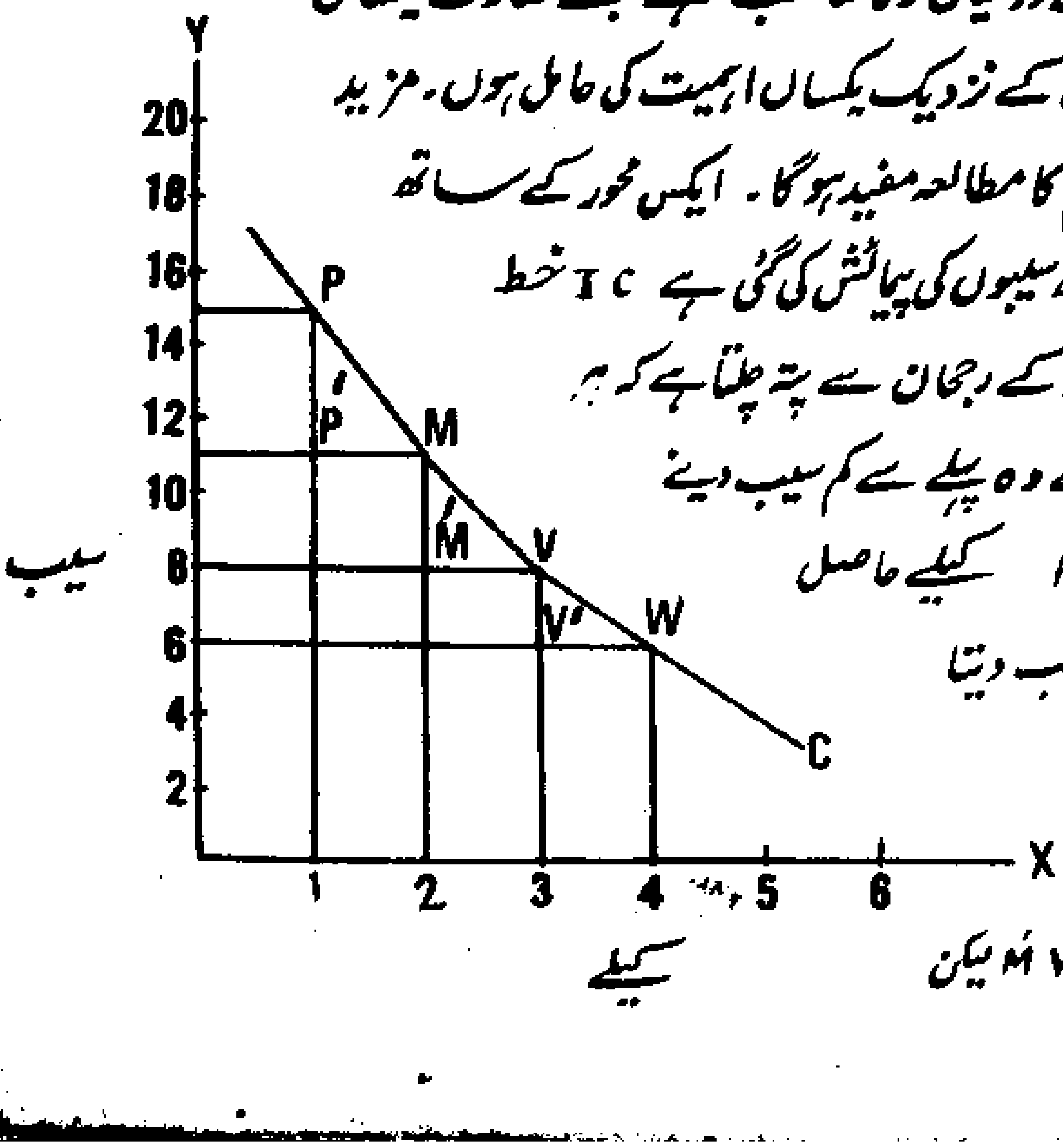

$MM' \neq PP'$

اسی طرح $M'M$ کیلوں کے لیے وہ صرف $V'V$ سیب ہی دینے پر تیار ہے اور اگرچہ $VW' = VM'$ لیکن $V'V \neq M'M$ ۔ ثابت ہوا کہ ہر اشتراک پر وہ ایک زائد کیلا حاصل کرنے کے لیے پہلے سے کم سیبوں کی مقدار دینے پر آمادہ ہے۔ یعنی اس کی کیلوں کے لیے زرتی شرح قدر کم اور سیبوں کے لیے بڑھتی جاتی ہے۔ اگر صارف کے پاس کسی شے کی مختتم شرح استبدال بازاری شرح تبادلہ سے زیادہ ہو تو وہ اس شے کو زیادہ مقدار میں حاصل کرے گا اور یہ تبادلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ اس کی شرح استبدال بازاری شرح تبادلہ کے برابر ہو جائے۔ ہماری مذکورہ مثال میں صارف اس وقت تک سیبوں کے بدلے کیلے حاصل کرتا رہے گا جب تک ان کی مختتم شرح استبدال بازاری شرح تبادلہ کے برابر نہیں ہو جاتی۔

خطوط غیر جانبداری Indifference map

خطوط غیر جانبداری کا نظریہ سب سے پہلے ایجورتھ (Edgeworth) اور پریٹو (Pareto) نے پیش کیا جسے ایلن اور ہکس نے موجودہ بہتر شکل دی۔ اس سے پہلے انہوں نے مارشل اور اس کے پیروکاروں کے نظریہ افادہ کو ہدفِ تنقید بنایا اور ثابت کیا کہ اشیاء کا افادہ قابلِ پیمائش نہیں۔ مختلف اشیاء سے حاصل ہونے والے افادہ کو نہ تو جمع کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے ایک دوسرے الگ تھلگ کیا جا سکتا ہے۔ نیز زر کے افادہ کا طرزِ عمل بھی اشیاء کے افادہ کی مانند ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک افادہ خالصتاً ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ لہٰذا یہ ناقابلِ پیمائش ہے۔ صارف اپنے محدود وسائل کے پیشِ نظر اپنے سامنے اشیاء کا ایک ترجیحی نقشہ (Scale of Preferences) رکھتا ہے۔ ایک شے کے بدلے دوسری شے کو ترجیح دیتا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ وہ ایک شے پر دوسری کو کیوں ترجیح دیتا ہے۔ ہکس اور ایلن کے مطابق صارف کے سامنے ترجیحات ہوتی ہیں جن کے مطابق وہ عمل پیرا ہوتا ہے۔ اگر صارف کے طرزِ عمل کو نظریہ مختتم شرح استبدال کی رو سے واضح کیا جائے تو اس کے لیے خطوط جانبداری سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔

صارف اشیاء کی ترجیحی ترتیب (Order of Preferences) مرتب کرتے وقت اپنی پسند اور اشیاء کے افادوں کو تو ملحوظ خاطر رکھتا ہے مگر ان کی قیمتوں کو بالائے طاق رکھتا ہے۔ اس کی فہرست طویل بھی ہو سکتی ہے۔ وہ سب اشیاء خرید بھی نہیں سکتا کیونکہ اس کے وسائل

Marfat.com

محدود ہیں۔ وہ ان قیمتوں کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے اور بعض کم اہم اشیا کو فہرست سے حذف کر دیتا ہے۔ حذف ہونے والی اشیائ کی خرید یا تو اس کی بساط سے باہر ہوتی ہے یا ان سے حاصل ہونے والا افادہ قیمت کی نسبت کم ہوتا ہے۔ باقی اشیا وہ خرید لیتا ہے۔ صارف جن اشیا کو خریدنا چاہتا ہے وہ ایک دوسرے سے بدلی جاسکتی ہیں۔ ان اشیا کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم بھی کیا جا سکتا ہے۔ ان تمام بدل پذیر اور تقسیم پذیر اشیا کے مختلف اشتراک یا جوڑے بنائے جاسکتے ہیں۔ صارف کے نزدیک یہ تمام اشتراک یکساں اہمیت اور مساوی افادہ کے حامل ہیں۔ ایسے حالات میں صارف ترجیحی ترتیب کس طرح قائم کرتا ہے اس کی وضاحت کے لیے ایک مثال لیں۔ فرض کریں صارف اپنے محدود وسائل کی روشنی میں دو اشیا کیلے اور سیب کے مختلف اشتراک بناتا ہے جو اس کے لیے یکساں اہمیت اور مساوی افادہ کے حامل ہیں وضاحت کے لیے گوشوارہ دیکھیں۔

گوشوارہ

اشتراک	کیلے	سیب
پہلا	۱	۱۵
دوسرا	2	6
تیسرا	3	3
چوتھا	4	۱

گوشوارہ کے مطابق صارف کے پاس کیلوں اور سیبوں کے چار اشتراک ہیں ہر اشتراک سے اسے یکساں تسکین ملتی ہے۔ وہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ کسی اشتراک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتا وہ ہر اشتراک میں غیر جانبدار ہے پہلے اشتراک میں اسے ایک کیلے اور دس سیبوں سے اسی قدر تسکین ملتی ہے جس قدر دوسرے اشتراک کے دو کیلوں اور چھ سیبوں سے یا تیسرے اشتراک کے تین کیلوں اور تین سیبوں سے، یا چوتھے اشتراک کے چار کیلوں اور ایک سیب سے ملتی ہے۔ لہٰذا وہ اس بات سے بے نیاز ہے کہ اسے کونسا اشتراک ملتا ہے۔ گوشوارے کو ڈائیگرام کے ذریعے بھی واضح کیا گیا ہے۔

ایکس محور کے ساتھ کیلوں اور وائی محور کے ساتھ سیبوں کی مقدار کی پیمائش کی گئی IC خط غیر جانبداری ہے۔ اس پر چار نکات D، C، B، A واقع ہیں۔ اگر صارف اپنے وسائل سے نقطہ A ایک کیلا اور دس سیب خریدے تو اسے اسی قدر تسکین حاصل ہوتی ہے جتنی نقطہ B پر دو کیلے اور چھ سیب خرید کر نقطہ C پر تین کیلے اور تین سیب اور نقطہ D پر چار کیلے اور ایک سیب خرید کر

Marfat.com

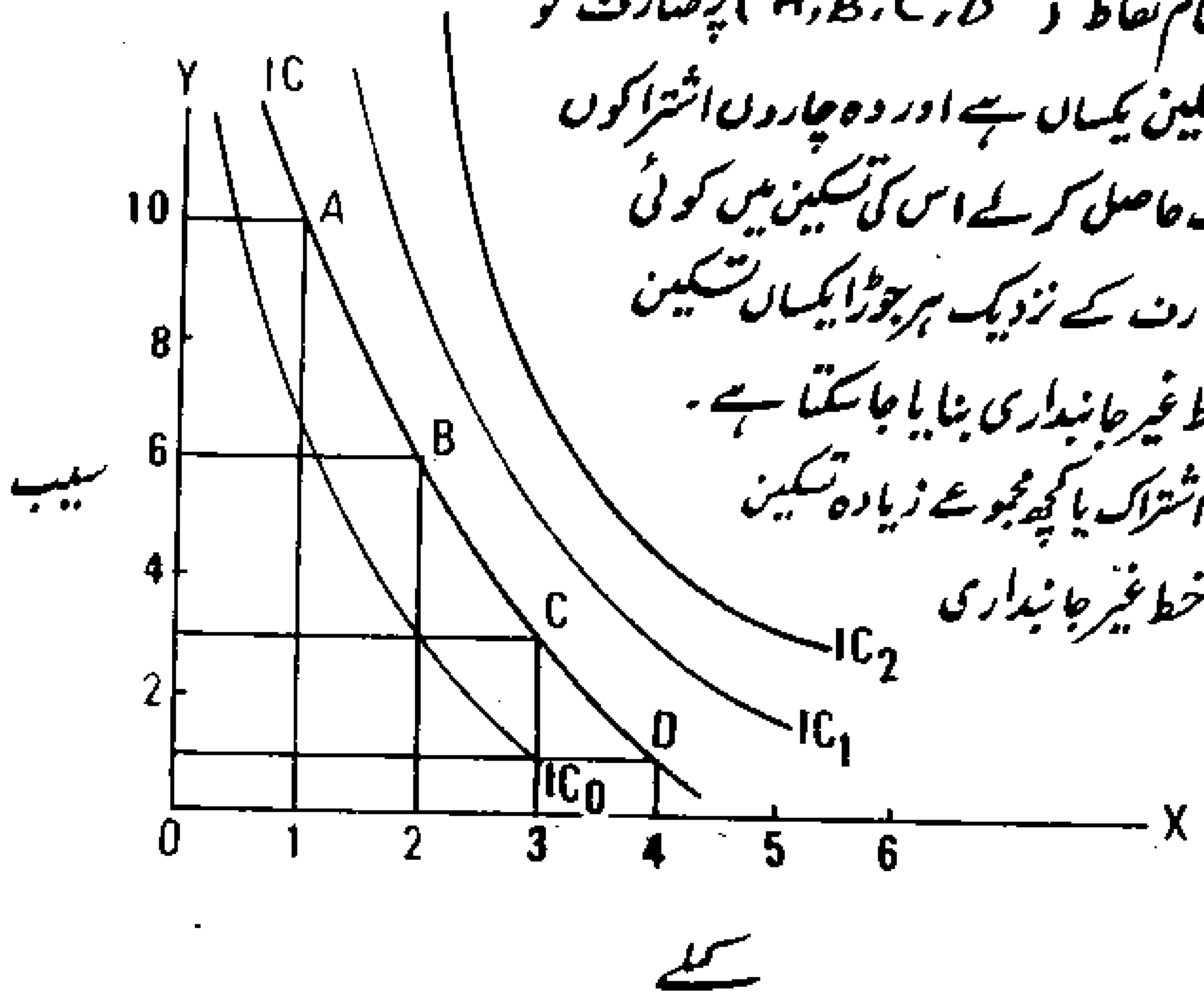

حاصل ہوتی ہے۔ ان تمام نقاط (A, B, C, D) پر صارف کو حاصل ہونے والی تسکین یکساں ہے اور وہ چاروں اشتراکوں میں کوئی سا بھی اشتراک حاصل کر لے اس کی تسکین میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ اگر صارف کے نزدیک ہر جوڑا یکساں تسکین دے تو اس کا ایک خط غیر جانبداری بنایا جا سکتا ہے۔

اگر ان اشیاء میں سے کچھ اشتراک یا کچھ مجموعے زیادہ تسکین کا باعث بنیں تو دوسرا خط غیر جانبداری بنایا جائے گا۔ جو پہلے خط غیر جانبداری سے بلند ہو گا۔

اگر کچھ جوڑے کم تسکین دیں تو ایک مزید خط غیر جانبداری پہلے خط غیر جانبداری کے نیچے بنایا جائے گا۔ پس ثابت ہوا کہ ایک خط غیر جانبداری صرف تسکین کی ایک سطح ہی کی نمائندگی کرتا ہے، جوں جوں تسکین کی سطح بلند ہوتی جائے گی خطوط غیر جانبداری بھی بلند سے بلند ہوتے چلے جائیں گے جیسا کہ ڈائیگرام سے ظاہر کیا گیا ہے۔

MAIN PROPERTIES OF INDIFFERENCE CURVES

خطوط غیر جانبداری کی خصوصیات

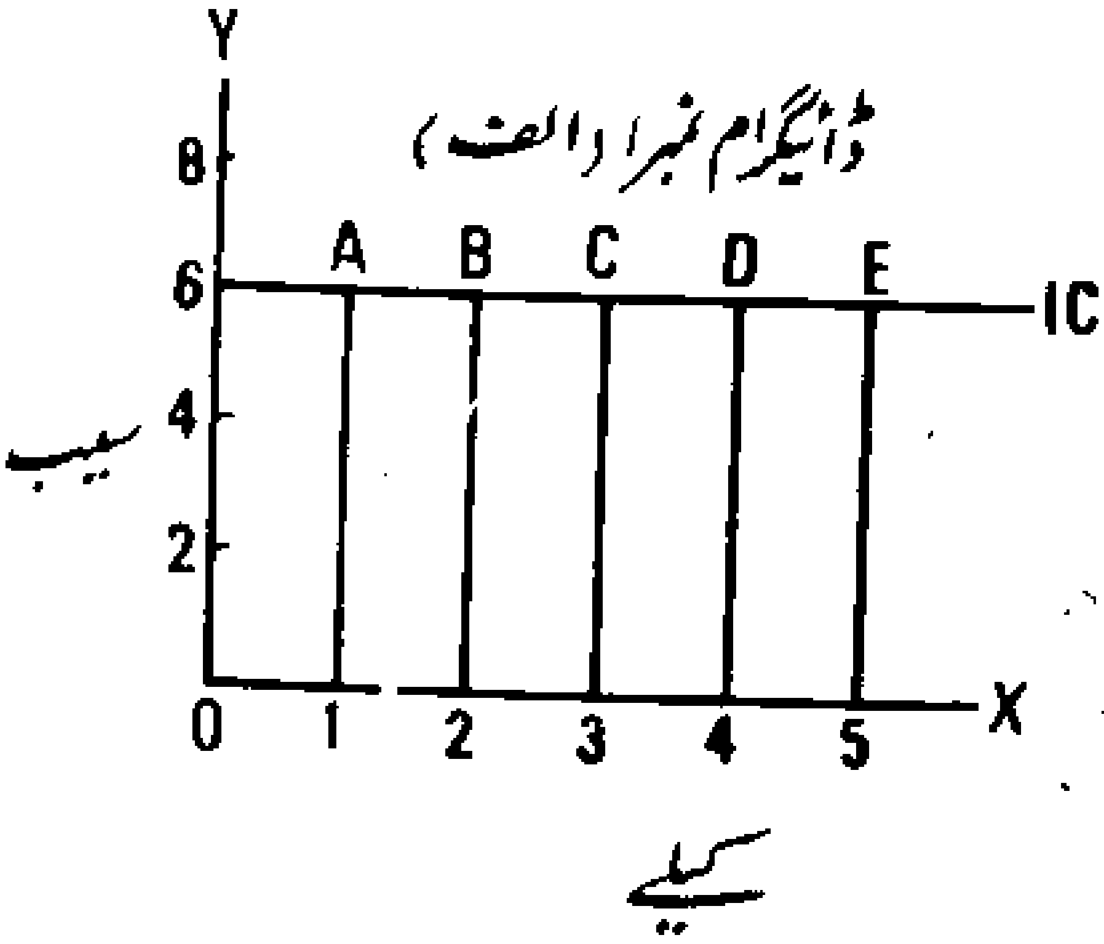

منفی رجحان | خطوط غیر جانبداری کا رجحان منفی ہوتا ہے، یہ بائیں جانب سے دائیں طرف اوپر سے نیچے گرتے ہیں کیونکہ جب صارف ایک شے کی زائد اکائیاں حاصل کرنا چاہے تو اسے دوسری شے کی کم اکائیاں دینا پڑتی ہیں یہ خط مستقیم کی شکل میں نہیں ہوتے جیسا کہ ڈائیگرام نمبر ۱ (الف) میں واضح کیا گیا ہے اس شکل کے مطابق صارف کیلوں کی تعداد میں تو اضافہ کرتا ہے مگر اس کے سیبوں کی مقدار یکساں ہی رہتی ہے ایسی

Marfat.com

صورت میں نہ تو تسکین یکساں رہ سکتی ہے اور نہ خط غیر جانبداری بن سکتا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کیلوں کی تعداد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ سیبوں کی مقدار میں بھی کمی ہوتی جائے۔ خط

ڈائیگرام نمبر ۲

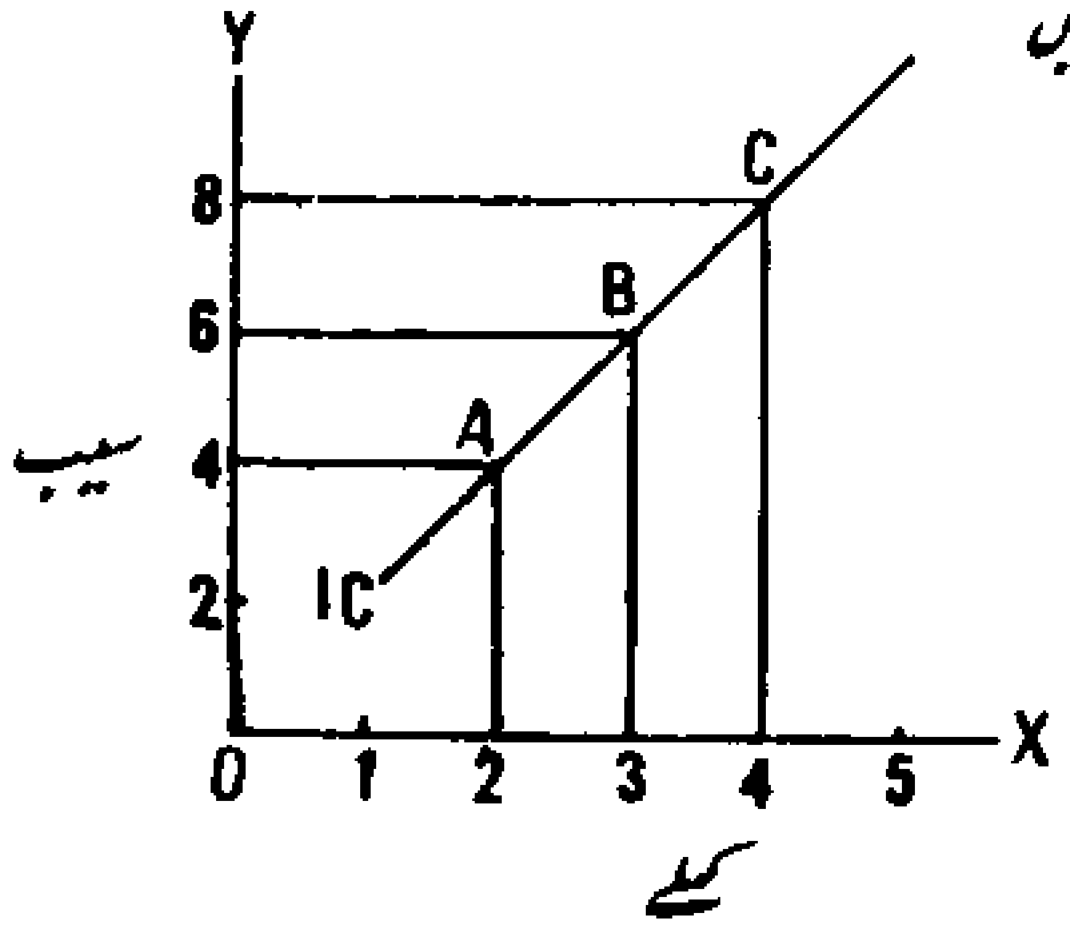

خط غیر جانبداری بائیں سے دائیں جانب اوپر کو بھی نہیں اٹھ سکتا۔ ایسی صورت میں بھی تسکین یکساں نہیں رہتی مثلاً شکل نمبر ۲ کے مطابق نقطہ A پر اشتراک دو عدد کیلے اور ۴ عدد سیب میں نقطہ B پر تین عدد کیلے اور چھ عدد سیب ہو جاتے ہیں جو یقیناً زیادہ تسکین کا باعث بنیں گے۔ لہٰذا خط غیر جانبداری کبھی بھی بائیں سے دائیں جانب اوپر نہیں اٹھ سکتا یعنی اس کا رجحان کبھی بھی مثبت نہیں ہو سکتا۔ وضاحت ڈائیگرام نمبر ۲ میں کی گئی ہے۔ خطوط غیر جانبداری محدب (Convex) شکل رکھتے ہیں۔

ڈائیگرام نمبر ۳

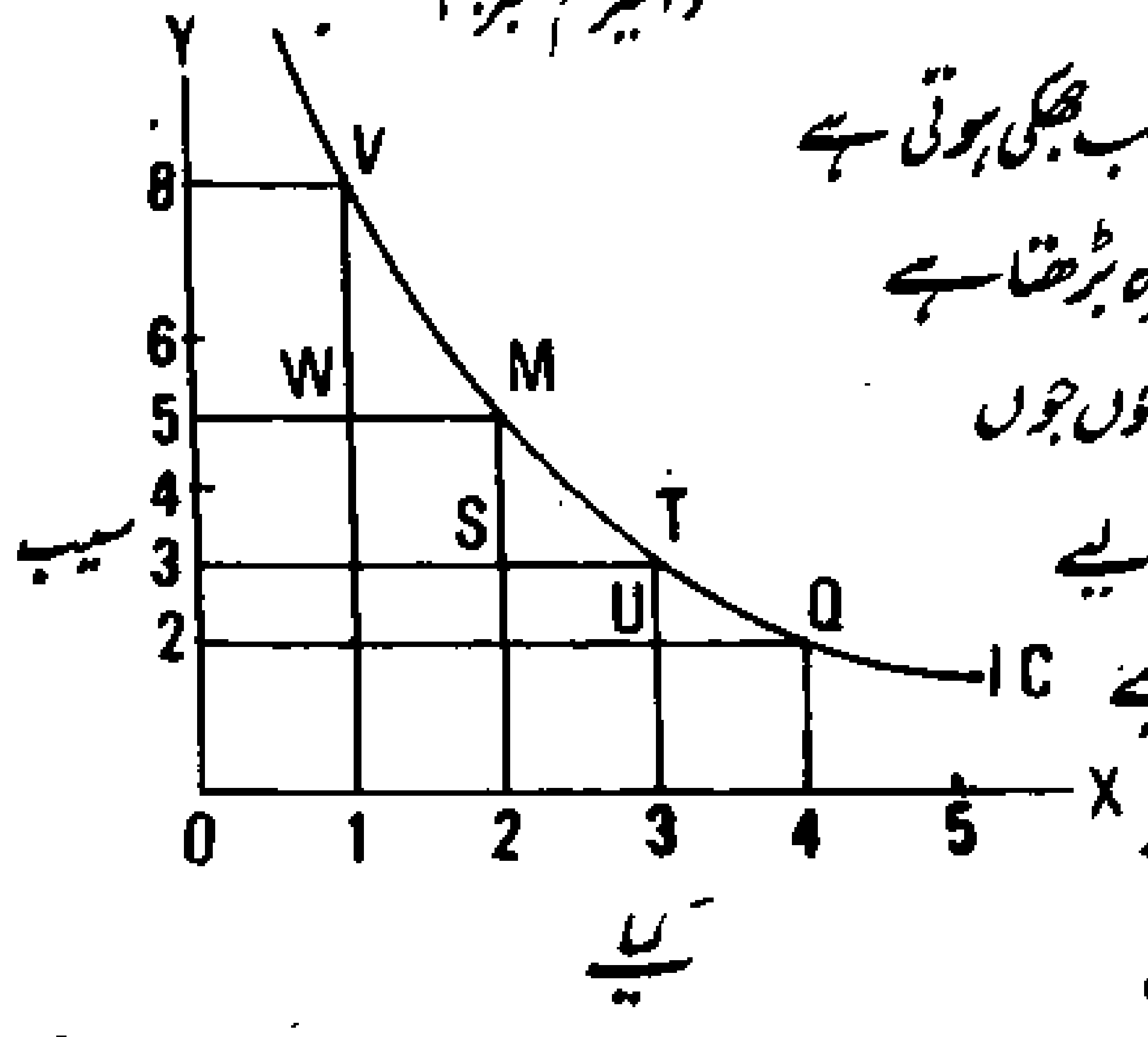

یہ خطوط خمدار ہوتے ہیں اور ان کی پشت نیچے جانب جھکی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جوں جوں ایک شے کا ذخیرہ بڑھتا ہے دوسری شے کا ذخیرہ کم ہونے لگتا ہے۔ مثلاً جوں جوں کیلوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے کیلوں کے لیے سیبوں کی مختتم شرح استبدال کم ہوتی جاتی ہے ڈائیگرام نمبر ۳ کے مطابق اگر پہلے کیلے کے لیے آٹھ سیب ہیں تو دوسرے کیلے کے لیے صارف صرف تین سیب دینے پر آمادہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں WM کیلے کے لیے VW سیب تو دے دیئے جاتے ہیں مگر ST کیلوں کے لیے SM سیب قربان کیے جاتے ہیں جو VW سے یقیناً کم ہیں۔ اسی طرح QU کیلوں کے لیے صارف صرف TU سیب دینے پر ہی آمادہ ہے جو SM سیبوں سے کم ہیں۔

ڈائیگرام نمبر ۴

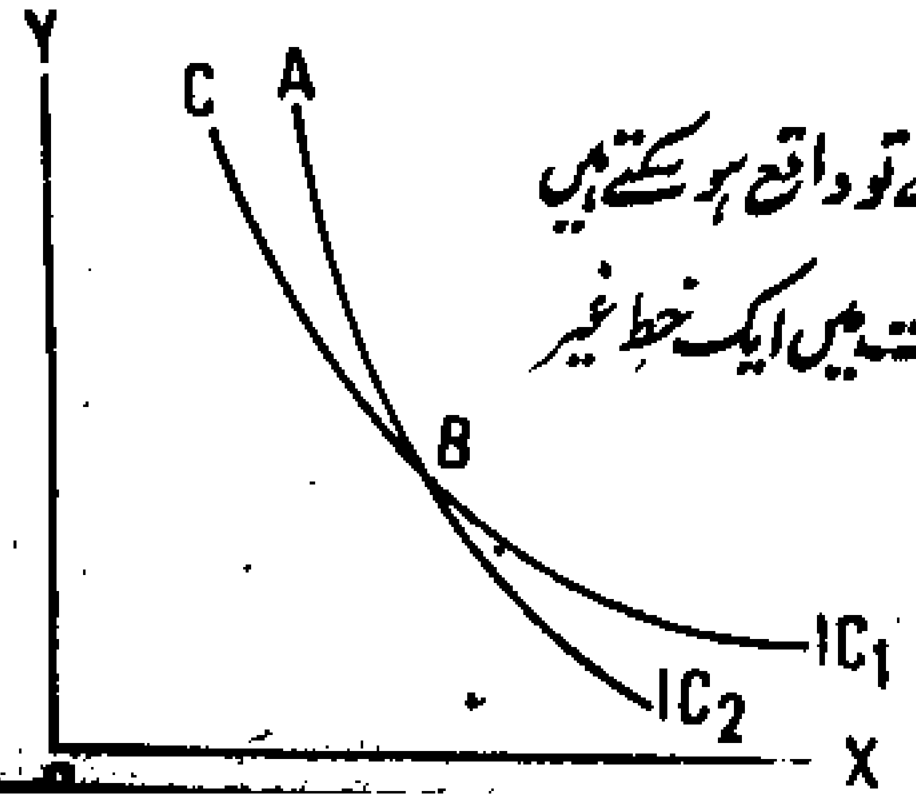

دو خطوط غیر جانبداری کبھی ایک دوسرے کے اوپر تلے تو واقع ہو سکتے ہیں مگر کبھی بھی ایک دوسرے کو قطع نہیں کرتے قطع کرنے کی صورت میں ایک خط غیر جانبداری دوسرے خط غیر جانبداری کی نسبت کسی ایک نقطے پر کم تسکین اور دوسرے نقطے پر

Marfat.com

زیادہ تسکین کو ظاہر کرے گا۔ نقطہ انقطاع پر دونوں خطوط دو علیحدہ علیحدہ تسکین کی سطحوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ دو خطوط کبھی ایک دوسرے کو کبھی بھی قطع نہیں کریں گے۔

ڈائیگرام نمبر ۵

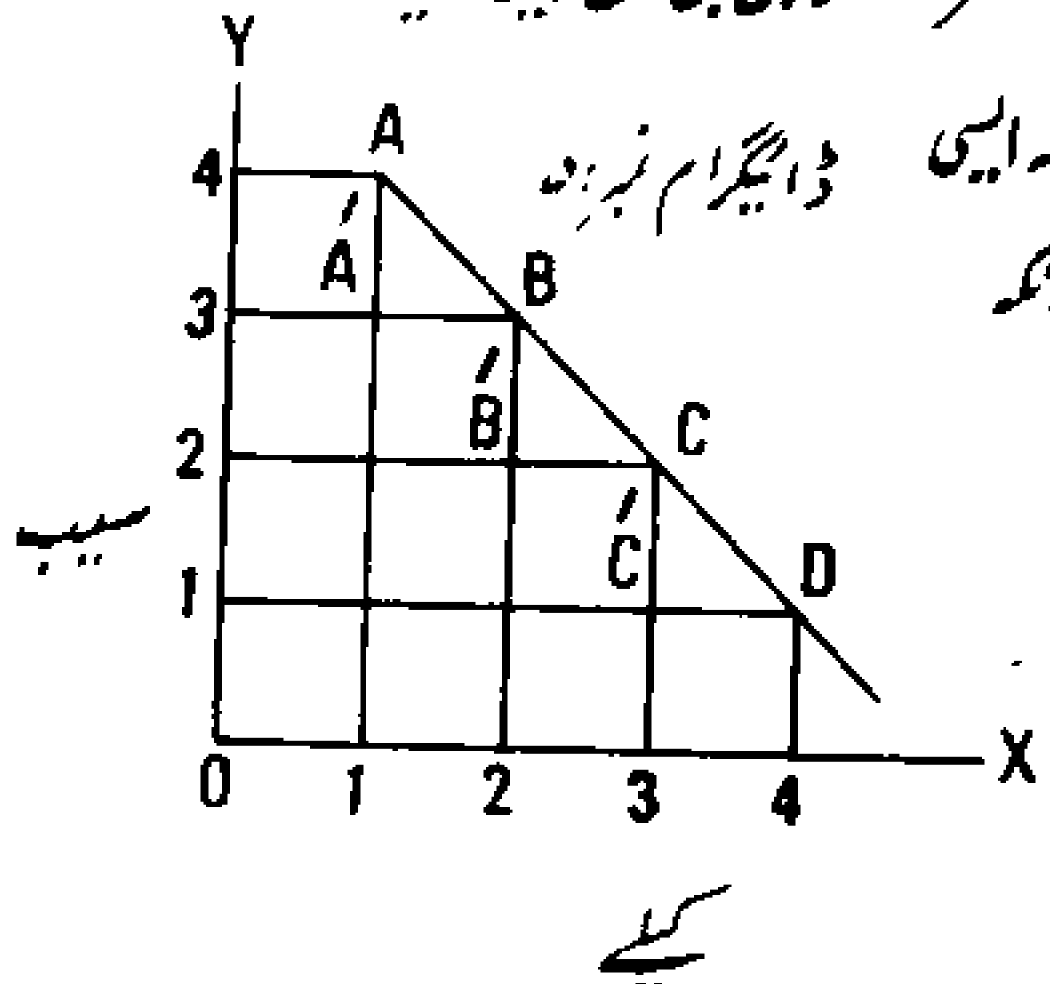

۴۔ خطِ غیر جانبداری بالکل مستقیم بھی نہیں ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں مختتم شرح استبدال یکساں رہتی ہے۔ حالانکہ حقیقی طور پر اسے گرنا چاہیے۔ اگر صارف زیادہ کیلے حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ پہلے سے کم سیب دینے پر آمادہ ہوگا اس طرح مختتم شرح استبدال لازماً گرے گی۔ ڈائیگرام نمبر ۵ میں دوسرا کیلا حاصل کرنے کے لیے صارف ایک سیب ہی دیتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے کیلے کے حصول کے لیے بھی وہ ایک ایک سیب سے ہی دستبردار ہو جاتا ہے جو غلط ہے۔ ثابت ہوا کہ خطِ غیر جانبداری کبھی مستقیم نہیں ہوتا۔

ڈائیگرام نمبر ۶

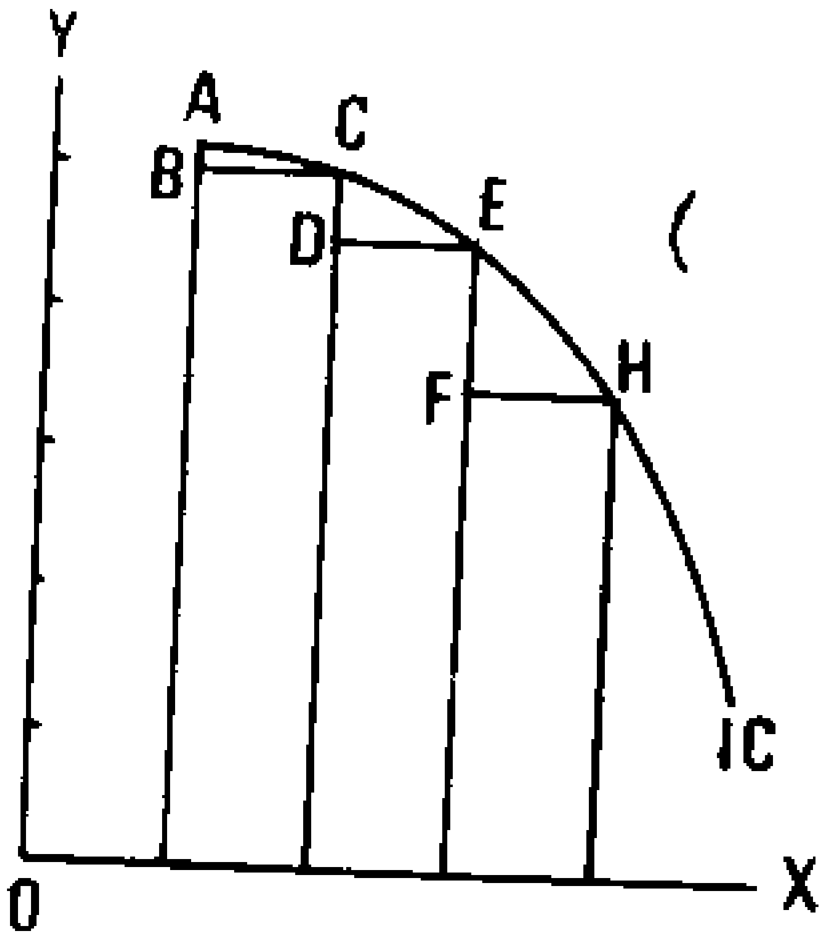

۵۔ خطِ غیر جانبداری منعکس ( ) یعنی اس کا خم اوپر کی جانب نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ ڈائیگرام نمبر ۶ میں واضح کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں کیلوں کے لیے سیبوں کی شرح استبدال نہیں گرتی مثلاً ط C کیلے حاصل کرنے کے لیے AB سیب دیئے جاتے ہیں۔ DE کیلوں کے لیے CD سیب جو بالکل ناممکن ہے۔ سیبوں کی مقدار کم ہونی چاہیے بڑھنی نہیں چاہیے۔ اسی طرح یہ کیسے ممکن ہے کہ FH کیلوں کے لیے EF سیبوں کی مقدار دی جائے۔ ایسی صورت میں تو مختتم شرح استبدال میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جو غیر حقیقی ہے۔

ڈائیگرام نمبر ۷

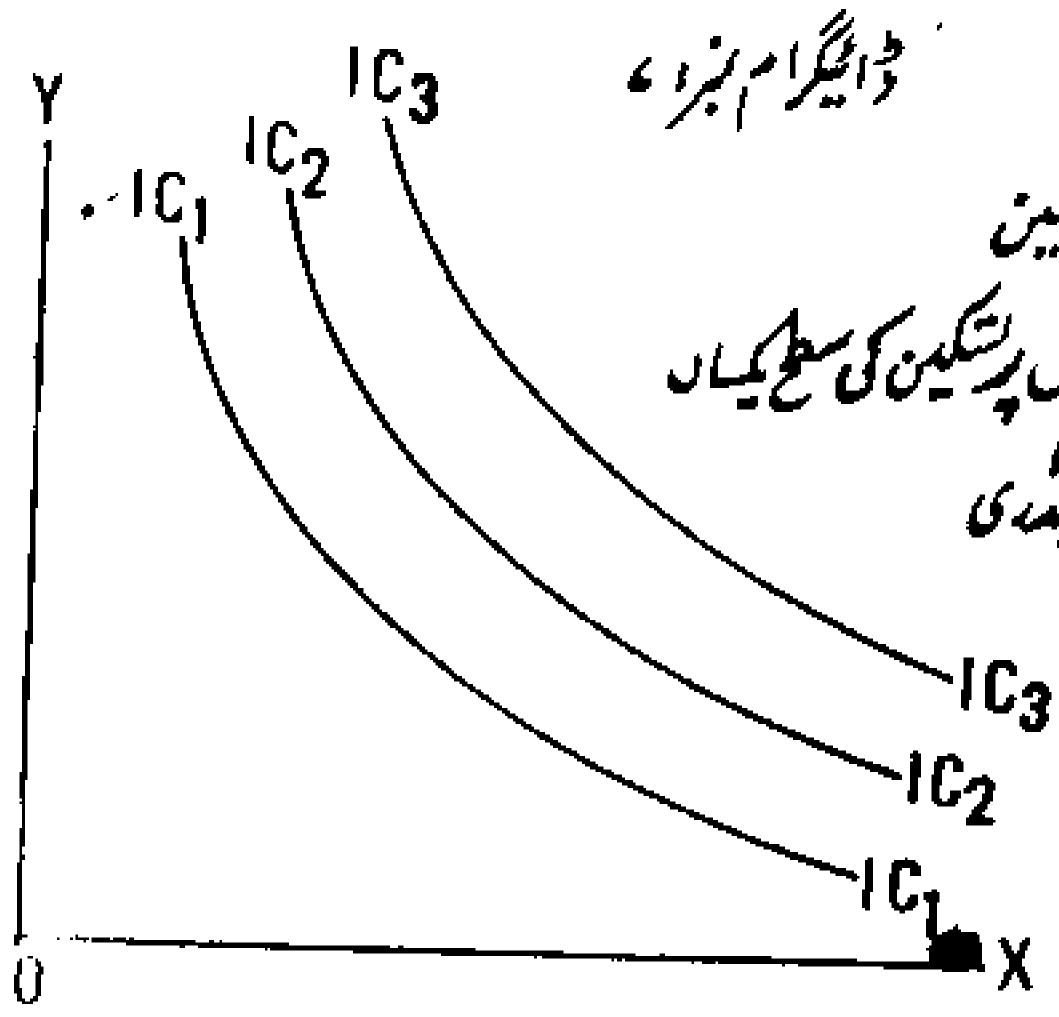

۶۔ ہر خطِ غیر جانبداری ایک علیحدہ تسکین کی سطح کی نمائندگی کرتا ہے اس خط پر موجود تمام نقطوں پر تسکین کی سطح یکساں ہوتی ہے اگر تسکین کی سطح بلند ہو جائے تو خطِ غیر جانبداری بھی بلند ہوگا اور اگر تسکین کی سطح پست ہو جائے تو خطوطِ غیر جانبداری بھی پست ہوتے جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک

Marfat.com

ہی شکل میں ایک سے زیادہ خطوط غیر نبداری ہو سکتے ہیں جو علیحدہ علیحدہ تسکین کی سطحوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ایسے تمام خطوط غیر جانبداری جو صارف کی تسکین کی مختلف سطحوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ خطوط غیر جانبداری کا نقشہ -Indifference Map کہلاتے ہیں۔

PRICE LINE OR BUDGET LINE خط قیمت یا خط میزانیہ

ڈائیگرام نمبر ۱

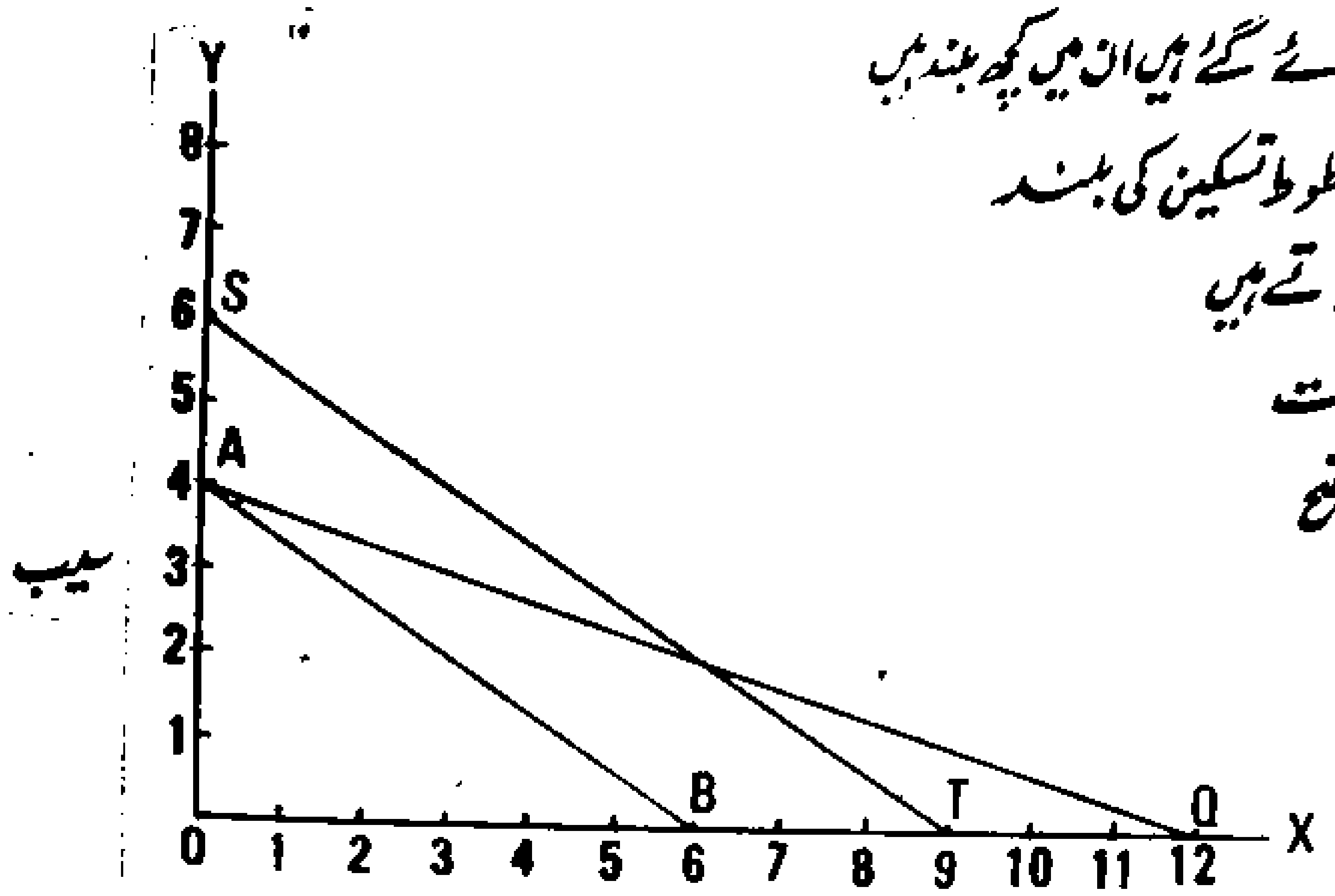

ڈائیگرام نمبر میں ایک سے زائد خطوط غیر جانبداری دکھائے گئے ہیں ان میں کچھ بلند ہیں اور کچھ پست۔ بلند خطوط تسکین کی بلند سطح کی نمائندگی کرتے ہیں اور پست خطوط پست تسکین کی سطح کو واضح کرتے۔ ایک سمجھدار صارف

ہمیشہ بلند ترین خط غیر جانبداری تک پہنچنے کی کوشش میں سرگرداں رہتا ہے تاکہ اس کی تسکین کی سطح بھی بلند ترین ہو جائے۔ اس جستجو میں آمدنی اور اشیا کی قیمتیں اس کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ فرض کریں کہ صارف کے پاس زر کی بارہ اکائیاں ہیں اور وہ انہیں کیلوں اور سیبوں پر خرچ کرنا چاہتا ہے۔ کیلے کی ایک اکائی کی قیمت دو روپے اور سیبوں کی تین روپے ہے۔ زر کی ان اکائیوں سے وہ یا تو سیبوں کی مقدار یعنی ۴ اکائیاں خرید لے اور کیلوں سے محروم ہو جائے یا کیلوں کی OB مقدار یعنی چھ اکائیاں خرید کر سیبوں سے محروم ہو جائے۔ A اور B کو آپس میں ملانے سے جو خط حاصل ہوتا ہے اسے خط قیمت (Price line) یا خط میزانیہ (Budget line) یا امکانی قیمت کا خط Price Opportunity line کہتے ہیں اسے خط قیمت آمدنی (Price income line) بھی کہتے ہیں۔ اس خط پر کیلوں اور سیبوں کی ایسی مقداروں کو ظاہر کیا جاتا ہے جو صارف منڈی کی قیمتوں پر اپنے وسائل یعنی بارہ روپے خرچ کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ مثلاً صارف زر کی بارہ اکائیوں کے ساتھ سیبوں

Marfat.com

کی چار یا کیلوں کی چھ اکائیاں خرید سکتا ہے۔ ان اشیأ کی ان مقداروں کو حاصل کرنے کے امکانات صرف اُس وقت تک روشن رہیں گے جب تک صارف کی آمدنی اور اشیاء کی قیمتیں یکساں رہیں۔ اگر صارف کی آمدنی بارہ زر کی اکائیوں سے بڑھ کر ۱۸ اکائیاں ہو جائے لیکن کیلوں اور سیبوں کی قیمتیں یکساں رہیں تو صارف سیبوں کی چار اکائیوں کی بجائے چھ اکائیاں اور کیلوں کی نو اکائیاں خریدنے کے قابل ہو جائے گا اور خطِ قیمت ST بن جائے گا۔ اب صارف کی قوتِ خرید زیادہ ہو گئی ہے۔ اگر صارف کی آمدنی تو یکساں رہے لیکن کیلوں کی قیمت دو روپے اکائی سے کم ہو کر ایک روپیہ ہو جائے تو خطِ قیمت AA ہو جائے گا۔ اس طرح صارف ۱۲ روپے سے کیلوں کی بارہ اکائیاں، لیکن سیبوں کی صرف ۴ اکائیاں ہی حاصل کر سکے گا۔ چونکہ خطِ قیمت صارف کی قوتِ خرید کو ظاہر کرتا ہے اس لیے اگر وہ سیب اور کیلوں کی کچھ مقداریں خریدنا چاہے تو وہ ایسا بھی کر سکتا ہے، لیکن وہ خطِ قیمت کو عبور نہیں کر سکتا کیونکہ ایسی صورت میں اس کی قوتِ خرید میں بھی اضافہ ہونا چاہیئے۔

صارف کا توازن CONSUMER'S EQUILIBRIUM

صارف اس وقت متوازن حالت میں ہوتا ہے جب اسے یکساں آمدنی اور اشیاء کی قیمتوں پر اپنی خریداری سے زیادہ سے زیادہ تسکین ہو۔ صارف کا توازن چند مفروضات پر مبنی ہوتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ صارف اپنی تمام تر آمدنی صرف دو اشیا مثلاً کیلوں اور سیبوں پر خرچ کرتا ہے ان اشیأ کی ترجیحی ترتیب کا نقشہ ہمیشہ اس کے پیشِ نظر رہتا ہے۔

۲۔ اس کے پاس ایک مخصوص زری رقم ہوتی ہے جسے وہ ان مذکورہ اشیأ پر ہی خرچ کر دیتا ہے۔ اگر وہ کسی ایک شے پر کم رقم خرچ کرے تو دوسری شے پر زیادہ رقم خرچ کرے گا۔

۳۔ مذکورہ دونوں اشیأ کی بازاری قیمتوں میں کوئی بھی ردوبدل نہیں ہوتا۔

۴۔ مذکورہ اشیأ کو چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ بدل پذیر بھی ہوتی ہیں کیونکہ ان کی ہر اکائی میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

۵۔ صارف بازار میں بہت ہوشمندی سے کام لیتے ہوئے اپنی رقم سے زیادہ سے زیادہ تسکین حاصل کرنے کی برابر کوشش کرتا رہتا ہے۔

۶۔ صارف کو منڈی کے حالات سے مکمل واقفیت حاصل ہوتی۔ وہ ہر شے کی قیمتوں سے

Marfat.com

آگاہ ہوتا ہے۔

ڈائیگرام نمبر: ۹

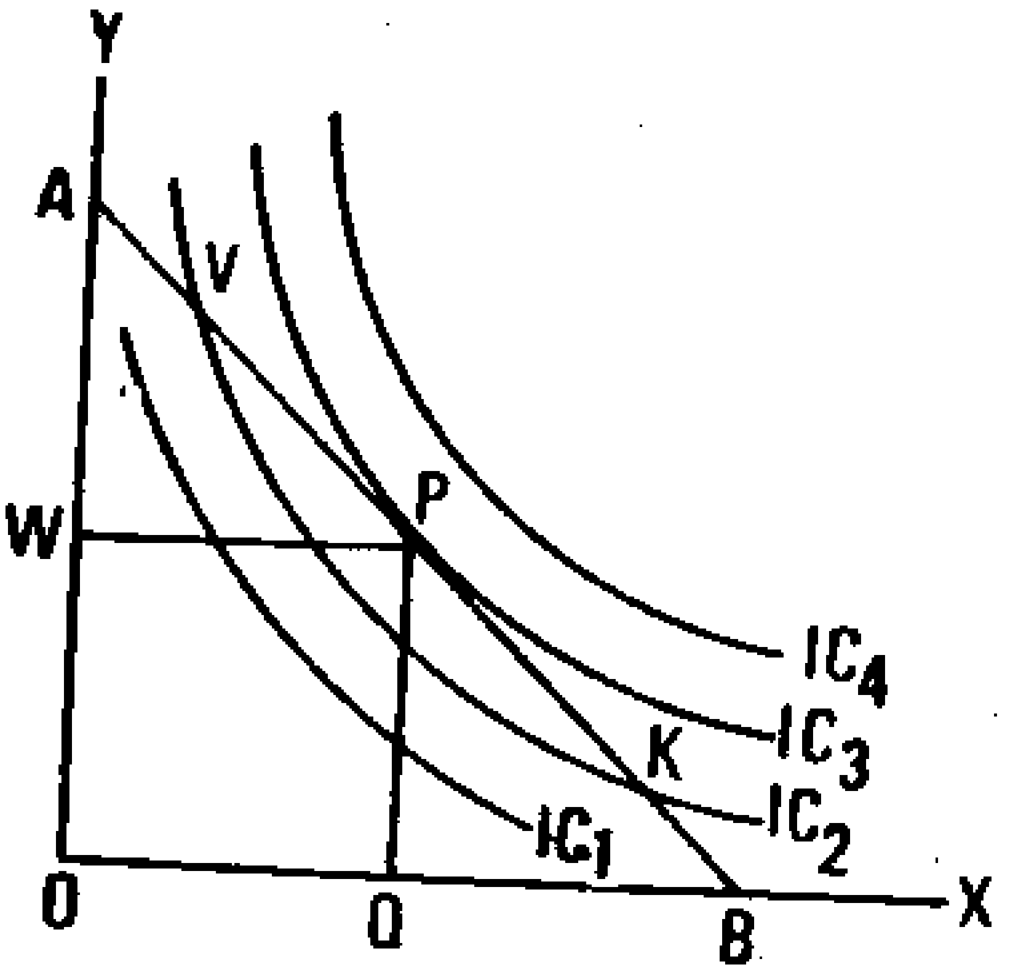

فرض کریں کہ صارف کے سامنے مندرجہ ذیل خطوط غیر جانبداری کا نقشہ ہے اور A B خطِ قیمت ہے وہ دی ہوئی آمدنی پر بازاری قیمتوں پر کیلوں اور سیبوں کی مقدار خریدنا چاہتا ہے چونکہ صارف کی آمدنی اور دونوں مذکورہ اشیا کی نسبتی قیمتوں کو خطِ قیمت A B پر واضح کیا گیا ہے اس لیے صارف کا نقطہ توازن بھی اسی خط پر واقع ہونا چاہیے۔ خطِ قیمت کو امکانی خطِ قیمت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اسی خط پر دونوں مذکورہ اشیا کے امکانی اشتراک پائے جاتے ہیں۔ نقطۂ توازن خطِ قیمت پر واقع تو ہو سکتا ہے مگر اس سے اوپر یا نیچے نہیں۔ صارف اپنے محدود وسائل کی مدد سے صرف اسی خطِ غیر جانبداری سے بلند ترین سطح تسکین حاصل کر سکتا ہے جو خطِ قیمت پر مماس ہو۔ اس خط کے اوپر واقع تمام خطوطِ غیر جانبداری اس کی رسائی سے باہر ہوتے ہیں اور اس سے نیچے تمام خطوطِ غیر جانبداری سے اُسے تسکین کی وہ سطح حاصل نہیں ہوتی جو وہ اپنے زری وسائل کی مدد سے حاصل کر سکتا ہے۔ ڈائیگرام نمبر ۹ کی روشنی میں "P" صارف کا نقطہ توازن ہے۔ اس نقطہ پر وہ کیلوں کی OQ اور سیبوں کی OW مقدار حاصل کرتا ہے۔ نقطۂ توازن P خطِ غیر جانبداری IC_3 پر واقع ہے جو اسی نقطہ پر خطِ قیمت پر مماس بنتا ہے۔ اس خطِ غیر جانبداری سے تسکین کی اس سطح کی نمائندگی ہوتی ہے جو صارف اپنی زری آمدنی سے کیلوں اور سیبوں کی مختلف مقداریں خرید کر حاصل کر سکتا ہے۔ جو خطِ غیر جانبداری صارف کو تسکین کی بلند ترین سطح مہیا کرتا ہے وہ خطِ قیمت پر صرف ایک مقام پر مماس بنائے گا اسے کاٹے گا نہیں۔ خطِ غیر جانبداری IC_2 خطِ قیمت پر دو نقاط V اور K پر قطع کرتا ہے کیونکہ یہ دونوں نقطے IC_3 کی نسبت پست سطح تسکین کی نمائندگی کرنے والے خط یعنی IC_2 پر واقع ہیں اس لیے ان نقاط پر صارف متوازن حالت میں نہیں ہو سکتا

نقطۂ توازن "P" پر کیلوں کے لیے سیبوں کی مختتم شرح استبدال مذکورہ اشیا کی نسبتی قیمتوں کے برابر ہے کیونکہ خطِ غیر جانبداری IC_3 اور خطِ قیمت A B کا جھکاؤ نقطہ P پر یکساں ہے۔ کیلوں کے لیے سیبوں کی مختتم شرح استبدال کی نمائندگی خطِ غیر جانبداری IC_3 کے جھکاؤ اور نسبتی قیمت

Marfat.com

کی وضاحت خطِ قیمت کے جھکاؤ سے کی گئی ہے

کیلوں کے لیے سیبوں کی شرح استبدال :

کیلوں کی قیمت
――――――――
سیبوں کی قیمت

ڈائیگرام نمبر ۱۰

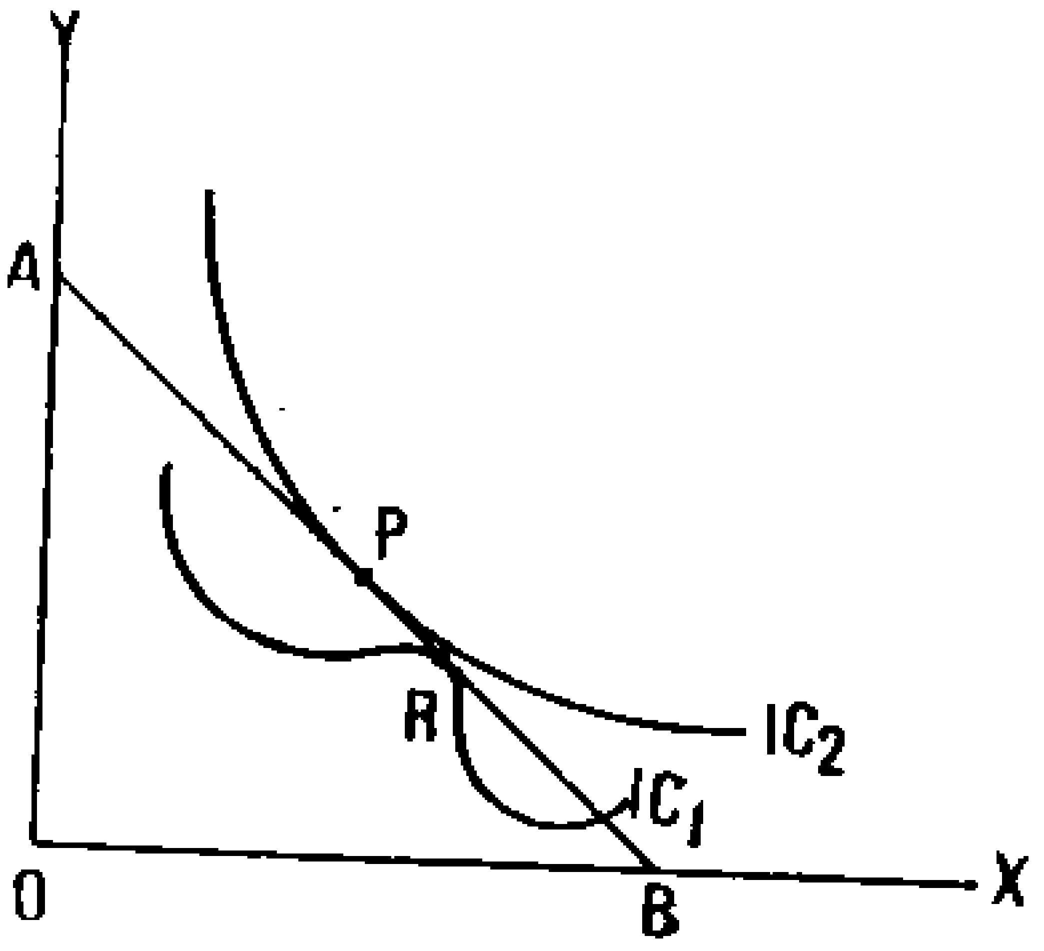

توازن کے لیے صرف یہی شرط کافی نہیں کہ خطِ غیر جانبداری خطِ قیمت کا مماس ہو بلکہ نقطۂ توازن مبدا سے محدب ہونا بھی ضروری ہے۔ صرف نقطۂ توازن کے مبدا سے محدب ہونے کے صورت میں ہی ایک شے کی مختتم شرح استبدال دوسری شے کی شکل میں گرے گی۔ اگر خط غیر جانبداری خطِ قیمت پر مماس تو ہو مگر محدب نہ ہو تو نقطۂ مماس نقطۂ توازن نہیں ہوگا مثلاً ڈائیگرام نمبر ۱۰ میں اگرچہ خطِ قیمت خطِ غیر جانبداری کا نقطہ R پر مماس تو ہے لیکن چونکہ اس نقطہ سے ہی مختتم شرح استبدال میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے اس لیے نہ تو R نقطۂ توازن ہو سکتا ہے اور نہ ہی IC1 صارف کے لیے بلند ترین تسکین کی سطح کی نمائندگی کرنے والا خط IC2 خطِ قیمت خطِ غیر جانبداری کا نقطہ P مماس بناتا ہے لہذا P، نقطہ توازن ہے نہ کہ R۔ اگر صارف کی آمدنی اور قیمتوں میں کوئی تبدیلی نہ ہو وہ اپنی ترجیحات کے مطابق مختلف اشیا کی تعدادوں کے متعلق فیصلہ کر لیتا ہے لیکن اگر حقیقی اور عملی طور پر دیکھا جائے تو نہ تو صارف کی آمدنی یکساں رہتی ہے اور نہ ہی اشیا کی قیمتیں یکساں قیمتوں پر آمدنی میں کمی بیشی سے صارف کا توازن اور قوتِ خرید متاثر ہوتی ہے جسے اثرِ آمدنی کہتے ہیں۔ اگر صارف کی زری آمدنی کے ساتھ قیمتوں میں بھی ردو بدل ہو تو بعض اشیاء دوسری اشیا کی نسبت سستی ہو جائیں گی اور بعض مہنگی۔ مہنگی اشیا کی طلب سکڑ جائے گی جبکہ سستی اشیا کی طلب پھیل جائے گی۔ اس سے بھی صارف متاثر ہوتا ہے جسے استبدالی اثر کہتے ہیں۔ اگر زری آمدنی تو یکساں رہے لیکن قیمتوں میں ردو بدل ہو جائے جس سے اس کی حقیقی آمدنی پر بھی اثر پڑے گا۔ اس تبدیلی سے صارف کا توازن متاثر ہوگا جسے اثرِ قیمت کہتے ہیں۔

Marfat.com

INCOME EFFECT اثر آمدنی

یکساں آمدنی اور دو اشیا کی بازاری قیمتوں پر صارف کی متوازن کیفیت کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ اگر دونوں اشیا کی قیمتیں تو یکساں رہیں مگر صارف کی آمدنی میں کمی بیشی ہو جائے تو توازن کی کیفیت میں بھی تبدیلی آجاتی ہے جسے اثر آمدنی کہتے ہیں۔ آمدنی میں اضافہ سے صارف کی قوت خرید میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ پہلے کی نسبت مذکورہ اشیا کی زیادہ مقدار خریدنے کے قابل ہو جاتا ہے جس سے اس کی تسکین کی سطح بھی بلند ہو جاتی ہے۔ صارف کا توازن بھی بلند تر خط غیر جانبداری پر پہنچ جاتا ہے جس سے اس کی تسکین کی سطح بھی بلند ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس کم آمدنی پر دونوں اشیا کی پہلے کی نسبت کم مقدار خریداری جا سکے گی اور تسکین سطح بھی پست ہو جائے گی اور خطوط غیر جانبداری بھی پست ہو جائیں گے۔ اثر آمدنی کی وضاحت کے لیے یہ ڈائیگرام نمبر ۱۱ بنائی گئی ہے۔ جب قیمت و آمدنی کا خط A B ہو تو صارف کا نقطۂ توازن "W" ہے صارف وائی شے کی OP اور ایکس شے کی Oq مقدار خریدتا ہے۔ جب آمدنی میں اضافہ ہو تو قیمت آمدنی کا خط بلند ہو کر CD بن جاتا ہے۔ اس کی قوت خرید میں اضافہ

ڈائیگرام نمبر ۱۱

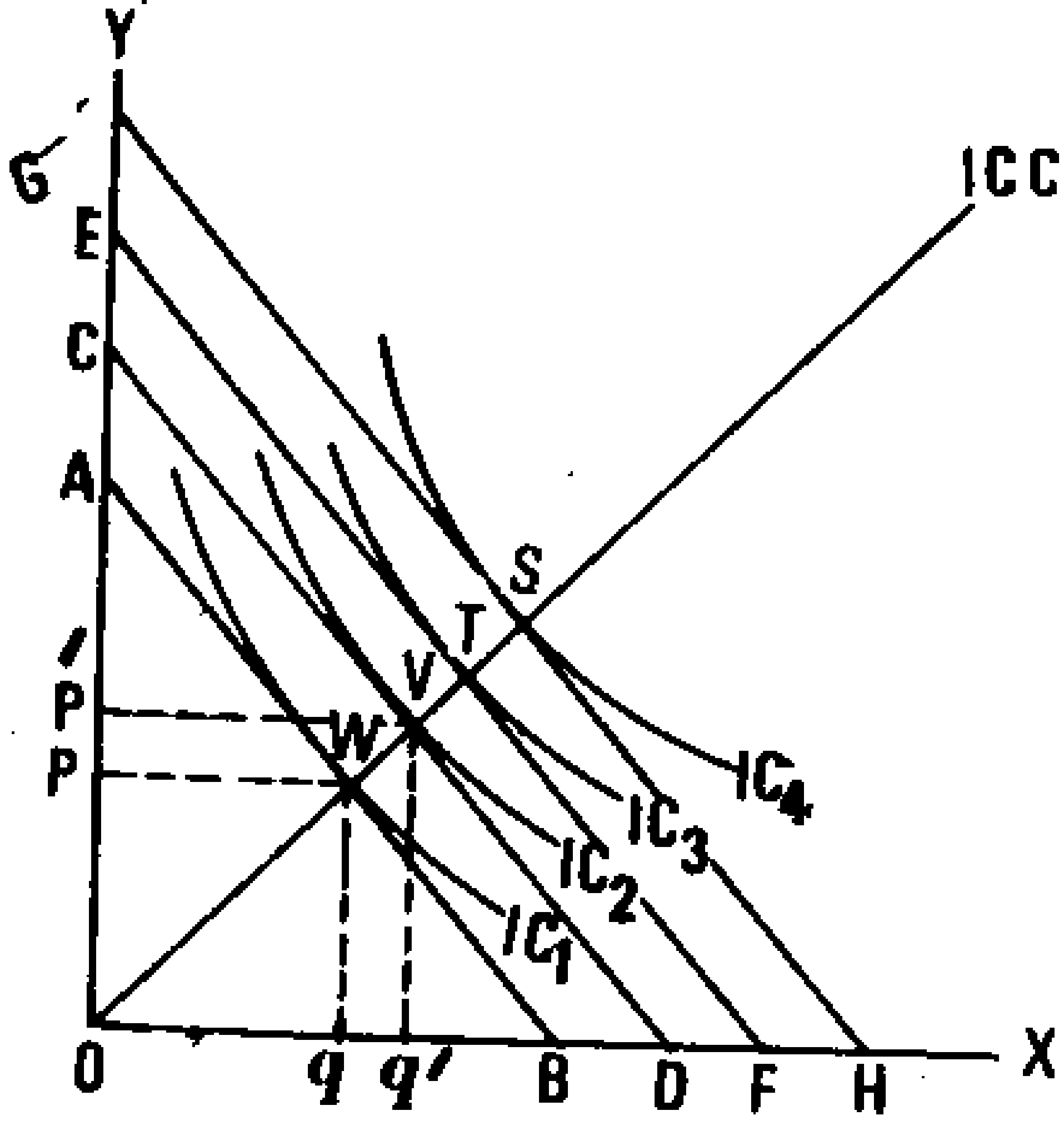

کی بنا پر اب ایکس شے کی Oq' مقدار اور وائی شے کی OP' مقدار خریدی جاتی ہے اور نقطۂ توازن "V" بنتا ہے اور صارف کی تسکین کی سطح بھی بلند ہو جاتی ہے۔ پہلے اس کی تسکین کی سطح کی نمائندگی IC_1 کرتا تھا مگر اب IC_2 خط غیر جانبداری اگر آمدنی میں مزید اضافہ ہو جائے تو قیمت آمدنی کے خطوط بھی بلند ہو جائیں گے۔ علاوہ EF اور GH بن جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی نقاط توازن بھی بلند ہو جاتے ہیں علاوہ "T" اور "S" بن جاتے ہیں۔ اگر تمام نقاط توازن کو باہم ملا دیا جائے تو ایک خط ICC معرض وجود میں آتا ہے۔ جسے آمدنی صرف کا خط (Income consumption Curve) کہتے ہیں۔ یہ خط واضح کرتا ہے کہ دونوں اشیاء کی قیمتوں کے یکساں رہنے پر اگر آمدنی تبدیل ہو جائے تو مذکورہ اشیا کے صرف کے توازن پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ خط اثر آمدنی کی بھی نشاندہی کرتا ہے۔ اثر آمدنی کا خط دائیں جانب اٹھتا ہے جیسا کہ ڈائیگرام نمبر ۱۱ میں واضح کیا ہے۔ نیچے دو اور ڈائیگرام

Marfat.com

دی گئی ہیں جن میں آمدنی صرف کے خط کے رجحان کچھ مختلف ہیں۔

ڈائیگرام نمبر: ۱۲

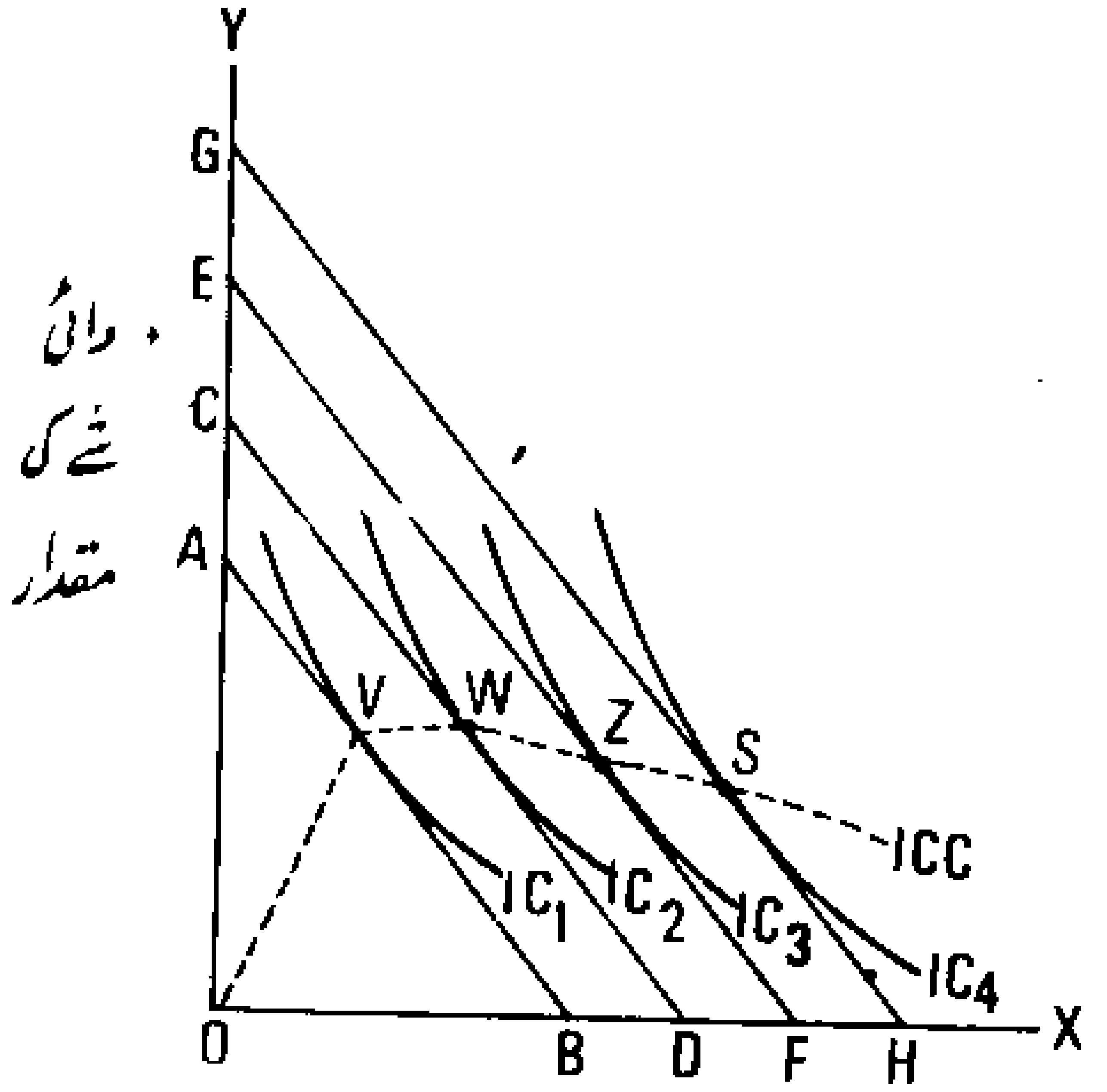

ایکس شے کی مقدار

ڈائیگرام نمبر: ۱۳

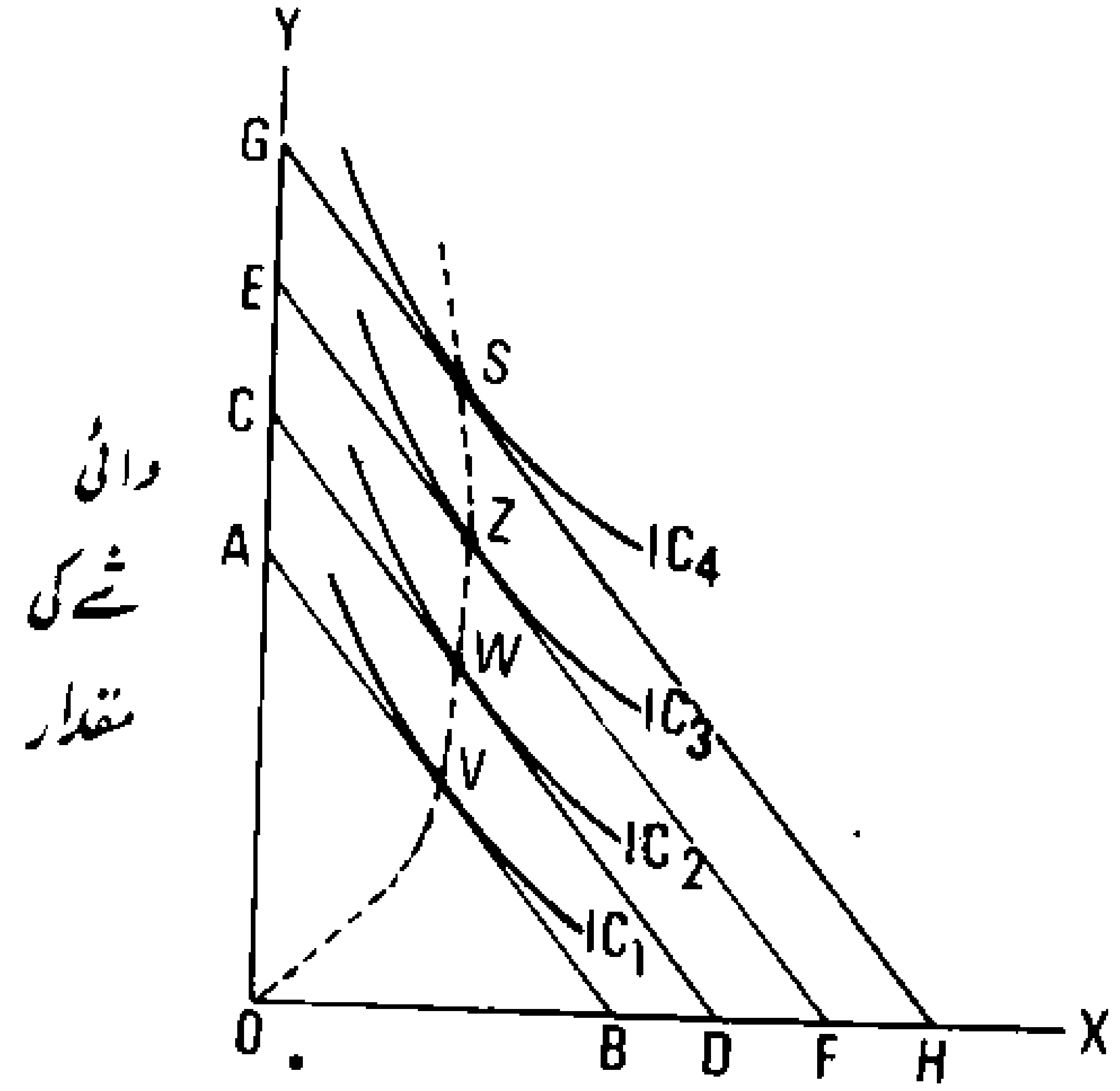

ایکس شے کی مقدار

ڈائیگرام نمبر ۱۲ میں آمدنی صرف کا خط ICC اس محور کی جانب رُخ اختیار کرتا ہے جس کے ساتھ وائی شے کی مقدار کی پیمائش کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آمدنی میں اضافہ کی صورت میں ایکس شے کی کم مقدار کی خریدی جاتی ہے۔ اور وائی شے کی زیادہ ڈائیگرام نمبر ۱۳ میں آمدنی صرف کا خط ICC اس محور کی جانب رُخ اختیار کرتا ہے جس سے ہم ایکس شے کی اکائیوں کی پیمائش کرتے ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آمدنی میں اضافہ کی صورت میں وائی شے کی کم اور ایکس شے کی زیادہ مقدار خریدی جاتی ہے۔ ہمیں اپنی عملی زندگی میں ایسے آمدنی صرف کے خطوط سے واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً جب کسی غریب مزدور کی آمدنی میں اضافہ ہو تو وہ دالوں کا استعمال کم کر کے سبزیوں اور گوشت کا استعمال بڑھا دیتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ کی صورت میں گھٹیا درجہ کی اشیاء پر اخراجات عموماً کم ہو جایا کرتے ہیں۔ ادنیٰ درجہ کی اشیاء پر آمدنی کا اثر عموماً منفی ہوتا ہے۔ آمدنی کی ایک خاص سطح کے بعد اگر صارف کسی ایک شے کی خرید شدہ مقدار کم خریدنا شروع کر دے تو اس شے کو معاشی اصطلاح میں ادنیٰ شے کہا جاتا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ

Marfat.com

وہ شے ادنیٰ درجے کی ہے بلکہ یہ اصطلاح آمدنی کے بڑھنے کے ساتھ اس شے پر خرچ کی کمی ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً آمدنی کی ایک خاص سطح کے بعد ایک صارف کا گندم پر خرچ بڑھنے کی بجائے کم ہو سکتا ہے اور دوسری اشیا پر بڑھ سکتا ہے، پس گندم کو ادنیٰ شے قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ گندم بذات خود ادنیٰ نہیں۔

استبدالی اثر SUBSTITUTION EFFECT

اگر صارف کی حقیقی آمدنی تو یکساں رہے لیکن ایک شے کی قیمت میں تبدیلی کا اثر دوسری شے کی خرید پر بھی پڑے جو کہ پہلی شے کا نعم البدل بھی ہو تو اسے استبدالی اثر کہا جاتا ہے۔ مثلاً کوکا کولا اور سیون اپ ایک دوسرے کے نعم البدل ہیں اگر کوکا کولا کی قیمت میں اضافہ ہو تو صارف کوکا کولا کا استعمال کم کر دے یا ختم کر کے سیون اپ کا استعمال زیادہ کر دے گا۔ اسے تاثر استبدال کا نام دیا جاتا ہے۔ تاثر استبدال ہمیشہ مثبت ہوتا ہے۔ استبدالی اثر معلوم کرنے کے لیے تاثر قیمت میں سے تاثر آمدنی کو خارج کر دیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اگر سیون اپ کی قیمت کم ہو تو صارف کی حقیقی آمدنی میں اسی قدر اضافہ بھی تو ہوا۔ قیمت میں اس کمی کی وجہ سے سیون اپ کی طلب میں کس قدر اضافہ ہوا۔ اس اضافہ کو معلوم کرنے کے لیے صارف کی زری آمدنی کو اسی قدر کم کرنا پڑے گا جس سے سیون اپ کی قیمت میں کمی سے صارف کی حقیقی آمدنی میں اضافہ کا اثر زائل ہو جائے ۔ زری آمدنی میں کمی کو آمدنی میں تلافیانہ تغیر (Compensatory variation in Income) کہتے ہیں حقیقی آمدنی میں تلافی کے باوجود صارف سیون اپ کی زیادہ بوتلیں خریدے گا کیونکہ اب سیون اپ سستی ہو گئی ہے مزید وضاحت کے لیے ڈائیگرام نمبر ۱۴ کا مطالعہ مفید رہے گا ڈائیگرام نمبر ۱۴ کے مطابق صارف نقطہ V پر متوازن کیفیت میں ہے جہاں خطِ قیمت CE خطِ غیر جانبداری IC₁ پر مماس

ڈائیگرام نمبر ۱۴

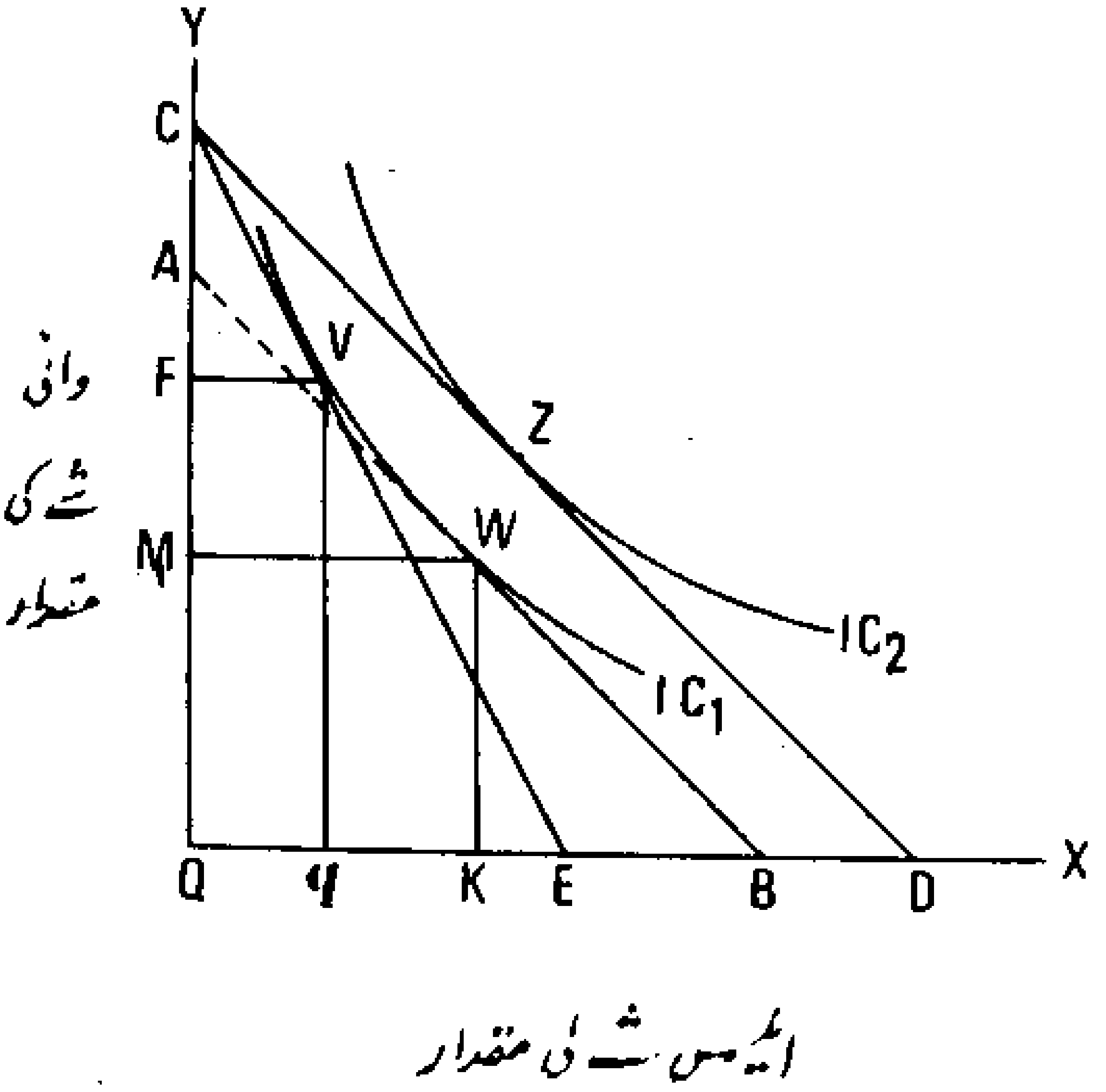

بناتا ہے۔ اگر وائی شے کی قیمت تو یکساں رہے مگر ایکس شے کی قیمت کم ہو جائے تو خطِ قیمت بلند ہو کر CD بن جائے گا اور صارف کا نقطہ توازن "Z" بن جائے گا کیونکہ اس نقطہ پر سی ڈی خط غیر جانبداری IC_2 پر مماس بنتا ہے۔ استبدالی اثر معلوم کرنے کے لیے ہم ایک فرضی خط AB بناتے ہیں جو خطِ قیمت CD کے بالکل متوازی ہے تاکہ خطِ غیر جانبداری IC_1 اس فرضی خط کو کسی نقطے کو چھوئے۔ AB یا CD کا جھکاؤ ایکس اور وائی شے کی تبدیل شدہ نسبتی قیمتوں کو واضح کرتا ہے۔ AC یا BD وہ زری اضافہ ہے جو ایکس شے کی قیمتوں میں کمی کا مرہونِ منت ہے اور جسے صارف کی آمدنی سے خارج کر دینا چاہیے۔ AB خط قیمت پر صارف نقطہ "W" پر متوازن حالت میں ہے کیونکہ اس نقطہ "W" پر اسے وہی تسکین ملتی ہے جو نقطہ "V" پر ملتی ہے "V" اور "W" ایک ہی خط غیر جانبداری پر واقع ہیں اور نقطہ "V" سے "W" کی جانب رجوع صرف ایکس شے کی نسبتی قیمت میں کمی کی بنا پر ہے۔ نقطہ "W" پر صارف ایکس شے کی qK زیادہ مقدار حاصل کر لیتا ہے پس qK استبدالی اثر کو ظاہر کرتی ہے۔

قیمت کا اثر PRICE EFFECT

اگر صارف کی زری آمدنی تو یکساں رہے لیکن اشیا کی قیمتیں اور حقیقی آمدنی تبدیل ہو جائیں تو اسے اثر قیمت کہتے ہیں۔ دو اشیا میں سے ایک شے کی قیمت تبدیل ہوتی ہے جبکہ دوسری شے کی قیمت یکساں رہتی ہے۔ فرض کریں کہ یکساں آمدنی اور دو اشیا کی دی ہوئی بازاری قیمتوں کی روشنی میں آمدنی قیمت کا خط AB ہے۔ صارف اس خط پر نقطہ E پر متوازن کیفیت میں ہے اگر ایکس شے کی

ڈائیگرام نمبر ۱۵

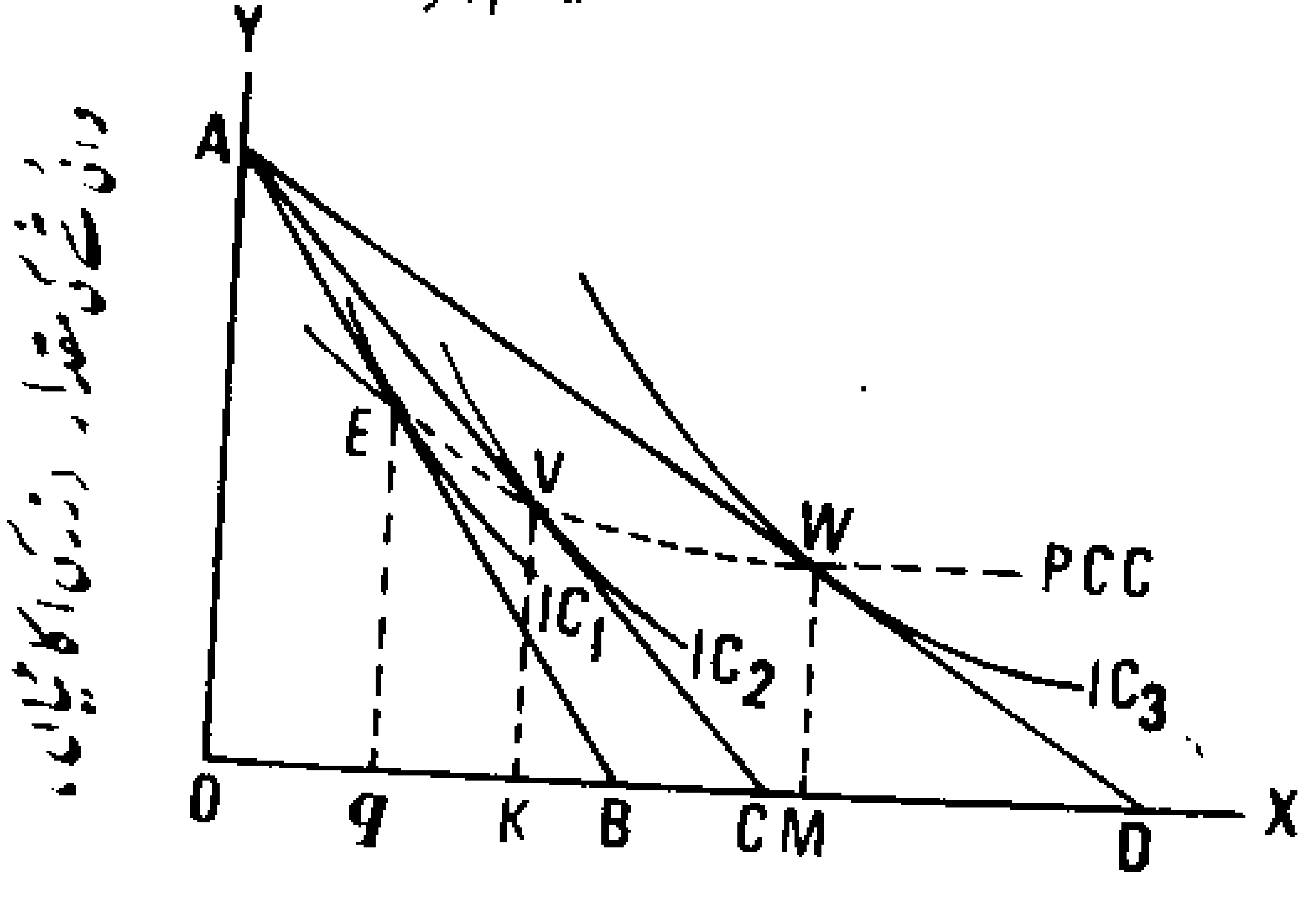

ایکس شے کی مقدار

قیمت میں کمی ہو جائے لیکن آمدنی اور وائی شے کی قیمتیں یکساں رہیں تو نیا خطِ قیمت AC معرض وجود میں آتا ہے اور صارف خطِ غیر جانبداری IC_2 کے ساتھ نقطہ "V" پر متوازن حالت میں ہوتا ہے اگر ایکس شے کی قیمت میں مزید کمی آ جائے تو بلند تر خطِ قیمت AD بنے گا تو صارف کی تسکین کی پیمائش IC_3 سے کی جا سکے گی اور اس کا متوازن نقطہ "W" ہو گا۔ اگر تمام متوازن

Marfat.com

نقاط کو باہم ملا دیا جائے تو ایک شے کے لیے قیمت صرف خط PCC بنے گا۔ یہ خط اثر قیمت کی نمائندگی کرے گا۔ یعنی صارف کی آمدنی اور دائی شے کی قیمت یکساں رہتے ہوئے اگر ایکس شے کی قیمت میں تبدیلی آئے تو اس کا اثر اس شے کی طلب پر مثبت ہو گا۔ کسی شے کی قیمت میں کمی سے صارف کی حقیقی آمدنی بڑھتی ہے اور قیمت میں اضافہ سے حقیقی آمدنی کم ہو جاتی ہے اس لیے وہ قیمتوں میں تبدیلیوں کی بنا پر شے کی کم و بیش مقدار خریدتا ہے۔ اگر قیمت میں کمی کی بنا پر مقدار طلب میں اضافہ ہو تو اسے آمدنی کا مثبت اثر کہتے ہیں۔ جب کم قیمت پر شے کی کم مقدار خریدی جائے تو اسے آمدنی کا منفی اثر کہتے ہیں اور جب قیمت میں کمی کی بنا پر مقدارِ طلب یکساں رہے تو اسے آمدنی کا صفر اثر کہا جائے گا۔

ایک شے کی قیمت میں تبدیلی کا اثر دوسری شے کی خرید پر پڑتا ہے بشرطیکہ دونوں اشیاء ایک دوسرے کا نعم البدل ہوں مثلاً شربت اور سکوئش وغیرہ

اگر شربت کی قیمت کم ہو جائے تو قدرتی طور پر صارفین شربت کے زیادہ گلاس طلب کریں گے کیونکہ شربت سکوئش کی نسبت سستا ہو گیا ہے صارف اپنے خریداری کے پلان کو نئے سرے سے ترتیب دے گا وہ سستی اشیا زیادہ اور مہنگی اشیا کم خریدے گا۔ اسے استبدالی اثر کہتے ہیں۔ پس

ڈائیگرام نمبر: ۱۶

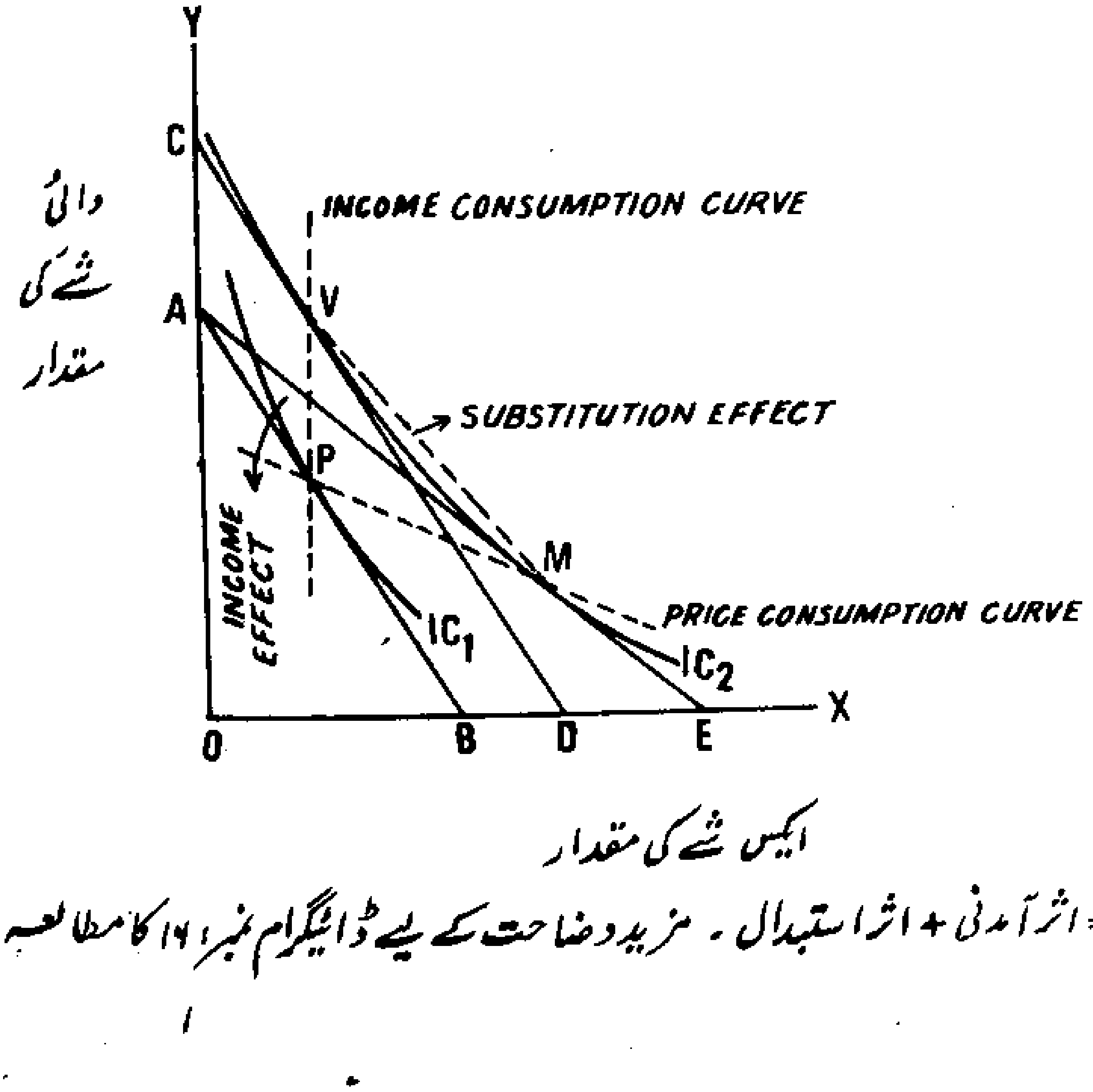

ایکس شے کی مقدار

اثر قیمت = اثر آمدنی + اثر استبدال۔ مزید وضاحت کے لیے ڈائیگرام نمبر ۱۶ کا مطالعہ کریں۔

Marfat.com

ابتدائی طور پر A B خط قیمت ہے جسے خط غیر جانبداری I₁ نقطہ P پر چھوتا ہے۔ صارف اس نقطہ پر متوازن کیفیت میں ہے۔ اگر ایکس شئے کی قیمت گر جائے تو نیا خط قیمت A E معرض وجود میں آتا ہے اور اس کے ساتھ ہی صارف کا نقطہ توازن بھی "P" سے "M" کی جانب منتقل ہو جاتا ہے یعنی صارف کی تسکین کی سطح بلند ہو گئی جس کی نمائندگی I₂ خط کرتا ہے جو نقطہ "M" پر A E خط قیمت کو چھوتا ہے۔ C D ایک فرضی خط قیمت بنایا گیا ہے جو A B کے بالکل متوازی ہے اور جو I₂ کو نقطہ "V" پر چھوتا ہے۔ خط قیمت C D ظاہر کرتی ہے کہ ایکس شئے کی قیمت میں کمی کی وجہ سے صارف اب ایکس شئے کی زیادہ مقدار خرید سکنے کے قابل ہو گیا ہے یعنی اس کی حقیقی آمدنی میں اضافہ ہو گیا ہے اور وہ اپنے اصلی نقطہ توازن "P" سے "M" پر پہنچ گیا ہے خط C D چونکہ خط I₁ نقطہ "V" پر چھوتا ہے اس لیے "P" اور "V" کے درمیان سے جو خط گزر رہا ہے اسے آمدنی صرف کا خط کہتے ہیں خط P V آمدنی کے اثر کی جسامت اور سمت کو ظاہر کرتا ہے۔ خط غیر جانبداری I₂ پر "V" اور "M" کا درمیانی حصہ استبدالی اثر کی جسامت اور سمت کو ظاہر کرتا ہے۔ استبدالی اثر سے مراد یہ ہوئی کہ چونکہ ایکس شئے اب سستی ہو گئی ہے اس لیے وائی شئے کی کچھ اکائیوں کی جگہ اب انہیں ہی استعمال کیا جائے گا۔ ایکس شئے کی استبدالی اثر ہمیشہ مثبت ہو گا۔ جبکہ آمدنی کا اثر مثبت بھی ہو سکتا ہے اور منفی بھی۔ شکل میں آمدنی کا اثر مثبت دکھایا گیا ہے۔ ایکس شئے کی قیمت گرنے سے یہ اثر مثبت استبدالی اثر کو تقویت بخشتا ہے اور صارف ایکس شئے کی زیادہ مقدار خریدنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اگر کسی شئے کی قیمت میں کمی کے باوجود اس کی مقدار طلب کم ہو تو اثر آمدنی منفی ہوتا ہے۔ اگر مثبت استبدالی اثر منفی اثر آمدنی کو زیر کرلے تو شئے کی قیمت کمی سے اس کی مقدار طلب بڑھ جاتی ہے۔ اگر کسی شئے کے لیے منفی اثر آمدنی خاصا مضبوط ہو تو وہ مثبت استبدالی اثر کو زائل بھی کر دیتا ہے نتیجتہً قیمتوں میں کمی کے باوجود مقدار طلب کم ہو جاتی ہے جیسے گفن اشیا (Giffen Product) کے معاملے میں ہوتا ہے۔ ان اشیا کے معاملے میں منفی اثر مثبت استبدال سے مضبوط ہوتا ہے جبکہ عام ادنیٰ قسم کی اشیا کے معاملے میں منفی اثر آمدنی مثبت استبدال سے کمزور ہوا کرتا ہے۔

خطوط غیر جانبداری سے خط طلب کا حصول

DERIVATION OF DEMAND CURVE FROM INDIFFERENCE CURVE

صارف کے توازن پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے اور نتیجہ اخذ کیا جا چکا ہے کہ وہ اپنے

Marfat.com

محدود وسائل کو زیادہ سے زیادہ افادہ یا تسکین کے حصول کے لیے کس طرح تقسیم کرتا ہے۔ نیز قیمتیں تبدیل ہونے سے اشیائ کی طلب پر کیا اثر پڑتا ہے اور کونسی قوتیں طلب پر اثر انداز ہوتی ہیں اب خطوط غیر جانبداری اور آمدنی کی مدد سے کسی ایک صارف کا خط طلب وضع کیا جائے گا۔ مارشل کے افکار کے مطابق آمدنی اور شے کے حاصل شدہ افادہ کی مدد سے خط طلب وضع کیا جا سکتا ہے لیکن خطوط غیر جانبداری کے ذریعے مارشل کے مفروضات کے بغیر بھی خطِ طلب اخذ کیا جا سکتا ہے۔ خط طلب واضح کرتا ہے کہ مختلف قیمتوں پر کسی شے کی کس قدر مقدار خریدی جائے گی جبکہ صارفین کی تعداد ان کی آمدنی اور ترجیحات اور دیگر اشیا کی قیمتیں یکساں رہیں، صارف کا کسی شے کے لیے انفرادی خط طلب اس شے کا قیمت صرف کے خط Price consumption curve سے منسلک ہوتا ہے۔ خط طلب اور قیمت صرف کا خط ایک ہی حقیقت اور رجحان کی نشاندہی کرتے ہیں۔ خط طلب زیادہ واضح انداز میں قیمت اور مقدارِ طلب کی تفاعلی حیثیت کی تشریح کرتا ہے۔ اگر صارف کی آمدنی اور اس کے خطوط غیر جانبداری کا نقشہ معلوم ہو تو اس شے کے لیے خطِ طلب کو وضع کرنا آسان ہوتا ہے۔ فرض کریں ہمیں صارف کے خطوطِ غیر جانبداری کا نقشہ معلوم ہے اور اس کی آمدنی OK ہے جسے وائی محور پر دکھایا گیا ہے

ڈایئگرام نمبر ۱۷

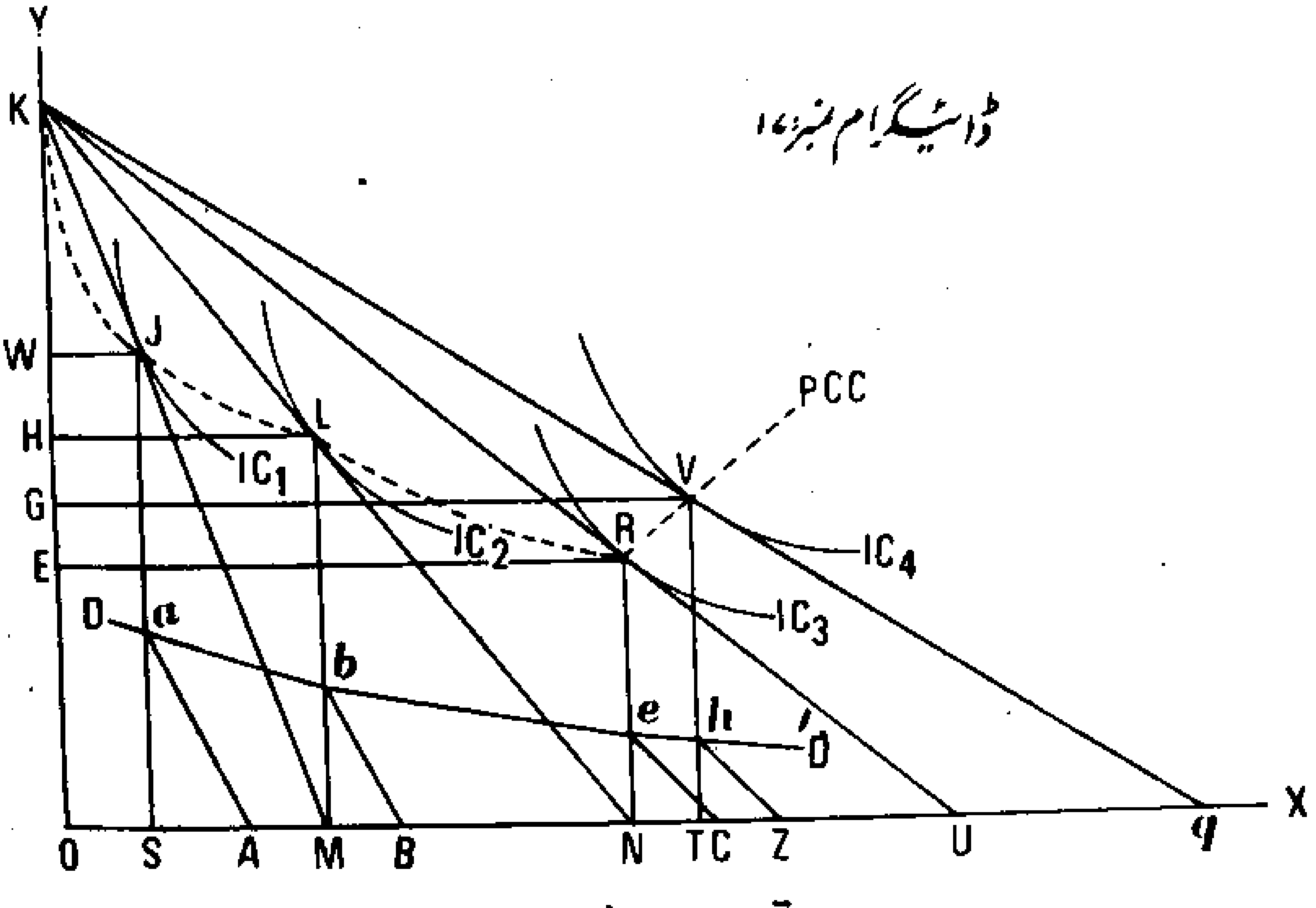

انفرادی قیمت صرف کا خط KV دیا ہوا ہے، جو خطوط غیر جانبداری کے نقشہ پہ اس کی آمدنی جس کی پیمائش وائی محور پر اور مقدار طلب جس کی پیمائش ایکس محور پر کی گئی ہے کے نسبتی

Marfat.com

تعلق کی وضاحت کرتا ہے۔ قیمت صرف کے خط (PCC) پر کوئی چار نقاط فرض کر لیں جنہیں J L R V کے نام دیئے گئے ہیں ان نقاط پر صارف شے کی OS، OM، ON اور OT مقداریں خریدتا ہے جن کے لیے اسے فی اکائی KW/OS، KH/OM، KE/ON اور KG/OT قیمت ادا کرتا ہے جوں جوں صارف "K" سے "V" کی جانب صرفی رُخ اختیار کرتا ہے، قیمت بتدریج گرتی جاتی ہے یہ قیمتیں KN، KM، KU اور KQ کی ڈھلوانوں سے واضح کی گئی ہیں یعنی شے کی قیمت میں کم ہونے سے صارف کی قوت خرید میں اضافہ ہوتا ہے جس سے وہ شے مذکورہ کی زیادہ مقدار خریدنے کے قابل ہو جاتا چونکہ صارف کے پاس صرف OK قابل صرف آمدنی ہی ہے وہ نقطہ J پر KW رقم خرچ کرتا ہے چونکہ صارف کی آمدنی معین ہے اس لیے ہر نقطہ پر ایکس محور پر عمود گرانے سے پتہ چلے گا کہ وہ کس قدر رقم خرچ کرے گا اور کس قدر دوسری ضروریات کے لیے محفوظ کرے گا خط طلب سے ہمیں آمدنی کے معین ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس خط سے پتہ چلتا ہے کہ صارف دی ہوئی قیمت پر کسی شے کی کس قدر مقدار خریدے گا۔ اسے صرف قیمت کے خط سے بھی اخذ کیا جا سکتا ہے جس سے کسی شے پر خرچ ہونے والی کل رقم کا بھی اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے اگر شے کی انفرادی قیمت کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو کل اخراجات کو خرید شدہ مقدار پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ مثلاً نقطہ K پر شے کی کوئی بھی مقدار نہیں خریدی جا رہی اس لیے کل اخراجات صفر کے برابر ہیں جب صارف "K" سے "J" کی جانب حرکت کرتا ہے تو شے کی قیمت گر جاتی ہے اور اس شے پر کل اخراجات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ نقطہ "R" کے بعد "V" تک شے کی مقدار طلب میں تو اضافہ ہوتا ہے لیکن کل اخراجات کم ہو جاتے ہیں۔ پس کل صرف قیمت کا خط صرف کل اخراجات کی غمازی کرتا ہے۔

خط طلب اخذ کرنے کے لیے خرید کردہ شے کی فی اکائی قیمت کا علم ہونا چاہیے اسے معلوم کرنے کے لیے ہم سب سے پہلے "J" "L" "R" اور "V" نقاط سے ایکس محور پر عمود گراتے ہیں جو JS، LM، RN اور VT بنتے ہیں ان عمودی خطوط سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ شے مذکورہ کی کس قدر مقدار طلب کی گئی ہے۔ شے کی فی اکائی قیمت معلوم کرنے کے لیے ہر عمود کے دائیں جانب ایک اکائی آگے کی جانب A B C 2 نقطے لیے گئے اور اور KM کے متوازی QA، KN کے متوازی bB، KU کے متوازی cc اور KQ کے متوازی Z h خطوط کھینچے گئے جو JS عمود کو نقطہ a، LM کو نقطہ b، RN کو نقطہ c اور VT کو نقطہ h پر چھوتے ہیں۔ نقاط h c b a کو باہم ملا دینے سے خط طلب معرض وجود میں آیا SA مقدار طلب کی ایک اکائی کو ظاہر کرتی ہے "S" کل مقدار طلب ہے جبکہ

Marfat.com

s a اس مقدار کی فی اکائی قیمت ۔ اس طرح ہمیں انفرادی خط طلب پر نقطہ a حاصل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ s a قیمت پر مقدارِ طلب کیا ہوگی۔ بالکل اسی طرح خطِ طلب کے باقی نقاط بھی اخذ کیے گئے۔ انفرادی خطِ طلب کے جھکاؤ منفی ہوتا ہے جبکہ آمدنی اور استبدالی اثر مثبت ہوتا ہے۔ بعض حالات میں جن میں گفن کے انکار غالب اثر رکھتے ہوں خطِ طلب مکمل طور پر دائیں جانب نہیں جھکتا جیسا کہ اس شکل سے واضح کیا گیا ہے۔

ڈائیگرام نمبر ۱

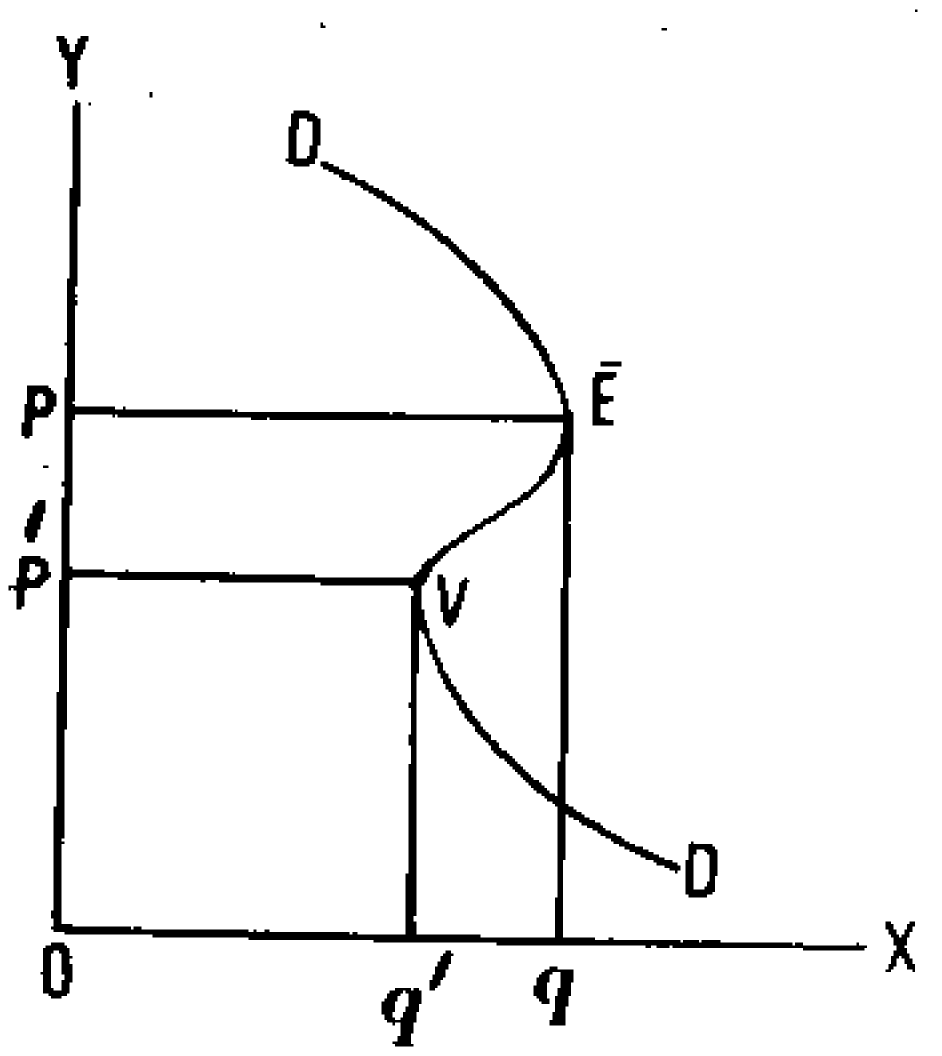

قیمت

مقدار طلب

خط طلب ایک حد تک تو دائیں جانب گرتا ہے اس حد تک آمدنی کا اثر مثبت ہوتا ہے۔ قیمت گرنے سے مقدار طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور قیمت چڑھنے سے مقدارِ طلب سکڑ جاتی ہے۔ اگر قیمت op ہو جائے تو اثر آمدنی قوی اور منفی ہو جاتا ہے جس سے مثبت اثر استبدال زائل ہونا شروع ہو جاتا ہے اور خطِ طلب بائیں جانب رُخ اختیار کر لیتا ہے حتیٰ کہ قیمت گر کر op' ہو جاتی ہے۔ اس قیمت پر خط طلب دوبارہ دائیں جانب رُخ اختیار کرتا ہے اب قیمت اس قدر کم ہو چکی ہے اور کل اخراجات بھی گر چکے ہیں اور اگر اثر آمدنی منفی بھی ہو تو مثبت اثر استبدال اس پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ گفن اشیا کی وضاحت کے لیے ایسا ہی خط طلب بنایا جائے گا۔ خط طلب صرف اسی حد تک بائیں جانب جھکے گا۔ جب اثر آمدنی قوی اور منفی ہو۔

خطِ طلب کا جھکاؤ اس لیے منفی ہوتا ہے کہ جوں جوں قیمت کم ہوتی ہے مثبت اثر آمدنی مثبت اثر استبدال کو تقویت بخشتا ہے لیکن جہاں اثر آمدنی منفی ہو اور اثر استبدال قوی ہو اور وہ منفی اثر آمدنی کے اثرات کو زائل بھی کر سکتا ہو خطِ طلب دائیں جانب نیچے جھکے گا۔ لیکن اگر منفی اثر آمدنی اسقدر قوی ہو کہ وہ اثر استبدال کو غیر مؤثر بنا سکے تو خطِ طلب بائیں جانب جھکے گا۔

خطوط غیر جانبداری اور مارشل کے نظریہ افادہ کا موازنہ

الفرڈ مارشل کے مطابق رویہ صارف کی وضاحت کرتے وقت فرض کر لیا جاتا ہے کہ افادہ قابل پیمائش (Measurable) بھی ہے اور وہ مجموعہ صفت

Marfat.com

(Additive) بھی ہے۔ اشیا کی لمبائی اور وزن قابلِ پیمائش ہیں۔ اسی طرح ان اشیا سے حاصل ہونے والا افادہ بھی قابلِ پیمائش ہوتا ہے۔ صارف ہر شے کا افادہ ناپ کر اسے اعداد کی شکل میں واضح کر دیتا ہے جسے (Cardinal measurement of Utility) کہتے ہیں جدید معیشت دانوں کے نزدیک افادہ صارف کی داخلی ذہنی کیفیت کا نام ہے جس کی پیمائش ممکن نہیں ہوتی اس لیے یہ نظریہ حقیقت سے بہت دُور ہے۔

خطوطِ غیر جانبداری افادے کی پیمائش کے بغیر ہی صارف کے رویئے کی وضاحت کرتے ہیں صارف اشیا کی قیمتوں کا لحاظ کیے بغیر ان کی خریداری کا ایک خاکہ تیار کرتا ہے۔ پھر اپنی ترجیحات کے مطابق ان میں ردّ و بدل کرتا ہے اور پھر اپنے وسائل اور قیمتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مختلف اشیا کے ایسے اشتراک حاصل کر لیتا ہے کہ ان اشتراکوں یا مجموعوں سے حاصل ہونے والی تسکین مختتم شرحِ استبدال کے برابر ہو جاتی ہے اور اسی نقطہ پر وہ متوازن حالت میں آ جاتا ہے۔ اس نقطۂ توازن پر اسے کوئی سا بھی اشتراک دے دیا جائے۔ اس کی تسکین کی سطح متاثر نہیں ہوتی وہ مختلف اشتراکوں یا مجموعوں سے حاصل ہونے والی تسکین کی سطح کو ترتیب وار بیان کر دیتا ہے اس میں یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ اسے ایک اشتراک کے مقابلے میں دوسرے اشتراک سے زیادہ یا کم یا یکساں تسکین حاصل ہوئی۔ افادہ کی پیمائش کے اس طریقہ کو افادہ کی ترتیب وار پیمائش (Ordinal measurement of Utility) کہتے ہیں خطوطِ غیر جانبداری کے نقشہ میں ایک سے زائد خطوط غیر جانبداری ہوتے ہیں ہر خط ایک تسکین کی سطح کی نمائندگی کرتا ہے۔ سب سے نچلا خط غیر جانبداری پست تسکین کی سطح اور بلند ترین خط تسکین کی سطح کی نمائندگی کرتا ہے۔ جوں جوں خطوطِ غیر جانبداری پست سطح سے بلندی کی طرف جاتے ہیں تسکین کی سطح بھی بلند ہوتی جاتی ہے۔ اس طرح خطوطِ غیر جانبداری کا نظریہ حقیقت کے بہت قریب ہے۔ یہ جاننا تو سہل ہے کہ کونسی شے زیادہ افادہ دیتی ہے اور کونسی کم لیکن یہ جاننا خاصا دشوار ہے کہ کس شے کا افادہ کس قدر ہے۔

مارشل کے زر کا افادہ مختتم ساکن رہتا ہے۔ ان کے افکار کے مطابق اگر صارف اپنی آمدنی کا ایک معمولی حقیر حصہ کسی شے کی خرید پر خرچ کرے تو اس کے زر کے افادہ مختتم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس مفروضہ کی بنا پر زر کا افادہ مختتم قانون طلب کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا جب صارف اپنی آمدنی ایک سے زائد اشیا پر خرچ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ مارشل زر کے افادہ مختتم کو اس لیے بھی ساکن قرار دیتا ہے کیونکہ وہ کسی شے کی قیمت میں کمی بیشی سے اس شے کی خریداری میں تاثر آمدنی کی بدولت کمی بیشی کو نظرانداز کر دیتا ہے اس لیے اس کے نزدیک تاثر آمدنی کے

Marfat.com

کے اجزائے ترکیبی تاثر استبدال اور تاثر آمدنی میں کوئی امتیاز نہیں۔ اس کے برعکس خطوطِ غیر جانبداری کے طریق میں زر کے افادہ مختتم کو ساکن قرار نہیں دیا گیا اس لیے اس نظریہ میں قیمتوں میں تبدیلی کی بنا پر تاثر آمدنی اور تاثر استبدال میں تمیز رکھی جاتی ہے۔

مارشل کے نزدیک افادہ یا کسی ایک شے کی طلب کسی دوسری شے سے بالکل بے نیاز ہوتی ہے اور زر کا افادہ مختتم ساکن رہتا ہے۔ وہ صرف ایک شے کا ہی ماڈل بناتا ہے۔ وہ ایک سے زائد اشیا کے ماڈل کا تجزیاتی مطالعہ کرنے میں ناکام دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً تکمیل اور استبدالی (Substitution and complementary) تفاعل کا مطالعہ مارشل کے ہاں نہیں ملتا۔ خطوطِ غیر جانبداری کے طریقے سے صارف کے توازن کا مطالعہ بہتر طریق سے کیا جاتا ہے۔ غیر حقیقی مفروضات سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ ان خطوط کے مطابق صارف کی متوازن کیفیت کی صورت میں:

ایکس شے کی وائی شے کے لیے مختتم شرح استبدال = ایکس شے کی قیمت / وائی شے کی قیمت ......(۱)

ایکس شے کی وائی شے کے لیے مختتم شرح استبدال (M R S) دونوں اشیا کے مختتم افادہ کی نسبت ہوتی ہے۔

ایکس شے کی وائی شے کے لیے مختتم شرح استبدال = ایکس شے کا افادہ مختتم / وائی شے کا افادہ مختتم (۱۱)

(۱) اور (۱۱) مساواتوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ

ایکس شے کا افادہ مختتم / وائی شے کا افادہ مختتم = ایکس شے کی قیمت / وائی شے کی قیمت

اسے ایسے بھی لکھا جاسکتا ہے۔

ایکس شے کا مختتم افادہ / ایکس شے کی قیمت = وائی شے کا افادہ مختتم / وائی شے کی قیمت

اور یہ وہی شرط ہے جو مارشل کے مطابق متوازن کیفیت کے لیے ضروری ہے۔
خطوطِ غیر جانبداری کے مطابق زیادہ مفروضات قائم کیے بغیر طلب کے ایک بہتر نظریہ کی نشاندہی ہوتی ہے جبکہ افادہ کے نظریہ ... کے تحت قانون طلب وضع کرنے کے لیے کئی غیر حقیقی مفروضات قائم کرنے پڑتے ہیں مثلاً نظریہ افادہ کے تحت گفن اشیا پر کوئی روشنی نہیں ڈالی جاتی جبکہ خطوطِ غیر جانبداری کے طریقہ میں ان دونوں صورتوں کا تفصیلی جائزہ

Marfat.com

لیا جاتا ہے۔ ہکس کے مطابق خطوط غیر جانبداری سے پتہ چلتا ہے کہ جب "تاثر آمدنی اور تاثر استبدال کی مثبت ہوں تو خط طلب کا رجحان کیوں منفی ہوتا ہے۔ ادنی اشیا کی صورت میں اگرچہ تاثر آمدنی منفی ہوتا ہے لیکن وہ مثبت تاثر استبدال کی نسبت کمزور ہوتا ہے اس کے برعکس گفن اشیا کی صورت میں "تاثر آمدنی منفی ہوتا ہے لیکن وہ "تاثر استبدال کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ منفی تاثر آمدنی مثبت تاثر استبدال کو زائل کر دیتا ہے اور صارف ایسی اشیا کی قیمت میں کمی کے باوجود زیادہ مقدار خرید نے پر آمادہ نہیں ہوتا پس خط طلب کا جھکاؤ بھی مثبت ہوتا ہے۔

خطوط غیر جانبداری کی خوبیوں کے باوجود رابرٹسن (Robertson) اور آرمسٹرونگ (Armstrong) جیسے معیشت دانوں نے انہیں تختہ مشق بنایا رابرٹسن کے مطابق تو خطوط غیر جانبداری محض "پرانی شراب کو نئی بوتل میں" پیش کرنے کے مترادف ہے۔ ان کی رائے میں محض پرانے نظریات کو نئے لیبلوں سے پیش کرنے کی جسارت کی گئی ہے۔ افادہ کی بجائے ترجیحات اور قانون تفصیل افادہ کی جگہ مختتم شرح استبدال کو استعمال کیا گیا ہے۔ آرمسٹرونگ کے مطابق ہکس کے قانون تفصیل شرح استبدال مختتم کی وضاحت مارشل کے افادہ کے مختتم کے تخیل کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ اگر صارف ایک شے کے بدلے والی شے کی چند مزید اکائیاں حاصل کرے تو ایک شے کے ذخیرہ میں کمی سے اس کا افادہ مختتم بڑھنے لگتا ہے اور دوائی شے کے ذخیرہ میں اضافہ سے اس کا افادہ مختتم کم ہو جاتا ہے۔

خطوط غیر جانبداری کے نظریہ کے مطابق صارف کو ہمیشہ مختلف اشیا کے اشتراکوں سے حاصل ہونے والی تسکین کا پہلے سے علم ہوتا ہے حالانکہ یہ بھی حقیقت سے اتنا ہی دور ہے جتنا افادہ کی پیمائش۔ بعض اوقات خطوط غیر جانبداری پر مختلف اشیا کے ایسے جوڑے تصور کر لیے جاتے ہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا مثلاً پانچ قمیض اور دو پتلونیں اسی قدر تسکین دیں گی جس قدر ایک قمیض اور سات پتلونیں۔

خطوط غیر جانبداری کے مطابق کسی صارف کے رویہ کی وضاحت صرف دو اشیا کی صورت ہی میں ممکن ہے اگر دو سے زائد اشیا کی صورت میں صارف کے طرز عمل کا مطالعہ کرنا پڑے تو اسی قدر زائد اشکال بنانا پڑتی ہیں جس سے نظریہ کی وضاحت پیچیدہ ہو جاتی ہے اور اسے سمجھنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا خامیوں کے باوجود خطوط غیر جانبداری کا نظریہ مارشل کے افادہ کے نظریہ سے بہتر سمجھا جاتا ہے اور یہ ماہرین معاشیات میں مقبول بھی ہے۔

Marfat.com

سوالات

۱۔ مارشل کے مطابق قابل پیمائش ہے جبکہ ایلن اور ہکس کے مطابق افادہ قابل پیمائش نہیں۔ آپ کن کے انکار سے اتفاق کرتے ہیں، اور کیوں؟

۲۔ خطوط غیر جانبداری کے ذریعے صارف کے رویئے اور اس کے توازن کی وضاحت بہترین طریق سے ہوسکتی ہے۔ کیا آپ اس بیان سے متفق ہیں اور کیوں؟

۳۔ خطوط غیر جانبداری سے کیا مراد ہے؟ ان کی خصوصیات بیان کریں۔

۴۔ خطوط غیر جانبداری کے ذریعے صارف کے توازن کی وضاحت کس طرح کی جا سکتی ہے جبکہ،

ا۔ صارف کی آمدنی یکساں رہے، لیکن اشیا کی قیمتیں تبدیل ہوتی رہیں۔

ب۔ صارف کی آمدنی تبدیل ہوتی رہے جبکہ اشیا کی قیمتیں یکساں رہیں۔

۵۔ مندرجہ ذیل کی وضاحت کریں اور ان پر مفصل نوٹ لکھیں اور ایک ڈایاگرام کی مدد سے ان کے نسبتی تعلق کو بھی واضح کریں۔

۱۔ اثر قیمت

۲۔ اثر آمدنی

۳۔ اثر استبدال

۴۔ خطوط غیر جانبداری سے خط طلب کس طرح اخذ کیا جاتا ہے؟

۵۔ مختتم شرح استبدال سے کیا مراد ہے اس میں منفی رجحان کیوں پایا جاتا ہے؟

Marfat.com

باب ۹

فرم اور اس کے مسائل

FIRM & ITS PROBLEMS

ابتدا ہی میں صنعت، حرفت اور پلانٹ کی اصطلاحات کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ اس سے آنے والے مباحث کو سمجھنے میں مدد ملے گی صنعت Industry سے مراد پیدائش دولت کی ایک مخصوص قسم ہوتی ہے۔ بسا اوقات صنعت کو اس میں استعمال ہونیوالے خام مال سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ جیسے پٹ سن کی صنعت وہ صنعت ہے جس میں پٹ سن کو بطور خام مال استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات صنعت کو اس کی مصنوعات سے منسلک کیا جاتا ہے جیسے سیمنٹ، کیمیائی کھاد اور کاغذ کی صنعت فرم Firm سے مراد کسی صنعت کی ایک انتظامی اکائی ہوتی ہے۔ صنعت ایسی بہت سی فرموں پر مشتمل ہوتی ہے جو ایک ہی نوعیت کی اشیاء پیدا کر رہی ہوں مثلاً پاکستان میں کپڑے کی صنعت میں بہت سے کپڑے کے کارخانے ہیں مثلاً عاطف ٹیکسٹائل ملز، کوہ نور ٹیکسٹائل ملز وغیرہ، یہ کپڑے کی صنعت کی فرمیں ہیں ان میں سے ہر ایک کی اپنی علیحدہ تنظیم ہے۔ پلانٹ کسی فرم کی ایک پیداواری اکائی کو کہتے ہیں ہر فرم میں ایک یا ایک سے زائد پلانٹ ہو سکتے ہیں مثلاً کوہ نور ملز کے کپڑا بنانے کی صنعت کی ایک فرم ہے۔ اس فرم کے ایک سے زیادہ مقامات پر کارخانے ہو سکتے ہیں ان کارخانوں کو معاشی اصطلاح میں پلانٹ کہا جائے گا کیونکہ وہ ایک ہی انتظامیہ کے تحت پیدائش دولت میں مصروف ہیں۔ اس طرح فرم تو ایک کہلائے گی لیکن پلانٹ کئی ہوں گے۔

اسی طرح اگر بنکاری کو ایک صنعت تصور کر لیا جائے تو حبیب بنک لمیٹڈ یا یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ بنکاری صنعت کی فرمیں تصور کی جائیں گی لیکن ان میں ہر ایک فرم کی مختلف مقامات پر بہت سی شاخیں ہیں جو ان فرموں کے پلانٹ کہلائیں گے۔

ہر فرم کا بنیادی مقصد منافع کمانا ہوتا ہے خواہ چھوٹے پیمانے پر اشیا پیدا کرے یا بڑے پیمانے پر حصول منافع کے لئے مصارف پیدائش میں تخفیف کی کوشش کی جاتی ہے جس کے لئے پیمانہ پیدائش میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے مصارف پیدائش میں تخفیف کے لئے عاملین پیدائش کو کم معاوضوں پر حاصل کرنے اور تحقیق و تجربات سے خام مال کے بہترین استعمال کی کوششیں مسلسل جاری رہتی ہیں اس کے علاوہ آجر عاملین پیدائش کو مسلسل ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ

Marfat.com

اسے عاملین پیدائش کا ایک ایسا اشتراک حاصل ہو جاتا ہے جس سے ہر عامل پیدائش کی مختتم پیداوار یکساں ہو جاتی ہے اسے عاملین پیدائش کا معیاری اشتراک Optimum Factor Combination کہتے ہیں یہاں صارف اور آجر کے مسائل ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں جسطرح صارف اپنے محدود وسائل کے استعمال میں ردوبدل کر کے انہیں مختلف اشیا پر اس طرح تقسیم کرتا ہے جو اسے مساوی افادہ مختتم اور زیادہ سے زیادہ افادہ کل دیں اس طرح آجر بھی محدود عاملین پیدائش کے استعمال میں مسلسل ردوبدل سے ان کا ایسا معیاری اشتراک حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جس سے ہر عامل کی مختتم پیداوار کو یکساں اور آجر کا منافع زیادہ سے زیادہ ہو جاتا ہے پیدائش دولت کے دوران جس عامل پیدائش کی مختتم پیداوار زیادہ ہو اس کی مزید اکائیوں کے استعمال کی گنجائش ہوتی ہے حتیٰ کہ اس کا مسلسل استعمال اس کی مختتم پیداوار کو کم کر دیتا ہے جس سے آجر اس کے مزید استعمال پر نظرثانی کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے خطوط مساوی پیداوار Iso Product Curves یا (Iso quant) استعمال کئے جاتے ہیں۔

خطوط مساوی پیداوار ISO QUANTS

جس طرح صارف کے توازن کی وضاحت کیلئے خطوط غیر جانبداری۔ Indifference Curves استعمال کئے جاتے ہیں اسی طرح آجر کے توازن کے لئے خطوط مساوی پیداوار کھینچے جاتے ہیں (خط مساوی پیداوار عاملین پیدائش کے وہ تمام ممکنہ اشتراک ہوتے ہیں جو کسی شے کی کوئی خاص مقدار پیدا کر سکتے ہوں) پیدائش دولت کے دوران آجر ہر عامل پیدائش کی مختتم پیداوار اور اس کے مصارف مختتم کا موازنہ کرتا رہتا ہے جب ہر عامل پیدائش کی مختتم پیداوار اور اس کی قیمت یکساں ہو تو فرم بھی متوازن حالت میں ہوتی ہے ایسے حالات میں

$$\frac{\text{زمین کی مختتم پیداوار}}{\text{زمین کی قیمت یا لگان}} = \frac{\text{محنت کی مختتم پیداوار}}{\text{محنت کی قیمت یا اجرت}} = \frac{\text{سرمایہ کی مختتم پیداوار}}{\text{سرمایہ کی قیمت یا سود}} = \frac{\text{تنظیم کی مختتم پیداوار}}{\text{تنظیم کی قیمت یا منافع}}$$

خطوط غیر جانبداری کی وضاحت میں صارف کے لئے اشیا کے ایسے جوڑے بنائے جاتے ہیں جو یکساں تسکین کی وضاحت یا نمائندگی کرتے ہوں۔ اسی طرح عاملین پیدائش کے بھی ایسے جوڑے مرتب کئے جاتے ہیں جن کی پیداوار یکساں ہو۔ یکساں پیداوار حاصل کرنے کے لئے آجر عاملین پیدائش کے کسی بھی جوڑے کو استعمال کر سکتا ہے مثلاً اگر کسی شے کی ۱۰۰ اکائیاں پیدا کرنا مقصود ہو تو کسی دو عوامل پیدائش کی اکائیوں کا گوشوارہ کچھ اس طرح بنایا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

گوشوارہ

مجموعہ	ایکس عامل	وائی عامل	کل پیداوار	ایکس کی مختتم شرح استبدال برائے وائی
الف	1	15	100	
ب	2	10	100	5:1
ج	3	6	100	4:1
د	4	3	100	3:1
ر	5	1	100	2:1

پروفیسر ہکس Hicks اور ایلن Allen کا مختتم شرح استبدال کا تصور معاشیات سے شعبہ پیدائش میں مختتم میں شرح استبدال

Marginal rate of technical Substitution

کے نام سے مستعمل ہے۔ جوں جوں ایکس عامل کی زائد اکائیاں استعمال کی جائیں ۱۰۰ اکائیاں پیدا کرنے کے لئے وائی عامل کی اکائیوں کی تعداد پہلے سے کم ہو جاتی ہے۔ الف مجموعہ (1X+15Y) 100 پیدا کرتا ہے جبکہ ب مجموعہ میں (2x+10y) بھی ۱۰۰ اکائیاں کی پیدا کرتا ہے یعنی ایکس کی ایک زائد اکائی حاصل کے لئے ۵ وائی سے دستبردار ہونا پڑتا ہے اب ب مجموعہ میں 2 ایکس اور ۱۰ وائی (2x+10y) مل کر ۱۰۰ اکائیاں پیدا کر سکتے ہیں تو ج مجموعہ میں (3x+6y) بھی اسی قدر پیداوار دے دیتا ہے یعنی ایک زائد ایکس آجر کو وائی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس طرح مختتم عاملین پیدائش "ایکس" اور "وائی" کے اشتراک کے مجموعوں سے ہم ایکس کی مختتم شرح استبدال برائے وائی معلوم کر لیتے ہیں مثلاً مجموعہ الف اور ب کے درمیان یہ شرح ۱:۵ تھی ب اور ج کے درمیان ۱:۴ ایکس کے بڑھنے سے یہ شرح گرتی جاتی ہے۔

ہر خط مساوی پیداوار ISO - quants پیداوار کی یکساں سطح کی نمائندگی کرتا ہے۔ Sp_1 سب سے کم یعنی ۵۰ پیداواری اکائیوں کی نمائندگی کرتا ہے اور Sp_2 75 پیداواری اکائیوں کی اور Sp_3 ۱۰۰ پیداواری اکائیوں کی نمائندگی کرتا ہے۔

فرم کے توازن پیدائش کے لئے خط یکسانی مصارف (ISO- Cost Curves) بنایا جاتا ہے۔ اس خط سے مراد عاملین پیدائش کی وہ مقداریں ہیں جو دیئے ہوئے محدود وسائل سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اگر وسائل تبدیل ہو جائیں تو یہ خط بھی تبدیل ہو جاتا ہے اس طرح اگر عاملین پیدائش کی نسبتی قیمتوں یا معاوضوں میں تبدیلی آجائے تب بھی یہ خط تبدیل ہو جاتا ہے۔

فرم عاملین پیدائش کے کس مجموعہ کے ساتھ کس قدر اشیاء کی مقدار پیدا کرے گی اس کا انحصار

Marfat.com

ڈائیگرام نمبر ا

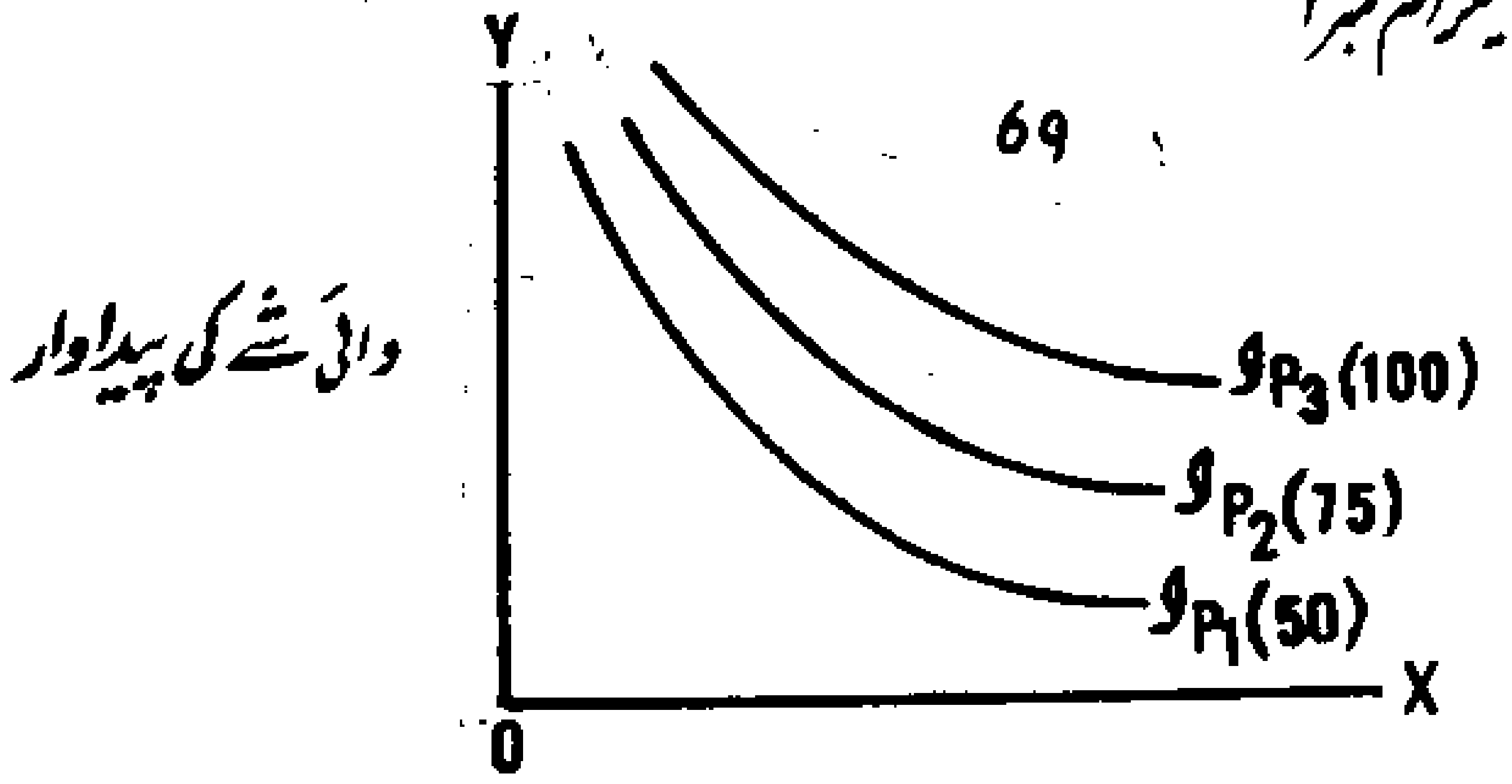

عاملین پیدائش کی قیمتوں اور دیئے ہوئے وسائل پر ہوتا ہے۔

فرض کریں کسی آجر کے پاس صرف ۶۰۰ روپے ہیں جن سے اسے ایکس اور وائی دونوں عاملین پیدائش خریدنے ہیں اگر ایکس کی قیمت ۱۰۰ روپے اور وائی کی ۲۰۰ روپے ہو تو دستیاب سرمایہ سے ایکس کی ۶ اکائیاں یا وائی کی تین اکائیاں خریدی جا سکتی ہیں اگر ہم ایکس اور وائی محوروں پر نقطہ ن اور م کو ملا دیں تو اس سے خط یکسانی مصارف بن جاتا ہے آجر اپنے محدود ذرائع سے عاملین پیدائش کے صرف ایسے اشتراک یا مجموعے حاصل کر سکتا ہے جو اس خط پر واقع ہیں۔

ڈائیگرام نمبر 2

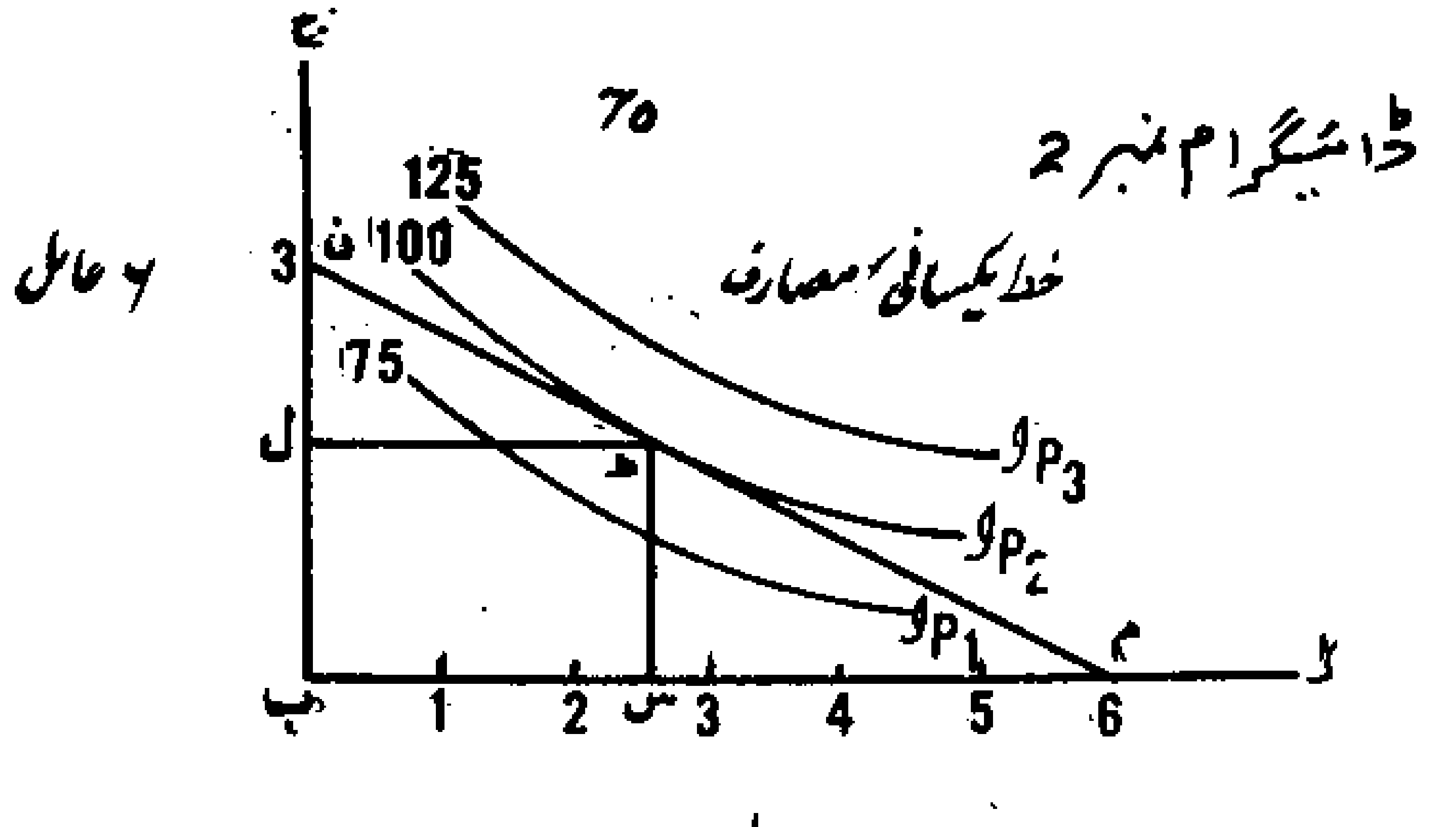

فرم کی متوازن پیداوار اس نقطہ پر ہوگی جہاں خط مساوی پیداوار خط مساوی مصارف پر مماس بنائے اس نقطہ پر ایکس اور وائی عوامل کے ایسے مجموعہ Y عامل کی ب ل۔ ایکس عامل کی ب س مقدار یا اکائیوں سے ۱۰۰ اکائیاں پیدا کی جائیں گی جس کی نمائندگی P2 خط کرتا ہے یہ خط م ن پر نقطہ ط پر مماس بناتا ہے یہ پیداوار کم سے کم مصارف پیدائش سے حاصل کی گئی ہے۔ P3 خط ایسی پیداوار کی نمائندگی کرتا ہے جس سے مصارف پیدائش میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ P1 کی پیداوار

Marfat.com

اس کے وسائل سے باہر ہے جسے وہ موجودہ وسائل سے حاصل نہیں کر سکتا۔ بلند پیداوار حاصل کرنے کے لیے یا تو عاملین پیدائش کی قیمتوں میں کمی ہونی چاہیے یا مالی وسائل وسیع ہونے چاہئیں جن سے عاملین پیدائش کو خریدا جا سکے اس کی وضاحت مندرجہ ذیل شکل سے کی گئی ہے۔

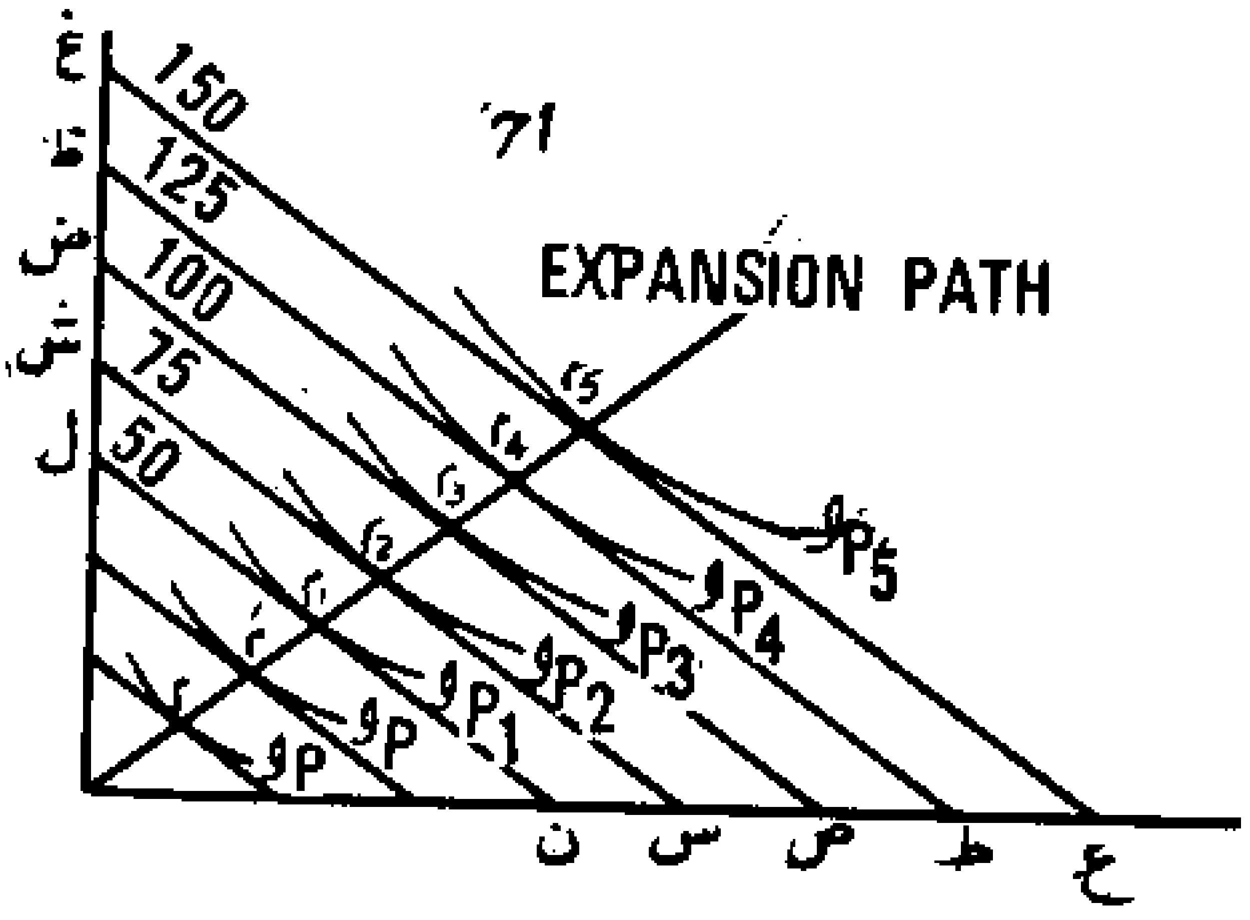

ڈائیگرام نمبر 3

خطوط مساوی پیداوار کے ذریعے فرم کے توازن کو ایسے بھی واضح کیا جا سکتا ہے

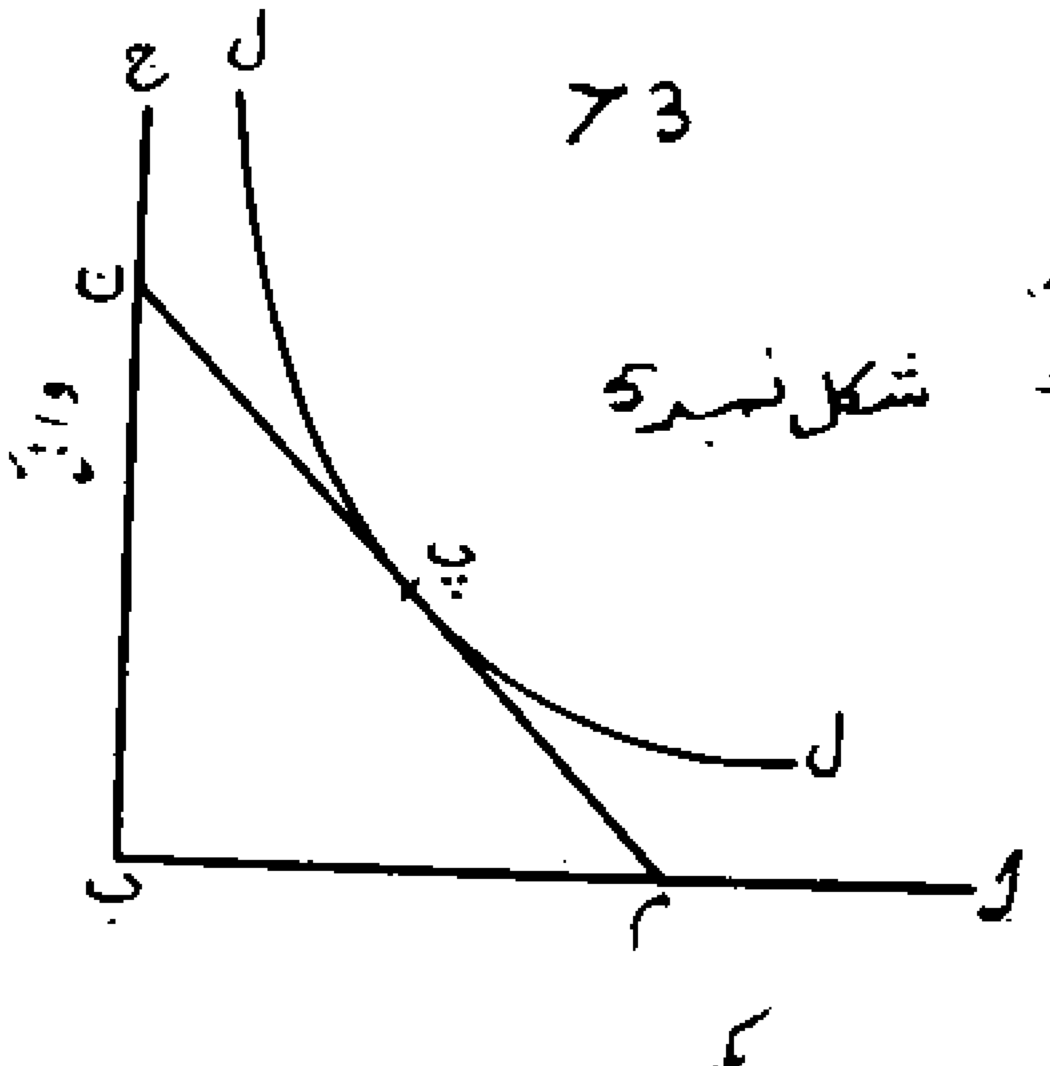

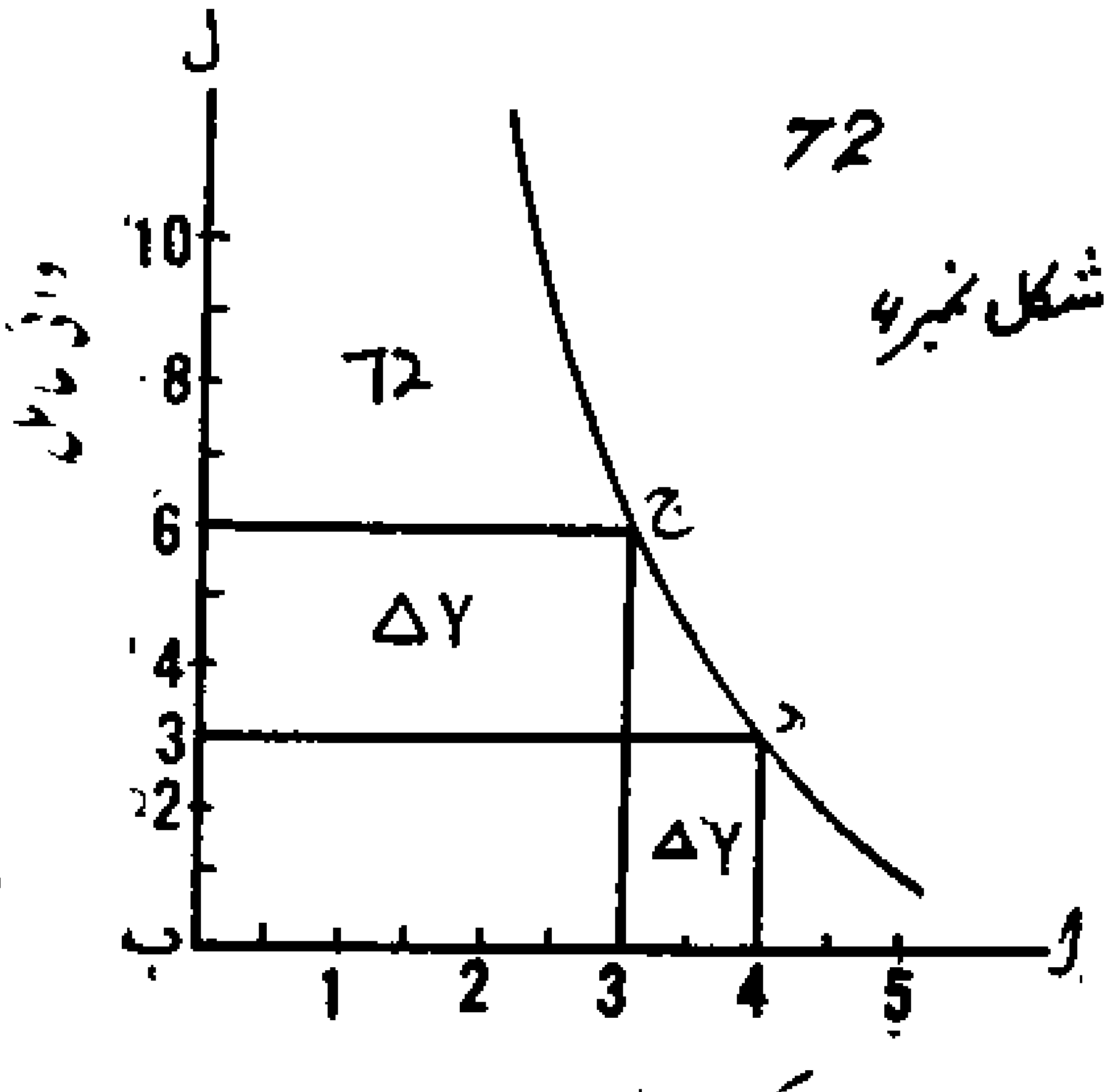

شکل نمبر ۴ میں نقاط ج اور د کے درمیان ایکس کا وائی کے لیے منتہم فنی شرح استبدال:

$$\frac{\Delta Y}{\Delta X} = \text{ج د کی ڈھلان}$$

اگر ج اور د کی ڈھلان اسی نقطہ پر خط مماس (Tangent) کی ڈھلان کے برابر ہو تو ج اور د ایک دوسرے کے اس قدر قریب واقع ہوں گے کہ انہیں ایک ہی نقطہ سمجھا جائے گا۔ اگر نقطہ مماس پ پر واقع ہو جیسا کہ شکل نمبر ۵ میں دکھایا گیا ہے تو یہ مماس خط اب پر نقطہ م پر اور

Marfat.com

ب ج پر نقطہ ن پر ملتا ہے۔ اس طرح

ن کی ڈھلان = ب ن / م ب

ب ن = کل رقم / وائی کی قیمت

ب م = کل رقم / ایکس کی قیمت

ب ن / ب م = ۵ ۲ / ۵ ×

کل رقم / وائی کی قیمت ÷ کل رقم / ایکس کی قیمت = کل رقم / وائی کی قیمت × ایکس کی قیمت / کل رقم = ایکس کی قیمت / وائی کی قیمت

ایکس کی مختتم فنی شرح استبدال برائے وائی = ۵ ۲ / ۵ × = ب ن / م ب = کل رقم / ایکس کی قیمت

دوسرے الفاظ میں فرم کے متوازن ہونے کی صورت میں ہر دو عوامل (ایکس ، وائی) کی مختتم فنی شرح استبدال ان کی قیمتوں کے تناسب کے برابر ہوگی۔

قوانین پیدائش یا قوانین لاگت LAWS OF RETURN OR LAW OF COSTS

عمل پیدائش میں وسعت کی صورت میں جب آجر معینہ عوامل یعنی زمین اور تنظیم پر متغیرہ عوامل یعنی محنت و سرمایہ کی اکائیاں استعمال کرتا ہے تو کل پیداوار میں اضافہ کے ساتھ کبھی تو مختتم پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے جس سے مختتم لاگت میں کمی واقع ہو جاتی ہے ، کبھی مختتم پیداوار میں کمی سے مختتم لاگت بڑھ جاتی ہے اور کبھی مختتم پیداوار اور مختتم مصارف یکساں رہتے ہیں انہیں بالترتیب قانون تکثیر حاصل یا قانون تقلیل لاگت ، قانون تقلیل حاصل یا قانون تکثیر لاگت اور قانون مساوی حاصل یا قانون مساوی لاگت کہتے ہیں یہ قوانین کچھ مفروضات پر مبنی ہیں یعنی

(i) معینہ عوامل ناقابل تقسیم ہوں اور ان کی مقدار میں بھی کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہ ہو۔

(ii) جب قانون تقلیل حاصل کا اطلاق شروع ہو یا قانون تکثیر حاصل کا نفاذ ختم ہو تو فرم عوامل پیدائش کے بہترین اشتراک سے گذر جائے ۔

(iii) طریق پیدائش میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔

Marfat.com

(۱۷) متغیر عوامل کا باہمی تناسب، حجم، معیار اور استعداد یکساں رہے۔ وضاحت کے لیے فرض کریں کسی کاشتکار کے پاس ۱۰۰ ایکڑ کا ایک قطعہ اراضی ہے۔ اس رقبے میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ ۱۰۰ روپے کی محنت و سرمایہ کی ایک اکائی سے کاشتکار زمین پر کاشت کرتا ہے۔ رقبہ اراضی وسیع ہونے کی وجہ سے کچھ زمین تو زیر کاشت آجاتی ہے اور کچھ بیکار پڑی رہتی ہے۔ وہ اس پر محنت و سرمایہ کی دوسری اکائی بھی لگاتا ہے۔ جس سے کچھ مزید زمین زیر کاشت آجاتی ہے۔ اس سے کل پیداوار اور مختتم پیداوار دونوں میں اضافہ ہوتا ہے اور مختتم لاگت کم ہوجاتی ہے۔ آجر محنت و سرمایہ کی تیسری اکائی بھی استعمال کرتا ہے۔ جس سے عاملینِ پیدائش کا بہترین اشتراک حاصل ہوجاتا ہے۔ کل پیداوار کے ساتھ ساتھ مختتم پیداوار بڑھتی ہے اور لاگت میں مزید کمی واقع ہوجاتی ہے۔ چوتھی اکائی کل پیداوار میں اضافہ کا موجب تو بنتی ہے مگر مختتم پیداوار کم ہوجاتی ہے۔ پانچویں اور چھٹی اکائیوں پر مختتم پیداوار مزید کم ہوجاتی ہے اور مصارف میں مسلسل اضافہ ہوتا ہے۔ اس تمام صورت حال کو مندرجہ ذیل گوشوارہ میں واضح کیا گیا ہے۔

محنت و سرمایہ کی مالیت = ۱۰۰ روپے

محنت و سرمایہ کی اکائیاں	کل پیداوار	مختتم پیداوار	مختتم لاگت
۱	۱۰ اکائیاں	۱۰ اکائیاں	۱۰٫۰۰
۲	۲۵ 〃	۱۵ 〃	۶٫۶۶
۳	۴۵ 〃	۲۰ 〃	۵٫۰۰
۴	۶۵ 〃	۲۰ 〃	۵٫۰۰
۵	۸۰ 〃	۱۵ 〃	۶٫۶۶
۶	۹۰ 〃	۱۰ 〃	۱۰٫۰۰
۷	۹۵ 〃	۵ 〃	۲۰٫۰۰

پہلی تین اکائیوں تک قانونِ تکثیر حاصل یا قانون تقلیلِ لاگت کا اطلاق ہوتا ہے۔ تیسری اور چوتھی اکائی پر قانون مساوی پیداوار یا قانون مساوی لاگت کا نفاذ ہوتا ہے۔ جب کہ پانچویں چھٹی اور ساتویں اکائیوں پر قانون تقلیل حاصل یا قانون تکثیر لاگت نافذ ہوتا ہے۔

پروفیسر بنہم Benham نے قانون تکثیر حاصل کی تعریف کرتے ہوئے لکھا۔

"جب عاملینِ پیدائش کے کسی مجموعہ میں سے کسی ایک عامل کا تناسب بڑھ جاتا ہے تو ایک خاص حد تک اس عامل کی پیداوار مختتم بڑھتی جاتی ہے۔ جہاں عاملین پیدائش کا بہترین اشتراک حاصل ہوجاتا ہے۔"

Marfat.com

ابتدا میں قانون تکثیر حاصل ہر شعبہ پیدائش میں اطلاق پذیر ہوتا ہے کیونکہ وسعت پیدائش کی صورت میں عاملین پیدائش کا پہلے سے بہتر طریق پر استعمال ہونے لگتا ہے۔ اندرونی اور بیرونی کفائتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ تحقیق و تجربات سے جدت اور اختراعات کے دروازے کھل جاتے ہیں جس سے کل پیداوار میں اضافہ کیساتھ ساتھ مصارف پیدائش بھی کم ہو جاتے ہیں۔

عاملین پیدائش کا بہترین اشتراک حاصل ہو جانے پر قانون تکثیر حاصل کا اطلاق رک جاتا ہے۔ قانون تکثیر حاصل کے اطلاق کے رکنے اور قانون تقلیل حاصل کی اطلاق پذیری سے پہلے ایک قلیل عرصہ ایسا آتا ہے جب محنت و سرمایہ کی اکائیوں میں اضافہ کے باوجود مختتم پیداوار میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی اور اس طرح لاگت بھی یکساں رہتی ہے۔ یہ صورت ایسی صنعتوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ جہاں مصنوعات تو مشینوں سے تیار کی جائیں مگر خام مال زراعت سے حاصل ہو، اس قانون کا اطلاق دستکاریوں پر بھی ہوتا ہے۔ پروفیسر مارشل نے تینوں قوانین کو بہت ہی خوبصورت پیرائے میں بیان کیا۔

"ایسی صنعتیں جن میں قدرت کا عمل دخل زیادہ ہو ان میں قانون تقلیل حاصل کا اطلاق ہوتا ہے ایسی صنعتیں جن میں انسان کا عمل دخل زیادہ ہو ان میں قانون تکثیر حاصل نافذ ہوتا ہے مگر جن صنعتوں میں انسان اور قدرت کا عمل دخل یکساں ہو، ایک قوت دوسری قوت کا اثر زائل کرے وہاں قانون مساوی حاصل کا نفاذ ہوتا ہے"۔

قانون تقلیل حاصل کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب عمل پیدائش کے دوران کل پیداوار میں تو اضافہ ہو مگر مختتم پیداوار بتدریج کم ہوتی جائے۔ پروفیسر مارشل اس قانون کی وضاحت کیلئے رقمطراز ہیں۔

"شعبہ زراعت میں اگر کاشت کرتے وقت محنت و سرمایہ کی اکائیاں کسی خاص تناسب سے بڑھائی جائیں تو زمین کی پیداوار میں اضافہ اسی نسبت سے کم ہو گا بشرطیکہ فن کاشتکاری میں کوئی انقلاب یا تبدیلی نہ آ جائے"۔

فن زراعت سے مراد کیمیائی کھاد اور اعلیٰ قسم کے بیجوں کا استعمال، جدید آلات کاشتکاری کی فراہمی اور آبپاشی کی سہولتوں کا میسر آنا ہوتا ہے۔ پروفیسر کیرنس Cairness اس قانون کی مزید وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اگر عمل پیدائش میں قانون تقلیل حاصل کا نفاذ نہ ہوتا تو انسان کی معاشی زندگی میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا بالکل اسی طرح جیسے انسانی خصلت کو بدل دیا گیا ہو!"

Marfat.com

جے ایس مل اس قانون کو ربڑ سے تشبیہ دیتے ہیں اس کے مطابق ابتدا میں ربڑ کو آسانی سے کھینچا جاسکتا ہے لیکن ایک حد کے بعد اسے مزید پھیلانے کے لئے پہلے سے زیادہ زور لگانے کے باوجود اس کا پھیلاؤ کم ہوتا ہے۔ اسی طرح زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار اسی نسبت نہیں بڑھتی جس نسبت سے محنت وسرمایہ کی اکائیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس اٹل قانون کو ہمیشہ کیلئے پس پشت ڈالا جاسکتا تو ایک ایکڑ زمین پر محنت وسرمایہ کی ان گنت اکائیاں لگا کر ساری دنیا کے لئے اناج اور کارخانوں کے لئے زرعی خام مال پیدا کرنا ممکن ہوجاتا صنعت کی نسبت یہ قانون زراعت پر جلد لاگو ہوجاتا ہے۔ البتہ صنعتوں میں اس قانون کے نفاذ کو وقتی طور پر ملتوی کیا جاسکتا ہے جس کی مارشل کے مطابق وجہ یہ ہے کہ صنعتوں میں انسان کا عمل دخل زیادہ ہوتا ہے جبکہ زراعت میں قدرت کا ان تینوں قوانین کی مزید تشریح مندرجہ ذیل اشکال سے بھی کی جاسکتی ہے۔

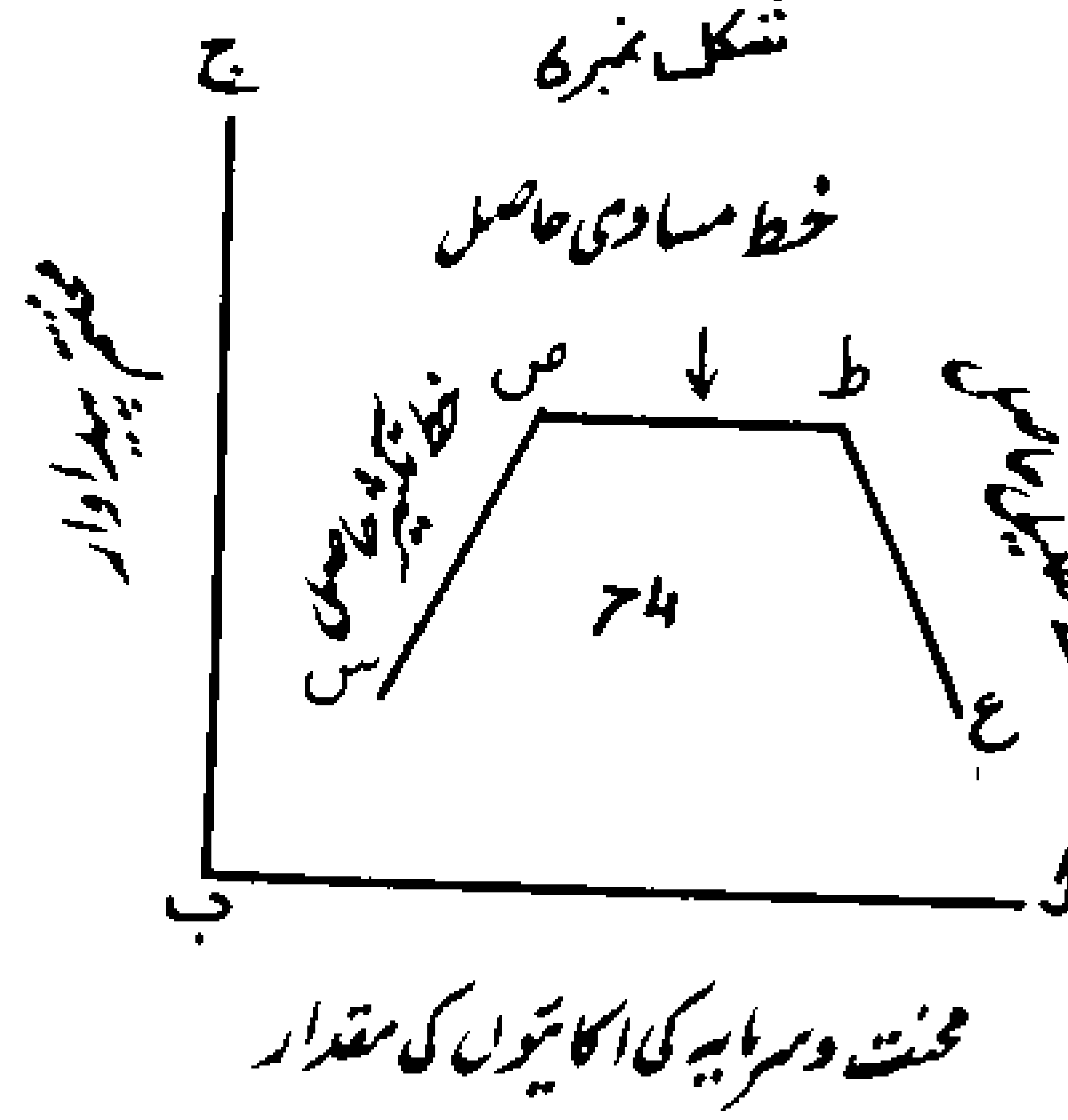

شکل نمبر ۶ میں قوانین حاصل کی وضاحت کی گئی ہے، ا ب کے ساتھ محنت وسرمایہ کی اکائیاں لگانے سے مختتم حاصل میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وضاحت خط میں ص سے کی گئی ہے ط ص خط قانون مساوی پیداوار کی وضاحت کرتا ہے جو ا ب کے بالکل متوازی ہے اگر محنت وسرمایہ کی اکائیوں کا استعمال جاری رکھا جائے تو مختتم پیداوار میں کمی واقع ہوجاتی ہے جس کی وضاحت خط ط ع سے کی گئی ہے ص س کا رجحان مثبت ہے جبکہ ط ع کا منفی

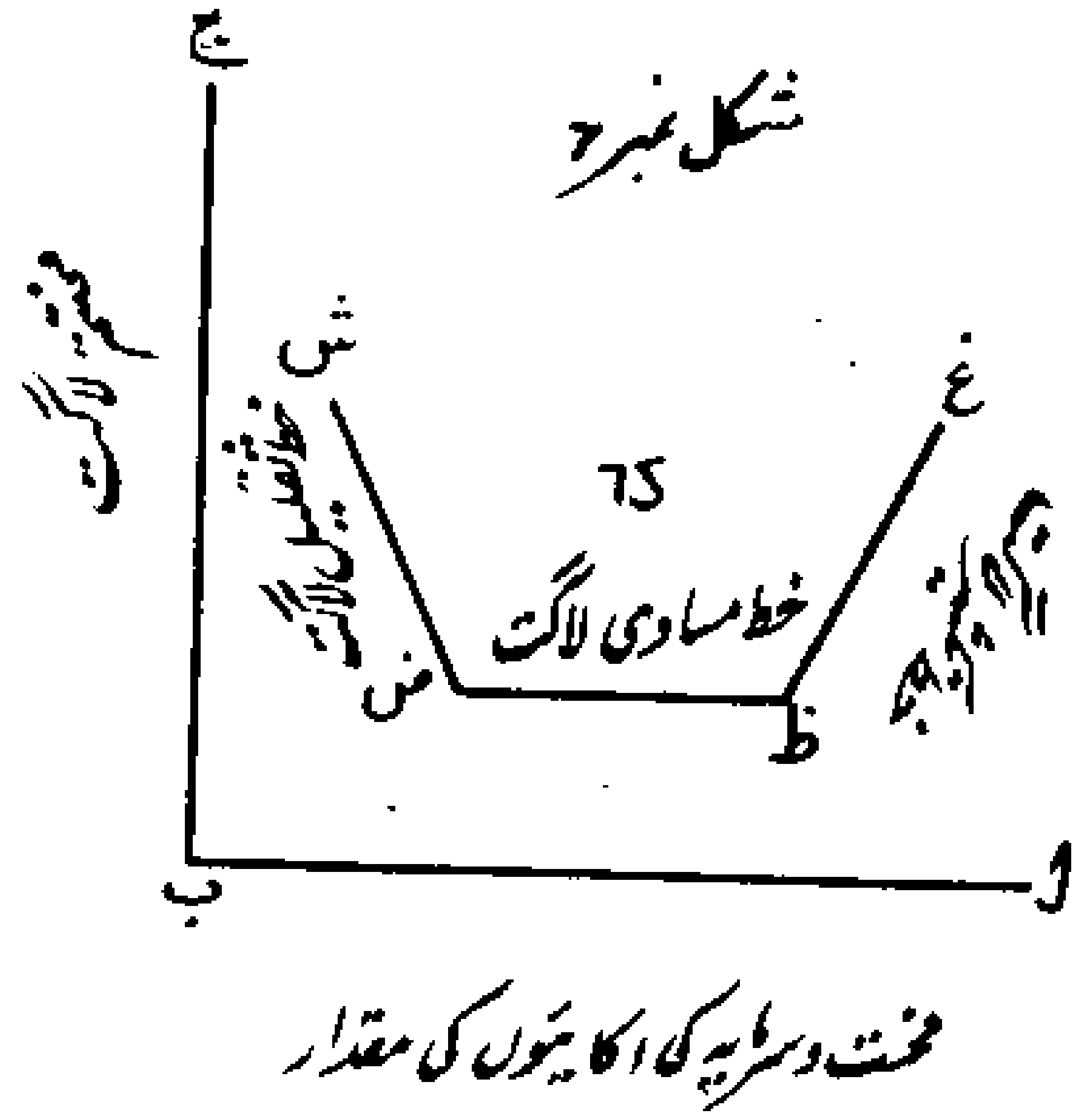

شکل نمبر ۷ میں مصارف پیدائش کی وضاحت کی گئی ہے یہ شکل نمبر ۱ سے بالکل الٹ ہے۔ خط ش ض کا رجحان منفی ہے جو تقلیل لاگت کی وضاحت کرتا ہے ض ظ مساوی لاگت کا خط ہے جبکہ غ ظ تکثیر لاگت کا خط کہلاتا ہے جس کا رجحان مثبت ہے۔

Marfat.com

فرم کے مصارف پیدائش COST OF PRODUCTION

پیدائش دولت عاملین پیدائش کے باہمی تعاون اور اشتراک کا نتیجہ ہوتا ہے جن کی خدمات حاصل کرنے کے لئے انہیں معاوضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ زمین کے استعمال کے عوض لگان، سرمایہ کے لئے سود اور مزدوروں کو ان کی دماغی یا جسمانی کاوشوں کے لئے اجرتیں ادا کرنا پڑتی ہیں آجر خود بھی نفع و نقصان کی ذمہ داری قبول کرتا ہے اور منافع کماتا ہے اسے حکومت کو ٹیکس ادا کرنا ہوتے ہیں خام مال خریدنا ہوتا ہے اور قوت محرکہ کے استعمال کی بھی قیمت ادا کرنا ہوتی ہے۔ یہ تمام مصارف پیدائش کے جزو ہیں اور ان کا حاصل جمع کل مصارف پیدائش کہلاتا ہے مصارف پیدائش کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ مستقل یا معینہ مصارف

۲۔ غیر معینہ متغیر مصارف

۱۔ مستقل یا معینہ مصارف Fixed Cost یہ غیر متغیر یا معینہ اخراجات ہوتے ہیں جنہیں آجر کو ہر حال میں برداشت کرنا ہوتا ہے خواہ پیدائش دولت وسیع پیمانے پر ہو یا محدود پیمانے پر۔ حتیٰ کہ کاروبار بند ہونے کی صورت میں بھی انہیں برداشت کرنا ہوتا ہے۔ ایسے اخراجات میں چوکیدار، منیجر اور مستقل عملہ کی اجرتیں، سرمایہ کا سود اور زمین کا لگان شامل ہوتا ہے۔ ایسے مصارف کو ضمنی مصارف Supplementary Cost بھی کہتے ہیں اس کی سادہ اور عام فہم مثال گھروں میں لگے ہوئے بجلی کے میٹر سے دی جا سکتی ہے۔ آپ مہینے کے دوران بجلی استعمال کریں یا نہ کریں میٹر کا کرایہ ہر حال میں ادا کرنا پڑتا ہے البتہ استعمال کی صورت میں جتنے یونٹ بجلی استعمال کی جاتی ہے اس کے مطابق بل کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔ لہذا بجلی کے استعمال کی ادائیگی غیر مستقل مصارف ہوئے جو کم و بیش ہوتے رہتے ہیں لیکن میٹر کا کرایہ مستقل یا معینہ مصارف میں شمار ہوگا۔ بعرصہ طویل میں تمام مستقل یا معینہ مصارف متغیر مصارف بن جاتے ہیں۔

2۔ متغیر مصارف Variable Cost متغیر مصارف کو مقدم مصارف Prime Cost بھی کہتے ہیں۔ ان سے مراد ایسے اخراجات ہوتے ہیں جو پیدائش دولت کی کمی بیشی کے ساتھ کم و بیش ہوتے رہتے ہیں یہ مصارف وسیع عمل پیدائش میں بڑھ جاتے ہیں۔ اور محدود پیدائش دولت پر کم ہو جاتے ہیں مثلاً زیادہ چینی پیدا کرنے کے لئے زیادہ گنا خریدا جائے گا۔ قوت متحرکہ کا استعمال بھی زیادہ ہو جائے۔ غیر مستقل عملہ کو بڑھانا پڑے گا اور انہیں زیادہ اجرتیں ادا کرنا ہوں گی اور حکومت کے ٹیکسوں کی ادائیگی بھی زیادہ ہو جائے گی۔ اگر چینی کی پیداوار کم ہو جائے تو مقدم مصارف بھی کم ہو جاتے ہیں اگر چینی کا کارخانہ وقتی طور پر بند کر دیا جائے

Marfat.com

تو یہ مصارف بالکل ختم ہو جائیں گے۔ مندرجہ بالا سطور میں بجلی کے میٹر اور بجلی کے یونٹوں کے استعمال کی مثال دی گئی۔ اگر آپ بجلی نہ جلائیں تو کوئی ادائیگی نہیں کرنا ہوگی مگر میٹر کا کرایہ پھر بھی ادا کرنا پڑے گا اس میں بجلی کے یونٹوں کا استعمال متغیر لاگت کے زمرہ میں آئے گا۔

اگر متغیر اور معینہ مصارف کو یکجا کر دیا جائے تو کل مصارف معلوم ہو جائیں گے مثلاً اگر چینی کے کارخانہ کے مستقل مصارف ۱۰ ہزار روپے اور متغیر مصارف ۶۰ ہزار روپے ہوں تو کل مصارف ۷۰ ہزار روپے ہوں گے۔

پیدا شدہ اکائیاں	معینہ مصارف	متغیر مصارف	کل مصارف
۰	۱۰ ہزار روپے	۰	۱۰ ہزار روپے
50	10 " "	20 ہزار روپے	30 " "
100	10 " "	40 " "	50 " "
150	10 " "	60 " "	70 " "

اس گوشوارہ میں معینہ مصارف ہر پیدائش پر ۱۰ ہزار روپے ہی رہتے ہیں حتیٰ کہ جب پیداوار صفر ہو تب بھی معینہ مصارف ۱۰ ہزار روپے ہے مگر صفر پیداوار پر متغیر مصارف بھی صفر ہیں پھر پیداوار میں اضافہ کیسا تھ ساتھ معینہ مصارف تو یکساں رہتے ہیں لیکن متغیر مصارف میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اس امر کی وضاحت شکل سے بھی کی جا سکتی ہے۔

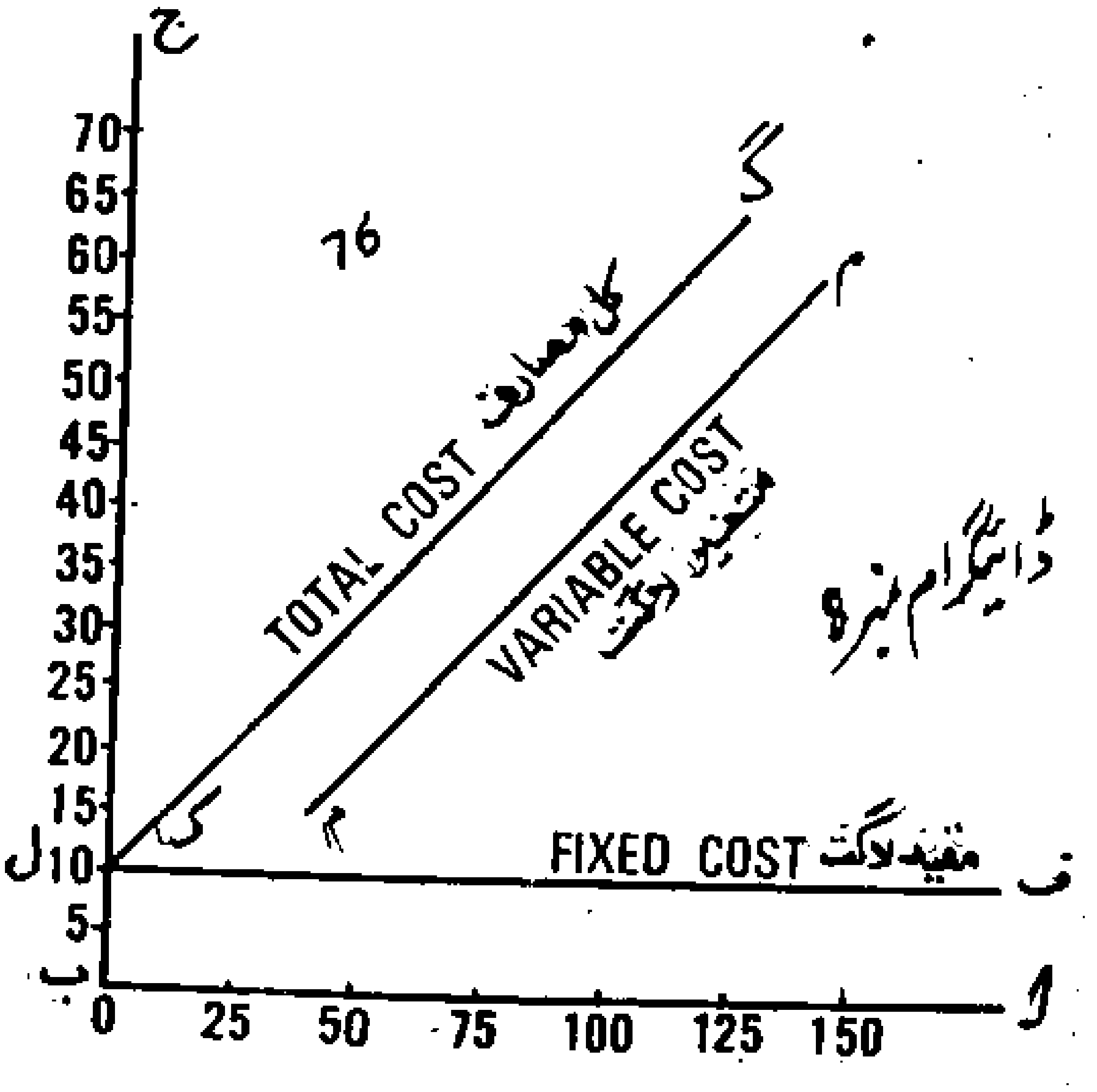

خط ا ب کے ساتھ کل پیداوار اور ب ج کے ساتھ مصارف کی پیمائش کی گئی ہے۔ معینہ لاگت

Marfat.com

کا خط ف ل خط ا ب کے بالکل متوازی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ پیداوار خواہ کچھ ہی ہو ان میں کوئی کمی بیشی نہیں آتی خط م م متغیر لاگت کا خط ہے جس کا رجحان مثبت ہے اور خط گ گ کل مصارف کا خط ہے جو متغیر مصارف کے خط سے اوپر واقع ہے جو ب ج کو نقطہ ل پر ملتا ہے۔

AVERAGE COST OF PRODUCTION اوسط مصارف پیدائش

اگر کل مصارف پیدائش کو پیدا شدہ اکائیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو فی اکائی اوسط مصارف حاصل ہو جاتے ہیں اس کے لئے یہ فارمولا استعمال کیا جاتا ہے۔

$$\text{اوسط لاگت} : \frac{\text{شے کی پیدا شدہ اکائیوں پر کل مصارف}}{\text{شے کی پیدا شدہ اکائیوں کی کل مقدار}}$$

اگر پیدا شدہ اکائیوں کی مقدار ۲۰۰ ہو اور کل مصارف ۱۰۰۰ روپے ہوں تو

$$\text{اوسط لاگت} = \frac{1000}{200} = \text{5 روپے فی اکائی}$$

اوسط لاگت کی دو قسمیں ہوتی ہیں اوسط معینہ مصارف اور اوسط متغیر مصارف اگر شے کے کل معینہ مصارف کو اس کی اکائیوں کی تعداد پر تقسیم کر دیں تو اوسط معینہ مصارف اخذ ہو جاتے ہیں مثلاً اگر ۱۰۰ اکائیاں پیدا کرنے پر معینہ لاگت ۱۰۰۰ روپے ہوں تو

$$\text{اوسط معینہ لاگت} = \frac{1000}{100} \text{ ۱۰ روپے فی اکائی ہوگی}$$

اگر شے کے کل متغیر مصارف کو اس کی اکائیوں کی مقدار پر تقسیم کر دیں تو اوسط متغیر لاگت

$$\text{اوسط متغیر لاگت} = \frac{4000}{100} = \text{۴۰ روپے فی اکائی ہوگی۔}$$

اوسط معینہ اور اوسط متغیر مصارف کو یکجا کرنے سے اوسط مجموعی مصارف اخذ ہو جاتے ہیں مثلاً اگر اوسط معینہ مصارف ۱۰ روپے اور متغیر لاگت ۴۰ روپے ہو تو اوسط مجموعی لاگت ۵۰ روپے فی اکائی ہوگی۔ پیدائش دولت میں اوسط مصارف کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ پیدائش دولت میں وسعت کی صورت میں اوسط مصارف عموماً کم ہو جاتے ہیں جس سے آجر کا منافع بڑھ جاتا ہے ایسے حالات میں قانون بار آوری یا قانون تکثیر حاصل کا اطلاق ہوتا ہے جب اوسط مصارف بڑھنے کا رجحان پایا جائے تو قانون تقلیل حاصل یا تکثیر لاگت کا نفاذ ہوتا ہے۔

Marfat.com

SHORT-RUN AVERAGE SHORT CURVE عرصہ قلیل کا اوسط مصارف کا خط

عرصہ قلیل سے مراد وہ عرصہ ہوتا ہے جس میں فرم اپنے متغیر عوامل میں ردوبدل کر کے، زائد خام مال کے استعمال اور اوقات کار میں توسیع سے پیداوار میں اضافہ کر سکتی ہے لیکن معینہ عوامل جیسے مشینوں اور تنظیم وغیرہ میں کوئی تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ عرصہ قلیل میں نہ تو نئے پلانٹ خریدے اور نصب کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی پرانے پلانٹ متروک ہو سکتے ہیں پیمانہ پیدائش میں توسیع وتجدید ممکن نہیں ہوتی۔ اس مذکورہ عرصہ میں صرف متغیر عوامل میں ہی کمی بیشی ہو سکتی ہے جبکہ معینہ عوامل مستقل رہتے ہیں۔ عرصہ طویل میں معینہ اور متغیر لاگت کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور تمام اخراجات متغیر ہو جاتے ہیں۔

عرصہ قلیل میں کچھ مصارف تو پیداوار میں کمی بیشی کے ساتھ ساتھ متناسب شرح سے تبدیل ہوتے ہیں جبکہ کچھ معین ہوتے ہیں اور وہ پیداوار میں کمی بیشی سے بے نیاز ہوتے ہیں اولذکر کو مقدم مصارف اور موخرالذکر کو ضمنی مصارف کہتے ہیں۔ عرصہ قلیل میں چونکہ فرم کے حجم اور جسامت میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی اس لئے مقدم اور ضمنی مصارف کا فرق برقرار رہتا ہے لیکن عرصہ طویل میں مزدوروں کو تبدیل کرنا ممکن ہوتا ہے سرمایہ کاری کا حجم بدل سکتا ہے۔ فرم کی جسامت میں تغیر آ سکتا ہے۔ اس لئے تمام مصارف متغیر مصارف بن جاتے ہیں۔ معین مصارف ناگزیر ہوتے ہیں۔ خواہ فرم محدود پیمانے پر پیدائش دولت کرے، یا وسیع پیمانے پر جیسے زمین کا لگان، بیمہ کی قسط، سود، انتظامی اخراجات وغیرہ چونکہ عرصہ قلیل میں معین مصارف میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اس لئے کل مصارف میں بھی کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر معینہ لاگت کو پیداوار کی مختلف اکائیوں پر تقسیم کیا جائے تو قلیل مقدار کی صورت میں فی اکائی معینہ لاگت زیادہ ہوگی اور کثیر مقدار کی صورت میں فی اکائی معینہ مصارف کم ہو جائیں گے۔ فرض کریں کہ کسی فرم کے کل معینہ مصارف ۵ ہزار روپے ہیں اگر پیداوار ۱۰۰ اکائیاں ہوں تو اوسط معینہ مصارف = $\frac{5000}{100}$ = ۵۰ روپے فی اکائی ہوئے۔ جب پیدائش دولت دو ہزار اکائیاں ہو جائے تو اوسط معینہ مصارف 2 روپے پچاس پیسے فی اکائی ہوں گے اوسط معینہ لاگت پیداوار میں مسلسل اضافہ کی صورت میں گرتے جاتے ہیں اور اوسط معینہ مصارف کا خط (مساوی مستطیلی خط) Rectangular hyperbola کی شکل اختیار کر جاتا ہے جیسا کہ شکل میں دکھایا گیا ہے۔

متغیر مصارف عرصہ قلیل میں بھی تبدیل ہو سکتے ہیں۔ ان میں اجرتیں، خام مال کی قیمت، قوت متحرکہ اور ذرائع نقل وحمل کے مصارف وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ پیداوار میں کمی بیشی متغیر مصارف میں بھی کمی بیشی کا موجب بنتی ہے۔ اگر کل متغیر مصارف اور کل پیداوار میں تبدیلی کی شرح ایک جیسی ہو تو

Marfat.com

اوسط متغیر مصارف یکساں رہیں گے چونکہ عرصہ قلیل میں فرض کر لیا جاتا ہے کہ تمام عاملین پیدائش مروجہ شرح معاوضہ پر دستیاب ہوتے رہیں گے اور ان کی طلب میں وقتی طور پر اضافہ معاوضوں میں اضافہ کا موجب نہیں بنے گا۔ اسی لیے پیداوار میں اضافہ کے ساتھ عاملین پیدائش پر آنیوالے مصارف بھی یکساں رہتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جب فرم اپنی پوری پیداواری استعداد پر پیدائش دولت میں معروف ہو تو عاملین پیدائش بھی اپنی پوری استعداد کے مطابق فرم کو اپنا تعاون دے رہے ہوں لیکن جب فرم اپنی زیادہ سے زیادہ پیداواری استعداد OPTIMUM LEVEL OF PRODUCTION کی حد تک پہنچ چکی ہو تو پیداوار میں مزید اضافہ اس کے اوسط متغیر مصارف کو تیزی سے بڑھا دیتا ہے اگرچہ زیادہ پیداوار کے لیے اوقات کار اور مزدوروں کی تعداد میں اضافہ کیا جاسکتا ہے مگر اس سے انتظامی مسائل پیدا ہوتے ہیں اوقات کار میں اضافہ سے مزدوروں کی استعداد پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور سرمایہ کی شکست و ریخت بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس سے اوسط متغیر مصارف کا خط جو شکل اختیار کرتا ہے اس کی وضاحت اس شکل میں بھی کی گئی ہے۔

ڈایاگرام نمبر ۹

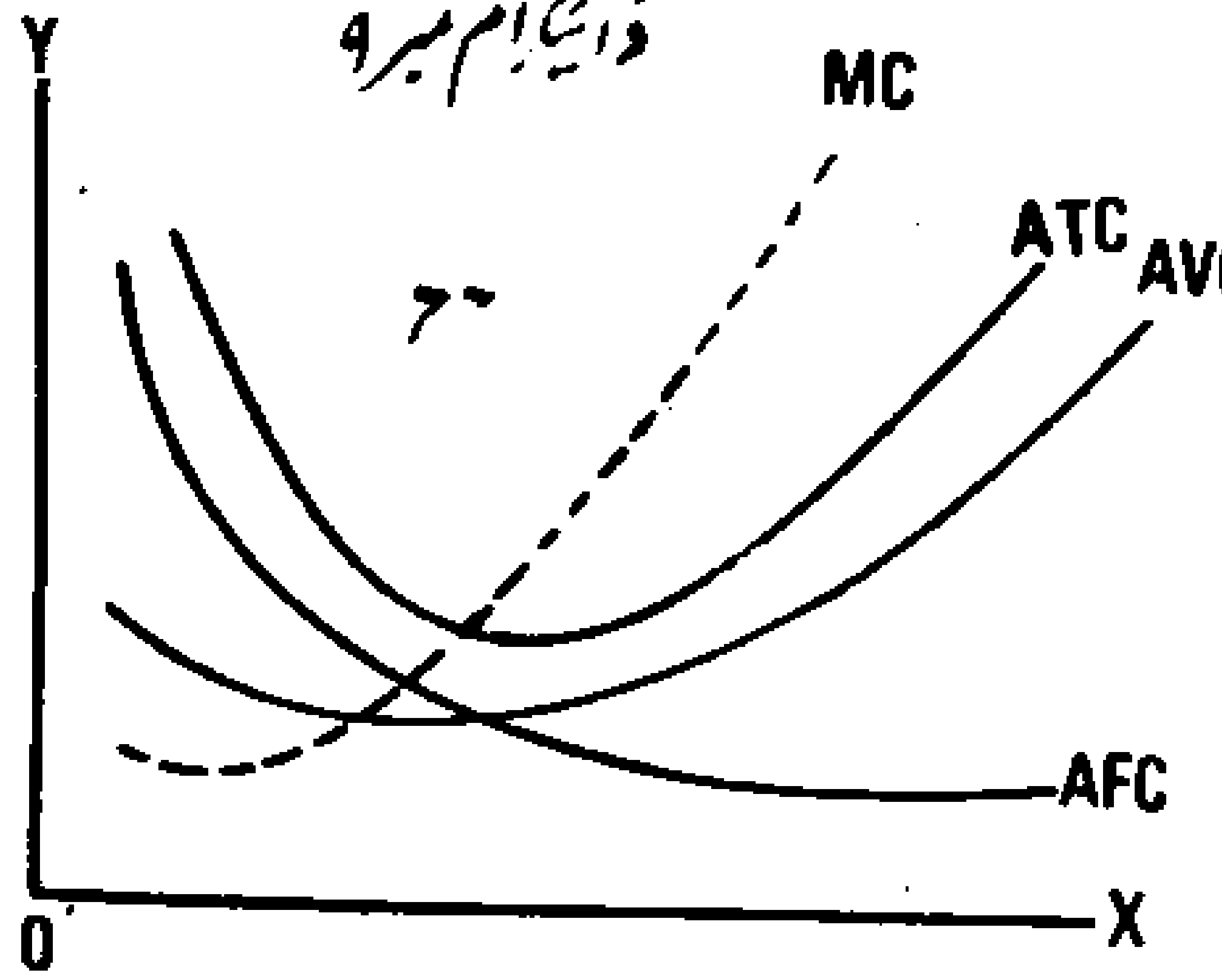

اگر اوسط معینہ مصارف اور اوسط متغیر مصارف کو یکجا کر لیا جائے تو اس سے کل اوسط مصارف کا خط حاصل ہو جاتا ہے جسے صرف اوسط مصارف کا خط بھی کہتے ہیں شکل سے بھی واضح ہے کہ اوسط مصارف کا خط "U" شکل کا ہوتا ہے جب پیداوار میں اضافہ ہو تو معینہ مصارف کو زیادہ سے زیادہ اکائیوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے جس سے اوسط مصارف کا خط بہت تیزی سے نیچے گرتا ہے جب فرم زیادہ سے زیادہ پیداواری استعداد کی حد سے گزر جاتی ہے تو اوسط متغیر مصارف میں بہت سرعت سے اضافہ ہوتا ہے۔ گرتے ہوئے معینہ مصارف بھی بڑھتے ہوئے متغیر مصارف کی اہمیت جتنی زیادہ ہو اس معیاری پیداوار کی حد گزرنے کے بعد متغیر مصارف اس قدر سرعت سے بڑھتے جائیں گے اور عرصہ قلیل کا اوسط مصارف کا خط اسی قدر "U" کی شکل اختیار کرتا جائے گا۔ متغیر مصارف میں اضافہ سے متغیر مصارف اور کل اوسط مصارف میں بھی اضافہ ہوتا ہے کل معینہ مصارف کی وجہ سے اوسط

Marfat.com

لاگت کم ہو جاتی ہے مگر اس سے مختتم مصارف پکوئی فرق نہیں پڑتا۔

پیداواری اکائیاں	کل معینہ لاگت	کل متغیر لاگت	کل لاگت	اوسط معینہ لاگت	اوسط متغیر لاگت	اوسط لاگت	مختتم لاگت
0	20	0	20	—	0	—	—
1	20	10	30	20	10	30	10
2	20	16	36	10	8	18	6
3	20	20	40	6 2/3	10	20	4
4	20	30	50	5	15	25	10
5	20	50	70	4	25	35	20

گوشوارہ کی روشنی میں پیداوار میں مسلسل اضافہ کے باوجود کل معینہ مصارف تو یکساں رہتے ہیں مگر کل متغیر لاگت بڑھتی رہتی ہے۔ پیداوار میں مسلسل اضافہ سے اوسط معینہ لاگت میں بتدریج کمی واقع ہوتی ہے اسی لیے اوسط معینہ لاگت کا خط اوپر سے نیچے کی جانب جھکا ہوتا ہے۔ اوسط متغیر لاگت پیداوار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہتے ہیں اس لیے اوسط متغیر مصارف کے خط کا رجحان مثبت ہے اور وہ بھی اوپر کو اٹھتا ہے کل اوسط مصارف پہلی تین اکائیوں تک گرتے ہیں اور پھر ان میں تیزی سے اضافہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اوسط مصارف کا خط (ATC) پہلے گرتا ہے اور پھر وہ اوپر اٹھ جاتا ہے یہ خط چونکہ کل معینہ لاگت اور متغیر لاگت کا مجموعہ ہے اس لیے شکل میں یہ سب سے اوپر واقع ہے مختتم لاگت بھی پہلے گرتی ہے اور پھر بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ اسی لیے مختتم مصارف کا خط بھی گرنے کے بعد اوپر اٹھ جاتا ہے شکل میں کل اوسط مصارف کے خط کی شکل انگریزی حرف "U" کے مشابہ ہے۔

طویل عرصہ کا اوسط مصارف کا خط

LONG-RUN EVERAGE SHORT CURVE

عرصہ قلیل کا اوسط مصارف کا خط تو عموماً انگریزی حرف "U" شکل کا ہوتا ہے مگر طویل عرصہ کا اوسط مصارف کا خط ہوتا تو "U" شکل کا ہی ہے مگر وہ خاصا چپٹا طشتری نما Flatter ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ طویل عرصہ میں زیادہ تر مصارف متغیر ہوتے ہیں اور بہت کم مصارف متعین ہوتے ہیں۔ عرصہ طویل میں فرم کا حجم، جسامت اور تنظیم حسب ضرورت تبدیل کی جا سکتی ہے۔ طویل عرصہ میں غیر مطلوبہ عمارت فروخت کی جا سکتی ہے یا اسے نکال پر دیا جا سکتا ہے۔ حالات کے مطابق

Marfat.com

بیمہ پالیسیاں تبدیل کی جا سکتی ہیں۔ پیمانہ پیدائش کے مطابق انتظامی عملہ میں ردوبدل کیا جا سکتا ہے نتیجتہً قلیل عرصہ کی نسبت عرصہ طویل میں متغیر مصارف میں نمایاں تبدیلیاں وقوع پذیر ہو سکتی ہیں اس عرصہ میں فرم منڈی کے حالات کے مطابق نہایت مستعد طریقے سے کم از کم مصارف پر اشیاء پیدا کر سکتی ہیں قلیل عرصہ میں اگر پیمانۂ پیدائش کو محدود کیا جائے تو متعین لاگت کی وجہ سے اوسط مصارف عموماً بڑھ جاتے ہیں عرصہ طویل میں چونکہ متعین مصارف کم ہوتے ہیں اس لئے عرصہ قلیل کی نسبت اوسط معینہ مصارف بھی کم ہوتے ہیں جب قلیل عرصہ میں پیمانہ پیدائش بلند ترین نقطہ پر پہنچ جائے تو اوسط متغیر مصارف میں تیزی سے اضافہ شروع ہو جاتا ہے۔ منڈی میں وسعت کی صورت میں عرصہ طویل میں فرم کے حجم کو بڑھا کر زیادہ مقدار میں اشیا پیدا کی جا سکتی ہیں۔ پیمانہ پیدائش میں وسعت کی صورت میں انتظامی امور کو بخوبی سلجھایا جا سکتا ہے اور وسیع پیمانہ پیدائش کے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قلیل عرصہ کی نسبت عرصہ طویل میں متغیر مصارف تیزی سے نہیں بڑھتے۔

عرصہ طویل میں ناقابل تقسیم عاملین پیدائش کو قابل تقسیم بنا کر نہایت کفایت سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ عرصہ قلیل میں فرم کے لاگت کی شکل کا انحصار عموماً قانون متغیر متناسب Law of Variable Proportions پر ہوتا ہے جس میں سرمایہ اور تنظیم کو ناقابل تقسیم تصور کرتے ہوئے متعین قرار دے دیا جاتا ہے۔ عرصہ طویل میں فرم کے خط لاگت کا انحصار قوانین حاصل پر ہوتا ہے اس عرصہ میں سرمایہ اور تنظیم میں تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں ان میں سے کوئی بھی عامل پیدائش ناقابل تقسیم نہیں ہوتا جب تمام عاملین پیدائش کو مختلف تناسبوں سے استعمال کیا جائے تو فرم کے پیمانہ پیدائش کو بھی تبدیل کیا جا سکتا ہے اور جب بھی پیمانہ پیدائش کو تبدیل کیا جائے عرصہ قلیل کا خط مصارف میں تبدیل ہوتا رہتا ہے جیسا کہ اس شکل سے واضح کیا گیا ہے۔

ڈایگرام نمبر ۱۰

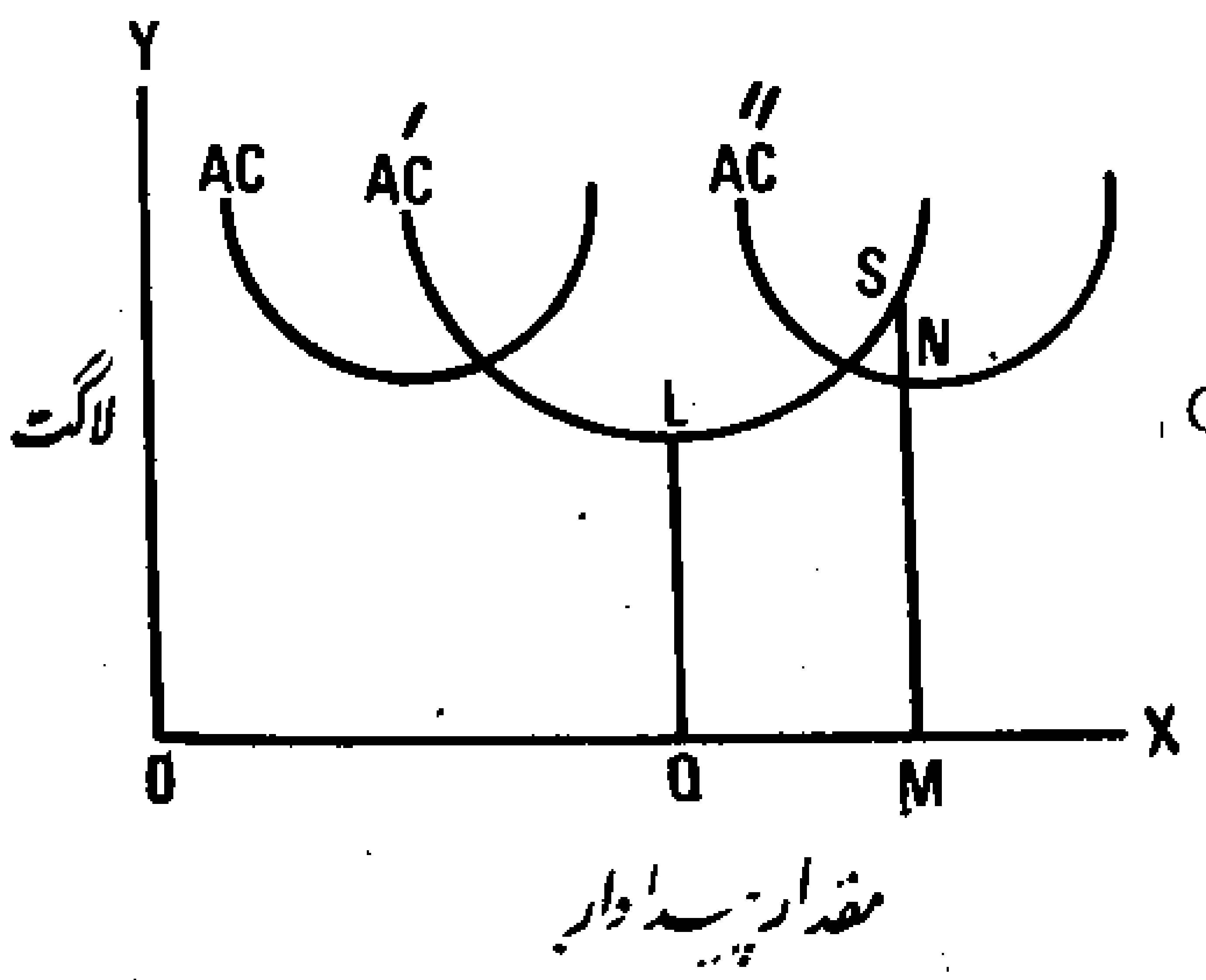

فرض کریں فرم کا عرصہ قلیل کا خط مصارف AC ہے اور معیاری پیداوار Optimum Output OQ ہے اگر پیداوار کو OM تک بڑھانا مقصود ہو تو اس سے مصارف پیدائش MS ہو جائیں گے۔

Marfat.com

عرصہ طویل میں نئی طلب کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نیا پلانٹ بھی لگایا جاسکتا ہے اگر فرم کا عرصہ قلیل کا خط لاگت SAC ہو تو OM پیداوار کو MN لاگت پر بھی پیدا کیا جاسکتا ہے اس طرح انفرادی عرصہ قلیل کا اوسط مصارف خط کی شکل U نما ہی رہے گی۔ عرصہ طویل میں فرم کا خط مصارف اصلی خط کے دائیں یا بائیں واقع ہوسکتا ہے۔ ہر پیمانہ پیدائش پر فرم پیداوار کی اتنی اکائیاں پیدا کرے گی جس سے اس کی اوسط لاگت کم از کم ہوگی ایسے نقطے پر فرم فنی لحاظ سے معیاری پیداوار حاصل کرلے گی۔ اسے اس لئے معیاری پیداوار کہا جاتا ہے کیونکہ اس پیداوار کے اوسط مصارف کم از کم ہوتے ہیں۔ طویل عرصہ میں فرم اپنے پیمانہ پیدائش میں ردوبدل کر کے مطابقت کی ایسی صورت پیدا کرے گی جس سے کسی بھی دی ہوئی پیداوار کی لاگت کم سے کم ہوگی۔

مثلاً شکل نمبر 11 کے مطابق اگر

ڈائیگرام نمبر 11

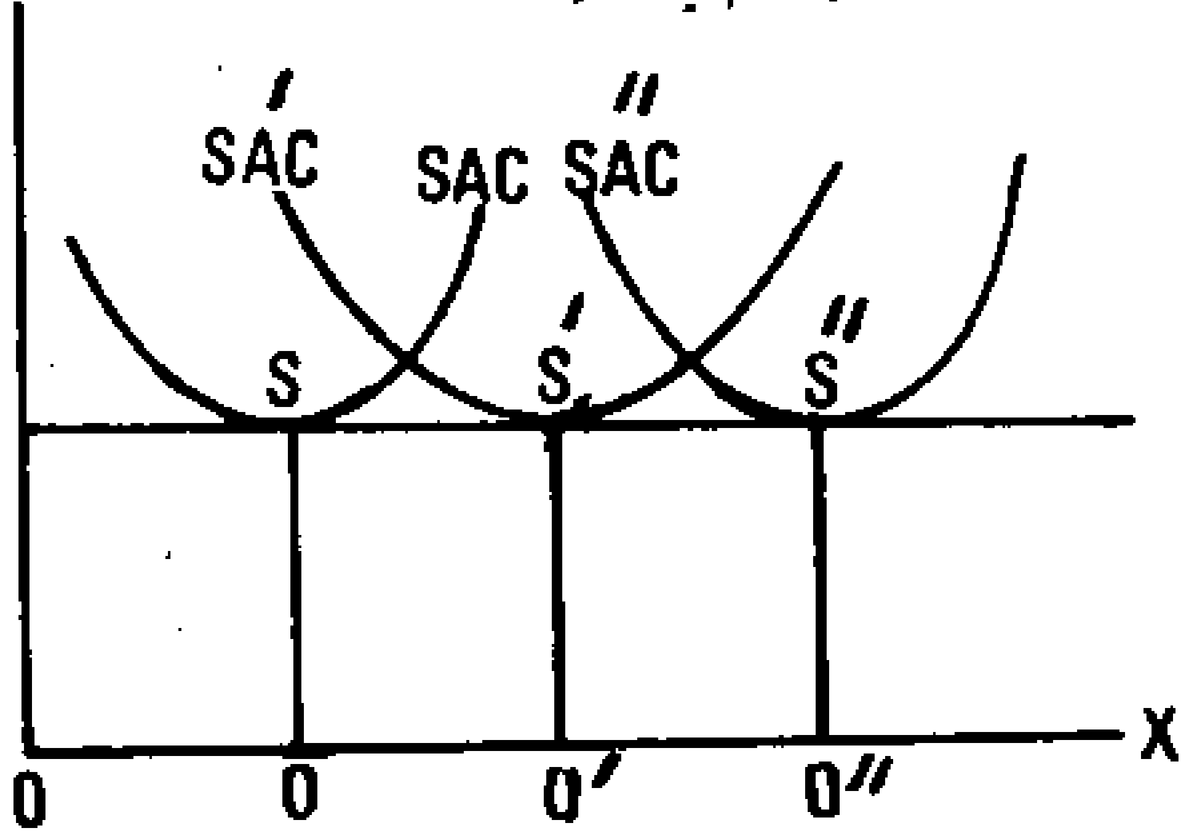

فرم OQ مقدار پیدا کرنا چاہے تو اسکا اوسط مصارف کا خط SAC ہے اگر وہ OQ' مقدار پیدا کرنے جائے تو S'AC' خط پر Q'S' لاگت پر یہ مقدار پیدا کرسکتی ہے اور اس طرح OQ'' مقدار کو S''AC'' خط پر پیدا کرسکتی ہے۔ ہر صورت میں وہ کم از کم لاگت پر پیداوار کی مختلف مقداریں حاصل کرتی ہے۔ عرصہ قلیل میں پیمانہ پیدائش معین ہوتا ہے جبکہ عرصہ طویل میں متغیر، اگر عرصہ قلیل میں پیداوار میں ردوبدل ہو تو اوسط مصارف کے خطوط میں بھی ردوبدل ہوتا ہے۔ طویل عرصہ کا اوسط مصارف کا خط بھی بنایا جاسکتا ہے۔ جس میں اس عرصہ کی مختلف پیداواروں کی لاگت دکھائی جاسکتی ہے۔ اس عرصہ میں پیمانہ پیدائش کو کسی بھی پیداوار کے ساتھ مطابقت میں رکھا جاسکتا ہے۔

اوپر والی شکل نمبر 11 میں عرصہ طویل کا اوسط مصارف کا خط X محور کے متوازی ایک خط مستقیم ہے۔ یہ مساوی حاصل کا خط بھی ہے۔ یہ جس فرم کی نمائندگی کرتا ہے وہ اس مفروضہ پر قائم ہے کہ تمام عاملین پیدائش غیر محدود حد تک قابل تقسیم ہیں جبکہ عملی طور پر ایسا ممکن ہی نہیں ہوتا مثلاً انتظامی امور تقسیم پذیر نہیں ہوتے۔ عاملین پیدائش کے کچھ اشتراک سے لاگت میں کمی کی جاسکتی ہے۔ طویل عرصہ میں ناقابل تقسیم عاملین پیدائش کو زیادہ کفایت اور نفع بخش طریقوں

Marfat.com

سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

عاملین پیدائش کے تناسب میں ردوبدل سے پیمانہ پیدائش بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور ہر پیمانے پر قلیل المدت اوسط مصارف کا خط بنتا جائے گا۔ ہر فرم کوشش کرتی ہے کہ اسے ہر پیمانہ پیدائش پر قلیل المدت اور طویل المدت ہر دو اعتبار سے عاملین پیدائش کا معیاری اور نفع بخش اشتراک حاصل ہو جائے۔ معیاری اشتراک کا یہ نقطہ بیک وقت طویل المدت اور قلیل المدت اوسط مصارف کے خطوط پر واقع ہوتا ہے۔ پیمانۂ پیدائش میں وسعت کی صورت میں فرم پہلے تو اندرونی اور بیرونی کفائیتوں سے مستفید ہوتی ہے اور معیاری پیداواری نقطہ نیچے گرتا ہے اور کچھ دیر تک اسی سطح پر رہنے کے بعد اس کا رجحان اوپر کی جانب ہو جاتا ہے یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب فرم کو اندرونی اور بیرونی کفائتیں حاصل ہونا ختم ہو جائیں اور اوسط مصارف بڑھنے لگیں۔ ایسا بعض اوقات تو انتظامی مشکلات کی وجہ سے ہوتا ہے اور بعض اوقات کمیاب عاملین پیدائش کی طلب میں اضافہ کی وجہ سے ان کی قیمتوں میں اضافہ اور بالآخر فرم کے مصارف میں اضافہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

لاگت

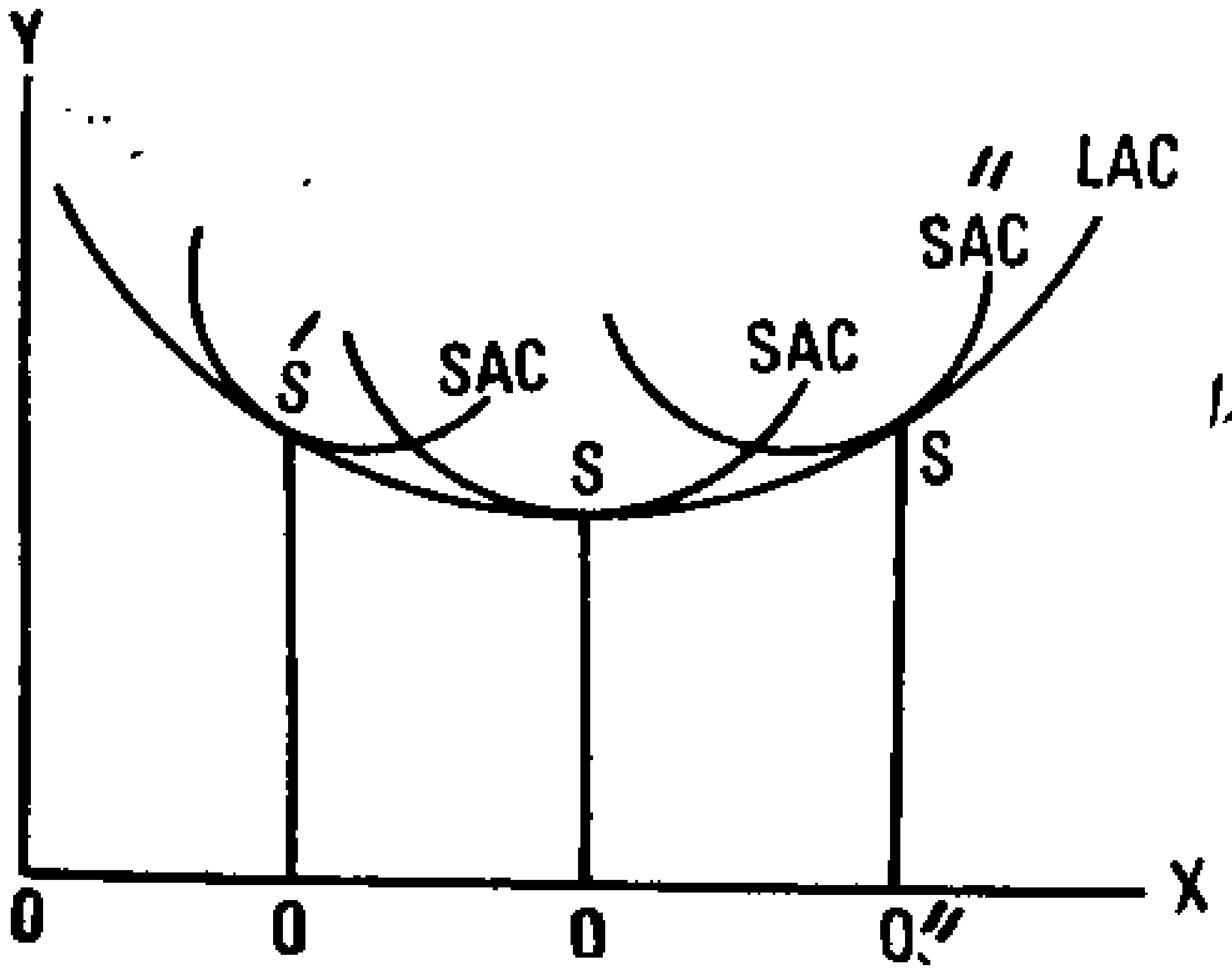

ڈائیگرام نمبر ۱۲

پیداوار

طویل عرصہ کا اوسط مصارف کا خط بالکل U شکل کا نہیں ہوتا بلکہ یہ طشتری نما Disc ہوتا ہے اسے لفافی Envelope خط کا نام بھی دیا جاتا ہے کیونکہ یہ خط قلیل المدت اوسط مصارف کے خطوط کو محیط کئے ہوا ہوتا ہے قلیل المدت اوسط مصارف کا خط ایک خاص پیمانۂ پیدائش کی نمائندگی کرتا ہے۔ جب بھی زائد پیداوار حاصل کرنا مقصود ہو فرم کو ایک نیا پلانٹ لگانا پڑے گا۔ ان خطوط کا کم سے کم مصارف کا نقطہ نیچے چلا گیا ہے حتیٰ کہ دوسرے خط SAC کا نچلا نقطہ S سب سے نیچے ہے۔ اس کے بعد اوسط مصارف کے

Marfat.com

خطوط کے پست ترین نقطے اوپر بڑھنا شروع ہوتے ہیں اگر فرم Oq مقدار پیدا کرے تو یہ مصارف کے لحاظ سے اس کا پست ترین نقطہ ہے لیکن منافع کے لحاظ سے بلند ترین نقطہ۔

شکل میں واضح شدہ SAC اور LAC یعنی قلیل المدت اور طویل المدت اوسط مصارف کے خطوط کچھ مزید وضاحت طلب ہیں۔ یہ تو بالکل واضح ہے کہ کسی بھی دی ہوئی پیداوار پر طویل مدت اوسط مصارف قلیل المدت اوسط مصارف سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی طریقہ کار جس سے عرصہ قلیل میں مصارف کو کم کیا جا سکے وہ طویل مدت میں بھی عملی طور پر ممکن ہوتے ہیں۔ اگر عرصہ قلیل میں پیداوار میں ردوبدل ہو تو تمام عاملین پر خرچ ہونے والی رقم تبدیل نہیں ہوتی لیکن طویل مدت میں انہیں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ طویل المدت خط اوسط مصارف کو کبھی بھی قطع نہیں کرتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ طویل المدت خط مصارف اوسط مصارف کسی ایک خاص قلیل المدت خط اوسط مصارف کے نیچے واقع ہو لیکن خاص پیمانہ پیدائش پر طویل المدت اوسط مصارف کا خط قلیل المدت اوسط مصارف کے خطوط کا مماس بنتا ہے۔ شکل نمبر 2 میں فرم طویل عرصہ میں Oq مقدار پیدا کرے گی۔

کسی دیئے ہوئے وقت پر کوئی فرم کسی ایک قلیل المدت خط اوسط مصارف پر پیدائش دولت کرے گی کیونکہ اس فرم کا حجم یکساں ہے لیکن عرصہ طویل میں وہ موزوں ترین قلیل المدت خط اوسط مصارف کے موزوں ترین نقطہ x کا انتخاب کرے گی اور یہ وہ نقطہ ہوگا جو طویل المدت خط اوسط مصارف پر بھی واقع ہو۔

طویل مدت مختتم مصارف کا خط LONG RUN MARGINAL COST CURVE

مختتم مصارف کا خط ہمیشہ اوسط مصارف کے خط کو پست ترین نقطے پر قطع کرتا ہے۔ یہ صفت قلیل مدت اور طویل مدت کے مختتم مصارف اور اوسط مصارف کے خطوط میں پائی جاتی ہے جب اوسط مصارف گرتے ہیں تو مختتم مصارف بھی گرتے ہیں اور جب اوسط مصارف میں اضافہ ہو تو مختتم مصارف میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان مصارف کے گرنے اور بڑھنے کی شرح ایک جیسی نہیں ہوتی۔ گرتے اور بڑھتے وقت دونوں حالتوں میں مختتم مصارف کی شرح تبدیلی اوسط مصارف کی شرح تبدیلی سے تجاوز کر جاتی ہے اس لئے گرتے وقت اوسط مصارف کا خط مختتم مصارف کے خط کے اوپر ہوتا ہے مگر بڑھتے وقت مختتم مصارف کا خط اوسط مصارف کے خط کے اوپر آجاتا ہے۔ مختتم مصارف کے خطوط قلیل اور طویل مدت میں بنتے ہیں۔

Marfat.com

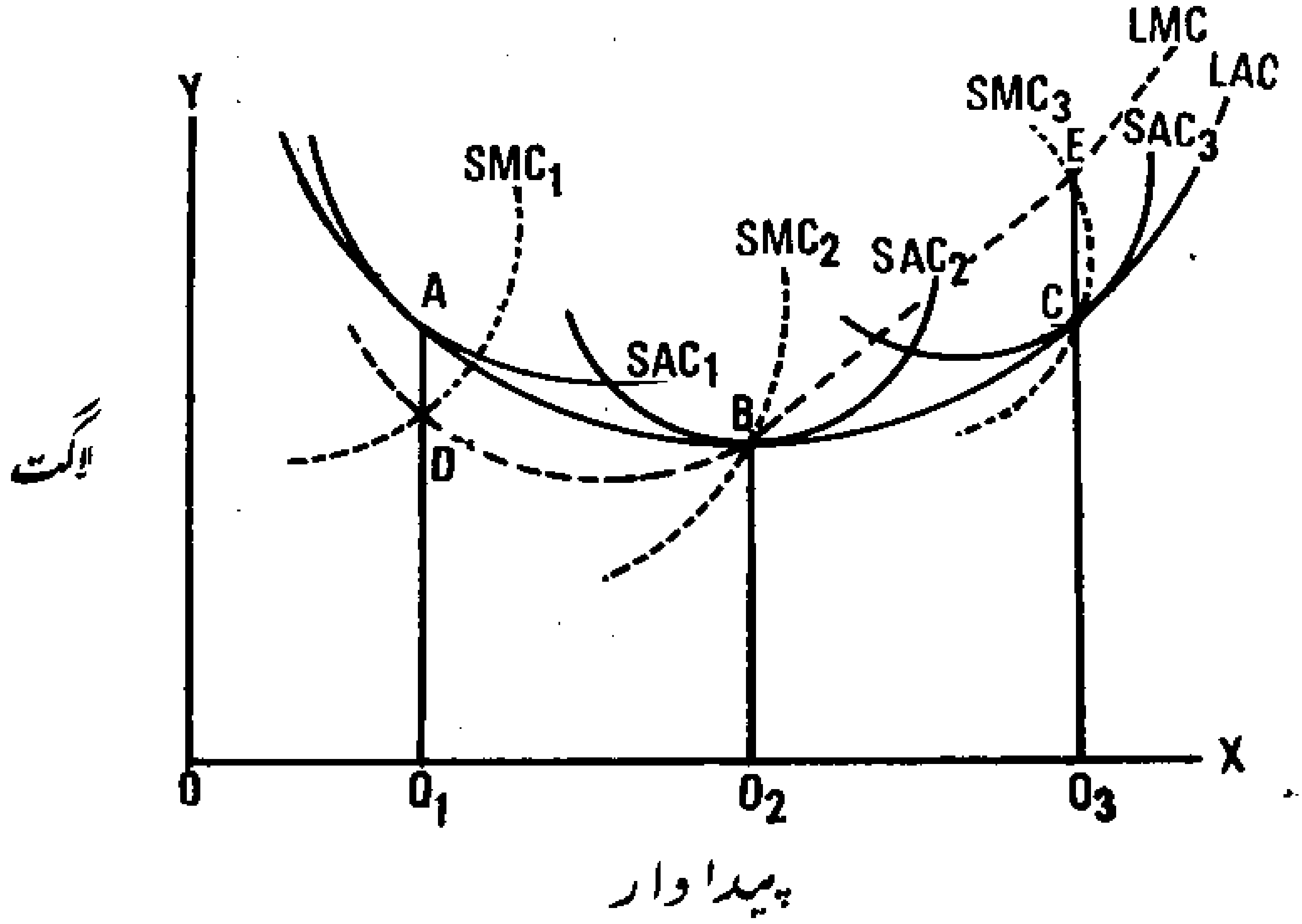

SAC_1، SAC_2، SAC_3 قلیل المدت اوسط مصارف کے خطوط ہیں۔ ہر خط طویل المدت اوسط مصارف کے خط LAC پر بالترتیب نقطہ (A، B، C) پر متوازن حالت میں ہے اور مماس بھی بنتا ہے۔ LAC، SAC پر نقطہ A پر مماس بنتا ہے۔ یہاں سے ایکس محور پر عمود گرانے سے OQ مقدار حاصل ہوئی۔ اس طرح نقطہ B پر پیداوار OQ_2 حاصل ہوتی ہے اور نقطہ C سے پیداوار OQ_3 حاصل ہوئی۔ عمود AQ_1 قلیل المدت مختتم مصارف کے خط کو نقطہ D پر قطع کرتا ہے۔ عمود BQ_2 SAC_2 کو نقطہ B پر ہی قطع کرتا ہے اور عمود CQ_3 کو اوپر وسعت دینے سے SMC_3 کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ تینوں نقاط تقاطع یعنی D، B، E کو آپس میں ملا دینے سے طویل المدت مختتم مصارف کا خط LMC اخذ ہوا۔ LMC، SMC کی نسبت زیادہ چپٹا ہوتا ہے کیونکہ طویل مدت کے مختتم مصارف قلیل مدت کے مختتم مصارف کی نسبت آہستہ آہستہ گرتے ہیں۔

طویل المدت خط اوسط مصارف تمام قلیل المدت خطوط اوسط مصارف پر مماس تو بناتا ہے لیکن ہر قلیل المدت اوسط مصارف کو پست ترین نقطہ سے نہیں گزرتا۔ صرف ایک خاص مقدار کے لیے (OQ_2) وہ SAC_2 کو نقطہ B پر جو پست ترین نقطہ ہے مس کرتا ہے مگر اس سے پہلے گزرے ہوئے تمام قلیل المدت خطوط اوسط مصارف (SAC_1) کو ان کے گرتے ہوئے حصے نقطہ (A) پر مس کرے گا اس طرح OQ_3 مقدار پیداوار کے لیے طویل المدت خط (LAC) قلیل المدت خطوط SAC_3 کو ان کے چڑھتے ہوئے حصے (نقطہ C) پر مس کرے گا۔

Marfat.com

سوالات

۱۔ فرم سے کیا مراد ہے۔ فرم، صنعت اور پلانٹ میں فرق بیان کریں۔

2۔ خطوط مساوی پیداوار سے کیا مراد ہے ان کی مدد سے فرم کے توازن کی وضاحت کریں۔

3۔ قوانین پیدائش کو قوانین لاگت کیوں کہا جاتا ہے واضح کریں۔

۴۔ فرم کے مصارف پیدائش سے کیا مراد ہے۔ معینہ اور متغیرہ مصارف کی مدد سے فرم کے کل مصارف پیدائش اخذ کریں۔

5۔ مختتم لاگت اور اوسط لاگت کی وضاحت گوشوارہ اور شکل کی مدد سے کریں کیا واقعی گرتے وقت مختتم لاگت کا خط اوسط لاگت کے خط کے نیچے اور چڑھتے وقت اوپر ہوتا ہے۔

6۔ قلیل عرصہ کا اوسط لاگت کا خط U نما شکل ہے اور عرصہ طویل کا اوسط لاگت کا خط طشتری نما سا ہوتا ہے وضاحت کریں۔

7۔ طویل مدت کا مختتم مصارف کا خط کس طرح اخذ کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۰

فرم اور اس کا توازن

FIRM & ITS EQUILIBRIUM

توازن سے مراد وہ صورتِ حال ہے۔ جس میں پھیلاؤ اور سکڑاؤ کا رجحان ختم ہوجاتا ہے اور فرم کے توازن سے مراد وہ صورتِ حال ہے۔ جس میں فرم کی پیداوار میں پھیلاؤ اور سکڑاؤ کا عمل یا رجحان ختم ہوجائے۔ صنعت میں توازن کے حالات اس وقت پیدا ہوتے ہیں۔ جب اس میں فرموں کی تعداد میں کمی بیشی کا عمل رُک جاتے۔ نہ تو نئی فرموں کی صنعت میں داخل ہونے کی حوصلہ افزائی ہو اور نہ ہی پرانی فرمیں صنعت کو خیرباد کہیں۔ فرم کے توازن کی وضاحت عموماً قیمت اور مصارف کے باہمی تعلق سے کی جاتی ہے۔ فرم اس وقت متوازن حالت میں ہوتی ہے۔ جب مختتم لاگت اور قیمت یکساں ہوجائے۔ جب کہ صنعت اس وقت متوازن حالت میں ہوتی ہے۔ جب قیمت اور اوسط لاگت یکساں ہوجائے۔ فرم کے توازن میں ہونے کی صورت میں فرم میں منافع بڑھانے یا نقصان کم کرنے کے امکانات مسدود ہوجاتے ہیں۔

اگر تمام فرمیں یکساں حالات میں پیدائش دولت میں مصروف ہوں تو یا تو سب منافع کما رہی ہوتی ہیں یا سب نقصان اٹھا رہی ہوں گی۔ ان میں سے نہ تو کوئی منافع کما رہی ہوگی اور نہ ہی نقصان برداشت کر رہی ہوگی۔ اگر ہر فرم انفرادی طور پر متوازن حالت میں ہو تو ان کے اوسط مصارف اور قیمت یکساں ہوجائیں گے۔ صنعت اس وقت متوازن حالت میں ہوگی جب اس کی مجموعی پیداوار میں کمی بیشی کا رجحان ختم ہوجائے۔ اس میں موجود فرموں کی تعداد بھی تقریباً یکساں رہے۔ اگر کچھ فرمیں صنعت کو خیرباد کہہ دیں تو اتنی ہی نئی فرمیں صنعت میں داخل بھی ہوجائیں۔ اس طرح نہ صرف صنعت کا حجم یکساں رہتا ہے بلکہ اس کی مجموعی پیداواری استعداد بھی یکساں رہتی ہے۔

فرم اپنی پیداوار کو مطابقت میں لانے کی اس طرح مسلسل کوشش کرتی رہے گی کہ اس کے مختتم مصارف اور مختتم وصولیاں یکساں ہوجائیں۔ اگر تمام فرموں کی پیداواری استعداد یکساں نہ ہو تو کچھ اندرونی اور بیرونی کفایتوں سے اوسط مصارفِ پیدائش کم کرکے غیر معمولی منافع کما لیتی ہیں اور کچھ کو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ان کے اوسط مصارف قیمت سے زیادہ ہوتے ہیں۔ منافع کمانے والی فرم قلیل مدت میں پیدائشِ دولت میں ردوبدل نہیں کرتی کیونکہ وہ تو متوازن حالت کو پہنچ

Marfat.com

پیدا کرتی ہے کہ شاید اچھے دن جلد پلٹ آئیں۔ چکی ہوتی ہیں۔ نقصان اٹھانے والی فرم یا تو پیدائشِ دولت کو روک دیتی ہے یا وہ اس امید پر اشیاء

فرم کے عام توازن کی وضاحت کے لیے فرض کیا جائے گا کہ آجر کاروباری فراست رکھنے والا شخص ہے اور وہ منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ پیدائشِ دولت کا اہم ترین مفروضہ ہے۔ کیونکہ اس کی عدم موجودگی میں فرم کے توازن کی وضاحت نہیں ہوسکتی۔ یہ بھی فرض کرلیں کہ فرم صرف ایک ہی جنس پیدا کرتی ہے۔ فرم کے توازن کی وضاحت کے لیے دو طریقے اختیار کیے جاسکتے ہیں:۔

ا۔ کل مصارف پیدائش اور کل وصولی پیدائش کا طریقہ

۲۔ مختتم مصارف پیدائش اور مختتم وصولی پیدائش کا طریقہ

ا۔ کل مصارف اور کل وصولی کا طریقہ

آجر اس وقت پیدائشِ دولت کو وسیع کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ جب اسے اس عمل سے منافع کو بڑھانے اور احتمالِ نقصان کو محدود کرنے کا کامل یقین ہو۔ بسا اوقات وہ احتمال نقصان کے پیش نظر پیدائشِ دولت کو محدود کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ فرم پیداوار کی اس سطح پر متوازن حالت میں ہوتی ہے۔ جہاں منافع کو زیادہ سے زیادہ کرنے کے امکانات پوری طرح روشن ہوں۔ متوازن سطح پر پیدائش دولت میں کمی بیشی کا رجحان ختم ہوجاتا ہے۔ منافع جو کل مصارفِ پیدائش اور کل وصولیوں کے درمیانی فرق کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ دونوں متغیرات میں ردّو بدل سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ اگر مصارف پیدائش کم ہوجائیں یا بازاری قیمتوں میں اضافہ سے وصولیاں بڑھ جائیں تو منافع میں کشادگی پیدا ہوجاتی ہے۔ منافع میں کمی آجر کو کاروباری فیصلوں میں ردوبدل پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ وہ اندرونی اور بیرونی کفایتوں سے مصارفِ پیدائش میں کمی کی انتھک کوششوں میں مصروف کار رہتا ہے اور ساتھ ساتھ منڈی کے حالات پر بھی کڑی نگاہ رکھتا ہے۔ مکمل مقابلہ کے حالات میں وہ کل رسد کا ایک معمولی حصہ فراہم کرتا ہے۔ اس لیے اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے قیمتوں پر اثرانداز نہیں ہوسکتا۔ غیر مکمل مقابلہ میں بھی وہ قیمتوں میں کمی بیشی کرنے کا اس قدر با اختیار نہیں ہوتا۔ حالات مکمل مقابلہ کے ہوں یا غیر مکمل مقابلہ کے فرم کا توازن اس مقام پر ہوگا۔ جہاں کل مصارفِ پیدائش اور کل وصولیوں کا فرق زیادہ سے زیادہ ہو۔ وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل ڈائیگرام ۱۴-۴ بنائی گئی ہے۔ جس میں ایکس محور کے ساتھ مقدار اور وائی محور کے ساتھ مصارفِ پیدائش اور وصولیوں کی پیمائش کی گئی ہے۔ TC کل مصارفِ پیدائش اور TR کل وصولیوں کے خطوط ہیں۔ جو ایک دوسرے کو دو نقاط V اور W پر قطع کرتے ہیں۔ دونوں نقاط پر کل مصارفِ پیدائش اور کل وصولیاں یکساں ہیں۔ نقطہ V پر پیداوار OQ ہے۔ جہاں کل وصولیوں میں اضافہ کا رجحان موجود ہے اور منافع کے امکانات روشن دکھائی دیتے

Marfat.com

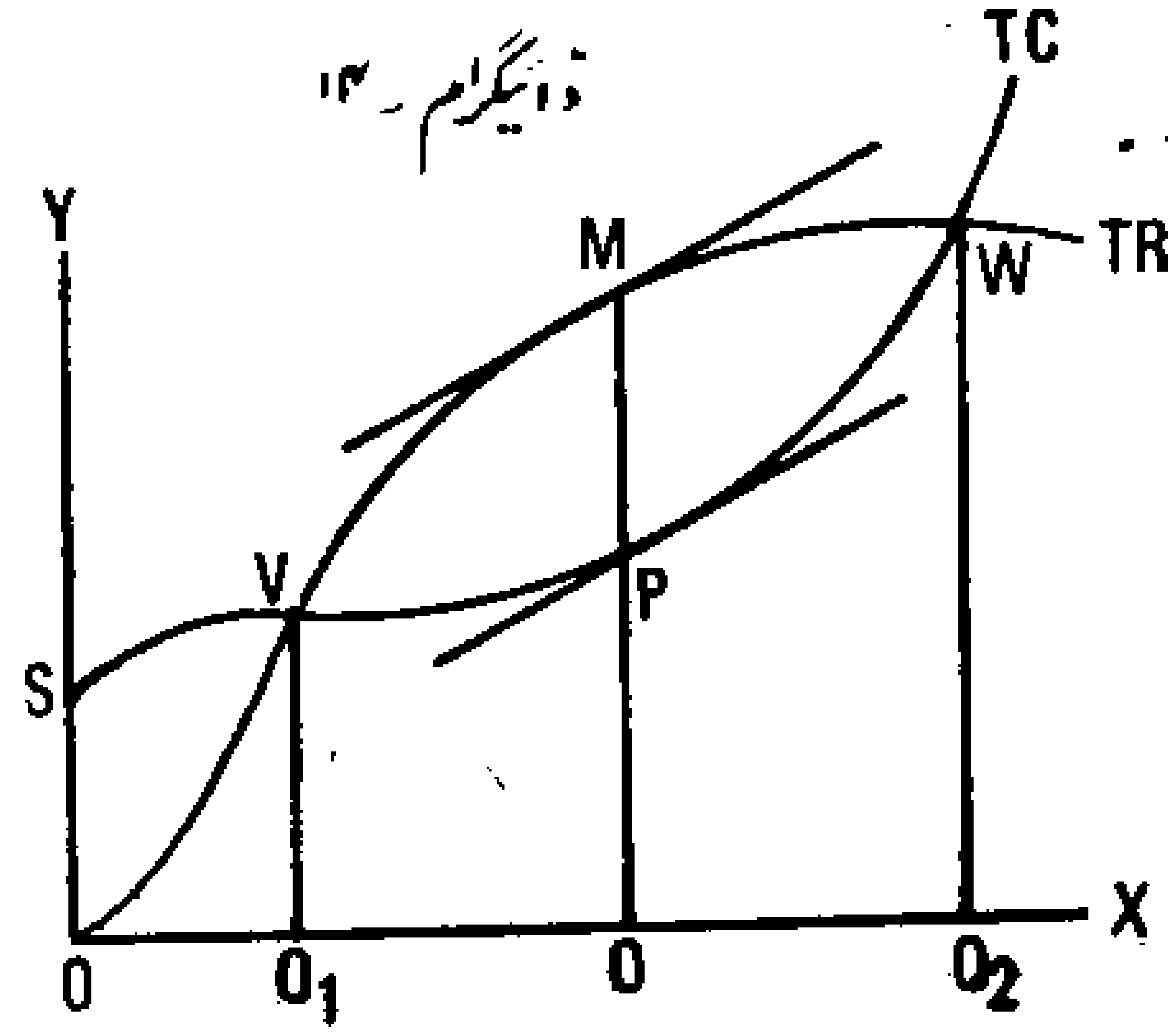

ہیں ۔ نیز کل مصارف اور وصولیوں میں یکسانیت کی وجہ سے منافع کی نشاندہی نہیں ہوتی ۔ لہٰذا فرم پیدائشِ دولت کو وسیع کرنے پر آمادہ رہے گی ۔ نقطہ W پر بھی کل مصارف اور کل وصولیاں یکساں ہیں اور یہاں بھی منافع پیدا نہیں ہوتا ۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ کل مصارف کا خط مبداء سے شروع نہیں ہوتا بلکہ نقطہ S سے شروع ہوتا ہے ۔ یہ اس لیے کہ اگر فرم کوئی بھی مقدار پیدا نہ کرے ۔ تب بھی اسے OS معین مصارف برداشت کرنا پڑتے ہیں ۔ اگر پیداوار OQ_1 سے کم ہو تو فرم کے کل مصارف کل وصولیوں سے تجاوز کر جاتے ہیں اور اس طرح فرم کو نقصان ہوتا ہے ۔ OQ_1 مقدار پر فرم کو نہ تو نفع ہوتا ہے اور نہ ہی نقصان اس لیے نقطہ Q_1 کو Break-Even Point بھی کہتے ہیں ۔ اس لیے اگر پیداوار OQ_2 سے تجاوز کر جائے ۔ تب بھی فرم کے کل مصارف کل وصولیوں سے تجاوز کر جانے کی صورت میں فرم کو نقصان ہوتا ہے ۔ اس لیے Q_2 بھی Break-even Point کہلاتا ہے ۔ OQ_1 اور OQ_2 کے درمیان ایسا پیداواری نقطہ ہے جو زیادہ سے زیادہ منافع دیتا ہے ۔ یہ نقطہ اس جگہ واقع ہوگا ۔ جہاں کل مصارف اور وصولیوں کا پھیلاؤ سب سے زیادہ ہوگا ۔ دوسرے الفاظ میں یہ نقطہ وہاں واقع ہوگا ۔ جہاں کل مصارف اور کل وصولی کے خطوط پر عمودی فاصلہ زیادہ سے زیادہ ہو ۔ سب سے زیادہ پیداواری نقطہ Q ہے ۔ جس پر کل مصارف اور وصولی کا عمودی فرق MP سب سے زیادہ ہے ۔ پس فرم OQ مقدار پیدا کر کے PM منافع کمائے گی ۔ زیادہ سے زیادہ منافع کا نقطہ اس پیداوار پر ہوگا جہاں دونوں خطوط کی ڈھلانیں یکساں ہوں ۔ یعنی اس نقطہ پر مصارف اور وصولی کے خطوط ایک دوسرے کے متوازی ہوں ۔

اس طریقہ سے متوازن پیداوار اور منافع کے تعین میں کچھ دشواریاں بھی پیش آتی ہیں ۔ مثلاً کل مصارف اور کل وصولی کے خطوط پر زیادہ سے زیادہ عمودی فاصلہ کا تعین کرنا بعض اوقات دشوار ہوتا ہے ۔ اس نقطہ کے حصول کے لیے بہت سے مماس بنانا پڑتے ہیں ۔ نیز اس طریقہ سے مختلف پیداواروں پر فی اکائی قیمت کا تعین بھی دشوار ہوتا ہے ۔ کل وصولی کو کل مقدار پر تقسیم کرنا پڑتا ہے ۔ تب کہیں قیمت فی اکائی کا پتہ چلتا ہے ۔ اسی لیے جدید معیشت دان فرم کے توازن کی وضاحت کے لیے

Marfat.com

پراثرانداز ہو جائیں گے۔ اس طرح خریداروں کی کثرت کی صورت میں کوئی بھی خریدار قیمت پراثرانداز نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اقلیت کی صورت میں وہ قیمت پر اثرانداز ہونے کی قدرت رکھیں گے۔

۲۔ یکسانیت Homogeniety ۔ منڈی میں فروخت ہونے والی کسی شے کی تمام اکائیاں ہر لحاظ سے یکساں ہونی چاہئیں۔ ان کا رنگ، ڈیزائن، وزن، حجم و جسامت ہر لحاظ سے دوسرے کا صحیح نعم البدل ہو۔ ڈیزائن یا پیکنگ میں فرق سے اس شے کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ وہ ایک جنس قرار نہیں دی جائے گی اور فروخت کنندہ کو اس کی مختلف قیمتیں وصول کرنے کا موقع مل جائے گا۔ مثلاً لیور برادرز لکس، رکسونا اور ریوارڈ صابون میں محض رنگ، ٹریڈ مارک، پیکنگ وغیرہ کے ذریعے امتیاز پیدا کر کے انھیں تین مختلف اشیاء بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی مختلف قیمتیں وصول کرنے کا جواز پیدا کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ صابون ایک ہی کمپنی میں تیار ہوتے ہیں۔ اگر کسی شے کی تمام اکائیاں ایک دوسرے کا مکمل نعم البدل ہو تو ہر اکائی کی صرف ایک ہی قیمت وصول کی جائے گی۔

۳۔ مکمل معلومات Knowledgeability ۔ منڈی میں فریقین کے درمیان مکمل مقابلہ کے حالات موجود ہونے چاہئیں۔ وہ ذاتی طور پر براہِ راست یا بالواسطہ طور پر اپنے ایجنٹوں یا ڈاک و تار کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کر سکیں۔ انھیں منڈی کے حالات سے مکمل طور پر واقفیت ہونی چاہیے۔ فریقین کے درمیان رابطے کے لیے ذرائع نقل و حمل کی سہولتوں کی فراہمی لازمی امر ہے۔

۴۔ یکساں قیمت Uniformity of Price ۔ منڈی میں کسی شے کی ایک وقت پر ایک ہی قیمت رائج ہونی چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی شے ایکس لاہور کی منڈی میں دو روپے میں دستیاب ہو تو مذکورہ شے لاہور کی منڈی میں ہر جگہ اسی قیمت پر دستیاب ہونی چاہیے۔ ایسا ہونا صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکے گا۔ جب مذکورہ شے کی تمام اکائیاں یکساں نوعیت کی ہوں اور ان کی رسد و طلب ہر جگہ متوازن حالت میں ہو۔

۵۔ شمولیت اور اخراج کی آزادی۔ Free Entry & Exit ۔ عرصہ طویل میں کسی صنعت میں موجود فرموں کو کاروبار ترک کرنے اور نئی فرموں کو کاروبار میں شرکت کی مکمل آزادی ہونی چاہیے۔ یعنی صنعت میں فرموں کے داخلے اور اخراج پر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ البتہ عرصہ قلیل میں صنعت کے حجم میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ فرم اپنی جسامت کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ پلانٹ کی تعداد یکساں رہتی ہے۔ اگر فرم کو منڈی کے حالات کے مطابق پیداوار میں کچھ اضافہ کرنا بھی ہو تو وہ صرف اوقاتِ کار میں اضافہ اور خام مال کے زائد استعمال سے ہی ایسا کر سکتی ہے اور

Marfat.com

اور اس پر بھی کچھ بندشیں ہوتی ہیں۔ لیکن عرصہ طویل میں فرم کا حجم و جسامت بھی بدل سکتا ہے اور ان کی تعداد بھی۔ اگر قیمتوں کی وجہ سے ہر فرم غیر معمولی منافع کما رہی ہو تو نئی فرموں کو صنعت میں شامل ہونے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ نقصان سے دوچار ہوں تو ان میں سے بہت سی فرمیں صنعت کو خیر باد کہنے پر آمادہ ہوتی ہیں۔

فریقین کی کثرت، اشیاء کی یکسانیت، فریقین کو منڈی کے حالات سے مکمل واقفیت اور یکساں قیمتیں، اوسط وصولی یا مکمل مقابلہ کے تحت کسی فرم کے خطِ طلب مکمل طور پر لچکدار بناتے ہیں۔ جب کہ صنعت میں آزادانہ شمولیت اور اخراج سے تمام فرموں کے لیے صرف نارمل منافع کی ضمانت ملتی ہے۔

SHORT-RUN FIRM'S EQUILIBRIUM

عرصہ قلیل میں فرم کا توازن

معاشیات میں عرصہ قلیل سے مراد وہ عرصہ ہوتا ہے۔ جس میں فرم منڈی کے تقاضوں کے پیشِ نظر صرف متغیر عوامل میں ردّ و بدل کر کے ہی پیداوار میں کمی بیشی کر سکے۔ کیونکہ مذکورہ عرصہ میں معین عوامل میں ردّ و بدل ممکن ہی نہیں ہوتا۔ اس عرصہ میں نہ تو پلانٹ بدلا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نئی فرم صنعت میں داخل ہو سکتی ہے۔ عرصۂ قلیل میں فرم کے توازن کا انحصار کچھ مفروضات پر ہوتا ہے۔ جس میں:-

(i)۔ پلانٹ اور اس کی پیداواری استعداد یکساں رہے۔

(ii) تمام فرموں کو یکساں مصارفِ پیدائش کے حالات میسّر ہوں۔

(iii) تمام آجرین استعدادِ کار کے لحاظ سے بھی یکساں ہوں۔

(iv) وہ تمام عاملینِ پیدائش جو مختلف فرموں میں استعمال ہو رہے ہوں۔ اپنی قوتِ پیداواری کے لحاظ سے یکساں نوعیت کے ہوں اور وہ یکساں قیمتوں پر دستیاب ہو جاتے ہوں۔

عرصۂ قلیل میں کوئی فرم اپنی مصنوعات کی قیمت میں ردّ و بدل کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ وہ مروّجہ قیمت پر اپنی خواہش کے مطابق جتنی اکائیاں چاہے فروخت کر سکتی ہے۔ اسی لیے مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا خطِ طلب اور اوسط وصولی کا خط لچکدار ہوتا ہے اور مختتم وصولی اور قیمت بھی یکساں ہوتی ہے۔ پس اوسط وصولی یا خطِ طلب اور مختتم وصولی یکساں ہونے کی وجہ سے انہیں ایک ہی خط سے واضح کیا جاتا ہے۔ مکمل مقابلہ کے حالات میں فرم اپنی پیداوار اس نقطے سے مطابقت رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ جس پر اس کے مختتم مصارف اور مختتم وصولی یکساں ہو جائیں۔ اس نقطہ پر مختتم لاگت کا خط مختتم وصولی کے خط کو نیچے سے قطع کرتا ہے۔ پس ایسے

Marfat.com

مختتم لاگت اور مختتم وصولی کا طریقہ اختیار کرنے پر ترجیح دیتے ہیں ۔

مختتم لاگت اور مختتم وصولی کے خطوط کے ذریعے فرم کا توازن

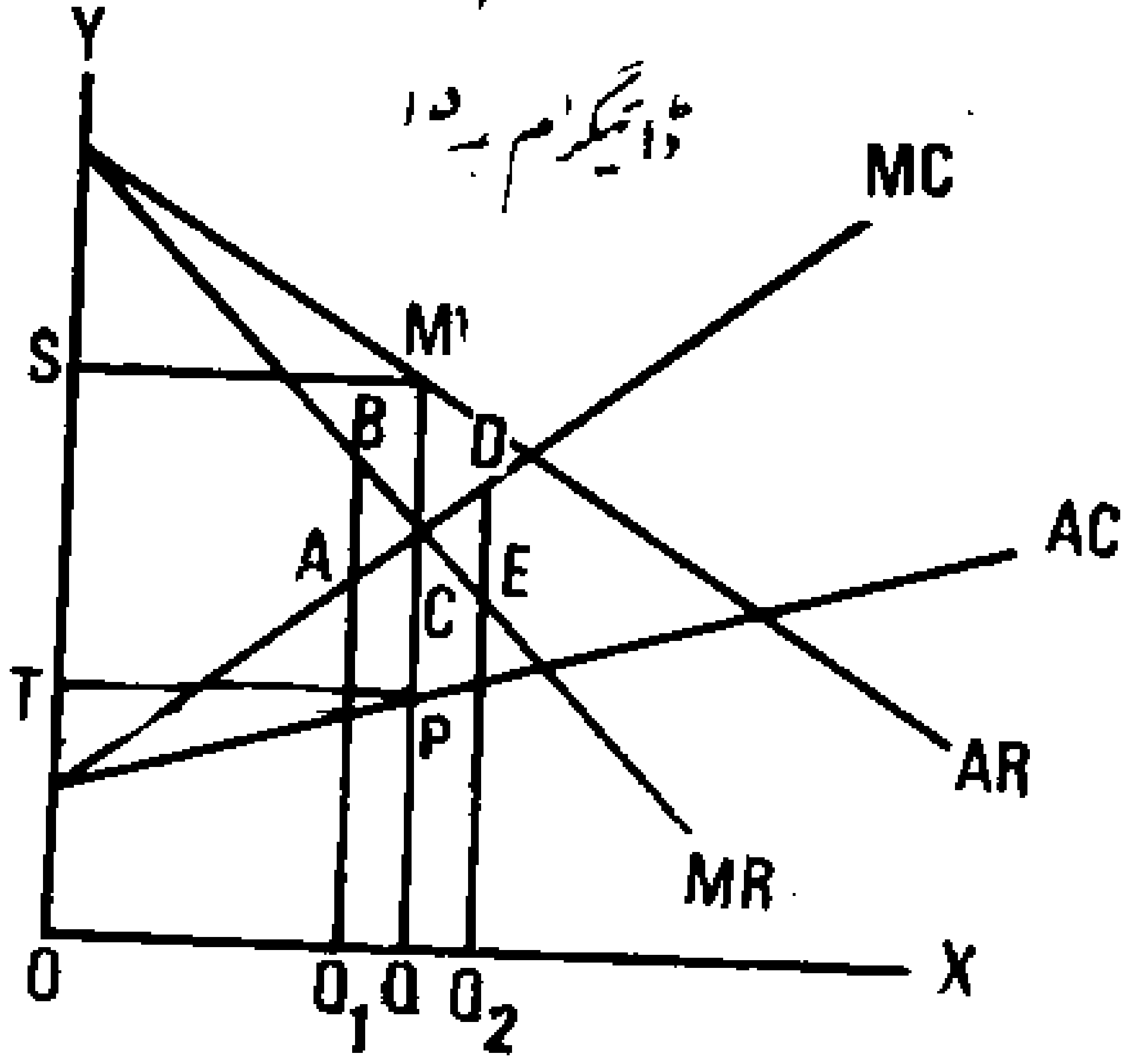

فرم اس وقت متوازن حالت میں ہوتی ہے جب وہ نارمل منافع کما رہی ہو ۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا ہے ۔ جب پیداوار میں اضافہ سے فی اکائی وصول مصارفِ پیدائش سے تجاوز کر جائے ۔ جسے مختتم لاگت اور مختتم وصولی کہا جاتا ہے ۔ پس فرم اس وقت تک پیدائشِ دولت میں توسیع کرتی رہتی ہے ۔ جب تک مختتم وصولی مختتم لاگت سے زیادہ ہو ۔ اگر مختتم مصارف وصولی سے تجاوز کر جائیں تو نقصان سے بچنے کے لیے فرم پیدائشِ دولت کو محدود کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے ۔ جس پیداوار پر مختتم لاگت اور مختتم وصولی یکساں ہوں ۔ اس نقطہ پر منافع زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے ۔ اس نقطہ پر پہنچنے سے پہلے فرم پیداوار میں اضافہ سے کل منافع میں اضافہ کرتی رہتی ہے ۔ لیکن اگر پیداوار کو اس نقطہ توازن سے بڑھایا جائے تو مختتم مصارف بڑھنا شروع ہو جاتے ہیں اور مختتم وصولی کم ہو جاتی ہے ۔ جس سے منافع بھی کم ہو جاتا ہے ۔ وضاحت کے لیے ڈائیگرام ۔۱۵ دیکھیں ۔ MC مختتم لاگت اور MR مختتم وصولی کے خطوط ہیں ۔ AC اوسط لاگت اور AR اوسط وصولی کے خطوط ہیں ۔ OQ مقدار پر مختتم لاگت (MC) اور مختتم وصولی (MC) ایک دوسرے کو نقطہ C پر قطع کرتے ہیں ۔ پس نقطہ Q پر مختتم لاگت اور مختتم وصولی یکساں ہیں ۔ اس طرح فرم کے کل مصارف = OQPT اور کل وصولیاں = OQMS اور کل منافع = OQMS - O:PT = STPM

اگر پیداوار OQ_1 ہو تو مختتم وصولی مختتم لاگت سے زیادہ ہے ۔ ایسے حالات میں پیداوار میں اضافہ نفع بخش ہوتا ہے ۔ مثلاً OQ_1 پیداوار پر مختتم وصولی BQ_1 اور مختتم لاگت AQ_1 ہے ۔ اور جب تک فرم کی پیداوار پھیل کر نقطہ Q تک نہیں پہنچ جاتی ۔ مختتم وصولی مختتم لاگت سے زیادہ رہے گی اور فرم زیادہ منافع کماتی رہے گی ۔ پس OQ مقدار تک پیداوار میں اضافہ سے کل منافع میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ۔ اگر فرم پیدائشِ دولت OQ_1 پر روک دے تو اسے کل منافع میں ABC کے برابر منافع سے محروم رہنا پڑتا ہے ۔ جو پیداوار کو OQ تک بڑھا کر حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ OQ مقدار

Marfat.com

پر کل منافع STPM ہے۔ پس فرم میں توسیع کا امکان موجود ہے۔ لیکن اگر پیداوار کو نقطہ Q سے بھی بڑھ جائے تو مختتم مصارف مختتم وصولیوں سے تجاوز کر جاتے ہیں اور اس طرح منافع کی بجائے فرم نقصان سے دوچار ہوتی ہے۔ مثلاً OQ_2 مقدار پر مختتم لاگت DQ_2 ہے اور مختتم وصولی EQ_2 جو مختتم لاگت سے کم ہے اور فرم کو اپنے کل منافع میں سے CDE کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جس سے اس کا کل وصول شدہ منافع کم ہو جاتا ہے۔ پس فرم صرف OQ مقدار ہی پیدا کرے گی۔ جس پر اس کے مختتم مصارف اور مختتم وصولیاں یکساں ہیں اور وہ STMP رقبے کے برابر منافع بھی کمائے گی۔ متوازن حالات میں مختتم لاگت کا خط ہمیشہ مختتم وصولی کے خط کو نیچے سے قطع کرتا ہے۔

مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا توازن EQUILIBRIUM UNDER PERFECT COMPETITION

مکمل مقابلہ کے تحت فرم کے توازن کی وضاحت سے پہلے اختصار سے مکمل مقابلہ کی خصوصیات کا ذکر مباحث کو سمجھنے میں مفید رہے گا۔ اگر کسی شے کی تمام اکائیوں میں یکسانیت پائی جائے اور خریدار اور فروخت کنندگان کی اس قدر کثرت ہو کہ ان میں سے کوئی بھی فریق اپنے اثر و رسوخ سے شے کی قیمت پر اثر انداز نہ ہو سکے تو ایسی شے کی منڈی کو Pure Market کہتے ہیں۔ اگر عاملین پیدائش کی رسد لچکدار ہو اور وہ حرکت پذیر بھی ہوں۔ فریقین منڈی کے حالات سے واقف ہوں تو منڈی میں کسی شے کی ایک وقت پر ایک ہی قیمت رائج ہو گی۔ ایسی منڈی مکمل منڈی کہلاتی ہے۔ پروفیسر جیونز Javons کے مطابق مکمل منڈی قانون غیر جانبداری کے زیر اثر ہوتی ہے۔ اس اصول کے مطابق منڈی میں کسی شے کی ایک ہی قیمت رائج ہونی چاہیے۔ مکمل منڈی کے کچھ لوازمات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

مکمل منڈی کی خصوصیات

۱۔ فریقین کی کثرت Atomism مکمل منڈی میں خریدار اور فروخت کنندگان کی اس قدر کثرت ہو کہ فریقین میں سے کوئی بھی فریق محض اپنے اثر و رسوخ سے شے کی قیمت پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ دوسری جانب فریقین میں سے ہر فریق کسی شے کی رسد یا طلب کی ایک انتہائی قلیل مقدار ہی طلب یا فراہم کرتا ہو۔ اس طرح بھی انہیں اپنے اثر و رسوخ سے قیمت پر اثر انداز ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔ مثلاً اگر منڈی میں فروخت کنندگان کی مقدار کئی ہزار ہو اور ان میں سے ہر فروخت کنندہ کل رسد کی ایک قلیل مقدار فراہم کرتا ہو تو ان میں کسی کو بھی قیمت پر اثر انداز ہونے کی قدرت حاصل نہیں ہو گی۔ لیکن اگر فروخت کنندگان کی تعداد چند ایک ہو تو وہ باہمی اتحاد و رضامندی سے قیمتوں

Marfat.com

نقطہ پر

مختتم لاگت = مختتم وصولی = اوسط لاگت = اوسط وصولی = قیمت

اگر مندرجہ بالا متغیرات یکساں ہو جائیں تو کل مصارف بھی کل وصولیوں کے برابر ہو جائیں گے اور اس طرح فرم متوازن حالت میں آ جائے گی۔

عرصہ قلیل میں کسی صنعت میں چار قسم کی فرمیں عمل پیدائش میں مصروف ہو سکتی ہیں۔ گو طویل عرصہ میں ان میں سے صرف ایک ہی قسم کی فرمیں برقرار رہیں گی۔

١۔ غیر معمولی منافع کمانے والی فرم

٢۔ معمولی منافع کمانے والی فرم

٣۔ متغیر مصارف مکمل طور پر اور معین مصارف جزوی طور پر پورا کرنے والی فرم

۴۔ صرف متغیر مصارف پورا کرنے والی فرم جو وقتی طور پر خسارہ برداشت کر رہی ہو۔

١۔ غیر معمولی منافع کمانے والی فرم

غیر معمولی منافع کمانے والی فرم نہ صرف اپنے تمام تر اوسط مصارف پورے کر لینے کے قابل ہے بلکہ اس کے تمام تر اوسط متغیر مصارف بھی پورے ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ غیر معمولی منافع کما لیتی ہے۔ جیسا کہ ڈائیگرام نمبر ١٦ سے واضح کیا گیا ہے۔ مختتم لاگت کا خط مختتم وصولی کے خط کو نیچے سے قطع کرتا ہے۔ اس سے

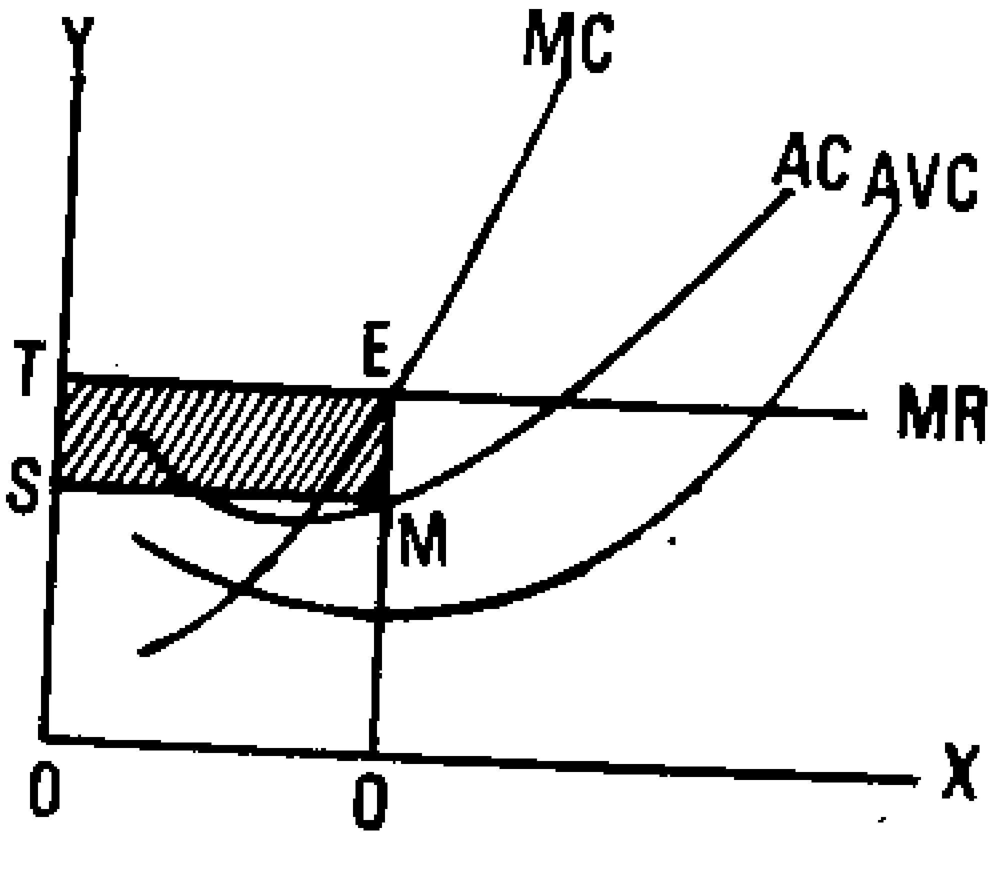

ہم فرم کی مختتم پیداوار یعنی Q اور کل پیداوار OQ کا تعین کر لیتے ہیں۔ اس شکل میں مختتم لاگت اور مختتم وصولی نقطہ E پر یکساں ہیں۔ اسی طرح اسی نقطہ پر اوسط وصولی اور قیمت بھی یکساں ہیں۔ مگر اوسط لاگت اور اوسط متغیر لاگت کا خط بہت نیچے واقع ہے یعنی

$$MC = MR = AR = P$$

لیکن

$$MC \neq AC$$

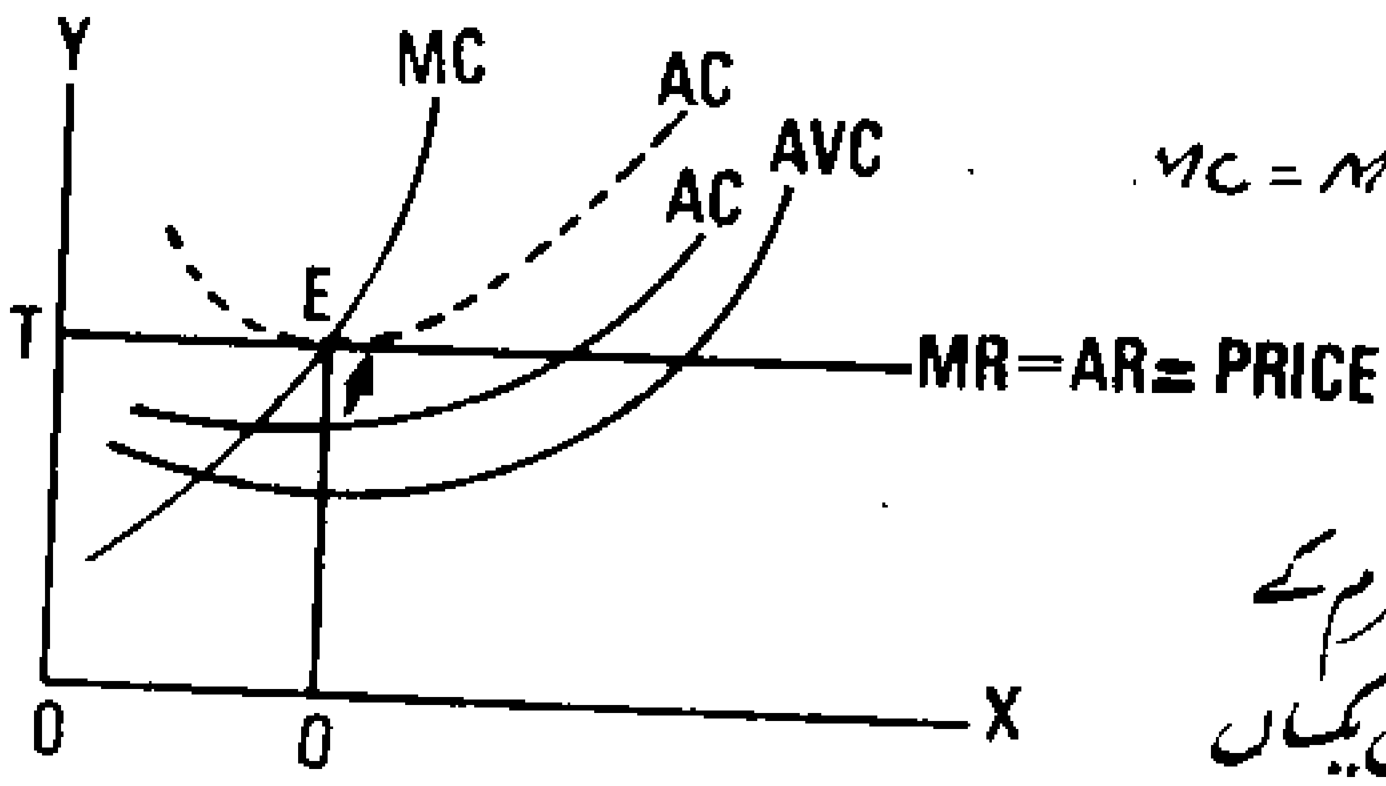

اگر یہ صورت ہو تو فرم توازن میں نہیں ہوتی کیونکہ ایسی صورت میں فرم کے کل مصارف اور کل وصولیاں بھی کبھی یکساں

Marfat.com

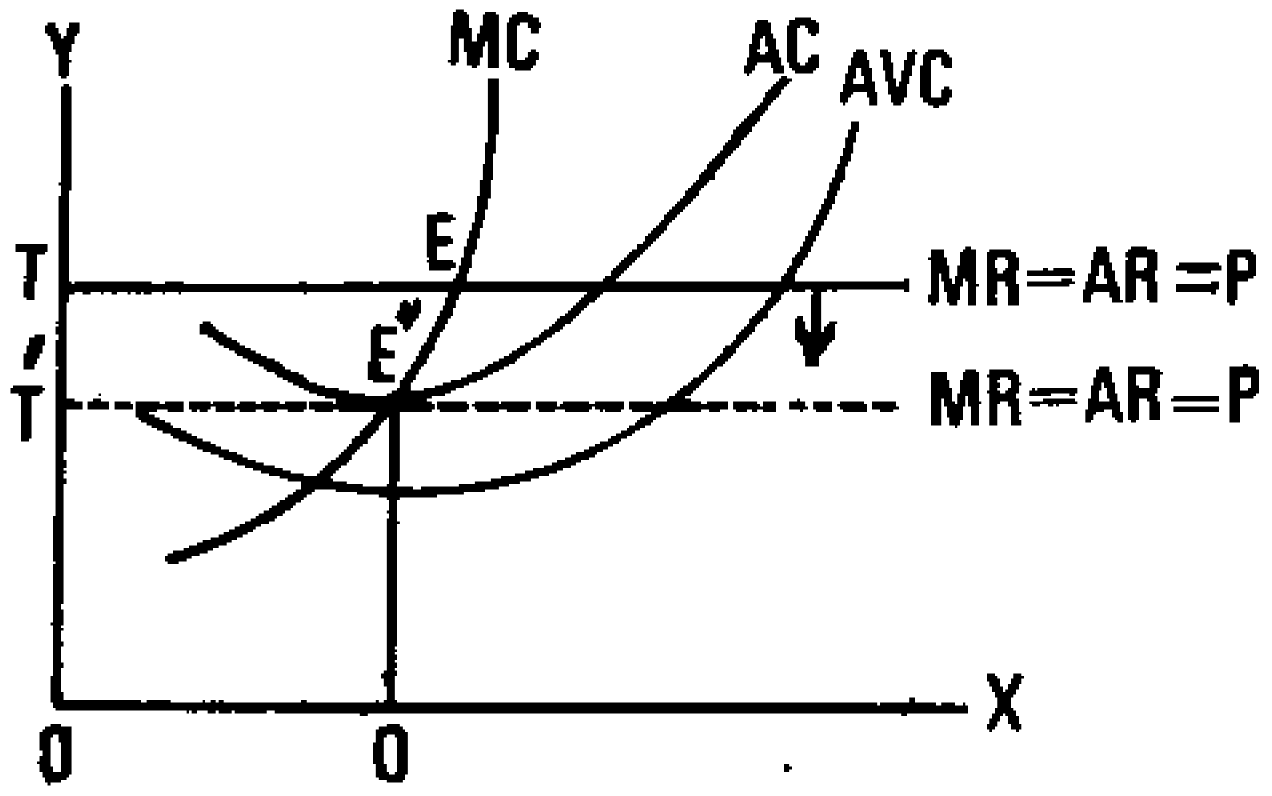

ڈائیگرام نمبر ۱۸

نہیں ہوتے ۔ کل وصولیاں یعنی TR اور کل لاگت یعنی TC صرف اسی صورت میں یکساں ہوں گے ۔ جب

MC = MR = AC = AR = PRICE

TC = TR.

ان حالات میں

TC = OQ × MQ = OSMQ

TR = OQ × EQ = OTEQ

TR − TC = PROFIT

OTEQ − OSMQ = TSME (ABNORMAL PROFIT)

یہ فرم متوازن حالت میں نہیں ہے ۔ یہ بہت زیادہ منافع جو TSME رقبے سے واضح کیا گیا ہے ۔ کما رہی ہے ۔ یہ فرم دو صورتوں میں متوازن حالت میں آسکتی ہے ۔

(ا) اس کے مصارفِ پیدائش میں اضافہ ہو جائے جس سے اوسط مصارف کا خط اوپر اٹھے گا ۔ جس کی وضاحت ڈائیگرام نمبر ۱۷ میں کی گئی ہے ۔ اوسط لاگت کا خط AC اوپر اٹھ کر AC' بنتا ہے اور وہ MR = AR = P کے خط کو نقطہ E پر مماس بنتا ہے ۔ اس طرح نقطہ E پر مماس بنتا ہے ۔ اس طرح نقطہ E پر تمام متغیرات برابر ہو جاتے ہیں اور کل لاگت اور کل وصولیاں بھی یکساں ہو جاتی ہیں ۔ اوسط لاگت کے خط کے اوپر اٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی غیر معمولی لاگت کمانے والی فرم کو دیکھتے ہوئے بہت سی نئی فرمیں صنعت میں داخل ہونے کی کوشش کریں گی ۔ جس سے عاملینِ پیدائش کے معاوضوں اور خام مال کی قیمت میں اضافہ ہوگا جو اوسط لاگت کے خط کو اوپر لے جائے گا ۔

(اا) قیمت کم ہونے سے بھی غیر معمولی منافع کو کم کیا جا سکتا ہے ۔ اس سے قیمت کا خط نیچے آ جائیگا ۔ جیسا کہ ڈائیگرام نمبر ۱۸ میں واضح کیا گیا ہے ۔ یہ خط یعنی MR' = AR' = P' اوسط لاگت کے خط اور مختتم لاگت کے خط کو نقطہ E' پر قطع کرتا ہے ۔ اس طرح نقطہ E' پر

MC = MR = AC = AR = P

TC = TR

مگر چونکہ اب

$$TC = OQ \cdot E'Q = OT'E'Q$$

$$TR = OQ \cdot E'Q = OT'E'Q$$

ڈائیگرام نمبر ۱۹

$$OT'E'Q = OT'E'Q$$

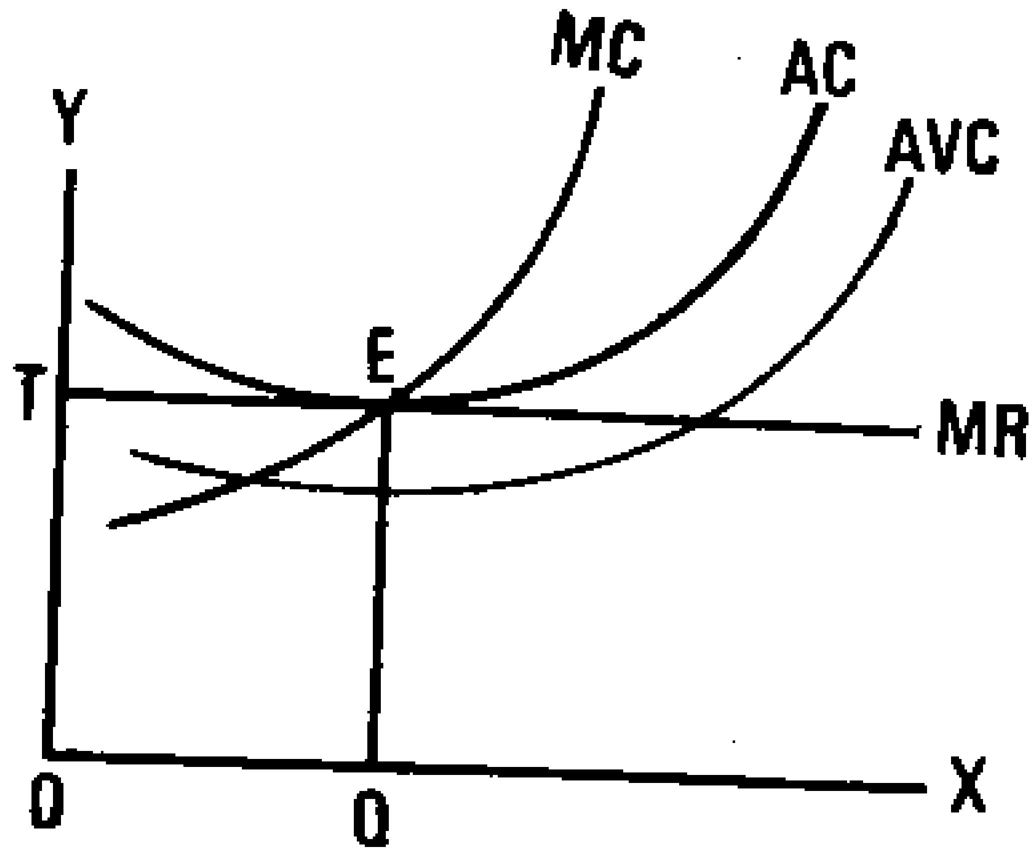

(ii) نارمل منافع کمانے والی فرم

یہ وہ فرم ہوتی ہے جس کے تمام معین اور متغیر مصارف پورے ہو رہے ہوں۔ اس فرم کی مختتم پیداوار کا تعین مختتم لاگت اور مختتم وصولی کی باہمی یکسانیت سے ہوتا ہے۔ مثلاً ڈائیگرام نمبر ۱۹ میں فرم کے مختتم مصارف اور مختتم وصولی کے خطوط ایک دوسرے کو نقطہ E پر قطع کرتے ہیں۔ یہاں سے ایکس محور پر عمود گرانے سے پتہ چلا کہ مختتم پیداوار Q ہوگی اور کل پیداوار OQ۔ اس پیداوار پر مختتم لاگت EQ ہے۔ اور اس کی مختتم وصولی بھی EQ ہے۔ نقطہ E اوسط لاگت، اوسط وصولی اور قیمت کا بھی نقطہ مماس ہے۔ لہذا نقطہ E پر

$$MC = MR = AC = AR = P$$

اس فرم کے کل مصارف اور وصولیوں کی پوزیشن اس طرح ہوگی۔

$$TC = OQ \cdot EQ = OTEQ$$

$$TR = OQ \cdot EQ = OTEQ$$

$$OTEQ = OTEQ$$

$$TC = TR$$

یہ فرم متوازن حالت میں ہے اور یہی فرم عرصہ طویل میں برقرار رہے گی۔ عرصہ طویل میں ہر فرم کو اس حالت میں آنا ہوگا تاکہ وہ صنعت میں برقرار رہ سکے۔

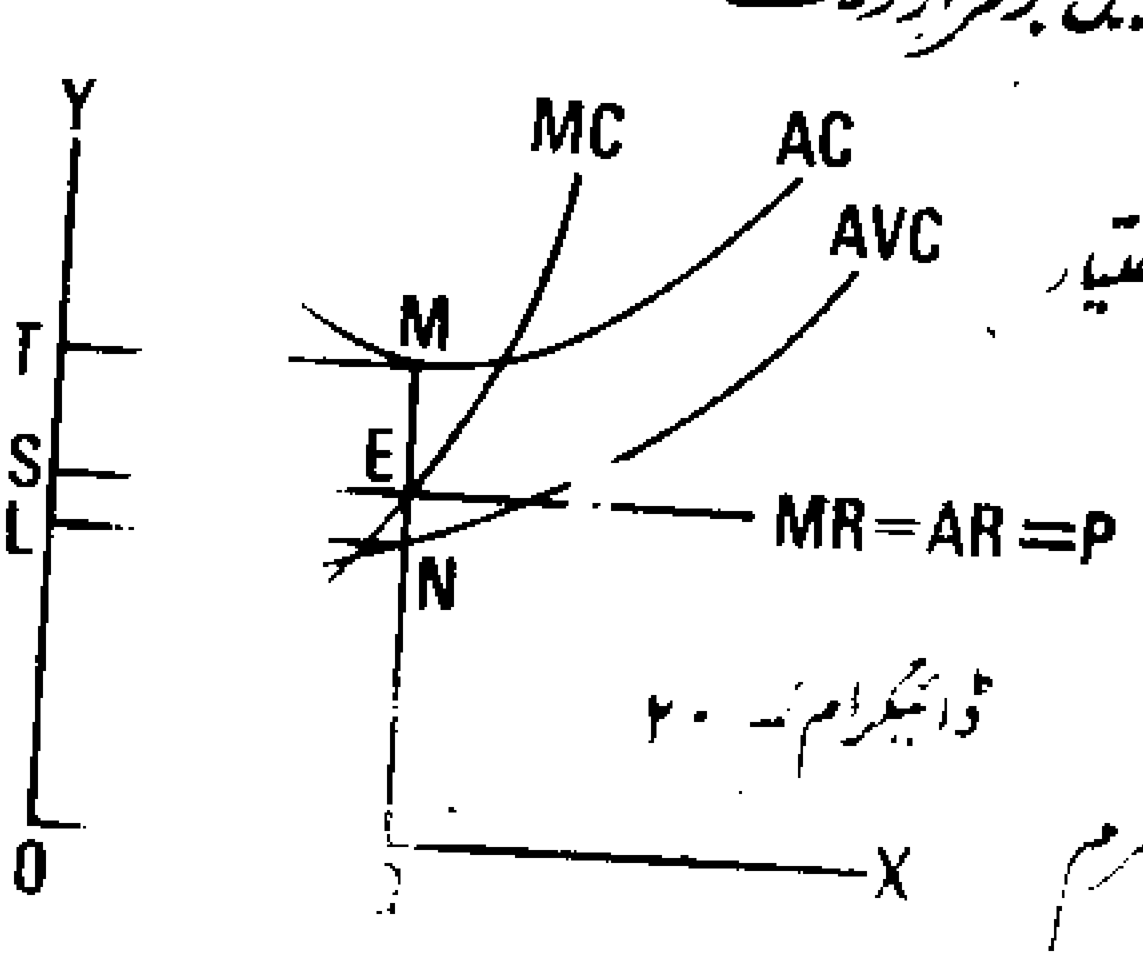

ڈائیگرام نمبر ۲۰

(iii) نقصان اٹھانے والی فرم

نقصان اٹھانے والی فرم دو صورتیں اختیار کر سکتی ہے۔ ایک وہ فرم جس کے معینہ مصارف تو پورے ہو رہے ہوں مگر کچھ متغیر مصارف ضرور پورے ہو جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت ڈائیگرام نمبر ۲۰ میں کی گئی ہے۔ دوسری وہ فرم

Marfat.com

جو اپنے معینہ اور متغیرہ مصارف پورا کرنے کے بالکل قابل نہیں۔ اس کی وضاحت ڈائیگرام نمبر ۲۱ میں کی گئی ہے۔ شکل نمبر ۲۰ کے مطابق مختتم لاگت کا خط مختتم وصولی کے خط کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ لیکن اوسط مصارف کا خط اوسط وصولی کے خط کے اوپر واقع ہے۔

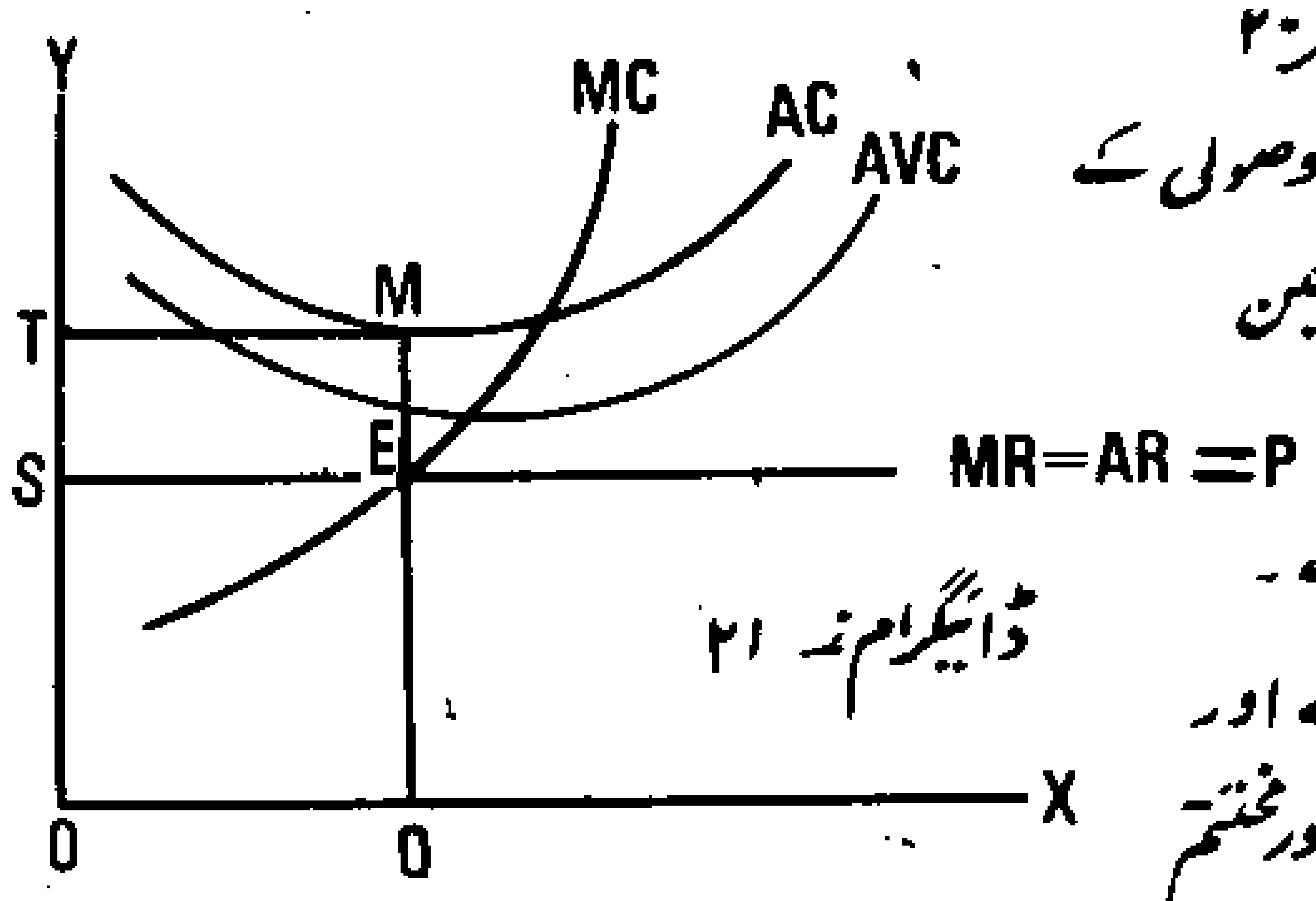

اس فرم کی مختتم پیداوار Q ہے اور کل پیداوار OQ۔ مختتم لاگت اور مختتم وصولی EQ کے برابر ہے۔ اوسط وصولی بھی EQ ہے۔ مگر اوسط لاگت MQ ہے۔

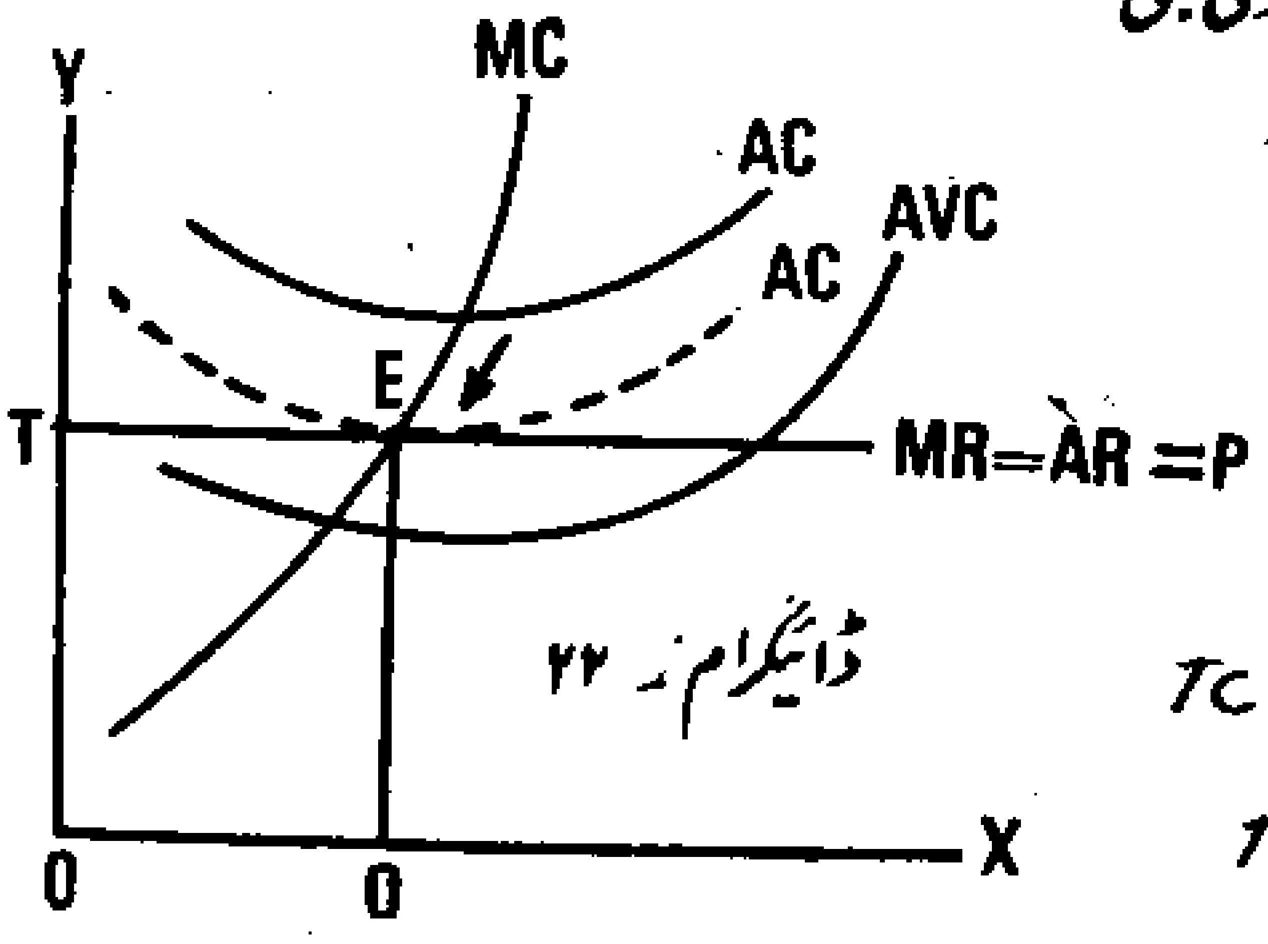

چونکہ اوسط وصولی اور اوسط لاگت برابر نہیں۔ اس لیے کل لاگت اور کل وصولیاں بھی برابر نہیں۔ مثلاً

$$TC = OQ . MQ = OTMQ$$

$$TR = OQ . EQ = OSEQ$$

$$OTMQ - OSEQ$$

$$TSEM \ (LOSS)$$

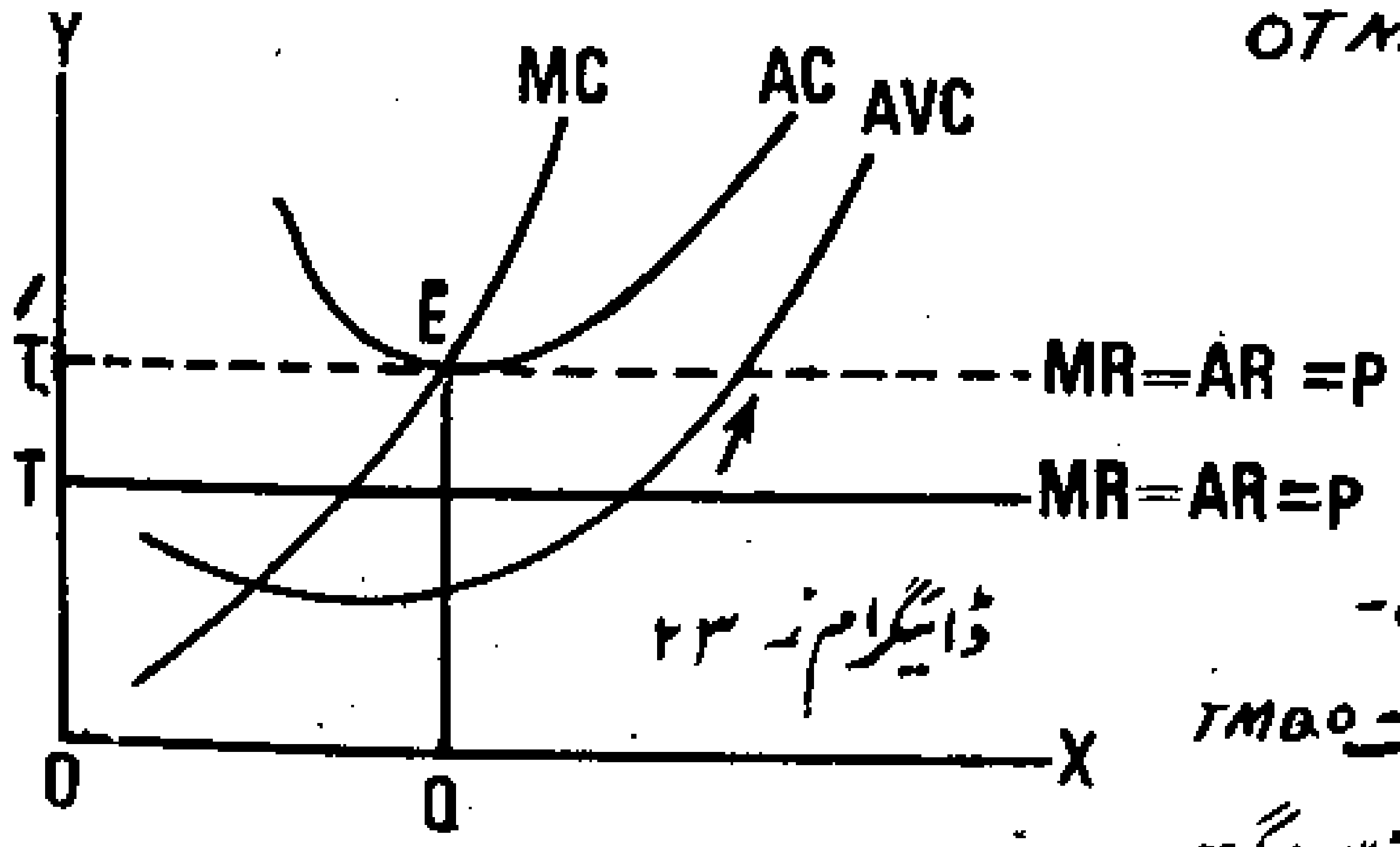

یہ فرم اچھے دنوں کی امید پر TSEM رقبے کے برابر وقتی طور پر نقصان برداشت کرے گی۔ مگر ہمیشہ نہیں اس فرم کی کل لاگت TMQO ہے۔ جس میں سے LMQO متغیرہ لاگت ہے اور TMNL معینہ لاگت ہے۔ اگر یہ فرم قلیل مدت میں اشیاء پیدا کرنا بالکل بند کردے تب بھی اسے معینہ لاگت برداشت کرنا پڑے گی جو TMNL کے برابر ہے۔ لیکن اگر یہ فرم OQ پیداوار مہیا کرے تو نہ صرف یہ متغیرہ لاگت پورا کرسکے گی بلکہ معینہ لاگت کا ایک حصہ بھی وصول کرلے گی اور نقصان TMNL کی بجائے صرف TMES رہ جائے گا۔

ڈائیگرام نمبر ۲۱ میں جس فرم کی وضاحت کی گئی ہے وہ بھی TSEM کے برابر نقصان برداشت

Marfat.com

کرنے پر مجبور ہے۔ دونوں فرموں میں فرق یہ ہے کہ ڈائیگرام نمبر ۲۰ کی فرم متغیرہ مصارف کے علاوہ کچھ معینہ مصارف کا حصہ بھی پورا کر لیتی ہے۔ مگر ڈائیگرام نمبر ۲۱ کی فرم اپنے متغیرہ مصارف بھی پورے نہیں کرتی۔ یہ نقصان اٹھانے والی فرمیں ہمیشہ اس حالت میں نہیں رہیں گی۔ ان کا نقصان دو صورتوں میں رفع ہو سکتا ہے۔

۱۔ وہ اپنے مصارفِ پیدائش کم کر لیں۔ جس کے لیے انہیں اندرونی اور بیرونی کفایتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہوگا۔ جدت اور اختراع کا عمل بھی کرنا ہوگا۔ اگر وہ کسی طرح اپنے مصارفِ پیدائش کم کر لیں تو ان کے اوسط مصارف کم ہو جائیں گے۔ ایسی فرم کی وضاحت ڈائیگرام نمبر ۲۲ میں کی گئی ہے۔ جس کا اوسط لاگت کا خط AC نیچے آکر 'AC بنتا ہے اور وہ نقطہ E پر خطِ قیمت، مختتم وصولی اور اوسط حاصل پر مماس بناتا ہے۔ اس طرح نقطہ E پر

$$MC = MR = AC = AR = P$$

$$TC = OQ . EQ = OTEQ$$

$$TR = OQ . EQ = OTEQ$$

$$OTEQ = OTEQ$$

$$TC = TR$$

اور اس فرم کا نقصان نارمل منافع میں تبدیل ہو جائے گا۔

(ii) حکومت کے کسی عمل یا باہمی رضامندی سے قیمت OT سے 'OT کر دی جائے۔ اس طرح خط اوپر اٹھے گا اور 'P = 'AR = 'MR بنے گا جو اوسط لاگت کے خط AC کو نقطہ E پر مماس بناتا ہے۔ اس نقطہ E پر مختتم لاگت کا خط مختتم وصولی کے خط کو نیچے سے قطع کرتا ہے۔ ایسی حالت میں

$$MC = MR = AC = AR = P$$

$$TC = TR$$

$$TC = OQ . EQ = OT'EQ$$

$$TR = OQ . EQ = OT'EQ$$

$$OT'EQ = OT'EQ$$

اور یہ فرم جو پہلے نقصان برداشت کر رہی تھی۔ قیمت میں اضافہ کی وجہ سے نارمل منافع کمانے لگے گی۔

Marfat.com

طویل عرصہ کا توازن
LONG-RUN EQUILIBRIUM

عرصہ طویل میں معین اور متغیرہ عوامل پیدائش میں ہر قسم کی تبدیلیاں ممکن ہوتی ہیں۔ اس عرصہ میں تمام عوامل متغیر بن جاتے ہیں اور کوئی بھی عامل معین نہیں رہتا۔ پس فرم اپنے معین عوامل جن میں پلانٹ بھی شامل ہے میں ردوبدل کرکے پیدائشِ دولت کو وسیع کرسکتی ہے۔ موجودہ پلانٹ میں توسیع تجدید بھی ہوسکتی ہے اور نئے پلانٹ کی تنصیب بھی کی جاسکتی ہے۔ صنعت میں نئی فرمیں داخل بھی ہوسکتی ہیں اور مسلسل خسارہ اٹھانے والی فرمیں صنعت کو خیرباد بھی کہہ سکتی ہیں۔ پس عرصہ طویل میں توازن سے مراد وہ صورت حال ہوتی ہے جس میں معاشی قوتوں کے مطابق مطابقت کے ہر قسم کے امکانات موجود ہوتے ہیں۔ اس عرصہ میں طویل مدت اوسط مصارف اور مختتم مصارف ہی پیداوار کا تعین کرتے ہیں۔ اوسط متغیرہ مصارف کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔ اوسط کل مصارف نہایت اہم قوت ہوتی ہے۔

عرصہ قلیل کی طرح عرصہ طویل میں بھی متوازن پیداوار اس نقطہ پر حاصل ہوتی ہے۔ جہاں مختتم لاگت اور مختتم وصولی یا قیمت یکساں ہوجائیں۔ قیمت مختتم لاگت اور اوسط لاگت دونوں کے برابر ہوتی ہے۔ اگر قیمت اوسط لاگت سے زیادہ ہو تو فرم غیر معمولی منافع کماتی ہے۔ جس سے کئی نئی فرموں کو صنعت میں داخل ہونے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ جب نئی فرمیں صنعت میں داخل ہوں تو صنعت کی مجموعی پیداوار میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ جس سے قیمت کم ہوجاتی ہے۔ نئی فرمیں اس وقت تک صنعت میں داخل ہوتی رہیں گی۔ جب تک قیمت کم اوسط لاگت کے برابر نہ ہوجائے اور جب یہ صورت حال پیدا ہوجائے تو تمام فرمیں صرف نارمل منافع ہی کماتی ہیں۔ اگر قیمت اوسط لاگت سے بھی کم ہوجائے تو فرمیں نقصان اٹھانے لگتی ہیں۔ اس سے صنعت میں موجود کچھ فرمیں صنعت کو خیرباد کہہ دیتی ہیں۔ جس سے صنعت کی مجموعی پیداوار کم ہوجاتی ہے۔ قیمت میں اضافہ ہوتا ہے اور اگر وہ دوبارہ اوسط لاگت کے برابر ہوجائے تو فرمیں نارمل منافع کمانے لگتی ہیں۔ پس طویل عرصہ میں کسی بھی فرم کو خسارہ کی حالت میں پیدائش دولت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ایسی صورت میں وہ صنعت کو خیرباد بھی کہہ سکتی ہیں۔

پس طویل عرصہ میں یہ دو شرائط موجود ہونی چاہئیں۔

قیمت = اوسط لاگت

قیمت = مختتم لاگت

اگر قیمت مختتم لاگت اور اوسط لاگت کے برابر ہوجائے تو مکمل مقابلہ کے تحت طویل مدت میں فرم متوازن حالت میں آجاتی ہے یعنی

Marfat.com

قیمت = مختتم لاگت = اوسط لاگت

جب اوسط لاگت کا خط نیچے گر رہا ہو تو مختتم لاگت کا خط اس خط کے نیچے ہوتا ہے اور جب اوسط لاگت کا خط اوپر اٹھ رہا ہو۔ تو مختتم لاگت کا خط اس کے اوپر واقع ہوتا ہے۔ پس مختتم لاگت اور اوسط لاگت اس نقطہ پر ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں۔ جب اوسط لاگت میں نہ اضافہ ہو رہا ہو اور نہ ہی کمی۔ یہ نقطہ اوسط لاگت کے خط پر پست ترین جگہ پر واقع ہوتا ہے۔ اس طرح

قیمت = مختتم لاگت = پست ترین اوسط لاگت

عرصہ طویل کے توازن کی وضاحت مندرجہ ذیل شکل سے بھی کی جا سکتی ہے۔

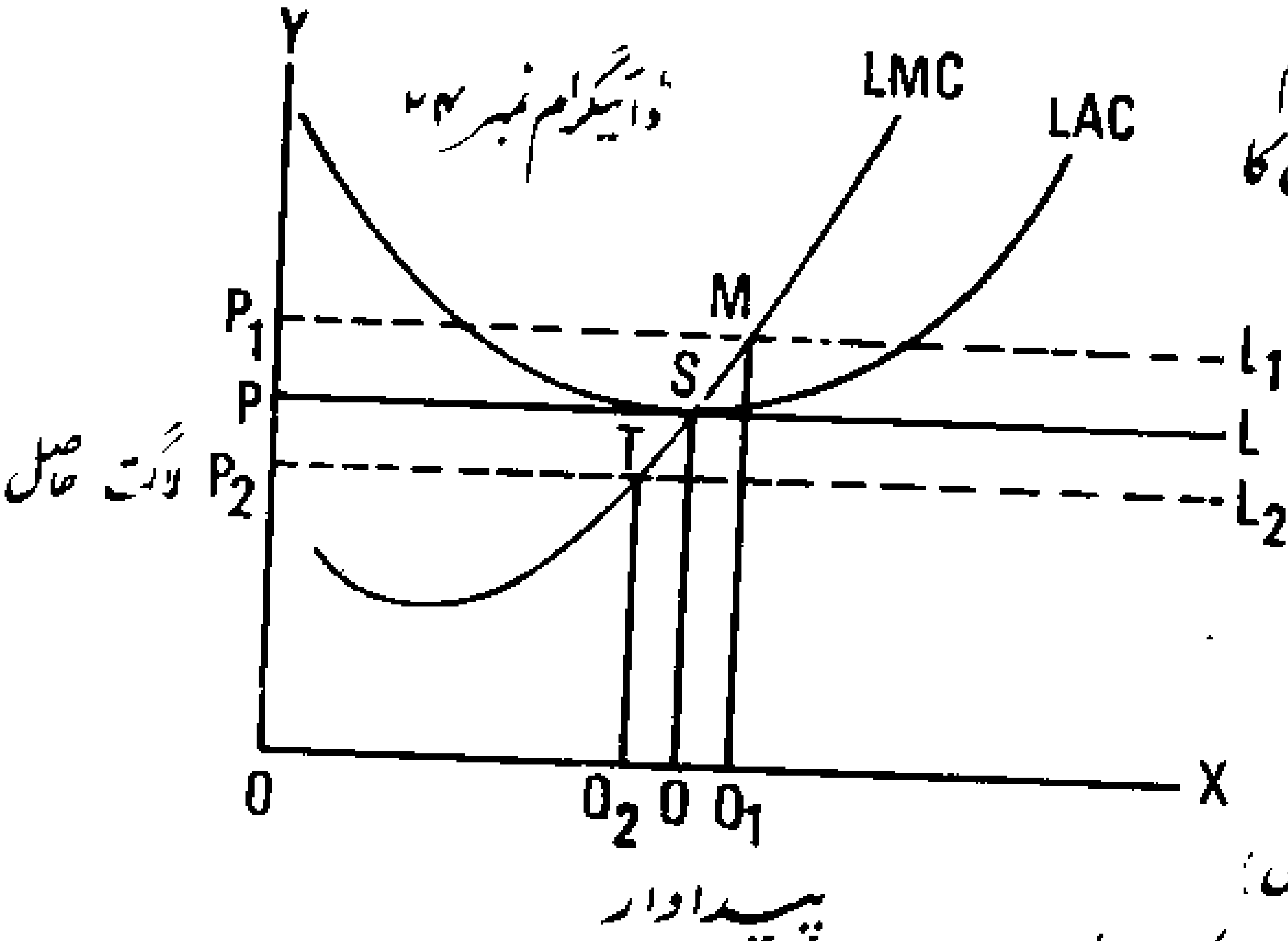

LMC عرصہ طویل کا مختتم لاگت کا خط اور LAC عرصہ طویل کا اوسط لاگت کا خط ہے۔ مکمل مقابلہ کی حالت میں یہ فرم OP قیمت پر متوازن حالت میں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر OP_1 قیمت نقطہ M پر مختتم لاگت کے برابر ہو تو کل پیداوار OQ ہوگی لیکن یہ اوسط لاگت سے زیادہ ہے۔ اس لیے فرم غیر معمولی منافع کمائے گی۔ چونکہ تمام فرمیں ایک جیسی ہیں۔ اس لیے وہ غیر معمولی منافع کمائیں گی۔ اس سے صنعت میں نئی فرموں کو داخل ہونے کا موقعہ ملے گا۔ جو کل پیداوار میں اضافہ اور قیمت کو OP سطح پر لانے کا باعث بنیں گی۔ OP قیمت پر مختتم لاگت اور اوسط لاگت بھی برابر ہیں اور فرم OQ مقدار پیدا کرے گی اور نارمل منافع کمائے گی۔ OP قیمت اور OQ مقدار پر فرم بالکل متوازن حالت میں ہوگی اور صنعت میں کسی نئی فرم کو داخل ہونے کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی فرم صنعت کو خیرباد کہے گی۔ OP_2 قیمت پر بھی فرم متوازن حالت میں نہیں۔ کیونکہ قیمت نقطہ "T" پر مختتم لاگت کے برابر تو ہے۔ مگر وہ اوسط لاگت سے کم ہے۔ اس لیے فرم نقصان اٹھا رہی ہے اور چونکہ تمام فرمیں ایک جیسی ہیں۔ اس لیے وہ نقصان سے دوچار ہوں گی۔ ایسی حالت میں کچھ فرمیں صنعت کو خیرباد کہنے پر بھی مجبور ہوں گی۔ نتیجۃً قیمت بڑھ کر دوبارہ OP ہو جائے گی اور پیداوار OQ۔ ایسی حالت میں فرم دوبارہ متوازن ہو جائے گی۔ اس قیمت پر چونکہ تمام فرمیں OQ مقدار پیدا کریں گی۔ اس لیے فرموں کے علاوہ صنعت بھی متوازن حالت میں ہوگی کیونکہ ان حالات میں صنعت میں کوئی سکڑاؤ یا پھیلاؤ نہیں

Marfat.com

ہوگا اور ہر فرم صرف نارمل منافع ہی کمائے گی۔ عرصہ طویل میں مکمل مقابلہ کے حالات میں ہر فرم اوسط لاگت کے پست ترین نقطہ پر اشیاء پیدا کرے گی اور کوئی فرم نقصان سے دوچار نہیں ہوگی۔

مکمل مقابلہ کے تحت صنعت کا خطِ رسد
SUPPLY CURVE OF INDUSTRY UNDER PERFECT COMPETITION

عرصہ قلیل میں فرم میں نصب شدہ پلانٹ معین ہوتا ہے اور اضافی طلب کو پورا کرنے کے لیے پلانٹ کے عمیق استعمال پر ہی انحصار کیا جاتا ہے اور متغیر عوامل میں ردّ و بدل کیا جاتا ہے۔ اس عرصہ میں فرم کی پیداوار کا تعین مختتم لاگت اور مختتم وصولی میں توازن کی بنا پر ہوتا ہے۔ پس قلیل عرصہ کا مختتم لاگت کا خط کسی فرم کی اس پیداوار کی نمائندگی کرتا ہے۔ جو وہ مختلف قیمتوں پر پیدا کرتی ہے۔ اسی لیے مختتم لاگت کے خط کو مکمل مقابلہ کے تحت کسی فرم کا عرصہ قلیل کا خطِ رسد بھی کہا جا سکتا ہے۔ وضاحت کے تشکل نمبر ۲۵ کا مطالعہ کیجیے۔

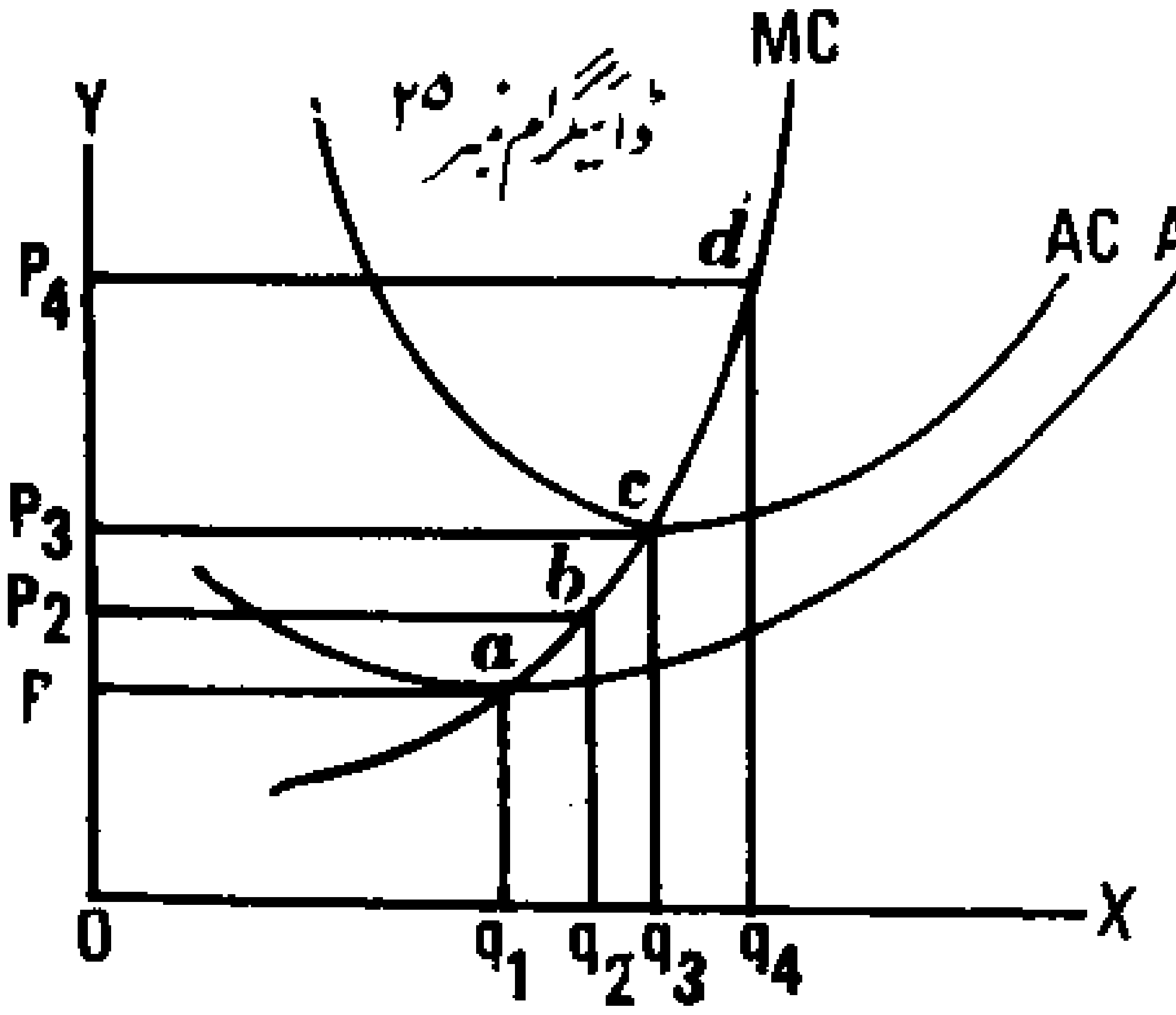

OP_4 قیمت پر فرم Oq_4 اشیاء کی رسد فراہم کرتی ہے یا اسی قدر مقدار پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ اس قیمت پر مختتم لاگت بھی برابر ہے اسی طرح OP_3 قیمت پر رسد Oq_3، OP_2 پر رسد Oq_2 اور OP_1 قیمت پر رسد Oq_1 کے برابر ہے۔ جیسا کہ واضح کیا جا چکا ہے۔ کوئی بھی فرم قلیل عرصہ میں کم سے کم اوسط متغیر لاگت سے بھی کم لاگت پر اشیاء پیدا نہیں کرتی۔ اس لیے قلیل عرصہ میں کسی بھی فرم کا خطِ رسد قلیل مدت مختتم لاگت کے خط سے متشابہ ہوتا ہے جو اوسط متغیر لاگت کے خط کے پست ترین نقطے سے شروع ہوتا ہے۔ پس فرم کا خط رسد نقطہ a سے شروع ہو کر اوپر اٹھتا ہے۔ صنعت کا خطِ رسد تمام فرموں کے خطوطِ رسد کا حاصل جمع ہوتا ہے۔ جو ان فرموں کے خطوط مختتم لاگت سے وضع کیے جاتے ہیں۔

اس طرح کوئی بھی فرم OP_1 قیمت پر Oq_1 مقدار فراہم نہیں کرتی۔ قلیل مدت کا مکمل مقابلہ کی فرم کے خطِ رسد کا رجحان ہمیشہ مثبت ہوتا ہے۔ کیونکہ مختتم لاگت کے علاوہ اوسط متغیر لاگت بھی اپنے پست ترین نقطے کے بعد بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور یہی صورتِ حال ان کے خطوط کے ساتھ بھی ہوتی

Marfat.com

ہے۔ قلیل مدت میں صنعت کے خطِ رسد کی لچک کا انحصار صنعت میں موجود انفرادی فرموں کے مختتم لاگت کے خط کی لچک پر ہوتا ہے۔

طویل مدت کا خطِ رسد

طویل مدت میں صنعت کے حجم اور جسامت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اگر قلیل مدت میں شے کی طلب میں اضافہ ہو تو موجودہ وسائل کے بہتر استعمال سے رسد میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر طلب میں اضافہ مستقل نوعیت کا ہو تو موجودہ فرموں میں توسیع و تجدید بھی ہو سکتی ہے اور نئی فرمیں بھی معرضِ وجود میں آ سکتی ہیں۔

طویل مدت میں فرم اس وقت متوازن حالت میں ہوتی ہے۔ جب اس کی قیمت مختتم لاگت اور اوسط لاگت کے برابر ہو۔ مکمل مقابلہ کی وجہ سے فرم اوسط لاگت کے خط کے پست ترین نقطے پر اشیاء پیدا کرتی ہے۔ طویل مدت کا صنعت کا خط رسد فرموں کے طویل مدت کے مختتم لاگت کے خطوط کا حاصل جمع نہیں ہوتا۔ طویل مدت میں صنعت کا توازن نو فرموں کے آزادانہ شمولیت اور اخراج کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جس میں فرمیں اوسط لاگت کے خط کے پست ترین نقطہ پر اشیاء پیدا کرنے مجبور ہوتی ہیں۔ جہاں مختتم لاگت کا خط اسے نیچے سے قطع کرتا ہے۔ فرموں کی تعداد میں اضافہ سے اندرونی اور بیرونی کفائتوں کی وجہ سے ان کے خطوط بھی بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح طویل مدت میں مختلف قیمتوں پر فرموں کی تعداد بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ بیرونی کفایتوں کی وجہ سے مختتم لاگت اور اوسط لاگت کے خطوط سابقہ حالتوں سے اوپر چلے جاتے ہیں۔ مکمل مقابلہ کے تحت صنعت کے خطِ رسد کا انحصار اس امر پر ہے کہ صنعت کس قانونِ حاصل کے تحت عملِ پیدائش میں مصروف ہے۔ قانونِ تقلیلِ لاگت یا قانونِ تکثیرِ لاگت یا قانونِ مساوی لاگت کے تحت۔

مساوی لاگت کے تحت صنعت کا خطِ رسد ۔ مساوی لاگت کے تحت صنعت کی خارجی کفائتیں اور غیر کفائتیں ایک دوسرے کو زائل کرتی ہیں۔ اس سے وسعت پذیر صنعت کے لاگت کے خطوط تبدیل نہیں ہوتے۔ ایسی صنعت کی لاگت اس صورت میں بھی مساوی رہتی ہے۔ جسے نہ تو خارجی کفائتیں حاصل ہوں اور نہ ہی وہ ان سے محروم ہو۔ اگر صنعت کی فرموں کی تعداد میں اضافہ ہو تو عاملینِ پیدائش کی طلب میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اگر طلب میں اضافہ کے ساتھ ان عوامل کے معاوضوں یا قیمتوں میں بھی اضافہ ہو تو لاگت میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر صنعت میں وسعت کی صورت میں عاملینِ پیدائش کی طلب میں تو اضافہ ہو مگر یہ اضافہ نہایت قلیل ہو تو عاملینِ پیدائش کی طلب میں اضافہ کے باوجود ان کی قیمتوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس سے مختتم لاگت میں

Marfat.com

بھی کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی ۔ اس نقطہ کی وضاحت کاغذ کی گڑیا بنانے والی صنعت سے دی جاسکتی ہے ۔ یہ صنعت کاغذ کی سالانہ پیداوار کا اس قدر قلیل حصہ استعمال کرتی ہے کہ اگر اس صنعت میں توسیع سے کاغذ کی طلب میں اضافہ بھی ہو جائے تب بھی کاغذ کی قیمتوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا ۔ اسی طرح اس صنعت میں محنت کی طلب میں اضافہ کے باوجود اُجرت کی عام شرح پر کوئی اثر نہیں ہوتا ۔
مساوی لاگت والی صنعت کا خطِ طلب افقی خطِ مستقیم ہوتا ہے جو اوسط لاگت کے خط کو پست ترین نقطے سے ہوتا ہے ۔ اس صنعت میں ہر فرم کا طویل مدت کا توازن اس نقطہ پر ہوگا ۔ جہاں

قیمت = مختتم لاگت = اوسط لاگت

طویل مدت میں صنعت میں نئی فرمیں داخل ہوتی رہیں گی ۔ مگر اس سے صنعت کے لاگت کے خطوط نہ تو بلند ہوں گے اور نہ ہی پست اور صنعتِ پیداوار کی کوئی بھی مقدار قیمت پر فراہم کرتی رہے گی ۔ جیسا کہ اس شکل نمبر ۲۶ میں واضح کیا گیا ہے ۔

ڈائیگرام نمبر ۲۶ (الف)

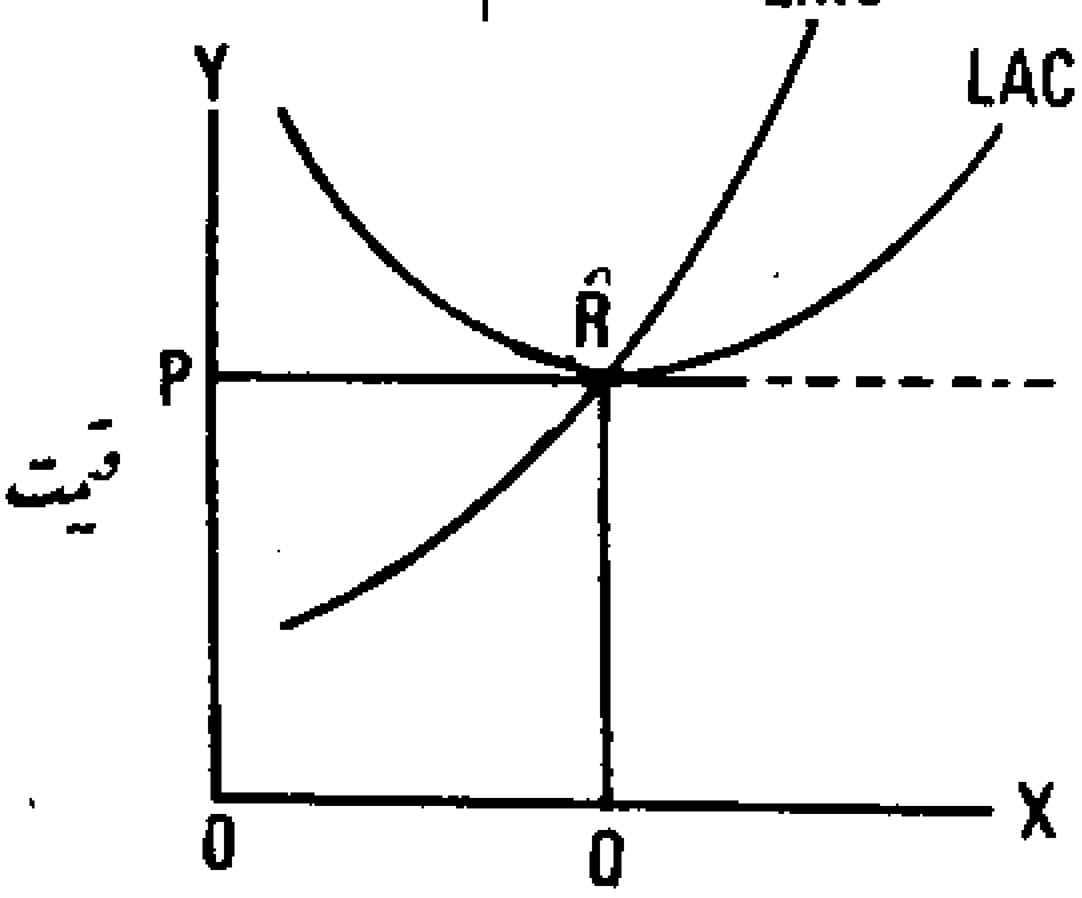

ڈائیگرام نمبر ۲۶ (ب)

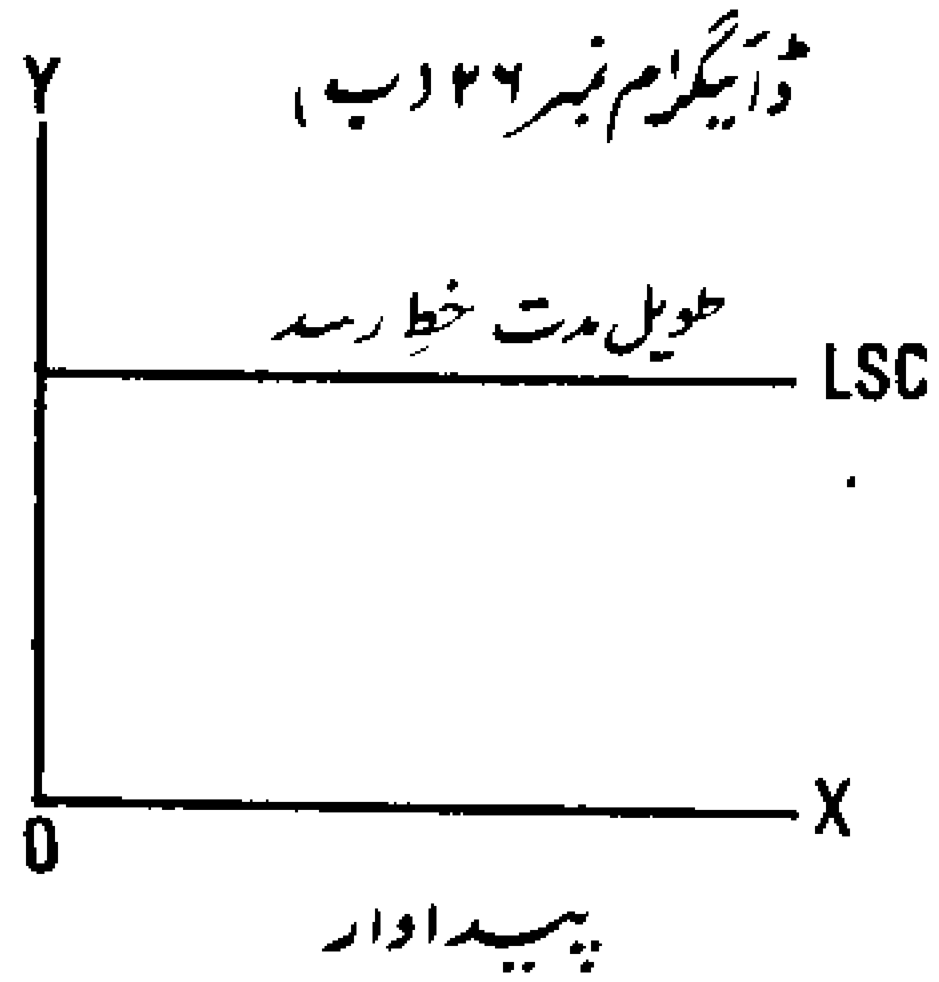

مساوی لاگت والی صنعت میں طویل مدت میں نئی فرمیں داخل تو ہوتی رہیں گی لیکن ان کے مصارف کے حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور اس طرح نئی اور پرانی فرمیں اوسط مصارف کے خط کے پست ترین نقطے پر اشیاء پیدا کرتی رہیں گی ۔ اشیاء کی اضافی رسد نئی فرمیں فراہم کریں گی ۔ طویل مدت کا مختتم لاگت خط نیچے سے اوپر اٹھتا ہے ۔ مگر طویل عرصہ کا خطِ رسد افقی خطِ مستقیم ہے جو مکمل طور پر لچکدار رہے ۔

تکثیرِ لاگت کے تحت صنعت کا خطِ رسد ۔ اگر صنعت کا حجم پہلے ہی کافی بڑا ہو اور اس کے پیداواری وسائل کی طلب وسائل کی مجموعی طلب کا ایک نمایاں اور بڑا حصہ ہو تو صنعت کی وسعت سے ان وسائل کی قیمتوں میں اضافہ ناگزیر ہوگا ۔ مخصوص فنی محنت اور کمیاب عاملینِ پیدائش معہ خام مال اور اشیائے سرمایہ وغیرہ کی طلب میں اضافہ سے ان کی قیمتوں میں لامحالہ اضافہ ہوگا ۔ اگر بیرونی

Marfat.com

نامساعد حالات، بیرونی کفائتوں کو بے اثر کردیں تو بھی لاگت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور "U" شکل کے مختتم لاگت اور اوسط لاگت کے خطوط اوپر چلے جاتے ہیں۔ اس سے کم سے کم اوسط لاگت میں اضافہ ہوتا ہے

External Economics

اور ہر فرم طویل مدت کے توازن میں اس وقت ہی ہوتی ہے۔ جب

قیمت = مختتم لاگت = کم سے کم اوسط لاگت

لیکن صنعت کی وسعت سے پہلے قیمت اور کم سے کم اوسط لاگت زیادہ ہوتی ہے۔ پس زائد پیداوار صرف زیادہ قیمت پر ہی فراہم کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے تکثیری لاگت کی صنعت کا خط رسد مثبت رجحان رکھتا ہے جیسا کہ اس شکل نمبر ۲۷ میں واضح کیا گیا ہے۔

ڈائیگرام نمبر ۲۷ (الف)

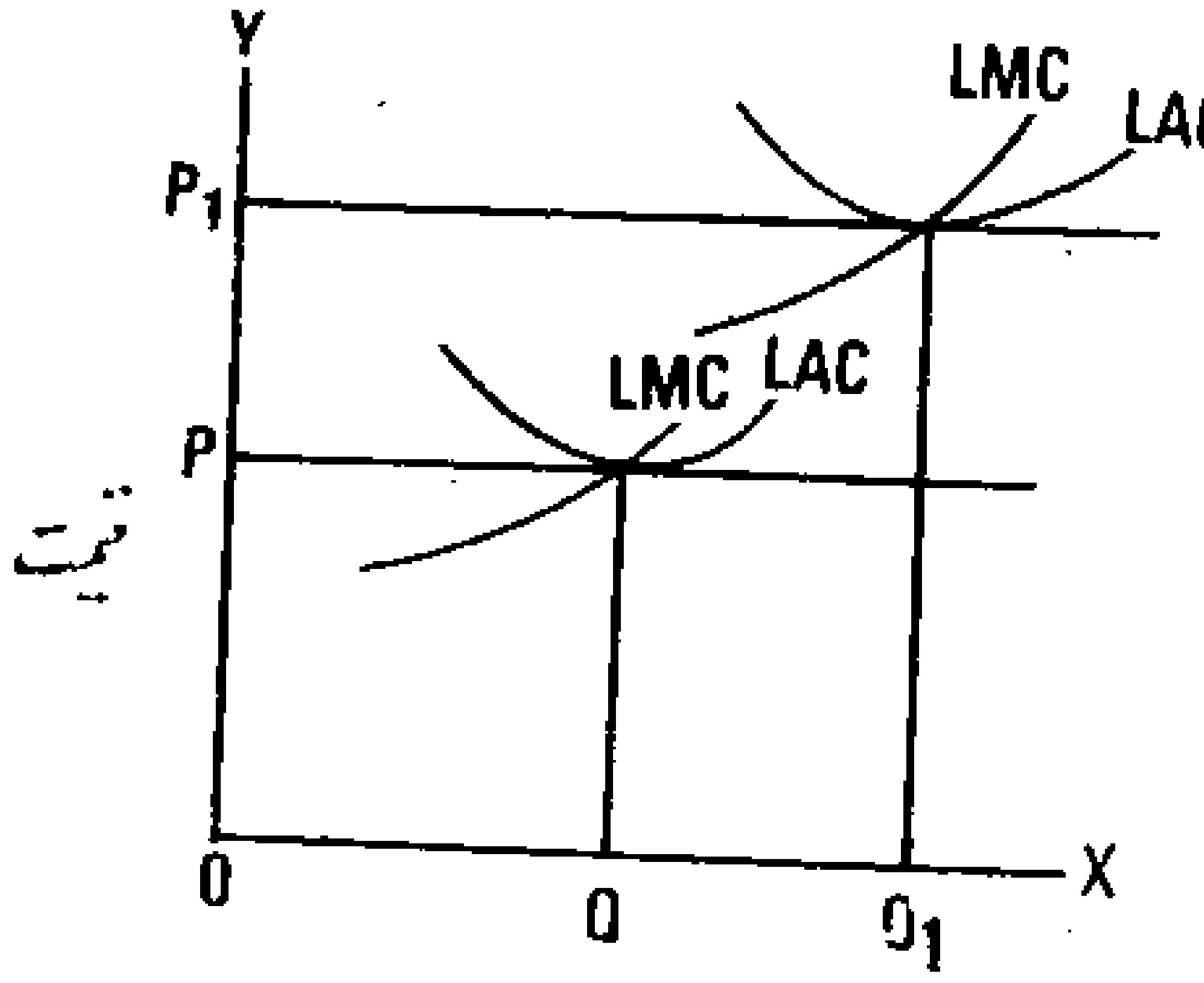

ڈائیگرام نمبر ۲۷ (ب)

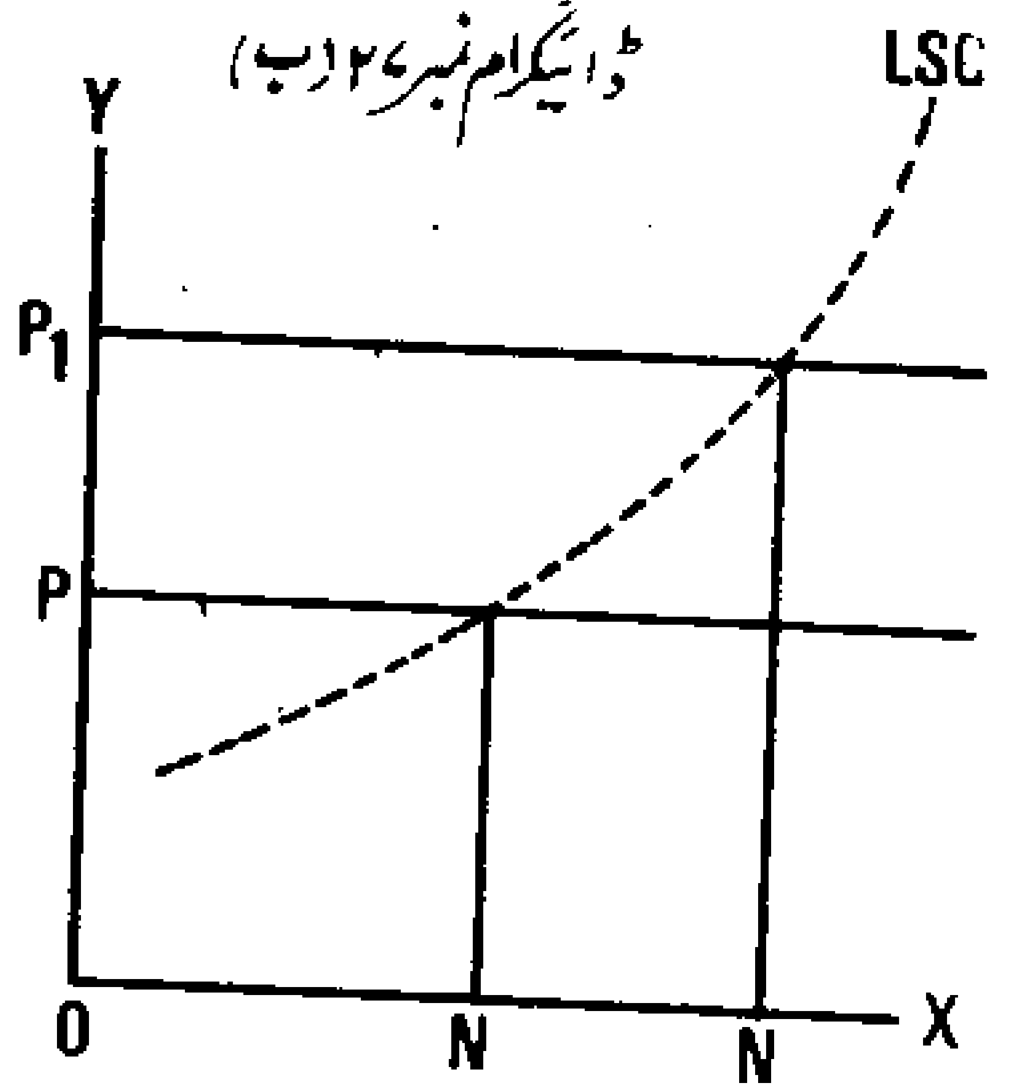

شکل میں طویل مدت کے مختتم اور اوسط لاگت کے خطوط صنعت میں فرموں کی تعداد میں اضافہ اور بیرونی نامساعد حالات External diseconomies کی وجہ سے بلند ہوگئے ہیں۔ ہر فرم OQ_1 پیداوار پر متوازن حالت میں ہوگی۔ جب کہ قیمت OP_1 ہوگی جو نئے مختتم لاگت اور اوسط لاگت کے خطوط کے اتصال سے متعین ہوئی۔ طویل مدت کا خط رسد مثبت رجحان رکھے گا۔ کیونکہ وسائلِ پیدائش مختلف صنعتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے انھیں ایک صنعت سے دوسری صنعت میں منتقل کے لیے زیادہ قیمت کی ادائیگی ناگزیر ہوگی جو تکثیری لاگت کا جواز پیدا کرتی ہے۔

تفصیلی لاگت والی صنعت کا خطِ رسد ۔ ہوسکتا ہے صنعت کو بیرونی کفائتیں حاصل ہوں۔ جب کسی نئے خطے میں کوئی نئی صنعت قائم ہوتی ہے تو بیرونی کفائتیں نامساعد حالات پر حاوی ہوجاتی ہیں۔ جس سے صنعت کے مصارفِ پیدائش کم ہوجاتے ہیں۔ ایسی کفائتیں مصارفِ پیدائش کے خط کو نیچے گرادیتی ہیں۔ مصارفِ پیدائش کے خطوط سستے خام مال اور تربیت یافتہ عملہ کی فراہمی، منڈیوں کی وسعت، عاملینِ پیدائش کی استعدادِ کار میں اضافہ سے بھی کم ہوسکتے ہیں۔ بیرونی کفائتوں کی وجہ

Marfat.com

سے ہر زائد پیداوار پہلے سے کم لاگت پر پیدا کی جاسکے گی ۔ پس ہر فرم اس نقطہ پر توازن کی حالت میں ہوگی ۔ جب

قیمت = مختتم لاگت = کم سے کم اوسط لاگت

لیکن نئی قیمت اور کم سے کم اوسط لاگت پرانی قیمت اور اوسط لاگت سے کم ہوگی ۔

ڈائیگرام نمبر ۲۸ (ا)

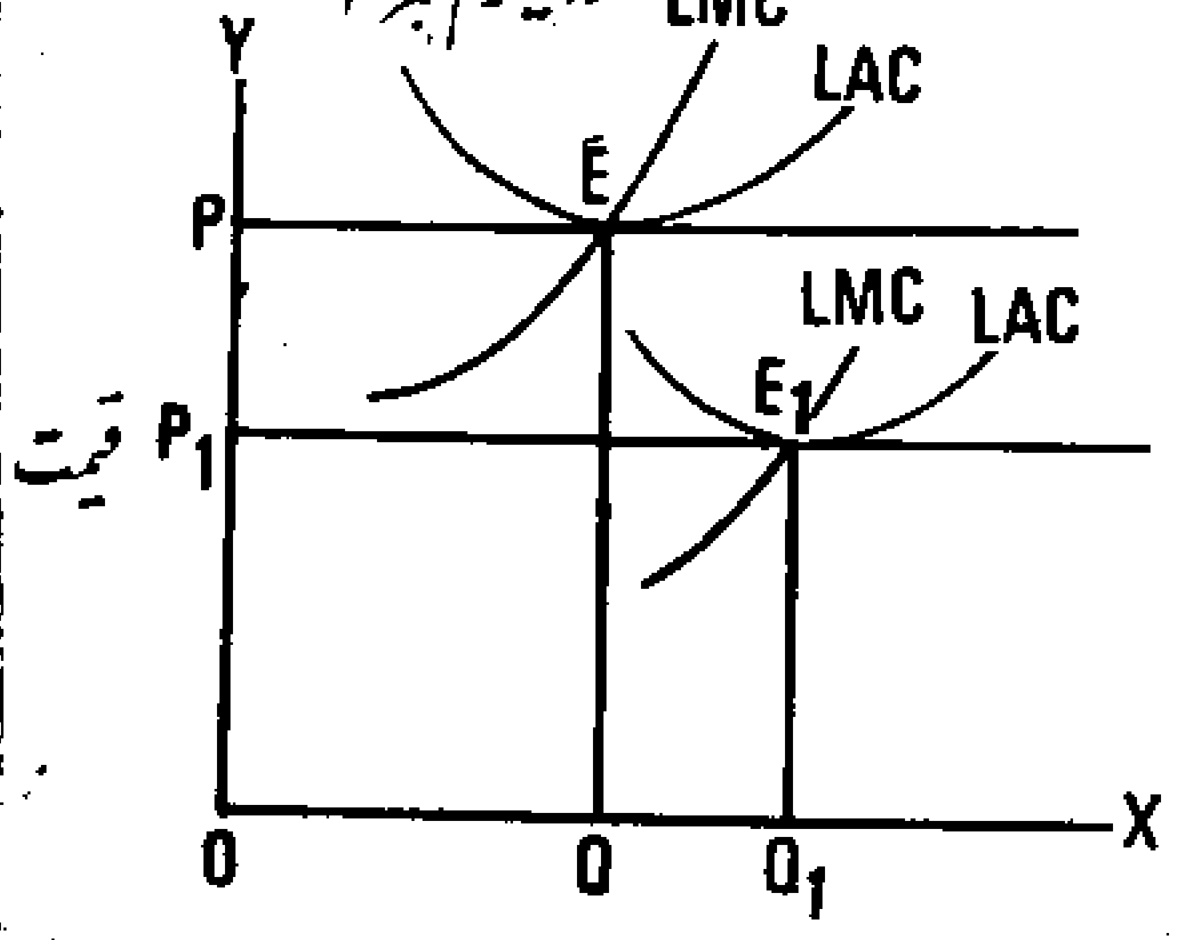

ڈائیگرام نمبر ۲۸ (ب)

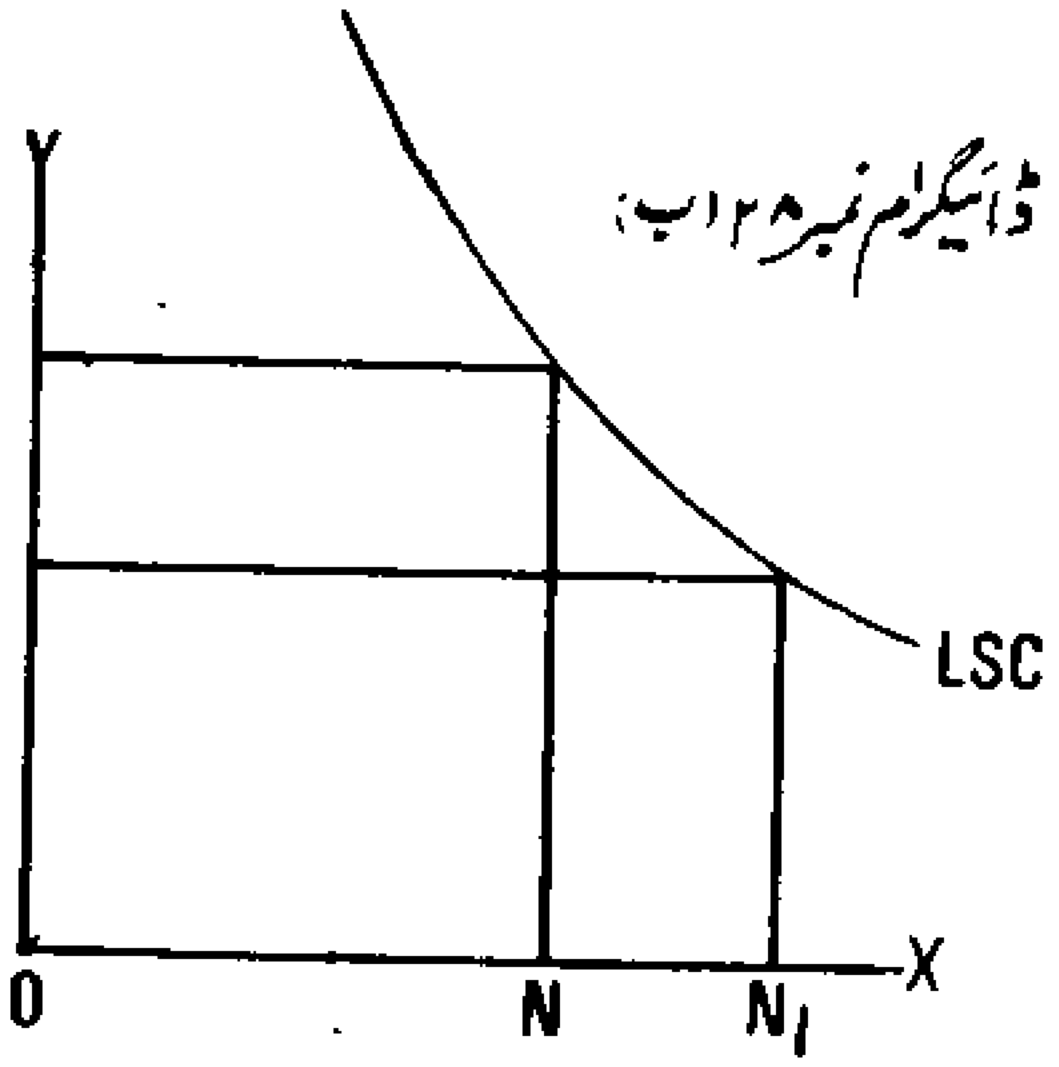

شکل میں ہر فرم نقطہ E پر متوازن حالت میں ہوگی اور وہ OQ مقدار پیدا کرے گی ۔ اگر طلب میں اضافہ کی وجہ سے OQ_1 مقدار پیدا کی جائے تو وہ OP_1 قیمت پر فراہم کی جائے گی ۔ کیونکہ اضافی پیداوار کو پہلے سے کم لاگت پر پیدا کیا گیا ہے ۔ LMC اور LAC طویل مدت مختتم اور اوسط لاگت کے خطوط ہیں ۔ نئے حالات میں ہر فرم کا نقطہ توازن E_1 ہوگا ۔ قیمت OP_1 اور پیداوار OQ_1

سوالات

۱ ۔ فرم کے توازن کی وضاحت (ا) کل وصولیوں اور کل مصارف پیدائش (ب) مختتم وصولی اور مختتم مصارف کے ذریعے کریں ۔

۲ ۔ مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا توازن اس نقطہ پر ہوتا ہے جہاں

$$MC = MR = AC = AR = P$$

۳ ۔ کیا عرصہ قلیل میں نقصان اٹھانے والی اور غیر معمولی منافع کمانے والی فرمیں صنعت میں رہ سکتی ہیں ۔ یہ کس طرح متوازن حالت اختیار کرسکتی ہیں ۔

۴ ۔ طویل عرصہ میں فرم اور صنعت کا توازن کس طرح حاصل ہوتا ہے ۔ وضاحت کریں ۔

۵ ۔ مکمل مقابلہ کے تحت صنعت کا خط رسد کس طرح اخذ کیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

باب ۱۱

غیر مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا توازن

FIRM EQUILIBRIUM UNDER INPERFECT COMPETITION

غیر مکمل منڈی یا مقابلہ سے مراد ایسے حالات ہوتے ہیں۔ جن میں خریدار اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ مختلف دکانوں پر شے کی کیا قیمت وصول کی جا رہی ہے یا مختلف دکانداروں کو یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ مختلف خریدار شے کی کیا قیمت ادا کر رہے ہیں۔ اس طرح غیر مکمل مقابلہ میں ایک وقت پر کسی شے کی ایک سے زائد قیمتیں وصول کی جا رہی ہوتی ہیں۔ اکثر خریداروں اور فروخت کنندگان کے درمیان کوئی براہ راست یا بالواسطہ رابطہ ہی نہیں ہوتا۔ انہیں منڈی کے حالات سے واقفیت بھی نہیں ہوتی۔ غیر مکمل مقابلہ کی مندرجہ ذیل صفات ہوتی ہیں۔

۱۔ فریقین کی تعداد میں فرق۔ غیر مکمل مقابلہ میں یا تو خریدار تعداد میں چند ایک ہوتے ہیں یا فروخت کنندگان کی تعداد محدود ہوتی ہے۔ اس طرح جن کی تعداد دوسرے فریق سے نسبتاً کم ہو وہ قیمت پر اثر انداز ہو جاتا ہے۔ اگر خریدار چند ایک ہوں تو قیمت کم ہو جائیگی اور اگر فروخت کنندگان چند ایک ہوں تو وہ اپنے اتحاد یا اثر و رسوخ سے قیمت کو بڑھا دیں گے۔ اسے اجارہ دارانہ مقابلہ بھی کہتے ہیں۔ اگر صرف ایک ہی فروخت کنندہ ہو تو اسے اجارہ دار اور اگر دو فروخت کنندگان ہوں تو ایسی حالت کو دوجاری Duopoly کہتے ہیں۔ چند فروخت کنندگان کی اجارہ داری کو چند جاری Oligopoly کہتے ہیں۔ اسی طرح خریداروں کی جانب سے بھی اجارہ داری Mono-psony دوجاری Duopsony اور چند ایک ہی اجارہ داری Oligopsony ہو سکتی ہے۔

۲۔ قیمت سے ناواقفیت۔ فریقین کی منڈی کے حالات سے ناواقفیت بھی منڈی یا مقابلہ کو غیر مکمل بنا دیتی ہے۔ بعض اوقات خریدار منڈی کے حالات سے واقف ہونے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے۔ وہ اپنی مخصوص اور پسندیدہ دکانوں سے اشیاء خریدنا پسند کرتے ہیں۔ مثلاً لاہور میں کچھ جدید طرز کے شاپنگ سنٹر کھل جانے سے امیر طبقہ اکثر وہیں سے خرید و فروخت کرتا ہے۔ جہاں وہ تقریباً ہر شے کے کچھ زیادہ ہی دام دے آتا ہے۔

Marfat.com

۳- ذرائع نقل و حمل - اگر حمل و نقل کے اخراجات زیادہ ہونے کے علاوہ دقت طلب بھی ہوں جس سے خریدار کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو وہ اپنے قریبی دکانداروں سے ہی اپنی مطلوبہ اشیاء خرید لیتے ہیں۔ خواہ انہیں اس شے کے کچھ زیادہ دام ہی کیوں نہ ادا کرنے پڑیں۔ اسی طرح بھی غیر مکمل مقابلہ کے حالات جنم لیتے ہیں۔

۴- اشیاء کی خصوصیت میں فرق یا امتیازی اشیاء - بعض آجرین اپنی مصنوعات کی ٹریڈ مارک، ڈیزائن، پیکنگ یا محض نام بدل دینے سے اسے امتیازی شے بنا کر پیش کرتے ہیں اور اس طرح ایک جیسی شے کی مختلف قیمتیں وصول کرنے کا جواز پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح صارفین بھی محض اپنے طرزِ فکر کی بناء پر ایک شے کی مختلف اکائیوں کی مختلف قیمتیں ادا کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

۵- اُدھار اشیاء خریدنے کا رجحان - بعض لوگ ادھار اشیاء لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ چونکہ ایسے حالات میں گاہک شے کی قیمت فوری طور پر نقد ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے دکاندار خریدار کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مہنگے داموں اشیاء فروخت کرتا ہے۔ بعض اوقات خریدار محض اپنی امارت اور بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ہی دکان سے اپنی مطلوبہ اشیاء خرید لیتا ہے۔ خواہ اسے اس کے زیادہ دام ہی کیوں نہ ادا کرنا پڑیں۔

غیر مکمل مقابلہ میں رنگ ڈیزائن اور پیکنگ کی وجہ سے اشیاء کی یکسانیت ختم کر دی جاتی ہے۔ صنعت میں نئی فرموں کے داخلے اور پرانی فرموں کے اخراج پر پابندیاں ہوتی ہیں۔ خریدار اور فروخت کنندگان کے درمیان براہِ راست یا بالواسطہ رابطہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ذرائع نقل و حمل کی پسماندگی اور بعض اوقات حکومت کی حکمتِ عملی سے اس میں رکاوٹیں حائل ہو سکتی ہیں۔ عاملینِ پیدائش کی رسد غیر لچکدار ہوتی ہے اور ان میں نقل پذیری بھی مفقود ہوتی ہے۔

اجارہ دارانہ مقابلہ MONOPOLISTIC COMPETITION

اجارہ دارانہ یا غیر مکمل منڈی سے مراد وہ حالات ہوتے ہیں۔ جن میں کئی آجرین ایسی اشیاء پیدا کرتے ہیں جو ایک دوسرے کے قریبی نعم البدل بھی ہوتے ہوں۔ مکمل مقابلہ کے تحت اشیاء میں مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے۔ جب کہ غیر مکمل مقابلہ میں امتیازی اشیاء ہوتی ہیں۔ مختلف آجرین ایک دوسرے کے ساتھ اشیاء کی فروخت کے لیے مقابلہ تو کرتے ہیں لیکن وہ یکساں اشیاء پیدا نہیں کرتے۔ ان کی پیدا شدہ اشیاء ایک دوسرے سے یکسر مختلف بھی نہیں ہوتیں۔ امتیازی اشیاء سے مراد یہ ہے کہ وہ نام، رنگ، ڈیزائن یا پیکنگ کے لحاظ سے تو مختلف ہو سکتی ہیں۔ مگر استعمال کے لحاظ سے مختلف نہیں ہوتیں۔ مثلاً قومی ملکیت میں آنے سے پہلے مختلف فرمیں بناسپتی گھی بناتی تھیں۔ مثلاً

Marfat.com

ڈالڈا، تلو، خیبر، سلوا اور کشمیر بناسپتی وغیرہ۔ اسی طرح لیور برادرز مختلف ناموں سے کئی صابن بناتا ہے۔ مثلاً لکس، رکسونا، ریوارڈ، سنلائٹ اور لائف بوائے وغیرہ۔ اسی طرح مختلف کمپنیاں ٹوتھ پیسٹ بناتی ہیں۔ مثلاً تبت، کالینوس، کالگیٹ، بلیا کا وغیرہ۔

خام مال کے استعمال اور ڈیزائن وغیرہ کی وجہ سے مختلف اشیاء میں حقیقی فرق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اکثر نشر واشاعت، پیکنگ، ٹریڈ مارک اور برانڈ کی وجہ سے بھی اشیاء کو امتیازی بنا دیا جاتا ہے۔ منڈی کا محلِ وقوع، دکاندار کا رویہ یعنی خوش خلقی بھی اشیاء کو نمایاں اور امتیازی بنا دیتی ہے۔

اجارہ دارانہ مقابلہ میں بھی فرموں کی مناسب مقدار ہوتی ہے۔ لیکن ان میں سے ہر فرم کا صرف محدود حد تک منڈی پر کنٹرول ہوتا ہے۔ فرموں کی مناسب تعداد کی وجہ سے ان میں ایک دوسرے پر انحصار کرنے کا احساس باقی نہیں رہتا۔ ہر فرم قیمت پر صرف محدود حد تک ہی اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اپنی خود مختار پالیسی کی وجہ سے ہر فرم قیمت کی آزادانہ پالیسی پر عمل پیرا ہوتی ہے اور کوئی بھی مدِ مقابل دوسرے کے معاملے میں دخل در معقولات نہیں کرتا۔

مکمل مقابلہ کی مانند غیر مکمل مقابلہ میں بھی فرموں کو صنعت میں داخلے پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ غیر مکمل مقابلہ کے تحت فروخت ہونے والی اشیاء معیاری نہیں ہوتیں بلکہ امتیازی ہوتی ہیں اور مقابلہ صرف قیمت کی بناء پر ہی نہیں ہوتا۔ خریدار اشیاء اور خدمات کے ایسے مجموعے خریدتے ہیں جو ٹریڈ مارک، ڈیزائن، پیکنگ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ فروخت کنندگان کی شخصیت اور خریداروں کی پسندیدگی بھی اہم رول ادا کرتی ہے۔ صارفین کسی خاص برانڈ کے ساتھ اپنی پسند اور وابستگی کا کھلے عام اظہار کرتے ہیں۔ جس سے فروخت کنندگان منڈی پر اجارہ دارانہ اثر و رسوخ حاصل کر لیتے ہیں۔ اگر وہ شے کی معمولی سی قیمت بھی بڑھائیں تو انھیں بہت سے گاہکوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح قیمت میں معمولی سی کمی سے انہیں کچھ اور گاہک مل جاتے ہیں۔ مگر ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں ہوتی۔ اس لیے غیر مکمل مقابلہ کے تحت خطِ طلب کا جھکاؤ یا رجحان منفی ہوتا ہے۔ اجارہ دارانہ مقابلہ میں فروخت کنندہ کو خاص اپنے برانڈ کی اشیاء پر اجارہ دارانہ کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔ لیکن یہ کنٹرول بھی قریبی نعم البدل کی موجودگی میں متنزلزل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ قیمت میں اضافہ کی صورت میں صارفین نعم البدل اشیاء کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔

غیر مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا توازن ۔ اجارہ دارانہ مقابلہ میں مختلف فرمیں مختلف نوعیت کی اشیاء بناتی ہیں اور ان میں سے ہر فرم اپنی شے کی طلب اور اس کی لاگت کے مطابق مختلف قیمتوں پر اشیاء فروخت کرتی ہے۔ ہر فرم شے کی قیمت اور پیداوار کا تعین [illegible] سے ... [illegible]

رہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہر آجر خواہ وہ اجارہ دار ہو یا مکمل اور غیر مکمل مقابلے کے تحت پیدائشِ دولت میں مصروف ہو۔ اس کا سب سے بڑا مقصد منافع کمانا ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ کرنا ہے۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب

مختتم لاگت = مختتم وصولی

جب تک مختتم وصولی مختتم لاگت سے زیادہ ہے۔ آجر کے لیے پیدائشِ دولت میں توسیع نفع بخش ہو گی۔ لیکن اگر مختتم وصولی مختتم لاگت سے کم ہو تو وہ عملِ پیدائش کو محدود کر دے گا۔ حتیٰ کہ مختتم وصولی مختتم لاگت کے برابر ہو جائے گی۔ پس قلیل عرصہ میں فرم کا توازن اس نقطہ پر ہوتا ہے جہاں مختتم وصولی مختتم لاگت کے برابر ہو۔

عرصہ قلیل کا توازن Short-run Equilibrium

غیر مکمل مقابلہ میں فرم کی اوسط اور مختتم وصولی کا خط ایک نہیں ہوتا جیسا کہ مکمل مقابلہ کے تحت ہوتا ہے۔ ان خطوط کا رجحان منفی ہوتا ہے اور ان میں سے اوسط وصولی کا خط مختتم وصولی خط کے اوپر واقع ہوتا ہے۔ جیسا کہ شکل ۱ میں واضح کیا گیا ہے۔ غیر مکمل مقابلہ کے تحت بھی فرم کا توازن ان حالات میں ہو گا۔

(i) $MC = MR$ یعنی مختتم لاگت = مختتم وصولی

(ii) $AC = AR$ اوسط لاگت = اوسط وصولی

(iii) $P = AR$ قیمت = اوسط وصولی

(iv) $TC = TR$ کل لاگت = کل وصولی

مساوات (i) مساوات (ii) کے برابر نہیں۔ لیکن جب تک اوسط لاگت اور اوسط وصولی برابر نہیں ہوتی۔ کل لاگت بھی کل وصولیوں کے برابر نہیں ہوتی۔ ایسے حالات میں فرم کبھی توازن کی حالت میں نہیں ہو گی۔ غیر مکمل مقابلہ میں بھی تین قسم کی فرمیں صنعت میں مصروفِ کار ہو سکتی ہیں۔

(i) نارمل منافع کمانے والی فرم جس کے مختتم مصارف اس کی مختتم وصولیوں کے برابر ہوتے ہیں اوسط لاگت اوسط وصولیوں کے برابر اور کل لاگت کل وصولیوں کے مساوی ہوتی ہے۔

(ii) غیر معمولی منافع کمانے والی فرم جس کی مختتم لاگت تو مختتم وصولی کے برابر ہوتی ہے مگر اوسط وصولیاں اوسط لاگت سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اس طرح کل وصولیاں بھی کل لاگت سے زیادہ ہوتی ہیں۔

(iii) نقصان برداشت کرنے والی فرم جس کی مختتم لاگت مختتم وصولی کے برابر ہوتی ہے۔ مگر اوسط لاگت اوسط وصولیوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ جس سے کل لاگت بھی کل وصولیوں سے تجاوز کر جاتی ہیں

Marfat.com

ان تینوں قسم کی فرموں کی وضاحت ان اشکال سے کی گئی ہے۔

• **نارمل نفع کمانے والی فرم**۔ شکل نمبرا میں ایسی فرم کی پیداوار اور قیمت کے ذریعے توازن واضح کیا گیا ہے۔ جو عرصہ قلیل میں نارمل منافع کما رہی ہے۔ اس فرم کا مختتم لاگت کا خط MC مختتم وصول کے خط MR کو نقطہ E پر نیچے سے قطع کرتا ہے۔ نقطہ E کے عین اوپر AR خط نقطہ M پر اوسط لاگت کا خط AC اوسط وصول کے خط پر مماس بناتا ہے۔ اس طرح اگر نقطہ E پر مختتم لاگت اور مختتم وصول بھی برابر ہیں۔ q مختتم پیداواری اکائی ہے جو Eq لاگت پر پیدا کی جاتی ہے اور اسے اس قیمت پر فروخت بھی کیا جاتا ہے۔ Oq کل پیداوار ہے جس کی کل لاگت اور کل وصولیوں کی پوزیشن کچھ اس طرح ہے۔

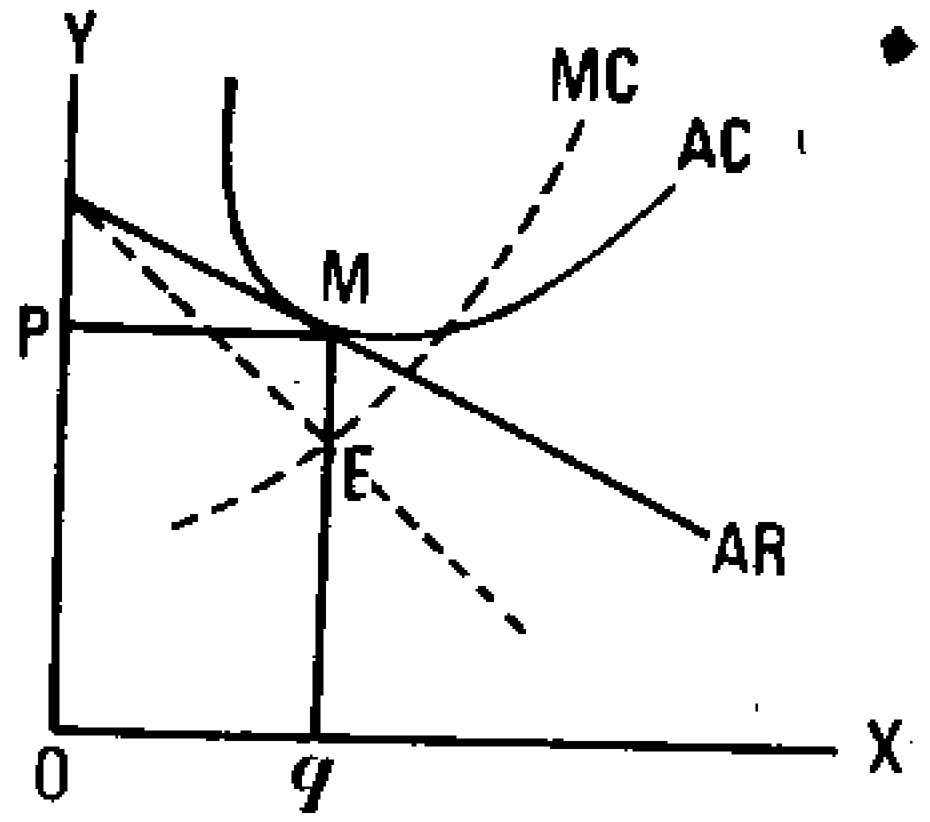

شکل نمبرا

$TC = Oq.Mq = OqMP$ یعنی کل لاگت = کل مقدار x اوسط لاگت

$TR = Oq.Mq = OqMP$ یعنی کل وصولیاں = کل مقدار x اوسط حاصل

کل لاگت = کل وصولیاں

کیونکہ $OqMP = OqMP$.

پس یہ فرم عرصہ قلیل میں نارمل منافع کما رہی ہے۔

غیر معمولی منافع کمانے والی فرم۔ شکل نمبر ۲ میں ایسی فرم کو واضح کیا گیا ہے۔ جو غیر معمولی منافع کما رہی ہے۔ اس فرم کے مختتم لاگت اور مختتم وصولی کے خطوط ایک دوسرے کو نقطہ E پر قطع کرتے ہیں۔ اس طرح مختتم پیداوار q اور مختتم لاگت اور حاصل Eq ہوں گے۔ لیکن اس فرم کا اوسط لاگت کا خط اوسط وصول کے خط سے نیچے واقع ہے۔ یعنی اوسط وصول اور اوسط لاگت برابر نہیں ہیں۔ اس لیے کل وصول اور کل لاگت بھی برابر نہیں ہوں گے۔ اس کی کل لاگت کل وصولیوں سے کم ہے۔ اس لیے یہ غیر معمولی منافع کمائے گی۔

$TC = Oq.Tq = OWTq$

$TR = Oq.Sq = OPSq$

$TR - TC =$ Abnormal profit

$OPSq - OWTq = PWTS$ —— غیر معمولی منافع

Marfat.com

اس غیر معمولی منافع کے پیش نظر صنعت میں نئی فرموں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ جس سے عاملینِ پیدائش اور خام مال کی طلب میں اضافہ ہوگا جو بالآخر ان عوامل کی قیمتوں میں بھی اضافہ کا موجب بنے گا۔ اس سے کل مصارف میں اضافہ ناگزیر ہو جائے گا۔ ایسے حالات میں اوسط لاگت کا خط اپنی پہلی جگہ سے منتقل ہو کر اوپر آئے گا اور کسی نقطے پر اوسط وصولی کے خط پر مماس بنائے گا جہاں دونوں یعنی اوسط لاگت اور اوسط وصولیاں یکساں ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شکل نمبر ۲ (د) میں واضح کیا گیا ہے۔ اوسط لاگت کا نیا خط AC' اوپر جا کر AR کے خط کو نقطہ M پر مماس بناتا ہے اور اس طرح کل لاگت اور کل وصولیاں بھی برابر ہو جاتی ہیں۔ کل لاگت OPMq اور کل وصولی بھی OPMq ہی ہے۔ اس کی وضاحت شکل نمبر ۲ (د) میں کی گئی ہے۔

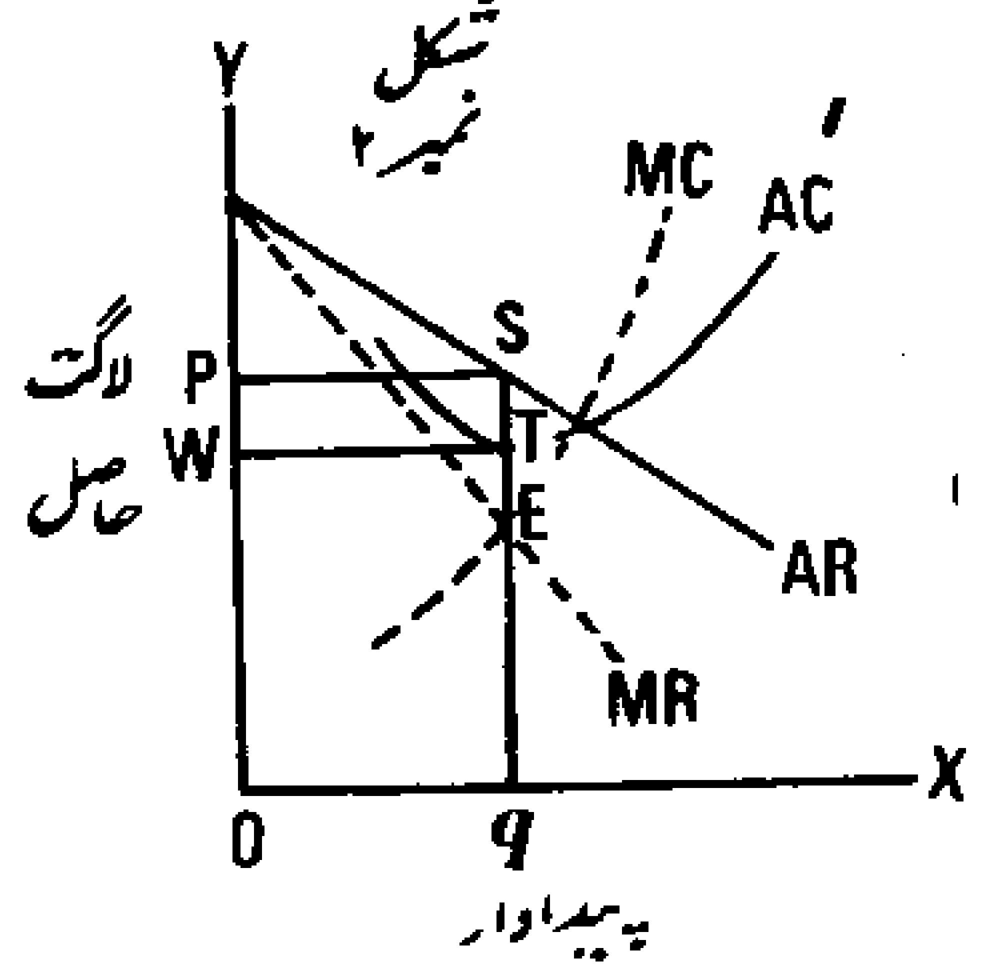

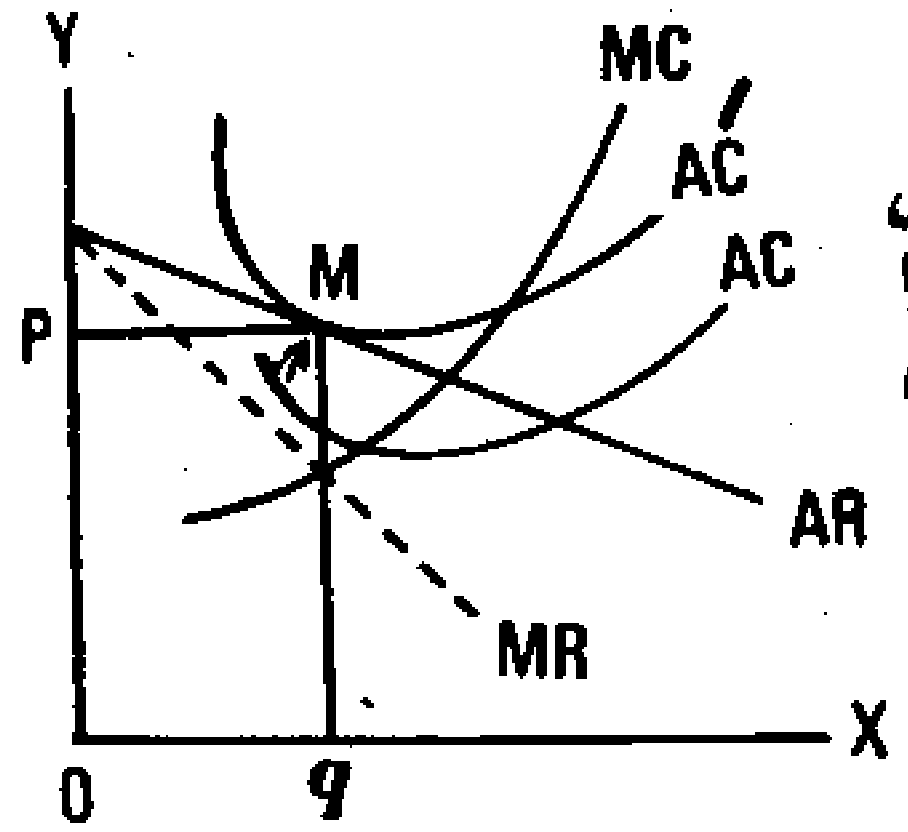

شکل نمبر ۲ (د)

اشیاء کی قیمت کم ہو جانے سے بھی غیر معمولی منافع ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے کل وصولیاں کم ہو کر کل لاگت کے برابر آ جاتی ہیں۔ اس کی وضاحت شکل نمبر ۲ (ب) میں کی گئی ہے۔ اگر قیمت OP سے گرا کر OP' کر دی جائے تو AR جو اپنی اصلی جگہ کو چھوڑ کر نیچے آ گیا۔ وہ نقطہ S پر اوسط لاگت کے خط کو چھوتا ہے اور محض قیمت کم ہونے سے PP'TS کے برابر غیر معمولی منافع ختم ہو گیا۔ موجودہ حالات میں۔

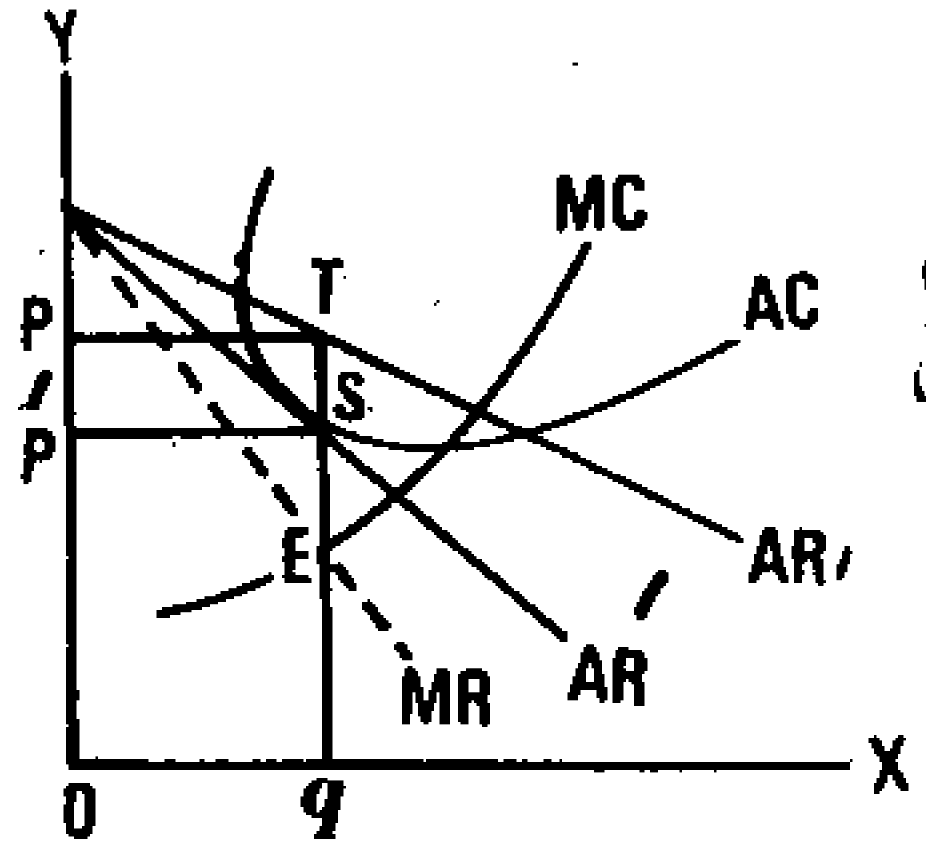

شکل نمبر ۲ (ب)

کل لاگت = $OP'Sq = Sq \cdot Oq$

کل وصولیاں = $OP'Sq = Sq \cdot Oq$

کل لاگت = کل وصولیاں

اور $OP'Sq = OP'Sq$

Marfat.com

معمولی سے کم منافع یا نقصان اٹھانے والی فرم۔

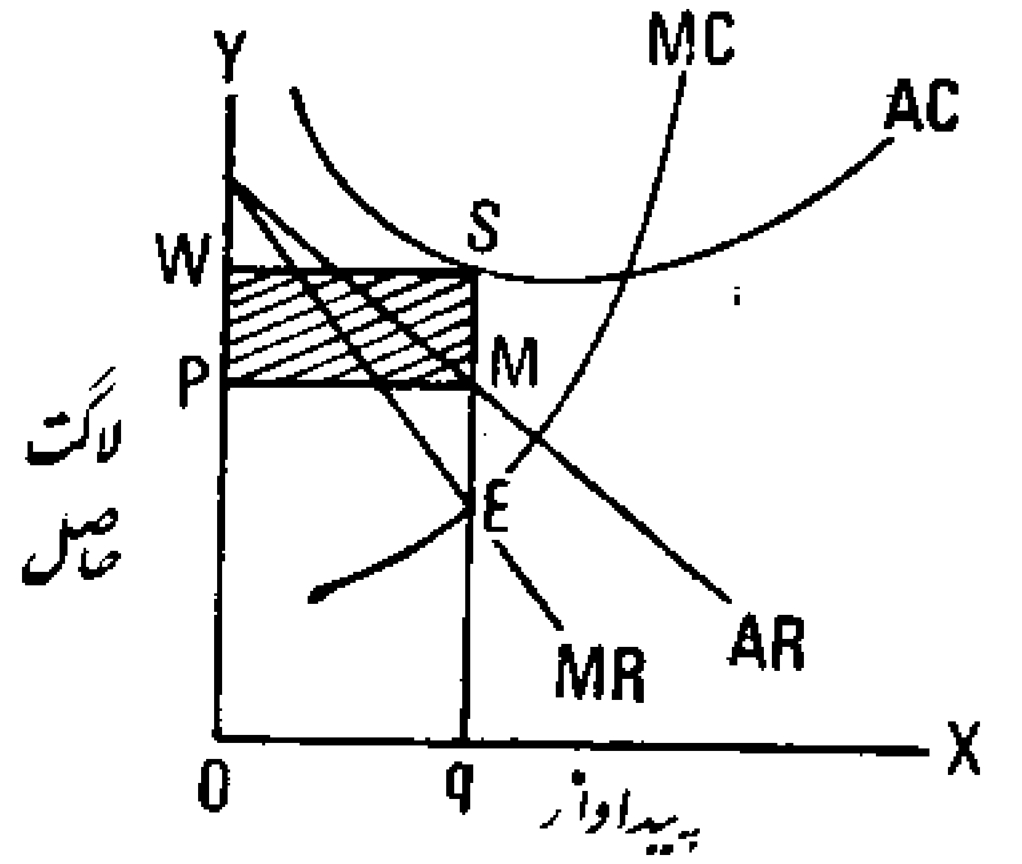

شکل نمبر ۳

شکل نمبر ۳ اس فرم کی وضاحت کرتی ہے جو نقصان برداشت کر رہی ہے۔ اگرچہ اس فرم کی مختتم لاگت اور مختتم نقطہ E پر برابر ہے۔ لیکن اوسط لاگت کا خط اوسط وصولی کے خط سے بلند ہے۔ چونکہ وہ یکساں نہیں اس لیے کل لاگت اور کل وصولیوں سے بہت زیادہ ہے اور فرم نقصان اٹھا رہی ہے۔

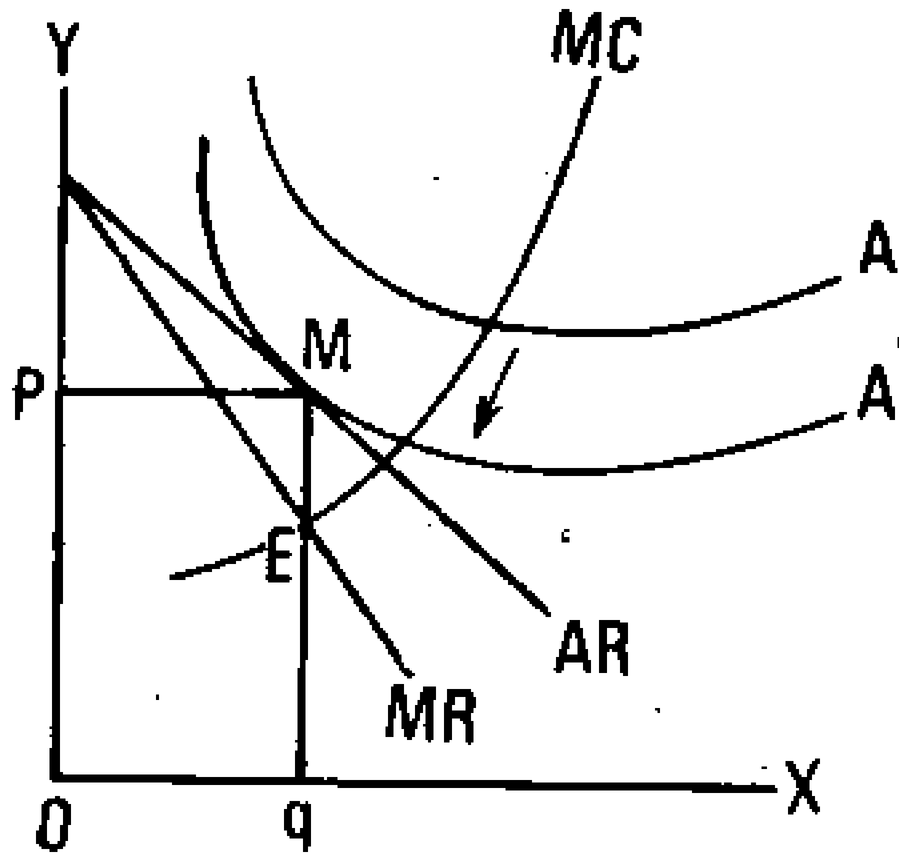

شکل نمبر ۳ (ا)

کل لاگت = $OWSq = Sq \cdot Oq$

کل وصولی = $OPMq = Mq \cdot Oq$

$PWSM = OPMq = OWSq$

پس $PWSM$ رقبہ فرم کے نقصان کو ظاہر کرتا ہے۔ اس نقصان کو ختم کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ فرم اندرونی اور بیرونی کفایتوں کی وجہ سے مصارفِ پیدائش کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے اوسط مصارف کم ہو جائیں گے۔ اس طرح اوسط لاگت کا خط اپنی اصل جگہ چھوڑ کر نیچے آ جائے گا اور وہ کسی نقطے پر AR یعنی اوسط وصولی کے خط پر مماس بنائے گا۔ جس سے کل لاگت اور کل وصولیاں بھی یکساں ہو جائیں گے۔ اس کی وضاحت شکل نمبر ۳ (ا) میں کی گئی ہے۔

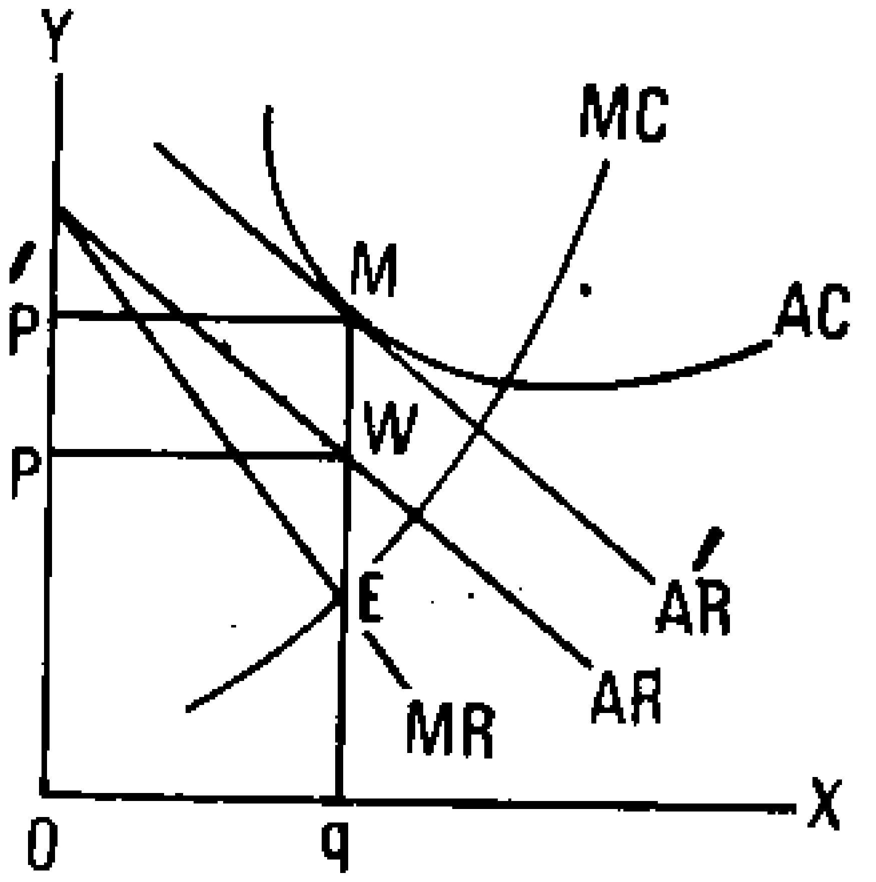

شکل نمبر ۳ (ب)

قیمت میں اضافہ سے فرم اپنے نقصان کو ختم کر سکتی ہے۔ مثلاً اگر شکل نمبر ۳ (ب) کے مطابق قیمت OP سے بڑھ کر OP' ہو جائے تو اوسط وصولی کا خط بھی اپنی اصل جگہ سے منتقل ہو کر اوپر آ جائے گا اور وہ اوسط لاگت کے خط کو نقطہ M پر مماس بنائے گا۔ اس طرح اوسط لاگت اور اوسط وصولیاں دوبارہ برابر ہو جائیں گے اور فرم متوازن حالت میں آ جائے گی۔

کل لاگت = $OP'Mq = Mq \cdot Oq$

Marfat.com

کل وصولی = $OPMq = Mq . Oq$

کل لاگت = کل وصولی یعنی $OPMq = OPMq$.

اجارہ داری کے تحت توازن
EQUILIBRIUM UNDER MINIPOLY

اجارہ داری میں صرف ایک فرد یا ادارہ کو رسد پر کل اختیار ہوتا ہے اور پیدا شدہ شے کا کوئی بھی قریبی نعم البدل نہیں ہوتا۔ صنعت میں داخلہ پر پابندی ہوتی ہے۔ اس لیے اسے مقابلے کا کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ وہ منہ مانگی قیمت بھی وصول کر سکتا ہے اور رسد پر بھی کنٹرول کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ایک وقت میں ایک ساتھ دونوں اختیارات کو استعمال نہیں کر سکتا۔ وہ ان میں سے صرف ایک اختیار کو استعمال کرتا ہے اور دوسرا اختیار صارفین پر چھوڑ دیتا ہے۔ اگر وہ قیمت متعین کرے تو اسے رسد کے تعین کا اختیار صارفین کے سپرد کرنا پڑتا ہے اور وہ شے کی اسی قدر مقدار تیار کرنے پر مجبور ہوگا جتنی مقدار صارفین اس کی متعین شدہ قیمت پر خریدنے پر آمادہ ہوں۔ اس کے برعکس اگر وہ رسد پر اپنا اختیار استعمال کرے تو اسے صارفین کو قیمت کے تعین کا اختیار دینا پڑتا ہے۔ یعنی اسے وہی قیمت قبول کرنا پڑتی ہے جس قیمت پر صارفین اس کی فراہم شدہ رسد کو خریدنے پر آمادہ ہوں۔ آجر قیمت کے تعین کے اختیار کو بھی ایک حد سے زیادہ استعمال نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اسے کئی خطرات درپیش ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نئی فرموں کا صنعت میں داخل ہونا، اس شے کے نعم البدل کی تیاری یا حکومت کی مداخلت سے اشیاء کی پست قیمت کا تعین وغیرہ۔ رسد متعین کرتے وقت اسے قوانینِ پیدائش یا قوانینِ لاگت کو ملحوظِ خاطر رکھنا پڑتا ہے۔

مکمل مقابلہ میں خطِ طلب یا اوسط وصولی کا خط ایکس محور کے بالکل متوازی ہوتا ہے کیونکہ ان حالات میں کوئی بھی فرم مروجہ قیمت پر اثر انداز نہیں ہو سکتی مگر اجارہ داری کے تحت ایسا نہیں ہوتا۔ اجارہ دار اکیلا تمام صنعت کی نمائندگی کرتا ہے۔ یعنی صنعت میں صرف ایک ہی فرم ہوتی ہے۔ اس کا خطِ طلب یا اوسط وصولی کا خط منفی رجحان رکھنے والا خط ہوتا ہے۔ اگر اجارہ دار شے کی قیمت کم کرے تو طلب میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اگر قیمت میں اضافہ کرے تو طلب کم ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اشیاء کی زیادہ مقدار کی فروخت کے لیے اجارہ دار کو قیمت میں کمی کرنا پڑتی ہے۔ اس سے نہ صرف زائد فروخت ہونے والی اشیاء کی قیمت گر جاتی ہے بلکہ کل وصولیاں بھی کم ہو جاتی ہیں۔ چونکہ پیداوار اس قیمت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس پر اشیاء فروخت ہوتی ہیں۔ اس لیے قیمت کی وہ حیثیت نہیں ہوتی جو مکمل مقابلہ کے تحت ہوتی ہے۔ اسی طرح چونکہ مکمل مقابلہ میں اوسط وصولی کا خط ایکس محور کے متوازی ہوتا ہے۔ اس لیے مختتم وصولی اوسط وصولیوں کے برابر ہوتی ہے۔ لیکن اس کے برعکس

Marfat.com

اجارہ داری میں ہر زائد اکائی فروخت کرنے سے اوسط وصول کم ہوتی ہے۔ اس لیے مختتم وصول کا خط اوسط وصول کے خط کے نیچے واقع ہوتا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اجارہ دار بھی منڈی کے حالات اور اثرات سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ بہت بلند قیمت متعین کرنے سے مقدار فروخت گر جاتی ہے لیکن قیمت گرا کر بھی مقدار فروخت کو بہت زیادہ بلند نہیں کیا جا سکتا۔ تب فرم کا توازن کیسے ہوگا؟ پیداوار اور قیمت کی پوزیشن کیا ہوگی؟ ان حالات میں طلب اور لاگت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اجارہ داری کے تحت اوسط لاگت کا خط "U" شکل کا ہوتا ہے۔ مختتم لاگت کا خط اسے نیچے سے قطع کرتا ہے۔

چونکہ اجارہ دار اپنے منافع کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اس لیے وہ اتنی مقدار پیدا کرے گا اور وہ قیمت وصول کرے گا۔ جس سے منافع میں اضافہ ہو۔ وہ پیدائش دولت کو اس نقطہ تک وسعت دے گا جہاں مختتم لاگت مختتم وصول کے برابر ہو جائے۔ وہ اس وقت تک اشیا پیدا کرتا رہے گا جب تک مختتم وصول مختتم لاگت سے زیادہ ہوگی کیونکہ اس سے اس کے منافع میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ جب مختتم لاگت مختتم وصول کے برابر ہو جائے تو منافع بھی سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگر پیداوار کو مزید بڑھا جائے گا تو منافع میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ قیمت اور پیداوار کے توازن کی وضاحت اس شکل نمبر ا سے کی گئی ہے۔

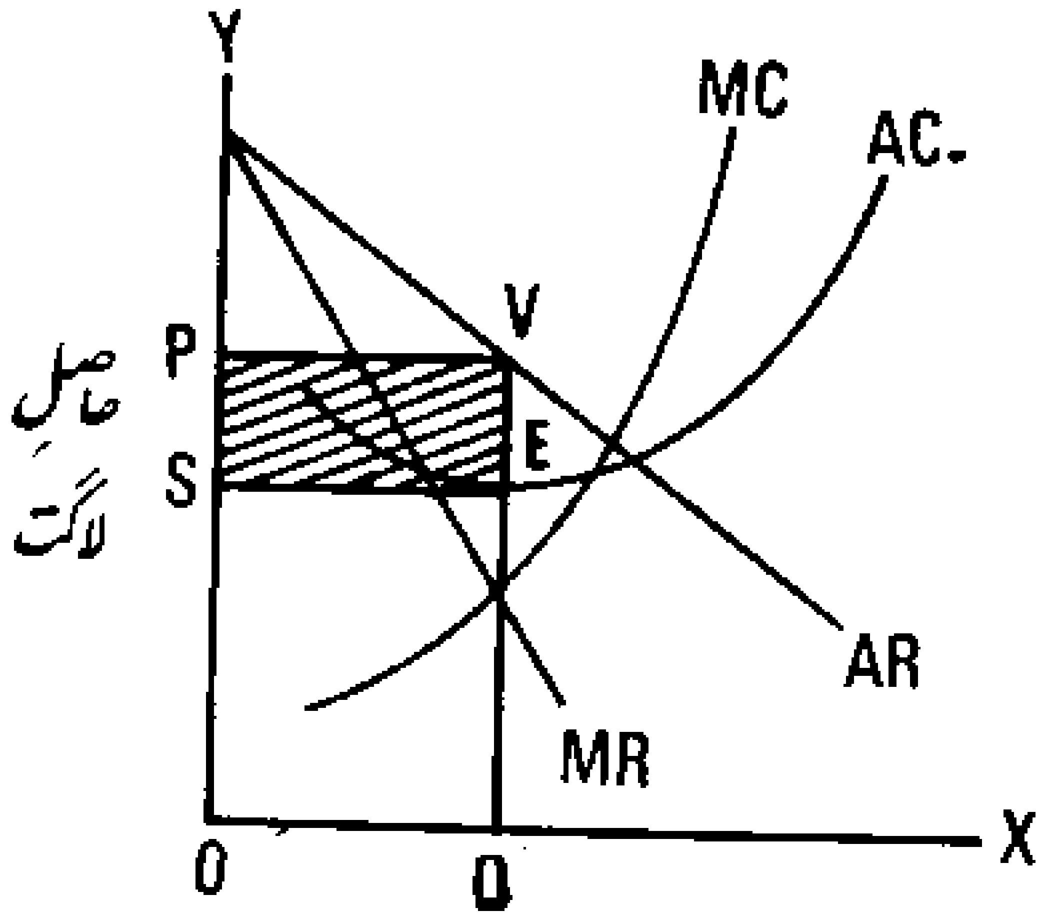

شکل نمبر ا

AR خطِ طلب یا خطِ اوسط وصول ہے۔ MR مختتم وصول کا خط ہے جو اوسط وصول کے خط کے نیچے واقع ہے MC مختتم لاگت اور AC اوسط لاگت کا خط ہے۔ OQ پیداوار تک مختتم وصول مختتم لاگت سے زیادہ ہے۔ مگر OQ کے بعد مختتم وصول مختتم لاگت سے کم ہو جاتی ہے۔

پس اجارہ دار صرف OQ مقدار ہی پیدا کرے گا۔ جہاں مختتم لاگت اور مختتم وصول برابر ہیں۔ اس پیداوار پر قیمت OP ہوگی۔ OQ پیداوار اور OP قیمت پر جو اوسط وصول کے بھی برابر ہے اجارہ دار سب سے زیادہ منافع کمائے گا۔

کل لاگت = $OSEQ = EQ \times OQ$

کل وصول = $OPVQ = VQ \times OQ$

کل وصول ۔ کل لاگت = منافع

Marfat.com

$$PSEV = OSEQ - ORVQ$$

اجارہ دار کا توازن ہمیشہ پیداوار کے اس نقطے پر ہوتا ہے جہاں طلب کی لچک اکائی سے زیادہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں اجارہ دار کبھی بھی پیداوار کو اس سطح پر متعین نہیں کرتا۔ جہاں اوسط وصول کے خط کی لچک اکائی سے کم ہو۔ ایسی صورت میں اس کے لیے زیادہ موزوں ہوگا کہ وہ پیداوار کو کم کر کے منافع بڑھالے۔ کیونکہ اگر اوسط وصول یا خطِ طلب پر لچک اکائی سے کم ہو تو پیداوار کی اس سطح پر مختتم وصول صفر کے برابر ہوجائے گی۔ پس جب ایسی پیداوار پر طلب کی لچک اکائی سے کم ہو تو اجارہ دار متوازن حالت میں نہیں ہوگا۔

قلیل مدت میں اجارہ دار متغیر لاگت پر گہری نگاہ رکھتا ہے۔ قیمت اوسط متغیر لاگت سے کسی صورت میں بھی کم نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ وہ پیدائشِ دولت کو روک دے گا۔ عرصہ طویل میں اجارہ دار طلب کے تقاضوں کے مطابق پلانٹ میں توسیع و تجدید کرسکتا ہے۔ وہ معین اور متغیر عوامل میں ردّ و بدل کرتا ہے تاکہ مختتم وصول نہ صرف قلیل مدت بلکہ طویل مدت کی مختتم لاگت کے بھی برابر ہوجائے۔ وہ قلیل مدت میں مختتم لاگت اور مختتم وصول میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن طویل مدت میں مختتم وصول اور طویل مدت، مختتم لاگت کو بھی مساوی کرنے کی کوشش کرے گا۔

مکمل مقابلہ میں مختتم لاگت = مختتم وصول = اوسط لاگت = اوسط وصول = قیمت

اجارہ داری میں مختتم لاگت = مختتم حاصل

مختتم وصول < اوسط وصول = قیمت

مکمل مقابلہ میں مختتم لاگت قیمت کے برابر ہوتی ہے۔ جب کہ اجارہ داری میں قیمت مختتم لاگت سے بلند ہوتی ہے۔ قیمت اور مختتم لاگت کے فرق سے ہی اجارہ دار کی قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

شکل نمبر ۲

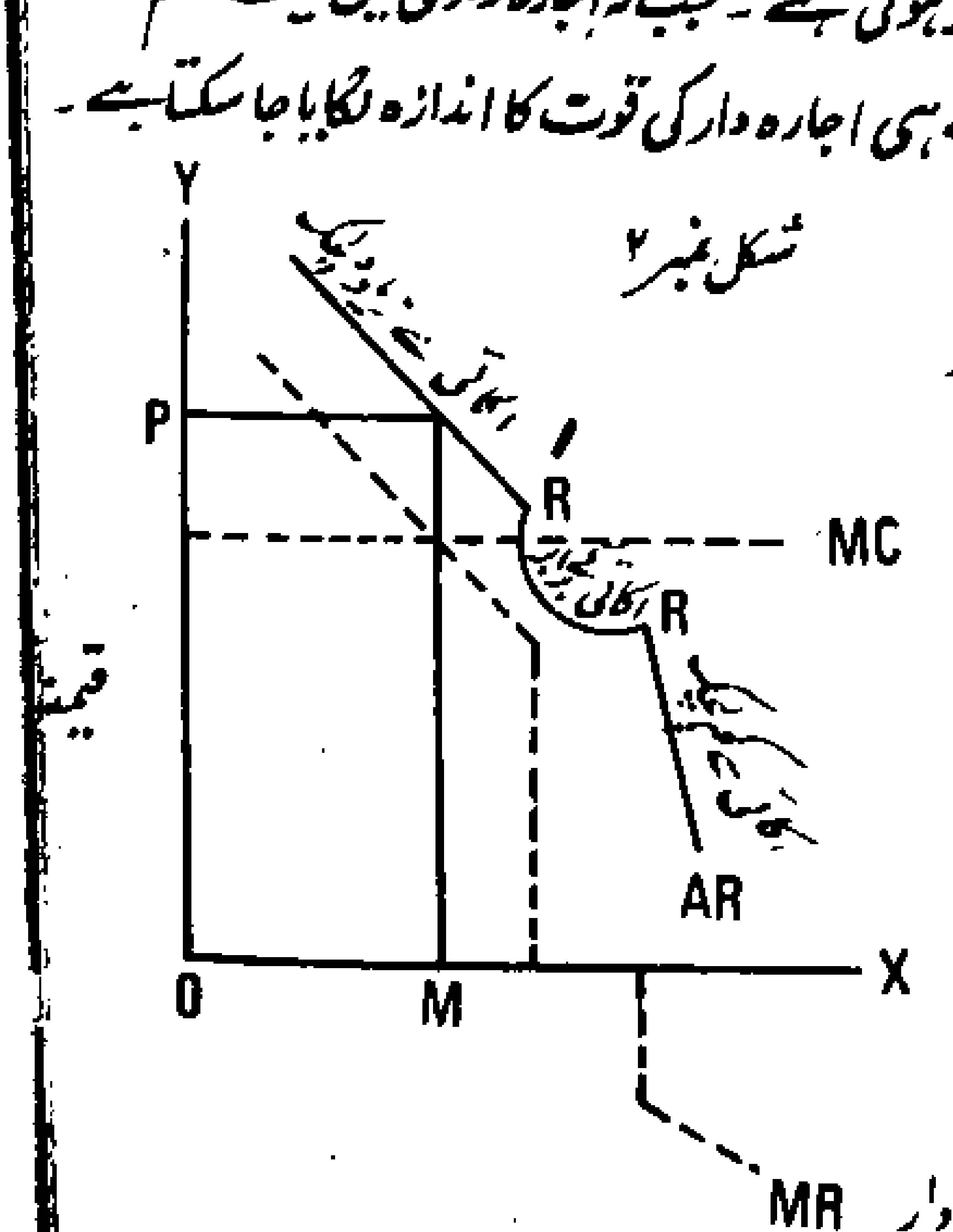

ڈائیگرام کے مطابق اجارہ دار کی لاگت مثبت ہے اور یہ ساکن بھی ہے۔ یہاں اجارہ دار اوسط وصول کے خط پر نقطہ "R" سے آگے لاتعلق ہے۔ کیونکہ اس نقطہ سے آگے طلب کی لچک اکائی سے کم ہے۔ RR' کے درمیان طلب کی لچک اکائی کے برابر ہے۔ چونکہ مختتم لاگت مثبت ہے۔ اس لیے پیداوار کو "R" کی حد تک کم کرنا منفعت بخش ہوسکتا ہے۔ اگر نقطہ R کے بائیں جانب اوسط وصول کے

Marfat.com

خط پر طلب کی لچک اکائی کے برابر ہو تو اجارہ دار کے لیے پیداوار کو محدود کرنا اور کم سے کم اشیاء فروخت کو زیادہ قیمت پر فروخت کرنا سود مند ہوتا ہے۔ نقطہ "R" کے بائیں جانب طلب کی لچک اکائی سے زیادہ ہے۔ شکل کے مطابق اجارہ دار OM مقدار پیدا کرے گا۔ کیونکہ اس پیداوار پر مختتم لاگت اور مختتم وصولی بھی برابر ہے اور اوسط وصولی کے خط پر طلب کی لچک بھی اکائی سے زیادہ ہے۔

COMPARISON BETWEEN EQUILIBRIUM UNDER PERFECT AND MONOPOLISTIC COMPETITION
مکمل مقابلہ اور اجارہ دارانہ توازن کا موازنہ

مکمل مقابلہ اور اجارہ داری کے تحت فرم کے توازن پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ آئیے ان دونوں کا موازنہ کریں۔ دونوں میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسی پیداواری سطح پر فرم کا توازن جہاں مختتم لاگت اور مختتم وصولی برابر ہوں۔ لیکن ان میں بہت سی باتیں غیر مشترک بھی ہیں جو ذیل میں درج ہیں:۔

(i) مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا خطِ طلب یا اوسط لاگت کا خط ایکس محور کے بالکل متوازی ہوتا ہے۔ اس لیے پیداوار کی تمام سطحوں پر مختتم وصولی اوسط وصولی کے برابر ہوتی ہے اور دونوں خطوط ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہیں۔ لیکن اجارہ داری کے تحت خطِ طلب یا اوسط وصولی کا خط بائیں سے دائیں جانب نیچے گرتا ہے اور مختتم وصولی کا خط اس کے نیچے واقع ہوتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پیداوار کی تمام سطحوں پر مختتم وصولی اوسط سے کم ہوتی ہے۔ اس لیے متوازن حالت میں مختتم وصولی اوسط وصولی یا قیمت سے کم ہوتی ہے۔

(ii) مکمل اور غیر مکمل مقابلہ میں فرم کا توازن اس نقطہ پر ہوتا ہے۔ جہاں مختتم لاگت مختتم وصولی کے برابر ہو۔ لیکن مکمل مقابلہ میں چونکہ مختتم وصولی اور اوسط وصولی یا قیمت کے خطوط ایک دوسرے پر منطبق ہوتے ہیں۔ اس لیے متوازن حالات میں مختتم لاگت مختتم وصولی اور اوسط وصولی یا قیمت کے بھی برابر ہوتی ہے۔ لیکن اجارہ داری میں مختتم وصولی اوسط وصولی یا قیمت سے کم ہوتی ہے۔ مکمل مقابلہ کے تحت قیمت ہمیشہ مختتم لاگت کے برابر ہوتی ہے۔ جب کہ اجارہ داری کے تحت قیمت مختتم لاگت سے بلند ہوتی ہے۔ قیمت اور مختتم لاگت کے فرق سے ہی اجارہ دار کی قوت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

(iii) مکمل مقابلہ کے تحت فرم طویل مدت میں اس وقت متوازن حالت میں ہوتی ہے۔ جب نقطہ توازن طویل مدت اوسط لاگت کے خط کی سب سے پست سطح پر واقع ہو۔ اجارہ داری کے تحت فرم اس وقت متوازن حالت میں ہوتی ہے۔ جب کہ اس کی اوسط لاگت ابھی گر رہی ہو اور

Marfat.com

وہ ابھی پست ترین سطح پر نہ پہنچی ہو۔

مکمل مقابلہ کے تحت مختتم وصولی کا خط ہمیشہ اُفقی ہوتا ہے۔ اس لیے متوازن حالت میں مختتم لاگت کا خط اسے نیچے سے اوپر جاتے ہوئے قطع کرتا ہے۔ نقطہ انقطاع مختتم لاگت کے چڑھتے ہوئے خط پر واقع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اجارہ داری کے تحت ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ اس کے تحت مختتم وصول کا خط اوپر سے نیچے گرتا ہے اور مختتم لاگت کا خط اسے اوپر جاتے ہوئے نیچے گرتے ہوئے اور افقی حالت میں قطع کر سکتا ہے جیسا کہ اشکال سے واضح ہے۔

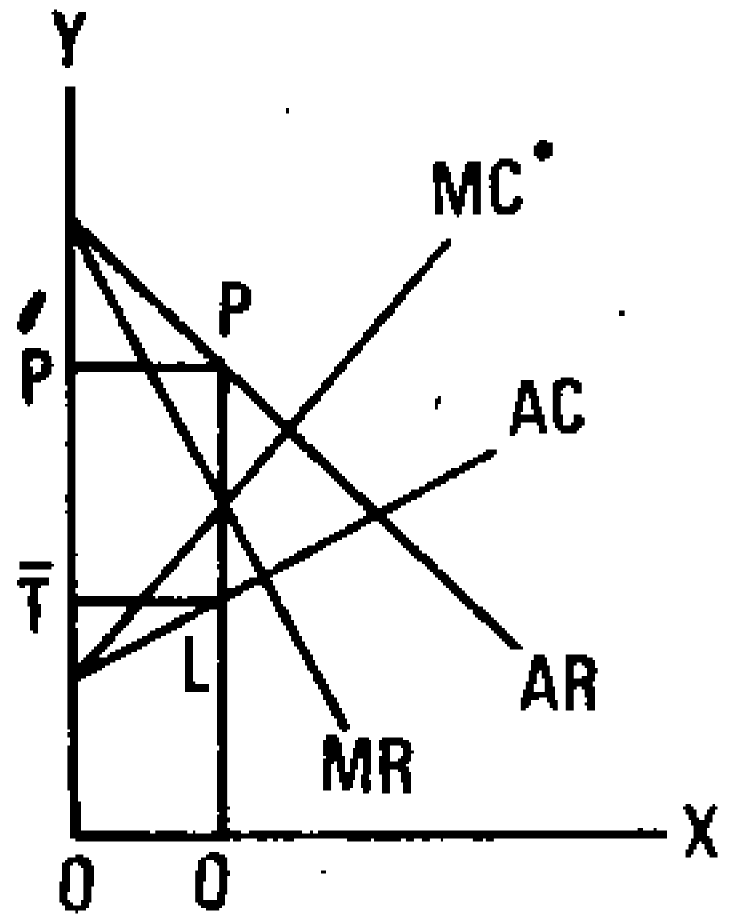

شکل نمبر ۳

شکل نمبر ۳ میں اجارہ دار کے توازن کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جب کہ مختتم لاگت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شکل نمبر ۴ میں مختتم لاگت مساوی ہے اور اجارہ دار OQ مقدار پر متوازن حالت میں ہے۔ شکل نمبر ۵ میں اجارہ دار اس وقت متوازن حالت میں ہے۔ جب کہ مختتم لاگت کم ہو رہی ہو۔ تینوں حالتوں میں قیمت = OP' اور مقدار پیداوار OQ ہے۔

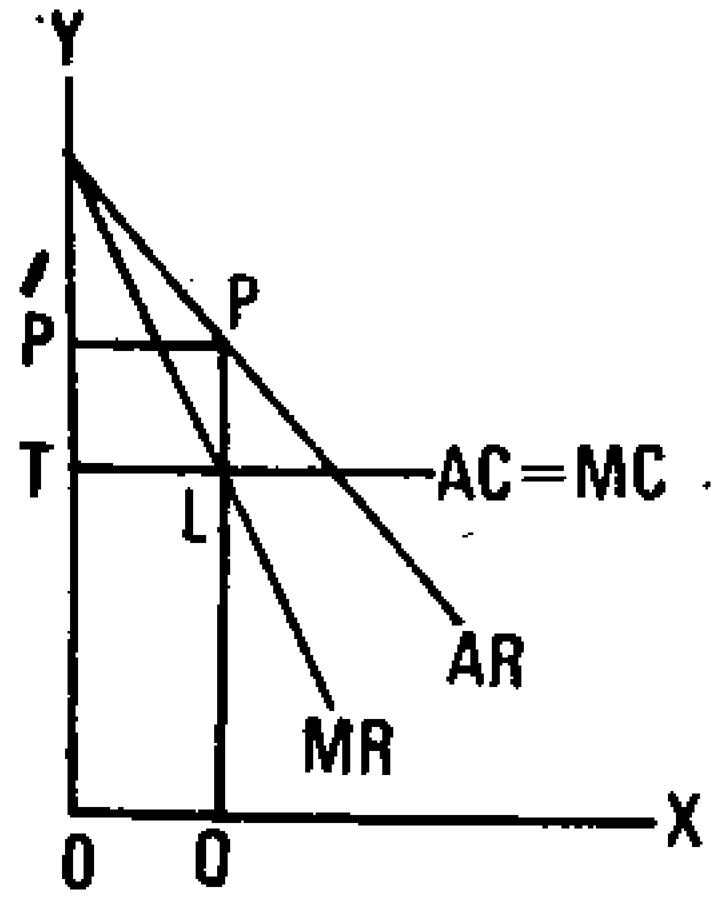

شکل نمبر ۴

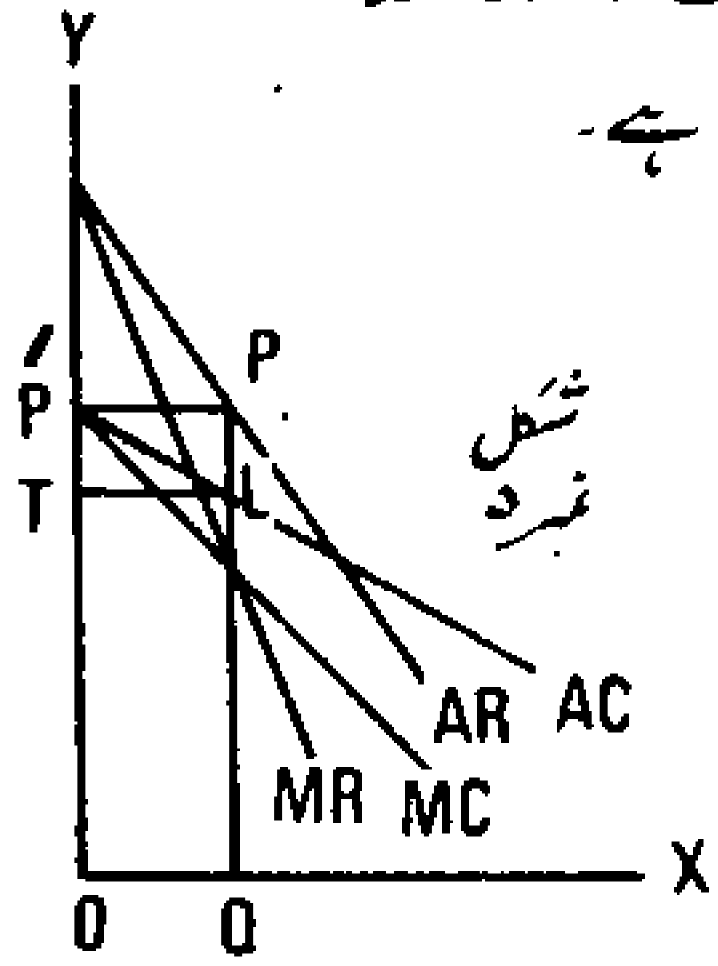

شکل نمبر ۵

اور اجارہ دارانہ منافع = PP'TL اگر اجارہ داری اور مسابقت (مکمل مقابلہ) کے تحت لاگت اور وصولیوں کے خطوط یکساں ہوں تو مکمل مقابلہ کے مقابلہ میں اجارہ داری کے تحت قیمت زیادہ بلند ہوتی ہے اور پیداوار کم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مکمل مقابلہ میں قیمت مختتم لاگت، اوسط حاصل اور مختتم حاصل کے برابر ہوتی ہے۔ جب کہ اجارہ داری کے تحت قیمت مختتم لاگت سے زیادہ ہوتی ہے اور پیداوار عموماً کم جیسا کہ شکل نمبر ۶ سے واضح کیا گیا ہے۔

SS صنعت کا خط رسد ہے جو مختلف فرموں کے مختتم لاگت کے خطوط کی لمبائی کے معیار پر جمع کرنے سے حاصل ہوا۔ AR خطِ طلب ہے جو اسے نقطہ "V" پر قطع کرتا ہے۔ اس طرح OP قیمت پر OM متوازن مقدار ہوگی۔ اگر یہ تمام فرمیں مل کر اجارہ داری قائم کر لیں تو وہ Oq مقدار پیدا کریں گی اور

Marfat.com

اسے OM قیمت پر فروخت کریں گی۔ یہ اس لیے کہ مختتم لاگت کا خط MC مختتم حاصل کے خط MR کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ پس اجارہ داری میں مسابقت کی نسبت قیمت زیادہ اور پیداوار کم ہوگی۔

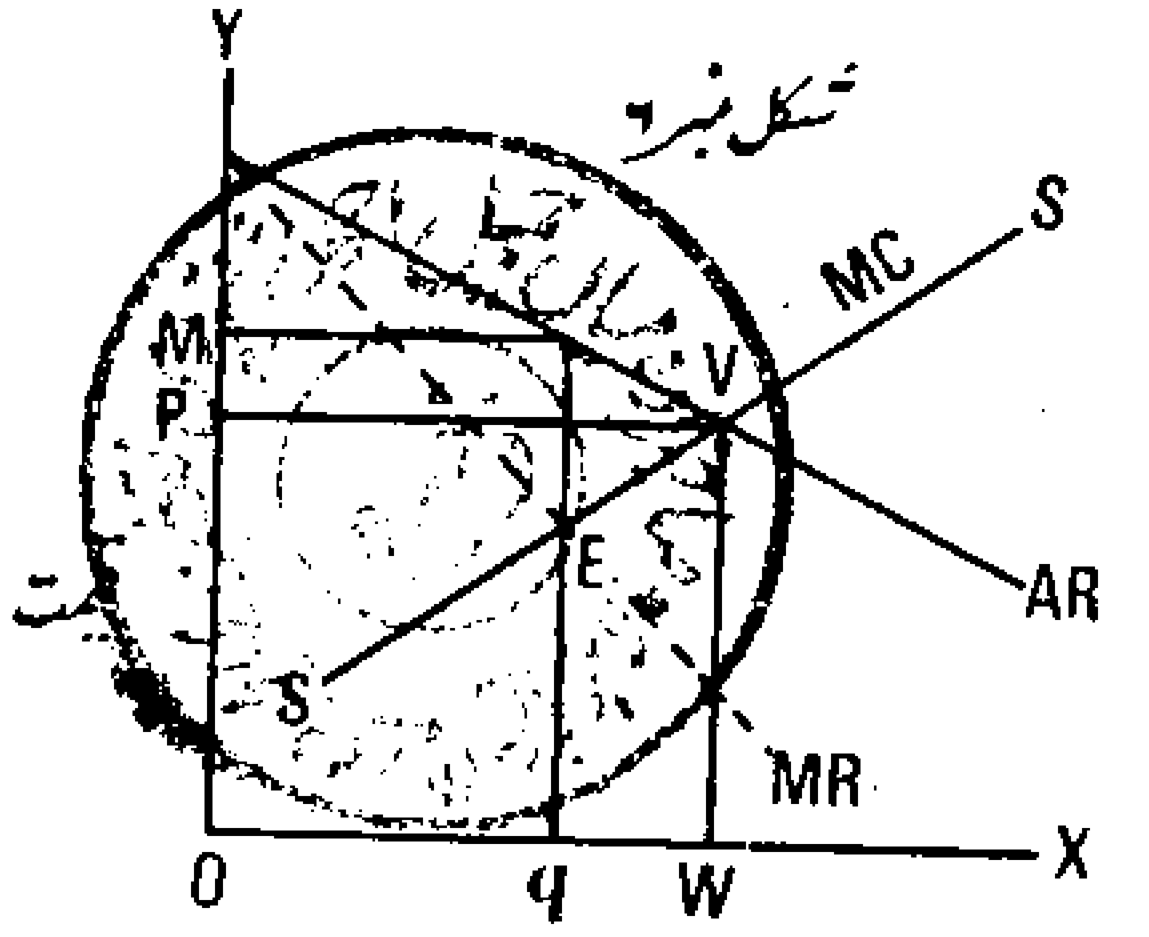

(۷) مکمل مقابلہ میں فرم عرصہ طویل میں صرف نارمل منافع ہی کما سکتی ہے۔ جبکہ اجارہ داری میں فرم طویل عرصہ میں بھی غیر معمولی منافع کما سکتی ہے۔ اگر مکمل مقابلہ کے تحت عرصہ قلیل میں کوئی فرم غیر معمولی منافع کما رہی ہو تو بہت سی نئی فرموں کو صنعت میں داخل ہونے کی جسارت ہوگی۔ اس سے ان میں مقابلہ ہوگا۔ مجموعی رسد میں اضافہ سے قیمت کم ہوگی اور غیر معمولی منافع کمانے والی فرم بھی معمولی منافع ہی کما سکے گی۔

اجارہ داری میں چونکہ صنعت میں صرف ایک ہی فرم ہوتی ہے اور کسی بھی نئی فرم کے داخلے پر بے شمار بندشیں یا پابندیاں ہوسکتی ہیں۔ اس لیے کوئی بھی فرم عرصہ طویل میں بھی صنعت میں داخل نہیں ہوتی اور اجارہ داری کے حالات برقرار رہتے ہیں اور اجارہ دار غیر معمولی منافع کماتا

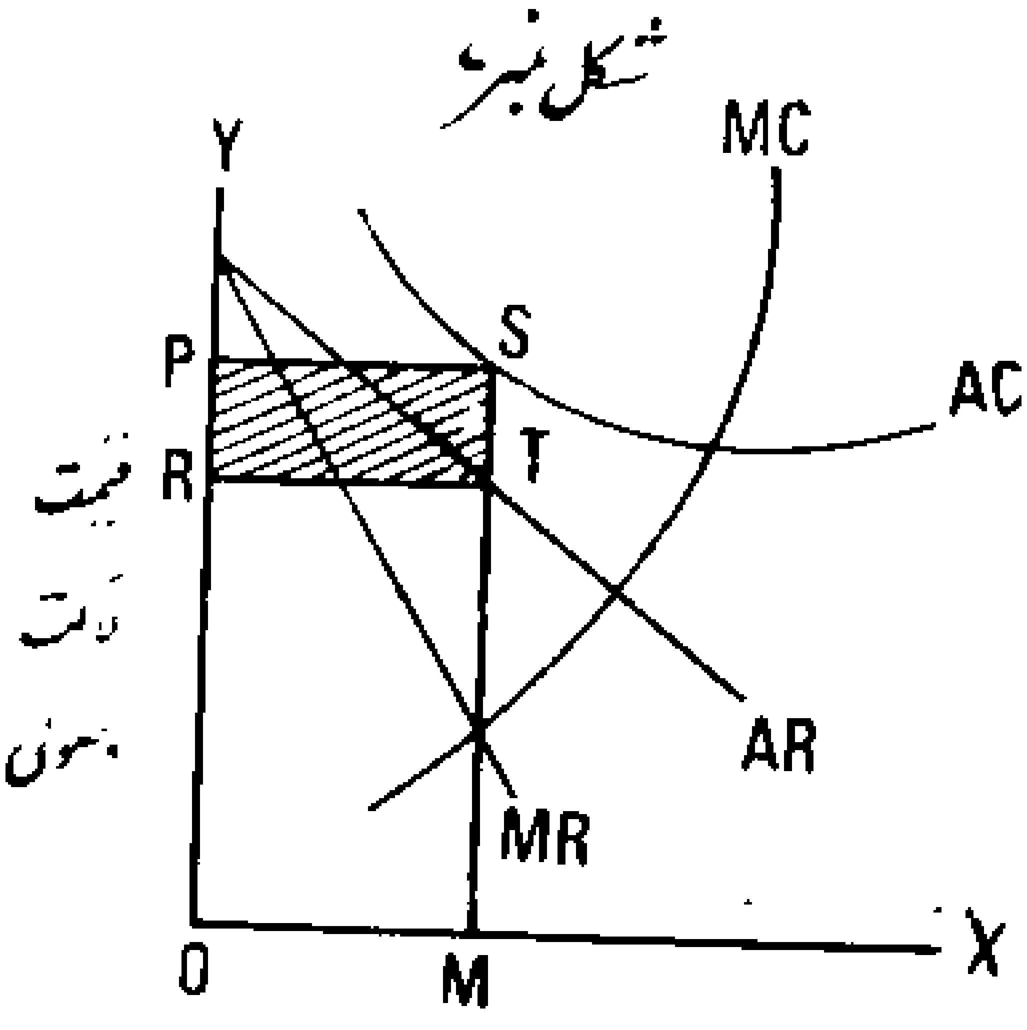

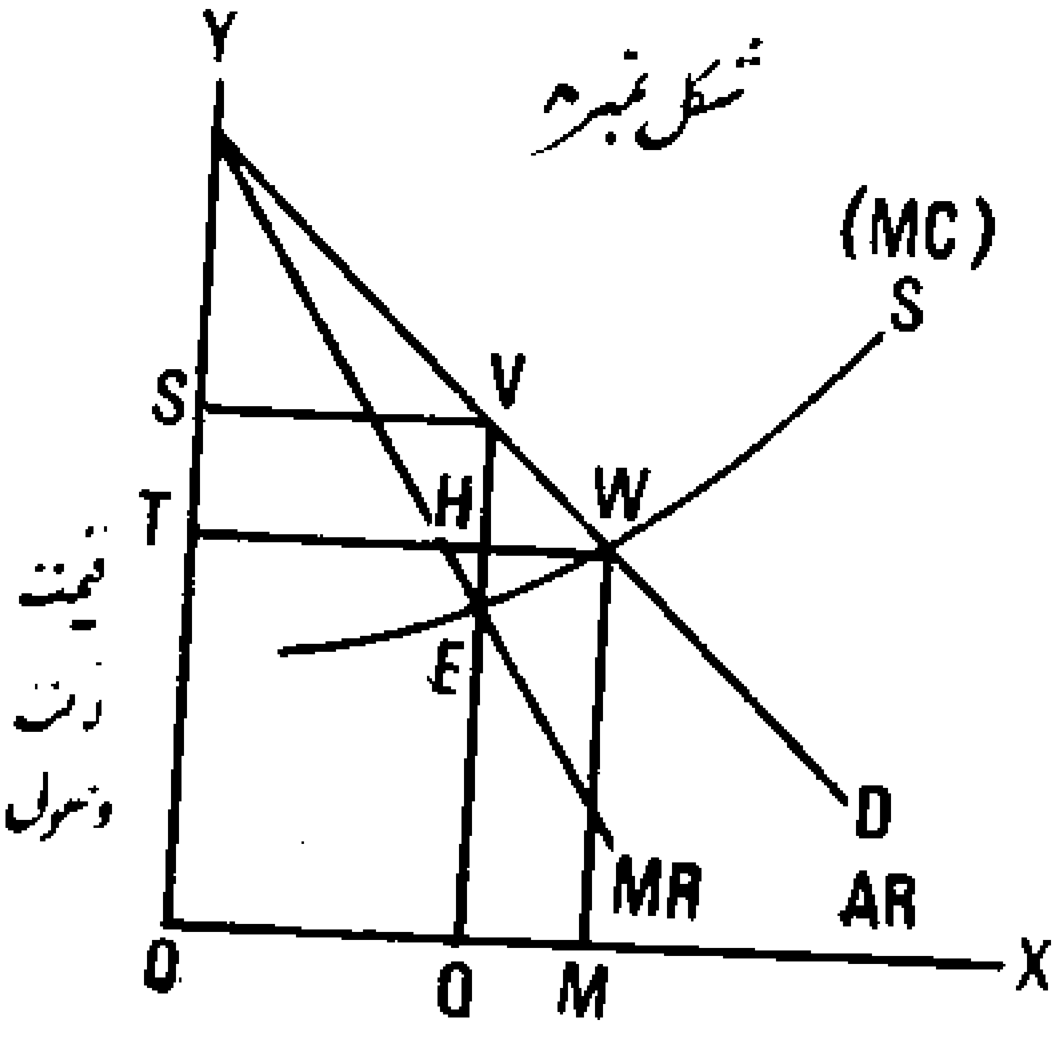

رہتا ہے۔ پس مکمل مقابلہ کے تحت اگر کوئی فرم غیر معمولی منافع کما بھی رہی ہو تو طویل عرصہ میں اس کا منافع صرف نارمل شکل ہی اختیار کرتا ہے۔ لیکن اجارہ داری میں غیر معمولی منافع کمانے والی فرم عرصہ طویل میں بھی برقرار رہتی ہے۔ لیکن اگر اجارہ دار کو غیر موافق حالات کا سامنا ہو تو وہ نقصان بھی اٹھا سکتا ہے۔ اس کی وضاحت شکل نمبر ۷ میں کی گئی ہے۔ اس میں اجارہ دار OM مقدار پیدا کرتا ہے۔

Marfat.com

OR قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ اس کی کل وصول ORTM اور کل لاگت OPSM اور نقصان PRTS ہے۔

(vi) اجارہ داری میں اشیاء کی رسد کو کم اور قیمت کو بلند رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے جب کہ مکمل مقابلہ میں حالات اس کے برعکس ہوتے ہیں۔ اجارہ دار رسد کو روک کر قیمت کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کی وضاحت شکل نمبر۳ میں کی گئی ہے۔ D خط طلب اور S خط رسد ہے۔ مکمل مقابلہ کے تحت قیمت OT ہوگی جب کہ پیداوار OM اجارہ داری کے تحت پیداوار OQ ہوگی۔ کیونکہ مختتم لاگت کا خط مختتم وصول کے خط کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ اس نقطہ سے ایکس محور پر عمود گرانے سے مختتم پیداوار Q اور کل پیداوار OQ ہوگی جسے OS قیمت پر فروخت کیا جائے گا۔

امتیازِ قیمت Price Discrimination

اگر صارفین میں عدم مقابلہ کے حالات پائے جائیں یا ہر شے کی ایک مخصوص منڈی ہو جو دوسری سے بالکل الگ تھلگ ہو تو اجارہ دار عموماً ہر صارف سے ایک ہی شے کی مختلف قیمتیں وصول کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایسی قیمت کو امتیازی قیمت اور ایسی اجارہ داری کو امتیازی اجارہ داری کہا جاتا ہے۔ امتیازی اشیاء کے لیے ایک ہی قیمت کی وصولی امتیازِ قیمت کی پالیسی کہلاتی ہے۔ کسی شے کی امتیازی قیمت کے لیے لازمی ہے کہ صارفین میں سستی اشیاء کے استعمال کا رجحان نہ پایا جائے۔ یعنی ان کی کسی شے کے صرف کی عادت اس قدر پختہ ہو چکی ہو کہ وہ اس کے استعمال کو ترک کر کے اس کے سستے نعم البدل شروع ہی نہ کر سکیں۔

امتیازِ قیمت بہ اعتبارِ خریدار بھی ہوتی ہے اور بہ اعتبارِ مقام اور استعمال بھی، مثلاً ماضی میں طبیب امراء سے تو بہت بھاری رقوم وصول کیا کرتے تھے۔ جب کہ غرباء کا علاج معالجہ مفت کرتے تھے۔ اسی طرح تعلیمی اداروں میں غریب طالب علموں کو تو فیس معافی کی رعایت دی جاتی ہے لیکن امیر طالب علم اس رعایت سے محروم رہتے ہیں۔ "پی آئی اے" فسٹ کلاس کے مسافروں سے زیادہ وصول کرتی ہے جب کہ اکانومی کلاس کے مسافر کم پیسے دیتے ہیں۔ حالانکہ دونوں مسافر ایک ہی وقت پر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچتے ہیں۔

امتیازِ قیمت بہ اعتبارِ مقام بھی ہوتی ہے۔ عموماً صنعت کار اندرونِ ملک تو پوری قیمت پر اشیاء فروخت کرتے ہیں لیکن بیرونی منڈیوں پر تسلط جمانے کے لیے کم قیمت پر مصنوعات فروخت کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اسے اغراق یا Dumping بھی کہا جاتا ہے۔ بسا اوقات

Marfat.com

آجر شے کے استعمالات کے مطابق ہر صارف سے مختلف قیمتیں وصول کرتا ہے ۔ پاکستان ٹیلیویژن گھریلو صارفین سے کم شرح سے ٹی وی سیٹ کی سالانہ فیس وصول کرتا ہے ۔ جب کہ کاروباری مقاصد کے لیے استعمال ہونے والے ٹی وی سیٹوں پر سالانہ شرحِ فیس زیادہ ہوتی ہے ۔

بعض اوقات اجارہ دار صارفین سے ان کی بساط کے مطابق زیادہ سے زیادہ امتیازی قیمت وصول کر کے ان کا استحصال کرتا ہے ۔ بسا اوقات وہ صارفین کو ان کی قوتِ خرید کے مطابق مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ہر گروہ سے مختلف قیمتیں وصول کرتا ہے اور بعض اوقات ایک منڈی کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے ہر منڈی کے صارف سے دوسری منڈی کے صارفین سے مختلف قیمتیں وصول کی جاتی ہیں ۔ حاصلِ کلام یہ کہ اجارہ دار مختلف صارفین سے ایک ہی شے کی مختلف قیمتیں وصول کر سکتا ہے ۔

امتیازِ قیمت کے لیے شرائط منڈی کو مختلف حصوں میں منقسم کر کے کسی شے کی مختلف قیمتیں وصول کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اشیاء کو سستی منڈی سے مہنگی منڈی میں منتقل کرنا ممکن نہ ہو ۔ اسی طرح صارفین کے لیے مہنگی منڈیوں سے سستی منڈیوں میں نقلِ مکانی ممکن نہ ہو ۔ مثلاً ایک امیر صاحبِ ثروت مریض کے لیے مفلسی اور عسرت کا لبادہ اوڑھ کر طبیب سے دوائی اور مشورہ فیس میں رعایت حاصل کرنا ممکن نہ ہو ۔

مختلف منڈیوں کو ایک دوسرے سے الگ تھلگ رکھنے اور امتیازِ قیمت کی مکمل کامیابی کے لیے منڈی ذیل شرائط ضروری ہیں :-

۱ ۔ صارفین کے تعصبات اور ترجیحات انھیں ایک دوسرے سے ممتاز رکھنے پر آمادہ رکھتی ہوں امیر لوگ کسی شے کی زیادہ قیمت دے کر یہی سوچتے ہیں کہ انھیں برتر شے ملی ہے خواہ ہر طبقہ کے مصرف میں آنے والی شے کا معیار یکساں ہی کیوں نہ ہو ۔ مسٹر رابنسن کی رائے ہے ایک ہی جنس کے مختلف برانڈ جو مختلف ناموں اور لیبلوں میں فروخت کیے جاتے ہیں محض امتیازِ قیمت کی وجہ سے صارفین کی طبقاتی اور منڈی کی جغرافیائی تقسیم کا باعث بن جاتے ہیں ۔ صاحبِ ثروت مال پر شاپنگ پلازا Shopping Plaza میں خرید و فروخت کو ترجیح دیتے ہیں ۔ جب کہ غریب طبقہ کھلے بازار کا رُخ کرتا ہے ۔

۲ ۔ جب جنس کی نوعیت اس قسم کی ہو کہ اس سے براہِ راست استفادہ کیا جا سکتا ہو تو اجارہ دار کے لیے امتیازِ قیمت وصول کرنا ممکن ہو جاتا ہے ۔ مثلاً طبیب اور جراح امیر مریضوں سے عملِ جراحی کی بھاری فیس وصول کرتے ہیں ۔ جب کہ غریب مریضوں سے کم ۔

۳ ۔ اگر خریدار مختلف علاقوں میں رہائش پذیر ہوں اور آمد و رفت کے اخراجات بھی کثیر ہوں تو

Marfat.com

صارفین کے لیے سستی منڈیوں سے اشیاء خرید کر مہنگی منڈیوں میں منتقل کرنا محال ہوتا ہے۔ مثلاً سمن آباد میں کوئی شے ایک روپیہ میں دستیاب ہے لیکن کشمیری بازار میں ۵، پیسے ہیں۔ اگر کشمیری بازار سے ایک کو سمن آباد منتقل کیا جائے تو ۵۰ پیسے تو باربرداری کے اخراجات آجاتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں مقامات کا درمیانی فاصلہ اچھا خاصا ہے۔ عالمی منڈیوں میں اگر شے پر درآمدی ڈیوٹی ادا کرنا پڑے تو اجارہ دار اسے زیادہ قیمت پر فروخت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ لیکن جہاں درآمدی محصول نافذ نہ ہو قیمت کم ہوتی ہے۔ محض درآمدی محصول کی وجہ سے اشیاء کی سستی منڈیوں سے مہنگی منڈیوں میں منتقلی ممکن نہیں ہوتی۔

۴۔ بعض اوقات حکومت امتیاز قیمت کی اجازت دیدیتی ہے۔ مثلاً پاکستان ریلوے درجہ اوّل کے مسافروں سے درجہ دوئم کے مسافروں کی نسبت بہت زیادہ کرایہ وصول کرتی ہے۔

۵۔ اجارہ دار صارفین کی لاعلمی اور سادگی اور ضرورت کی شدت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ قیمت وصول کرتے ہیں۔

۶۔ مختلف استعمالات اور مقاصد کے لیے مختلف قیمتیں وصول کی جاسکتی ہیں۔ مثلاً بلوچستان سے بھیجے جانے والے کوئلے اور پھلوں کا ریل کا شرح کرایہ یکساں نہیں۔

۷۔ مکمل مقابلہ میں امتیاز قیمت کی وصولی ممکن نہیں ہوتی۔ اس لیے تو قیمتوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔ لیکن اجارہ داری یا نامکمل مقابلہ میں امتیاز قیمت کی وصولی ممکن ہوتی ہے۔ جس کا انحصار اجارہ داری کی نوعیت پر ہوتی ہے۔

۸۔ منڈی کے مختلف علاقوں میں کسی شے کی لچک یکساں نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ ہر علاقے کا خریدار امتیاز قیمت کی بجائے یکساں قیمت دینے پر اصرار کرے گا۔ طلب کی لچک میں فرق منڈی کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا ممکن بناتا ہے۔ جس منڈی میں طلب کی لچک کم ہو وہاں اجارہ دار زیادہ قیمت وصول کرتا ہے۔ جہاں لچک زیادہ ہو وہاں کم قیمت وصول کی جاتی ہے۔ ایسے حالات میں اجارہ دار کا منافع بھی زیادہ ہوگا۔ کیونکہ اجارہ دار کم لچک دار طلب رکھنے والی منڈی سے کچھ اشیاء زیادہ لچکدار رکھنے والی منڈی میں بھی منتقل کرسکتا ہے۔ اگر دونوں منڈیوں میں طلب کی لچک یکساں ہو تو ان کی مختتم وصولی یکساں رہے گی۔ ایسے حالات میں شے کو امتیاز قیمت کی وصولی کے لیے ایک منڈی سے دوسری منڈی میں منتقل کرنا نفع بخش نہیں ہوگا۔

اگر اجارہ دار ملکی اور غیر ملکی منڈیوں میں مصنوعات فروخت کرنا ہو اور دونوں منڈیوں میں حالات یکساں نہ ہوں۔ ملکی منڈی میں نامکمل مقابلہ اور غیر ملکی منڈی میں مکمل مقابلہ کے حالات پائے جائیں تو قومی منڈی میں اوسط اور مختتم وصولی کے خطوط نیچے کی جانب گریں گے۔ جب کہ بیرونی منڈی جس میں

Marfat.com

طلب کی لچک لامحدود ہے ۔ اوسط اور مختتم وصولی کے خطوط ایک دوسرے پر منطبق رکھتے ہوئے ایکس محور کے بالکل متوازی اور افقی ہوں گے ۔ وضاحت کے لیے ڈائیگرام نمبر ۹ دیکھیں ۔ MC مختتم لاگت کا ہے ۔ دونوں منڈیوں کا مجموعی مختتم وصولی کا خط AEVD ہے جو مختتم لاگت کے خط کو نقطہ "V" پر قطع کرتا ہے ۔ جس سے OM پیداوار کا تعین ہوا جہاں اجارہ دار زیادہ سے زیادہ منافع کمائیگا ۔

ڈائیگرام نمبر ۹

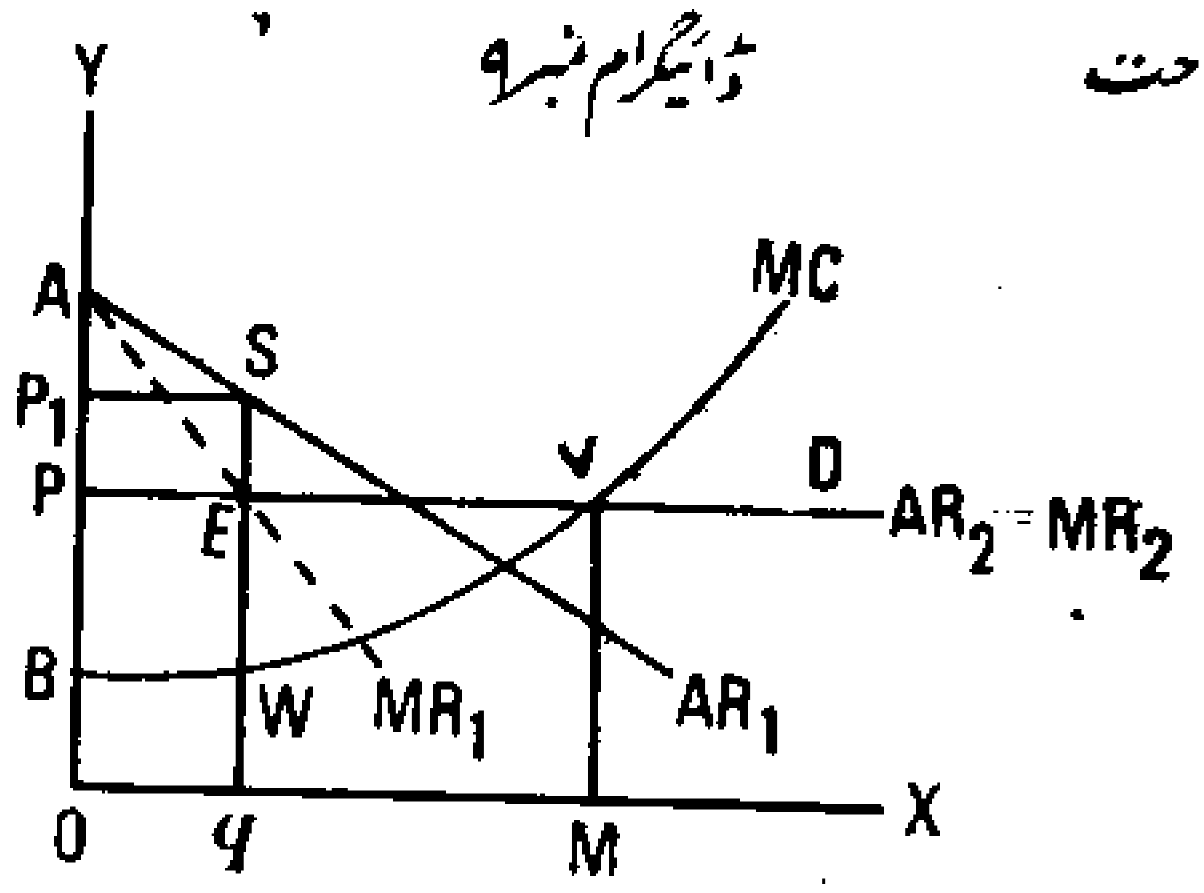

کل پیداوار OM کو ملکی اور غیر ملکی منڈیوں میں تقسیم کیا جائے ۔ ہر منڈی کے مختتم مصارف فرم کے مختتم وصولی VM کے برابر ہونے چاہئیں ۔ اندرونی منڈی میں مختتم لاگت کا خط مختتم وصولی کے خط کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے ۔ جس سے اندرونی منڈی میں فروخت ہونے والی مقدار Oq کا تعین ہوتا ہے ۔ بیرونی منڈی کے لیے qM پیداوار بچتی ہے جو OP قیمت پر فروخت ہوگی ، OP یا VM اوسط وصولی بھی ہے ۔ جب کہ VM مختتم وصولی بھی ہے ۔ اندرونی منڈی میں قیمت OP_1 متعین ہوگی جو بیرونی منڈی سے بلند ہے ۔ اجارہ دار کو اندرونی منڈی سے AEWB اور بیرونی منڈی سے EVW منافع حاصل ہوگا ۔ دونوں منڈیوں سے حاصل ہونے والا منافع AEVB ہوگا ۔

اگر بیرونی اور اندرونی منڈیوں میں اجارہ دارانہ حالات پائے جائیں تو امتیاز قیمت کا انحصار دونوں منڈیوں میں طلب کی لچک پر ہوگا ۔

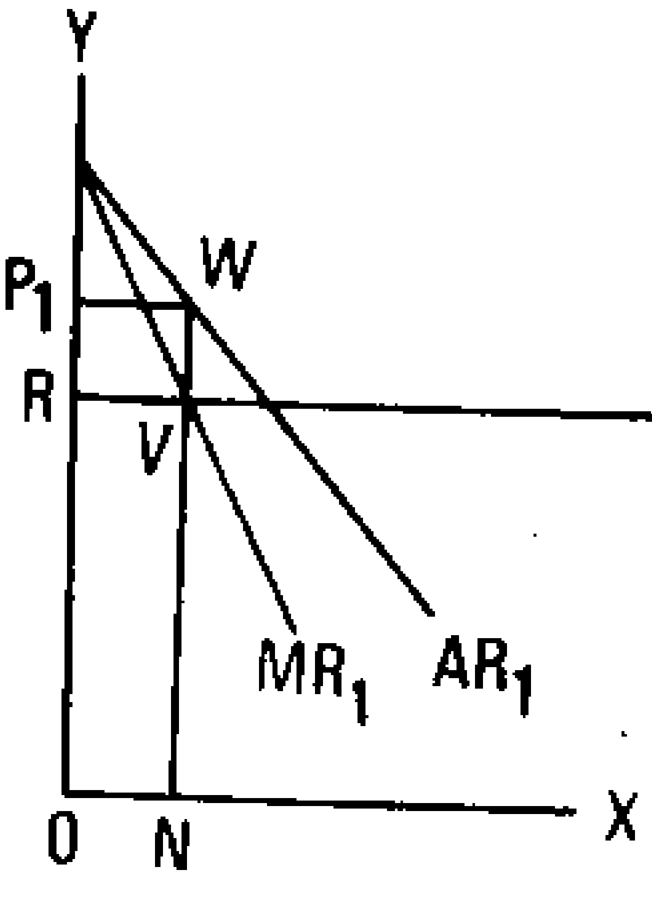

شکل نمبر ۱۰

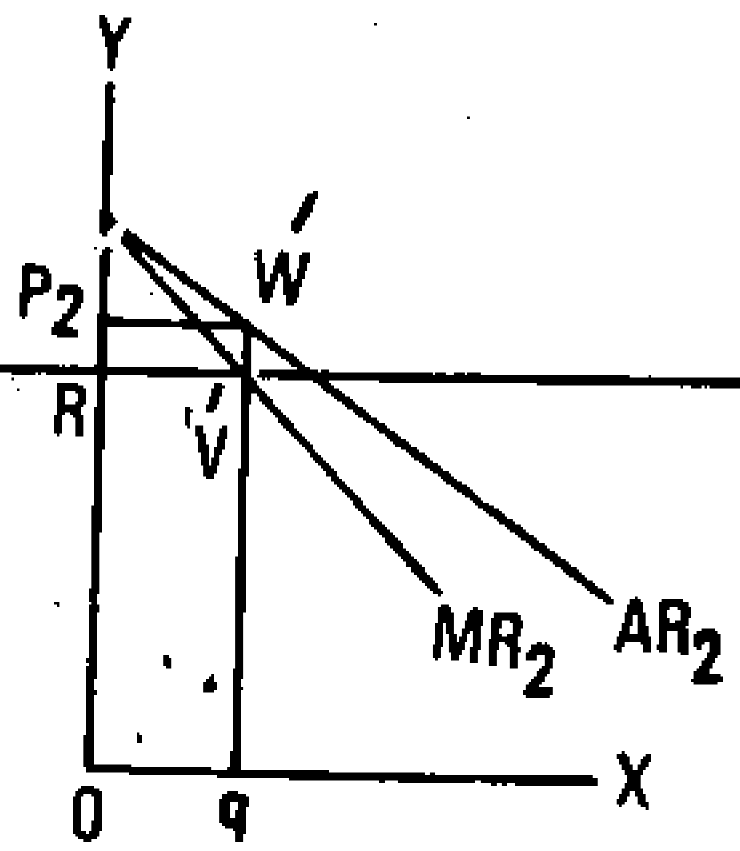

شکل نمبر ۱۱

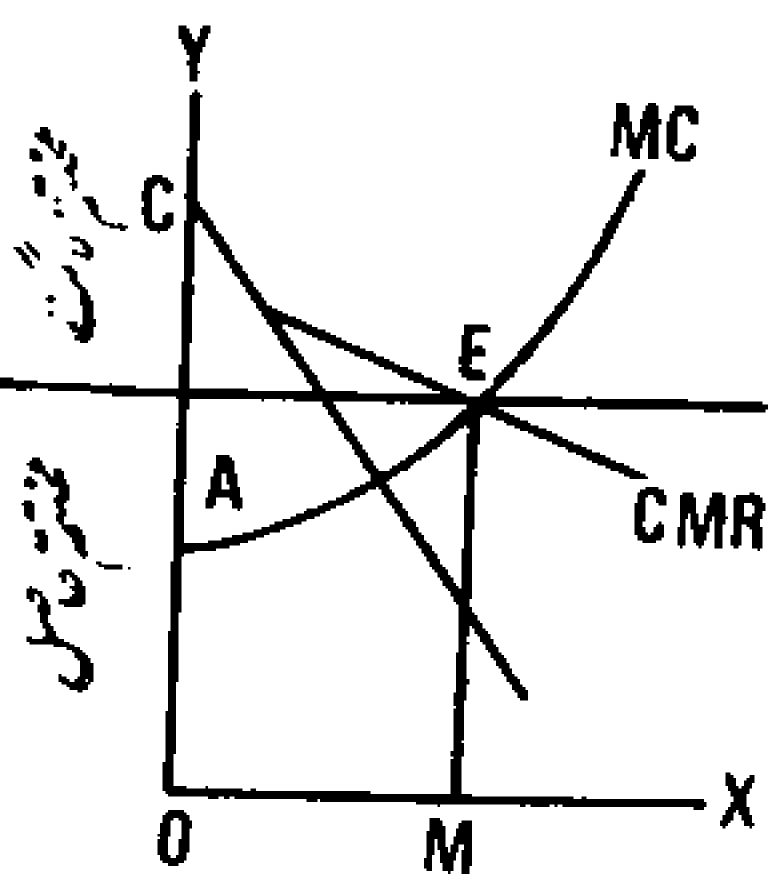

شکل نمبر ۱۲

شکل نمبر ۱۰ اندرونی اور شکل نمبر ۱۱ بیرونی منڈی کی وضاحت کرتی ہیں ۔ دونوں منڈیوں میں طلب کی لچک مختلف ہے ۔ OR قیمت پر اندرونی منڈی میں طلب کی لچک کم ۔ جب کہ اس قیمت پر طلب

Marfat.com

زیادہ لچکدار ہے۔ شکل نمبر ۱۲ میں CMR اندرونی اور بیرونی منڈیوں کی مختتم وصولیوں کے مجموعہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ جب کہ MC کل پیداوار کا مختتم لاگت کا خط ہے جو مجموعی وصولیوں کے خط CMR کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ اس سے OM پیداوار ہوگی۔ جس میں سے ON اندرونی منڈی اور OQ بیرونی منڈی میں فروخت کی جائے گی۔ اندرونی منڈی میں OP اور بیرونی منڈی میں OP_2 قیمت وصول کی جائے گی۔ دونوں منڈیوں سے وصول ہونے والا منافع CEA کے برابر ہوگا۔

اگر دونوں منڈیوں میں طلب کی لچک یکساں نہ ہو تو جہاں طلب کی لچک زیادہ ہو وہاں اکائیوں کی فروخت سے زیادہ مختتم حاصل وصول ہوگا اور جہاں طلب کی لچک کم ہو۔ وہاں سے مختتم حاصل بھی کم وصول ہوگا۔ پس جہاں لچک اکائی سے کم ہو وہاں قیمت بڑھانا اور پیداوار محدود کرنا سُود مند ہوتا ہے۔ اور جس منڈی میں طلب زیادہ لچکدار ہو وہاں قیمت کو گرانا اور پیداوار کو پھیلانا مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح دونوں منڈیوں میں مختتم وصولیاں یکساں رہیں گی۔ اگر امتیازی اجارہ داری کے تحت مختتم لاگت گر رہی ہو تو پیداوار میں اضافہ نفع بخش ہوتا ہے۔ برعکس حالات میں جب کہ مختتم لاگت چڑھ رہی ہو۔ پیداوار میں اضافہ کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر سادہ اجارہ داری کی نسبت امتیازی اجارہ داری کے تحت مجموعی پیداوار میں اضافہ کا رجحان پایا جاتا ہے۔ کسی کتاب کے پہلے ایڈیشن کی قیمت عموماً زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جن قارئین کا کتاب کے لیے مختتم افادہ یا کتاب کی شدت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہیں کر سکتے۔ بعد میں چھپنے والے ایڈیشن کی قیمت عموماً کم ہوتی ہے جو کم مختتم افادہ رکھنے والے قارئین کے لیے ہوتا ہے۔ امتیاز قیمت سے نہ صرف اجارہ دار کی قوت اور منافع زیادہ ہوتا ہے بلکہ عام اجارہ داری کی نسبت پیداوار بھی زیادہ ہوتی ہے۔

امتیاز قیمت کے لیے لازمی ہے کہ صارفین کے لیے نہ صرف شے کی طلب کی لچک غیر یکساں ہو بلکہ شے کے ایک سے زائد استعمال بھی ہوں۔ اگر شے کو دو منڈیوں میں فروخت کے لیے پیش کیا جائے تو دونوں میں شے کی طلب کی لچک غیر یکساں ہو۔ اگر ایک منڈی میں طلب کم لچکدار ہو تو دوسری منڈی میں زیادہ لچکدار ہو۔ اگر اجارہ دار اغراق کی پالیسی پر عمل پیرا ہو تو اسے بیرونی منڈی میں تسلط کی خاطر ملکی منڈی کی نسبت کم قیمت پر اشیاء فروخت کرنی چاہیئے۔ صارفین کی لاعلمی اور لاپرواہی امتیاز قیمت کو ممکن بنا دیتی ہے۔

کچھ حالات میں امتیاز قیمت معاشرہ کے لیے مفید بھی ثابت ہوتی ہے۔ فرض کریں کوئی شے باخدمت معاشرہ کے لیے انتہائی مفید ہے۔ اگر غریب طبقے کے مفاد کے پیش نظر اس کی نسبت قیمت مقرر کی جائے تو ہو سکتا ہے۔ نارمل منافع کی عدم موجودگی میں اس کی پیداوار ہی کم ہو جائے اگر بلند قیمت متعین کی جائے تو فروخت میں تخفیف کی وجہ سے کل وصولیاں ہی کم ہو جائیں۔ اس

Marfat.com

سے بھی پیداوار کم ہو جائے گی۔ لیکن اگر امتیاز قیمت وصول کی جائے تو کل پیداوار اور کل وصولیوں پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے۔ چونکہ امتیاز قیمت کی پالیسی میں ہر شخص سے اس کی مالی استطاعت کے مطابق مختلف قیمت وصول کی جاتی ہے۔ اس لیے عوام کے مختلف طبقوں میں معمولی کشیدگی پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ قوم پر معاشی فلاح و بہبود کے دروازے بھی کھلتے ہیں۔ اگر ملکی منڈی میں طلب کم لچکدار اور بیرونی منڈی میں زیادہ لچکدار ہو تو ملکی عوام کو نقصان اور غیر ملکیوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر صنعت میں قانون تقلیل لاگت کے تحت پیدائش دولت ہو رہا ہو تو کم لچکدار منڈی کو امتیازی اجارہ داری کے تحت زیادہ پیداوار کی شکل میں فائدہ پہنچے گا۔

سوالات

۱۔ غیر مکمل مقابلہ کے تحت فرم کا توازن کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ اشکال سے واضح کریں۔

۲۔ اجارہ داری سے کیا مراد ہے۔ کیا اجارہ دار ہمیشہ زائد قیمت وصول کرتا ہے۔

۳۔ اجارہ داری کے تحت قیمت اور پیداوار کا تعین کیسے ہوتا ہے۔ اشکال سے واضح کریں۔

۴۔ امتیاز قیمت پر مفصل نوٹ لکھیں۔ کیا امتیاز قیمت معاشرہ کے مختلف طبقوں کے لیے مفید بھی ثابت ہو سکتی ہے۔

۵۔ مکمل مقابلہ کے تحت
قیمت = مختتم لاگت
جب کہ غیر مکمل مقابلہ میں قیمت ہمیشہ مختتم لاگت سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیوں۔

Marfat.com

باب ۱۲

قیمت اور اس کا تعین

قدیم معیشت دان قیمت کے تعین کی بابت کافی تضاد کا شکار رہے ہیں۔ کچھ کے نزدیک طلب کی قوتیں قیمت کے تعین میں زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہیں اور کچھ کے نزدیک رسد کی قوتیں طلب کی قوتوں سے سبقت لے جاتی ہیں۔ الفرڈ مارشل دونوں قوتوں کی اہمیت کو مساوی درجہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:۔

"جس طرح ہم جھگڑا کر سکتے ہیں کہ کاغذ کو قینچی کا اوپر کا پھل کاٹتا ہے یا نیچے کا۔ اسی طرح اس بات پر بھی اختلاف ہو سکتا ہے کہ شے کی قیمت کو اس کی طلب متعین کرتی ہے یا رسد۔ لیکن جس طرح کاغذ کاٹنے کے لیے قینچی کے دونوں پھل مل کر کام کرتے ہیں۔ اسی طرح شے کی قیمت کے تعین میں بھی رسد اور طلب کی قوتیں باہم مل کر ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔"

الفرڈ مارشل کی اس خوبصورت اور عام فہم مثال سے ثابت ہوا کہ قیمت کے تعین میں طلب اور رسد کی دونوں قوتیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہی نقطہ نظر سٹوئیر اور ہیگ کا بھی ہے۔ جن کے مطابق قیمت کا تعین طلب اور رسد کی قوتوں کے باہم عمل سے ہوتا ہے۔

قیمت کا تعین طلب اور رسد کی قوتوں کے باہمی توازن سے ہوتا ہے۔ جسے متوازن قیمت کہتے ہیں۔ اگر بازار میں قیمت متوازن قیمت سے تجاوز کر جائے تو رسد میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور فروخت کنندگان کا باہمی مقابلہ قیمت کو گرا دیتا ہے۔ اس کے برعکس اگر بازاری قیمت متوازن قیمت سے کم ہو جائے تو طلب رسد سے تجاوز کر جاتی ہے اور خریداروں کا باہمی مقابلہ قیمت کو بڑھا دیتا ہے۔

مارشل کے مطابق قیمت کے تعین میں وقت کا عنصر اہم ترین رول ادا کرتا ہے۔ ان کے مطابق وقت کے لحاظ سے طلب اور رسد کا توازن تین قسم کا ہو سکتا ہے۔

(i) انتہائی قلیل عرصہ یا وقتی توازن Momentary Equilibrium جس میں رسد معین ہوتی ہے۔

(ii) قلیل مدت کا توازن جس کے تحت پیداوار میں تغیر صرف معین پلانٹ اور فرموں میں معمولی

ردوبدل اور موجودہ پیداواری صلاحیت کے بہتر استعمال اور اوقات کار میں اضافہ کی بنا پر ہی ممکن ہوتا ہے

(iii) طویل مدت کا توازن جس کے تحت فرموں کی تعداد میں بھی کمی بیشی ممکن ہوتی ہے اور تنصیب شدہ پلانٹ میں بھی توسیع و تجدید کا عمل ممکن ہوتا ہے۔

اگر شے کی نوعیت پائیدار ہو۔ جس میں سے کچھ مقدار رسد کو بہتر حالات کی امید پر ذخیرہ بھی کیا جا سکے تو ایسی اشیاء کا خط رسد پہلے تو مثبت رجحان رکھے گا۔ وہ پہلے بائیں جانب اوپر کو اٹھتا ہے۔ اور پھر عمودی شکل اختیار کر لیتا ہے جیسا کہ شکل سے واضح کیا گیا ہے۔ ایسی پائیدار اشیاء کا خط رسد اس لیے عمودی نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کی رسد کا کچھ حصہ محفوظ ذخیرہ کے طور پر رکھا جا سکتا ہے۔ ایسے حالات میں قیمتوں کی دو متوازی سطحیں ہوں گی۔

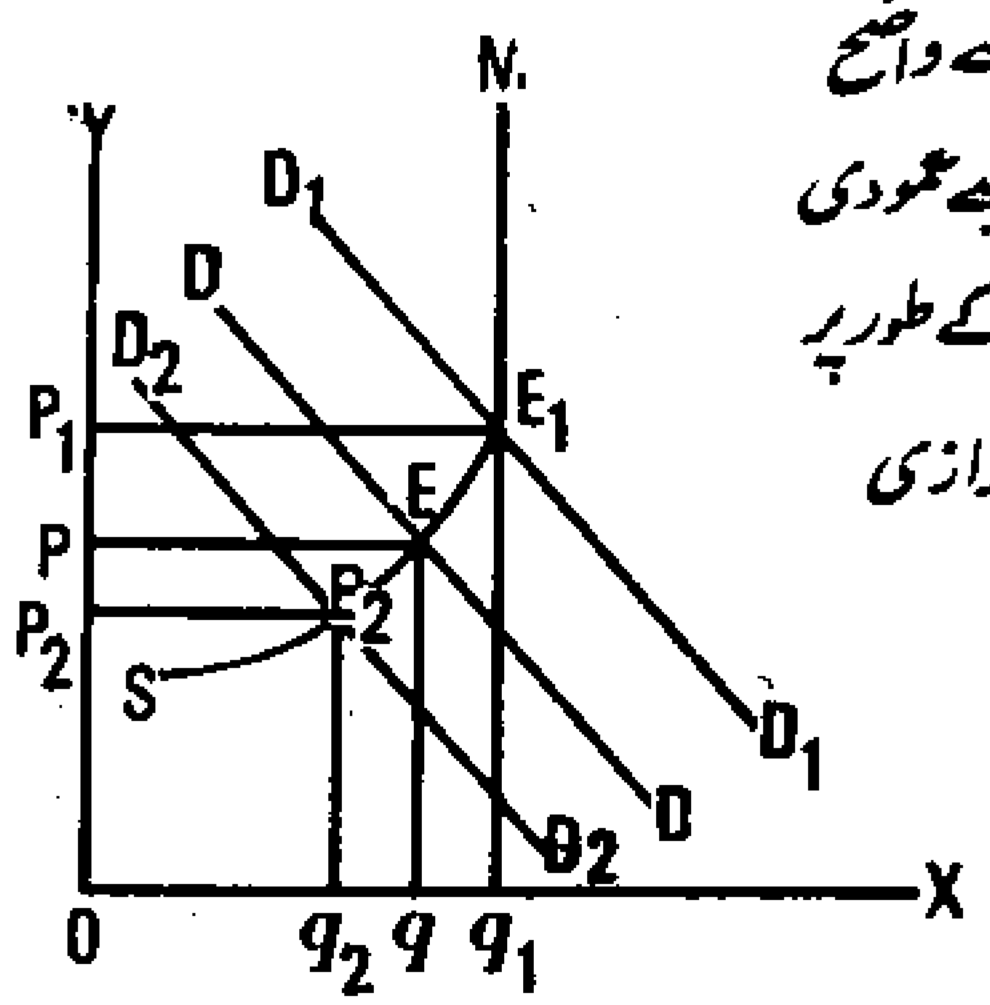

اوّل، وہ بلند ترین قیمت جس پر فروخت کنندگان تمام مقدار رسد کو فروخت کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔ دوسری وہ پست ترین قیمت جس پر فروخت کنندگان تمام سٹاک کو بہتر حالات کی اُمید پر محفوظ کر لیتے ہیں۔ جس قیمت پر فروخت کنندگان اپنی مقدار رسد کو فروخت کرنے سے انکار کر دیں۔ اسے محفوظی قیمت Reserve Price کہتے ہیں۔ مندرجہ ذیل عوامل محفوظی قیمت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۔ محفوظی قیمت کا انحصار فروخت کنندہ کی مستقبل کی قیمت سے وابستہ توقعات سے ہوتا ہے

۲۔ اگر فروخت کنندہ کی نقد کی ضروریات شدید ہوں تو محفوظی قیمت بھی کم ہوگی۔

۳۔ محفوظی قیمت کا انحصار اشیاء کو محفوظ کرنے کے عرصے اور نقل و حمل میں متوقع تبدیلیوں پر بھی ہوتا ہے۔ طویل عرصہ میں قیمت بھی کم ہوتی ہے۔

۴۔ محفوظی قیمت کا انحصار مستقبل کی لاگت پر بھی ہوتا ہے۔ اگر مستقبل میں مصارف پیدائش میں کمی کی امید ہو تو یہ قیمت بھی کم ہوگی۔

۵۔ محفوظی قیمت کا انحصار شے کی پائیداری پر بھی ہوتا ہے۔ پائیدار اشیاء کی صورت میں قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

اگر قیمت کی دونوں سطحیں دی ہوئی ہوں۔ ایک وہ بلند جس پر دکاندار تمام حاضر سٹاک کو فروخت کرنے پر آمادہ ہو اور دوسری وہ پست جس پہ وہ اشیاء فروخت کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو مختلف قیمتوں پر مقدار رسد میں بھی تبدیلیاں آتی ہیں۔ اگر مستقبل کی قیمت اور اس کی اپنی

Marfat.com

زرِ نقد کی ضروریات یکساں رہیں تو زیادہ قیمت پر زیادہ مقدار رسد فروخت کے لیے پیش کی جائے گی۔ اس طرح خطِ رسد اوپر اٹھے گا۔ جیسا کہ شکل میں SE_1 تک واضح کیا گیا ہے۔ اس قیمت سے زیادہ ہر وہ تمام سٹاک فروخت کرنے کے آمادہ ہوتا ہے۔ اس کا خطِ رسد عمودی ہوتا ہے۔ مثلاً شکل کے مطابق یہ M, E ہے۔ ہر دکاندار کے لیے محفوظی قیمت مختلف ہوتی ہے۔ کسی دی ہوئی قیمت پر ہو سکتا ہے۔ کچھ دکاندار تو تمام حاضر سٹاک فروخت کر دیں اور کچھ اسے سٹاک کر لیں۔ بہت بلند قیمت پر تمام دکاندار مقدار رسد کو فروخت کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جب کہ بہت پست قیمت پر شاید سب ہی آسے فروخت کرنے سے انکار کر دیں۔

معیاری قیمت Normal Price

معیاری قیمت سے مراد وہ قیمت جو طویل یا قلیل عرصہ میں طلب اور رسد کی قوتوں میں توازن کی بنا پر متعین ہو۔ معیاری قیمت ساکن نہیں ہوتی مگر اس میں ایک معیار کی جانب مائل ہونے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ جب عرصہ طویل ہوتا ہے تو طلب میں تبدیلیوں کے پیشِ نظر رسد میں تبدیلیاں ممکن ہوتی ہیں۔ جب عرصہ قلیل ہو تو نصب شدہ مشینوں میں ردّ و بدل، زیادہ خام مال کے استعمال اور اوقاتِ کار میں اضافہ سے رسد میں اضافہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ طویل عرصہ میں نصب شدہ پلانٹ میں توسیع و تجدید بھی ہو جاتی ہے اور فرموں کی تعداد میں اضافہ بھی ممکن ہوتا ہے۔ پیدائشِ دولت چونکہ قوانینِ حاصل یا قوانینِ لاگت کے زیرِ اثر ہوتی ہے۔ اس لیے مصارفِ پیدائش بھی قیمت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

قلیل عرصہ کی معیاری قیمت | عرصہ قلیل میں معین لاگت پیداوار پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ اوسط متغیر لاگت پیدائشِ دولت پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر قیمت کم سے کم اوسط متغیر لاگت کے نقطے سے بھی نیچے گر جائے۔ تب بھی فرم اپنے نقصانات کو محدود کرنے کی کوشش کرے گی۔ پس قلیل مدت میں کم سے کم اوسط متغیر لاگت قیمت پر کم سے کم حد قائم کر دیتی ہے۔ کیونکہ اگر قیمت کم سے کم اوسط متغیر لاگت سے بھی کم ہو جائے تو آجر پیدائشِ دولت کو روک دے گا۔ صنعت کا خطِ رسد کم سے کم اوسط متغیر لاگت کے خط کے اوپر واقع ہوتا ہے۔ یہ خط دائیں جانب سے بائیں جانب کو اوپر کی طرف اٹھتا ہے۔ کیونکہ فرم کا قلیل مدت مختتم لاگت کا خط اوپر کی جانب اٹھتا ہے۔ قلیل مدت میں قیمت کے تعین کی وضاحت اس شکل سے کی جا سکتی ہے۔

DD خطِ طلب ہے۔ جس کا رجحان منفی ہے۔ MPS منڈی کا خطِ رسد اور SRS قلیل مدت کا صنعت کا خطِ رسد ہے۔ اگر خطِ طلب D_1D_1 ہو جائے تو بازاری قیمت OP سے OK تک بڑھ جاتی ہے جب

Marfat.com

فرم کی قیمت

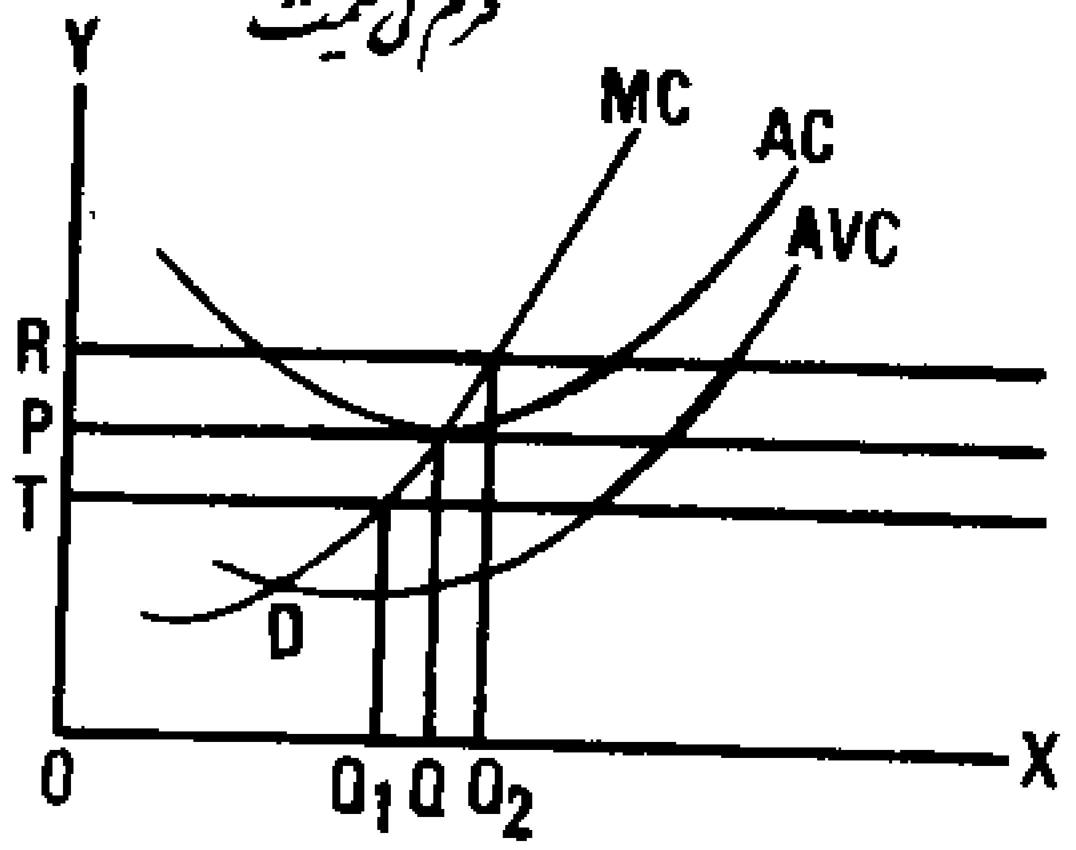

(صنعت) کی قلیل عرصہ کی قیمت

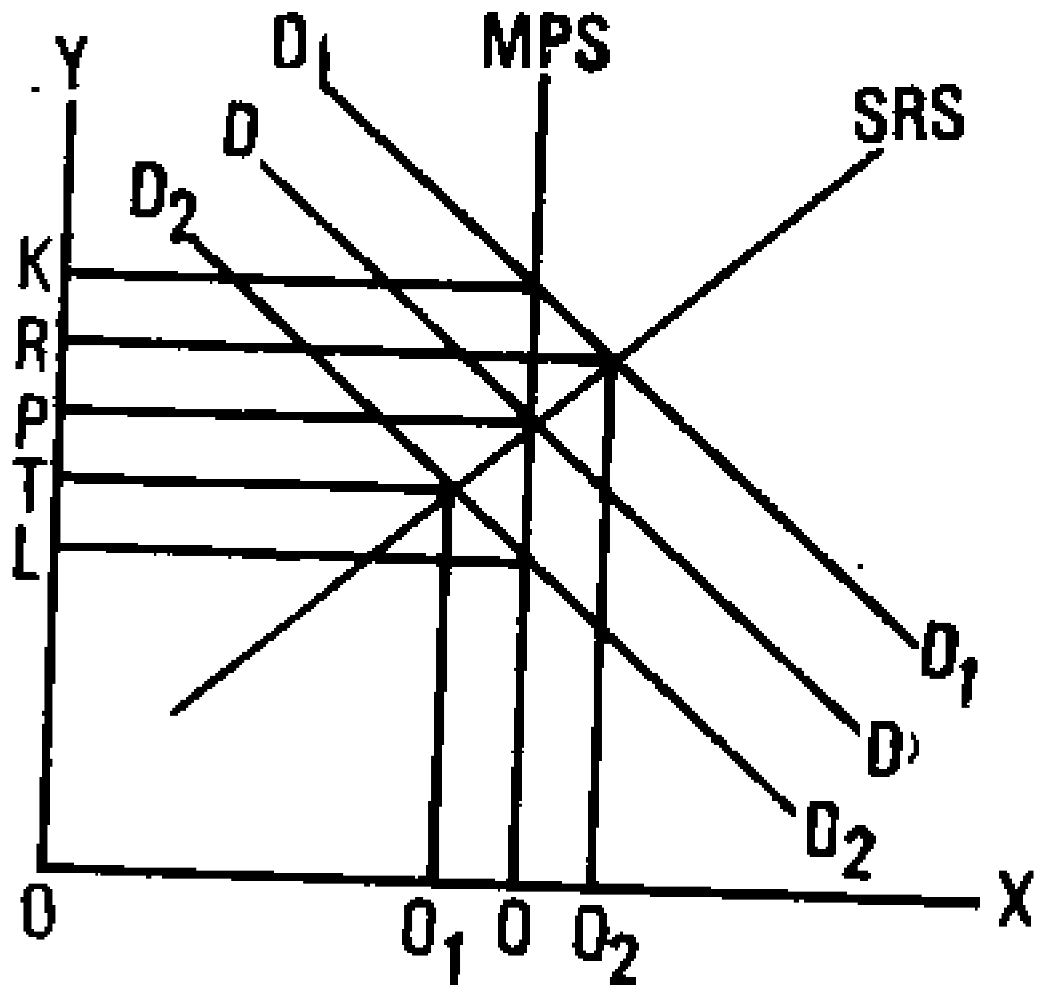

کہ رسد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ طلب میں اس اضافہ کے پیشِ نظر آجرین کو تحریک ملے گی کہ وہ پیداوار کو بڑھائیں جس کے لیے انہیں پلانٹ کا بہتر استعمال کرنا ہوگا۔ متغیر عوامل کی مقدار بڑھانی پڑے گی۔ قیمت میں اضافہ صرف طلب میں اضافہ کی وجہ سے ہوگا۔ کیونکہ قلیل مدت میں نہ تو فرموں کی تعداد بڑھائی جاسکتی ہے اور نہ ہی نصب شدہ پلانٹ میں توسیع ممکن ہوتی ہے۔ پس قلیل مدت میں D_1D_1 خط SRS (صنعت کا خطِ رسد) کو قطع کرتا ہے۔ جس سے قیمت گر کر OR ہوجائے گی۔ OR قلیل مدت کی قیمت ہوگی جو بازاری قیمت OP سے زیادہ۔ لیکن OK سے کم۔ مقدار رسد بھی OQ سے بڑھ کر OQ_2 ہوجائیگی۔ DD طلب پر قلیل مدت کی معیاری قیمت OR ہوگی۔ ہر فرم اپنی پیداوار کو اسی قیمت کے ساتھ مطابقت میں لانے کی کوشش کرے گی۔ جس پر وہ غیر معمولی منافع بھی کمائے گی۔ اگر طلب کم ہوکر D_2D_2 ہوجائے تو بازاری قیمت OP سے کم ہوکر OL ہوجائے گی۔ جب کہ رسد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ لیکن قلیل عرصہ میں فرم اپنے متغیر عوامل کو محدود کرکے مقدار رسد کو بھی محدود کرے گی۔ اگر فرم کا قلیل مدت کا خط رسد (SRS) D_2D_2 کو اس طرح قطع کرے تو قیمت OT ہوجائے گی۔ جو نئی بازاری قیمت OL سے زیادہ مگر OP سے کم ہوگی۔ قیمت پر فرمیں اپنی پیداوار کو اس طرح مطابقت میں لانے کی کوشش کریں گے کہ مختتم لاگت OT یعنی قیمت کے برابر ہوجائے۔ OT قیمت پر فرم کو کچھ نقصانات بھی ہیں۔ لیکن چونکہ قیمت D سے نیچے نہیں گر سکتی۔ اس لیے اس قیمت پر کوئی بھی فرم کچھ بھی پیدا نہیں کرے گی۔ پس رسد صفر کے برابر ہوگی۔

<u>طویل عرصہ کی معیاری قیمت</u>۔ طلب اور رسد میں سے کوئی بھی قوت بازاری قیمت پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ اگر بارش ہوجائے تو گرمیوں میں برف کی طلب میں فوری کمی واقع ہوجاتی ہے۔ اگر ایسی قدرتی تبدیلیاں وقوع پذیر نہ ہوں تو بازاری قیمت ایک خاص سطح پر برقرار رہتی ہے۔ معیاری قیمت ساکن نہیں ہوتی مگر اس میں ایک معیار کی جانب مائل ہونے کا رجحان ضرور پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

طویل مدت میں رسد کو طلب کے تقاضوں کے مطابق کم و بیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر طلب میں تبدیلی مستقل نوعیت کی ہو تو نئی فرمیں قائم کی جا سکتی ہیں یا پرانی فرموں میں توسیع و تجدید ہو سکتی ہے۔ طویل مدت میں اوسط متغیرہ لاگت کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس مدت میں کوئی بھی عاملِ پیدائش معین نہیں ہوتا بلکہ تمام متغیر ہوتے ہیں۔ تمام قسم کے مصارف پورے ہونے چاہئیں۔ پس طویل مدت میں قیمت اوسط لاگت کے برابر ہونی چاہیئے۔ مختتم لاگت کا خط اوسط لاگت کے خط کے نیچے سے اس نقطہ پر قطع کرتا ہے جو اس خط پر سب سے پست نقطہ ہوتا ہے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ

قیمت = مختتم لاگت = اوسط لاگت

اگر قیمت اوسط لاگت سے زیادہ ہو تو فرم غیر معمولی منافع کما رہی ہوگی۔ اس سے صنعت میں نئی فرمیں داخل ہونگیں جو پرانی فرموں کے ساتھ مقابلہ کریں گی۔ رسد میں اضافہ ہوگا اور قیمت دوبارہ کم ہو کر اوسط لاگت کے برابر ہو جائے گی۔ اگر قیمت اوسط لاگت سے کم ہو تو فرم کو نقصان ہوگا۔ ایسی بہت سی فرمیں صنعت کو خیر باد کہہ جائیں گی۔ رسد کم ہو جائے گی اور قیمت دوبارہ بڑھ کر اوسط لاگت کے برابر ہو جائے گی۔ جس سے فرم صرف نارمل منافع ہی کماتی رہے گی۔

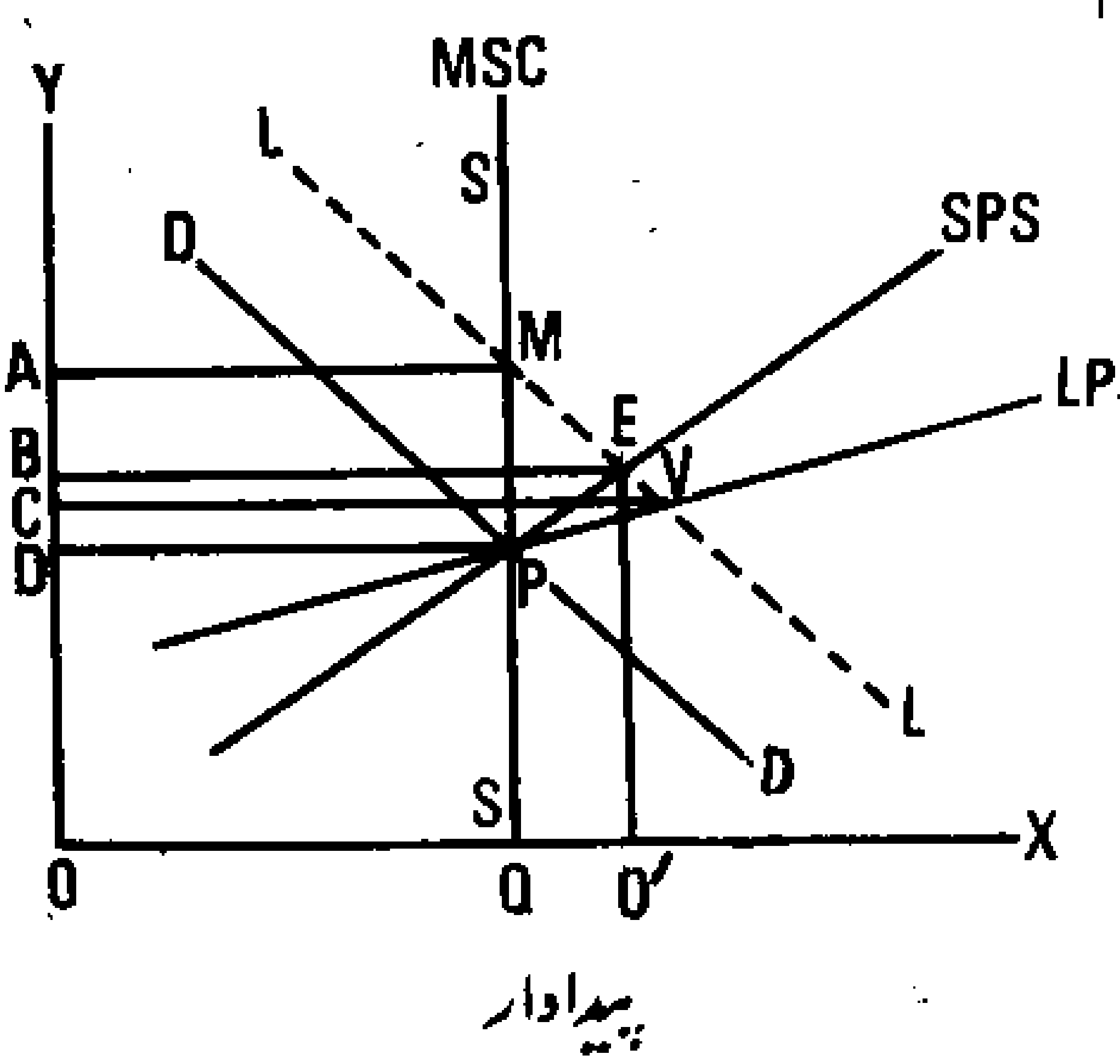

SS بازاری رسد کا خط ہے۔ جو غیر لچکدار بھی ہے۔ DD خطِ طلب ہے جو SS کو نقطہ P پر قطع کرتا ہے OD قیمت ہوگی۔ اگر طلب میں اضافہ ہو جائے تو DD خط اوپر جا کر LL خط بن جاتا ہے جو SS خط کو نقطہ M پر قطع کرتا ہے۔ اس طرح نئی قیمت OA ہو جائے گی۔ منافع میں اضافہ کی وجہ سے پیداوار میں بھی اضافہ ہوگا۔ قلیل عرصہ کا خط رسد SPS ہے جو زیادہ لچکدار ہے جو LL خط کو نقطہ V پر قطع کرتا ہے۔ اس سے طویل عرصہ کی قیمت OC مقرر ہو جائے گی۔

طویل عرصہ کی قیمت (OC) قلیل عرصہ کی قیمت (OB) سے کم ہے لیکن یہ بازاری قیمت OD سے زیادہ ہے۔ اگر صنعت قانونِ تقلیل لاگت کے تابع ہو تو معیاری قیمت بازاری قیمت سے زیادہ ہوگی لیکن اگر صنعت قانون مساوی لاگت کے تابع ہو تو معیاری قیمت اور بازاری قیمت بھی برابر ہوگی وضاحت کے لیے دیکھیں یہ اشکال۔ شکل نمبر ا کی صنعت قانون تکثیر لاگت کے زیر اثر

Marfat.com

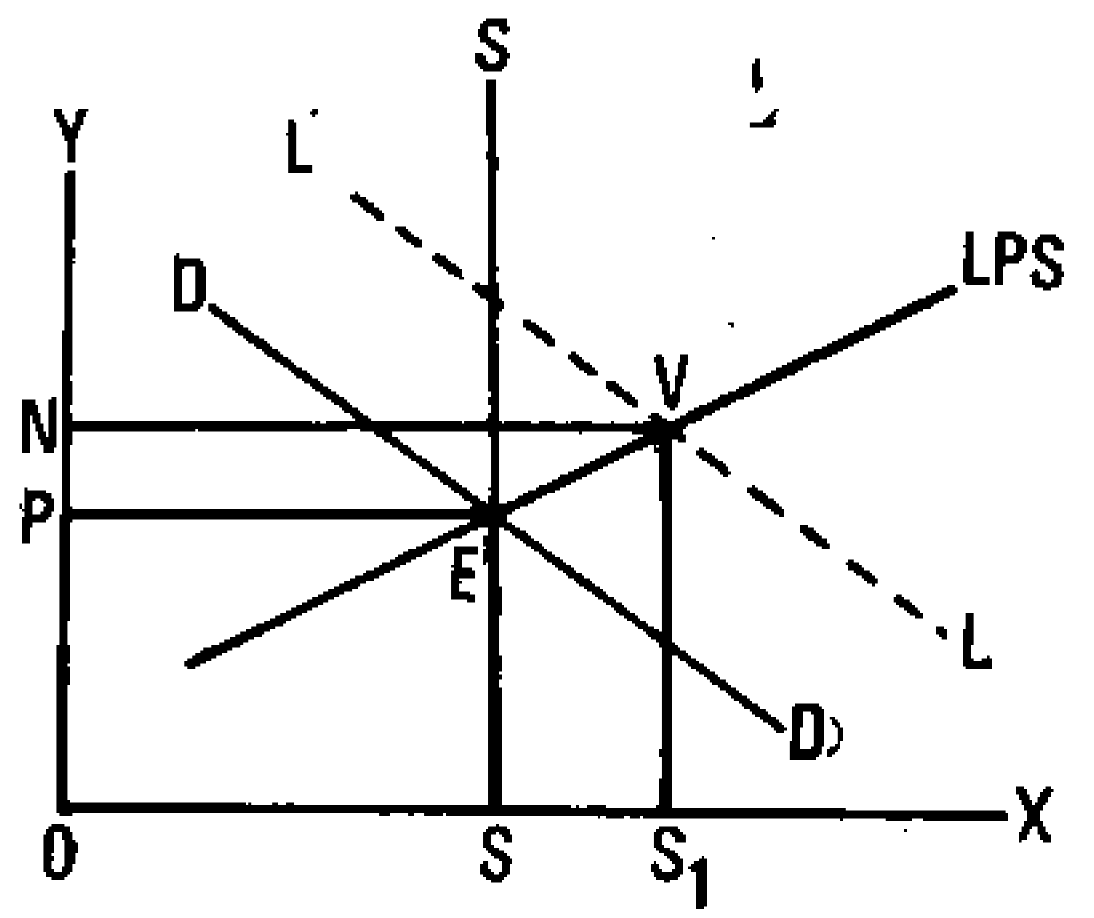

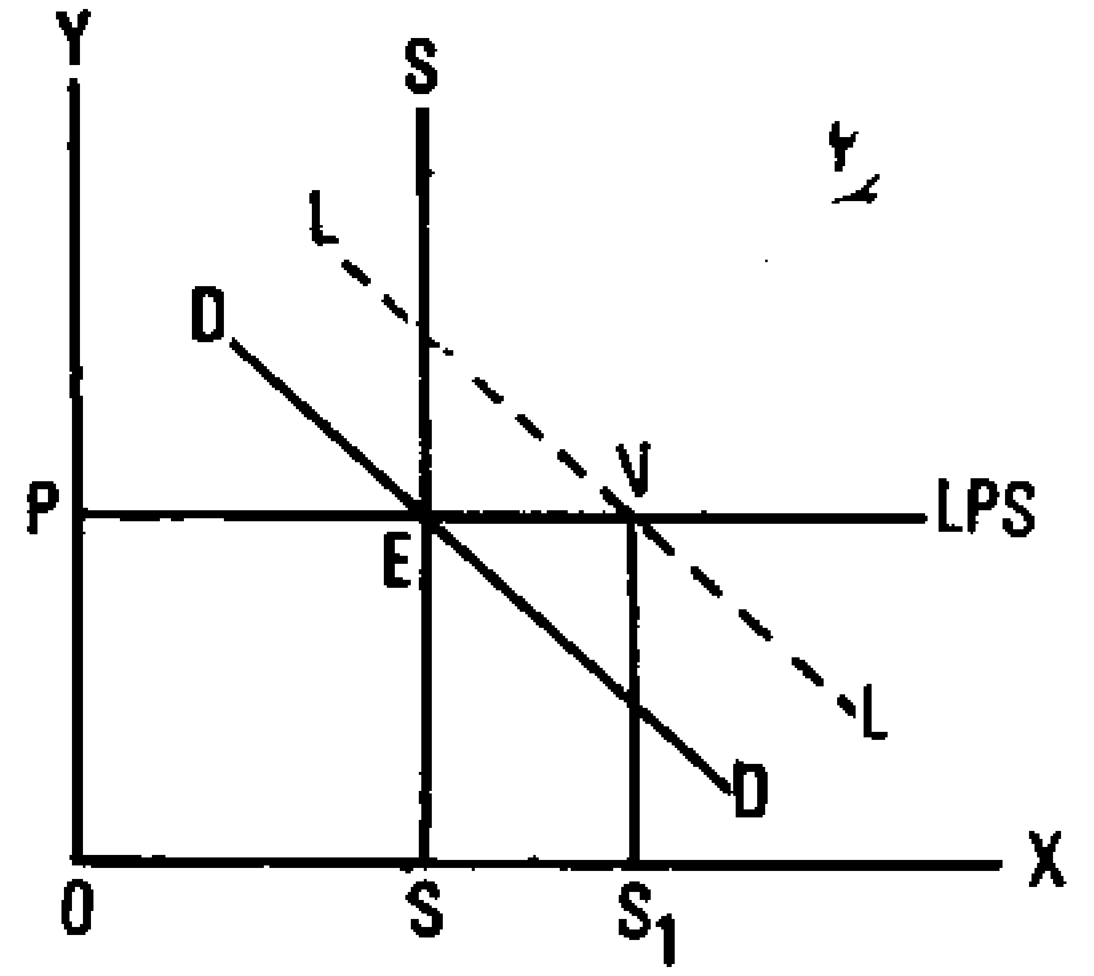

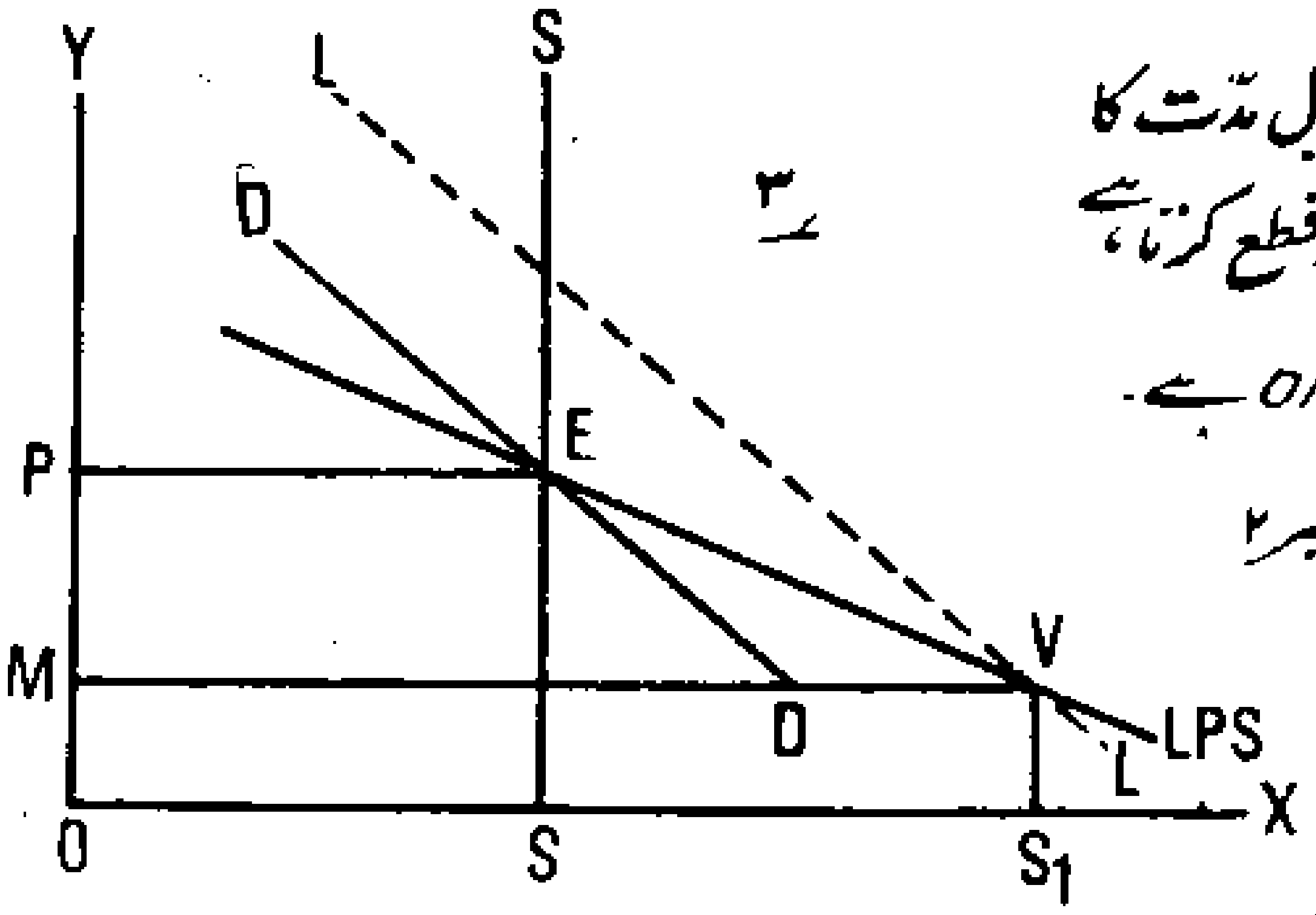

پیدائشِ دولت میں مصروف ہے۔ طویل مدّت کا خطِ رَسد اضافی طلب LL کو نقطہ V پر قطع کرتا ہے اس طرح طویل مدت کی معیاری قیمت ON ہے۔ جب کہ بازاری قیمت OP ہے۔ شکل نمبر ۲ کی صنعت قانون مساوی لاگت کے تابع ہے۔ اس کا اضافی طلب کا خط LL طویل مدت کے خطِ رَسد LPS کو نقطہ V پر قطع کرتا ہے۔ اس طرح طویل مدت کی معیاری قیمت OP متعین ہوئی۔ جب کہ بازاری قیمت بھی OP ہی ہے۔ یعنی معیاری قیمت اور بازاری قیمت یکساں ہیں۔

شکل نمبر ۳ کی صنعت قانونِ تقلیلِ لاگت کے تابع ہے۔ اس صنعت کا طویل مدت کا خطِ رسد LPS تبدیل شدہ طلب کے خط LL کو نقطہ V پر قطع کرتا ہے۔ اس طرح طویل مدت کی معیاری قیمت OM اور بازاری قیمت OP ہے۔ اس میں معیاری قیمت بازاری قیمت سے کم ہے۔

سوالات

۱۔ متوازن قیمت سے کیا مراد ہے۔ متوازن قیمت پر طلب اور رَسد کے تغیّرات کے کیا اثرات ہوتے ہیں۔

۲۔ بازاری قیمت اور معیاری قیمت میں کیا فرق ہوتا ہے۔

۳۔ عرصہ قلیل اور عرصہ طویل کی معیاری قیمت کے فرق کو واضح کریں۔

۴۔ قیمتِ محفوظ سے کیا مراد ہے۔

Marfat.com

باب ۱۳

تقسیمِ دولت کے نظریات

THEORIES OF DISTRIBUTION OF WEALTH

زمانہ قدیم میں عملِ پیدائش نہایت سادہ ہوتا تھا۔ فردِ واحد ہی تمام عوامل پیدائش کی خدمات فراہم کر دیتا تھا یا کنبہ یا معاشرہ کے چند افراد باہمی تعاون و اشتراک سے اپنی تمام ضروریات پیدا کر لیتے تھے لہٰذا تقسیم دولت کا مسئلہ اس قدر پیچیدہ نہ تھا۔ دورِ جدید میں عمل پیدائش اور انسانی ضروریات نہایت پیچیدہ ہو چکی ہیں لہٰذا اشیا اور خدمات وسیع پیمانے پر پیدا کی جاتی ہیں عاملین پیدائش باہمی اتحاد، تعاون اور اشتراک سے پیدائش دولت کی بنیاد ڈالتے ہیں اور عمل پیدائش کو پروان چڑھاتے ہیں چونکہ عاملین پیدائش عام معاشی اشیا کی طرح کمیاب ہیں اس لئے اشیا کی طرح ان کے استعمال کا بھی معاوضہ ادا کیا جاتا ہے یہ معاوضہ پیدائش دولت میں سے ہی ادا کیا جاتا ہے عاملین پیدائش کو اشیا کی مانند خریدا نہیں جاتا بلکہ ان کی خدمات مستعار لی جاتی ہیں اور معاوضے خدمات کے استعمال کے عوض ہی ادا کئے جاتے ہیں۔ قومی سطح پر عاملین پیدائش کے باہمی اشتراک اور تعاون سے قومی دولت پیدا کی جاتی ہے۔ قومی دولت کی پیدائش اور تقسیم سارا سال ہوتی رہتی ہے۔ تقسیم دولت ایک بہاؤ کی مانند ہوتا ہے اور عین ممکن ہے کہ سال کے آخر میں قوم کے پاس کچھ بھی نہ بچے جدید معیشت دان قومی دولت کی تقسیم میں عدم مساوات کے اصول پر زور دیتے ہیں۔ چیپ مین (Chapman) کے مطابق

"معاشیات میں تقسیم دولت سے مراد عاملین پیدائش کو ان کا حصہ ادا کرنا ہوتا ہے بالفاظ دیگر تقسیم دولت میں ایسا اصول وضع کیا جاتا ہے جس سے عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین کیا جا سکے۔"

جدید مسئلہ قدر اشیا کے علاوہ عاملین پیدائش کی قیمتوں کے تعین پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ پس نظریہ تقسیم دولت مسئلہ قدر کا ہی جزو ہے نظریہ تقسیم دولت کا تعلق عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین ان کی رسد اور طلب کے حالات اور منڈی کے ان حالات سے ہے جو ان کی بازاری قیمتوں میں کمی بیشی کا باعث بنتے ہیں۔ نظریہ تقسیم دولت کو نظریہ مبادلہ دولت کا جزو بھی کہا جا سکتا ہے نظریہ تقسیم دولت میں عاملین پیدائش کے معاوضوں کے علاوہ ان کی خدمات بھی زیر بحث آتی

Marfat.com

ہیں مثلاً عاملین پیدائش کی منڈی میں زمین کا رقبہ زیر بحث نہیں آتا بلکہ زمین کی ان صفات یا خدمات پر بحث ہوتی ہے جو دولت پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں اس طرح محنت اور سرمایہ کے حجم اور جسامت کی بجائے محنت اور سرمایہ کی استعداد اور خدمات زیر بحث آتی ہے اسی لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لگان زمین کی قیمت نہیں بلکہ زمین کی خدمت یا اس کے استعمال کا معاوضہ ہوتا ہے اسی طرح اجرت اور سود بالترتیب محنت اور سرمایہ کی خدمات کے معاوضے ہیں

نظریہ میں مختتم پیداوار

MARGINAL PRODUCTIVITY THEORY

آج پیدائش دولت سے زمین، محنت اور سرمایہ حاصل کرتا ہے اور ان کے باہمی تعاون اور اشتراک سے عمل پیدائش کی داغ بیلتا ہے چونکہ عاملین پیدائش کمیاب ہیں اس لئے انکی خدمات کے عوض انہیں معاوضہ ادا کرنے پڑتے ہیں۔ زمین کے استعمال کا معاوضہ لگان کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے محنت کو اجرت اور سرمایہ کے استعمال کے لیے سود ادا کیا جاتا ہے عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین کے لیے نظریہ مختتم پیداوار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

جس طرح شے کی قیمت کا تعین طلب اور رسد کے توازن کی بناپر ہوتا ہے اسی طرح عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین بھی اسی اصول کی بناپر ہوتا ہے۔ شے کی طلب کا انحصار اس کے افادہ مختتم اور رسد کا انحصار مصارف پیدائش پر ہوتا ہے جبکہ عاملین پیدائش کی طلب کا انحصار ان کی مختتم پیداوار اور رسد قیمت رسد پر منحصر ہوتی ہے چونکہ سرعصہ قلیل ہیں عاملین پیدائش کی قیمت رسد متعین ہوتی ہے اس لیے ان کی طلب یا مختتم پیداوار ہی ان کے معاوضوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اگر طلب یا مختتم پیداوار زیادہ ہو تو معاوضہ زیادہ ہوتا ہے لیکن اگر مختتم پیداوار کم ہو تو معاوضہ بھی گر جاتا ہے۔

بعض معیشت دانوں کے نزدیک چونکہ اشیا کی طلب اور رسد اور عاملین پیدائش کی طلب و رسد میں کوئی مماثلت نہیں پائی جاتی اس لیے عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین اسی اصول کی بناپر نہیں ہو سکتا جس اصول کے تحت اشیا کی قیمتوں کا تعین ہوتا ہے ان کے مطابق عام اشیا کی طلب براہ راست ہوتی ہے جبکہ عاملین پیدائش کی طلب بالواسطہ اور ماخوذ ہوتی ہے۔ عام اشیا کی رسد قیمت کے تغیر و تبدل کا اثر بہت جلد قبول کر لیتی ہے لیکن عاملین پیدائش کی رسد کا فوری طور پر بڑھنا ممکن نہیں ہوتا اس لیے ان کی رسد معاوضوں کے تعین میں کوئی فعال کردار ادا نہیں کرتی اسی لیے طویل عرصہ میں تمام اشیا کی قیمت اور مصارف پیدائش یکساں ہوتے ہیں لیکن عاملین پیدائش کے مصارف پیدائش معلوم کرنا ممکن نہیں ہوتے کیونکہ زمین کی رسد معین ہے اور اس کی

Marfat.com

کوئی قیمت رسد نہیں ہوتی۔ محنت کی رسد میں اضافہ کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ کی رسد کا انحصار بچتوں پر ہوتا ہے اور بچتیں قومی دولت کا تفاعل ہیں۔ ان تمام اختلافات کے باوجود عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین ان کی طلب اور رسد کے توازن سے ہوتا ہے۔

مختتم پیداوار سے مراد وہ پیداواری اکائی ہوتی ہے جو کسی عامل پیدائش کی مختتم اکائی کے استعمال سے ہوتی ہے۔ مختتم اکائی وہ اکائی ہوتی ہے جس کے استعمال سے آجر کو صرف اسی قدر پیداوار حاصل ہو جس قدر وہ اسے بطور معاوضہ ادا کرتا ہے اس نقطہ پر پہنچ کر آجر تذبذب میں پڑ جاتا ہے کہ آیا اسے وہ اکائی استعمال کرنا چاہیئے یا نہیں اگر وہ اس اکائی کو استعمال کرنے کا فیصلہ کرے تو اسے مختتم اکائی کہا جائے گا اور اس اکائی کے استعمال سے کل پیداوار میں جسقدر اضافہ ہوا سے مختتم پیداوار کہا جائے گا۔ مختتم پیداوار کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی کو مختتم وصولی کہا جاتا ہے جو مختتم لاگت کے برابر ہوتی ہے۔ مثلاً باقی عاملین پیدائش کی مقدار کو یکساں رکھتے ہوئے اگر آجر محنت کی اکائیوں میں یکے بعد دیگرے اضافہ کرے تو پہلے مزدور سے کل پیداوار میں 30 اکائیوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرا مزدور کل پیداوار میں 25 اکائیوں کا اضافہ کرتا ہے اور تیسرا مزدور 20 زائد اکائیاں پیدا کرتا ہے اگر ایک اکائی کی قیمت ایک روپیہ ہو اور مزدور کی مروجہ شرح اجرت جسے تبدیل کرنا آجر کے بس میں نہیں ہوتا 20 روپے تو تیسرا مزدور مختتم مزدور ہوگا اور 20 اکائیاں مختتم پیداوار چونکہ منڈی میں کمل مقابلہ کے حالات پائے جاتے ہیں اس لئے کوئی بھی مزدور مروجہ شرح اجرت سے کم شرح پر اپنی خدمات فروخت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس طرح ہر مزدور کا معاوضہ اس کی مختتم پیداوار کے برابر ہوتا ہے۔ 20 روپے سے کم شرح پر نہ تو کوئی مزدور کام کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اور نہ ہی آجر اسے اس سے زیادہ ادا کرنے پر تیار ہوتا ہے اگر کسی شعبہ پیدائش میں مزدور مختتم پیداوار سے کم شرح معاوضہ پر کام کرنے پر آمادہ ہوں تو اس شعبہ میں مزدوروں کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے جو بالآخر ان کے معاوضوں میں بھی اضافہ کا موجب بنتا ہے اس کے برعکس اگر کسی شعبے میں شرح معاوضہ مختتم پیداوار سے زیادہ ہو تو اس شعبہ میں مزدوروں کی رسد میں اضافہ ہو جانے کی بنا پر شرح معاوضہ گر جاتی ہے۔

پیدائش کے تمام شعبوں میں یکساں شرح معاوضہ رائج ہوتی ہے اگر کسی عامل پیدائش کی مختتم پیداوار زیادہ ہو تو اس کی زیادہ اکائیاں استعمال میں لائی جاتی ہیں حتیٰ کہ تمام عوامل کی مختتم پیداوار یکساں ہو جاتی ہے اگر کسی شعبے میں کسی عامل پیدائش کی مختتم پیداوار زیادہ ہو

Marfat.com

تو اس کے مسلسل استعمال سے مختتم پیداوار بتدریج کم ہو جاتی ہے جس سے تمام شعبوں میں مختتم پیداوار یکساں ہو جاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ ہر آجر کسی عامل پیدائش کی خدمات مستعار لیتے وقت اس کی قیمت اور مختتم پیداوار کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ اگر قیمت کم اور مختتم پیداوار زیادہ ہو تو آجر ان کی زیادہ سے زیادہ اکائیاں استعمال کرے گا حتیٰ کہ قانون تقلیل حاصل کے زیر اثر مختتم پیداوار بتدریج کم ہو کر اس کی مروجہ قیمت کے برابر ہو جاتی ہے یعنی مختتم پیداوار اور مصارف پیدائش برابر ہو جاتی ہے۔ عاملین پیدائش بھی زیادہ معاوضوں کی تلاش میں ایک مقام سے دوسرے مقام اور ایک پیشہ سے دوسرے پیشہ میں منتقل ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جغرافیائی اور پیشہ ورانہ نقل پذیری سے تمام مقامات اور تمام پیشوں میں ہر عامل پیدائش کی مختتم پیداوار اور مساوی ہو جاتی ہے۔

جس طرح صارف اپنے محدود وسائل کو زیادہ سے زیادہ افادہ کے لئے مختلف اشیا پر اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر شے کا افادہ مختتم مساوی ہو جائے اس طرح آجر بھی عاملین پیدائش میں رد و بدل کر کے انہیں اس طرح استعمال کرتا ہے جو اس کے مختتم افادہ کے برابر ہو اس طرح آجر بھی کسی عامل پیدائش کو اسی قدر معاوضہ ادا کرتا ہے جو اس کی مختتم پیداوار کے برابر ہو۔

ہنسن کے مطابق عاملین پیدائش کی منڈی میں ہر عامل کی خاص مقدار کی قیمت طلب اس کی مختتم پیداوار کے برابر ہوتی ہے۔ نظریہ مختتم پیداوار کی بنیاد قوانین رسد و طلب پر استوار کی گئی ہے۔ شے کی قیمت کی مانند عاملین پیدائش کے معاوضے بھی ان کی مجموعی طلب اور رسد کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔ البتہ آجر کسی عامل پیدائش کی صرف اتنی اکائیاں ہی طلب کرتا ہے جس سے اس کی مختتم پیداوار ہر شعبہ میں یکساں ہوتی ہے اگر کسی عامل پیدائش کی مختتم پیداوار زیادہ ہو تو اس کی زیادہ اکائیاں استعمال میں لائی جاتی ہیں اور دوسرے عاملین پیدائش کی کم، یہ رد و بدل ہوتا رہے گا حتیٰ کہ آجر ایسا بہترین اشتراک حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے جہاں ہر عامل پیدائش کی مختتم پیداوار یکساں ہو جاتی ہے اس طرح ہر عامل پیدائش کی مختتم پیداوار یکساں ہو جاتی ہے اور انہیں اس کے برابر صلہ بھی ملتا ہے۔ اسی نقطہ پر جہاں مروجہ شرح معاوضہ مختتم پیداوار کے برابر ہو وہاں مختتم لاگت مختتم وصولی کے بھی مساوی ہوتی ہے اور آجر کا منافع زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔

اگر کسی عامل پیدائش کی رسد میں اضافہ ہو جائے تو مختتم پیداوار کم ہو جاتی ہے رسد میں کمی کی صورت میں مختتم پیداوار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

عملی زندگی میں عوامل پیدائش کے معاوضے ان کی طلب و رسد کی قوتوں کی بنا پر پہلے سے طے شدہ ہوتے ہیں آجر کے لئے ان میں رد و بدل ممکن نہیں ہوتا وہ مروجہ شرح معاوضہ اور مختتم پیداوار کی روشنی میں ہر عامل پیدائش کی تعداد کا تعین کرتا ہے مثلاً

Marfat.com

محنت کی اکائیاں	پیداواری مختتم کی مالیت	مروجہ شرح اجرت
1	50	25
2	45	25
3	40	25
4	35	25
5	30	25
6	25	25

پس آجر مزدوروں کی صرف چھ اکائیاں استعمال میں لائے گا کیونکہ چھٹی اکائی پر مروجہ شرح اجرت اور پیداواری مختتم کی مالیت یکساں ہے اسی اصول کے مطابق دوسرے عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین بھی کیا جا سکتا ہے اسے ایک فارمولے کے ذریعے بھی واضح کیا جاتا ہے۔

$$\frac{\text{د۔ عامل کی مختتم پیداوار}}{\text{د۔ عامل کی پیداوار}} = \frac{\text{ب۔ عامل کی مختتم پیداوار}}{\text{ب عامل کی قیمت}} = \frac{\text{ج عامل کی مختتم پیداوار}}{\text{ج عامل کی قیمت}} = \frac{\text{ی عامل کی مختتم پیداوار}}{\text{ی عامل کی قیمت}}$$

$$\frac{250}{125} = \frac{100}{50} = \frac{200}{100} = \frac{50}{25}$$

نظریہ مختتم پیداوار کے مفروضات ASSUMPTIONS

۱. ہر عامل پیداوار کی تمام اکائیاں استعداد کار اور کارکردگی کے لحاظ سے یکساں ہوں وہ ایک دوسرے کا صحیح نعم البدل ہوں۔

2- آجر کے لئے کسی ایک عامل پیدائش کی جگہ دوسرے عامل کو استعمال کرنا ممکن ہو یعنی وہ کسی ایک عامل کی مختتم اکائی کو کم کر کے دوسرے عامل کی ایک اکائی میں اضافہ کر سکے۔

3۔ فرم قانون تکثیر لاگت یعنی قانون تقلیل حاصل کے تابع عمل پیدائش میں مصروف ہو۔

4۔ ہر عامل پیدائش کو حسب ضرورت چھوٹی چھوٹی اکائیوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہو۔

5- بازار میں مکمل مقابلہ کے حالات پائے جائیں اور ہر عامل پیدائش بہتر معاوضہ اور شرائط کار کے لئے آزادانہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک پیشے سے دوسرے پیشے میں منتقل ہو سکتا ہو۔

Marfat.com

تنقید CRITICISM

۱۔ اس نظریہ کی بنیاد استعداد کار اور کارکردگی کے لحاظ سے کسی عامل پیدائش کی تمام اکائیوں کی یکسانیت پر ہے حالانکہ عملی اور حقیقی طور پر ایسا کبھی دیکھنے میں نہیں آتا در حقیقت ہر مزدور صلاحیت، استعداد کار اور قابلیت کے لحاظ سے دوسرے ہر مزدور سے مختلف ہوتا ہے کوئی مزدور صرف جسمانی مشقت کر سکتا ہے اور کوئی صرف دماغی کاوش کے قابل ہی ہوتا ہے اسی طرح زمین کا ہر قطعہ زرخیزی اور محل وقوع کے لحاظ سے دوسرے قطعوں سے مختلف ہوتا ہے۔

2۔ یہ نظریہ اس مفروضہ پر قائم ہے کہ تمام عاملین پیدائش ایک دوسرے کے صحیح نعم البدل ہوتے ہیں عملی اور حقیقی طور پر یہ بھی درست نہیں۔ سرمایہ کی جگہ مزدور اور مزدوروں کی جگہ زمین کو استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ ہر عامل پیدائش کچھ مخصوص فرائض سرانجام دینے کے قابل ہوتا ہے جو دوسرا کوئی عامل سرانجام نہیں دے سکتا۔

3۔ تمام عاملین پیدائش میں آزادانہ نقل پذیری نہیں پائی جاتی۔ زمین غیر انتقال پذیر ہے محنت کی نقل پذیری میں فنی سماجی اور معاشرتی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں اسی طرح سرمایہ بھی اس قدر نقل پذیر نہیں۔

۴۔ ہر عامل پیدائش تقسیم پذیر بھی نہیں ہوتا۔ عملی طور پر عاملین پیدائش کا بہترین اشتراک حاصل ہو جانے کے بعد آجر اس میں کبھی ردوبدل نہیں کرتا کیونکہ ایسا کرنے سے مصارف پیدائش میں اضافہ کا احتمال ہوتا ہے

5۔ یہ نظریہ عمل پیدائش کے دوران قانون تقلیل حاصل کے اطلاق پذیر ہونے کے مفروضہ پر قائم ہے۔ گویا قانون اٹل اور ہمہ گیر نوعیت کا ہے مگر فنی اور تکنیکی معلومات، تحقیق و تجربات، جدت واختراعات اور ایجادات وغیرہ سے اس قانون کے اطلاق کو ایک معقول عرصہ تک پس پشت ڈالا جا سکتا ہے۔

۶۔ ٹاوزگ اور ڈیون پورٹ کے اعتراضات کے مطابق ہر پیداوار تمام عاملین پیدائش کی مشترکہ اور باہمی کوششوں کا نتیجہ ہوتی ہیں اس لئے کل پیداوار میں سے کسی ایک عامل پیدائش کی مختتم پیداوار معلوم کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

۷۔ ہابسن کے اعتراض کے مطابق مختتم پیداوار سے کسی ایک عامل پیدائش کی خدمات اور صلاحیتوں کا صحیح اندازہ لگانا دشوار ہوتا ہے کیونکہ کاروبار سے صرف ایک اکائی کو علیحدہ کرنے

Marfat.com

سے تمام نظام پیدائش میں گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے اور کل پیداوار میں اس مقدار کی نسبت بہت زیادہ کمی واقع ہو جاتی ہے جو اس اکائی کی خدمت کی وجہ سے کل پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہابسن کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لوگ تمام عاملین پیدائش کی مختتم پیداواروں کو یکجا کر لیا جائے تو حاصل جمع کل پیداوار کم ہوگا کیونکہ کچھ پیداوار صرف عاملین پیدائش کے باہمی تعاون اور اشتراک کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ان کے ایک اور اعتراض کے مطابق بعض کاروبار ایسے ہوتے ہیں جن میں عاملین پیدائش کی کارروائیوں کے استعمال کا انحصار فنی اور تکنیکی حالات پر ہوتا ہے۔

8 - پروفیسر وکسٹیڈ Wickstead کے مطابق بعض صنعتیں قانون استقرار حاصل کے تابع ہوتی ہیں اس لئے جس نسبت سے عاملین پیدائش میں اضافہ کیا جاتا ہے اسی نسبت سے مختتم پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا۔ رابنسن Robinson اور ہکس کے مطابق تو مختتم پیداوار کی پیمائش ہو ہی نہیں سکتی۔

۹ - اس نظریہ کے مطابق کامل روزگار کی سطح کے حصول کے لئے اجرتوں میں کمی پر زور دیا گیا ہے تاکہ اجرتیں مختتم پیداوار کے برابر ہو جائیں۔ کینز کے اعتراض کے مطابق کامل روزگار کا حصول اجرتوں میں کمی سے نہیں بلکہ موثر طلب میں اضافہ کی بنا پر ہوتا ہے۔

۱۰ - عملی طور پر عاملین پیدائش کے معاوضے ان کی مختتم پیداوار کی بنا پر متعین نہیں ہوتے بلکہ مختتم پیداوار کا انحصار معاوضوں کی شرح پر ہوتا ہے مثلاً بلند اجرت مزدور کی استعداد اور کارکردگی کے معیار کو بلند کر دیتی ہے۔

۱۱ - اس نظریہ میں صرف عاملین پیدائش کی طلب پر زور دیا گیا ہے، رسد کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور حالات کو ساکن قرار دیا گیا ہے حالانکہ حقیقی اور عملی زندگی میں رسد معاوضوں کے تعین میں براہ راست اثر انداز ہوتی ہے زیادہ شرح معاوضہ رسد کو پھیلنے میں مدد دیتی ہے اور کم شرح سے رسد سکڑ جاتی ہے۔

سیموئل سن Samuelson نے اس نظریہ کی بابت لکھا۔

"نظریہ مختتم پیداوار ایسا نظریہ نہیں جس کے مطابق اجرت اور سود کا تعین کیا جا سکے بلکہ یہ نظریہ صرف اس بات پر بحث کرتا ہے کہ اگر عاملین پیدائش کی قیمت معلوم ہو تو ان کی کتنی مقدار استعمال کی جائے گی۔

مندرجہ بالا اعتراضات اپنی جگہ پر بجا مگر اس نظریہ میں صداقت کا پہلو بھی عیاں ہے اور علم معاشیات میں کسی متبادل نظریہ کی عدم موجودگی میں اس پر تکیہ کئے بغیر گزر نہیں۔

Marfat.com

MODERN THEORY OF DISTRIBUTION

تقسیم دولت کا جدید نظریہ

اشیا کی منڈی میں فرم کے توازن کا مطالعہ ہو چکا۔ فرم اپنے نقطہ توازن پر اشیا کی اتنی مقدار پیدا کرتی ہے جس سے مختتم لاگت اور مختتم وصولی یکساں ہو جائیں۔ عوامل کی منڈی میں فرم کا وہ کونسا نقطہ توازن ہوگا جہاں منافع کی سطح بلند ترین ہو؟ اور کسی عامل پیدائش کو اس کی کیا قیمت ادا کی جائے گی۔ مکمل اور غیر مکمل مقابلہ کے حالات میں نقطہ توازن کیسے متعین ہوگا؟

مکمل مقابلہ کے تحت انفرادی فرم کسی عامل پیدائش کے معاوضہ پر اثر انداز نہیں ہو سکتی معاوضے پہلے سے طے شدہ ہوتے ہیں اور مختتم اور اوسط معاوضہ یکساں رہتا ہے مثلاً محنت کی منڈی میں اوسط اور مختتم اجرت یکساں ہوتی ہے ایکس محور کے متوازی ایک افقی خط ان کی نمائندگی کرتا ہے۔

ڈائیگرام نمبر ۱

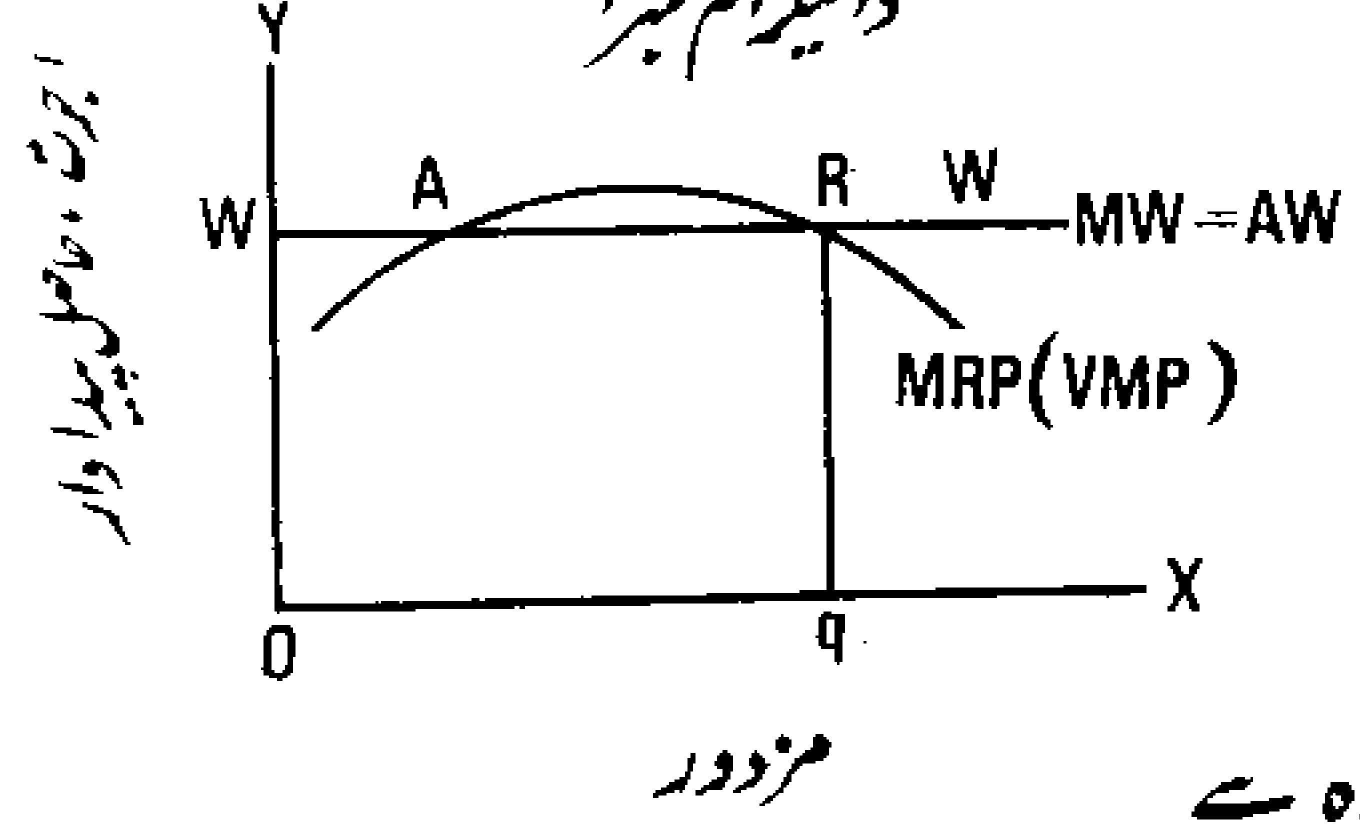

MRP مختتم پیداواری مالیت کا خط ہے جو مختتم پیداوار کی مالیت کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔ MW اوسط اور مختتم اجرت کا افقی خط ہے۔

نقطہ توازن پر فرم کا منافع زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے اور یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب MRP = W ہو۔

مختتم پیداواری مالیت کا خط (MRP) مختتم اجرت کے خط کو دو نقاط B، A پر قطع کرتا ہے، نقطہ A پر منافع کی سطح بلند نہیں ہو سکتی کیونکہ اس نقطہ پر MRP کا خط ابھی بلند ہو رہا ہے جبکہ نقطہ B پر منافع زیادہ سے زیادہ ہوگا کیونکہ اس نقطہ پر MRP کا خط گرنے لگتا ہے۔

پس نقطہ A پر مزید مزدور لگا کر عمل پیدائش کو وسعت دی جائے گی مگر نقطہ B پر مزدوروں کا لگایا جانا رک جائے گا پس یہی نقطہ توازن ہے۔

ARP اوسط پیداواری مالیت کا خط اور MRP مختتم پیداواری مالیت کا خط ہے ARP کا خط MRP کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے اگر شرح اجرت WW ہو تو نقطہ توازن E ہے جس پر LE زائد منافع کمایا جاتا ہے مگر یہ منافع عرصہ طویل میں برقرار نہیں رہے گا بلکہ اجرتیں بڑھ کر WW ہو جائیں گی عرصہ طویل میں صنعت میں نئی فرمیں داخل ہوں

Marfat.com

ڈائیگرام نمبر 2

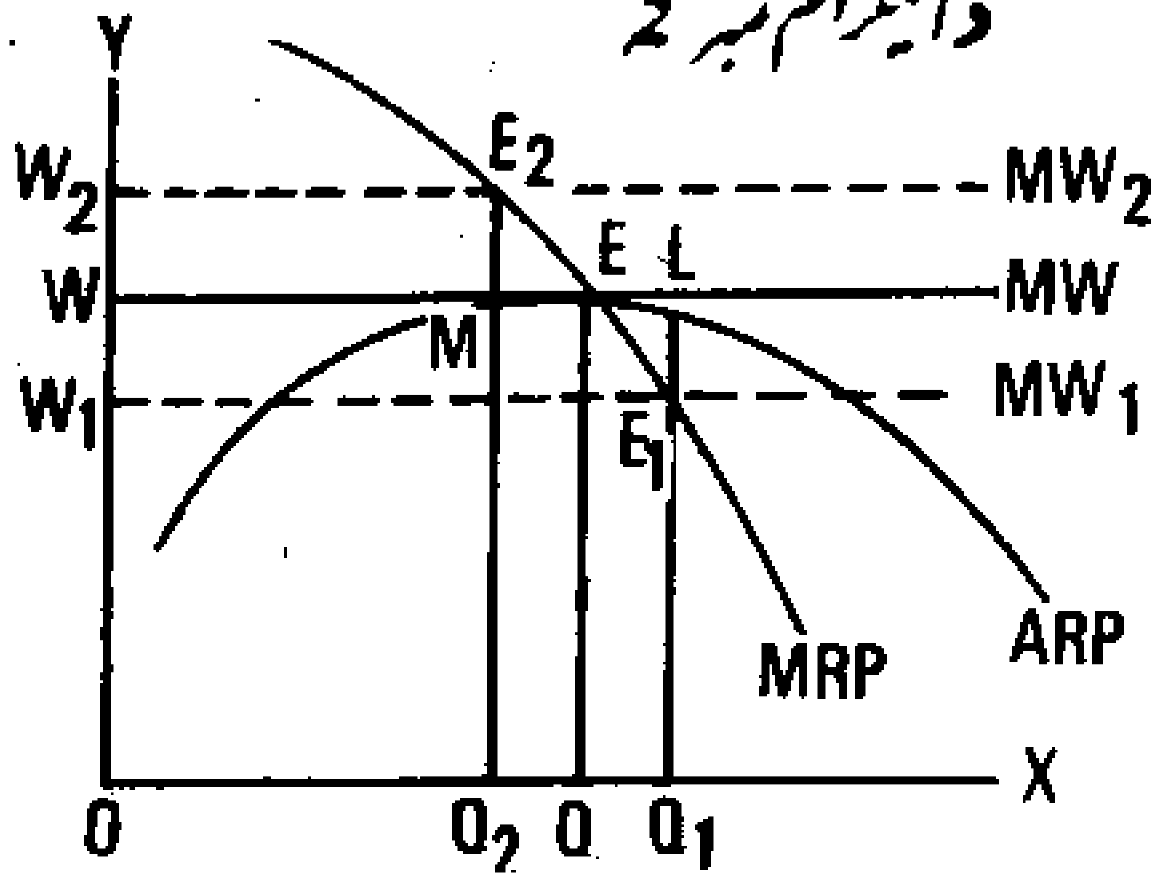

گی۔ جس سے مزدوروں کی طلب بڑھ جانے سے اجرت کی شرح بلند ہو کر OW_2 ہو جائے گی جہاں نقطہ توازن E_2 ہوگا جس پر MRP مختتم شرح اجرت کے خط W_2E_2 کو قطع کرتا ہے اس نقطہ پر شرح اجرت اوسط پیداوار مالیت سے زیادہ ہے لہذا فرم نقصان اٹھائے گی۔ عرصہ طویل میں نقصان اٹھانے والی فرم صنعت کو خیرباد کہہ دے گی۔ محنت کی طلب کم ہو جائے گی اور شرح اجرت دوبارہ گر کر OW ہو جائے گی جہاں ARP اور MRP ایک دوسرے کے بالکل برابر ہیں۔

غیر مکمل مقابلہ کے حالات میں آجر کسی عامل پیدائش مثلاً محنت کی اجرت میں کمی بیشی کا مختار ہوتا ہے۔ اگر اسے زیادہ مزدور درکار ہوں تو وہ زیادہ اجرت ادا کرتا ہے اسی لیے اوسط اور مختتم اجرت کے خطوط اوپر اٹھتے ہیں۔ مختتم اجرت کا خط اوپر اور اوسط اجرت کا خط نیچے ہوتا ہے شکل نمبر 3 میں ARP اور MRP یعنی اوسط پیداواری مالیت اور مختتم پیداواری مالیت کے خطوط واضح کیے گئے ہیں۔

ڈائیگرام نمبر 3

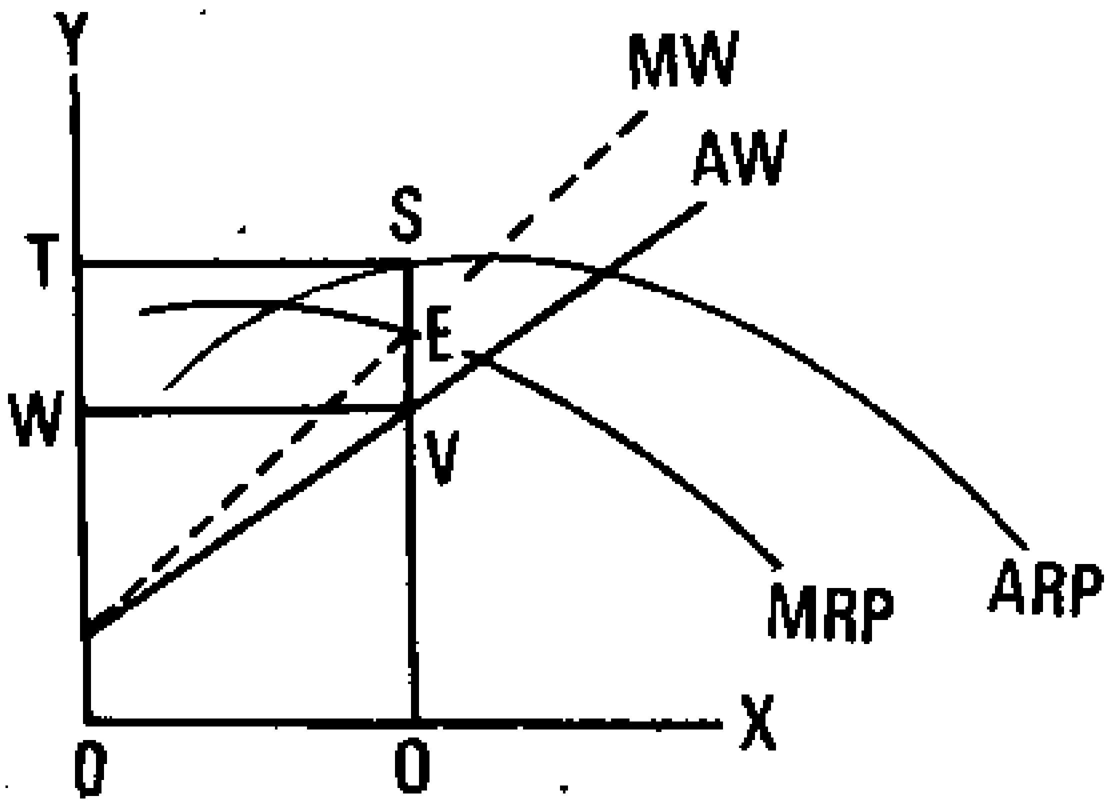

MRP کا خط MW (مختتم اجرت) کے خط کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے جو نقطہ توازن بھی ہے۔ یہ فرم مزدوروں کی کل OQ تعداد لگائے گی جن کو OWVQ کل اجرتیں ادا کی جائیں گی مگر ان کی پیداوار سے کل وصولیاں OTSQ ہوں گی اس طرح یہ فرم WTSV رقبے کے برابر اجارہ دارانہ منافع کمائے گی۔

جدید نظریہ تقسیم دولت کے مطابق عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین ان کی طلب اور رسد کی قوتوں کے مطابق ہوتا ہے۔ جہاں تک کسی عامل پیدائش کی طلب کا تعلق ہے یہ براہ راست نہیں ہوتی یہ ماخوذ یا بالواسطہ ہوتی ہے۔ کسی عامل پیدائش کی طلب کا انحصار اس شئے کی طلب پر ہوتا ہے جو اس عامل کی مدد سے پیدا کی جاتی ہے مثلاً محنت براہ راست تسکین کا باعث نہیں بنتی، محنت اس لئے مطلوب ہوتی ہے کیونکہ یہ کچھ اشیاء کے پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے اگر شئے کی طلب میں اضافہ ہو تو

Marfat.com

اس مخصوص قسم کی محنت کی طلب میں بھی اضافہ ہو جائے گا جو شئے مذکورہ کے پیدا کرنے میں معاونت کرتی ہے۔ اگر شئے کی طلب لچکدار یا غیر لچکدار ہو تو عاملین پیدائش کی طلب بھی لچکدار یا غیر لچکدار ہو جاتی ہے۔ کسی عامل پیدائش کی طلب کا دار و مدار پیدائش دولت میں استعمال ہونے والے دوسرے عاملین پیدائش کی استعداد اور کارکردگی پر بھی ہے۔ عموماً اگر دوسرے عاملین پیدائش کی کارکردگی کا معیار بلند ہو تو مذکورہ عامل پیدائش کی قیمت طلب Demand Price بھی زیادہ ہوتی ہے اگر پیدائش دولت میں کسی عامل پیدائش کی زیادہ اکائیاں استعمال ہونے لگیں تو اس عامل کی مختتم پیداواری صلاحیت کم ہو جاتی ہے جس سے اس کی قیمت طلب بھی کم ہو جاتی ہے کسی عامل پیدائش کی قیمت طلب کا دارومدار مصنوعات کی قیمتوں پر بھی ہوتا ہے جنھیں پیدا کرتے وقت اس عامل کی مختلف اکائیوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر مصنوعات کی قیمت زیادہ ہو تو مذکورہ عامل پیدائش کی قیمت طلب بھی بڑھ جائیگی۔ لیکن اگر عامل پیدائش کی پیداواری صلاحیت ہی زیادہ ہو تو اس کی قیمت طلب بھی زیادہ ہوگی۔ کسی عامل پیدائش کی طلب کا انحصار اس کی مختتم پیداواری مالیت (MRP) اور مروجہ شرح معاوضہ پر ہوتا ہے اگر مروجہ شرح معاوضہ کم ہو تو عامل پیدائش کی طلب میں اضافہ ہو جائے گا ورنہ کمی واقع ہو جائے گی شکل نمبر ۱ کے مطابق اگر شرح اجرت OW ہو تو نقطہ توازن E ہے اور عامل پیدائش کی طلب ON کے برابر ہے۔ اگر اجرت OW_1 ہو تو طلب بھی ON_1 ہو جاتی ہے اور OW_2 اجرت پر طلب ON_2 مختتم پیداواری مالیت کا خط کسی فرم کا کسی عامل پیدائش کے لیے خط طلب ہوتا ہے۔

شکل نمبر ۱

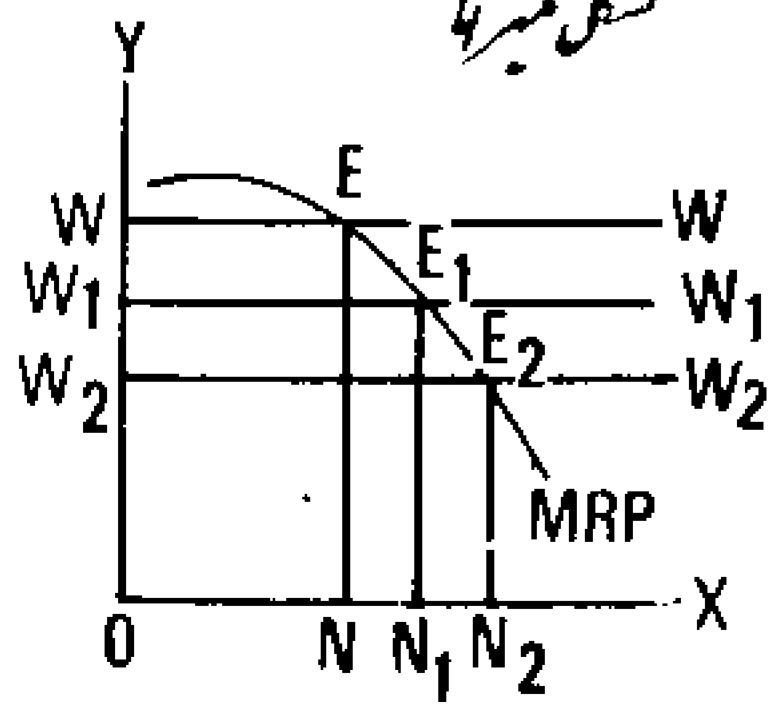

شکل نمبر ۲

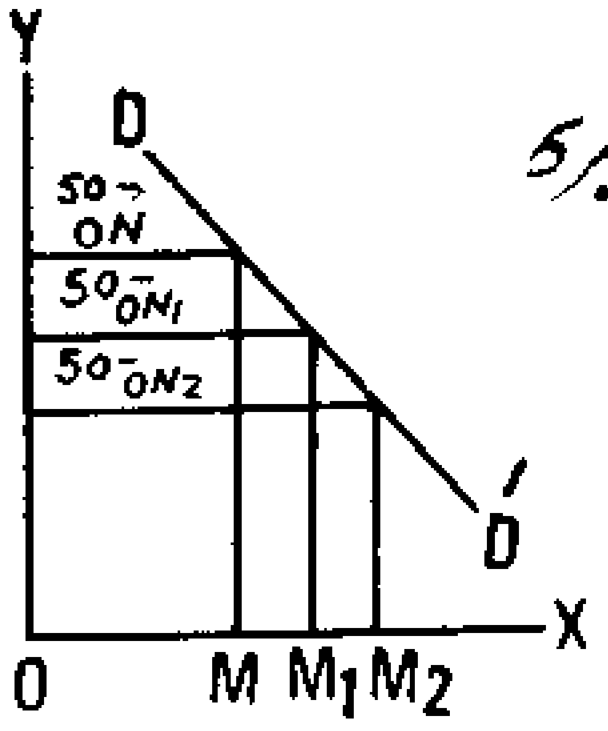

کسی فرم کا مختتم پیداواری مالیت کا خط (MRP) فرم کا خط طلب بھی ہوتا ہے شکل نمبر ۲ میں فرض کیا گیا ہے کہ کسی صنعت میں 50 فرمیں ہیں OW اجرت پر کسی فرم کی طلب تو ON ہے مگر اسی شرح اجرت پر صنعت کی طلب OM کے برابر ہے جو 50 × ON کے برابر ہے اسی طرح OW_1 اجرت پر فرم کی طلب ON_1 مگر صنعت کی طلب OM_1 کے برابر ہے جو $50 \times ON_1$ کے بھی برابر ہے اسی طرح OW_2 شرح اجرت پر فرم کی طلب ON_2 مگر صنعت کی طلب OM_2 ہے جو $50 \times ON_2$ کے برابر ہے DD خط طلب کا رجحان معمول کے مطابق منفی ہے کیونکہ MRP کا رجحان بھی منفی ہے

Marfat.com

قانون تقلیل مختتم پیداواری کے مطابق اگر کسی عامل پیدائش کی زیادہ اکائیاں استعمال میں لائی جائیں تو ان کی مختتم پیداوار بھی کم ہو جاتی ہے۔

کسی عامل پیدائش کے خط رسد کا دار و مدار کئی عوامل پر ہوتا ہے مثلاً محنت کی رسد کا انحصار آبادی لوگوں کی جغرافیائی اور پیشہ وارانہ تقسیم، محنت کی استعداد، تعلیم و تربیت کے اخراجات، نقل و حمل کے مصارف وغیرہ پر ہوتا ہے۔ ان تمام عوامل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے محنت کا خط رسد تیار کیا جاسکتا ہے کچھ عوامل کی رسد بالکل ہی معین یا ساکن ہوتی ہے مثلاً زمین تمام قوم کے نقطہ نظر سے زمین کی رسد تو متعین ہو سکتی ہے لیکن کسی فرم یا صنعت کے نقطہ نظر سے یہ معین نہیں ہوتی اگر زیادہ لگان کی پیش کش کی جائے تو زمین کی رسد کو بھی بڑھایا جاسکتا ہے لیکن کبھی معاوضوں میں اضافہ کی صورت میں عوامل کی رسد کم بھی ہو جاتی ہے مثلاً اگر اجرتوں میں اضافہ ہو جائے تو لوگ کام کی بجائے تفریح کو بھی ترجیح دے سکتے ہیں جس سے رسد سکڑ جائے گی۔ عموماً معاوضہ میں اضافہ سے عوامل کی رسد میں اضافہ ہوتا ہے اور معاوضوں میں کمی سے رسد بھی سکڑ جاتی ہے اسی لئے خط رسد کا رجحان مثبت ہوتا ہے۔ اس شکل نمبر ۶ میں خط طلب اور خط رسد دیئے گئے ہیں۔ یہ دونوں خطوط جس جگہ ایک دوسرے کو قطع کریں گے شرح معاوضہ اسی جگہ متعین ہو گی۔ E نقطہ توازن ہے جہاں طلب اور رسد کے خطوط ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں۔ شرح اجرت OW اور مزدوروں کی متوازن تعداد رسد و طلب OQ ہو گی۔ OW_1 اجرت پر طلب W_1M رسد W_1N کی نسبت کم ہے جس سے اجرت کم ہو کر OW پر آجائے گی۔ اگر شرح اجرت OW_2 ہو تو طلب W_2T رسد W_2L کی نسبت زیادہ ہے جس سے اجرت کی شرح بڑھ کر OW ہو جائے گی پس شئے کی قیمت کی مانند عاملین پیدائش کے معاوضے بھی ان کی رسد اور طلب کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔

ڈائیگرام نمبر ۶

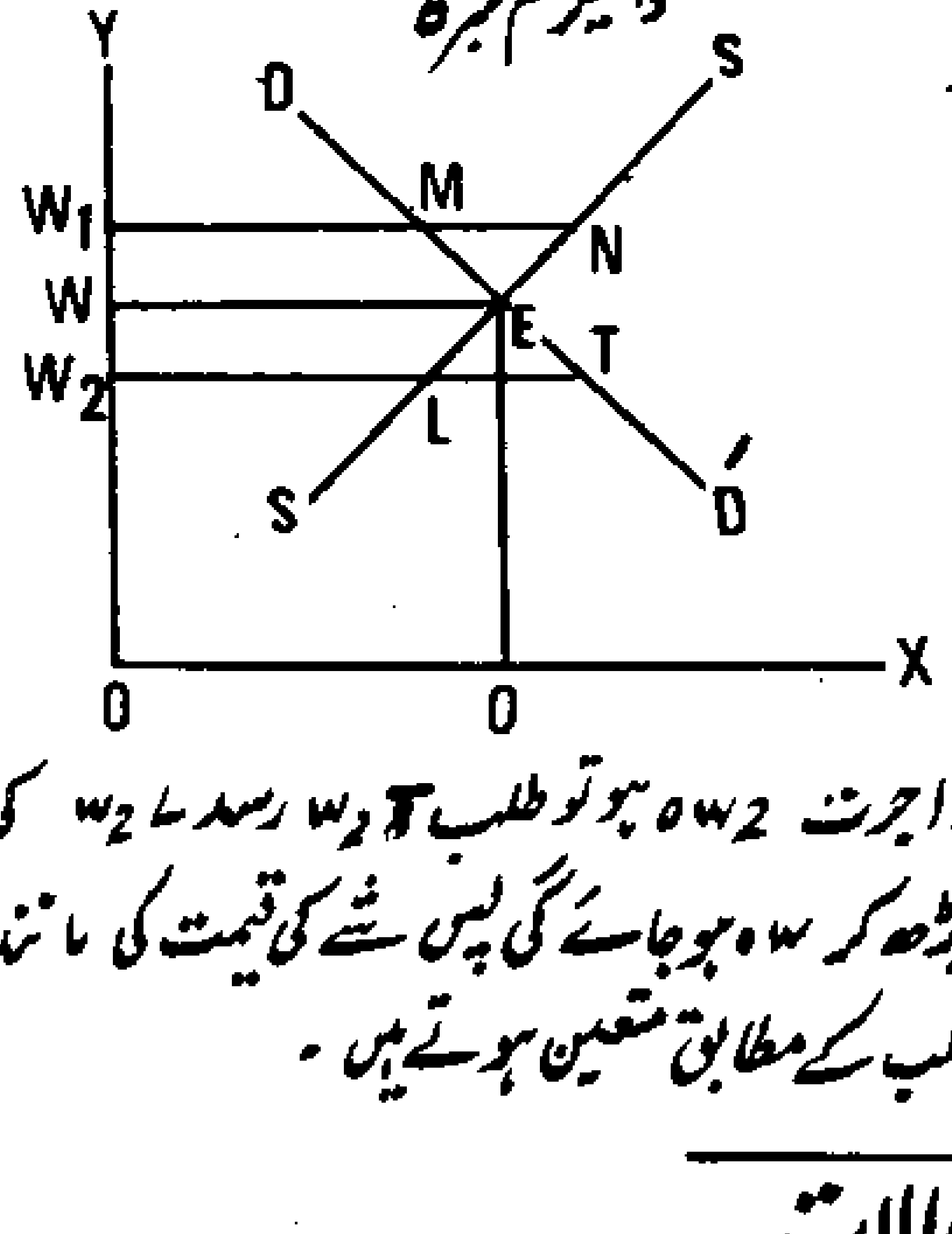

سوالات

۱۔ نظریہ مختتم پیداوار کے تحت عاملین پیدائش کے معاوضوں کا تعین کس طرح ہوتا ہے۔ کیا آجر ہمیشہ دیگر عاملین پیدائش کو ان کی مختتم پیداواری مالیت کے برابر معاوضے ادا کرتا ہے۔

2۔ تقسیم دولت کے جدید نظریہ پر مفصل نوٹ لکھیں۔

Marfat.com

باب ۱۴

لگان

RENT

عام بول چال میں لگان سے مراد وہ ادائیگی ہوتی ہے جو کسی مادی شے کے استعمال کے عوض اس کے مالک کو ادا کی جائے مثلاً اگر مکان، زرعی زمین، دوکان، سائیکل یا ٹیکسی کرایہ پر مستعار لی جائے تو ان کے استعمال کے عوض جو رقم ان کے مالکین کو ادا کی جاتی ہے اسے لگان کہا جاتا ہے۔
معاشیات میں لگان کی اصطلاح کو خاص معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد زمین کے استعمال کے عوض ادا ہونے والی رقم ہوتی ہے۔ پنسن Penson نے لگان کی تعریف ان الفاظ میں کی۔

"لگان مصارف پیدائش پورا کرنے کے بعد کاشتکار کے پاس بچنے والی وہ فاضل رقم ہے جو وہ زمیندار کو ادا کرتا ہے۔"

بولڈنگ Boulding کے مطابق "لگان وہ فاضل ادائیگی ہے جو اس کم سے کم معاوضے سے زیادہ ہو جو کسی عامل پیدائش کو اس کے موجودہ استعمال میں برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔"

جدید معیشت دانوں کے مطابق لگان صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی عامل پیدائش کی رسد معین یا غیر لچکدار ہو۔ اگر رسد غیر معین ہو تو فاضل ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی لگان پیدا ہوتا ہے۔ مارشل لگان کی اصطلاح کو صرف زمین سے حاصل ہونے والی وصولیوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ دیگر عاملین پیدائش کی رسد میں عارضی کمی سے جو فاضل آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اسے نام نہاد لگان QUASI RENT کہتے ہیں۔ یہ آمدنیاں بھی لگان جیسی ہیں۔

ریڈم سمتھ نے مطابق لگان زمین کے استعمال کا وہ معاوضہ ہوتا ہے جو اس کی مخصوص پیداواری قوت اور محل وقوع کی بنا پر زمین کے مالک کو حاصل ہوتا ہے۔ اس تعریف کی روشنی میں زیادہ زرخیز اور بہتر محل وقوع رکھنے والی زمین کا لگان زیادہ ہوتا ہے۔ اور کم زرخیز اور نسبتاً غیر موزوں محل وقوع رکھنے والی زمین کا لگان کم۔

Marfat.com

مرکب اور خالص لگان
GROSS & NET RENT

کاشتکار کی جانب سے زمیندار کو ادا ہونے والی رقم تمام تر خالص لگان نہیں ہوتی اس میں کچھ اور ادائیگیاں بھی شامل ہوتی ہیں مثلاً اگر زمیندار زمین کے علاوہ کاشت کار کو رہنے کے لئے مکان ٹریکٹر اور ٹیوب ویل بھی فراہم کرے اور فصل کو جنگلی جانوروں سے بچانے کے لئے کھیت کے ارد گرد خاردار باڑھ لگوا دے یا اپنی نگرانی میں کاشت کرواتے اور اسے فصلوں کے متعلق بہتر معلومات بہم پہنچائے تو ان خدمات کے لئے بھی وہ کاشت کار سے کچھ وصولیاں حاصل کرے تو یہ خالص لگان کے ساتھ مل کر اسے مرکب لگان بنا دیں گی۔ دوسرے الفاظ میں جو رقم صرف زمین کے استعمال کے عوض مالک زمین کو ادا کی جائے اسے خالص لگان کہتے ہیں۔ اگر اس خالص لگان میں سرمایہ کا سود، محنت کی اجرت اور نگرانی اور ناظمانہ فرائض کی انجام دہی کا معاوضہ بھی شامل ہو تو اسے لگان مرکب کہتے ہیں۔

ریکارڈو کا نظریہ لگان
RECARDIAN THEORY OF RENT

ڈیوڈ ریکارڈو نے اپنی مشہور و معروف کتاب Principles of Political Economy & Taxation جو ۱۸۱۷ء میں شائع ہوئی لگان کی تعریف ان الفاظ میں کی۔

"لگان زمین کی پیداوار کا وہ حصہ ہے جو مالک زمین کو زمین کی ازلی اور ناپذیر صلاحیتوں کی بنا پر ادا کیا جاتا ہے چونکہ زمین کے تمام قطعات زرخیزی اور محل وقوع کے لحاظ سے یکساں نہیں ہوتے لہذا یکساں مصارف پیدائش کے باوجود وہ یکساں پیداوار نہیں دیتے۔ پیداوار کا یہ فرق جو ایک اعلیٰ قسم کی زمین میں ہوتا ہے لگان کہلاتا ہے۔

ریکارڈو کے نظریہ لگان کی وضاحت کے لئے زمین کی مندرجہ ذیل خصوصیات کو نہایت اہم قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ زمین عطیہ قدرت ہے اس کی تشکیل میں انسان کا کوئی عمل دخل نہیں۔
۲۔ زمین کی رسد متعین ہے اور اس کی کوئی قیمت رسد نہیں۔
۳۔ زمین کے تمام قطعات زرخیزی کے لحاظ سے یکساں نہیں۔ ان میں کچھ زیادہ زرخیز اور بارآور ہیں اور کچھ کم۔ کاشت کار سب سے پہلے درجہ اوّل کی زمین زیر کاشت لاتا ہے اور سب سے آخر میں کمتر زمین زیر کاشت آتی ہے۔
۴۔ زمین پہلے محل وقوع کے لحاظ سے بھی مختلف ہے۔ کچھ قطعات اراضی کا محل وقوع بہتر ہے

Marfat.com

اور کچھ کا غیر موزوں

۵۔ زمین کی قوتیں ازلی اور غیر فنا پذیر ہیں۔

۶۔ زمین پر قانون تقلیل حاصل کا اطلاق ہوتا ہے۔

ریکارڈو اپنے نظریہ کی وضاحت کے لیے ایک نوآباد ملک کی مثال لیتا ہے جس کی ابتداء میں آبادی بہت کم ہے مگر بعد میں وہ آہستہ آہستہ بڑھتی ہے اس ملک میں زرخیزی کے لحاظ سے چار قسم کی زمینیں ہیں۔ ا۔ب۔ج۔د، "ا" درجہ اول کی زمین ہے جس کی زرخیزی اور قوت پیداواری سب سے زیادہ ہے "ب" دوسرے درجہ کی زمین ہے جو "ا" زمین سے نسبتاً کمتر ہے۔ "ج" تیسرے درجہ کی زمین اور "د" سب سے کم زرخیز زمین ہے۔ کاشتکاروں کو زمینوں کی زرخیزی کے لحاظ سے تقسیم کا علم ہے اس لئے وہ سب سے پہلے درجہ اول کی زمین کاشت کرتے ہیں۔ یہ زمین اس وقت تک زیر کاشت رہتی ہے اور اس پر محنت و سرمایہ کی اکائیاں یکے بعد دیگرے استعمال ہوتی رہتی ہیں جبکہ مختتم لاگت مختتم وصول کے مساوی نہیں ہو جاتی۔ اس کے بعد دوسرے درجے کی زمین زیر کاشت آتی ہے اور اس زمین پر بھی اس وقت تک محنت و سرمایہ کی اکائیاں استعمال ہوتی رہتی ہیں جب تک مختتم لاگت مختتم وصول کے مساوی نہ ہو جائے۔ اس طرح ہر زمین یکے بعد دیگرے اس وقت تک زیر کاشت رہے گی جب تک اس کے مختتم مصارف اور مختتم وصولی مساوی نہ ہو جائیں۔ آخری زمین یعنی "د" صرف اپنے مصارف پیدائش ہی پورے کرتی ہے اور چونکہ وہ کوئی فاضل پیداوار نہیں دیتی اس لئے بے لگان زمین (NO RENT LAND) یا مختتم زمین Marginal Land کہلاتی ہے۔ ریکارڈو کے نظریہ کے مطابق اگر تمام قطعات زرخیزی، پیداواری اور محل وقوع کے لحاظ سے یکساں ہو جائیں تو لگان پیدا نہیں ہوگا گویا لگان اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ ہر زمین قوت پیداواری اور محل وقوع کے لحاظ سے دوسری زمینوں سے مختلف ہوتی ہے۔ ریکارڈو کا نظریہ اس مفروضہ پر بھی قائم ہے کہ کاشتکاروں کے درمیان مکمل مقابلہ پایا جاتا ہے۔ ہر کاشتکار کو علم ہوتا ہے کہ کونسی زمین زیادہ زرخیز ہے اور کونسی کم زرخیز۔ اس علم کی بنا پر وہ سب سے پہلے سب سے زیادہ زرخیز زمین کو زیر کاشت لاتا ہے اور کم زرخیز زمینوں کو بعد میں زیر کاشت لاتا ہے۔ لگان چونکہ مصارف پیدائش پورا کرنے کے بعد فاضل پیداوار کا نام ہے لہذا یہ قیمت میں شمار نہیں ہوتا۔ ریکارڈو کے دور میں عام تاثر یہ تھا کہ لگان میں اضافہ کی بنا پر زرعی اجناس کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے لیکن ریکارڈو نے اس تاثر کو غلط قرار دیا اور کہا کہ لگان تو قیمت میں شمار ہی نہیں ہوتا بلکہ قیمتوں میں اضافہ کی بنا پر زمینوں کا لگان بڑھ جاتا ہے۔

Marfat.com

لگان اخذ کرنے کا گوشوارہ

محنت وسرمایہ کی اکائیاں	زمین ا	زمین ب	زمین ج	زمین د
1	14	13	12	11
2	13	12	11	10
3	12	11	10	9
4	11	10	9	8

لگان کا تعین

فارمولا ، کل پیداوار - مختتم پیداوار × محنت وسرمایہ کی اکائیوں کی تعداد یا (لاگت)

ا زمین کا لگان = (14 + 13 + 12 + 11) - (4 × 11)

50 - 44 = 6 من

ب زمین کا لگان = (13 + 12 + 11) - (3 × 11)

36 - 33 = 3 من

ج زمین کا لگان = (12 + 11) - (2 × 11)

23 - 22 = ١ من

د زمین کا لگان = (11) - (1 × 11)

11 - 11 = ٥ من

اس طرح پہلی تین زمینیں تو لگان دیتی ہیں مگر چوتھی زمین بے لگان زمین ہے اور اس پر محنت وسرمایہ کی صرف ایک اکائی ہی استعمال ہوگی۔ وہ صرف مصارف پیدائش ہی پورے کرتی ہے۔ اگر زرعی جنس کی قیمت میں اضافہ ہو جائے تو شاید چوتھی قسم کی زمین بھی لگان کرنے لگے لیکن اگر قیمت کم ہو جاتے تو شاید تیسری قسم کی زمین یعنی "ج" بھی بے لگان زمین بن جائے۔

ضروری نہیں کہ مختتم زمین سب سے کمتر درجہ کی زمین ہی ہو۔ زمین کی زرخیزی کیساتھ اس کے متبادل استعمال کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا۔ ہوسکتا ہے ایک قطعہ اراضی چاول کی کاشت کے لئے موزوں نہ ہو مگر وہ گنے کی کاشت کے لئے نہایت موزوں ہو۔ اگر چاول کی قیمت گر جاتے تو اس زمین کو بھی گنے کی کاشت کے لئے وقف کر دیا جائے گا لہذا چاول کے نقطہ نظر سے یہ قطعہ اراضی مختتم

Marfat.com

زمین کہلائے گی۔ ذیل میں لگان کی وضاحت کے لئے چار اشکال بنائی گئی ہیں ۔

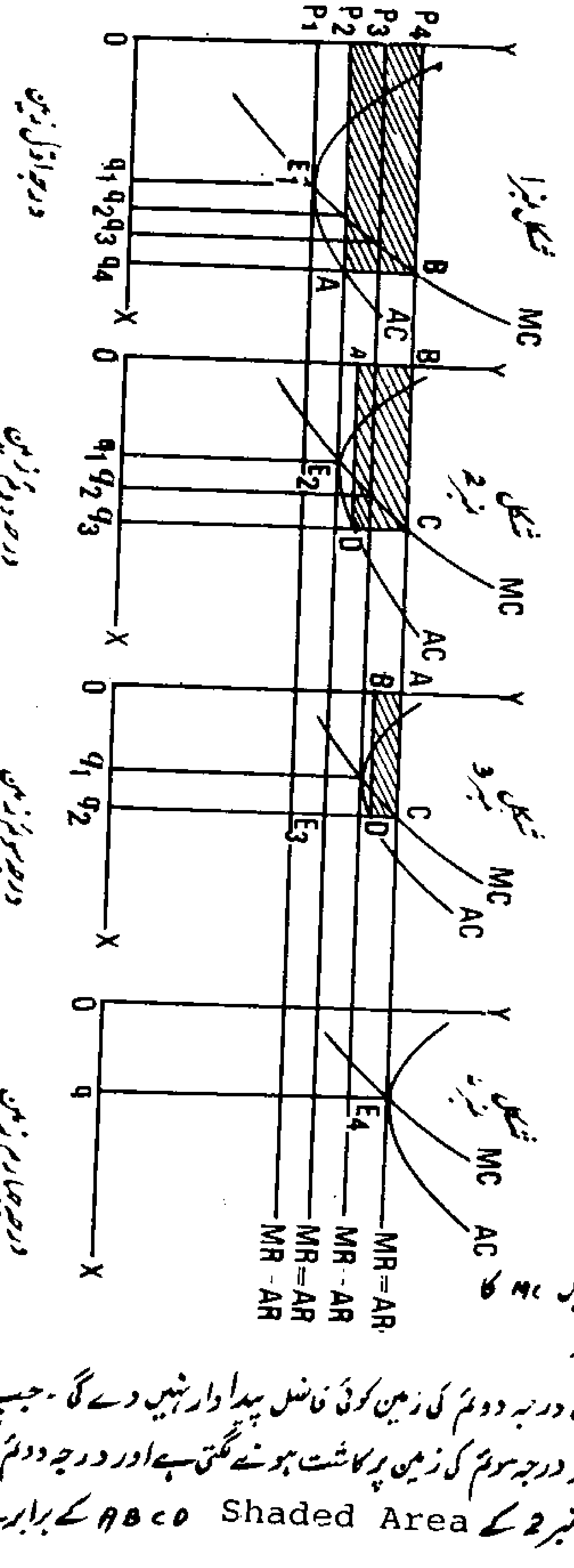

ا۔ MC مختتم لاگت اور
AC اوسط لاگت کا خط ہے ۔
P_4 ، P_3 ، P_2 ، P_1 چڑھتی ہوئی
قیمتوں کے خطوط ہیں ہر زمین کی کاشت
اس نقطہ تک کی گئی ہے جہاں مختتم
لاگت قیمت کے برابر ہو جائے۔
فرض کریں کہ قیمت OP_1 ہے۔ ایسی
صورت میں صرف درجہ اول کی زمین
پر ہی کاشت کی جائے گی نقطہ E_1 پر
MC اور AC کے خطوط ایک
دوسرے کو قطع کرتے ہیں یعنی مختتم
لاگت اور اوسط لاگت برابر ہیں جو
قیمت کے بھی برابر ہیں۔ پس کل
لاگت = کل وصولی
چونکہ فاضل کچھ نہیں۔ اس
لئے لگان پیدا نہیں ہوگا۔ اگر قیمت
بڑھ کر OP_2 ہو جائے تو درجہ دوئم
کی زمین پر بھی کاشت ہوگی مگر یہ لگان
نہیں دے گی لیکن درجہ اول کی
زمین لگان ادا کرنے لگے گی جو
Shaded Area
$ABQP_2$ کے برابر ہے شکل نمبر 2 میں MC کا
خط MR کے خط کو نقطہ E_2 پر
قطع کرتا ہے۔ لہذا ایسی صورت میں درجہ دوئم کی زمین کوئی فاضل پیداوار نہیں دے گی۔ جب
قیمت OP_2 سے بڑھ کر OP_3 ہو تو درجہ سوئم کی زمین پر کاشت ہونے لگتی ہے اور درجہ دوئم کی
زمین لگان دینے لگتی ہے جو شکل نمبر 2 کے Shaded Area ABCD کے برابر ہے

Marfat.com

اور جب قیمت ۵۰ روپے ہو تو درجہ چہارم کی زمین لگان نہیں دے گی مگر درجہ سوئم کی زمین لگان ادا کرنے لگی گی جو شکل نمبر 3 کے SHEDED AREA کے برابر ہے اور درجہ دوئم کی زمینوں کا لگان بڑھنے لگے گا۔ درجہ چہارم کی زمین کا فاضل تو کچھ نہیں البتہ وہ کمیابی کی بنا پر لگان ادا کرسکتی ہے۔ اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی زمین بے لگان نہیں ہوئی۔

ریکارڈو کے نظریہ پر تنقید

۱۔ زمین کی ازلی اور پائیدار صلاحتیں Original and indestructible powers

ریکارڈو کے نظریہ کے مطابق لگان زمین کی ازلی اور غیر فنا پذیر صلاحیتوں کی بنا پر پیدا ہوتا ہے جبکہ زمین کی کوئی بھی صلاحیت ازلی اور پائیدار نہیں۔ زمین کے مسلسل استعمال سے اس کی زرخیزی کم ہوتی ہے اور انسانی کوششوں سے بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنایا جاسکتا ہے۔ اس نکتہ چینی کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زمین کی زرخیزی جن عناصر پر مشتمل ہوتی ہے ان میں سے اکثر پائیدار اور مستقل نوعیت کے ہوتے ہیں مثلاً انسانی کوششوں سے آب وہوا اور محل وقوع کو تبدیل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔

2۔ زمین کی زرخیزی اور طریق کاشت Fertility & Technique of Production

ریکارڈو کے مطابق زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار کا انحصار صرف زمین کی زرخیزی پر ہے حالانکہ درحقیقت اس کا انحصار انسانی کوششوں اور طریق کاشت پر بھی ہے۔ جدید طریق کاشت سے نسبتاً کم زرخیز زمین سے بھی معقول پیداوار حاصل کی جاسکتی ہے۔

3۔ ترتیب کاشت Order of Cultivation

ریکارڈو کے مطابق کاشت کاروں میں استعمال اراضی کے متعلق مکمل مقابلہ کے حالات پائے جاتے ہیں اور وہ سب سے پہلے سب سے زیادہ زرخیز زمینوں پر کاشت کرتے ہیں۔ راشر اور کیرے نے اس نقطہ پہ تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایک زرخیز قطعہ زمین کسی دور افتادہ مقام پر واقع ہو تو کوئی بھی کاشتکار اسے کاشت نہیں کرے گا سب سے پہلے وہ قطعات اراضی زیر کاشت آتے ہیں جن تک رسائی آسان ہو۔ اسی طرح امریکہ میں سب سے پہلے کم زرخیز زمینیں زیر کاشت لائی گئی تھیں کیونکہ زرخیز ترین زمینیں جنگلات سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

Marfat.com

۴۔ بے لگان زمین اور قیمت Price & No - Rent Land

ریکارڈو کے مطابق لگان زرعی اجناس کی قیمتوں میں شمار نہیں ہوتا کیونکہ لگان قیمت کا جزو نہیں ہوتا اس کے مطابق زرعی اجناس کی قیمتیں اس لیے زیادہ نہیں ہوتیں کہ ان کی زمینوں کا لگان زیادہ ہے بلکہ لگان اس لیے ادا کیا جاتا ہے کیونکہ اشیا کی قیمتوں میں اضافہ سے مصارف پیدائش اور کل وصولیوں میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ زمین چونکہ ایک عامل پیدائش ہے اس لیے اسے اس کے موجودہ استعمال میں رکھنے کے لیے لگان کی شکل میں معاوضہ دیا جاتا ہے اور چونکہ قیمت کا انحصار مصارف پیدائش پر ہوتا ہے۔ اس لیے لگان کی رقم قیمت میں شمار کی جائے گی۔

5۔ لگان اور کمیابی Rent & Scarcity

اس نظریہ کے مطابق زمین کی زرخیزی اور محل وقوع میں فرق کی بنا پر مختلف زمینیں کم و بیش لگان دیتی ہیں۔ اگر تمام زمینیں ایک جیسی زرخیز اور ایک جیسا محل وقوع رکھتی ہو تو کوئی لگان پیدا نہ ہوتا۔ آسٹریا کے معیشت دان مینجر (Me▪ger) کے مطابق اگر تمام قطعات اراضی زرخیزی اور محل وقوع کے لحاظ سے یکساں ہو جائیں تب بھی ہر زمین لگان دے گی کیونکہ زمین سے حاصل شدہ پیداوار کمیاب ہے۔ زمین بھی کمیاب اور معین عامل پیدائش ہے لہذا کمیابی کی بنا پر ہر زمین خواہ وہ مختتم زمین ہی کیوں نہ ہو لگان دے گی۔

6۔ مکمل مقابلہ اور قانون تقلیل حاصل Perfect competition and Law of Decreasing Returns

ریکارڈو زمینداروں اور کاشت کاروں کے درمیان مکمل مقابلہ کا تصور پیش کرتا ہے جو عملی دنیا میں ناپید ہے۔ کاشتکاروں کو زمین کی زرخیزی کا علم نہیں ہوتا۔ سائنسی تحقیق و تجربات سے نت نئے آلات ایجاد ہو رہے ہیں اور فن پیدائش میں جدت اور اختراع کا دور دورہ ہے جس سے قانون تقلیل حاصل کے اطلاق کو ایک عرصہ کے لیے ملتوی بھی کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ لگان کا تعین Determination of Rent

ریکارڈو کا نظریہ لگان اس بات پر روشنی ڈالتا ہے کہ مختلف زمینیں کتنا لگان ادا کرتی ہیں یعنی اول درجہ کی زمین کا لگان درجہ دوئم کی زمین سے کس قدر زیادہ ہے لیکن لگان کا تعین کیسے ہوتا ہے یعنی شرح لگان کیسے مقرر ہوتی ہے اس کی وضاحت سے قاصر ہے۔

Marfat.com

۵ - لگان کا نظریہ مختتم پیداواری — Marginal Productivity of Land

جدید معیشت دانوں کے مطابق عوامل پیدائش کے معاوضوں کا تعین ان کی طلب اور رسد کی قوتوں کے توازن سے طے پاتا ہے۔ زمین بھی ایک عامل پیدائش ہے لہذا لگان کے تعین کے لیے ایک علیحدہ نظریہ کی ضرورت نہیں۔

جدید نظریہ لگان — MODERN THEORY OF RENT

ریکارڈو کے نظریہ لگان کے مطابق لگان اس لئے پیدا ہوتا ہے کیونکہ زرخیزی کے لحاظ سے کچھ قطعات اراضی اعلیٰ ہوتے ہیں اور کچھ ادنیٰ اس لئے اعلیٰ درجہ کی زمینیں ادنیٰ زمینوں کی نسبت زیادہ لگان دیتی ہیں۔ نیز لگان اس فاضل پیداوار کا نام ہے جو مصارف پیدائش پورا کرنے کے بعد بچ رہے ہے چونکہ مختتم زمین صرف اپنے مصارف ہی پورا کرتی ہے اس لئے وہ بے لگان زمین کہلاتی ہے لگان بے لگان زمین یا مختتم زمین کی بنا پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ جدید معیشت دانوں کے مطابق قومی پیداوار عاملین پیدائش کے باہمی اشتراک وعمل کا نتیجہ ہوتی ہے اور اس کی تقسیم ان ہی عوامل میں انکی خدمات اور کارکردگی کے مطابق ہوتی ہے جس کے لئے ان کی مختتم پیداوار کا اندازہ لگایا جاتا ہے دوسرے لگان کے تعین میں زمین کی درجہ بندی اس قدر اہم کردار ادا نہیں کرتی جس قدر زمین کی کمیاب پیداوار جو زمین کی کمیابی کو بھی متعین کرتی ہے۔ ریکارڈو کے نظریہ کی روشنی میں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کی زمین ادنیٰ زمین سے کس قدر زیادہ لگان دیتی ہے مگر اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ لگان پیدا کیوں ہوتا ہے؟ حقیقتاً لگان اس لئے ادا کیا جاتا ہے کیونکہ زرعی پیداوار اپنی طلب کی نسبت کمیاب ہے۔ ایسے حالات میں اگر زرخیزی کے لحاظ سے تمام قطعات اراضی یکساں بھی ہوں تب بھی لگان ادا کیا جائے گا جس طرح محنت یا سرمایہ کی اعلیٰ استعداد کار رکھنے والی اکائی ایک کمتر اکائی سے زیادہ معاوضہ پاتی ہے اس طرح زرخیزی کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی زمین ایک ادنیٰ زمین سے زیادہ لگان دے گی۔ کیونکہ زرخیزی کے لحاظ سے یہ دونوں قطعات یکساں نوعیت کے نہیں۔ اس کی تائید برج اینڈ جارڈن Briggs & Jordon کے علاوہ وکسل Wick-Sell نے بھی کی ہے۔

پروفیسر بولڈنگ اور دیگر معیشت دانوں کے مطابق لگان محض اس لئے پیدا نہیں ہوتا کہ مختلف قطعات اراضی زرخیزی اور محل وقوع کے لحاظ سے غیر یکساں ہیں۔ اگر ان میں یکسانیت پیدا بھی ہو جائے تب بھی وہ کمیابی کی بنا پر لگان دیں گی کیونکہ زمین کی پیداوار اس کی طلب کی نسبت کم ہے۔

Marfat.com

ریکارڈ کے نظریہ کے مطابق لگان کا تعین بے لگان زمین کی بنا پر ہوتا ہے جو صرف اپنے مصارف ہی پورے کرتی ہے چونکہ قیمت مختتم لاگت کے بھی برابر ہوتی ہے اس لئے لگان قیمت میں شمار نہیں ہوتا۔ ریکارڈ کے مطابق قیمتیں اس لئے زیادہ نہیں ہوتیں کیونکہ لگان زیادہ ہے بلکہ لگان اس لئے پیدا ہوتا ہے کیونکہ قیمتیں چڑھ گئی ہوتی ہیں گویا قیمتیں لگان متعین کرتی ہیں نہ کہ لگان قیمتوں کو۔

جدید معیشت دانوں کے مطابق مختتم یا بے لگان زمین کا وجود تو ہو سکتا ہے لیکن یہ لگان کے تعین میں کوئی بنیادی کردار ادا نہیں کرتی۔ مثلاً ہو سکتا ہے کوئی قطعہ زمین صرف ایک ہی استعمال کے لئے موزوں ہو مثلاً کپاس کی کاشت کے لئے۔ اگر کپاس کی قیمت میں کمی سے وہ کپاس کی کاشت کے لئے غیر منفعت بخش ہو جائے تو اس قطعہ اراضی پر کوئی فصل کاشت نہیں کی جائے گی۔ اگر ایسے قطعہ اراضی پر کپاس کی کاشت کی جائے تو اس سے کپاس کی رسد میں اضافہ مگر لگان میں کمی واقع ہو جائے گی۔ اگر ایسی زمین پر کپاس کی فصل کاشت نہ کی جائے تو کپاس کی پیداوار میں کمی اور لگان میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگرچہ یہ مختتم زمین ہے مگر یہ لگان کے تعین میں کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کرتی۔ اگر زمین کو کسی خاص فصل کے لئے مخصوص نہ کیا جائے تو ہر زمین کو کسی نہ کسی منفعت بخش کام کے لئے استعمال کیا جا سکے گا۔ بس استعمال کے لحاظ سے مختتم زمین بھی تبدیل ہوتی رہے گی۔ ثابت ہوا کہ لگان کا تعین زمین کی کمیابی کی بنا پر ہوتا ہے مگر بے لگان زمین کی بنا پر نہیں۔ پس

ا۔ لگان زمین کے استعمال کا معاوضہ ہے۔

ب۔ یہ انتقالی آمدنی سے زائد یا فاضل رقم کا نام ہے۔

ا۔ لگان زمین کے استعمال کا معاوضہ ہے۔

جدید معیشت دانوں کے نزدیک دیگر عاملین پیدائش کی طرح زمین کا معاوضہ بھی زمین کی طلب اور رسد کی قوتوں کے باہمی توازن سے مقرر ہوتا ہے۔ زمین کی طلب ماخوذ ہوتی ہے۔ اس کی طلب اس سے پیدا ہونے والی اشیا کی طلب سے ماخوذ ہے۔ دوسرے الفاظ میں بھی زمین براہ راست ہماری کسی احتیاج کی تسکین کا باعث نہیں بنتی۔ زمین کی طلب اس لئے پیدا ہوتی ہے کیونکہ وہ ایسی اشیا پیدا کرنے میں مدد دیتی ہے جن سے انسانی احتیاجات کی تسکین ہو۔ اگر زمین سے پیدا ہونے والی اشیاء کی طلب بڑھ جائے تو زمین کی طلب بھی بڑھ جاتی ہے جس سے لگان میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر زمین سے پیدا ہونے والی اشیا کی طلب کم ہوجائے تو زمین کی طلب اور لگان دونوں میں کمی ہوجاتی ہے۔ لگان کا تعین مختتم پیداواری مالیت کے مطابق ہوتا ہے۔ جب تک لگان اور مختتم پیداواری مالیت یکساں نہ ہو، زمین زیر استعمال رہتی ہے۔ جہاں تک زمین کی رسد کا تعلق ہے یہ دیگر عوامل پیدائش

Marfat.com

کی نسبت قطعی طور پر معین ہے لہٰذا زمین کی کوئی بھی قیمت رسد Supply Price نہیں ہوتی کوئی فرد دوسرے افراد سے زمین حاصل کر کے اپنی انفرادی یا ذاتی زمین کی رسد میں اضافہ تو کر سکتا ہے مگر اس سے مجموعی طور پر زمین کی رسد متاثر نہیں ہوتی۔ سیم و تھور زدہ زمینوں کی بحالی، جنگلوں کی صفائی اور ناہموار زمینوں کی ہمواری سے زیر کاشت رقبہ میں تو اضافہ ہو جاتا ہے مگر زمین کی مجموعی رسد اس سے متاثر نہیں ہوتی دوسرے الفاظ میں زمین کی رسد کلیتاً غیر لچکدار ہوتی ہے اور اس کی رسد کو لگان وغیرہ سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہوتا۔ آیئے اس کی وضاحت اس شکل سے کریں۔

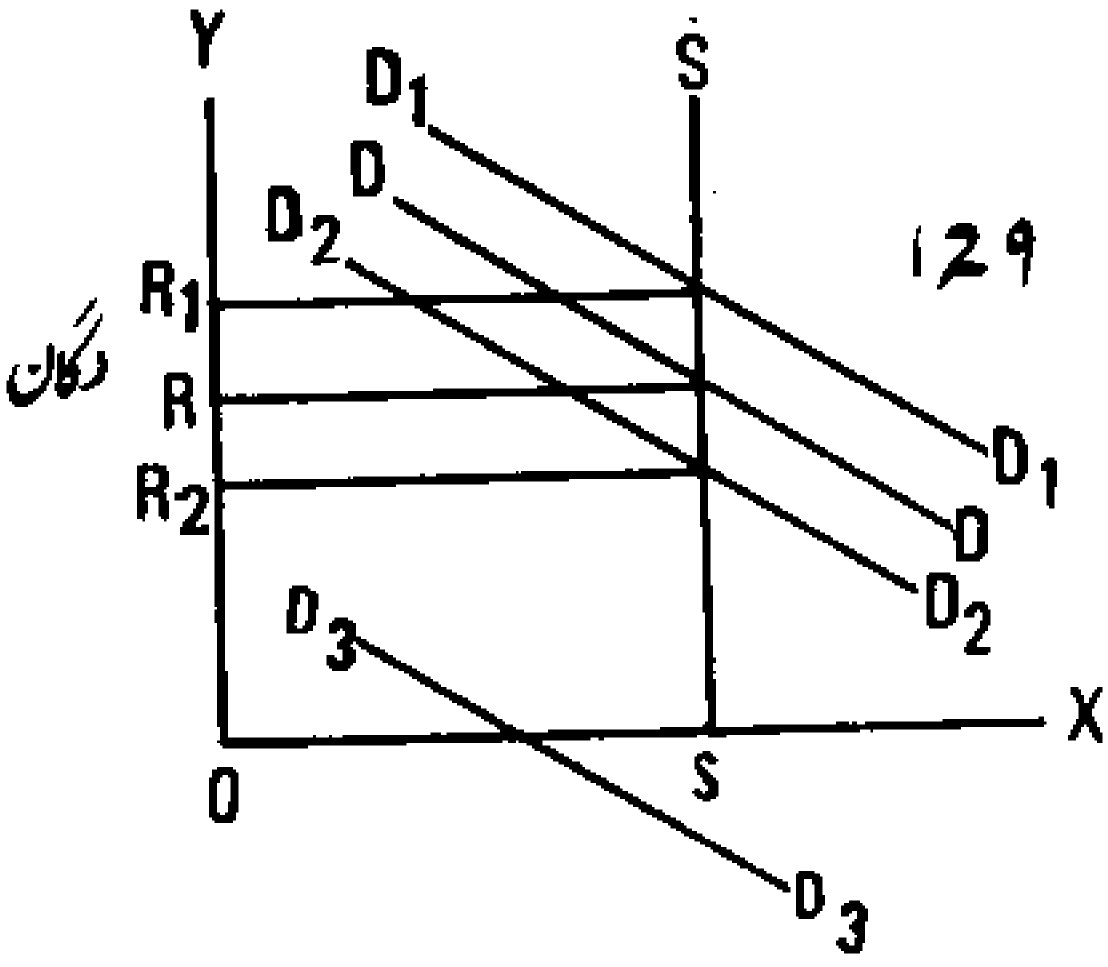

فرض کیا زمین کے تمام قطعات زرخیزی کے لحاظ سے یکساں نوعیت کے ہیں اور ان پر صرف ایک ہی خط طلب اور خط رسد ہے۔ مکمل مقابلہ کے حالات پائے جاتے ہیں۔ زمین کی رسد مکمل طور پر غیر لچکدار ہے اس لئے خط رسد SS وائی محور کے بالکل متوازی ایک عمودی خط ہے۔ DD مجموعی خط طلب ہے جو SS کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے اس طرح OR لگان متعین ہوتا ہے۔ اگر لگان کم ہو تو زمین کی طلب زیادہ ہوگی۔

چونکہ رسد معین ہے اس لئے لگان میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ یہ OR ہو جائے گا۔ اب زمین کی طلب کم ہوگی اور لگان دوبارہ OR ہو جائے گا۔ اگر آبادی میں اضافہ کی وجہ سے زمین کی طلب DD ہو جائے تو نیا نقطہ توازن E ہوگا اور لگان بڑھ کر OR ہو جائے گا۔ اگر زمین کی طلب کم ہو کر D_2D_2 کے خط سے ظاہر کی جاتے تو نیا نقطہ توازن E_2 اور لگان OR_2 ہو جائے گا۔ اگر ملک نوآباد ہو اور زمینوں کی افراط ہو تو کوئی لگان پیدا نہیں ہوگا۔ اس کی وضاحت D_3D_3 سے کی گئی ہے۔

اگر زمینیں یکساں نوعیت کی نہ ہوں تو ہر زمین کا علیحدہ خط طلب ہوگا اور ہر زمین کا لگان بھی مختلف ہوگا۔ پس دیگر عوامل پیدائش کی طرح زمین کا لگان بھی رسد اور طلب کی قوتوں کے باہم توازن سے متعین ہوتا ہے۔ لگان کے تعین میں زمین کی کمیابی مرکزی رول ادا کرتی ہے۔

دوسرے الفاظ میں لگان انتقالی آمدنی سے زیادہ حاصل ہونے والا منافع ہوتا ہے اور انتقالی آمدنی سے مراد زر کی وہ مقدار ہوتی ہے جو عامل پیدائش کی کوئی اکائی اس سے کم اہم متبادل استعمال سے حاصل کر سکتی ہو۔ لگان کو انتقالی آمدنی کا فاضل بھی کہا جاتا ہے۔ فرض کریں چاول کی کاشت والی زمین سے حاصل شدہ آمدنی 200 روپے اور گندم کی کاشت والی زمین سے 150 روپے کی آمدنی حاصل ہوتی

Marfat.com

ہے۔ انتقالی آمدنی ۱۵۰ روپے ہے اور فاضل آمدنی ۵۰ روپے کے برابر ہے۔ زمین کی اصل آمدنی اور انتقالی آمدنی کے فرق کو لگان کا نام دیا گیا ہے۔ زمین کی رسد معین ہونے سے تین امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

(i) ہو سکتا ہے کہ زمین کی رسد مکمل طور پر لچکدار ہو جس سے خط رسد افقی بنے گا جیسا کہ شکل نمبر ا میں واضح کیا گیا ہے

شکل نمبر ا

۱۳۰

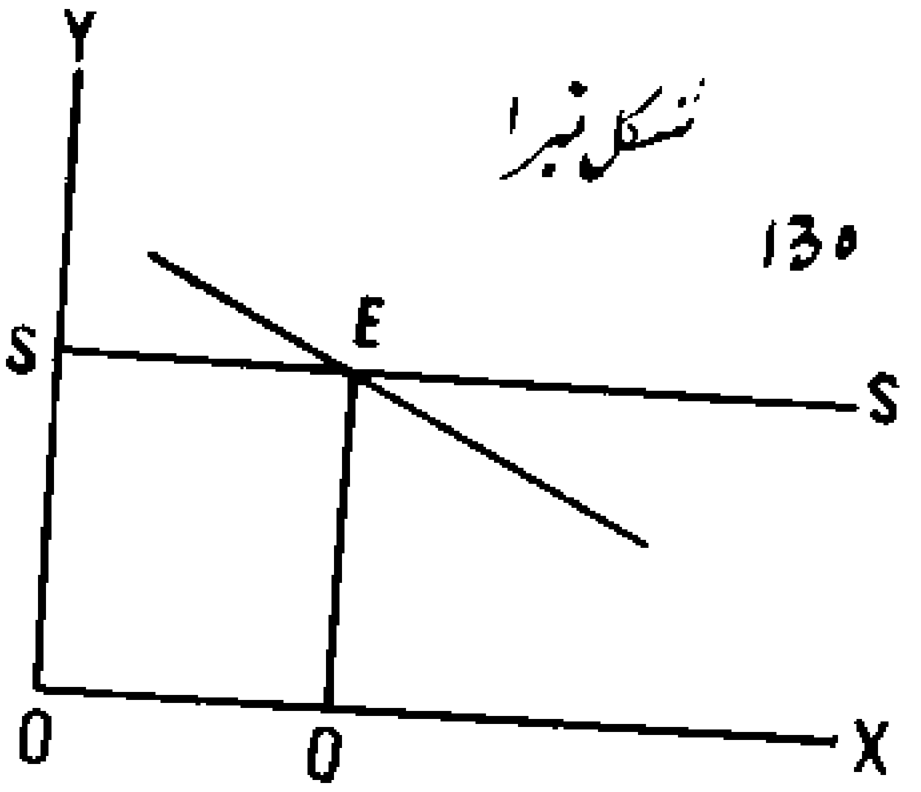

(ii) زمین کی رسد مکمل طور پر غیر لچکدار بھی ہو سکتی ہے جس سے خط رسد وائی محور کے بالکل متوازی عمودی خط بنے گا جس کی وضاحت شکل نمبر 3 میں کی گئی ہے۔

(iii) صورت حال ان دونوں حالتوں کے بین بین بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ یہ لچکدار تو ہو مگر مکمل طور پر لچکدار نہ ہو۔ اس کی وضاحت شکل نمبر 2 میں کی گئی ہے۔

شکل نمبر 2

۱۳۱

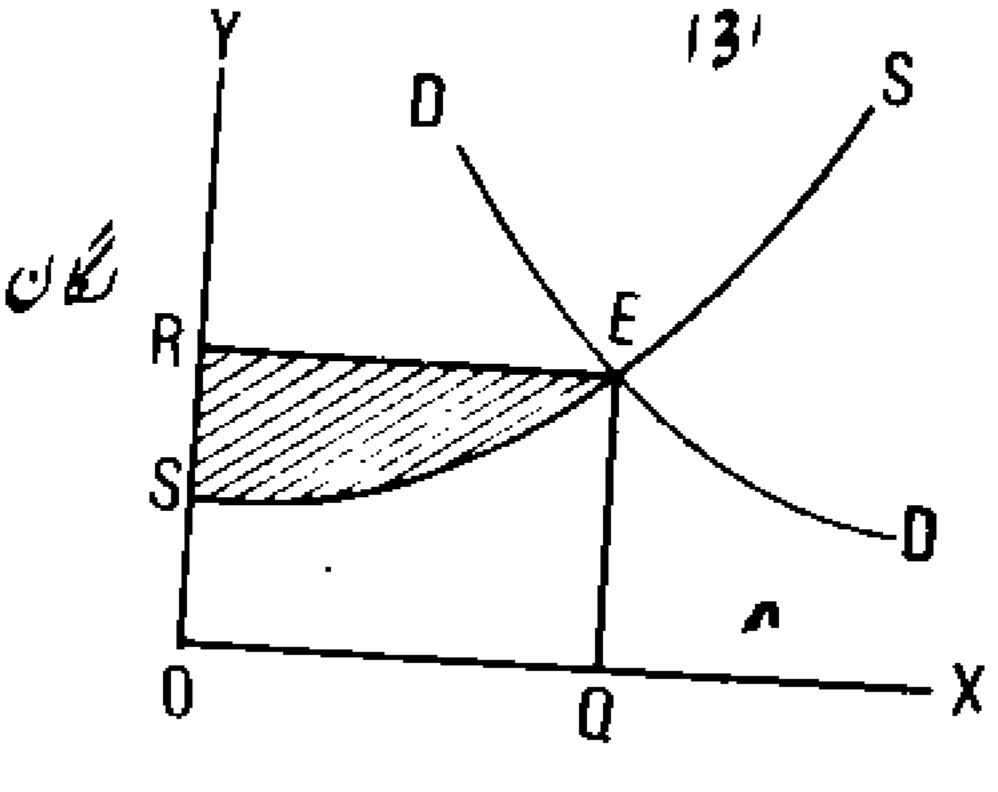

زمین

ان تینوں حالتوں میں لگان بطور فاضل انتقالی ادائیگی مختلف ہوگا۔ اگر زمین کی رسد مکمل طور پر غیر لچکدار ہو تو انتقالی ادائیگی صفر کے برابر ہوگی کیونکہ زمین کو کسی بھی دوسرے استعمال میں منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ زمین کی رسد معین ہے اور اس کا صرف ایک ہی استعمال ہے۔ ایسی صورت میں زمین سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی فاضل ہے اور تمام تر لگان ہے۔

اگر زمین کی رسد مکمل طور پر لچکدار ہو تو کوئی بھی فاضل پیداوار نہیں ہوگی کیونکہ حقیقی آمدنی اور انتقالی آمدنی یکساں ہے اگر زمین کی رسد لچکدار تو ہے مگر مکمل طور پر لچکدار نہ ہو تو زمین کی آمدنی جزوی طور پر لگان ہے اور اس کا کچھ حصہ لگان پر مشتمل نہیں ہوگا۔ ان کی وضاحت اشکال سے کی گئی ہے شکل نمبر 3 میں زمین کی رسد معین ہے اور خط رسد SS عمودی ہے۔ خط طلب DD اسے نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ پس OS زمین کا رقبہ زیر کاشت آتا ہے۔ OR لگان ہوگا۔ کل حاصل ORES ہوگا۔ چونکہ زمین کا صرف ایک ہی استعمال ہے اس لیے انتقالی آمدنی صفر کے برابر ہوگی۔ پس اس کی

Marfat.com

تمام آمدنی ORES ہی لگان ہوگا ۔

شکل نمبر3

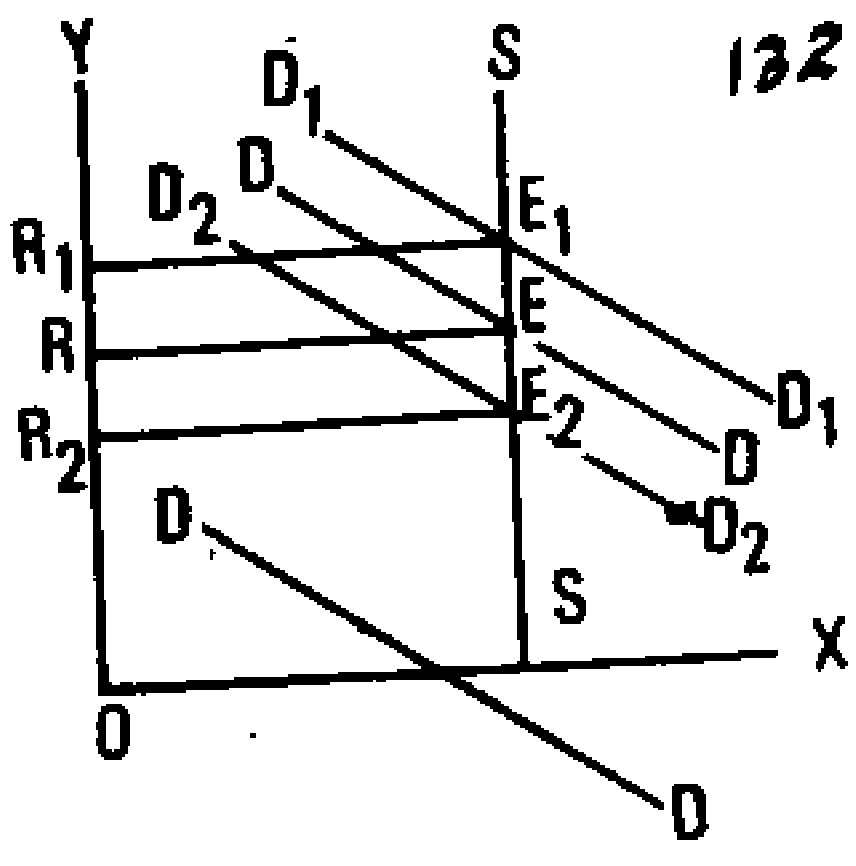

شکل نمبر1 میں زمین کی رسد کا خط SS ہے جو مکمل طور پر بیکدار ہے ۔ DD خط طلب ہے جو خط رسد کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے اس طرح مکمل زیر کاشت رقبہ OR ہوگا اور لگان OS ۔ کل آمدنی OAES ۔ انتقالی آمدنی بھی OAES ہوگی اگر زمین OS لگان نہ دے تو اسے کسی دوسرے استعمال میں منتقل کر دیا جائے گا چونکہ انتقالی آمدنی اور حقیقی آمدنی یکساں ہے اس لیے انتقالی آمدنی کے فاضل کے طور پر کوئی لگان نہیں ہوگا ۔

شکل نمبر 2 میں خط رسد کسی حد تک لچکدار ہے جو خط طلب DD کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے ۔اس طرح OR زمین کا رقبہ زیر کاشت آئے گا اور OR لگان ہوگا ۔کل آمدنی OREA ہوگی ۔اگر انتقالی آمدنی OSEA کو حقیقی آمدنی OREA میں سے نکال دی جائے تو باقی RSE بچتا ہے جو فاضل یا لگان کہلائے گا۔

مثیل یا نام نہاد لگان

مثیل یا نام نہاد لگان کا تصور سب سے پہلے الفرڈ مارشل نے پیش کیا ۔انہوں نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ۔

" مثیل لگان وہ آمدنی ہوتی ہے جو ان مشینوں اور آلات سے حاصل ہو جو خود انسان کے بنائے ہوئے ہوں "۔

ان کے نظریہ کے مطابق زمین کی رسد ہمیشہ کے لیے معین ہے یعنی انسانی کوششوں اور قیمتوں میں اضافہ کے باوجود زمین کے رقبہ میں اضافہ ممکن نہیں ہوتا اگر عرصہ قلیل میں بعض دوسرے عوامل مثلاً اشیائے سرمایہ ہنر مند محنت اور آجرین کی رسد کو بھی بڑھانا ممکن نہیں ہوتا ۔اگر عرصہ قلیل میں ان عوامل کی طلب میں اضافہ ہو جائے تو انہیں عام شرح سے زیادہ معاوضے ادا کیے جاتے ہیں ۔ عام معاوضہ سے زائد معاوضہ نام نہاد لگان کہلاتا ہے ۔ حالات معمول پر آجانے سے معاوضے معمول پر آجاتے ہیں اور نام نہاد لگان بھی ختم ہو جاتا ہے ۔ مارشل نے معاشی لگان اور نام نہاد لگان میں جو فرق واضح کیا وہ ذیل میں درج ہیں ۔

۱ ۔ معاشی لگان زمین کے استعمال کا معاوضہ ہے جبکہ نام نہاد لگان سے مراد وہ آمدنی ہے جو انسان کی بنائی ہوئی اشیا مثلاً مشینوں اور آلات وغیرہ کی وجہ سے حاصل ہو۔

Marfat.com

2۔ لگان ان عوامل سے حاصل ہوتا ہے جن کی رسد ہمیشہ کے لئے غیر لچکدار ہو جبکہ نام نہاد لگان ایسی فاضل آمدنی ہے جو عاملین پیدائش کی رسد میں عارضی کمی آجانے کے باعث حاصل ہو۔

3۔ معاشی لگان عرصہ طویل تک قائم رہتا ہے جبکہ نام نہاد لگان میں پائیداری اور ثبات نہیں پایا جاتا۔

مثیل لگان سود اجرتوں اور منافع میں بھی پیدا ہو سکتا ہے مثلاً جنگ چھڑ جانے سے اشیائے صرف مثلاً پٹ سن اور کپاس کی مصنوعات کی طلب میں فوری طور پر اضافہ ہو جاتا ہے چونکہ اشیائے سرمایہ میں فوری اضافہ ممکن نہیں ہوتا۔ جن سے ایسی مصنوعات کی رسد میں اضافہ کیا جا سکے اس لئے پٹ سن اور کپاس کی مصنوعات کی رسد وہی رہے گی۔ ان کی قیمتوں میں اضافہ سے آجرین معمول سے زیادہ منافع حاصل کرنے لگیں گے۔ یہ منافع اشیائے سرمایہ کا نام نہاد لگان ہے۔ اسی طرح اقتصادی ترقی کے دور میں تعمیرات کا عمل تیز ہو جاتا ہے اور معماروں کی طلب بڑھ جاتی ہے چونکہ قلیل عرصہ میں ان کی رسد غیر لچکدار ہوتی ہے اس لئے ان کی اجرتیں عام شرح سے بلند ہو جاتی ہیں۔ اس طرح اجرتوں میں بھی نام نہاد لگان پیدا ہو جاتا ہے۔ وضاحت کے لئے شکل کا مطالعہ کریں۔

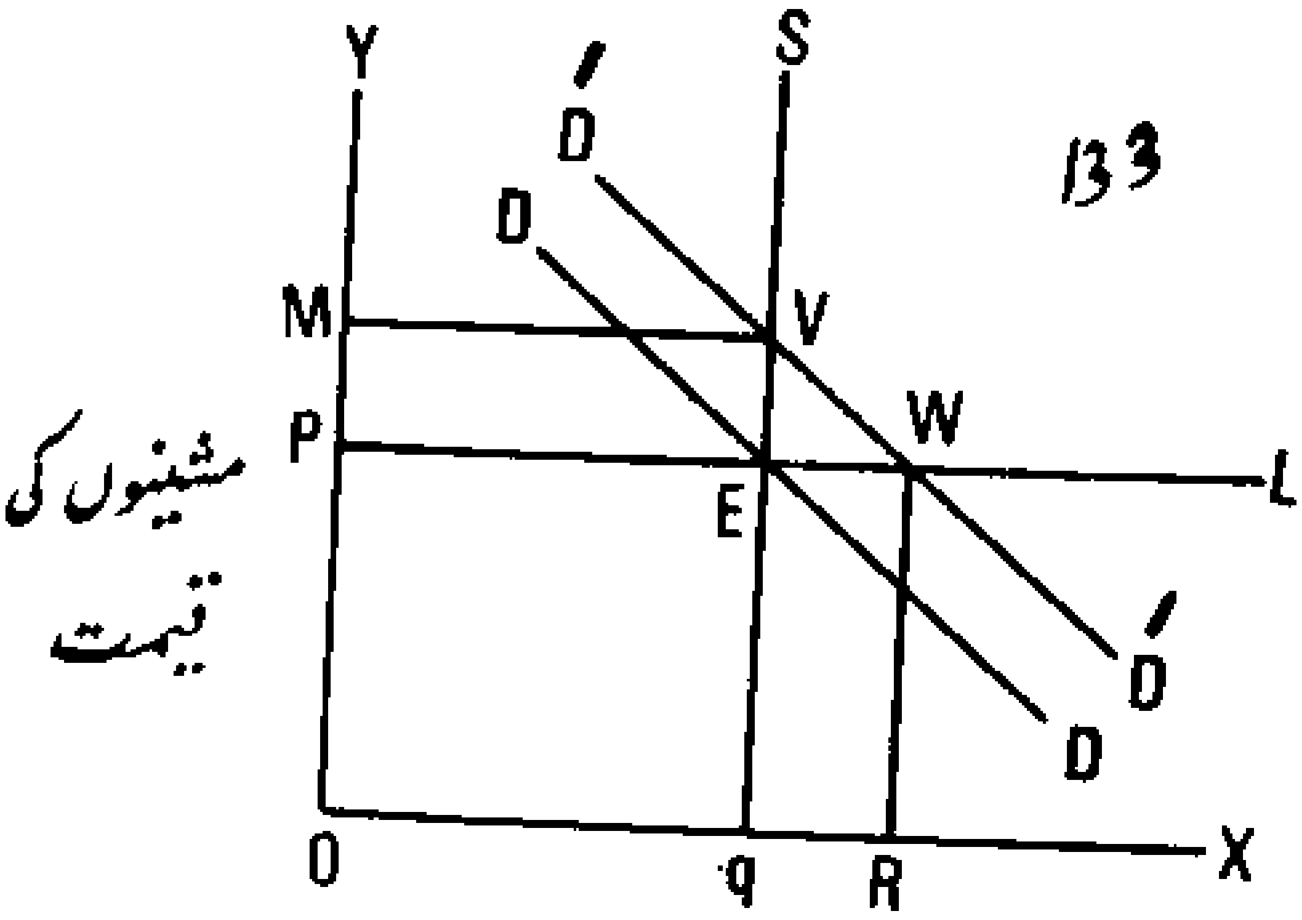

مشینوں کی تعداد

مشینوں کا خط رسد qS ہے جو مکمل طور پر غیر لچکدار ہے جو خط طلب DD کو نقطہ "E" پر قطع کرتا ہے اس سے OP مشینوں کی قیمت اور Oq مقدار رسد کا تعین ہوا۔ اگر عرصہ قلیل میں طلب میں اضافہ ہو اور طلب D'D' بن جائے تو مشینوں کی قیمت OM ہو جائے گی جبکہ مشینوں کی رسد یکساں ہی رہی۔ چونکہ عرصہ قلیل میں مشینوں کی تعداد یکساں ہے اور انتقالی وصولیاں (Transfer earnings) صفر کے برابر ہیں اس لئے تمام تر قیمت مثیل لگان کہلائے گی جو پہلے OP تھی اور اب OM۔ عرصہ طویل میں خط رسد PL مکمل طور پر لچکدار ہو جاتا ہے پس OP قیمت پر مشینوں کی کوئی سی بھی تعداد فراہم کی جا سکتی ہے چونکہ رسد OR ہو گئی ہے اس لئے قیمت گر کر دوبارہ OP ہو جائے گی۔ اس قیمت پر مثیل لگان ختم ہو گیا کیونکہ یہ قیمت رسد یا انتقالی وصولیوں کے برابر ہے اس سے ثابت ہوا کہ اشیائے سرمایہ صرف قلیل عرصہ میں ہی مثیل لگان کما سکتے ہیں جبکہ رسد معین ہوتی ہے بعرصہ طویل میں رسد لچکدار ہو جانے کی بنا پر مثیل لگان

Marfat.com

بھی ختم ہو جاتا ہے ۔

غیر مکسوبہ آمدنی UNEARNED INCREAMENT

معاشی ترقی کیساتھ ساتھ زمین کی طلب اور اس کی استعداد میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے چوں کہ زمین کی رسد معین ہے اس لیے اس کی قیمتوں اور لگان میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ زمین کی قیمت میں اضافہ کسی شخص کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ معاشی ترقی کی بنا پر ہوتا ہے۔ آمدنی اور لگان کے اس اضافہ کو بلا کوشش اضافہ۔ غیر مستحق اضافہ یا غیر مکسوبہ اضافہ کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں غیر مکسوبہ اضافہ سے مراد لگان میں وہ اضافہ ہے جو مالک زمین کو معاشی ترقی کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے مثلاً اگر کسی علاقہ کو صنعتی علاقہ قرار دے دیا جائے تو اس علاقہ کی زمینوں کی قیمت بڑھ جائے گی یا اگر حکومت کسی علاقہ میں پکی گلیاں یا سڑکیں تعمیر کر دے۔ پانی اور گیس اور بجلی کی سہولتیں فراہم کر دے تو اس علاقہ کی زمینوں کی قیمتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے جیسے لاہور کی گلبرگ، شادمان اور سمن آباد کی آبادیوں میں ہوا قیمتوں میں یہ اضافہ غیر مکسوبہ اضافہ کہلاتا ہے۔

غیر مکسوبہ اضافہ کا تصور سب سے پہلے ہنری جارج نے پیش کیا۔ جوزف چیمبرلین نے بھی ان سے اتفاق کیا کہ غیر مکسوبہ آمدنی پر زمین کے مالکین کا کوئی حق نہیں ہوتا بلکہ اس پر پوری قوم کا حق ہوتا ہے ان کے افکار کے مطابق اگر حکومت کی کوششوں یا اقتصادی ترقی سے لوگوں کی زمینوں کی مالیت بڑھ جائے تو ان پر بھاری محصول لگائے جائیں تاکہ زمین کی بڑھی ہوئی مالیت انفرادی فائدہ کی بجائے اجتماعی فائدے کا باعث بن سکے۔ ہنری جارج اور جوزف چیمبرلین کا طرز فکر اور نقطہ نظر اگرچہ بہت معقول نظر آتا ہے اور یہ اشتراکی نظام عکاسی بھی کرتا ہے لیکن غیر مکسوبہ آمدنی معلوم کرنا کافی دشوار ہے کیونکہ حکومت کے اقدامات کے علاوہ زمیندار کی اپنی کوششیں بھی زمین کی ترقی اور اصلاح میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ مثلاً واپڈا سیم دتھور زدہ زمینوں کو بحال کرنے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ پانی کے نکاس کے لیے نہریں اور نکاسی نالیاں اور زمین دوز پانی کی سطح کو نیچے کرنے کے لئے ٹیوب ویل نصب کیے جا رہے ہیں۔ اگر ان کوششوں کے علاوہ زمیندار تحقیق و تجربات سے خود بھی زمین کی بحالی کے لئے کوشش کرے تو یہ اندازہ لگانا دشوار ہوگا کہ سیم وتھور کے انسداد میں واپڈا کا حصہ کس قدر ہے اور زمیندار کی انفرادی کوششوں کا کس قدر۔ اسی طرح حکومت کی کوششوں سے زمین کی مالیت میں اضافہ کی بجائے اگر خسارہ ہو جائے تو کیا حکومت اس خسارہ کو پورا کرتی ہے ؟ مثلاً نہروں کی وجہ سے زمینیں سیم وتھور کا شکار ہو گئی ہیں اور لاکھوں ایکڑ رقبہ ناقابل کاشت بن گیا ہے۔ ایسی صورت میں کیا حکو[illegible] ایسی زمینوں کے مالکین کو معاوضے ادا کیے ہیں۔

Marfat.com

زمین کے علاوہ دیگر عاملین پیدائش کی آمدنیوں میں بھی غیر مکسوبہ اضافہ ہوتا ہے بعض اوقات موافق حالات کی وجہ سے مزدوروں کی اجرتوں، سرمایہ کے سود اور آجرین کے منافعوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ اضافہ ان عوامل کی اپنی ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ کیا حکومت ان عاملین سے ان کی آمدنیوں میں غیر مکسوبہ اضافہ چھین لیتی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو زمین کے مالکین سے ایسا امتیازی سلوک روا رکھنے کا کیا جواز ہے۔

سوالات

۱۔ لگان سے کیا مراد ہے۔ مرکب اور خالص لگان میں فرق بیان کریں۔

2۔ ریکارڈو کے نظریہ لگان کے تحت مختلف زمینوں کا لگان کس طرح متعین ہوتا ہے۔

3۔ "لگان جنس کی قیمت میں شمار نہیں ہوتا"۔ بحث کریں۔

۴۔ "لگان زمین کی پائیدار اور غیر فنا پذیر صلاحیتوں کی بنا پر پیدا ہوتا ہے" بحث کریں۔

5۔ جدید نظریہ لگان پر بحث کریں۔

6۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں۔

ا۔ لگان اور کمیابی

ب۔ نام نہاد لگان

ج۔ غیر مکسوبہ آمدنی

Marfat.com

باب ۱۵

اُجرت

WAGES

اجرت سے مراد وہ ادائیگی ہوتی ہے جو مزدور کو اس کی جسمانی یا دماغی کاوش کے عوض ادا کی جاتی ہے۔ بینہم Benham نے اجرت کی تعریف ان الفاظ میں کی ۔

"اجرت وہ رقم ہوتی ہے جو آجر معاہدہ کے تحت مزدور کو اس کی خدمات کے عوض ادا کرتا ہے" اس تعریف کی روشنی میں اجرت میں صرف معاہدہ کے تحت کام کرنے والے مزدوروں کو ادا ہونے والی رقوم ہی شمار ہونگیں ۔ یہ آزاد پیشہ مزدور مثلاً وکیل، ڈاکٹر، خود کاشت کسان اور تاجر پیشہ لوگوں کی خدمات اور ان کی اجرتوں کو محیط نہیں کرتی ۔ معاشیات اجرت کو محدود معنوں کی بجائے وسیع معنوں میں استعمال کرتا ہے جس کے مطابق اجرت میں ہر جسمانی مشقت اور دماغی کاوش (خواہ وہ آزاد پیشہ کی ہو یا ملازم کی) کا معاوضہ شمار ہوتا ہے ۔

اجرتوں کی ادائیگی وقت کے لحاظ سے بھی کی جاتی ہے اور کام کے لحاظ سے بھی ۔ اگر مزدور کو اوقات کار کے لحاظ سے معاوضہ دیا جائے تو اسے اجرت بلحاظ وقت کہتے ہیں، اس کے مطابق اجرت گھنٹوں یا دنوں کے لحاظ سے دی جاتی ہے اگر اجرت کام کے معیار اور نوعیت کے مطابق دی جائے تو اسے اجرت بلحاظ کار کہتے ہیں مثلاً ممتحنوں کو معاوضہ جانچی جانے والی کاپیوں کی تعداد کے مطابق ملتا ہے ۔ اگر کام کے معیار کو متعین کیا جا سکے تو معاوضہ کام کے لحاظ سے دیا جاتا ہے ورنہ وقت کے لحاظ سے ۔

اجرتِ حقیقی اور اجرتِ متعارفہ REAL & NOMINAL WAGES

اجرتِ متعارفہ سے مراد وہ معاوضہ ہوتا ہے جو مزدور کو اس کی جسمانی مشقت یا دماغی کاوش کے عوض زر کی شکل میں ادا کیا جائے مثلاً مزدور روزانہ بیس روپے کماتا ہے ۔ پروفیسر کی تنخواہ ۱۵۰۰ روپے ماہوار ہے وغیرہ یہ اجرتِ متعارفہ کی مثالیں ہیں ۔ اجرت حقیقی سے مراد زری معاوضہ اور اس کے علاوہ وہ مراعات اور سہولتیں بھی ہوتی ہیں جو مزدور کو کام کے دوران میسر ہوتی ہیں مثلاً ریلوے ملازمین کو مفت سفر کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں، بنک اور بیمہ کمپنیوں کے ملازمین کو سالانہ بونس ملتا ہے وغیرہ ۔

Marfat.com

مزدور کی خوشحالی کا دارومدار اجرتِ متعارفہ کی بجائے اجرتِ حقیقی پہ ہوتا ہے۔ اگر اجرت حقیقی زیادہ ہو تو مزدور کا معیار زندگی بلند ہوگا ورنہ پست۔ ایڈم سمتھ مزدوروں کی خوشحالی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"مزدور اپنی اجرتِ متعارفہ کی بجائے اجرتِ حقیقی کے اعتبار سے امیر یا مفلس ہوتا ہے۔ اگر اجرت حقیقی زیادہ ہو تو وہ امیر ہوگا۔ اگر اجرت حقیقی کم ہو تو غریب"

اجرتِ حقیقی متعین کرنیوالے عوامل
Factors Determining Real Wages

۱۔ زر کی قوت خرید | اگر ملک میں افراطِ زر ہو تو زر کی قوت خرید گر جاتی ہے جس سے مزدور اشیاء کی پہلے سے کم مقدار خرید سکتا ہے اس سے اس کی اجرتِ حقیقی بھی کم ہو جاتی ہے اس کے برعکس تفریط زر میں مزدور کی اجرت حقیقی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ملک کے مختلف مقامات پر عموماً قیمتوں کا معیار یکساں نہیں ہوتا۔ جن مقامات پر قیمتوں کا معیار پست ہو وہاں اجرتِ حقیقی زیادہ ہوتی ہے اور جہاں قیمتوں کا معیار بلند ہو وہاں اجرت حقیقی کم ہوتی ہے مثلاً لاہور کی نسبت شیخوپورہ کا مزدور کئی لحاظ سے فائدہ میں ہوتا ہے شیخوپورہ میں لاہور کی نسبت مکان کا کرایہ کم ہے۔ چاول دودھ اور سبزیاں بھی نسبتاً سستی ہیں اس لیے ان دو مقامات پر بسنے والے مزدور جن کی اجرتیں مساوی ہوں، ان میں شیخوپورہ کے مزدور کی حقیقی اجرت زیادہ جبکہ لاہور کے مزدور کی اجرت حقیقی کم ہوگی۔

۲۔ زائد اجرت کا امکان | اگر مزدور کو اپنے روزانہ کام کے علاوہ مزید کام کر کے معاوضہ حاصل کرنے کا موقع ملے تو اس کی حقیقی اجرت زیادہ ہوگی لیکن اگر اسے اپنی آمدنی پہ ہی قناعت کرنا پڑے تو اس کی حقیقی اجرت کم ہوگی۔ مثلاً پروفیسر درس و تدریس کے علاوہ امتحانات میں نگرانی کر کے یا امتحانوں کی کاپیاں جانچ کر زائد آمدنی کما سکتا ہے لہذا اس کی اجرتِ حقیقی بھی زیادہ ہو جائے گی۔

۳۔ سہولتیں اور مراعات | اگر مزدور کو عام اجرت کے علاوہ مفت وردی، رہنے کے لیے کوارٹر، سفر کے لیے سہولتیں اور بچوں کے لیے تعلیم اور علاج معالجہ کی سہولتیں بھی ملیں تو اس کی حقیقی اجرت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اسی طرح ملازمت سے سبکدوشی کے بعد پنشن اجرت حقیقی میں اضافہ کا موجب بنتی ہے۔

۴۔ کام کی نوعیت | اگر مزدور کی ملازمت مستقل ہو تو وہ اپنی ملازمت سے بے فکر ہو کر پوری تندہی سے کام کرے گا، اور کم اجرت پر بھی کام کرنے پہ تیار ہو جائے گا جبکہ عارضی ملازمت کی صورت میں زیادہ اجرت بھی باعث کشش نہیں ہوتی۔ مستقل ملازمت اجرت حقیقی میں اضافہ اور عارضی

Marfat.com

ملازمت کی کا باعث بنتی ہے۔

اگر دو مزدور یکساں گریڈ میں کام کرتے ہوں لیکن ان کے اوقات کار میں فرق ہو تو کم اوقات کار رکھنے والے مزدور کی اجرت حقیقی زیادہ ہوگی جبکہ زیادہ اوقات کار رکھنے والے مزدور کی اجرت حقیقی کم ہوگی۔ اگر کام آسان اور خوشگوار اور پُرخطر نہ ہو، جیسے چپڑاسی کا کام تو اجرت حقیقی زیادہ ہوتی ہے لیکن کان کن جو اس سے برعکس حالات اور ماحول میں کام کرتا ہے اس کی اجرت حقیقی کم ہوتی ہے

اسی طرح اگر کام کا ماحول پسندیدہ اور خوشگوار ہو تو اجرت حقیقی زیادہ ہوگی، جیسے دفتر کا چپڑاسی لیکن خاکروب کے کام کا ماحول غیر خوشگوار ہوتا ہے لہٰذا اس کی اجرت حقیقی بھی کم ہوتی ہے۔

۵۔ ترقی کے امکانات اگر ملازمت میں ترقی کے امکانات موجود ہو تو مزدور کم اجرت پر بھی کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے لیکن اگر ترقی کے امکانات مسدود ہوں تو مزدور زیادہ اجرت پر بھی کام کرنا پسند نہیں کرتا، کیونکہ اس صورت میں اس کی اجرت حقیقی کم ہوتی ہے۔

۶۔ کاروبار کے اخراجات بعض پیشوں میں کام کرنے میں کچھ زائد اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں مثلاً وکیل کو منشی اور ڈاکٹر کو کمپاؤنڈر رکھنا پڑتا ہے لہٰذا ان کی اجرت حقیقی معلوم کرنے کے لیے ان اخراجات کو اجرت متعارفہ سے منہا کر دینا چاہیئے اسی طرح کچھ اشخاص کو اپنی تعلیم و تربیت پر کثیر اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں مثلاً ایک شخص وکالت کا امتحان انگلستان سے پاس کرتا ہے، اور دوسرا پاکستان سے۔ اگر دونوں اشخاص کی ماہانہ آمدنی یکساں ہو تو پاکستان سے تعلیم یافتہ وکیل کی حقیقی اجرت زیادہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے تعلیم پر کم اخراجات برداشت کیے اور انگلستان سے فارغ التحصیل وکیل کی اجرت حقیقی کم ہوگی۔ کیونکہ اس کے تعلیمی اخراجات زیادہ تھے۔

۷۔ سماجی وقار بعض پیشوں کا سماجی وقار زیادہ اور بعض کا کم ہوتا ہے جس پیشے کا سماجی وقار بلند ہو اس پیشے میں کام کرنے والے افراد کی حقیقی اجرت بھی زیادہ ہوتی ہے مثلاً مجسٹریٹ کا سماجی وقار بنک منیجر سے زیادہ ہوتا ہے گو بنک منیجر کی تنخواہ مجسٹریٹ سے زیادہ ہوتی ہے مگر حقیقی اجرت مجسٹریٹ کی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

اُجرت کے تعین کے نظریات THEORIES OF WAGES

اجرتوں کے تعین کا مسئلہ بہت پیچیدہ شکل اختیار کر چکا ہے معیشت دانوں نے مختلف اوقات میں اجرت کے تعین کے لیے مختلف نظریات پیش کیے، ان میں سے کوئی بھی اس قدر جامع نہیں کہ وہ اس مسئلہ کے ہر پہلو کو پیش نظر رکھ کر اس پر روشنی ڈال سکے۔ ہر نظریہ مسئلہ کے صرف ایک پہلو پر روشنی ڈالتا ہے جدید معاشت دان نظریہ مختتم پیداوار پیش کرتے ہیں جو محنت کی رسد اور طلب پر

Marfat.com

مبنی ہے اور خاصا مقبول ہے ذیل میں ہر نظریہ پر اختصار سے بحث کی گئی ہے۔

۱۔ مسئلہ گزر اوقات SUBSISTANCE THEORY OF WAGES

مسئلہ قوت لا یموت اٹھارویں صدی کے معروف مکتب فکر فزلیوکریٹک Physio-cratic نے پیش کیا۔ مشہور جرمن معیشت دان پروفیسر لیسل Lasselle نے اسے اجرت کا آہنی قانون (Iron Law of Wages) قرار دیا۔ اشتراکی مفکر کارل مارکس نے مزدوروں اور سرمایہ داروں کے درمیان طبقاتی کش مکش کی وضاحت کے لیے نظریہ استحصال کی بنیاد اسی نظریہ پر رکھی مالتھس اور ریکارڈو کے افکار اس نظریہ کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

مسئلہ گزر اوقات کے مطابق مزدوروں کو صرف اسی قدر اجرت ملنی چاہیئے جس سے وہ اپنے گزر کے لیے نان و نفقہ کا بندوبست کر سکیں۔ اجرت کا معیار نہ تو خورد و نوش سے بلند ہونا چاہیئے اور نہ ہی پست۔ اگر اجرت گزر اوقات کی سطح سے بلند ہو جائے تو مزدور زیادہ شادیاں رچا لیتے ہیں، جس سے افزائش آبادی ہوتی ہے اور مزدوروں کی رسد میں اضافہ سے اجرت کم ہو جاتی ہے۔ اور گزر اوقات کی سطح پر آجاتی ہے اس کے برعکس اگر اجرتیں اس سطح سے کم ہو جائیں تو بہت سے مزدور بھوک اور بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں اس سے شرح اموات بڑھ جاتی ہے مزدوروں کی رسد کم ہو جاتی ہے اور اجرت کی شرح بلند ہو کر گزر اوقات کی سطح پر آ جاتی ہے۔ مالتھس کے نظریہ آبادی کی بنیاد اسی نظریہ پر استوار کی گئی۔ ریکارڈو کے مطابق "محنت کی قیمت کا انحصار بنیادی طور پر مزدوروں کی ضروریات زندگی پر ہوتا ہے۔

تنقید | مسئلہ گزر اوقات پر کڑی نکتہ چینی کی گئی ہے ناقدین کے مطابق ضروری نہیں کہ اجرت میں اضافہ کی صورت میں مزدور شادیاں ہی رچائیں عموماً اجرتوں میں اضافہ سے معیار زندگی کو بلند کرنے کی ترغیب ملتی ہے جس سے استعداد کار میں اضافہ ہوتا ہے عملی طور پر اجرت کا انحصار ضروریات زندگی پر نہیں ہوتا بلکہ استعداد کار اور کارکردگی پر ہوتا ہے۔

۲۔ نظریہ معیار زندگی THEORY OF STANDARD OF LIVING

یہ نظریہ انیسویں صدی کے چند معیشت دانوں نے مسئلہ گزر اوقات میں کچھ ترمیمات کے بعد پیش کیا، ان کے افکار کے مطابق ہر مزدور کا ایک مخصوص اور مقررہ معیار زندگی ہوتا ہے جس کے مطابق وہ زندگی گزارتا ہے لہٰذا وہ کم از کم اتنی اجرت کا مطالبہ ضرور کرتا ہے جس سے اس کا معیار زندگی برقرار رہ سکے۔ اگر معیار زندگی مروجہ اجرت سے بلند ہو تو وہ اسے برقرار رکھنے کے لیے زیادہ تگ و دو کرتا ہے جس سے اس کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور آجر اسے اس کے مطابق اجرت دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اگر مروجہ اجرت معیار زندگی سے کم ہو تو وہ منظم ہو کر ٹریڈ

Marfat.com

یونینوں کے ذریعے زیادہ اجرت کا مطالبہ کرتا ہے اور آجرین کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کے معیار زندگی کے مطابق اجرت میں اضافہ کر دے۔

تنقید | ناقدین کے مطابق معیار زندگی میں بلندی اجرتوں میں اضافہ کا موجب نہیں بنا کرتی، بلکہ اجرتوں میں اضافہ معیار زندگی کو بلند کرتا ہے دوسرے اجرت کی ادائیگی معیار زندگی کی بجائے محنتِ پیداواری کو ملحوظ خاطر رکھ کر کی جاتی ہے۔

۳۔ مسئلہ اجرت فنڈ WAGE FUND THEORY

یہ نظریہ ایڈم سمتھ نے پیش کیا اور جے ایس ملز نے آخری اور بہتر شکل میں پیش کیا۔ اس نظریہ کے مطابق اجرت کا انحصار مزدوروں کی تعداد اور اجرت فنڈ کی جسامت پہ ہوتا ہے ملز کے مطابق آجر اجرتوں کی ادائیگی کے لیے ہمیشہ سرمایہ کا ایک حصہ مخصوص کر لیتے ہیں جسے اجرت فنڈ کا نام دیا گیا۔ اگر مزدوروں کی تعداد کم اور اجرت فنڈ بڑا ہو تو شرح اجرت بلند ہوگی ورنہ پست۔

اس نظریہ کے مطابق اجرتوں میں اضافہ صرف دو صورتوں میں ہو سکتا ہے یا تو اجرت فنڈ میں اضافہ کر دیا جائے یا مزدوروں کی تعداد کم ہو جائے چونکہ اجرت فنڈ میں اضافہ فوری طور پر ممکن نہیں ہوتا۔ لہٰذا مزدوروں کی رسد ہی اجرتوں کے تعین میں فعال کردار ادا کرتی ہے۔

تنقید | پروفیسر تھارٹن اور لونجے کے مطابق اجرت فنڈ کوئی مقررہ فنڈ نہیں ہوتا جو اجرتوں پر اثر انداز ہو اجرتوں میں کمی بیشی کا انحصار بہت حد تک ملک کے اقتصادی حالات پہ ہوتا ہے نیز یہ نظریہ مختلف پیشوں میں مزدوروں کی اجرتوں میں اختلاف کی وجہ بیان کرنے سے قاصر ہے اس نظریہ میں محنت کی طلب کے پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

۴۔ مسئلہ حق بقیہ RESIDUE CLAIMANT THEORY

اس نظریہ کے بانی امریکی پروفیسر واکر (Walker) ہیں ان کے افکار کے مطابق قومی آمدنی تمام عاملین پیدائش کے باہمی تعاون اور اشتراک کا نتیجہ ہوتی ہے تقسیم کے وقت سب سے زمین، سرمایہ اور تنظیم کو ان کے معاوضے ادا کر دیئے جاتے ہیں جو کچھ باقی بچتا ہے وہ مزدوروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے مزدور کی اجرت میں اضافہ اس صورت میں ممکن ہے جب وہ تندہی سے کام کر کے قومی دولت کو بڑھا دیں۔

تنقید | تھارٹن۔ لونجے اور جیونز کے اعتراضات کے مطابق اجرتوں میں اضافہ صرف قومی دولت میں اضافہ کا ہی مرہون منت نہیں ہوتا۔ مزدور ٹریڈ یونینوں کی وجہ سے بھی اجرت میں اضافہ کروا لیا کرتے ہیں جبکہ قومی دولت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہوتا۔

اس نظریہ کے مطابق اجرتیں سب سے آخر میں ادا کی جاتی ہیں جبکہ عملی مشاہدہ کے مطابق اجرتیں

Marfat.com

سب سے پہلے ادا کی جاتی ہیں کاروبار میں نفع ہو یا نقصان، اجرت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ نفع و نقصان کی ذمہ داری آجر کی ہے نہ کہ مزدور کی۔ دیگر نظریات کی مانند یہ نظریہ بھی محنت کی طلب کے پہلو کو نظر انداز کرتا ہے۔

نظریہ مختتم پیداواری MARGINAL PRODUCTIVITY THEORY

اس نظریہ کے مطابق ہر مزدور کو اس کی مختتم پیداوار کے مطابق اجرت ملتی ہے مختتم پیداواری مالیت مروجہ شرح اجرت کے برابر ہوتی ہے اس نظریہ پر تفصیلاً بحث ہو چکی ہے۔

پروفیسر ٹاوزگ (Tausing) نے نظریہ مختتم پیداوار میں کچھ ترمیم کی ہے ان کے مطابق مزدور کو اس کی مختتم پیداوار کا پورا حصہ وصول نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ پیدائش دولت کے دوران ہی اپنا معاوضہ وصول کر لیتا ہے مختتم پیداوار کا اندازہ اسی صورت میں لگایا جا سکتا ہے جب اشیاء تیار ہو کر منڈی میں فروخت ہو جائیں۔ آجر نقصان کے خطرات اور خدشات کے پیش نظر مزدور کو مختتم پیداوار کے برابر اجرت نہیں دیتا۔ بلکہ کٹوتی شدہ پیداوار مختتم Discounted Marginal Productivity کے برابر اجرت دیتا ہے یہ نظریہ حقیقت سے زیادہ قریب دکھائی دیتا ہے۔

اُجرت کا جدید نظریہ MODERN THEORY OF WAGES

جدید معیشت دان جدید نظریہ اجرت کی بنیاد طلب اور رسد پر رکھتے ہیں محنت کی طلب بالواسطہ ہوتی ہے اگر محنت کی قیمت دیگر عاملین پیدائش کی نسبت زیادہ ہو تو محنت کی طلب کم ہو جائے گی محنت کی طلب پر فنی اور تکنیکی حالات بھی اثر انداز ہوتے ہیں اگر تحقیق و تجربات سے نئی ایجادات کی بنا پر ایسی مشینیں تیار ہو جائیں جو محنت کا نعم البدل ثابت ہوں تو محنت کی طلب کم ہو جائے گی جیسے ٹریکٹر کی ایجاد سے شعبہ زراعت میں محنت کی طلب کم ہو گئی ہے اقتصادی حالات مثلاً کساد بازاری میں محنت کی طلب کم ہو جاتی ہے۔

محنت کی رسد کا انحصار معاشی، سماجی اور نفسیاتی امور پر ہوتا ہے اگر مردوں کے شانہ بشانہ عورتیں بھی پیدائش دولت میں شریک ہوں اور لوگ وقت کی قدر پہچانتے ہوئے گپ بازی ترک کر دیں تو محنت کی رسد میں اضافہ ہو جاتا ہے مکمل مقابلہ میں تمام پیشوں میں محنت کی رسد اس طرح منقسم ہوتی ہے کہ ان میں محنت کی مختتم پیداواری یکساں ہو جاتی ہے اس طرح پیشہ ورانہ نقل پذیری کے باوجود ہر مزدور کو ہر شعبہ میں یکساں اجرت ملتی ہے محنت کی رسد کا انحصار بہت حد تک اجرت کی ادائیگی، مناسب اوقات کار اور شرائط کار خوشگوار ماحول اور آجر کے خوشگوار رویہ پر بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

طلب اور رسد کے پیش نظر جب محنت کی طلب اس کی رسد سے زیادہ ہو تو شرح اجرت بڑھ جائے گی جب رسد طلب سے تجاوز کرے، تو شرح اجرت گر جائے گی۔ اس کھینچا تانی میں بالآخر ایک ایسا مقام آتا ہے جب طلب اور رسد میں توازن پیدا ہو جاتا ہے اور اجرت کی شرح کا تعین بھی ہو جاتا ہے۔

سوالات

۱۔ اجرت سے کیا مراد ہے، اجرتِ حقیقی اور اجرتِ متعارفہ میں فرق بیان کریں۔ نیز ان عوامل پر بحث کریں جو اجرتِ حقیقی کو متعین کرتے ہیں۔

۲۔ اجرت کے تعین کے متعلق مختلف نظریات کا اجمالی جائزہ لیں، ان میں سے کون سا نظریہ زیادہ قابل قبول ہے۔

Marfat.com

باب ۱۶

سُود

INTEREST

پروفیسر ایستھم (Eastham) نے سود کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے ۔
"زر نقد کو اپنی تحویل میں رکھنے کی بجائے کسی کو ادھار دینے سے انسان کو بعض فوائد سے محروم ہونا پڑتا ہے اس محرومی کے عوض جو ادائیگی کی جاتی ہے اس کا نام سود ہے ۔
ایستھم کے مطابق چونکہ قرض خواہ کچھ عرصہ کے لیے اپنے زر نقد سے محروم ہو جاتا ہے اور قرضدار اس سے استفادہ کرتا ہے اس لیے قرض دار حاصل شدہ استفادہ میں سے کچھ قرض خواہ کو ادا کر دیتا ہے جسے معاشی اصطلاح میں سود کہا جاتا ہے پروفیسر کینز (Keynes) کے مطابق سود صرف اس ادائگی کا نام ہے جو زر نقد کی ترجیح سے دستبرداری کی بنا پر پیدا ہوتا ہے (وضاحت زر نقد کی ترجیح کے نظریہ میں دیکھیں ۔

خالص اور مرکب سُود NET & GROSS INTEREST

سود خالصتاً سرمایہ کے استعمال کا معاوضہ ہی نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ مزید ادائیگیاں بھی شامل ہوتی ہیں ۔ جس سے خالص سود مرکب سود بن جاتا ہے دوسرے الفاظ میں خالص سود صرف سرمایہ کے استعمال کا معاوضہ ہوتا ہے جبکہ مرکب سود میں سرمایہ کے استعمال کے معاوضہ کے علاوہ مندرجہ ذیل ادائیگیاں بھی شامل ہوتی ہیں ۔

۱۔ **احتمالِ نقصان** | قرض خواہ کئی خطرات سے دوچار ہو سکتا ہے ۔ ہو سکتا ہے قرض دار کسی وقت قرض ادا کرنے کے قابل ہی نہ رہے یا قرض ادا کرنے سے انکار کر دے ، ان خطرات کے پیش نظر قرض خواہ ہمیشہ معاشی سود کے علاوہ کچھ زائد رقم اپنے خطرہ کی پیش بندی کے طور پر بھی وصول کرتا ہے ۔

۲۔ **روپیہ لگانے کی دقت کا معاوضہ** | قرض دیکر نہ صرف قرض خواہ سرمایہ کے فوائد سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ اسے بہت سی دشواریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے ہو سکتا ہے قرض خواہ کو اپنی ذاتی ضرورتوں کے لیے خود قرض لینا پڑے یا اسے مقررہ وقت پر دوسرا گاہک ہی نہ ملے ، یا اسے قرضہ کی واپسی کے لیے مقدمہ دائر کرنا پڑے ، ان دشواریوں کے پیش نظر وہ معاشی سود سے کچھ زیادہ وصول کرتا ہے ۔

۳۔ **حساب و کتاب کے اخراجات** | قرض خواہ کو قرضوں کا باقاعدہ حساب و کتاب رکھنا پڑتا ہے

Marfat.com

اس سلسلہ میں یا تو اسے خود کام کرنا پڑتا ہے یا کسی کو ملازم رکھنا پڑتا ہے اس کے علاوہ اسے اور کئی قسم کے انتظامی اخراجات بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں مثلاً دفتر کا کرایہ اور سٹیشنری کے اخراجات وغیرہ۔ یہ اخراجات بھی معاشی سود میں شامل کیے جاتے ہیں۔

۴۔ خالص سود | خالص سود معلوم کرنے کے لیے مرکب سود میں سے خسارے کا بیمہ، حساب کتاب کے اخراجات اور روپیہ لگانے کی دقتوں کا معاوضہ خارج کر دیا جاتا ہے خالص سود سے مراد وہ ادائیگی ہے جو سرمایہ کے استعمال کے عوض سرمایہ دار کو ادا کی جاتی ہے۔

مرکب سود = خالص سود + خطرہ مول لینے کا معاوضہ + روپیہ لگانے کی دقتوں کا معاوضہ + انتظامی امور کے اخراجات۔

سود کیوں ادا کیا جاتا ہے WHY INTEREST IS PAID?

زمانہ قدیم میں عمل پیدائش بہت سادہ تھا ہر شخص اپنی ضروریات خود ہی پوری کر لیتا تھا لیکن صنعتی انقلاب کی بدولت بڑے بڑے کارخانے معرض وجود میں آئے تو عاملین پیدائش مختلف افراد کی ملکیت میں چلے گئے۔

آجر کے لیے اپنی پس انداز کی ہوئی رقم سے اپنی کاروباری ضرورتیں پوری کرنا دشوار ہو گیا اس طرح اس نے خود محنت کرنے کی بجائے مزدوروں سے ان کی محنت حاصل کر لی۔ اور زمینداروں سے ان کی زمین اور اس طرح پیدائش دولت کی بنیاد رکھی۔ ان کارخانوں کو چلانے کے لیے اسے قدم قدم پر سرمایہ کی ضرورت پیش آئی۔ اسے زمین پر عمارت تعمیر کرنے، مشینوں کی خریداری، خام مال کی خرید، مزدوروں کو اجرتوں کی ادائیگی اور نشر و اشاعت کے لیے بھی سرمایہ کی ضرورت پڑی جس کی فراہمی کے لیے مالی ادارے معرض وجود میں آئے۔

سرمایہ بچتوں کی بدولت معرض وجود میں آتا ہے لوگ اپنی موجودہ ضرورتوں کو قربان کر کے کچھ رقوم پس انداز کرتے ہیں حالیہ ضرورتوں کو قربان کرنا یا انہیں ملتوی کر کے پس انداز کرنا تکلیف دہ امر ہے۔ بچت کاروں کو اپنی بچتوں سے محروم بھی ہونا پڑتا ہے سرمایہ کار انہیں نفع بخش کاموں میں استعمال کرتے ہیں اس لیے بچت کار منافع کمانے والوں سے سرمایہ کے استعمال کا معاوضہ طلب کرنے میں حق بجانب ہوتے ہیں اس کے علاوہ چونکہ سرمایہ کی طلب ہمیشہ رسد سے تجاوز کر جاتی ہے اس لیے لوگوں کو بچتوں کی ترغیب دینے کے لیے بھی سود کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے گویا۔

۱۔ سرمایہ بچتوں کا نتیجہ ہوتا ہے لوگ بچت کرتے وقت تکلیف برداشت کرتے ہیں اس لیے ان تکالیف کا معاوضہ سود کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

۲۔ قرض خواہ ایک خاص عرصہ تک اپنے سرمایہ کے فوائد سے محروم رہتا ہے اس محرومی کا صلہ سود کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔

۳۔ سرمایہ کے استعمال سے پیدائش دولت میں اضافہ ہوتا ہے لہذا پیداوار کا کچھ حصہ سود کی شکل میں سرمایہ دار کو ادا کیا جاتا ہے۔

۴۔ سرمایہ کی رسد کی طلب کی نسبت کم ہوتی ہے لہذا قرض خواہ کو قرض فراہم کرنے کی ترغیب دینے کے لیے سود ادا کیا جاتا ہے۔

قدیم زمانہ میں مذہبی رہنما سود کے سخت مخالف تھے بالخصوص اسلام سود کو حرام قرار دیتا ہے اسی طرح عیسائیت میں سود کا کاروبار ممنوع قرار دیا گیا ہے اشتراکی مفکر کارل مارکس اور لینن بھی سود کے خلاف تھے دراصل قدیم زمانہ میں سرمایہ روزمرہ ضروریات کی اشیا کی خرید کے لیے لیا جاتا تھا اور سرمایہ لینے والا عموماً مفلس اور نادار ہوتا تھا قرضے تجارتی اغراض کے لیے نہیں لیے جاتے تھے لہذا ایسے لاچار لوگوں سے سود لینا اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی لحاظ سے مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن موجودہ دور میں معاشی نظام کا دارومدار کلیتاً سرمایہ پر ہے اور سرمایہ کے استعمال کے عوض سود کا لین دین جائز سمجھا جاتا ہے۔

سود کے نظریات THEORIES OF INTEREST

۱۔ نظریہ پیداواری PRODUCTIVITY THEORY

یہ نظریہ فزیوکریٹ (Physiocrats) معیشت دانوں اور ٹرگٹ (Turgot) نے پیش کیا۔ ان کے نظریہ کے مطابق سرمایہ محنت کو زیادہ بار آور کر دیتا ہے جس سے پیدائش دولت میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے اس لیے قرض خواہ کو حق پہنچتا ہے کہ وہ سرمایہ کی مدد سے پیدا شدہ آمدنی میں سے اپنا حصہ حاصل کرے۔ اگر سرمایہ کی قوت پیداواری زیادہ ہو تو شرح سود زیادہ ہوگی ورنہ کم۔ عمل پیدائش قانون تقلیل حاصل کے زیر اثر ہوتا ہے اس لیے زیر استعمال سرمایہ کی اکائیوں میں بتدریج اضافہ سے مختتم پیداوار بتدریج کم ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ مختتم پیداوار مصارف پیدائش کے مساوی ہو جاتی ہے چنانچہ شرح سود مختتم پیداوار کے مطابق ادا کی جاتی ہے۔

۲۔ نظریہ اجتناب یا انتظار کشی ABSTINENCE OF WAITING THEORY

یہ نظریہ سینئر (Senior) نے پیش کیا جس کے مطابق سود کا تعلق سرمایہ کی رسد کے مطابق ہوتا ہے تشکیل سرمایہ کا انحصار بچتوں پر ہوتا ہے اور بچت کرنے میں تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے اور حالیہ ضرورتوں کو قربان کرنا پڑتا ہے لہذا لوگوں کو بچتوں پر آمادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں

Marfat.com

اس تکلیف اور اجتناب کا معاوضہ ادا کیا جائے ورنہ وہ اپنی تمام آمدنی صرفی اشیاء پر خرچ کر لیں گے اور اس طرح تشکیل سرمایہ کا عمل رک جائے گا اس نظریہ کے مطابق سود کا تعین قربانی کے عنصر پر ہے اگر قربانی زیادہ ہو تو شرح سود بھی زیادہ ہوگی ورنہ کم۔

پروفیسر مارشل نے اجتناب یا نفس کشی کی بجائے انتظار کشی کا لفظ استعمال کیا ہے ان کے افکار کے مطابق حالیہ ضرورتوں کو مستقبل پر ملتوی کرنا پڑتا ہے اور قرض خواہ کو قرض کے واپسی تک انتظار کرنا پڑتا ہے لہذا اس انتظار اور صبر کے لیے معاوضہ کی صورت میں سود ادا کیا جاتا ہے۔

۳۔ نظریہ معاوضہ وقت TIME PREFERENCE THEORY

یہ نظریہ جان رائی (John Raye) نے ۱۸۳۴ء میں پیش کیا۔ بام باورک (Bohm Bawark) نے اس کی تکمیل کی اور پروفیسر فشر (Fisher) نے اس کی تائید اور اس میں اصلاح کی۔ ان کے افکار کے مطابق لوگ حالیہ ضرورتوں کو مستقبل کی ضرورتوں پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ زیادہ اہم اور شدید ہوتی ہیں مستقبل غیر یقینی ہوتا ہے جبکہ حال ایک حقیقت۔ اگر زمانہ مستقبل میں انہیں کچھ زیادہ ادا کرنے کا اقرار کیا جائے تو وہ زمانہ حال میں پس انداز کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں بام باورک کے مطابق قرض خواہ قرض دیتے وقت موجودہ اور مستقبل کی اشیاء کا آپس میں موازنہ کرتے ہیں چونکہ مستقبل کی اشیاء موجودہ اشیاء کی نسبت کم قدر کی حامل ہوتی ہیں لہذا مستقبل میں بھی اشیاء خریدنے کے لیے زیادہ رقم درکار ہوگی دونوں اشیاء کا فرق قرض خواہ کو ادا کیا جانا چاہیئے تاکہ اسے نقصان سے دوچار نہ ہونا پڑے اس فرق کو سود کہا جاتا ہے۔

۴۔ کلاسیکی نظریہ سود CLASSICAL THEORY

کلاسیکی نظریہ کے مطابق سود کا تعین سرمایہ کی رسد اور طلب کی باہمی مطابقت سے ہوتا ہے سرمایہ کی طلب ان افراد اور کاروباری اداروں کی جانب سے ہوتی ہے جو سرمایہ سے اشیاء پیدا کرتے ہیں اس کا انحصار سرمایہ کی مختتم پیداوار پر ہوتا ہے سرمایہ کا مسلسل استعمال اس کی مختتم پیداوار کو بتدریج کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ ایک ایسا نقطہ آجاتا ہے جہاں سرمایہ کی مختتم پیداوار اس کی قیمت کے برابر ہو جاتی ہے اس نقطہ پر سرمایہ کی طلب ختم ہو جاتی ہے کیونکہ اسی نقطہ سے سرمایہ کی مختتم لاگت بڑھتی ہے لہذا آجر کو فائدہ کی بجائے نقصان ہو جاتا ہے جس نقطہ پر سرمایہ کی مختتم پیداوار سرمایہ کی لاگت کے برابر ہو اسی نقطہ پر شرح سود مقرر ہو جاتی ہے اگر مختتم پیداوار زیادہ ہو تو شرح سود بھی زیادہ ہوگی ورنہ کم۔ گویا سرمایہ کی طلب اس نقطہ پر برقرار رہے گی جب تک سرمایہ کی مختتم پیداوار اور شرح سود یکساں نہیں ہو جاتیں۔

سرمایہ کی رسد کا انحصار بچتوں پر ہوتا ہے اور پس اندازی کا انحصار بچت کی قوت اور بچت کی خواہش پر ہوتا ہے بچت کی قوت آمدنی پر منحصر ہوتی ہے آمدنی میں اضافہ سے میلان صرف کم ہو جاتا ہے

Marfat.com

اور میلان بچت میں اضافہ۔ اس کے برعکس میلان صرف میں اضافہ میلان بچت کو گرا دیتا ہے اسی طرح محصولات کا نظام منصفانہ ہو، وسائل دولت کی فراوانی اور ملک کے سیاسی حالات میں پائیداری ہو تو قوم کی بچت کی قوت بڑھ جاتی ہے۔

بچت کی خواہش کے کئی محرکات ہوتے ہیں مثلاً مستقبل کی بہتری کا احساس، خاندان کی مستقبل کی ضروریات اور اس کی کفالت، سماجی رتبہ اور شرح سود۔ افراد کے علاوہ حکومت اور کاروباری ادارے بھی بچتیں کرتے کرتے ہیں اگر مجموعی بچتیں زیادہ ہوں تو سرمایہ کی رسد بڑھ جاتی ہے ورنہ کم ہوتی ہے۔

اگرچہ شرح سود لوگوں کو بچتیں کرنے پر آمادہ کرنے میں کافی رول ادا کرتی ہے لیکن بعض لوگ کم یا صفر شرح سود پر بھی بچتیں کرنے پہ تیار ہو جاتے ہیں جس نقطہ پہ سرمایہ کی رسد اور طلب متوازن حالت میں ہو اسی نقطہ پر شرح سود متعین ہو جاتی ہے۔

۵۔ رقوم برائے قرض کا نظریہ LOANABLE FUND THEORY

یہ نظریہ نیو کلاسیکی معیشت دانوں نے پیش کیا اس نظریہ کے مطابق شرح سود کا تعین بازار میں رقوم برائے قرضہ کی رسد اور رقوم برائے قرض کی طلب میں توازن کی بنا پر ہوتا ہے سود قرض پر دی جانے والی رقوم کی خدمات کا معاوضہ ہوتا ہے۔

رقوم برائے قرض کی طلب کا انحصار سرمایہ کاری، اشیائے صرف کی خریداری، ذخیرہ اندوزی اور حکومت کی طلب پر ہوتا ہے آجرین کارخانوں کے قیام، توسیع و تجدید، خام مواد کی خرید اور عاملین پیدائش کے معاوضوں کی ادائیگی کے لیے سرمایہ طلب کرتے ہیں کم شرح سود پر ایسی رقوم کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے اور زیادہ شرح سود پر طلب میں کمی واقع ہو جاتی ہے اشیائے صرف کی خریداری کے لیے بھی رقوم قرض لی جاتی ہیں کم شرح پر قرضوں کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے البتہ سماجی اور معاشرتی ضرورتوں کے لیے حاصل کیے جانے والے قرضوں پر شرح سود اس قدر اثر انداز نہیں ہوتی۔

بعض لوگ اشیائے صرف کی خریداری کے علاوہ ان کی ذخیرہ اندوزی کے لیے بھی قرض لیتے ہیں تاکہ قیمتیں بڑھنے پر انہیں فروخت کر کے زیادہ منافع کما سکیں اگر شرح سود زیادہ ہو تو رقوم برائے قرض کی طلب کم ہو جاتی ہے حکومت بھی ترقیاتی اور غیر ترقیاتی کاموں کے لیے عوام سے قرضے حاصل کرتی ہے جنگ اور ناگہانی حالات سے عہدہ برا ہونے کے لیے لئے جانے قرضوں پر شرح سود کا اس قدر اثر نہیں ہوتا۔

رقوم برائے قرض کی رسد کا انحصار نجی بچتوں، چھپائی ہوئی دولت، زر، اعتبار اور منفی سرمایہ کاری پر ہوتا ہے بچتوں کا انحصار پس انداز کرنے کی قوت اور خواہش پر ہوتا ہے اگر شرح سود زیادہ ہو تو لوگ زیادہ پس انداز کرتے ہیں اور کم شرح سود پہ کم۔ بچتیں رضاکارانہ بھی ہوتی ہیں اور جبری بھی، اگر

Marfat.com

بچتوں کا حجم زیادہ ہو تو قرض پر دی جانے والی رقوم کی رسد بڑھ جاتی ہے۔

بسا اوقات کم شرح سود پر لوگ اپنی پس اندازکی ہوئی رقوم قرض دینے پر آمادہ نہیں ہوتے، اسی طرح وہ اپنی بچتوں کا ذخیرہ کر لیتے ہیں جب شرح سود زیادہ ہو تو ذخیرہ شدہ رقوم کو نکال کر ادھار دینا شروع کر دیتے ہیں گویا شرح سود میں کمی بیشی ذخیرہ اندوزی پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے۔

رقوم برائے قرض کی رسد کا انحصار بنکوں کی تعداد اور ان کی تخلیق زر کی پالیسی پر بھی ہوتا ہے اگر شرح سود زیادہ ہو تو زیادہ تخلیق زر کیا جاتا ہے تخلیق شدہ زر میں کمی بیشی سے رقوم برائے قرض کی رسد میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے بعض اوقات آجر اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے سرمایہ کو ایسے کاروبار میں لگا دیتے ہیں جہاں انہیں منافع کی کم امید ہو، ان حالات میں وہ سرمایہ میں مزید کوئی اضافہ نہیں کرتے بلکہ بسا اوقات کاروبار سے سرمایہ نکال بھی لیتے ہیں ایسا سرمایہ بھی رقوم برائے قرض کی رسد میں اضافہ کا موجب بنتا ہے۔

زر نقد کی ترجیح کا نظریہ LIQUIDITY PREFERENCE THEORY

یہ نظریہ کینز نے پیش کیا۔ ان کے خیال میں اگر زر نقدی کی حالت میں ہو تو لوگ اسے فوراً اپنی ضروریات کی تسکین کے لیے خرچ کر سکتے ہیں چونکہ لوگوں کو ہر وقت کسی نہ کسی ضرورت کو پورا کرنا ہوتا ہے اس لیے وہ اپنی رقوم کو نقدی کی صورت میں رکھنا پسند کرتے ہیں کینز کے مطابق سود زر نقد سے دستبرداری کا معاوضہ ہے لوگ مختلف مقاصد کے لیے زر کو نقدی کی صورت میں رکھنا پسند کرتے ہیں۔ مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ہر شخص اپنی روزمرہ ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے زر کو نقدی کی صورت میں رکھنا پسند کرتا ہے اس مقصد کے لیے رکھے گئے زر نقد کے حجم کا انحصار لوگوں کی آمدنیوں کی جسامت پر ہوتا ہے

۲۔ تاجر پیشہ لوگ اپنی کاروباری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھی کچھ رقم نقدی کی صورت میں رکھتے ہیں

۳۔ کچھ رقم غیر متوقع اور ناگہانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھی نقدی کی صورت میں رکھی جاتی ہے

۴۔ کچھ لوگ تخمینی مقاصد کے لیے زر نقد اپنے پاس رکھتے ہیں یہ لوگ مستقبل کی پیش بینی کر کے اشیا اور حصص کی خرید و فروخت کرتے رہتے ہیں جس کے لیے انہیں ہر وقت زر نقد کی ضرورت رہتی ہے، تخمینی مقاصد کے لیے رکھے گئے زر نقد کا تعلق شرح سود سے ہوتا ہے اگر شرح سود کم ہو تو لوگوں کی زر نقد کی ترجیح میں اضافہ ہو جاتا ہے اس سے قرضوں کے لیے زر کی رسد کم ہو جاتی ہے اور شرح سود میں اضافہ شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ اس نقطہ پر آ جاتی ہے جہاں سیال پذیر زر کی طلب اس کی رسد کے برابر ہو جائے۔ اس کے برعکس اگر شرح سود بڑھتی جائے تو زر نقد کی ترجیح کم ہو جاتی ہے اور تمام پس انداز کی ہوئی رقوم قرضہ کے لیے پیش کر دی جاتی ہیں ایسے حالات میں قرض

Marfat.com

کے لیے زر کی رسد بڑھ جاتی ہے اور شرح سود گر کر دوبارہ اس معیار پر آجاتی ہے جہاں زر نقد کی طلب اس کی رسد کے برابر ہو جائے۔

۷۔ سود کے متعلق اسلامی نظریہ ISLAMIC CONCEPT OF INTEREST

سود سرمایہ کے استعمال کا معاوضہ ہے اسلامی نقطہ نظر سے ہر وہ معاوضہ یا صلہ جو انسانی جد وجہد اور ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہ ہونا جائز ہے اسلام نے سود لینا اور سود دینا دونوں کو حرام قرار دیا ہے قرآنی آیات کریمہ کے مطابق دولت کا ہر وہ حصہ جو سود کے ذریعے حاصل ہوگا برباد کر دیا جائے گا اور سودی کاروبار کرنے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے یہ حقوق العباد کو حقوق اللہ پر فوقیت دیتا ہے اور ہر اس عمل کو ناجائز اور حرام قرار دیتا ہے جس سے لوگوں کے حقوق کی پامالی اور حق تلفی ہو، چونکہ سود وہ معاوضہ ہے جو کسی شخص کو مخصوص مدت کے لیے دی گئی رقم پر وصول کیا جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی اس لیے سود دینے والے کی حق تلفی ہوتی ہے اور سود لینے والا بغیر کوشش کے منافع کماتا ہے اسی لیے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے قرآن نے ان آیات میں سود کی مذمت کی ہے سورۂ البقرہ ع ۳۸ پارہ ۳ میں ارشاد ہوتا ہے "جو لوگ سود کھاتے ہیں (قیامت کے دن) کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس شخص کا کھڑا ہونا جسے شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ یہ ان کے اس طرح کہنے کی سزا ہے کہ جیسا معاملہ بیع ویسا ہی معاملہ سود۔ حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، جس کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت کی بات پہنچی اور وہ (آئندہ کے لیے) باز آگیا۔ اور جو پہلے ہو چکا ہے وہ تو اس کا (ہو چکا) اور اس کا معاملہ خدا کے حوالے اور جو ممانعت کے بعد بھی سود لے تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور جتنے ناشکرے ہیں اور کہا نہیں مانتے خدا ان سے راضی نہیں۔"

سورہ آل عمران ع ۳ پارہ ۴ میں ارشاد ہوا۔

"اے ایمان والو سود در سود نہ کھاؤ۔ اللہ سے ڈرو عجب نہیں آخرت میں تم فلاح پاؤ۔

سورہ نساء ع ۲۲ پارہ ۶ میں سودی کاروبار کی وجہ سے یہودیوں کا حشر بیان ہوا کہ

"ہر چند ان کو (یہودیوں کو) سود کی ممانعت کر دی گئی تھی اس پر بھی وہ سود لیتے تھے اور لوگوں کے مال ناحق خورد برد کرتے تھے اور ان میں جو لوگ (خدا کا حکم) نہیں مانتے، ان کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سود کے متعلق سورہ الروم ع ۴ پارہ ۲۱ میں فرمایا گیا۔

"اور مسلمانو! جو تم سود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مالوں میں زیادتی ہو تو وہ سود خدا کے ہاں (پھلتا پھولتا نہیں) اور جو کچھ تم خدا کی رضا جوئی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو وہ تم (خدا کے ہاں) بڑھا رہے ہو"

Marfat.com

سورہ البقرع ۲۸ پارہ ۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو سود میں سے باقی ہے اگر تم مومن ہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو خدا اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ"

اس آیت کریمہ کے مطابق سود لینے والے کو مومن قرار نہیں دیا گیا اگر کوئی فرد سود لینے پر تُل جائے تو اسے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جانا چاہیئے رسول خدا کی حدیث ہے۔

"جس قوم میں سود کا رواج ہو گا اس پر قحط مسلط ہو گا۔"

ایک اور حدیث میں نبی اکرم نے فرمایا۔

"سود لینے اور سود دینے والے کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔"

حضرت جابر سے روایت ہے۔

"لعنت کی رسول خدا نے سود کھانے والے اور کھلانے والے پر۔ ان کی دستاویز لکھنے والے اور لکھوانے والے پر اور گواہی دینے والے پر"

ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم نے فرمایا جس رات مجھے معراج ہوئی میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے اژدہوں سے بھر پور گھر اور اژدھے پیٹوں سے باہر بھی دکھائی دیتے تھے میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں جبرئیل نے جواب دیا یہ سود خور ہیں۔

اسلامی معاشرہ میں اگر سرمایہ فراہم کرنے والا کاروبار میں شراکت کرے اور نفع و نقصان میں شامل ہو جائے تو ایسے کاروبار کو مضاربت کہتے ہیں، مضاربت میں شریک افراد سود سے زیادہ منافع کما سکیں گے اور یہ منافع اسلامی نقطہ نگاہ سے جائز ہو گا اس طرح چونکہ مشترکہ سرمایہ کی انجمن میں اس کے حصہ دار اس کے نفع و نقصان میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اس لیے ایسی انجمن کے حصص خرید کر اس کے کاروبار میں شریک ہونا جائز ہے۔

موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد مالی اداروں پر ہوتی ہے اور یہ مالی ادارے سود کے بل بوتے پر چلتے ہیں اگر بنک یا مالی ادارے اپنی امانتیں جمع کروانے والے افراد کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیں اور امانتوں کو سود پر قرض دینے کی بجائے براہ راست کاروبار میں لگا لیں اور اپنے انتظامی اخراجات نکالنے کے بعد باقی ماندہ منافع امانت داروں میں تقسیم کر دیں تو یہ عین اسلامی ہے اسلام صرف مساوی معاوضہ کی طرف ہی توجہ نہیں دیتا بلکہ انسان کی روحانی اصلاح پر زور دیتا ہے اسی لیے قرآن بار بار قرض حسنہ پر زور دیتا ہے۔

اسلامی معاشرہ میں خدا کی خوشنودی کی خاطر ضرورت مند افراد کو بلا سود قرض دینے پر زور دیا گیا ہے اس طرح اشیائے صرف کی طلب بڑھتی ہے اور کساد بازاری کا خدشہ پیدا نہیں ہوتا، اسی طرح اسلامی معاشرہ میں زر کی رسد اور طلب میں بلا سود توازن پیدا ہو جائے گا کیونکہ لوگ کاروباری منافع

Marfat.com

کو مدنظر رکھ کر زر کی طلب کریں گے۔ اسلامی معاشی نظام سود کے بغیر افراطِ زر کے بڑے اثرات کو زائل کر دیتا ہے۔

سوالات

۱۔ سود سے کیا مراد ہے۔ سود کیوں ادا کیا جاتا ہے۔
۲۔ سود کی ادائگی کے جواز میں جو نظریات پیش کیے گئے ہیں ان کا اختصار سے جائزہ لیں۔
۳۔ سود خالص اور سود مرکب میں فرق واضح کریں۔
۴۔ اسلام کے نظریہ سود کا تفصیلی جائزہ لیں۔ اسلام کیوں سود کو حرام قرار دیتا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۷

منافع

PROFIT

منافع سے مراد کل مصارف پیدائش اور کل وصولیوں کا فرق ہوتا ہے کل مصارف پیدائش میں زمین کا لگان، محنت کی اجرت، سرمایہ کا سود، مطالبات فرسودگی یا شکست وریخت، خام مواد، نشرواشاعت اور نقل وحمل کے اخراجات اور حکومت کے محصولات شامل ہوتے ہیں وسیع معنوں میں منافع سے مراد وہ رقم ہوتی ہے جو ناظم کو اس کی تنظیمی خدمات اور نفع نقصان کی ذمہ داری قبول کرنے کے عوض ادا کی جاتی ہے آجر کے منافع کا انحصار کاروباری حالات پر ہوتا ہے اگر حالات سازگار ہوں تو اسے منافع ملتا ہے، ورنہ اسے نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے گویا منافع غیر یقینی ہوتا ہے اور اس کا تعین مشکل ہے کیونکہ منافع کا انحصار صارفین کی طلب پر ہوتا ہے جس کی پیش بینی ممکن نہیں ہوتی۔ اس کے سوا کوئی بھی عامل پیدائش نفع ونقصان کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔ لگان، اجرت اور سود کی ادائیگی معاہدہ کے تحت ہوتی ہے جبکہ منافع کی نوعیت حق بقیہ جیسی ہوتی ہے۔ لگان اجرت اور سود کبھی صفر یا منفی نہیں ہوتے مگر منافع منفی بھی ہوسکتا ہے بولڈنگ Boulding نے منافع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے

" منافع وہ فرق ہے جو آجر کو اشیاء کی فروخت سے حاصل ہونے والی کل آمدنی اور ان کو پیدا کرنے کے تمام مصارف کے درمیان ہوتا ہے "

مرکب اور خالص منافع GROSS AND NET PROFIT

کل آمدنی میں سے کل اخراجات منہا کرنے سے باقی بچنے والی رقم کو مرکب منافع کہتے ہیں مرکب منافع میں آجر کی کاروباری فراست، نفع ونقصان کی ذمہ داری قبول کرنے اور غیر یقینی حالات کے تحت کام کرنے کے معاوضوں کے علاوہ اور بہت سی ذمہ داری اٹھانے کے عوض ادا کی جاتی ہے خالص اور مرکب منافع کی تمیز سب سے پہلے والکر (Walker) نے کی۔ ان کے مطابق اگر کل منافع میں سے اس سرمایہ کا سود منہا کر دیا جائے جو آجر اپنی جیب سے لگاتا ہے تو باقی ماندہ رقم خالص منافع ہوتی ہے معیشت دانوں نے مرکب منافع میں مندرجہ ذیل عوامل کو شامل کیا ہے ۔

۱۔ آجر کی اپنی محنت کی اجرت (Wages) اگر آجر کاروبار میں خود ہی ذاتی طور پر محنت کرے تو مصارف پیدائش میں اسے اپنی خدمات کا معاوضہ بھی شامل کرنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ کسی دوسری جگہ محنت

Marfat.com

کرتا تو اسے اجرت حاصل ہو سکتی تھی۔

۲۔ آجر کے اپنے سرمایہ کا سود Interest) اگر آجر اپنی پس انداز کی ہوئی رقوم کاروبار میں لگائے تو اسے کل مصارف میں اتنا سود بھی شمار کرنا چاہیئے جس قدر وہ اسے قرض دیکر کما سکتا تھا۔

۳۔ آجر کی اپنی زمین کا لگان Rent اگر آجر کاروبار میں اپنی ذاتی زمین استعمال کرے تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ منافع کے علاوہ زمین کا لگان بھی لے کیونکہ اگر وہ اپنی زمین استعمال نہ کرتا تو وہ کسی دوسرے فرد یا ادارہ کو زمین دے کر لگان وصول کر سکتا تھا۔

۴۔ اتفاقیہ منافع Windfall Gain) بعض اوقات اتفاقیہ طور پر حالات سازگار ہو جانے سے آجر کا منافع بڑھ جاتا ہے مثلاً آبادی کی نقل مکانی سے اشیاء کی طلب اور قیمتیں بڑھ جاتی ہیں جو آجر کے لیے منافع کا باعث بنتی ہیں یہ زائد منافع آجر کی فراست اور صلاحیت کا نتیجہ نہیں ہوتا۔

۵۔ تخمینی منافع Speculative Gain) آجر اپنے تجربہ اور مشاہدہ سے منڈی کے اتار چڑھاؤ کا اندازہ لگاتا ہے اور مستقبل قریب میں کسی شے کی قیمت کے بڑھنے کے رجحان کے پیش نظر اس شے کی پیداوار میں اضافہ کر دیتا ہے جب مستقبل میں اس شے کی قیمت بڑھتی ہے تو وہ پہلے سے کہیں زیادہ منافع کماتا ہے اسے تخمینی منافع کہتے ہیں جو مرکب منافع کا جزو بنتا ہے۔

۶۔ اجارہ داری کا منافع Monopoly Gain) بعض اوقات آجر کو شے کی پیدائش میں اجارہ داری حاصل ہو جاتی ہے ان حالات میں اس کا منافع بدرجہا بڑھ جاتا ہے اس میں اس کی ذاتی کوشش یا تنظیمی صلاحیت کا کوئی دخل نہیں ہوتا ایسے منافع کو اجارہ داری کا منافع کہا جا سکتا ہے۔

۷۔ جدت و اختراع اور ایجادات Invention & Innovations اگر آجر تحقیق و تجربات سے ایسے نئے طریقے دریافت کرے جس سے اشیاء کی لاگت کم ہو جائے یا وہ اشیاء میں جدت اور اختراع پیدا کرے تو وہ صارفین کی پسند کے مطابق اشیاء تیار کر کے اپنے منافع میں اضافہ کر لیتا ہے۔

۸۔ خالص منافع آجر کو دو وجوہات کی بنا پر خالص منافع وصول ہوتا ہے۔

۱۔ نفع و نقصان کی ذمہ داری قبول کرنے کے عوض۔

۲۔ سودا بازی کی صلاحیت کے عوض۔

منافع کے متعلق نظریات RENT THEORY OF PROFIT

۱۔ منافع سے متعلق نظریہ لگان

یہ نظریہ امریکی معیشت دان واکر (Walker) نے پیش کیا۔ اس نظریہ کے مطابق جس طرح مختلف قطعات اراضی زرخیزی اور محل و قوع کے لحاظ سے یکساں نہیں ہوتے اور زیادہ زرخیز اور

Marfat.com

بہتر محل وقوع رکھنے والی زمین نسبتاً کم زرخیز اور غیر مناسب محل وقوع رکھنے والی زمین سے زیادہ لگان دیتی ہے، اور مختتم زمین صرف اپنے مصارف پیدائش ہی پورے کرتی ہے اسی طرح آجرین بھی کاروباری فراست، صلاحیت اور تجربہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں مستعد، فراست مند اور تجربہ کار آجر عاملین پیدائش کا بہترین اشتراک حاصل کر لیتا ہے اپنی ساکھ کی بنا پر سستا قرضہ اور خام مال حاصل کر لیتا ہے۔ جدت اور اختراع سے اعلیٰ معیار کی اشیاء تیار کر لیتا ہے اپنی دانشمندی سے منڈی کے حالات کا بہتر مشاہدہ کرتا ہے اور اشیاء کا جلد نکاس کر دیتا ہے اس لیے وہ کم مستعد آجر کی نسبت زیادہ منافع کماتا ہے مختتم زمین کی طرح مختتم آجر بھی صرف مصارف پیدائش ہی پورے کرتا ہے اور کوئی منافع نہیں کماتا وہ قابلیت کے لحاظ سے سب سے کمتر ہوتا ہے سنگر کے مطابق اگر چند آجر کسی صنعت میں مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں تو عاملین پیدائش کا بہترین اشتراک حاصل کر کے دوسری فرموں کی نسبت کم مصارف پر اشیاء پیدا کر سکتے ہیں اور دوسرے آجرین کی نسبت زیادہ منافع کما سکتے ہیں یہی زائد آمدنی یا فاضلات آجر کا منافع ہے،، واکر کے مطابق جس طرح لگان کا تعین مختتم زمین سے ہوتا ہے اسی طرح منافع کا تعین بھی مختتم آجر سے ہوتا ہے واکر آجر کے انتظامی امور اور نگرانی کے معاوضوں کو منافع میں شمار نہیں کرتا

تنقید CRITICISM

۱۔ اس نظریہ کے مطابق منافع کا تعین مختتم آجر سے کیا گیا ہے جبکہ مارشل کے مطابق مختتم آجر کا وجود عملی زندگی میں ناقابل فہم ہے کوئی بھی آجر منافع کمائے بغیر کاروبار میں نہیں ٹھہر سکتا۔ ہر آجر کاروبار کی بنیاد منافع کی امید پر رکھتا ہے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ منافع کا انحصار کلیتاً آجر کی فراست، دانائی اور دوراندیشی پر ہی نہیں ہوتا بلکہ منافع کا بیشتر حصہ اتفاقیہ حالات، تخمین اور نامکمل مقابلہ کی بدولت بھی حاصل ہوتا ہے۔

۳۔ مشترکہ سرمایہ کی انجمن کے حصہ دار کو منافع ان کی کسی قابلیت کی بنا پر نہیں ملتا بلکہ صرف نفع نقصان کی ذمہ داری قبول کرنے پر ملتا ہے۔

۴۔ یہ نظریہ آجرین کے منافعوں کے فرق کی وجہ تو بیان کرتا ہے مگر منافع کی اصلی نوعیت پر روشنی نہیں ڈالتا

۵۔ زمین کا لگان کبھی منفی نہیں ہوتا جبکہ منافع منفی بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ منافع کے متعلق نظریہ اجرت WAGE THEORY OF PROFIT

یہ نظریہ ٹاوزگ اور ڈیون پورٹ نے پیش کیا۔ ان کے مطابق آجر بھی ایک مزدور کی طرح فرائض سرانجام دیتا ہے منافع اتفاقی حالات کی بنا پر پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا انحصار آجر کی قابلیت اور صلاحیت پر ہوتا ہے وہ اپنی فراست سے خطرات پر قابو پا کر منافع کماتا ہے اسی طرح منافع آجر کی صلاحیت اور قابلیت کا

Marfat.com

معاوضہ ہوتا ہے آزاد پیشہ لوگ بھی تقریباً ان ہی حالات میں کام کرتے ہیں ان کی ذہنی کاوش کو محنت ہی قرار دیا جاتا ہے ان حالات میں تنخواہ دار ملازمین اور آجرین کے درمیان مسلسل استبدال ہوتا رہتا ہے کبھی تنخواہ دار ملازمت ترک کر کے کاروبار شروع کر لیتے ہیں اور کبھی آجرین ملازمت اختیار کر لیتے ہیں اس طرح دونوں کی اجرت یکساں رہتی ہے ٹاؤزگ تسلیم کرتے ہیں کہ تنخواہ دار ملازمین کی آمدنی مقرر ہوتی ہے جبکہ آزاد آجر کا منافع غیر یقینی ہوتا ہے مگر محض اس وجہ سے وہ منافع کو الگ حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں۔

تنقید | ۱۔ مزدور کی اجرت معاہدہ کے تحت مقرر ہوتی ہے جبکہ آجر کا منافع مقرر نہیں ہوتا۔

۲۔ اجرت ہمیشہ مثبت ہوتی ہے جبکہ منافع منفی بھی ہو سکتا ہے۔

۳۔ اتفاقیہ حالات، نامکمل مقابلہ اور تخمین بھی منافع پیدا کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

۴۔ آجر احتمال نقصان کی ذمہ داری قبول کرتا ہے جبکہ مزدور ایسی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

۵۔ مشترکہ سرمایہ کی انجمن کے حصہ دار بلا کاوش اور جدوجہد منافع کماتے ہیں جبکہ مزدور کو جسمانی مشقت یا دماغی کاوش کے عوض ہی معاوضہ ملتا ہے۔

۳۔ منافع اور نفع و نقصان کی ذمہ داری PROFIT & RISK TAKING

یہ نظریہ ہاولے (A.B. Hawley) نے پیش کیا۔ ان کے مطابق منافع خطرہ مول لینے کا معاوضہ ہے اگر کاروبار میں احتمال نقصان زیادہ ہو اور منافع کی شرح کم ہو تو کوئی بھی آجر اس کاروبار میں شریک نہیں ہوگا۔ آجر لوگ بھی کاروبار شروع کرتے ہیں۔ وہ نفع و نقصان کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں جس کاروبار میں احتمال نقصان زیادہ ہو اس میں بہت کم لوگ حصہ لیتے ہیں اگر آجر ان خطرات پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے تو اس کا منافع اسی قدر زیادہ ہو جاتا ہے ایسے کاروبار میں آجرین کی رسد کم ہوتی ہے۔

تنقید | اعتراضات کرنے والوں میں پروفیسر کارور اور نائیٹ (Knight) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۔ کارور کے مطابق منافع اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ ایک مستعد اور دانشمند آجر اپنی قابلیت اور صلاحیت سے کاروباری خطرات کو کم کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

۲۔ بعض خطرات کی پیشگوئی ہو سکتی ہے اور ان کی پیش بندی بیمہ کمپنیوں کے ذریعے کی جا سکتی ہے مثلاً کارخانے کی عمارت وغیرہ کے ضائع ہو جانے کا خطرہ۔ ان خطرات کے معاوضوں کو منافع نہیں کہا جاتا۔ بلکہ انہیں مصارف پیدائش میں شمار کیا جاتا ہے مثلاً بیمہ کی قسط، البتہ جن خطرات کی پیش بندی نہ

Marfat.com

ہو سکتی ہو ان کا معاوضہ منافع کا حصّہ بنتا ہے۔

۳۔ منافع اجارہ داری، کاروباری حالات اور تخمین کی بنا پر بھی پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ کاروباری خطرات منافع پر اثر انداز تو ہوتے ہیں مگر انہیں متعین نہیں کرتے۔

۴۔ منافع اور غیر یقینی حالات PROFIT AND UNCERTAINTY-BEARING

یہ نظریہ نائیٹ (Knight) اور پیگو نے پیش کیا ان کے مطابق منافع غیر یقینی حالات کا مقابلہ کرنے کا معاوضہ ہے۔ نائیٹ کاروباری خطرات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

(ا) ایسے خطرات جن کی پیش بینی اور پیش بندی ہو سکتی ہے۔ مثلاً کارخانے کو آگ لگ جانا وغیرہ۔ ان خطرات کا پیش از وقت بیمہ کروایا جاتا ہے ایسے خطرات مصارف پیدائش میں شامل ہوتے ہیں اور آجر کو ان کا کوئی منافع نہیں ملتا۔

(ب) ایسے خطرات جن کی پیش بندی نہ ہو سکے مثلاً آمدنی اور قیمتوں میں تبدیلی کا خطرہ۔ منافع مستقبل کے ان غیر یقینی حالات کا مقابلہ کرنے کا معاوضہ ہے آجر تحقیق و تجربات، جدت و اختراع سے اپنے کاروبار کو متحرک بنا کر اپنے مد مقابل حریفوں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح زیادہ منافع کماتا ہے۔

عاملین پیدائش کی طرح غیر یقینی حالات کی بھی قیمت رسد ہوتی ہے جس کا انحصار آجر کی استعداد اور سرمایہ کی مقدار پر ہوتا ہے دانشمند اور معاملہ فہم آجر غیر یقینی حالات سے عہدہ برا ہونے کے لیے زیادہ سے زیادہ مالی رسائل کو محفوظ رکھتا ہے اس طرح وہ دوسرے آجریں کی نسبت زیادہ منافع کمانے کے قابل ہو جاتا ہے اگر آجر کو زیادہ سرمایہ کاری کی ترغیب دینا مقصود ہو تو شرح منافع میں بھی اضافہ ہونا چاہیئے غیر یقینی حالات اور سرمایہ کی مقدار ہی منافع کا تعین کرتی ہے۔

اعتراضات ۱۔ یہ نظریہ اس مفروضہ پر قائم ہے کہ آجرین کی رسد غیر یقینی حالات کی وجہ سے محدود ہے جبکہ عملی طور پر سرمایہ کاری کے محدود مواقع۔ حکومت کی مالی اور تجارتی پالیسیاں، سرمایہ کی کمی۔ فنی معلومات کا فقدان آجرین کی رسد کو محدود کرتے ہیں

۲۔ کاروبار کی بہتر دیکھ بھال، تنظیم اور آجر کی قوت سودا بازی بھی منافع پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے

۳۔ غیر یقینی حالات کو عامل پیدائش کا درجہ دینا غلط ـ الاٰمر۔ مبالغہ آمیز ہے کاروبار سے متعلق عدم واقفیت، سرمایہ کی کمی اور سرمایہ کاری کے مواقعوں کا محدود ہونا بھی آجرین کی رسد پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۴۔ غیر یقینی حالات اور خطرات کی ذمہ داری قبول کرنے کے علاوہ تنظیمی امور کی نگرانی کا معاوضہ بھی ملتا ہے۔

۵۔ نظریہ مختتم پیداواری MARGINAL PRODUCTIVITY THEORY

Marfat.com

یہ نظریہ چیپ مین (Chapman) اور ایجورتھ (Edgeworth) نے پیش کیا
اس نظریہ کے مطابق منافع کا تعین مختتم پیداوار کے مطابق ہوتا ہے چیپ مین کے الفاظ میں۔
"جس طرح مزدور کی اجرت کا تعین اس کی مختتم پیداواری سے ہوتا ہے اس طرح آجر کا معاوضہ بھی اس کی مختتم پیداواری کے برابر ہوتا ہے۔"

اگر آجر کی مختتم پیداواری زیادہ ہو تو اس کا منافع بھی زیادہ ہوتا ہے مکمل مقابلہ کے حالات میں مختتم آجر صرف اسی قدر منافع کما سکتا ہے جس قدر وہ بطور تنخواہ دار منیجر کما سکتا ہے کسی عامل پیدائش کی مختتم پیداواری سے مراد وہ تعلق ہوتا ہے جو اس عامل پیدائش کی طلب اور کمیابی کے درمیان پایا جاتا ہے آجرین کی رسد عموماً محدود ہوتی ہے جبکہ اشیا کی طلب میں اضافہ سے ان کی طلب بڑھتی ہے اس طرح آجر کی مختتم پیداواری میں اضافہ ہوتا ہے اور منافع بڑھ جاتا ہے آجرین کی استعداد میں اضافہ سے منافع کی شرح بڑھتی ہے لیکن جب کسی صنعت میں آجرین کی رسد ان کی طلب سے تجاوز کر جائے تو منافع کی شرح بھی گر جاتی ہے حتیٰ کہ عرصہ طویل میں صنعت میں موجود تمام آجرین کو ان کی مختتم پیداواری کے برابر منافع ملتا ہے شرط یہ ہے کہ تمام آجرین قابلیت اور استعداد کے لحاظ سے یکساں ہوں ورنہ زیادہ مستعد آجر زیادہ منافع کمائے گا اور مختتم آجر کو کم منافع ملے گا صنعت میں اس کا وجود لازمی ہوتا ہے اگر وہ کاروبار چھوڑ دے تو اشیاء کی پیداوار کم ہو جائے گی جس سے قیمتیں چڑھنا شروع ہو جاتی ہیں اور مختتم آجر کا کاروبار نفع بخش بن جاتا ہے۔

اعتراضات ۱۔ آجر کی مختتم پیداواری کو معلوم کرنا دشوار ہوتا ہے اگر عمل پیدائش سے آجر کی خدمات خارج کر دی جائیں تو تمام کاروبار درہم برہم ہو جاتا ہے۔

۲۔ آجر کے وجود کو مختلف اکائیوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اس لیے آجر کی مختتم پیداواری معلوم کرنا دشوار ہے
۳۔ غیر یقینی حالات، تخمین اور غیر مکمل مقابلہ کے حالات میں بھی منافع حاصل ہوتا ہے جن کا مختتم پیداواری سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

۴۔ براہ راست طریقے سے مختتم پیداوار کی پیمائش ممکن نہیں ہوتی۔

۱۱۔ منافع کا متحرک نظریہ DYNAMIC THEORY OF PROFIT

یہ نظریہ کلارک نے پیش کیا۔ ان کے افکار کے مطابق منافع متحرک حالات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جامد معیشت میں غیر یقینی حالات نہیں ہوتے اس لیے ہر آجر کو مخصوص منافع ملتا ہے جو اجرت سے مشابہ ہوتا ہے۔
پروفیسر نائیٹ انتظامی امور کے عوض حاصل ہونے والے معاوضہ کو معیاری منافع کا نام دیتے ہیں کلارک کے مطابق معیشت ہمیشہ متحرک ہوتی ہے کیونکہ اس میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں خود آجر اپنی تخلیقی قوتوں سے اسے متحرک رکھتا ہے اور اپنے مدمقابل حریفوں سے سبقت لے جانے کے لیے جدت و اختراع کرتا رہتا ہے۔

Marfat.com

چونکہ ہر آجر متحرک حالات میں پیدائش دولت کرتا ہے اس لیے منافع کی شرح بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے، دور اندیش آجر مستقبل میں رونما ہونے والے تغیرات کی پیش بندی کر لیتا ہے اور زیادہ منافع کماتا ہے جبکہ ناعاقبت اندیش آجر ایسا کرنے میں ناکام رہتا ہے پروفیسر شمپیٹر Schumpeter کے مطابق آجر جدت اور اختراعات اور ایجادات سے فائدہ اٹھا کر منافع کماتا ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ اس میں سرمایہ فراہم کرنے کی صلاحیت، خطرات مول لینے کا عزم و استقلال اور بلند تخیل موجود ہو۔ چونکہ یہ صفات کم آجرین میں پائی جاتی ہیں اس لیے جو آجرین ایجادات سے عملی طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں وہ زیادہ منافع کماتے ہیں۔

اعتراضات ۱۔ پروفیسر نائیٹ کے مطابق تمام متحرک حالات اور خطرات منافع کا باعث نہیں بنتے، کیونکہ کچھ خطرات اور تغیرات کی بیمہ کے ذریعے پیش بندی کی جا سکتی ہے منافع تو ایسی متحرک تبدیلیوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جن کی پیش بندی ممکن نہیں ہوتی۔

۲۔ جامد اور ساکن معیشت میں بھی آجر اپنی تنظیمی خدمات کے عوض منافع کی شکل میں معاوضہ حاصل کرتے ہیں

۳۔ عمل پیدائش میں رونما ہونے والی ہر تبدیلی نفع بخش نہیں ہوتی۔ بعض تبدیلیاں خسارہ کا باعث بھی بنتی ہیں

۴۔ ٹاؤزگ کی رائے میں یہ نظریہ ناظمانہ فرائض اور نگرانی کے معاوضہ اور منافع میں ایک مصنوعی فرق پیدا کرتا ہے ان کی رائے میں جامد معیشت میں بھی آجر ایک تنخواہ دار منیجر کے برابر معاوضہ حاصل کرتا ہے۔

کاروبار میں خسارہ پیدا کرنیوالے عوامل

آجر منافع کی توقع پر کاروبار کی بنیاد رکھتا ہے اور پیدائش دولت کرتا ہے احتمال نقصان کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اشیاء پیدا کرنے اور اسے فروخت کرنے کے درمیان ایک عرصہ ہوتا ہے جو غیر یقینی ہوتا ہے اس عرصہ میں اگر حالات سازگار رہیں تو اسے منافع ملتا ہے ورنہ خسارہ ہوتا ہے مصارف پیدائش اور قیمت کا درمیانی فرق اس کے منافع کو متعین کرتا ہے مستقبل میں منافع پر اثر انداز ہونے والے عوامل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ فیشن اور پسند میں تبدیلی آجر اشیاء کو پیدا کر کے منڈی میں فروخت کے لیے پیش کرتا ہے اگر اس دوران صارفین کی پسند اور فیشن تبدیل ہو جائے تو اشیاء کی طلب کم ہو جاتی ہے اور قیمتیں گرنے سے منافع خسارہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

۲۔ نعم البدل اشیاء اگر کسی شے کے نعم البدل دریافت ہو جائیں اور وہ معیار میں اعلیٰ اور قیمت میں سستے بھی ہوں تو اصلی شے پیدا کرنے والے آجر کو خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے مثلاً مصنوعی ریشم کی دریافت سے اصلی ریشم کے صنعت کاروں کو خسارہ برداشت کرنا پڑا۔

۳۔ اختراعات اور ایجادات جدت اور اختراعات کی بدولت مصارف پیدائش کم ہو جاتے ہیں

Marfat.com

طریقوں سے اشیا پیدا کرنے والوں کو خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے مشینوں کی ایجاد سے کپڑے کے مصارف پیدائش کم ہو گئے اور منافع بڑھ گیا۔ جبکہ کھڈی کا کپڑا اکثر بھی ہے اور مہنگا بھی، لہٰذا ان کی طلب کم ہونے سے ایسے آجرین کا منافع کم ہوتا ہے۔

۴۔ رسد کے نئے ذرائع کی دریافت | اگر ذرائع نقل و حمل کی ترقی سے کسی شے کی رسد کے نئے اور سستے ذرائع دریافت ہو جائیں تو کچھ آجرین کو نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے مثلاً ہندوستان میں برطانوی مصنوعات جن میں کپڑا خاص طور پر قابل ذکر ہے کی درآمد سے ہندوستان کی کھڈی کی صنعت تباہ ہو گئی۔

۵۔ بیرونی مقابلہ | اگر بیرونی ممالک سے بلا روک ٹوک اشیا درآمد ہونا شروع ہو جائیں تو ملکی صنعتکاروں کو خسارہ ہوتا ہے اگر بیرونی آجرین ملکی منڈی پر قبضہ جمانے کے لیے مصارف پیدائش سے بھی کم قیمت پر اشیا فروخت کرنا شروع کر دیں تو ملکی آجرین کو ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

۶۔ ہڑتالیں اور تالہ بندیاں | اگر صنعتی تنازعات کی وجہ سے مزدور ہڑتال کر دیں یا مالکین خود کارخانوں کی تالہ بندی کر دیں تو پیدائش دولت رک جاتا ہے اور آجرین کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے اسی طرح سیاسی بدامنی میں پیدائش دولت میں رخنہ پڑ جاتا ہے اور منڈی محدود ہو جانے سے خسارہ ہوتا ہے۔

۷۔ قدرتی آفات | اگر ملک میں سیلاب، خشک سالی اور طوفان جیسی آفات آ جائیں تو فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں اور خام مال کی پیداوار پر برا اثر پڑتا ہے اس سے صنعت کاروں اور کاشت کاروں کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

۸۔ کساد بازاری | کساد بازاری میں قیمتیں تیزی سے گرتی رہتی ہیں صارفین کی قوت خرید بھی گر جاتی ہے منڈی میں اشیا موجود ہوتی ہیں مگر ان کے خریدار نہیں ہوتے، ایسے حالات میں آجرین کارخانے بند کر دیتے ہیں اور بے روزگاری کا دور دورہ ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں منافع کی بجائے خسارہ ہوتا ہے۔

۹۔ آبادی میں تبدیلی | آبادی میں تبدیلی منافع پر اثر انداز ہوتی ہے مثلاً اگر بچوں کی شرح اموات زیادہ ہو جائے تو دودھ کھلونے اور ملبوسات کی طلب کم ہو جائے گی اور ایسی اشیاء بنانے والے آجرین کو خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

منافع آجر کا جائز حق ہے اور یہ حق اسے ملنا چاہیے کیونکہ وہ اسی حق کے لیے اپنی قابلیت اور انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے منافع اس قدر ضرور ہونا چاہیے جو آجر کی ذاتی قابلیت اور فرائض کا صلہ ہو اشتراکی معیشت آجر کو اس کے فرائض کے عوض معاوضہ ادا کرنے کے حق میں تو ہے لیکن منافع کے حق میں نہیں۔ اشتراکی نظریاتی کے مطابق منافع سے ایک طرف مزدور کی حق تلفی ہوتی ہے اور دوسری طرف صارفین کو بھی خسارہ برداشت کرنا پڑتا ہے کیونکہ منافع وہ زائد پیداوار ہے جو صرف محنت کا نتیجہ ہے

Marfat.com

اور آجر کو اس پر کوئی حق نہیں ۔ اشتراکی معیشت دان تخمین، ذخیرہ اندوزی اور اجارہ داری سے حاصل شدہ منافع کو غیر اخلاقی اور غیر معاشی قرار دیتے ہیں ۔ یہ افکار اپنی جگہ کتنے ہی درست کیوں نہ دکھائی دیں آجر کو اس کی ناظمانہ خدمات کے عوض منافع کی شکل میں ضرور معاوضہ ملنا چاہیئے وہ خسارہ کی ذمہ داری قبول کر کے کاروبار کی بنیاد رکھتا ہے عاملین پیدائش کا تعاون اور اشتراک حاصل کرتا ہے وسائل کو بروئے کار لاتا ہے عوام الناس کو روزگار فراہم کرتا ہے قومی آمدنی میں اضافہ کا موجب بنتا ہے جس سے عوام کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے اور ملک ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے ان تمام خدمات کے عوض اگر اسے مناسب معاوضہ نہ ملے تو اس کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے جس سے ملک میں سرمایہ کاری کا عمل رک جاتا ہے روزگار کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں قومی آمدنی کم اور معیار زندگی پست ہو جاتا ہے ۔ اور ترقی کا عمل بھی رک جاتا ہے اس لیے معاشی ترقی اور خوشحالی کے لیے ضروری ہے کہ آجر کو اس کی خدمات کے عوض مناسب معاوضہ ادا کیا جائے لیکن منافع ایک حد سے زیادہ نہ ہو جس سے دولت کا ارتکاز ہو اور معاشرہ میں کئی برائیاں اور خرابیاں جنم لے لیں ۔ اسلام بھی ایسے بے قید منافع اور ہوس منافع خوری کی سختی سے مخالفت کرتا ہے اسلام کی سپرٹ (Spirit) کے خلاف جو کچھ بھی کیا جائے گا اس کا نتیجہ سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ نہ ہو گا ۔

سوالات

۱۔ منافع سے کیا مراد ہے خالص اور مرکب منافع میں فرق بیان کریں ۔

۲۔ منافع کے متعلق مختلف نظریات کا اختصار سے جائزہ لیں ۔ ان میں سے کون سا نظریہ زیادہ قابل قبول ہے ۔

۳۔ وہ کونسے عوامل ہیں جو کاروبار کے منافع کو خسارہ میں تبدیل کر دیتے ہیں ۔

Marfat.com

جن کی نوعیت مادی ہو۔ انہیں سال کے دوران پیدا کیا گیا ہو اور جنہیں زر کے پیمانے پر ماپا بھی جا سکتا ہو۔ گویا غیر مادی اشیاء قومی دولت کا جزو نہیں بنتیں۔ اسی طرح جو اشیاء منڈی میں فروخت کے لئے نہیں لائی جاتیں ان کا شمار بھی نہیں کیا جاتا مثلاً پاکستانی کسان اپنی فصل کا ایک اچھا خاصا حصہ اپنے کنبے کی ضروریات کے لئے اپنے پاس ہی رکھ لیتا ہے اسے بازار میں فروخت کے لئے پیش نہیں کرتا۔ اس لئے یہ قومی آمدنی کا حصہ نہیں بنتا۔ اس طرح دوسرے ممالک سے کمائی ہوئی آمدنیاں قومی دولت کا جزو بنتی ہیں مثلاً لاکھوں پاکستانی بیرونی ممالک میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کی وہ آمدنیاں جو پاکستان بھیجی جاتی ہیں وہ قومی دولت کا حصہ بنتی ہیں۔ اس طرح بیرونی ممالک میں کی گئی سرمایہ کاری یا بیرونی قرضے اور برآمدت سے حاصل شدہ آمدنیاں قومی دولت میں شمار ہوتی ہیں۔

پروفیسر مارشل کے مطابق قومی آمدنی سے مراد:

"ملک کے مزدور اور سرمایہ قدرتی ذرائع سے ہر سال مادی اور غیر مساوی اشیاء کی خاص مقدار اور مختلف قسم کی خدمات پیدا کرتے ہیں ان کا مجموعہ قومی دولت کہلاتا ہے۔ اس میں غیر ممالک سے حاصل شدہ آمدنیاں بھی شامل ہیں"۔

مارشل کی اس جامع تعریف کی روشنی میں چاروں عاملین پیدائش کی مدد سے پیدا شدہ اشیاء اور خدمات کا مجموعہ قومی دولت کہلاتا ہے۔ پیگو کی طرح مارشل بھی ممالک غیر سے کمائی ہوئی آمدنی کو قومی آمدنی کا جزو قرار دیتا ہے۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار پروفیسر فشر نے بھی کیا ہے۔ ان کے مطابق قومی آمدنی اشیاء اور خدمات کی وہ مقدار ہے جو سال کے دوران صرف کی جا سکے۔ اگر کوئی شے کئی سالوں تک زیر استعمال رہ سکے تو اس کا وہی حصہ قومی آمدنی کا جزو بنے گا جس قدر اسے سال کے دوران صرف کیا جا سکا ہو۔ مثلاً اگر ۱۰ لاکھ روپے کی ایک مشین دس سالوں تک استعمال میں رکھی جا سکتی ہو تو ایک سال کے دوران صرف اس کا دسواں حصہ ہی صرف کیا جا سکا لہٰذا قومی آمدنی میں صرف ایک لاکھ روپیہ جمع کیا جائے گا اس تعریف میں کئی خامیاں اور پیچیدگیاں بھی ہیں مثلاً اگر یہی مشین دس سالوں کی بجائے اگر پانچ سالوں میں ہی ناکارہ ہو جائے تو قومی آمدنی کے اعداد و شمار درست نہیں ہوں گے۔ کیونکہ مشین کی مالیت کا نصف حصہ تو قومی آمدنی میں شمار ہی نہیں ہوا لہٰذا مارشل کا نقطہ نظر اس لحاظ سے زیادہ مکمل اور جامع ہے۔

پروفیسر ایکلے گارنر Gardner Ackley کے الفاظ ہیں۔

"ہم ایک فرد کی آمدنی کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ یہ اس کے وہ مکسوبات ہیں جو اسے اپنی اور اپنی جائیداد کی پیداواری خدمات کے عوض حاصل ہوتی ہیں۔ پس قومی آمدنی ان تمام افراد کی آمدنیوں کا مجموعہ ہوتی ہے"۔

Marfat.com

اس تعریف کے مطابق ہر فرد کو اس کی جسمانی مشقت یا دماغی کاوشوں کے عوض معاوضہ حاصل ہوتا ہے۔ کچھ افراد کے پاس نقدی یا جائیداد کی شکل میں اثاثے بھی ہوتے ہیں جن سے انہیں مخصوص شکل میں آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً سے نقدی پر سود، مکان کا کرایہ، زمین کا لگان یا ٹیکسی کا کرایہ وصول ہوتا ہے۔ ایکلے کے مطابق قومی دولت چاروں عاملین پیدائش کی مشترکہ کوششوں، باہمی تعاون اور اشتراک کا نتیجہ ہے لہذا اس میں محنت کے عوض ملنے والی اجرتیں، زمین کا لگان اور رائلٹی سرمایہ کا سود اور ناظمین کے منافعے شامل ہوتے ہیں۔

پروفیسر سیموئل سن کے مطابق معیشت میں بحیثیت مجموعی اشیاء اور خدمات کے سالانہ بہاؤ کی زری پیمائش کا نام قومی آمدنی ہے۔ یعنی سال کے دوران پیدا شدہ اشیاء اور خدمات کی کل مالیت کا مروجہ قیمت پر جائزہ قومی آمدنی ہوگی اس طرح ایکلے اور سیموئل سن کا طرز استدلال متشابہہ دکھائی دیتا ہے۔

پروفیسر برومن کے مطابق صارفین کے اخراجات، سرکاری عہدیداروں کے اخراجات اور ملکی اور غیر ملکی تشکیل شدہ سرمایہ کا مجموعہ یعنی ملکی عوام کے حتمی اخراجات کے مجموعہ کو قومی اخراجات کہتے ہیں۔ اس تعریف کے مطابق عوام اور حکومت کے اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ پر کل اخراجات کو خواہ وہ اندرون ملک کیے گئے ہوں یا بیرون ملک قومی اخراجات کہلاتے ہیں۔ قومی آمدنی اور قومی اخراجات میں کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ اگر اشیاء اور خدمات پر اخراجات نہ ہوں تو نہ تو عاملین پیدائش کو معاوضے ملتے ہیں اور نہ ہی قومی آمدنی معرض وجود میں آتی ہے۔

پروفیسر لپسے Lipsey کے مطابق قومی آمدنی ایک مخصوص عرصہ کے دوران پیدا شدہ اشیاء اور خدمات کی بازاری قیمت پر مالیت کا مجموعہ ہے۔

پس قومی آمدنی میں :-

(i) ہر قسم کی زرعی پیداوار مثلاً گندم، چاول، کپاس، پٹ سن، چائے، گنا وغیرہ
(ii) معدنی اشیاء مثلاً لوہا، کوئلہ، گیس، پیٹرول، نمک، سونا، چاندی وغیرہ
(iii) صنعتی پیداوار مثلاً کپڑا، چینی، مشینیں، جہاز، کتابیں، کیمیائی کھاد، سگریٹ وغیرہ
(iv) ہر قسم کی خدمات جو اخلاقی اور قانونی ضابطوں کے مطابق کی گئی ہوں مثلاً پروفیسر، وکیل، جج، انجینئر، ڈاکٹر، موسیقار اور گھریلو ملازم وغیرہ۔

غیر اخلاقی طریقوں اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی سے جو دولت پیدا کی جاتی اسے قومی دولت سے خارج کر دیا جاتا ہے مثلاً سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، ملاوٹ اور رشوت کی کمائی۔ اسی طرح خیرات، تحفے تحائف، پنشن، جیب خرچ وغیرہ جنہیں انتقالی ادائیگیاں کہتے

Marfat.com

باب ۱۸

قومی آمدنی

NATIONAL INCOME

کتاب کے پہلے حصے میں معاشی مسائل کا مطالعہ جزوی معاشیات کے اصولوں کی روشنی میں کیا گیا۔ علم معاشیات کے کسی ایک جزو کو معاشی نظام سے الگ کر کے اس کا تجزیہ کیا گیا۔ منڈی میں ایک صارف کے طرزِ عمل، شعبہ پیدائش میں ایک فرم کے مسائل اور مختلف حالات میں اس کے توازن، قیمتوں اور مقدار پیدائش دولت کے تعین، تقسیم دولت میں عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین کے مسائل پر جزوی معاشیات کے تحت روشنی ڈالی گئی اس میں ہر جزو کی علیحدہ علیحدہ کارکردگی پر بحث کی گئی۔ مختلف قوانین مثلاً قانون تقلیل افادہ مختتم، قانون مساوی افادہ مختتم اور قوانین حاصل یا لاگت کا مطالعہ مخصوص حالات میں کیا گیا اور ان پر جزوی طور پر روشنی ڈالی گئی اور نتائج اخذ کیے گئے۔

کلی معاشیات Macro Economics میں معاشی مسائل کا بحیثیت مجموعی مطالعہ کیا جاتا ہے اس میں جزوی معاشیات Micro Economics کی طرح کسی معاشی مسئلہ کو معاشی نظام سے الگ تھلگ کر کے مطالعہ نہیں کیا جاتا بلکہ کسی معاشی مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اوسطوں اور مجموعوں کی توضیح کی جاتی ہے۔ کلی معاشیات کا تصور لارڈ کینز نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "روزگار سود اور زر کا نظریہ عمومی" General Theory of Employment Interest & Money میں پیش کر کے ایک انقلاب برپا کیا۔ کلی معاشیات میں ایک فرد کی آمدنی کی بجائے پوری قوم کی آمدنی، ایک فرد کی بچتوں، صرف اور سرمایہ کاری کی بجائے اجتماعی بچتوں، صرف اور سرمایہ کاری ایک فرم کی پیداوار کی بجائے قومی پیداوار، کسی انفرادی شے کی قیمت کے تعین کی بجائے قومی سطح پر قیمتوں کے رجحان، کامل روزگار اور معاشی نظام کے توازن زیر بحث آتا ہے۔

عالمی معاشی بحران (۱۹۲۹) سے پہلے جزوی معاشیات کی اہمیت مسلم تھی لیکن کینز کی معاشی نظام کی خامیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کے بعد اجتماعی معاشی مسائل اور پورے معاشی نظام کے

Marfat.com

مطالعہ کو فوقیت حاصل ہو گئی۔ کسی ملک کے معاشی مسائل پر تحقیق کرنے والا محقق اس کی قومی آمدنی کے معیار اور اس کے اتار چڑھاؤ کی کیفیت کامل روزگار کی سطح اور اس کے حصول کے لیے مالی اور مالیاتی پالیسیوں کے نفاذ، توازن ادائیگی کی کیفیت، قیمتوں کی سطح اور ان کے رجحانات، قومی آمدنی کو بڑھانے کے لئے تشکیل سرمایہ اور معاشی منصوبہ بندی کی ضرورت اور اہمیت کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتا ہے تاکہ وہ کسی نتیجہ پر پہنچ سکے اور اس کے لئے اسے کلی معاشیات سے ہی رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔ گو صارف کی متوازن حالت، فرم کے توازن اور ذرائع پیدائش کے بہترین اشتراک اور سماجی انصاف کے لئے عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین کے مسائل اپنی جگہ بہت اہم ہیں لیکن دور جدید میں قوم کو افراد اور پورے معاشی نظام کو ایک فرم پر ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ معاشی نظام اور قوم کی معاشی فلاح و بہبود میں افراد اور انفرادی فرموں کی فلاح و بہبود بھی پنہاں ہے۔ اسی لئے کلی معاشیات کو جزوی معاشیات پر ترجیح دی جاتی ہے اور اس کا طرز تجزیہ جزوی معاشیات کے طریقہ استدلال سے بہتر متصور ہوتا ہے۔

قومی آمدنی

عام اصطلاح میں آمدنی سے مراد وہ وصولی ہوتی ہے جو کسی شخص کو اس کی جسمانی مشقت یا ذہنی کاوش کے عوض ملتی ہے۔ غیر اخلاقی اور غیر قانونی حربوں سے حاصل کی ہوئی رقوم کو آمدنی میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ایک فرد کی جسمانی مشقت یا دماغی کاوش کا صلہ انفرادی آمدنی کہلاتا ہے۔ خاندان کے تمام افراد کی مجموعی وصولیوں کو خاندان کی آمدنی کہا جا سکتا ہے جبکہ قوم کے افراد کی مجموعی آمدنی کو قومی آمدنی کہا جاتا ہے۔ قومی آمدنی کا شمار ہمیشہ عرصہ وقت کی بنا پر ہوتا ہے جو عموماً ایک سال ہوتا ہے۔ قومی آمدنی میں تمام زرعی، صنعتی اور تجارتی اشیا کے علاوہ ہر قسم کی خدمات بھی شمار ہوتی ہیں جو دورانِ سال سرانجام دی گئی ہوتی ہیں، پس قومی آمدنی سے مراد سال کے دوران قومی وسائل کی مدد سے پیدا شدہ اشیاء اور خدمات کا مجموعہ ہوتا ہے، ہکس Hicks نے قومی آمدنی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"قومی آمدنی اشیاء اور خدمات کا مجموعہ پر مشتمل ہوتی ہے جس کی مالیت زر کے پیمانے پر آخذ کی گئی ہوتی ہے"۔

پروفیسر پیگو کے مطابق:

"قومی آمدنی قوم کی اس مادی دولت کا حصہ ہے جو زر کے پیمانے پر ماپی جا سکے۔ اس میں ممالک غیر سے حاصل شدہ آمدنی بھی شامل کی جاتی ہے"۔

پروفیسر پیگو کی قومی آمدنی کی تعریف کی روشنی میں صرف وہی اشیاء قومی آمدنی کا جزو بنتی ہیں،

Marfat.com

کی جگہ نئی جدید مشینوں کی تنصیب ہوتی ہو تو اسے مصارف بدل کاری (Replacement Cost) کہتے ہیں۔

۴۔ خام ملکی سرکاری سرمایہ کاری (Gross Domestic Public Investment) اس سے مراد وہ سرکاری اخراجات ہوتے ہیں جو ترقیاتی منصوبوں جن کی تکمیل سے قوم کی مجموعی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہو پر کئے جاتے ہیں مثلاً پاکستان میں تربیلا اور منگلا ڈیم پر ہونے والی اخراجات وغیرہ

5۔ خالص غیر ملکی سرمایہ کاری (Net Foriegn Investment) اندرون ملک ہونے والی غیر ملکی سرمایہ کاری جیسے اٹک آئیل کمپنی میں غیر ملکی سرمایہ لگا ہوا ہے اور بیرونی ملک میں ملکی سرمایہ کاری جیسے N.C.C. اور RMA نے مشرق وسطیٰ میں تعمیراتی ٹھیکوں میں خطیر سرمایہ لگا رکھا ہے۔ اندرونی اور بیرونی سرمایہ کاری کے مثبت فرق کو خام قومی پیداوار میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ منفی فرق کو منہا کر دینا پڑتا ہے۔ مثلاً اگر پاکستان میں غیر ملکیوں کی سرمایہ کاری ایک ارب روپے کی ہو جبکہ پاکستانی کمپنیوں کی ممالک غیر میں سرمایہ کاری 2 ارب روپے کی تو خالص غیر ملکی سرمایہ کاری مثبت ہو گی جبکہ برعکس حالات میں منفی۔

6۔ درآمدات اور برآمدات کا فرق Surplus of Exports over Imparts اگر کسی کی برآمدات کی مالیت درآمدات کی مالیت سے زیادہ ہو تو اس سے اس کی وصولیاں ادائیگیوں سے تجاوز کر جائیں گی، برآمدات اور درآمدات کی مالیت کے اس مثبت فرق کو خام قومی پیداوار میں جمع کیا جاتا ہے۔ چند سالوں کو چھوڑتے ہوئے پاکستان کا توازن ادائیگی غیر موافق چلا آرہا ہے اس لئے پاکستان کی خام قومی آمدنی میں توازن ادائیگی کے خسارے کو منہا کرنا پڑتا ہے۔

اگر مندرجہ بالا قوم کو اس مساوات کی شکل میں پیش کیا جائے تو

خام قومی دولت = صرف دولت + سرمایہ کاری + سرکاری خرچ و سرمایہ کاری

GNP=C+I+G

C سے مراد صرفی اخراجات یا صرف دولت، I سے مراد نجی سرمایہ کاری اور G سے مراد سرکاری خرچ اور سرمایہ کاری ہے۔

خام قومی پیداوار کی اہمیت

۱۔ شرح تقلیل میں خام قومی پیداوار کے تخمینے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں چونکہ اس شرح میں

Marfat.com

سرمایہ کی بدل کاری کی ضرورت شدید نہیں ہوتی اس لئے سرمایہ کی شکست و ریخت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔

2۔ عرصہ قلیل میں تمام پیداواری اداروں کے ہر قسم کے اخراجات شامل کیے جاتے ہیں ۔ لہذا اس عرصہ میں کل اخراجات کا تجزیہ کرنے سے معیشت میں رونما ہونے والی معاشی تبدیلیوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

3۔ خام قومی پیداوار کا تخمینہ معاشی تجربات کے لیے مواد فراہم کرتا ہے جس سے معیشت میں قیمتوں کے رجحانات کا اندازہ لگانے میں بہت مدد ملتی ہے ۔

2۔ خام گھریلو پیداوار

GROSS DOMESTIC PRODUCT (G.D.P.)

اشیاء اور خدمات پیدا کرتے وقت مصارفِ پیدائش بھی برداشت کرنا پڑتے ہیں جنہیں مداخل (Inputs) کہتے ہیں مثلاً کپاس کی کاشت کے لئے بیج، کیمیائی کھاد، پانی اور ادویات وغیرہ وہ مداخل ہیں جن کے بغیر کپاس کی فصل ہو ہی نہیں سکتی ۔ اگر کپاس کی مالیت میں سے مداخل کی مالیت منہا کر دی جائے تو باقی ماندہ مالیت خام ملکی پیداوار کی ایک انفرادی شامل ہوگی اگر تمام اشیاء اور خدمات کی سالانہ پیداواری مالیت میں سے بازاری قیمتوں کے لحاظ سے مداخل کی مالیت منہا کر دی جائے تو باقیماندہ پیداوار کو خام قومی پیداوار کہا جائے گا اسی طرح اگر بازاری قیمتوں کے لحاظ سے خام ملکی پیداوار میں سے بالواسطہ ٹیکس تو منہا کر دیئے جائیں لیکن عاملین پیدائش کے مصارف کے لحاظ سے اعانے (Subsidies) جمع کر دی جائیں تب بھی خام قومی پیداوار حاصل ہو جاتی ہے ۔

خام ملکی پیداوار میں ملکی لوگوں کی وہ آمدنیاں شمار نہیں کی جاتیں جو وہ بیرونی تجارت کی بنا پر بیرونی ممالک سے کماتے ہیں ۔ اگر بیرونی آمدنیوں کو شمار کر لیا جائے تو خام ملکی پیداوار خام قومی پیداوار بن جاتی ہے لیکن اگر سرمایہ کی شکست و ریخت کا الاؤنس وضع کر دیا جائے تو خالص آمدنی حاصل ہو جاتی ہے ۔

خام ملکی پیداوار کی پیمائش کے لئے یا تو مروجہ قیمتوں پر اشیاء اور خدمات کی کل مالیت معلوم کر لی جاتی ہے اور اس میں سے مداخل منہا کر دیئے جاتے ہیں یعنی

خام ملکی پیداوار = اشیاء اور خدمات کی سالانہ پیداواری مالیت ۔ مداخل کی مالیت

خام ملکی پیداوار میں سے بالواسطہ ٹیکس منفی کرنے اور اعانے جمع کرنے سے عاملین پیدائش

Marfat.com

ہیں، قومی دولت میں شمار نہیں ہوتیں۔
مشاغل کے طور پر پیدا کی ہوئی اشیاء اور بالواسطہ ٹیکس قومی دولت سے منہا کر دیئے جاتے ہیں
جبکہ اعانتیں اور غیر منقسم شدہ منافع جات قومی دولت میں جمع کئے جاتے ہیں۔
نیک نامی یا خدا ترسی کے جذبہ کے تحت کی گئی محنت مادی صلہ کے لئے نہیں کی جاتی۔ اس
لئے وہ بھی قومی آمدنی میں شمار نہیں ہوتی۔

قومی آمدنی کے چند بنیادی تخیل Some Basic Concepts

قومی آمدنی کے چند بنیادی تصورات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ خام قومی پیداوار
GROSS NATIONAL PRODUCT (G.N.P)

2۔ خام ملکی پیداوار
GROSS DOMESTIC PRODUCT (G.D.P)

3۔ خالص قومی پیداوار
NET NATIONAL PRODUCT (N.N.P.)

4۔ قومی پیداوار
NATIONAL INCOME (N.I.)

5۔ شخصی آمدنی
PERSONAL INCOME (P.I.)

6۔ قابل تعریف شخصی آمدنی
DISPOSABLE PERSONAL INCOME (D.P.I.)

خام قومی پیداوار GROSS NATIONAL PRODUCT

اس سے مراد سال کے دوران پیدا شدہ اشیاء اور خدمات کا وہ مجموعہ ہے جو (اشیاء و خدمات) اپنی آخری منزل Final Stage تک پہنچ چکی ہوں اور جن کی شکل و صورت میں مزید تبدیلی کا امکان نہ ہو، چونکہ ان کی پیمائش کے پیمانے اور اوزان مختلف ہوتے ہیں اس لئے ان کی منڈی کی زری مالیت جمع کر لی جاتی ہے مثلاً اگر پاکستان کی زرعی پیداوار (گندم، چاول، کپاس، گنا، تمباکو، مکئی)، صنعتی پیداوار (کپڑا، سائیکلیں، جوتے، سگریٹ،

Marfat.com

گھی، کیمیائی کھاد، دستکاریاں دقالین، آلات جراحی، کھیلوں کا سامان، ظروف، معدنی اشیاء (لوہا، قدرتی گیس، نمک، پٹرول، کوئلہ،) دیگر اشیاء (سبزیاں، پھل، دودھ، مکھن، مچھلی)، ہر قسم کی خدمات (ڈاکٹر، پروفیسر، وکیل، انجینئر، رقاصہ، گھریلو ملازم) کو جمع کر لیا جائے تو یہ پاکستان کی خام قومی پیداوار ہوگی۔ اگر ان کی بازاری قیمت پر زری مالیت کا مجموعہ ۲۵ ارب روپے ہو تو یہی خام قومی آمدنی ہوگی۔

روس اور دیگر اشتراکی ممالک میں صرف مادی پیداوار کو ہی خام قومی پیداوار میں شمار کیا جاتا ہے۔ خدمات کو شامل نہیں کیا جاتا۔ اشیاء اور خدمات کو خام قومی دولت میں شمار کرتے وقت دوہری گنتی Double Counting اور کثرت گنتی Multiple Counting سے بچنے کے لئے اشیاء کا انتخاب کرتے وقت صرف ان اشیاء کو شمار کیا جائے جو اپنی آخری منزل پر پہنچ چکی ہوں۔

خام قومی پیداوار کو ملکی معیشت میں مرکزی مقام حاصل ہوتا ہے اس سے اشیاء اور خدمات کی مجموعی طلب کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ روزگار، پیداوار اور قیمتوں کے متعلق فرم کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ خام قومی پیداوار سے آمدنی اور روزگار کی سطح متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ خام قومی پیداوار کی مالیت معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل مدات پر خرچ ہونے والی رقوم کو تخمینہ میں شامل کیا جاتا ہے۔

۱۔ اشیاء اور خدمات پر نجی صرفی خرچ (Private Consumption Expenditure) یعنی ایسی اشیاء اور خدمات پر خرچ جس سے براہ راست انسانی احتیاجات کو تسکین حاصل ہوتی ہو۔ اس میں مشاغل مثلاً باغبانی گھریلو مستورات اور ان صرفی اشیاء پر اخراجات کو شامل نہیں کیا جاتا جو آجر اپنے مصرف میں لے آتا ہے۔

2۔ اشیاء اور خدمات پر سرکاری صرفی خرچ ۔ (Government Consumption Expanditure) اس سے مراد تمام غیر ترقیاتی سرکاری اخراجات ہیں جو حکومت اپنے ملازمین کو تنخواہوں اور پنشنوں کی ادائیگی کی صورت میں برداشت کرتی ہے۔

3۔ خام ملکی نجی سرمایہ سرکاری (Gross Domestic Private Investment) اس سے مراد ایسے تمام نجی اخراجات ہوتے ہیں جو اندرون ملک حقیقی اثاثوں میں اضافہ کا موجب بنتے ہیں اگر ایسے اخراجات سے پرانی اور شکستہ مشینوں

Marfat.com

پرآنے والے اخراجات کے لحاظ سے خام ملکی پیداوار کا پتہ چل جاتا ہے۔ پس
خام ملکی پیداوار = بازاری قیمتوں کے لحاظ سے ملکی پیداوار منفی بالواسطہ ٹیکس جمع رعانے

خالص قومی پیداوار

Net National Product N.N.P.

سال کے دوران اشیا اور خدمات کی پیدائش عاملین پیدائش کی مشترکہ کوششوں اور تعاون واشتراک کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ان عاملین پیدائش میں ایک عامل سرمایہ بھی ہے جس کا مسلسل استعمال اس کی شکست وریخت کا باعث بنتا ہے جسے سرمایہ کی فرسودگی (Depreciation) کہتے ہیں ان کی مرمت وتجدید کے لیے جو رقم مختص کی جاتی ہے اسے فرسودگی کا الاؤنس (Depreciation Allowance) کہتے ہیں مثلاً ایک صنعت کار ۱۰ لاکھ کی مالیت کی مشینیں نصب کر کے پیدائش دولت کی داغ بیل ڈالتا ہے وہ عملی تجربے اور مشاہدہ سے اندازہ لگاتا ہے کہ دس سال کے بعد وہ مشینیں ٹوٹ پھوٹ کر ناکارہ ہوجائیں گی یا ان کی پیداواری صلاحیت ختم ہوجائے گی یا اس عرصہ میں بہتر مشینیں ایجاد ہوجائیں گی دس سال کے بعد آجر کے پاس کم ازکم دس لاکھ روپے ہونے چاہیئں جن سے وہ نئی مشینیں خرید کر عمل پیدائش کو جاری رکھ سکے۔ چنانچہ وہ اپنی سالانہ خام پیداوار میں سے ایک لاکھ روپے نئی مشینوں کی خرید یا بدل کاری یا مرمت وتجدید کے لئے مختص کرتا جائے گا۔ یہ ایک لاکھ روپے فرسودگی کا الاؤنس کہلائے گا۔ اگر خام پیداوار میں سے فرسودگی کا الاؤنس وضع نہ کیا جائے تو بہت جلد پیدائش دولت میں رخنہ پڑجائے گا چنانچہ اشیائے سرمایہ یعنی مشینوں، عمارات اور اداروں کی پیداواری صلاحیت برقرار رکھنے کے لئے فرسودگی کا الاؤنس مختص کرنا اشد ضروری ہے۔ اگر خام قومی آمدنی میں سے فرسودگی کا الاؤنس منہا کر دیا جائے تو باقی ماندہ رقم کو خالص قومی آمدنی یا پیداوار کہا جاتا ہے۔

خالص قومی آمدنی = خام قومی پیداوار منفی فرسودگی کا الاؤنس

مثلاً اگر خام قومی پیداوار کی مالیت ۲۵ ارب روپے ہو اور فرسودگی کا الاؤنس ۷ ارب روپے تو خالص قومی آمدنی ۱۸ ارب روپے ہوگی۔

انفرادی اور اجتماعی طور پر فرسودگی کے الاؤنس کے مختص کرنے کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ اگر ٹھوس اندازے کے مطابق فرسودگی کا الاؤنس خام قومی پیداوار میں سے منہا نہ کیا جائے تو ملک کا معاشی نظام اپنے اثاثے صرف کرتا رہے گا اور معیشت معاشی لحاظ سے کھوکھلی ہوتی

Marfat.com

رہے گی۔ مثلاً اگر ریلوے کا محکمہ فرسودگی کا الاؤنس مختص کرنے سے غفلت برتے اور اس کے پاس صرف ۵۰۰ ریلوے انجن ہوں جن سے ہر انجن ہر پانچ سال کے بعد ناکارہ ہو جاتا ہو تو سب انجن ایک ساتھ چلنے اور فرسودگی کا الاؤنس مختص نہ کرنے کی وجہ سے محکمہ ریلوے کی سفر کی سہولتیں ختم ہو جائیں گی۔ اگر محکمہ ریلوے کو موجودہ سفری سہولتیں برقرار رکھنا ہوں تو اسے اپنی خام سالانہ آمدنی میں سے فرسودگی کا الاؤنس منہا کرنا ہوگا۔

قومی آمدنی NATIONAL INCOME (N.I.)

قومی پیداوار یا آمدنی چاروں عاملین پیدائش کے باہمی تعاون اور اشتراک کا نتیجہ ہوتی ہے کیونکہ وہ کمیاب ہیں یعنی ان کی طلب رسد کی نسبت زیادہ ہے اس لئے انہیں ان کی خدمات کے عوض معاوضے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ زمین کے مالک کو زمین کے استعمال کے عوض لگان کی ادائیگی کی جاتی ہے۔ مزدور اپنی جسمانی مشقت اور دماغی کاوش کے عوض اجرت پاتا ہے سرمایہ دار کو سرمایہ کے استعمال کے عوض سود وصول ہوتا ہے اور آجر کو اس کی ناظمانہ صلاحیتوں اور نفع و نقصان کی ذمہ داری قبول کرنے کے عوض منافع ملتا ہے اگر لگان، اجرتوں، سود اور منافع کو جمع کر لیا جائے تو حاصل جمع قومی آمدنی کے برابر ہوگا۔ پس قومی آمدنی عاملین پیدائش میں ہی منقسم ہو جاتی ہے۔

اگر خالص قومی آمدنی کی بازاری قیمتوں پر مالیت معلوم کی جائے گی تو پتہ چلے گا کہ بازاری قیمتوں پر قومی پیداوار کی مالیت عاملین پیدائش کے معاوضوں کے حاصل جمع سے زیادہ ہے دراصل بازاری قیمتوں پر قومی پیداوار کی مالیت میں وہ بالواسطہ ٹیکس بھی شامل ہوتے ہیں جو حکومت اشیا اور خدمات پر عائد کرتی ہیں۔ مثلاً پاکستان میں ملکی اشیا کی پیدائش پر ایکسائز ڈیوٹی اور ان کی فروخت پر بکری ٹیکس عائد کیا جاتا ہے جو اشیا کی قیمتوں میں شمار کر کے صارفین سے وصول کیا جاتا ہے۔ پس اگر قومی آمدنی معلوم کرنا مقصود ہو تو خالص قومی آمدنی میں سے بالواسطہ ٹیکس منہا کر دینے چاہئیں۔ فرض کریں پاکستان میں سالانہ 25 ارب روپے کی مالیت کی اشیاء اور خدمات پیدا کی جاتی ہیں اور یہ عاملین پیدائش میں تقسیم بھی ہو جاتی ہیں۔ اگر حکومت مذکورہ اشیا اور خدمات پر دو ارب روپے کے ٹیکس عائد کر دے تو یہی اشیا اور خدمات 27 ارب روپے میں فروخت ہوں گی جبکہ قومی پیداوار کی اصلی مالیت 25 ارب روپے کے برابر ہے اور عاملین پیدائش کے معاوضوں کا مجموعہ بھی 25 ارب روپے ہی ہے۔ اگر خالص قومی آمدنی (27 ارب روپے) میں سے بالواسطہ ٹیکس (2 ارب روپے) منہا کر دیئے جائیں تو باقیماندہ

Marfat.com

رقم قومی آمدنی کہلائے گی۔

خالص قومی آمدنی - بالواسطہ ٹیکس = قومی آمدنی

NI=NNP - Indirect Taxes

بعض اوقات حکومت صارفین کو بعض اشیاء ارزاں نرخوں پر فراہم کرنے کی غرض سے آجرین کو اعانے د (Subsidies) دے دیتی ہے آجرین اس مالی امداد کے مطابق شئے کی قیمت میں کمی کر دیتا ہے لیکن عاملین پیدائش کو جو معاوضے ملتے ہیں ان میں اعانوں کی رقم شامل ہوتی ہے۔ فرض کریں کیمیائی کھاد کی پیداوار کی مالیت ١٠ کروڑ روپے ہے۔ حکومت کیمیائی کھاد کسانوں کو ارزاں نرخوں پر فراہم کر کے زمین کی پیداواری صلاحیت بڑھانا چاہتی ہے۔ چنانچہ حکومت ایک کروڑ روپے کا اعانہ کیمیائی کھاد کی صنعت کو دے دیتی ہے تاکہ کسانوں کو کیمیائی کھاد نو کروڑ روپے میں فروخت کردی جائے، ١٠ کروڑ روپے کی مالیت کی کیمیائی کھاد منڈی میں ۹ کروڑ روپے میں فروخت ہوئی حالانکہ عاملین پیدائش کو ملنے والے معاوضوں کی کل مالیت ١٠ کروڑ روپے ہے اگر اعانہ کی رقم خالص آمدنی میں شمار کرلی جائے تو حاصل جمع قومی آمدنی کہلائے گی۔ پس

قومی آمدنی = خالص قومی آمدنی - بالواسطہ ٹیکس + اعانہ

اگر خالص قومی آمدنی = 25 ارب روپے

بالواسطہ ٹیکس = 2 ارب روپے

اعانہ = ایک ارب روپے

قومی آمدنی = 25 ارب – 2 ارب + ایک ارب = 24 ارب روپے

شخصی آمدنی Personal Income (P.I.)

اس سے مراد وہ آمدنی یا معاوضہ ہوتا ہے جو انفرادی طور پر ہر شخص ایک سال کے دوران کماتا ہے۔ اگر کسی ملک کے تمام افراد کی انفرادی آمدنیوں کو جمع کیا جائے تو حاصل جمع قومی آمدنی بصورت معاوضہ عاملین پیدائش برابر نہیں ہوتا۔ اس کی دو اہم وجوہات ہیں۔

1. شخصی آمدنی میں انتقالی ادائیگیاں بھی شامل ہوتی ہیں جو افراد کی اپنی کوششوں کا ثمر نہیں ہوتا۔ مثلاً خیرات، تحفہ جات، زکوٰۃ، بیرون ملک کام کرنے والے عزیزوں کی انتقالی رقوم، وظیفہ، پنشن وغیرہ۔ ایسی رقوم شخصی آمدنیوں میں اضافہ کا موجب بنتی ہیں۔ جبکہ انہیں قومی آمدنی میں شمار نہیں کیا جاتا۔
2. قومی آمدنی میں مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کا غیر منقسم شدہ منافع اور کاروباری اداروں کا

Marfat.com

منافع ٹیکس بھی شامل ہوتا ہے جبکہ شخصی آمدنی میں صرف براہ راست ٹیکس مثلاً انکم ٹیکس ہی شمار ہوتا ہے۔

3۔ قیمتوں کے گرنے سے قابل فروخت اشیاء کے ذخائر کی کل مالیت میں جو کمی واقع ہوتی ہے اس سے قومی آمدنی سے منہا کر دیا جاتا ہے کیونکہ ان ذخائر کی فروختگی سے شخصی آمدنی کم ہوجاتی ہے۔ پس شخصی آمدنی معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔
شخصی آمدنی = قومی آمدنی منفی سماجی تحفظ کے تحت امداد منفی مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کے منافع پر ٹیکس منفی قابل فروخت اشیاء کے ذخائر پر نقصان منفی کاروباری اداروں کا غیر منقسم شدہ منافع جمع انتقالی ادائیگیاں (نجی کاروباری، سرکاری، بیرونی ممالک سے انتقالی ادائیگیاں)

قابل تصرف شخصی آمدنی

Disposable Personal Income DPI

اس سے مراد شخصی آمدنی کا وہ حصہ ہوتا ہے جو براہ راست ٹیکسوں کی ادائیگی کے بعد کسی شخص کے پاس باقی بچ رہے اور جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا کلی اختیار رکھتا ہو۔ گویا

قابل تصرف شخصی آمدنی = شخصی آمدنی منفی براہ راست ٹیکس

اگر ایک پروفیسر کی سالانہ شخصی آمدنی 25 ہزار روپے ہو تو وہ اسے تمام تر اپنی مرضی سے خرچ نہیں کر سکتا۔ اسے اس آمدنی پر انکم ٹیکس بھی ادا کرنا ہوتا ہے اگر انکم ٹیکس کی رقم ایک ہزار روپے ہو تو پروفیسر صاحب کی قابل تصرف شخصی آمدنی (25 ہزار منفی ایک ہزار بطور انکم ٹیکس) صرف 24 ہزار روپے ہو گی۔ قابل تصرف شخصی آمدنی کا بیشتر حصہ اشیائے صرف پر خرچ کر دیا جاتا ہے اور کچھ پس انداز کر لیا جاتا ہے۔ اشیائے صرف کے استعمال سے براہ راست تسکین حاصل ہوتی ہے ایسی اشیاء پر اخراجات کو صرفی اخراجات (Consumption expenditures) کہتے ہیں۔ آمدنی میں اضافہ کی صورت میں مختتم میلان صرف کم ہوتا جاتا ہے اور بچت کا رجحان بڑھتا ہے۔ مختتم میلان صرف ہمیشہ اکائی سے کم ہوتا ہے، بڑھاپا، کنبہ کا مستقبل، معاشرہ میں اعلیٰ مقام اور ناگہانی حالات سے عہدہ برا ہونے کا احساس ہر فرد کو پس انداز کرنے پر آمادہ کرتا ہے پس

قابل تصرف شخصی آمدنی = صرفی اخراجات + بچتیں ..... (1)

$$Y = C + S$$

Marfat.com

جو رقم بچائی جاتی ہے اس سے مزید آمدنی حاصل کرنے کی غرض سے اس کی سرمایہ کاری کر دی جاتی ہے پس

قابل تصرف شخصی آمدنی = صرفی اخراجات + سرمایہ کاری ......(ii)

$$Y = C + I$$

بچت = سرمایہ کاری

$$S = I \qquad I$$

قومی آمدنی کی تصورات کا باہمی تعلق

Interelationship of National Income Concepts

قومی آمدنی کے تصورات کے باہمی تعلق کو واضح کرنے کے لیے ایک فرضی گوشوارہ بنایا ہے

نمبر شمار	مدات	کل رقم (کروڑوں میں)
1	شخصی صرفی اخراجات	+500.00
2	خام ملکی نجی سرمایہ کاری	+100.00
3	درآمدات و برآمدات کا فرق	+50.00
4	خالص بیرونی سرمایہ کاری	+50.00
5	خام سرکاری صرفی اخراجات	+200.00
6	خام سرکاری سرمایہ کاری	+100.00
7	خام قومی پیداوار	1000.00
8	منفی فرسودگی کا الاؤنس	-50.00
9	خالص قومی پیداوار	950.00
10	جمع سرکاری اعانے	+10.00
		960.00
11	منفی بالواسطہ ٹیکس	-60.00
12	منفی انتقالی ادائیگیاں	-25.00
13	قومی آمدنی	875.00

Marfat.com

نمبر شمار	مدات	کل رقم (کروڑوں میں)
14	منفی مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں پر منافع ٹیکس	- 50.00
15	منفی " " " کا غیر منقسم منافع	- 24.00
16	منفی قابل فروخت ذخائر پر نقصان	- 01.00
		800.00
17	جمع افراد کی انتقالی ادائیگیاں	+ 25.00
18	**شخصی آمدنی**	825.00
19	منفی افراد کی بیرونی ممالک کو انتقالی ادائیگیاں	- 25.00
20	منفی شخصی ٹیکس (براہ راست)	- 100.00
21	منفی سماجی تحفظات	- 25.00
22	**قابل تصرف شخصی آمدنی**	675.00
23	شخصی صرفی اخراجات	- 600.00
24	انفرادی بچتیں	- 75.00
25	**بقایاجات**	000.00

خام قومی پیداوار GNP اخراجات کے طریقہ سے	خام قومی پیداوار GNP	خالص قومی پیداوار NNP	قومی آمدنی NI	شخصی آمدنی PI	قابل تصرف شخصی آمدنی DI
شخصی صرفی اخراجات	اجرتیں	اجرتیں	اجرتیں	اجرتیں	
	سود	سود	سود	سود	صرف
سرکاری اخراجات	لگان	لگان	لگان	لگان	

Marfat.com

	منافع جات	منافع جات	منافع جات	منافع جات	بچتیں
خام نجی ملکی سرمایہ کاری	کاروباری اداروں کی آمدنی/منافع پر ٹیکس	کاروباری اداروں کی آمدنی/منافع پر ٹیکس	کاروباری اداروں کی آمدنی/منافع پر ٹیکس	کاروباری اداروں کی آمدنی/منافع پر ٹیکس	شخصی ٹیکس
خالص بیرونی سرمایہ کاری	سماجی تحفظات کے لئے چندے کٹوتیاں	سماجی تحفظات کے لئے چندے کٹوتیاں	سماجی تحفظات کے لئے چندے کٹوتیاں	اعانے	
	غیر منقسم شدہ منافع	غیر منقسم شدہ منافع	غیر منقسم شدہ منافع	انتقالی ادائیگیاں	
	بالواسطہ کاروباری ٹیکس	بالواسطہ کاروباری ٹیکس	اعانے		
	مطالبات فرسودگی				

قومی آمدنی کی پیمائش کے طریقے

METHODS OF MEASURING NATIONAL INCOME

قومی آمدنی کی پیمائش تین طریقوں سے ہو سکتی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

١۔ پیداوار کی مالیت کا مجموعہ یا پیداوار کا طریقہ PRODUCTION METHOD

2۔ عاملین پیدائش کے معاوضوں کا مجموعہ یا آمدنی کا طریقہ INCOME METHOD

3۔ عاملین پیدائش کے اخراجات کا مجموعہ یا اخراجات کا طریقہ EXPENDITURE METHOD

Marfat.com

۱۔ پیداوار کا طریقہ Production method

سال کے دوران ملک میں صنعتی، معدنی، زرعی اور تجارتی اشیاء کے علاوہ بہت سی خدمات بھی پیدا کی جاتی ہیں۔ صنعتی اشیاء میں کپڑا، کھاد، سیمنٹ، چینی، معدنی اشیاء میں لوہا، کوئلہ، قدرتی گیس اور پٹرول زرعی اشیاء میں گندم، کپاس، چاول، گنا اور تمباکو اور دستکاریوں میں قالین، کھیلوں کا سامان، آلات جراحی اور ظروف کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ اس طرح خدمات میں پروفیسر، وکیل، ڈاکٹر، انجنیئر، کلرک رقاصہ اور گھریلو ملازمین کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگر بازاری قیمتوں پر تمام اشیاء اور خدمات کی مالیت معلوم کرلی جائے تو حاصل جمع خام قومی آمدنی کہلائے گی۔

وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل گوشوارہ بنایا گیا ہے۔

اشیاء اور خدمات	کل پیداوار	مروجہ قیمت	کل مالیت
گندم	200 من	100 روپے فی من	20000/= روپے
چاول	300 "	200 " "	60000/= "
سیمنٹ	1000 ٹن	500 فی میٹرک ٹن	500000 "
چینی	500 میٹرک ٹن	200 روپے فی میٹرک ٹن	100000 "
کپڑا	5000 میٹر	10 روپے فی میٹر	50000 "
کوئلہ	300 میٹرک ٹن	200 روپے فی میٹرک ٹن	60000 "
پروفیسر	100 عدد	3000/- ماہوار	300000 "
وکیل	200 عدد	3000/- ماہوار	600000 "

کل آمدنی 1690000 روپے

پیداواری طریقہ سے قومی آمدنی کا تخمینہ لگاتے وقت مندرجہ ذیل احتیاطیں اختیار کی جانی چاہیے تاکہ قومی آمدنی کے اعداد و شمار حقائق پر مبنی ہوں۔

۱۔ دوبارہ گنتی کی غلطی error of double counting

اشیاء کا انتخاب کرتے وقت درمیانی اشیاء (Intermediate goods) کی بجائے وہ اشیاء منتخب کرنی چاہیے جو اپنی آخری منزل Final stage تک پہنچ چکی ہوں تاکہ ایک ہی شے کی زری مالیت ایک سے زیادہ بار شمار نہ ہونے پائے اگر درمیانی اشیاء کی مالیت شمار کی جائے تو اس کی قیمت معلوم کرنے کے بعد ہر مرحلہ پر اس کی مالیت میں اضافہ شمار کرلیا جائے۔ فرض کریں کپاس اور اس سے کپڑا بننے تک کپاس کی کئی درمیانی حالتیں —

Marfat.com

روئی، سوت، دھاگہ، نیم تیار شدہ کپڑا اور آخری شکل تیار شدہ کپڑا ہے۔ دوہری گنتی سے بچنے کے لئے یا تو کپڑے کی مالیت قومی آمدنی کے تخمینے میں شمار کرنی چاہیے یا کپاس سے تیار شدہ کپڑا تک ہر مرحلہ پر شے مذکورہ کی مالیت میں اضافہ کو قومی آمدنی کے تخمینے میں شمار کر لیا جائے۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل گوشوارہ سے کی گئی ہے۔

پیداوار کا مرحلہ (i)	مختلف مراحل ہر شے کی شکل (ii)	ہر مرحلے پر شے کی قیمت (iii)	ہر مرحلہ پر شے کی مالیت میں اضافہ (iv)
پہلا مرحلہ	کپاس	300 روپے فی من	300 روپے
دوسرا مرحلہ	روئی	500 " "	200 "
تیسرا مرحلہ	سوت	600 " "	100 "
چوتھا مرحلہ	نیم تیار شدہ کپڑا	1000 " "	400 "
پانچواں مرحلہ	تیار شدہ کپڑا	1500 " "	500 "
		3800 روپے	1500 روپے

اگر کالم (iv) کا مجموعہ یعنی ہر مرحلہ پر شے کی مالیت میں اضافہ کو جمع کیا جاتے تو حاصل جمع -/1500 روپے آتا ہے جو تیار شدہ کپڑے کی مالیت کے برابر ہے۔ اگر کالم (iii) میں درج شدہ کپڑے کی قیمتوں کو شمار کریں تو دوہری گنتی سرزد ہونے کی وجہ سے کپڑے کی مالیت کا تخمینہ غلط اور ناقابل قبول ہو جائے گا۔ پس دوہری گنتی کی غلطی سے بچنے کے لئے صرف ان ہی اشیاء کی مالیتوں کو شمار کیا جائے جو اپنی آخری شکل اختیار کر چکی ہوں اور ان میں مزید رد و بدل کی گنجائش نہ ہو۔

2 - فرسودگی کا الاؤنس منہا کرنا

Deduct Depreciation Allowance

مشینوں کے مسلسل استعمال سے ان کی شکست و ریخت ہوتی رہتی ہے جن کی مرمت و تجدید یا بدل کاری کے لئے ایک مخصوص رقم بطور فرسودگی کا الاؤنس خام قومی پیداوار میں سے منہا کرنا پڑتا ہے تاکہ حقیقی اثاثوں کی حالت اور تعداد برقرار رہے اور آمدنی کا سرچشمہ جاری و ساری رہے خام قومی پیداوار میں سے فرسودگی کا الاؤنس منفی کر دینے سے خالص قومی پیداوار حاصل ہوجاتی ہے۔

Marfat.com

3 ۔ ذاتی یا بلامعاوضہ خدمات

Free Services

بعض کام مشاغل کے طور پر بلامعاوضہ سرانجام دیئے جاتے ہیں جیسے باغبانی وغیرہ ۔ بعض کام ذاتی طور پر کر لیئے جاتے ہیں مثلاً پروفیسر اپنے بچوں کو خود پڑھا لیتا ہے۔ درزی اپنے کپڑے خود سی لیتا ہے وغیرہ۔ ایسی خدمات چونکہ بلامعاوضہ ہوتی ہیں اس لیے انہیں قومی آمدنی میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ذاتی استعمال کے لیئے بنائی گئی اشیا چونکہ منڈی میں فروخت کے لئے پیش نہیں کی جاتیں اس لئے انہیں بھی قومی آمدنی کے تخمینے میں شمار نہیں کیا جاتا ۔

۴ ۔ بالواسطہ ٹیکس

Indirect taxes

بالواسطہ کاروباری ٹیکس مثلاً ایکسائز ڈیوٹی بجری ٹیکس اور کسٹم ڈیوٹی کے علاوہ بلاٹیکس ذمہ داریاں

ر مثلاً جرمانے اور لائسنس فیس وغیرہ کو

خالص قومی پیداوار سے منہا کر دیا جاتا ہے جبکہ اعانہ کی رقم جمع کی جاتی ہے ۔

5 ۔ غیر مکسوبہ آمدنیاں

Unearned Increment

بعض اوقات ذاتی کوششوں کے بغیر سرکاری اقدامات کی بنا پر جائیداد کی مالیت میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسے نئی سڑک کی تعمیر یا سیوریج بچھانے سے اکثر جائیداد کی مالیت بڑھ جاتی ہے اس اضافہ کو غیر مکسوبہ آمدنی کہتے ہیں جسے قومی آمدنی میں شمار نہیں کرنا چاہیئے ۔

2 ۔ آمدنی کا طریقہ

INCOME METHOD

اگر سال کے دوران عاملین پیدائش کو موصول ہونے والے معاوضوں کو یکجا کر لیا جائے تو ان کا مجموعہ قومی آمدنی کے برابر ہوگا۔ محنت کی اُجرت، سرمایہ کا سود، زمین کا لگان اور آجر کے منافع کا مجموعہ قومی آمدنی ہے۔ اس طریقے کے تحت مندرجہ ذیل آمدنیوں کو قومی آمدنی کے تخمینے میں شامل کیا جاتا ہے ۔

Marfat.com

۱۔ تمام سرکاری، خود مختار اور نجی تجارتی و کاروباری اداروں اور گھریلو ملازمین کی تنخواہیں اجرتیں اور ضمنی آمدنیاں اس میں مزدوروں کے حادثہ کی صورت میں وارثین کو آجرین کی جانب سے ملنے والی امدادی رقوم بھی شامل ہوتی ہے اور سماجی تحفظ اور فلاح وبہبود سے فنڈ کی رقوم بھی۔

2۔ مختلف قسم کے کاروباروں سے حاصل ہونے والی آمدنیاں مثلاً کسان، تاجر، وکیل، ڈاکٹر اور یومیہ اجرت پر کام کرنے والے مزدور کی آمدنیاں۔

3۔ بانڈوں، تمسکات اور قرضہ جات پر حاصل ہونے والا سود

۴۔ مختلف قسم کی زمینوں کے استعمال کے معاوضے، لگان، کرائے، رائلٹی وغیرہ

5۔ مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کے تقسیم شدہ، غیر منقسم شدہ منافع جات اور حکومت کو ادا شدہ منافع ٹیکس

احتیاطیں

Precautions

۱۔ ناجائز اور غیر قانونی طریقوں سے کمائی ہوئی دولت جیسے سمگلنگ، چور بازاری، منافع خوری رشوت، چوری، ذخیرہ اندوزی وغیرہ کو قومی آمدنی میں شمار نہیں کیا جاتا۔

2۔ وہ تمام آمدنیاں جو کسی کی ذاتی محنت کا نتیجہ نہیں ہوتیں اور جنہیں انتقالی ادائیگیاں کہتے ہیں قومی آمدنی میں شمار نہیں کی جاتیں۔ جیسے طالب علم کا جیب خرچ، وظیفہ، پنشن، تحفے تحائف وغیرہ۔

3۔ اگر سال کے دوران قابل فروخت اشیاء کے ذخائر کی مالیت میں تغیرات رونما ہو چکے ہوں تو انہیں بھی قومی آمدنی کے تخمینے میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اگر قیمتوں میں اضافہ سے ان ذخائر پر منافع بڑھا چکا ہوں تو مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کے اجتماعی منافع سے بڑھا ہوا منافع منہا کر دینا چاہیئے کیونکہ یہ منافع قابل فروخت اشیاء کے ذخائر بنانے والے عاملین پیدائش کی آمدنیوں میں اضافہ کا باعث نہیں بنتا لیکن اگر قیمتوں میں کمی سے قابل فروخت اشیاء کے ذخائر کی مالیت کم ہو جائے تو نقصان کو جمع کرنا چاہیئے کیونکہ اس نقصان کے باوجود ان ذخائر بنانے والے عاملین پیدائش کی آمدنیاں کم نہیں ہوتیں۔

Marfat.com

آمدنی کے طریقے سے قومی آمدنی اخذ کرنے کا گوشوارہ

نمبر شمار	مدات	کل رقم (کروڑوں میں)
1	اجرتیں، تنخواہیں اور امدادی رقوم وغیرہ	700.00 روپے
2	بانڈوں، تمسکات اور قرضوں سے حاصل ہونے والا سود	200.00 "
3	جائیدادوں کا لگان، کرایہ، رائلٹی	100.00 "
4	آجرین کا کل منافع	300.00 "
5	مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کا تقسیم شدہ اور غیر منقسم شدہ منافع	100.00 "
6	مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کے منافع پر ٹیکس	100.00 "
7	کل آمدنی	1500.00 "

آمدنی کے طریقے سے خام قومی پیداوار معلوم کرنے کے لیے۔ شماریاتی فرق، کاروباری انتقالی ادائیگیاں، بالواسطہ کاروباری ٹیکس اور شکست و ریخت کے اخراجات کو جمع اور سرکاری اعانوں کو منفی کرنا چاہیے۔

3۔ خرچ کا طریقہ Expenditure Method

ہر معیشت میں دو قسم کی اشیاء تیار کی جاتی ہیں۔ صرفی اشیا جو براہ راست تسکین کا باعث بنتی ہیں اور اشیائے سرمایہ جو بالواسطہ تسکین فراہم کرتی ہیں اور صرفی اشیاء بنانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ سال کے دوران جائز طریقوں سے کمائی ہوئی آمدنیوں کو اشیائے صرف (Consumer goods) اور اشیائے سرمایہ (Capital goods) پر خرچ کر دیا جاتا ہے۔ اگر مذکورہ اشیا پر اخراجات کا مجموعہ معلوم کر لیا جائے تو وہ عاملین پیدائش کو اندرون ملک حاصل ہونے والی آمدنیوں کے برابر ہوگا جسے خالص گھریلو پیداوار

Marfat.com

کہتے ہیں اگر ان میں عاملین پیدائش کو بیرون (Net Domestic Product) ملک حاصل ہونے والی آمدنیوں کو بھی جمع کر لیا جاتا ہے تو وہ خالص قومی پیداوار (Net National Product) کے برابر ہوگا۔ اخراجات کے طریقے سے قومی آمدنی کا تخمینہ لگاتے وقت مندرجہ ذیل احتیاطیں ملحوظ خاطر رہنی چاہئیں۔

۱۔ فرسودگی کا الاؤنس اخراجات میں شامل نہیں ہوتا۔

2۔ اشیاء کی درمیانی حالت پر اٹھنے والے اخراجات کو بھی شمار نہیں کیا جاتا۔

خرچ کے طریقے سے قومی آمدنی کا تخمینہ بناتے وقت مندرجہ ذیل اخراجات شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۔ نجی صرفی اخراجات جو اشیائے صرف پر کئے جاتے ہیں اور جن سے براہ راست تسکین حاصل ہوتی ہے۔

2۔ سرکاری صرفی اخراجات جو سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور صرفی اشیاء کی خرید پر برداشت کئے جاتے ہیں۔

3۔ سرکاری سرمایہ کاری جس سے ترقیاتی اور تعمیری منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے۔

4۔ اشیائے سرمایہ پر نجی اخراجات

5۔ اشیاء اور خدمات کی برآمد

6۔ اشیاء اور خدمات کی منفی درآمد

7۔ اشیاء اور خدمات کے تبادلے پر آنے والے اخراجات

8۔ سٹاک میں اضافہ

9۔ معین سرمایہ کی حقیقی تشکیل یعنی ملک کے حقیقی اثاثوں میں اضافہ

عاملین پیدائش اپنی مشترکہ کوششوں، باہمی اشتراک و تعاون سے جو کچھ کھیتوں اور کارخانوں میں پیدا کرتے ہیں اور اپنی خدمات کے عوض معاوضے پاتے ہیں وہ ان سے منڈیوں میں اپنی ہی پیدا کردہ اشیاء خرید کر صرف کر لیتے ہیں۔ اس طرح اگر ایک طرف قومی آمدنی پیدا ہوتی رہتی ہے تو اس کیساتھ ساتھ صرف بھی ہوتی رہتی ہے کل قومی اخراجات قومی آمدنی کے برابر ہوتے ہیں۔

قومی آمدنی کا متدائر بہاؤ CIRCULAR FLOW OF NATIONAL INCOME

معاشی نظام میں کسی بھی عمل پیدائش کا بغور مطالعہ تین حقائق کی نشاندہی کرتا ہے۔

Marfat.com

۱۔ پیدائش دولت
2۔ پیدائش دولت میں معاونت کرنے والے عاملین پیدائش کی آمدنیاں
3۔ پیدائش دولت پر مصارف پیدائش

فرض کریں آپ کسی جولاہے سے بستر کی چادریں تیار کرواتے ہیں جس کے لئے جولاہا سوت اور دیگر ضروری سامان خرید کر عمل پیدائش کی بنیاد کر دیتا ہے۔ وہ آپ کو آپ کی مطلوبہ اشیاء فراہم کر کے آپ سے ان کی قیمت وصول کر لیتا ہے۔ یہ آپ کا خرچ اور جولاہے کی آمدنی ہوئی۔ اس طرح پیداوار، آمدنی اور خرچ ایک ساتھ معرض وجود میں آئے۔ پیدا شدہ اشیاء کی فروخت سے ان کی قیمتیں وصول ہوتی ہیں اور ان ہی قیمتوں سے عاملین پیدائش کے معاوضوں کی ادائیگیاں ہوتی ہیں عاملین پیدائش جو معاوضے حاصل کرتے ہیں وہ اشیا کی خرید اور ان کی قیمتوں کی ادائیگی کی صورت میں کاروباری اداروں کو واپس لوٹا دیتے ہیں۔ اور کاروباری ادارے از سر نو پیدائش دولت کے لئے عاملین پیدائش کی خدمات حاصل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور انہیں ان کی خدمات کے عوض معاوضے ادا کرتے ہیں ایک بار پھر عاملین پیدائش اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کاروباری اداروں کی پیدا کردہ اشیاء خریدنے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں اور اس طرح کاروباری اداروں سے کمائی ہوئی دولت کاروباری اداروں کے حوالے کر دیتے ہیں اس طرح آمدنیاں کمانے اور انہیں خرچ کرنے کا یہ کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری وساری رہتا ہے۔ اسے قومی آمدنی کا متدائر بہاؤ کہتے ہیں۔

معاشی نظام میں دو گروہ قومی آمدنی کے متدائر بہاؤ کا باعث بنے۔ عاملین پیدائش جو اپنی خدمات فراہم کر کے، باہمی اشتراک اور تعاون سے پیدائش دولت کا باعث بنتے ہیں اور اپنی خدمات کے عوض معاوضے پاتے ہیں اور جو کچھ کھیتوں اور کارخانوں میں پیدا کرتے ہیں انہیں اپنی کمائیوں سے منڈی میں خرید لیتے ہیں۔ دوسرا گروہ کاروباری اداروں پر مشتمل ہوتا ہے جو عاملین پیدائش کی معاونت سے پیدائش دولت کرتے ہیں اور اس کی فروختگی سے قیمتیں وصول کرتے ہیں۔ اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے ہیں۔ آمدنی کے اس متدائر بہاؤ کو اس آسان ماڈل کے ذریعے سمجھایا جاسکتا ہے۔

ماڈل میں بیرونی لائینوں سے قومی آمدنی کا حقیقی متدائر بہاؤ اور اندرونی لائنوں سے قومی آمدنی کا زری بہاؤ واضح کیا گیا ہے۔

ماڈل کے مطابق عوام دگھرانے، عاملین پیدائش کی خدمات فراہم کرتے ہیں۔ مزدور

Marfat.com

ماڈل

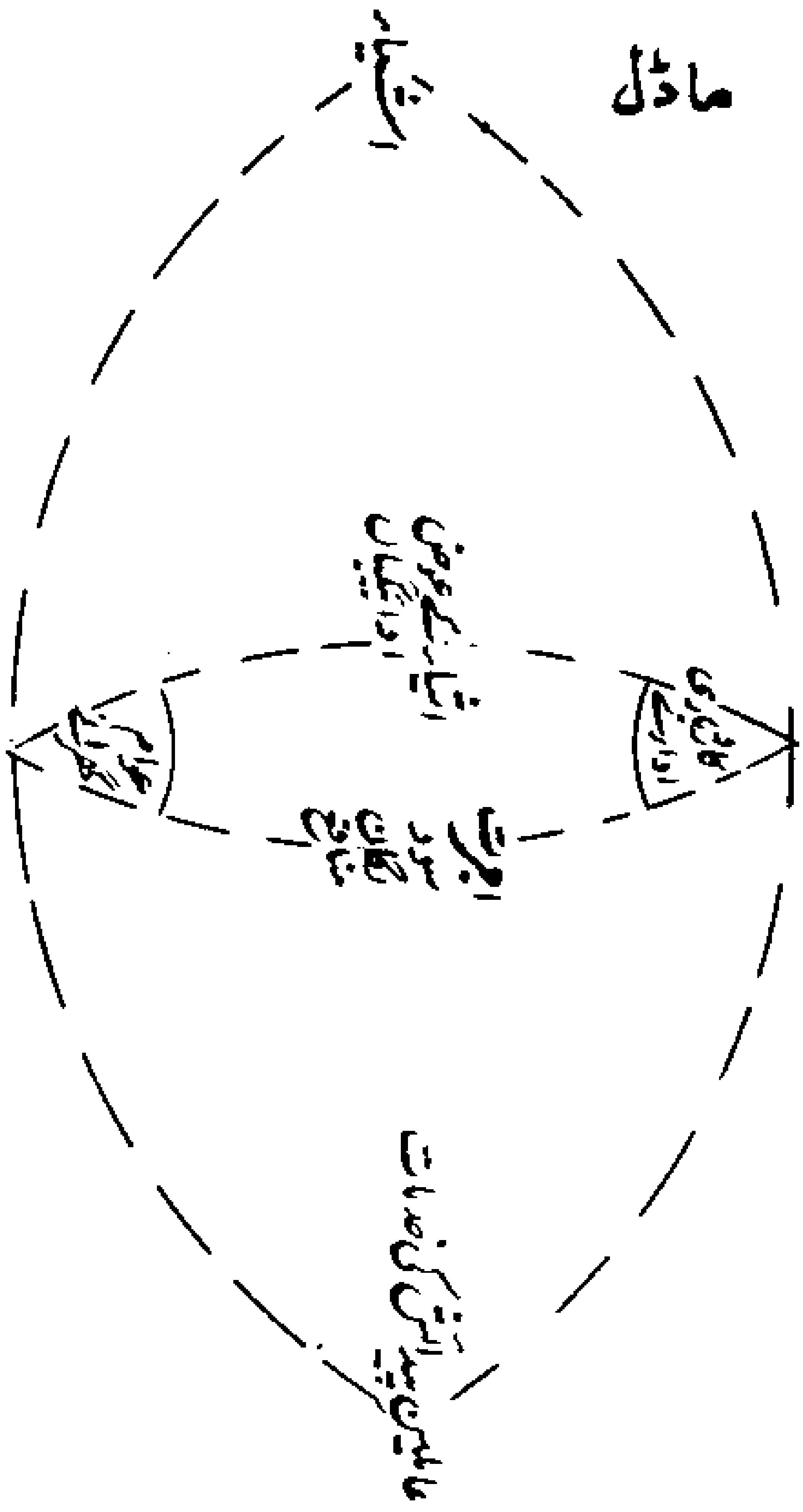

محنت کرتا ہے اور اجرت کی شکل میں معاوضہ پاتا ہے۔ سرمایہ دار سرمایہ اور زمیندار زمین کے عوض بالترتیب سود اور لگان پاتے ہیں۔ کاروباری ادارے عاملین پیدائش کے تعاون سے اشیاء اور خدمات پیدا کرتے ہیں اور انہیں منڈی میں فروخت کر کے ان کی قیمتیں وصول کرتے ہیں۔ گویا عوام خدمات سرانجام دے کر معاوضے پاتے ہیں اور کاروباری ادارے اشیا پیدا کر کے ان کی قیمتیں وصول کرتے ہیں۔ عوام جو کچھ معاوضوں کی صورت میں پاتے ہیں وہ اشیا کی قیمتوں کی صورت میں کاروباری اداروں کو لوٹا دیتے ہیں اور کاروباری ادارے دوبارہ یہی قیمتیں عوام کو ان کی خدمات کے عوض آمدنیوں یا معاوضوں کی صورت میں دے دیتے ہیں اور وہ قیمتوں کی صورت میں کاروباری اداروں کو

Marfat.com

منتقل کر دیتے ہیں۔ یہ عمل ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے اور اسی عمل کو معاشی اصطلاح میں آمدنی کا متداز بہاؤ کہتے ہیں۔ قومی آمدنی میں انتقالی ادائیگیوں کو شمار نہیں کیا جاتا۔

حقیقی اور زری آمدنی میں مقابلہ

Real Income

versus Money Income

حقیقی آمدنی سے مراد اشیاء اور خدمات کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو سال کے دوران پیدا کیا گیا ہوتا ہے اس میں تمام زرعی، معدنی، صنعتی اور تجارتی اشیاء کے علاوہ وہ خدمات بھی شامل ہوتی ہیں جو کسی معاوضے کے لئے سرانجام دی گئی ہوتی ہیں۔ مثلاً پروفیسر، وکیل، گھریلو ملازم وغیرہ، چونکہ اشیاء کے لئے مختلف اوزان اور پیمانے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً میٹر، لیٹر، کلو وغیرہ اس لئے اشیاء کو جمع کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اس دشواری کے ازالے کے لئے بازاری قیمتوں پر ان کی مالیت معلوم کر لی جاتی ہے جس سے حقیقی آمدنی (اشیاء اور خدمات کا مجموعہ) زری آمدنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں پیدا ہونے والی سینکڑوں اشیا اور خدمات ہماری حقیقی آمدنی کی نمائندگی کرتی ہیں لیکن ان کی بازاری قیمتوں پر مالیت کا تخمینہ زری آمدنی۔ حقیقی آمدنی میں اضافہ عوام کی خوشحالی اور آسودگی کا باعث بنتی ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہو گا جب ملک کے مادی وسائل کا بھرپور استعمال ہو لیکن زری آمدنی میں کمی بیشی کا انحصار حکومت کی مالی پالیسی اور افراط زر اور تفریط زر کے حالات پر ہوتا ہے اگر ملک میں افراط زر کا دور دورہ ہو تو اشیا اور خدمات کی قیمتوں میں فوری طور پر اضافہ ہو جاتا ہے اور قوم کی زری آمدنی بھی بڑھ جاتی ہے جبکہ حقیقی آمدنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہوتی۔ اس کے برعکس حالات میں جب زر کی مقدار کم ہو جائے تو اشیاء اور خدمات کی قیمتیں بھی کم ہو جاتی ہیں حالانکہ حقیقی آمدنی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہوتی۔ زری آمدنی میں اضافہ عوام کے لئے بھیانک صورتحال پیدا کر سکتا ہے چونکہ ایسے حالات میں عموماً عوام کا معیار زندگی پہلے سے بھی پست ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ صورت اور بھی تشویشناک ہو سکتی ہے۔ فرض کریں ۱۹۶۵ء میں پاکستان کی قومی آمدنی ۷۵ ارب روپے تھے اور قیمتوں کا معیار (۱۰۰) تھا ۱۹۶۷ء میں قومی آمدنی ۱۰۰ ارب ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی قیمتوں کا معیار بلند ہو کر ۱۵۰ ہو جاتا ہے۔ زری نقطہ نگاہ سے قومی آمدنی میں اضافہ ضرور ہوا لیکن حقیقی معنوں میں آمدنی میں تقریباً ۱۵ ارب روپے کی کمی ہو گئی۔ جیسا کہ ذیل کے

Marfat.com

گوشوارہ میں واضح کیا گیا ہے۔

سال	زری آمدنی	قیمتوں کا معیار	حقیقی آمدنی (اربوں میں)
1960	50 ارب روپے	100	$\frac{50}{100} \times 100 = 50$ ارب روپے
1970	" 60	150	$\frac{60}{150} \times 100 = 40$ " "
1980	" 70	140	$\frac{70}{140} \times 100 = 50$ " "

گوشوارہ کے مطابق ۱۹۸۰ میں زر کی رسد میں اضافہ کی وجہ سے زری آمدنی ۷۰ ارب روپے اور قیمتوں کا معیار ۱۴۰ ہو گیا اس سے حقیقی آمدنی ۱۹۶۰ کی سطح پر واپس آ گئی اور اس کے ساتھ لوگوں کا معیار زندگی بھی ۲۰ سال پہلے جیسا ہو گیا۔

زری آمدنی میں اتار چڑھاؤ قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کی بنا پر ہوتا ہے اور قیمتیں مقدار زر یا زر کی رسد سے متاثر ہوتی ہیں۔ اگر مقدار زر میں اضافہ سے قیمتوں میں اضافہ ہو تو زری آمدنی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اس کے برعکس اگر مقدار زر میں کمی سے قیمتوں میں کمی ہو تو زری آمدنی بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس حقیقی آمدنی میں اضافہ اسی صورت میں ہو گا جب اشیاء اور خدمات کی مقدار میں اضافہ ہو۔ کسی ملک کی پسماندگی یا خوشحالی کا دارومدار اس کی حقیقی آمدنی پر ہوتا ہے نہ کہ زری آمدنی پر۔

قومی آمدنی کو متعین کرنے والے عوامل

Determinants of National Income

کسی قوم کی خوشحالی اور بدحالی کا دارومدار اس کی آمدنی کی جسامت اور حجم پر ہوتا ہے۔ قومی آمدنی کی بلند سطح سے عوام کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے اور انہیں ضروری اشیا کے علاوہ سامان آسائش و تعیش بھی دستیاب ہو جاتے ہیں فی کس آمدنی میں اضافہ میلان بچت کو تقویت بخشتا ہے اور سرمایہ کاری کو بڑھاتا ہے جس سے ضارب کے زیر اثر آمدنی میں مزید پھیلاؤ آتا ہے۔ برعکس حالات میں لوگ نان و نفقہ کے محتاج ہوتے ہیں اور عسرت یاس اور تنگدستی اور افلاس کی چکی میں اپنی تمام تر تخلیقی

Marfat.com

قوتیں سلب کر لیتے ہیں۔ اس لیے ہر ملک قدرتی وسائل کو بروئے کار لا کر قومی آمدنی میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قومی آمدنی کا انحصار مندرجہ ذیل عوامل ہوتا ہے :

۱۔ قدرتی وسائل Natural Resources

قدرتی وسائل سے مراد زمین کی زرخیزی، جنگلات، معدنیات، آبی وسائل، بندرگاہیں، جغرافیائی محل وقوع اور آب وہوا ہوتی ہے۔ ان وسائل کی کثرت قومی آمدنی کو بڑھانے کا موجب بنتی ہے جبکہ ان کی قلت اور معیار کی پستی سے قومی آمدنی سکڑ جاتی ہے، امریکہ، کینیڈا، جرمنی، آسٹریلیا اور جاپان کی قومی آمدنی اپنے وسائل کی کثرت کی مرہون منت ہے جبکہ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کی قومی آمدنی میں کمی ان کے وسائل کی قلت اور معیار کی پستی میں پنہا ہے۔

2۔ مصنوعی ذرائع Acquired Resources

مصنوعی ذرائع سے مراد وہ وسائل ہیں جو انسان اپنی محنت ومشقت، کوشش وسعی، تحقیق و تجربات سے بنا لیتا ہے جیسے ذرائع آمدورفت، رسل ورسائل، آبپاشی کے وسائل وغیرہ مصنوعی ذرائع اور قدرتی وسائل کا آپس میں گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ مصنوعی ذرائع کی بہتات اور اعلیٰ استعداد قدرتی وسائل کی ترقی کا باعث بنتی ہے۔ قدرتی وسائل کی کثرت بھی مصنوعی ذرائع کی ترقی کا موجب بنتی ہے۔ امریکہ میں قدرتی وسائل کی ترقی مصنوعی وسائل کی کثرت کی مرہون منت ہے۔ پاکستان میں مصنوعی ذرائع کی قلت سے قدرتی وسائل کو بروئے کار لانے میں مشکلات حائل ہیں۔

3۔ اشیائے سرمایہ Investment goods

اشیائے سرمایہ اشیائے صرف کی تیاری میں معاونت کرتے ہیں اگر جدید مشینیں ترقی یافتہ ذرائع نقل وحمل، بکثرت قوت محرکہ اور آبپاشی کے لئے نہریں دستیاب ہوں تو مادی وسائل کو بروئے کار لا کر قومی آمدنی میں اضافہ ممکن ہو جاتا ہے۔ پسماندہ اور غیر ترقی پذیر ممالک میں اشیائے سرمایہ کی کمی قومی آمدنی کی پستی کا باعث بنتی ہے۔

۴۔ فنی مہارت Technical Know-How

اگر آجرین مستعد اور جدید طریق پیدائش سے آشنا ہوں، مزدور ہنرمند اور تعلیم یافتہ ہوں تو قدرتی وسائل کے بھرپور استعمال سے زیادہ سے زیادہ قومی دولت پیدا کرنا ممکن ہوتا ہے امریکہ

Marfat.com

جرمنی اور جاپان جیسے ممالک میں قومی آمدنی کی بلند سطح وہاں کے ہنر مند اور مستعد مزدوروں کا بہت اہم کردار ہے۔ پاکستان، برما اور بنگلہ دیش کی معاشی بدحالی میں مزدور کی جہالت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۵۔ ترقی کرنے کا عزم و استقلال Initiative and Drive

تعلیم و تربیت کے فقدان، مذہبی اندار کے غلط تخیل اور غیر منضبط معاشرتی قدریں لوگوں کو تساہل پسند، قناعت پسند اور سست و کاہل بنا دیتی ہیں جس سے ان کا عزم و استقلال سرد پڑجاتا ہے۔ آب و ہوا کی شدت بھی کام کرنے کے فطری جذبہ اور عزم کو کمزور کر دیتی ہے اس سے ان کی استعداد کار پست ہو جاتی ہے۔ وہ زیادہ دیر تک دلجمعی سے کام نہیں کر سکتے۔ اس لئے قومی دولت بھی کم ہوتی ہے۔

6۔ تخصیص کار Specialization

تخصیص کار کی بنا پر استعداد کار بلند ہوتی ہے جس سے پیدائش دولت میں وسعت آتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں ہر شخص اپنے فطری رجحانات کے مطابق مخصوص پیشہ اختیار کر کے اس میں تخصیص حاصل کر لیتا ہے جبکہ پاکستان جیسے پسماندہ ممالک میں ان کا فقدان پایا جاتا ہے

7۔ سیاسی استحکام Political stability

قومی آمدنی کی سطح بلند کرنے کے لئے سیاسی استحکام اشد ضروری ہے ملک اندرونی خلفشار اور بیرونی جارحیت سے محفوظ ہو تاکہ حکومت اور قوم کی تمام صلاحیتیں ملکی وسائل کو ترقی دینے پر مرکوز کی جاسکیں، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے اکثر ممالک میں معاشی ترقی کی رفتار میں سستی کی وجہ وہاں کا سیاسی عدم استحکام ہے پاکستان میں 1958ء سے 1969ء تک سیاسی استحکام رہا لہذا اس دور میں معاشرتی ترقی کی رفتار باقی سالوں کی نسبت تیز رہی ۔

قومی آمدنی بڑھانے کے طریقے

Methods of Increasing Nation Income

پسماندہ ممالک کی قومی آمدنی بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کئے جاسکتے ہیں ۔

Marfat.com

۱- آبادی پر کنٹرول Population control

غیر ترقی یافتہ ممالک میں تعلیم و تربیت اور تفریح و طبع کی سہولتوں میں فقدان ہوتا ہے اس لئے وہاں اقتصادی ترقی کی نسبت افزائش آبادی کی شرح تیز ہوتی ہے جس سے اقتصادی ترقی کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں اور فی کس آمدنی کم ہو جاتی ہے عوام عسرت و یاس کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ۱۹۵۱ کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی ۷۶ ملین نفوس پر مشتمل تھی جو ۱۹۶۱ میں ۹۶ ملین اور ۱۹۷۱ء میں ۱۳۰ ملین تھی، سقوط ڈھاکہ کے بعد موجودہ پاکستان کی آبادی کا تخمینہ تقریباً ۹۰ ملین ہے۔ پاکستان میں افزائش آبادی کی شرح 3.7 فیصد ہے جبکہ ایشیا کی افزائش آبادی کی شرح صرف 2 فیصد ہے پہلے منصوبے کے معاشی ترقی کے اثرات افزائش آبادی ہڑپ کر گئی۔ یہی کچھ دوسرے منصوبے کے ترقیاتی اثرات کیساتھ ہوا۔ اقتصادی ترقی کے اثرات برقرار رکھنے کے لئے آبادی پر کنٹرول نہایت ضروری ہے اس مقصد کے لئے خاندانی منصوبہ بندی کے پیغام کو گھر گھر کوچہ کوچہ پہنچانا ہوگا اور اسے سادہ، غیر مضر اور ارزاں بنانا پڑے گا۔ علمائے کرام کا تعاون حاصل کرنا ہوگا اور طبی سہولتیں اور طبی مشورہ جات فراہم کرنے ہوں گے۔

2- وسائل کا بہتر استعمال Batter use of resources

پسماندہ ممالک میں قدرتی وسائل کی قلت کے علاوہ ان کا بے جا ضیائع بھی ہوتا ہے۔ اس سے قومی دولت میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر پاکستان میں وسائل کا بھرپور استعمال کیا جائے اور ان کا ضیائع روکا جا سکے تو قومی دولت میں خاصا اضافہ ممکن ہے۔ پاکستان میں لامحدود آبی وسائل موجود ہیں۔ اگر انہیں بجلی پیدا کرنے کے علاوہ آبپاشی اور نقل و حمل کے لئے استعمال کیا جائے اور سمندر سے مچھلی پکڑی جائے تو ہماری قومی دولت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

3- بچت و سرمایہ کاری Savings and Investment

غیر ترقیاتی ممالک میں قومی آمدنی کا بمشکل ۵ سے ۷ فیصد تک پس انداز کیا جاتا ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں 15 سے ۲۵ فیصد تک بچا لیا جاتا ہے، پاکستان میں قومی آمدنی کا ۷.۵ فیصد، بھارت میں ۷ فیصد، کینیڈا میں 12 فیصد، فرانس اور جرمنی میں 16 فیصد پس انداز کیا جاتا ہے چونکہ ترقی یافتہ ممالک میں تشکیل سرمایہ کی شرح زیادہ ہوتی ہے اس لئے سرمایہ کاری بھی زیادہ ہوتی ہے جو قومی آمدنی کو ضارب کے زیر اثر بڑھاتی ہے۔ پسماندہ ممالک میں اس پر اور غریب کا فرق زیادہ ہوتا ہے۔ لوگ

Marfat.com

نان و نفقہ کے محتاج ہوتے ہیں۔
بچتیں اکثر دفینوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ نمائشی اثر کی وجہ سے نمود و نمائش کی اشیاء کی طلب زیادہ ہے جس سے ترقیاتی منصوبے سرمایے کی کمی کا شکار رہتے ہیں۔ اگر عوامی بچتوں کو ترقیاتی مقاصد کے لیے استعمال کر لیا جائے تو قومی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔ سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے سستے قرضوں کی فراہمی کے علاوہ مالیاتی سہولتیں (ٹیکسوں میں چھوٹ) اور یقینی حالات کا پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ پس انداز کی ہوئی رقوم کی بھی سرمایہ کاری نہیں ہو گی۔

فنی اور تکنیکی معلومات Technical Know-how

پسماندہ ممالک کی معاشی ترقی کا راز فنی اور تکنیکی معلومات میں پنہاں ہے۔ قدرتی وسائل کتنے ہی بافراط کیوں نہ ہوں اگر انہیں مسخر کرنے کے لیے فنی اور تکنیکی معلومات رکھنے والے ہنرمند اور تربیت یافتہ مزدور نہ ہوں تو ان سے استفادہ ممکن نہیں ہوتا۔ فنی معلومات کے لیے فنی اداروں، تربیت یافتہ اساتذہ اور فنی آلات کا ہونا ضروری ہے۔ پاکستان روز اوّل ہی سے فنی شعبے میں خود کفالت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش میں مصروف ہے اور چند شعبوں کو چھوڑتے ہوئے ہم بیشتر فنی شعبوں میں خود کفیل بھی ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے لاکھوں ہنرمند مزدور ممالک غیر میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منواتے ہیں اور ہر سال اربوں روپے کا زرمبادلہ پاکستان بھیجتے ہیں جو اقتصادی ترقی میں ممد ثابت ہو رہا ہے۔

قومی آمدنی کے مطالعہ کی اہمیت

دور جدید کا سب سے بڑے مسئلے، افلاس، بیروزگاری، معاشی تفاوت، افراط زر ہیں، انہیں حل کرنے کے لیے قومی آمدنی کی ہیئت کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ ذیل میں قومی آمدنی کے مطالعے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

۱۔ معاشی حالات کا جائزہ Study of Economic conditions

قومی آمدنی کسی ملک کے معاشی حالات کا آئینہ دار ہوتی ہے، خالص قومی آمدنی کو ملکی آبادی پر تقسیم کرنے سے فی کس آمدنی کا پتہ چلتا ہے جو وہاں کے عوام کے معیار زندگی کو متعین کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ اگر فی کس آمدنی زیادہ ہو تو عوام کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ لوگ خوشحال ہوتے

Marfat.com

ہیں اگر بہت سے ممالک کی فی کس آمدنیوں کا علم ہو تو ان ممالک کے معاشی حالات کا تجزیہ کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ پاکستان کی فی کس آمدنی 97 ڈالر ہے جبکہ امریکہ کی فی کس آمدنی اس سے ساٹھ گنا زیادہ ہے۔ یہ 5785 ڈالر ہے۔ مغربی یورپ کی قومی پیداوار مشرقی یورپ کے ممالک سے زیادہ ہے اس لئے مغربی یورپ کے ممالک نسبتاً زیادہ خوشحال ہیں۔ شمالی امریکہ جنوبی امریکہ سے زیادہ خوشحال ہے اور مشرق وسطی کے تیل پیدا کرنے والے ممالک کی فی کس آمدنی افریقی اور ایشیائی ممالک سے کہیں زیادہ ہونے کی بنا پر معاشی لحاظ سے بہت خوشحال ہیں۔ پس جس ملک کی قومی آمدنی زیادہ ہو وہاں عوام پُرمسرت زندگی بسر کرتے ہیں اور جن ممالک کی قومی آمدنی کا معیار پست ہو وہاں کا عوام حسرت و یاس اور تنگدستی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

2۔ معاشی ترقی کی رفتار کا جائزہ Study of the Ecomonic growth

معاشی ترقی کی رفتار کا جائزہ لینے کے لئے ہر سال قومی آمدنی کے اعداد و شمار اکٹھے کئے جاتے ہیں اور ان کے موازنہ سے شرح ترقی کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ فیصد شرح ترقی معلوم ہو جانے سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہوتا کہ معاشی ترقی کی رفتار تسلی بخش رہی یا غیر تسلی بخش، پاکستان میں 75-1974ء میں خام قومی پیداوار میں 2 فیصد اضافہ ہوا۔ 77-1976ء میں تقریباً تین فیصد اور 79-1978ء میں 6.3 فیصد اس کے مقابلے میں افزائش آبادی 3.7 فیصد رہی۔ اس صورت حال میں کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی معاشی ترقی کی رفتار غیر تسلی بخش رہی کیونکہ ان حالات میں فی کس آمدنی 75-1974ء میں منفی 0.9 اضافہ ہوا، 77-1976ء میں بھی منفی 2 فیصد اضافہ ہوا، 79-1977ء میں فی کس آمدنی میں فیصد شرح اضافہ 6 فیصد رہا۔ پاکستان کی قومی آمدنی میں زیادہ تر اضافہ زرعی نوعیت کا رہا کیونکہ مذکورہ عرصہ میں سرمایہ کاری کا عمل سست رہنے سے حقیقی آمدنی میں کوئی نمایاں اضافہ نہیں ہوا۔

3۔ معاشی مسائل کا تجزیہ Analysis of Economic Problems

قومی آمدنی کے مطالعہ سے معیشت کے مختلف شعبوں کے خدوخال کا علم ہو جاتا ہے ہر شعبہ پیدائش کے مسائل معلوم ہو جاتے ہیں۔ ہر شعبہ کی شرح ترقی کا پتہ چل جاتا ہے۔ ہر شعبہ پیدائش اور علاقوں کے متوازن یا غیر متوازن ترقی کے علاوہ ان میں پائی جانے والی خامیوں اور کمزوریوں کی بھی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ پاکستان کی قومی آمدنی کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ معیشت کا زیادہ تر بوجھ زراعت پر ہے اور صنعتوں میں اشیائے سرمایہ کی صنعت نظر انداز رہی ہے

Marfat.com

برآمدات کی نسبت درآمدات زیادہ ہیں۔ بنکاری کے شعبہ میں زیادہ تر قرضے تجارت اور صنعتی شعبوں کو دیئے جاتے رہے۔ زرعی شعبہ نظر انداز ہوتا رہا۔ عوام صنعتوں کی نسبت تجارت میں سرمایہ کاری کو ترجیح دیتے ہیں اور پچھلے کئی سالوں سے غذائی فصلوں کی نسبت تجارتی فصلوں کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے ان اسباب کا علم ہو جانے سے ان خامیوں کے انسداد اور حالات کی اصلاح کے لیے موثر اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔

۴۔ معاشی پالیسیاں وضع کرنا Framing Economic Policies

معاشی پالیسیاں وضع کرنے کے لیے شعبہ وار پیداوار کے اعداد و شمار معلوم ہونے چاہیں۔ اس سے ہر شعبہ کے مسائل کا علم ہو جاتا ہے اور ان کے حل کے لیے پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں تجارتی پالیسی وضع کرنے کے لیے بین الاقوامی تجارت کے اعداد و شمار معلوم ہونے چاہیں۔ مالی پالیسی وضع کرتے وقت مقدار زر اور زر قیمتوں کے معیار، مجموعی طلب اور رسد کے اعداد و شمار پیش نظر رہتے ہیں۔ مالیاتی پالیسی بناتے وقت لوگوں کی آمدنی، ان کی ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت اور معاشی حالات کو سامنے رکھنا پڑتا ہے۔ اس طرح صنعتی، زرعی اور لیبر پالیسیاں وضع کرتے وقت قومی آمدنی کے اعداد و شمار کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے۔ کسی معاشی پالیسی کی کامیابی کا انحصار اعداد و شمار کی صحت پر ہوتا ہے۔ اگر اعداد و شمار کی صحت درست ہو تو معاشی پالیسیاں کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہیں ورنہ انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۵۔ معاشی منصوبہ بندی Economic Planning

موثر معاشی منصوبہ بندی کے لیے قومی آمدنی کے اعداد و شمار کی حیثیت ایک محور کی سی ہوتی ہے۔ معاشی منصوبہ کے اغراض و مقاصد طے کرنے اور فی کس آمدنی میں اضافہ کا تعین کرتے وقت قومی آمدنی میں فیصد اضافہ اور افزائش آبادی کی شرح کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہے تاکہ فی کس آمدنی اور معیار زندگی کو ایک خاص سطح تک بڑھایا جا سکے۔ ان تمام امور کے لیے بچتوں، تشکیل سرمایہ کی رفتار، سرمایہ کاری کے حجم، پیداوار اور سرمایہ کے تناسب، گذشتہ سال قومی آمدنی اور شرح ترقی اور آبادی کی شرح افزائش کے متعلق صحیح صحیح اعداد و شمار حاصل ہونے چاہئیں، اگر معاشی منصوبوں کی تشکیل کے لیے درست اعداد و شمار میسر نہ ہوں تو طے شدہ مقاصد کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی لیے ہر حکومت منصوبہ بندی کرتے وقت اعداد و شمار کی صحت پر خاص توجہ دیتی ہے اور انہیں اکٹھا کرنے کے لیے ایسا طریق کار اختیار کرتی ہے جس سے خامیوں

Marfat.com

اور کوتاہیوں کو محدود کیا جا سکے۔

6۔ معاشی بحران کے تدارک کی تدابیر Counter- Cyclical measures

قومی آمدنی کے مطالعہ سے گرمی بازاری یا خوشحالی Boom تنزل Decline معاشی بحران یا سرد بازاری Depression اور احیاء recovery کے ادوار کا علم ہو جاتا ہے جن کی روشنی میں مناسب زری اور مالیاتی پالیسیاں وضع کی جا سکتی ہیں۔ گرم بازاری کے دور میں اعتباری زر کے بے جا پھیلاؤ کو روکنے کی کوشش کرتا ہے اور سرکاری اخراجات کو کم کر کے ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کر دیتی ہے سرد بازاری کے دور میں مخالف دوری متلافیانہ پالیسی Anticyclical compensatory policy کے ذریعے گردش زر کو تیز کیا جاتا ہے اور ٹیکسوں میں رعائتیں دی جاتی ہیں۔ اس سے معاشی استحکام کے حصول میں بہت مدد ملتی ہے۔

7۔ بین الاقوامی تجارت میں اہمیت Importance of International Trade

ملک میں پیدا ہونے والی فاضل اشیا برآمد کی جاتی ہیں اور جن اشیا کی قلت ہو انہیں درآمد کرنا پڑتا ہے اگر ملک کی درآمدات برآمدات سے تجاوز کر جائیں تو توازن ادائیگی میں خسارہ پیدا ہوتا ہے اس کے برعکس برآمدات کا درآمدات پر تجاوز کرنا توازن ادائیگی کو موافق بناتا ہے اور ادائیگیوں اور وصولیوں کا مثبت فرق قومی آمدنی کا جزو بن جاتا ہے۔ توازن ادائیگی کی صورت حال تجارتی پالیسی وضع کرنے میں مدد دیتی ہے تاکہ ملکی اثاثوں میں اضافہ کیا جا سکے اور قومی آمدنی کو بڑھایا جا سکے۔

8۔ سطح روزگار کا تعین Determination of Employment level

قومی آمدنی کے مطالعہ سے اشیا اور خدمات کی مقدار کا پتہ چلتا ہے اور ان کی پیدائش کے لئے درکار انسانی اور مادی وسائل کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ کینز کے مطابق اگر اشیا اور خدمات کی مجموعی طلب میں اضافہ ہو جائے تو قومی آمدنی اور روزگار کی سطح دونوں بلند ہو جاتی ہیں۔ حکومت ایسی پالیسی وضع کرتی ہے جس سے روزگار کی سطح کو بلند کیا جا سکے۔ اس سے قومی پیداوار میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں کی قوت خرید میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

9۔ آجرین کیلئے اہمیت Importance for Entrepreneurs

Marfat.com

قومی آمدنی کے مطالعہ سے ملکی معیشت کے مختلف شعبوں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں اس سے آجرین کو پیشوں کے انتخاب اور انہیں سرمایہ کاری کرنے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ پسماندہ ممالک میں ایسے کئی شعبے ہوتے ہیں جن میں سرمایہ کاری کے مواقع موجود ہوتے ہیں۔ آجرین ایسے مواقعوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سرمایہ کاری کا خطرہ مول لینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے کاروبار کو ترقی دینے اور قومی پیداوار بڑھانے کا موقع ملتا ہے۔

۱۵۔ معیشت کے مختلف شعبوں کے متعلق معلومات
Analytical study of the Economy

قومی مطالعہ کے تفصیلی مطالعہ سے معیشت کے مختلف شعبوں کی انفرادی پیداوار، قومی دولت میں ہر ایک کا حصہ اور اس کی شرح ترقی کا پتہ چلتا ہے اس سے ہر شعبہ کی اہمیت کے تعین میں مدد ملتی ہے۔ جس شعبے میں ترقی کی رفتار نسبتاً سست ہوا سے تیز کرنے کیلئے مناسب اقدامات کئے جاتے ہیں۔ ہر شعبے میں توازن اور ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پاکستان میں ۷۹ - ۱۹۷۸ کے اعداد و شمار کے مطابق زراعت کا قومی دولت میں فیصد حصہ ۴۰.۴ ہے۔ صنعت کا فیصد حصہ 16.2 ہے۔ اسی طرح ۷۹ - ۱۹۷۸ کے شماریات کے مطابق گذشتہ سال کی نسبت زراعت کی سالانہ فیصد ترقی 4.2، صنعت کی ۴.۰ فیصد اور تعمیرات کی ۹ فیصد رہی۔ قومی شرح ترقی 6.3 فیصد تھی جسے تیز کرنے کے لئے حکومت مزید زری اور مالیات اقدامات کر رہی ہے۔

۱۱۔ سرمایہ اندوزی کا تخمینہ
Estimation about capital Accumulations

قومی آمدنی کے مطالعہ سے قومی بچتوں کی شرح کا پتہ چلتا ہے جس سے تشکیل سرمایہ ہوتا ہے یہی تشکیل شدہ سرمایہ اقتصادی ترقی کے منصوبوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں قومی آمدنی کا 5-7 فیصد اور بنگلہ دیش میں تین فیصد پس انداز کیا جاتا ہے جبکہ امریکہ اور کینیڈا میں قومی آمدنی کا 18 سے 25 فیصد تک پس انداز کر لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان جیسے پسماندہ ملک میں سرمایہ کی قلت کے پیش نظر بیرونی قرضوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

۱2۔ بیرونی قرضے
Forigen loans

اگر قومی آمدنی زیادہ اور سالانہ شرح ترقی بلند ہو تو بیرونی ممالک قرضے دینے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے۔ اس کے برعکس حالات میں بیرونی امداد کا حجم بھی کم ہو جاتا ہے۔ قرض دیتے وقت

Marfat.com

قرض واپس کرنے کی صلاحیت کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، ۱۹۷۵ء سے پہلے پاکستان کو ملنے والی بیرونی امداد کا حجم محض اس وجہ سے کم تھا کیونکہ ہماری قومی آمدنی اور سالانہ شرح ترقی کا معیار بہت پست تھا۔ دوسرے منصوبے کے دوران بیرونی امداد اور قرض خواہ ممالک کے اندازوں کے مطابق ہماری قرض اور سود واپس کرنے کی صلاحیت میں اضافہ قومی آمدنی اور سالانہ شرح ترقی کے مرہون منت ہے اس میں قرضوں کی واپسی کی صلاحیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

۱۳۔ علاقائی تفاوت دور کرنا
To remove regional disparity

قومی آمدنی کے اعداد وشمار ہر علاقہ کی معاشی حالت کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ان کی روشنی میں حکومت کم ترقی یافتہ علاقوں کی اقتصادی ترقی کے لئے موثر منصوبہ بندی کر کے اس علاقے کے عوام کو احساسِ محرومی سے بچا لیتی ہے اور ان کے معیار زندگی کو بلند کر کے ان کا تعاون حاصل کر لیتی ہے۔ علاقائی تفاوت کے خاتمے سے تمام علاقوں کے لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں اور ان کے شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ حکومت پاکستان بلوچستان اور صوبہ سرحد کے پسماندہ علاقوں کی اقتصادی ترقی کے لئے خاص طور پر توجہ دے رہی ہے۔

۱۴۔ معاشی نظاموں کا موازنہ
Comparative study of Economic system

مختلف معاشی نظاموں کے تحت مختلف ممالک کی قومی آمدنی کا تجزیہ ان نظاموں کے موازنہ کا موقع فراہم کرتا ہے اس سے معاشی نظام کے انتخاب میں مدد ملتی ہے تاکہ کم سے کم عرصہ میں قومی وسائل کے بہتر سے بہتر استعمال سے زیادہ سے زیادہ قومی دولت پیدا کی جا سکے اور فی کس آمدنی میں اضافہ کیا جا سکے۔ معاشی نظام کے انتخاب میں سالانہ شرح ترقی کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔

۱۵۔ غیر قانونی ذرائع کی روک تھام
Curbing illegal means of income

غیر قانونی ذرائع مثلاً سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری اور منافع خوری جیسی لعنتوں سے کمائی ہوئی دولت کو قومی آمدنی میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اس سے قومی آمدنی کے مطالعہ میں غیر قانونی ذرائع کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اگر ان ذرائع کی مناسب طریق پر تشہیر کی جائے اور عوام کو ان کے خلاف جہاد کے لئے تیار کیا جا سکے تو ان کی روک تھام اور انسداد میں بہت مدد ملے گی۔

Marfat.com

پاکستان میں فی کس آمدنی

Per Capita Income in Pakistan

دورِ جدید میں فی کس آمدنی کا تصور خاصی اہمیت اختیار کر گیا ہے اس سے کسی شخص کی قوتِ خرید اور معیارِ زندگی کا تعین کیا جاتا ہے۔ اگر فی کس آمدنی میں اضافہ کی شرح تیز ہو تو یہ اقتصادی ترقی کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے۔ اگر فی کس آمدنی میں اضافہ کی شرح سست ہو تو اس سے اقتصادی تنزل کی نشاندہی بھی کی جا سکتی ہے۔ گویا اقتصادی ترقی اور معیارِ زندگی کی پیمائش کے لئے فی کس آمدنی سے بہتر کوئی پیمانہ نہیں۔ فی کس آمدنی کسی ایک شخص کو ملنے والی اوسط رقم ہوتی ہے جس کے حصول کے لئے کل قومی پیداوار کو کل آبادی پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

فی کس آمدنی = کل قومی آمدنی / کل آبادی

1978-79 میں پاکستان کی کل آبادی = 7 کروڑ 91 لاکھ نفوس

1978-79 میں پاکستان کی کل قومی آمدنی = 50 ارب 30 کروڑ

1978-79 میں فی کس آمدنی = 50 ارب 30 کروڑ / 7 کروڑ 91 لاکھ = 646 روپے سالانہ

ماہوار فی کس آمدنی = 646 / 12 = تقریباً 54 روپے

پس فی کس آمدنی سے مراد وہ اوسط زری آمدنی ہو سال کے دوران ہر فرد کے حصہ میں آتی ہو فی کس آمدنی کے تصور سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر قومی آمدنی کو کل آبادی پر تقسیم کر دیا جائے تو ہر شخص کے حصہ میں کیا رقم آئے گی۔ اگرچہ اس تصور سے کسی ملک کے باشندوں کے معیارِ زندگی کا اندازہ لگانے میں ضرور مدد ملتی ہے۔ اگر فی کس آمدنی زیادہ ہو تو معیارِ زندگی بلند لیکن اگر فی کس آمدنی کم ہو تو معیارِ زندگی میں پست ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کے لوگوں کی فی کس آمدنی کے مطالعہ اور موازنے سے ان کی معاشی خوشحالی یا بدحالی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مختلف سالوں کی فی کس آمدنی کے موازنہ سے معاشی رجحانات کا اندازہ لگانا سہل ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں افراطِ زر کی وجہ سے فی کس زری آمدنی میں تو اضافہ ہو رہا ہے لیکن حقیقی آمدنی میں مسلسل کمی کا رجحان پایا جاتا ہے بضرورت

Marfat.com

فی کس زری آمدنی بڑھانے کی بجائے فی کس حقیقی آمدنی بڑھانے کی ہے اور ایسا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب آبادی کی افزائش کو گرفت میں رکھا جائے اور قومی وسائل کی تسخیر سے قومی آمدنی یعنی اشیاء اور خدمات کی مقدار میں اضافہ کیا جائے۔ اگر فی کس آمدنی سے لوگ اپنی ضروریات کے علاوہ کچھ سامان آسائش اور تعیش بھی خرید سکیں جس سے ان کی استعداد پر خوشگوار اثر پڑے تو یہ اعلیٰ معیار زندگی کی آئینہ دار ہوگی لیکن اگر زری فی کس آمدنی میں اضافہ کے باوجود لوگوں کیلئے ضروریات زندگی کو پورا کرنا ہی دشوار ہو تو یہ پست معیار زندگی کی نشاندہی کرے گا۔ عوام کو زری آمدنی کی بجائے حقیقی آمدنی سے سروکار ہوتا ہے۔ ۱۹۵۰-۵۱ میں ہماری فی کس آمدنی ۱۵۳ روپے تھی جبکہ اب اس سے تقریباً دگنی ہے۔ اس کے باوجود لوگ ۱۹۵۰-۵۱ میں زیادہ خوشحال تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت ۱۵۳ روپے کی قوت خرید تھی۔ لوگ اس آمدنی میں بھی مطمئن دکھائی دیتے تھے۔ آج دگنی فی کس آمدنی پانے کے باوجود ہر کوئی سر پیٹ رہا ہے کیونکہ یہ اضافہ محض زری ہے حقیقی نہیں۔ پاکستان میں فی کس آمدنی ایک تو انتہائی ناکافی ہے۔ دوسرے اس کے بڑھنے کی شرح انتہائی سست ہے۔ مثلاً ۱۹۵۰-۵۱ سے ۱۹۷۸-۷۹ تک تقریباً ۱۹ سالوں میں فی کس آمدنی محض دوگنی ہوئی ہے جبکہ مصارف زندگی cost of living یعنی اشیاء کی قیمتیں کم از کم دس گنا بڑھ چکی ہیں۔ ماضی میں لوگ تھیلی میں زر لے جاتے تھے اور تھیلوں میں اشیاء بھر کر لاتے تھے۔ آج تھیلوں میں روپیہ جاتا ہے اور ہتھیلی میں شے آتی ہے۔

قلیل فی کس آمدنی کے ساتھ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم نے صورت حال کو مزید تشویشناک بنا کر رکھ دیا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق ۹۰ فیصد گھرانے ایسے ہیں جن کی ماہوار آمدنی چار سو روپے سے بھی کم ہے اس سے قوم کی تنگدستی اور مفلسی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ بڑے بڑے تجار، صنعت کاروں زمینداروں، سرکاری افسروں کے علاوہ یہاں ہر شخص مہنگائی، مفلسی اور عسرت و یاس کی چکی میں پس رہا ہے، غریب طبقہ نان و نفقہ کا محتاج ہے۔ جبکہ امیر طبقہ عیش و عشرت کی زندگی کے مزے لوٹتا ہے۔ معین آمدنی کمانے والا گروہ سب سے زیادہ مظلوم ہے جسے اس کی سفید پوشی دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ اقوام متحدہ کے ایک سروے کے مطابق جس ملک کے باشندوں کی فی کس آمدنی ۱۰۰ ڈالر سے کم ہو اسے غریب ملکوں کی فہرست میں شامل کیا جاتا ہے اس لحاظ سے مغربی یورپ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا مشرق وسطیٰ کے تیل پیدا کرنے والے ممالک اور جاپان کے علاوہ ہر ملک مفلس ممالک کی فہرست میں آتا ہے۔

Marfat.com

ذیل کے گوشوارہ میں چند ممالک کی فی کس آمدنی کو واضح کیا گیا ہے۔

۱۹۷۲ء کی ساکن قیمتوں پر فی کس	خام قومی آمدنی
ملک	فی کس خام قومی آمدنی، امریکی ڈالر میں ۱۹۷۲ء میں
سوئٹزرلینڈ	5971
امریکہ	5815
سویڈن	5563
ڈنمارک	4770
فرانس ۔ مغربی جرمنی	4320
اسٹریلیا	4084
جاپان	3456
نیوزی لینڈ	3359
برطانیہ	2850
ایران	600
ترکی	476
بھارت	102
پاکستان	100

جن مشرق وسطیٰ کے تیل پیدا کرنے والے اسلامی ممالک کی فی کس آمدنی ۱۰۰ ڈالر سے زیادہ ان کے اعداد و شمار دلچسپی سے خالی نہیں

ملک	فی کس آمدنی ڈالر میں
کویت	8450
متحدہ عرب امارات	6740
قطر	5940
سعودی عرب	1300
عراق	640
لیبیا	2980
لبنان	870
شام	315

Marfat.com

پاکستان کی فی کس آمدنی میں اضافہ کی شرح کا اندازہ مندرجہ ذیل گوشوارہ سے ہوتا ہے

خام قومی پیداوار اور فی کس خام قومی آمدنی
بنیادی سال ۶۰ - ۱۹۵۹

سال	خام قومی پیداوار کروڑ روپے میں	آبادی کروڑ	فی کس خام قومی آمدنی (روپے)
1959-60	1680	4.50	373
1962-63	2000	4.89	400
1965-66	2508	5.32	471
1967-68	2763	5.63	490
1969-70	3234	5.97	542
1970-71	3230	6.14	525
1971-72	3274	6.33	517
1972-73	3515	6.52	539
1973-74	3755	6.72	559
1974-75	3834	6.92	554
1975-76	4021	7.12	561
1976-77	4135	7.34	551
1977-78	4515	7.56	597
1978-79	5030	7.79	646

گوشوارہ پر ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ پاکستان کی قومی پیداوار اور فی کس خام آمدنی میں اضافہ کی شرح نہایت تسلی بخش رہی ہے۔ پہلے دس سالوں میں یعنی ۶۰ - ۱۹۵۹ سے ۷۰ - ۱۹۶۹ تک خام قومی پیداوار اور فی کس آمدنی میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا رہا۔ ۷۱ - ۱۹۷۰ سے ۷۳ - ۱۹۷۲ تک خام قومی پیداوار میں تو اضافہ ہوا لیکن

Marfat.com

افزائش آبادی کی شرح تیز اور سرمایہ کاری کا عمل اتنا سست رہا کہ فی کس آمدنی میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہا۔ 75-1974 میں فی کس آمدنی پھر گر گئی 76-1975 سے تاحال حکومت کی بعض حقیقت پسندانہ پالیسیوں کی وجہ سے فی کس آمدنی اور خام قومی آمدنی میں اضافہ کا رجحان پیدا ہوا۔ امید ہے کہ 80-1979 کے دوران اس میں مزید اصلاح ہو جائے گی۔

پاکستان میں فی کس آمدنی میں کمی کی وجوہات

پاکستان میں فی کس آمدنی کم اور معیار زندگی پست ہونے میں مندرجہ ذیل اسباب کا بڑا حصہ ہے۔

۱۔ آبادی میں اضافہ

پاکستان میں تفریحی سہولتوں کی کمی اور جہالت اور ناخواندگی کی وجہ سے افزائش آبادی کی شرح دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور اس میں سال بہ سال اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ 1961 کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی ۴ کروڑ 75 لاکھ نفوس پر مشتمل تھی جو 1972 کی مردم شماری کے مطابق 6 کروڑ 53 لاکھ ہو گئی۔ 1961 کے اعداد و شمار کے مطابق فی مربع کلومیٹر ۵۴ افراد آباد تھے جبکہ 1972 میں فی مربع کلومیٹر آبادی کی گنجانی 82 ہو گئی۔ 1961 میں افزائش آبادی کی شرح 3 فیصد سالانہ تھی جو بڑھ کر 1972 میں 3.7 فیصد ہو گئی۔ اس کے مقابلے میں ایشیا کی سالانہ افزائش آبادی دو فیصد اور تمام دنیا کی 1.8 فیصد ہے۔ 1951 اور 1961 کے درمیان آبادی میں اضافہ 27 فیصد ہوا جبکہ 1961 سے 1972 کے درمیان اضافہ کی شرح 51 فیصد رہی۔ موجودہ شرح کے مطابق ہر سال ہماری موجودہ آبادی میں تیس لاکھ نفوس کا اضافہ ہو رہا ہے۔ طبی سہولتوں کی فراہمی اور ہیضہ، طاعون، ٹی بی، ملیریا جیسی وباؤں اور موذی بیماریوں پر قابو پا لینے سے شرح اموات میں کمی نے شرح افزائش آبادی کو مزید نمایاں کر دیا ہے۔ ماضی میں پنجسالہ منصوبوں کی بدولت تمام تر اقتصادی ترقی افزائش آبادی کی نظر ہو گئی اور عوام الناس کے معیار زندگی میں کوئی اضافہ نہ ہوا۔ منصوبہ بندی کمیشن کے مطابق تمام معاشی سرگرمیاں اور معیار زندگی میں اصلاح کی تمام امیدیں چٹان کے ساتھ ٹیچ کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔ گرم آب و ہوا کی وجہ سے جلد سن بلوغت کو پہنچنا اور چھوٹی عمر کی شادیاں، قدامت پرستی اور زیادہ بچوں کی خواہش۔ تفریحی سہولتوں کے فقدان، غریب و افلاس اور ناخواندگی افزائش آبادی میں اہم رول ادا کر رہی ہے۔ 1972 کی مردم شماری کے مطابق جمعیت محنت کا

Marfat.com

صرف بیس فیصد خواندہ تھا اور ۸۰ فیصد ناخواندہ۔ ہماری آبادی کا صرف ۳۰ فیصد جمعیت محنت پر مشتمل ہے باقی ۷۰ فیصد محض ان کی کمائی پر گزر اوقات کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں امریکہ اور کینیڈا میں جمعیت محنت آبادی کا 66 فیصد ہے۔ پاکستان میں اوسط عمر چالیس سال ہے جبکہ امریکہ میں ستر سال، پردہ کی وجہ سے ہمارے ملک میں مستورات معاشی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیتیں جبکہ امریکہ اور برطانیہ میں ۳۰ فیصد اور جاپان میں ۱۵ فیصد عورتیں معاشی سرگرمیوں میں براہ راست شریک ہوتی ہیں۔ پاکستان میں جمعیت محنت کا ۲۰ فیصد بیروزگار ہے۔ پڑھے لکھے افراد میں بیروزگاری زیادہ تشویشناک ہے۔ آبادی کا تقریباً نصف ۱۵ سال سے کم عمر کے لوگوں پر مشتمل ہے جو پیدائش دولت میں شریک نہیں ہوتے۔ اگر مستورات کو بھی نکال دیا جائے تو جمعیت محنت واقعی آبادی کے تیس فیصد ہی پر مشتمل ہے جس سے قومی پیدا وار کو ترقی دینے میں دشواریاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فی کس آمدنی میں اضافہ کی شرح تشویشناک حد تک غیر تسلی بخش ہے۔

2- قدرتی وسائل کی کمی Shortage of Natural Resources

پاکستان کے قابل کاشت اراضی میں صرف ۱۵ فیصد رقبے پر کاشت ہوتی ہے اور ۸۵ فیصد رقبہ بنجر اور بے آباد پڑا ہوا ہے۔ فی کس رقبہ ایک ایکڑ سے بھی کم ہے۔ ملک کے کل رقبہ میں سے صرف ۳ فیصد رقبہ پر جنگلات ہیں۔ معدنیات میں سونا چاندی جیسی قیمتی دھاتیں ناپید ہیں۔ کوئلہ، لوہا اور پیٹرول کی سالانہ پیداوار کے پیش نظر ۶۸ فیصد فولاد اور ۹۰ فیصد تیل درآمد کیا جاتا ہے۔ آبی وسائل کی قلت کی بنا پر سخت گرمی میں بجلی کی پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ سیم و تھور، سیلاب اور زمین کے کٹاؤ کی وجہ سے وسائل کا ضیاع ہو رہا ہے۔ گوشت خوری کی وجہ سے حیوانات کی تعداد میں تشویشناک حد تک کمی آرہی ہے جس سے اون دودھ، گوشت اور چمڑے کی کمی محسوس کی جا رہی ہے اور مذکورہ اشیاء کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ قدرتی وسائل کی کمی اور ان کے ادھورے استعمال کی وجہ سے شرح ترقی متاثر ہو رہی ہے جس سے فی کس آمدنی کم ہو رہی ہے

3 - زرعی پسماندگی اور زراعت پر بیجا انحصار Agricultural backwardness and its dependence

زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس کے باوجود اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ قطعات اراضی چھوٹے چھوٹے اور منتشر ہیں۔ طریق کاشت صدیوں پرانا دقیانوسی ہے۔ عمدہ بیجوں، کیمیائی کھاد اور کیڑے مار ادویات کا استعمال بہت کم ہے، ۹۰ فیصد زمینیں بارانی ہیں، سیم اور تھور، زرخیز ترین زمینوں کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ زمین کے

Marfat.com

کٹاؤ اور سیلاب کی وجہ سے ہر سال لاکھوں ایکڑ رقبہ اور فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں قرضہ کی سہولتیں ناکافی اور کسان جاہل اور قدامت پسند ہے یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی نسبت جہاں آبادی کا ۵سے ۱۰ فیصد زرعی پیشوں میں مشغول ہونے کے باوجود زرعی ضروریات میں خودکفیل ہیں جبکہ ہماری آبادی کا ۷۰ فیصد زراعت میں مصروف کار ہونے کے باوجود ہم کسی بھی زرعی ضروریات میں خودکفیل نہیں ہیں۔ ہماری فی ایکڑ پیداوار امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور آسٹریلیا جیسے کسی بھی ملک کی فی ایکڑ پیداوار سے کم ہے۔ زرعی پیداوار کم ہونے کی بنا پر زراعت پیشہ لوگوں کی فی کس آمدنیاں پست ہیں اور وہ تنگدستی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

۴۔ سرمایہ کی قلت Shortage of Capital

افزائش سرمایہ کا انحصار بچتوں پر اور بچتوں کا انحصار فی کس آمدنی پر ہوا کرتا ہے۔ پاکستان جیسے پسماندہ ملک میں قومی آمدنی کا معیار اور سطح بہت پست ہے اور افزائش آبادی کی شرح بہت تیز ہے اس لئے یہاں ۸۰-۱۹۷۹ کے تخمینوں کے مطابق فی کس آمدنی ۱۶۷۵ روپے ہے جس سے ضروریات زندگی کی خرید بھی بمشکل ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں کچھ پس انداز کرنا محال ہے بنکاری کی سہولتوں کی قلت، نمائشی اثر کے زور، لوگوں کی ناعاقبت اندیشی اور افراطِ زر کے اثرات کی وجہ سے پس انداز کرنے کی صلاحیت اور بھی محدود ہو گئی ہے۔ اس سے تشکیل سرمایہ کی رفتار سست پڑ گئی ہے۔ پاکستان میں قومی آمدنی کا بمشکل سات فیصد پس انداز کیا جاتا ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک میں قومی آمدنی کا ۱۵ سے ۲۰ فیصد تک بچا لیا جاتا ہے۔ سرمایہ کی قلت کی وجہ سے نہ تو وسائل کا کھوج لگایا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان سے بھرپور استفادہ کیا جا سکتا ہے نہ تو وسائل کے بھرپور استعمال کے لئے تحقیق و تجربات کئے جاتے ہیں اور نہ ہی طریق پیدائش میں جدت اور اختراع کی جا سکتی ہے۔ سرمایہ کی قلت کی وجہ سے غیر ملکی ذرائع پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان ۷۰ ارب روپے مقروض ہے غیر ملکی ذرائع پر بھروسہ قومی وقار کے بھی منافی ہے۔ غیر ملکی قرضوں کے ساتھ سیاسی اور معاشی شرائط بھی منسلک ہوتی ہیں جس سے قرضوں کی افادیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ سرمایہ کی قلت قومی پیداوار اور فی کس آمدنی میں کمی کا باعث بنتی ہے۔

۵۔ استعداد کار کی پستی Low Efficiency to work

ناخواندگی، قدامت پسندی، کمزور جسمانی صحت، دقیانوسی طریق پیدائش اور جغرافیائی حالات کی وجہ سے مزدور کی استعداد کار کا معیار بہت گھٹیا ہے۔ ایک پاکستانی کی نسبت ایک

Marfat.com

امریکی چار گنا زیادہ کام کر سکتا ہے۔ مخصوص سماجی اور معاشرتی حالات کی وجہ سے جمیعت محنت آبادی کی صرف 30 فیصد پر مشتمل ہے۔ پردہ سسٹم کی وجہ سے مستورات پیدائش دولت میں شریک کار نہیں ہوتیں۔ ہماری جمیعت محنت کا 20 فیصد بیروزگار ہے۔ معاشرہ محتاجوں اور بھکاریوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اس لیئے ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ محنت کا وقار اور وقت کی قدر مفقود ہے۔ وقت کا ضیائع کوئی بڑی بات نہیں سمجھا جاتا پست استعداد کار کی وجہ سے ملکی وسائل کا بھرپور استعمال نہیں ہوتا جس سے قومی پیداوار اور فی کس آمدنی کم ہوتی ہے۔

6۔ ناقص منصوبہ بندی Defective Planning

ماضی میں اقتصادی منصوبہ بندی کرتے وقت سیاسی مصلحتیں اور ذاتی مفادات مقدم رہے ہیں جس سے علاقائی تفاوت کو تقویت ملی اور معیشت کی معاشی ترقی غیر متوازن رہی۔ سیاسی مصلحتوں اور ذاتی مفادات کے تحفظ کے پیش نظر زرعی اصلاحات کے بلند بانگ دعوے کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوئے۔ صنعتی پالیسیوں نے اجارہ داریوں کو جنم دیا اور ارتکاز دولت کو تقویت بخشی جس سے طبقاتی کشمکش اور نفرت کو ہوا ملی۔ ہماری کلیدی صنعتوں کے قیام کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی۔ 33 سال گذرنے کے باوجود ہمارے ہاں کوئی سٹیل مل نہیں جبکہ بھارت میں 43 سٹیل ملیں دن رات پیدائش دولت میں مصروف ہیں اور کروڑوں ٹن فولاد تیار کر رہی ہیں جس سے انہیں اسلحہ میں خود کفالت حاصل کرنے میں بہت مدد ملی ہے۔ تاہم نے متوسط کاروباری طبقہ کو مفلوج کر دیا ناقص تجارتی پالیسی زرمبادلہ کے ضیائع کا باعث بنی۔ زرعی پالیسیوں نے مہنگائی کو جنم دیا اور جس سے متوسط طبقہ تباہ ہو گیا۔ مالیاتی پالیسیوں کے نفاذ میں معاشرتی عدل و انصاف کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھا گیا۔ ہر چھوٹے بڑے کاروبار کو قومی تحویل میں لینے کے خدشے نے سرمایہ کاری کے عمل میں رخنہ ڈالا اور سرمایہ کے بیرون ملک فرار کو تقویت بخشی۔ سیاسی عدم استحکام معاشی سرگرمیوں کی سست روی کا باعث بنی، ہر سیاست دان ملکی ترقی اور عوام کی فلاح کی بجائے اپنی کرسی کی حفاظت کا فکر مند رہا ہے۔ ایسے حالات میں قومی دولت کا کم ہو جانا اور سالانہ شرح ترقی کا سست روی سے فی کس آمدنی کا گر نا قدرتی امر ہے۔

7- غیر مساوی تقسیم دولت Inequitable Distribution of wealth

ناقص اقتصادی پالیسیوں اور منصوبہ بندی کی خامیوں کی وجہ سے دولت کی تقسیم عدل و انصاف کے تقاضوں کے منافی رہی ہے۔ امیر امیر تر ہوتا گیا ہے اور غریب غریب تر جس نے

Marfat.com

طبقاتی نفرت کو جنم دیا۔ ہماری قومی دولت کا بیشتر حصہ 22 خاندانوں کے قبضہ میں ہے اجارہ داریاں پوری طرح جڑ پکڑ چکی ہیں۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق خلیج کی صورت اختیار کر چکا ہے اور یہ خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی ہے۔ ارتکاز دولت نے غریب کو مایوسیوں اور محرومیوں کی تاریک گہرائیوں میں پھینکا اور امیر کو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے پر ابھارا۔ ارتکاز دولت سے پیداواری صلاحیتیں مفلوج ہوئی ہیں اس نے ہڑتالوں اور گھیراؤ جلاؤ تحریکوں اور دیگر تخریبی سرگرمیوں کو ہوا دی ہے جس سے قومی پیداوار اور فی کس حقیقی آمدنی بتدریج کم ہوتی گئی ہے

8 - سیاسی حالات Political conditions

سیاسی عدم استحکام، اندرونی خلفشار اور بیرونی جارحیت شاید اس ملک کا مقدر بن چکا ہے آزادی کے فوراً بعد 1948 میں کشمیر 1964 میں رن کچھ 1965 میں مغربی پاکستان اور 1971ء میں مشرقی اور مغربی پاکستان پر بھارتی جارحیت، 1968 میں ایوب اور 1977 میں بھٹو کے خلاف ملک گیر تحریکیں، 1968 کی گھیراؤ جلاؤ تحریک 1969 اور 1977 کے مارشل لاء، غیر مستحکم اور متزلزل سیاسی حالات کے باعث 1947 سے 1958 تک آٹھ حکومتوں کا بدلنا، 1970 کے عام انتخابات کے بعد ملک کا دولخت ہو جانا اور 1980 میں افغان مہاجرین کی آمد اور افغانستان پر روس کی جارحیت نے ایسے حالات پیدا کئے جن میں معاشی سرگرمیاں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔ سرمایہ کاری کا عمل رک گیا قومی آمدنی کم ہو گئی اور فی کس آمدنی گر گئی۔

۹- توازن ادائیگی میں خسارہ Disequilibrum in the Balance of Payment

پاکستان کی برآمدات میں کمی، درآمدت میں اضافہ اور نسبت درآمد و برآمد میں خرابی کی وجہ سے اس کے توازن ادائیگی میں خرابی رہی ہے۔ 78-1977 کے دوران درآمدات میں 20 فیصد اور برآمدت میں صرف سات فیصد اضافہ ہوا لہذا توازن ادائیگی میں خسارہ تقریباً 150 کروڑ ڈالر تھا۔ برآمدات میں کمی عالمی مقابلہ، بلند مصارف پیدائش، افزائش آبادی کی وجہ سے اندرونی صرف دولت میں اضافہ کی بنا پر ہوئی۔ درآمدی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ اور ترقیاتی منصوبوں کے لئے مشینوں، فالتو پرزوں، تیل اور صنعتی خام مال کی درآمدات نے توازن ادائیگی میں خسارہ پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ چونکہ خسارہ کو قومی آمدنی میں سے خارج کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے فی کس آمدنی بتدریج کم ہوتی گئی۔ ماضی میں حکومتیں اپنے غیر ترقیاتی اخراجات کے لئے خسارتی تکفل کا سہارا لیتی رہی ہیں جس سے کرنسی نوٹوں کی مقدار میں اضافہ ہوتا رہا۔ 70 ارب روپے

Marfat.com

کے بیرونی قرضے جن پر سالانہ چار ارب روپیہ بطور سود ادا کیا جاتا ہے قومی وسائل کی ترقی پر منفی اثرات مرتب کرتے رہے ہیں اور ان کا عمل اب بھی جاری ہے۔

۱۵۔ ذرائع آمد و رفت اور فنی مہارت Means of transport and Technical Know-how

ذرائع آمد و رفت اور رسل و رسائل کی بدولت قدرتی وسائل سے استفادہ ممکن ہو جاتا ہے اور عاملین پیدائش کے بہتر استعمال سے پیدائش دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت قدرتی وسائل کو مسخر کرنے میں مدد ملتی ہے اس سے قومی پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہوتا ہے اور فی کس آمدنی بڑھتی ہے۔

مذکورہ بالا اسباب کے علاوہ عوام کی سرد مہری اور قناعت پسندی بھی قومی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ میں رکاوٹیں ہیں۔ لوگ سماجی بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں وہ رسومات پر بے تحاشہ دولت لٹاتے ہیں۔ دیہی آبادی میں مقدمہ بازی کی لعنت جلتی پر تیل کا کام کرتی ہے۔ عوام میں اپنی فلاح و بہبود اور ترقی کرنے کا جذبہ مفقود ہے۔ وہ تقدیر پرست ہیں۔ اپنی تنگدستی کو بھی تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ وقت کا ضیاع عام ہے۔ جذبہ حب الوطنی سرد پڑ چکا ہے۔ یہ تمام عوامل قدرتی وسائل کو مسخر کرنے اور فی کس آمدنی میں اضافہ کرنے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹیں ہیں جن کا دور کرنا اشد ضروری ہے۔

فی کس آمدنی میں اضافہ کی تدابیر

Remedial Measures

۱۔ آبادی پر کنٹرول Population control

آبادی میں افزائش کی وجہ سے اقتصادی منصوبوں کا اثر زائل ہوتا جا رہا ہے اس لئے جب تک آبادی کی افزائش کو نہ روکا جائے گا اقتصادی ترقی بے معنی رہے گی۔ آبادی کنٹرول کے لئے محکمہ خاندانی منصوبہ بندی کی تشکیل نو ہونی چاہیئے۔ خاندانی منصوبہ بندی کا پیغام گھر گھر پہنچانے کے لئے اس کے دائرہ کار کو دیہاتوں تک پھیلایا جائے، علمائے کرام کا تعاون حاصل کیا جائے۔ ادویات اور طبی مشوروں کے لئے شفا خانے قائم کئے جانے چاہیئں۔ ادویات سستی اور غیر مضر ہونی چاہیئے۔ شادی کی عمر قانونی حد بڑھا کر ۱۸ - ۲۰ سال کر دینی چاہیئے۔ دو سے زیادہ بچے رکھنے والے کنبوں پر زائد ٹیکس لگا کر بڑے کنبے کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیئے۔ چھوٹے

Marfat.com

کنبے کے بچوں کے ساتھ سکول میں داخلوں کے وقت ترجیحی سلوک روا رکھا جانا چاہیے۔ نشر و اشاعت اور وسیع پیمانے پر تشہیر کے ذریعے لوگوں کو خاندانی منصوبہ بندی کی ضرورت اور اہمیت سے روشناس کرایا جانا چاہیے۔

2۔ صنعتی ترقی Industrial Development

79-1978ء کے اعداد و شمار کے مطابق قومی دولت میں صنعتی پیداوار کا حصہ صرف 13.4 فیصد ہے جو بہت قلیل اور ناکافی ہے اس سے ملک کی اقتصادی حالت میں خامیاں نمایاں طور پر سامنے آ جاتی ہیں۔ اشیائے صرف کے معاملہ میں تو ہم خود کفیل ہیں لیکن اشیائے سرمایہ اور صنعتی خام کے معاملہ میں 67 فیصد اور ایندھن کی ضروریات کے لئے 90 فیصد بیرونی ممالک کے دست نگر ہیں۔ اگر مادی وسائل کو مسخر کرنے کے لئے سرمایہ، فنی تربیت، ناظمانہ صلاحیتیں فراہم کر دی جائیں تو غربت و افلاس کا منحوس چکر ٹوٹ سکتا ہے اور قومی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ اس سے فی کس آمدنی میں تو اضافہ ہوگا اس کے ساتھ دوسرے ممالک کی دست نگری اور بیروزگاری بھی ختم ہو جائے گی اور توازن ادائیگی جیسے مسائل کو حل کرنے کا بھی موقعہ مل جائے گا۔ موجودہ صنعتوں کی کارکردگی کا معیار اور قوت پیداواری بہت پست ہے اگر فرسودہ مشینوں کی بدل کاری کیساتھ ساتھ جدت و اختراع کا عمل بھی جاری رہے تو موجودہ پیداواری صلاحیت سے بھرپور استفادہ کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ مناسب زری، مالیاتی اور تجارتی پالیسیوں کی بدولت صنعتی ترقی کی شرح کو تیز کیا جا سکتا ہے۔

3۔ زرعی ترقی Agricultural Development

پاکستان میں کوئی معاشی سرگرمی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتی جب تک زراعت کی ترقی کے لئے مناسب منصوبہ بندی کی جائے۔ فی ایکڑ پیداوار بڑھانے کے لئے منتشر قطعات ارضی کی انتقال، تعاونی کاشت کے نفاذ، مشینی کاشت کے فروغ، عمدہ بیج اور کیمیائی کھاد کے استعمال قرضوں اور آبپاشی کی سہولتوں کی فراہمی۔ کاشت کی قدامت پسندی کے خاتمے اور نظام اراضی میں اصلاح سے زراعت میں انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ مشینی کاشت کے فروغ کے لئے سستے اور آسان شرائط پر قرضوں کی سہولتیں فراہم کرنی چاہیے۔ زرعی اجناس کی قیمتوں میں استحکام کے لئے (Price support) پالیسی پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ سیم و تھور کے انسداد کے لئے ٹیوب ویلوں کا جال بچھانا ناگزیر ہے۔ اس سے آبپاشی کے مسائل حل کرنے

Marfat.com

میں بھی مدد ملے گی۔ گوداموں کی تعمیر، زرعی اجناس کی فروختگی کے لئے تعاونی انجمنوں کا قیام اور فصلوں کو کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے لئے ادویات کا چھڑکاؤ مفید نتائج برآمد کرنے کا باعث بنے گا۔

۴۔ سرمایہ اندوزی Capital Accumulation

سرمایہ اندوزی کا انحصار بچتوں پر ہوتا ہے۔ بچتوں میں کمی کی وجہ سے سرمایہ اندوزی کی رفتار بہت سست ہے۔ پاکستان میں قومی آمدنی کا تقریباً سات فیصد پس انداز کیا جاتا ہے جو ناکافی ہے اس طرح ہمیں سرمایہ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے بیرونی وسائل سے قرضے لینا پڑتے ہیں۔ پاکستان ۵۷ ارب روپے کے قرضوں تلے دبا ہوا ہے جن پر سالانہ چار ارب روپیہ بطور سود ادا کیا جاتا ہے اگر بنکوں کی شاخوں کو دیہاتی علاقوں تک پھیلایا جائے۔ شرح سود میں اضافہ کیا جائے۔ عوام کو سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کی جائے۔ غیر ضروری اشیائے صرف کی درآمد بند کر دی جائے تو ملکی بچتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔ حکومت کی پرائز بانڈز سکیم مختلف بنکوں کی بچتوں کی سکیمیں بہت مثبت نتائج پیدا کر رہی ہیں۔ دیہی علاقوں میں مستور بیروزگار افراد کو دیہی ترقی کے سلئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ اقتصادی منصوبہ بندی Economic Planning

اقتصادی منصوبہ بندی کے ذریعے ملک کے تمام بیکار وسائل کو بروئے کار لا کر قومی دولت میں اضافہ کرنا چاہیئے۔ صنعت و حرفت اور زراعت و تجارت میں مربوط اور متوازن ترقی قومی دولت کی سطح کو بلند کرنے میں بہت مدد دے گی۔ صنعتوں میں صرفی اشیاء کے ساتھ اشیائے سرمایہ کی صنعتوں، کلیدی صنعتوں کے ساتھ گھریلو صنعتوں، درآمدی نعم البدل پیدا کرنے والی اشیاء کی صنعتوں سے ساتھ برآمدی اشیا پیدا کرنے والی صنعتوں کے فروغ و ترقی، تجارتی فصلوں کے ساتھ خوراک کی پیداوار کیلئے متناسب نسبت سے وسائل کی تقسیم ہونی چاہیئے تاکہ معیشت کا کوئی بھی شعبہ تشنہ نہ رہ جائے۔ اقتصادی منصوبہ بندی کرتے وقت حالیہ ضرورتوں کی نسبت مستقبل کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جن صنعتوں کے لئے اشیائے خام اندرون ملک دستیاب ہو یا جو زرمبادلہ کما یا بچا سکتی ہوں ان کے قیام اور فروغ کو ترجیح دی جانی چاہیئے۔ ان کے ساتھ ساتھ بھاری کلیدی صنعتوں مثلاً لوہے اور فولاد کے کارخانے وغیرہ کو نمایاں اہمیت دی جانی چاہیئے۔

Marfat.com

Technical Know-how
Social Conditions

۶۔ فنی مہارت اور سماجی حالات

فنی تربیت کے لئے فنی اداروں کا قیام ناگزیر ہے۔ عام تعلیمی اداروں کے مزید قیام کی بجائے فنی اداروں کا قیام ملکی معیشت کے لئے بہت کارآمد ہوگا۔ فنی اداروں کے عملہ اور آلات وکتب کے لئے وسائل کی دستیابی معاشی حالات کو سدھارنے اور ملکی وسائل کو بروئے کار لانے میں بہت مددگار ثابت ہوگی۔ فنی تعلیم کے فروغ کے لئے وظائف مثبت نتائج برآمد کریں گے۔

قومی آمدنی کو بلند کرنے اور فی کس آمدنی بڑھانے کے لئے مشنری جذبہ، کام کی لگن۔ ترقی کا عزم، احساس ذمہ داری، اسلامی اقدار اور نظام معیشت کا اپنانا مثبت نتائج برآمد کرے گا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں دیانت داری اور ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دینا حب الوطنی کی نشانی ہے اسلامی نظام معیشت کے اپنانے سے حلال وحرام کی تمیز پیدا ہو جائے گی۔ سود کی لعنت سے نجات ملے گی۔ استحصال کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم ختم ہو جائے گی اور ہر شخص کو اس کے کئے کا صحیح پھل مل جائے گا۔ اس سے طبقاتی نفرت کا بھی خاتمہ ہوگا۔

Full Utilization of
resources

۷۔ وسائل کا بھرپور استعمال

اگر سطح زمین پر اس کے نیچے اور اوپر، خشکی اور سمندروں پر نئے وسائل کی تلاش کی بھرپور کوششیں کی جائیں اور ان کی تلاش اور کھوج کے بعد انہیں مسخر بھی کر لیا جائے اور بروئے کار لاکر ان سے بھرپور استفادہ کیا جائے تو قومی دولت میں اضافہ کے ساتھ فی کس آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ مثلاً بلوچستان معدنی دولت سے مالا مال ہے۔ اس کا سروے کیا جائے۔ پنجاب میں لوہے اور تیل کے ذخائر کا پتہ چلا ہے اس پر تحقیق کی جائے۔ سندھ اور پنجاب کی بہت سی زمینوں کو ہموار کر کے اور آبپاشی کی سہولتیں فراہم کر کے قابل کاشت بنایا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے دریاؤں کا بیشتر پانی بلا استعمال بحیرہ عرب میں چلا جاتا ہے اس کے استعمال سے بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ سرحد کے کئی علاقوں میں جنگلات لگائے جا سکتے ہیں۔ وہاں جنگلات لگائے جائیں۔ ذرائع آمدورفت کی ترقی سے بہت سی مادی وسائل کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ پنجاب اور سندھ کے دریاؤں کا پانی سیلاب کی شکل میں تباہی کا باعث بنتا ہے اس پانی کو ذخیرہ کر کے خشک موسم میں اسے آبپاشی کے لئے استعمال کیا جائے وغیرہ۔ مذکورہ اقدامات سے قومی دولت اور فی کس آمدنی میں اضافہ کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

Marfat.com

۸- عزم و جرأت Intiative and Drive

پاکستان قدامت پسند اور قناعت پسند ہیں۔ وہ ہر اچھے بُرے نتیجے کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان میں ترقی کرنے کا شوق اور جذبہ مفقود ہے اگر تعلیم اور صحیح تربیت کے ذریعے ان میں ترقی کرنے کا جذبہ پیدا کر دیا جائے تو وہ اپنی صلاحیتوں کو کام میں لا کر قومی تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ معاشی ترقی کے لیے عوام میں ترقی کا جذبہ پیدا کرنا ناگزیر ہے۔ تعلیم و تربیت سے ان میں شعور پیدا ہوگا۔ وہ اپنی حالت سدھارنے کے لئے میدان میں کود پڑیں گے۔ ان کی مخفی تعمیری اور تخلیقی صلاحیتیں اجاگر ہوں گی۔ ان میں وقت کے ضیائع کا احساس پیدا ہوگا۔ محنت کی عظمت پیدا ہوگی اور وہ تن من دھن سے ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے لئے قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ تعلیم و تربیت سے انہیں اپنی صلاحیتوں اور استعداد کار کا علم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

باب ۱۹

قومی آمدنی اور روزگار کا تعین

DETERMINATION OF NATIONAL INCOME & EMPLOYMENT

قومی آمدنی کے معینات

پچھلے باب میں قومی آمدنی کے مختلف تصورات کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس باب میں قومی آمدنی یا پیداوار پر اثرانداز ہونے والے ان عوامل کا مطالعہ کیا جائے گا۔ جو قومی آمدنی میں تبدیلیاں لانے کا باعث بنتے ہیں۔ اس ضمن میں اگر ہم مندرجہ ذیل قومی آمدنی کی مساواتوں کا تجزیہ کریں تو یہ عوامل کھل کر ہمارے سامنے آجائیں گے۔

قومی آمدنی کی مختلف مساواتیں۔

ا۔ آمدنی = صرفی اخراجات + بچت (i) ..... $Y = C + S$

کسی بھی معاشی نظام میں لوگ اپنی محنت کے صلہ کا معاوضہ یعنی آمدنی کی صورت میں حاصل کرتے ہیں۔ وہ اس آمدنی کا ایک حصہ اشیائے صرف پر خرچ کر دیتے ہیں اور دوسرا حصہ بعض مقاصد کے پیشِ نظر بچا لیتے ہیں۔ لہٰذا اگر لوگوں کے صرف کے اخراجات اور ان کی بچتوں کو جمع کر لیا جائے تو قومی آمدنی معلوم ہو جاتی ہے۔

اس مساوات کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قومی آمدنی کو معین کرنے والے عوامل میں "صرفی اخراجات" اور "بچتیں" شامل ہیں۔ یعنی ان میں کمی یا بیشی قومی آمدنی کی سطح میں تبدیلی لا سکتی ہے۔

(ii) آمدنی = صرفی اخراجات + سرمایہ کاری (ii) ..... $Y = C + I$

مذکورہ بالا مساوات کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک کی آمدنی اس کے جملہ اخراجات پر مشتمل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مساوات کا تجزیہ کرنے والے عوامل میں اس قوم کے "صرفی اخراجات" اور "سرمایہ کاری" کا لازمی عمل دخل ہے۔ یعنی اگر ان دو عوامل میں تبدیلی ہو جاتے تو قومی آمدنی کی سطح بھی بدل جاتی ہے۔ دونوں مساواتوں کو یکجا کرنے سے

$$Y = C + S$$

$$Y = C + I$$

Marfat.com

اس میں صرفی اخراجات کی مد مشترک ہے لہٰذا

بچت = سرمایہ کاری $S = I$

اب اگر سرکاری شعبہ اور بین الاقوامی تجارت کو بھی مطالعہ کا حصہ بنالیا جائے تو قومی آمدنی کی مندرجہ ذیل دو مساواتیں بنتی ہیں۔

(iii) قومی آمدنی = صرفی اخراجات + سرمایہ کاری + سرکاری شعبہ کے کل اخراجات + برآمدات

$$Y = C + I + G + X \quad \ldots\ldots (iii)$$

ہر مساوات قوم کے کل اخراجات کی نمائندگی کرتی ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ قومی آمدنی کو معین کرنے کے لیے نہ صرف "صرفی اخراجات" اور "سرمایہ کاری" کا عمل دخل ہے بلکہ ان کے علاوہ "سرکاری شعبہ میں ہونے والے غیر ترقیاتی و ترقیاتی اخراجات" اور "ملکی برآمدات پر ہونے والے غیر ملکی اخراجات بھی قومی آمدنی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یعنی یہ عوامل بھی قومی آمدنی کو معین کرنے میں برابر کے شریک ہیں۔

(iv) قومی آمدنی = صرفی اخراجات + بچت + ٹیکس + درآمدات پر ملکی اخراجات

$$Y = C + S + T + M \quad \ldots\ldots (iv)$$

مذکورہ مساوات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قوم کے افراد اپنی آمدنیوں کو کس طرح تصرف میں لاتے ہیں۔ اس مساوات کے مطابق "صرفی اخراجات" اور "بچتوں" کے علاوہ حکومت کے "ٹیکس" اور قوم کے "درآمدات پر ہونے والے اخراجات" بھی قومی آمدنی کو متاثر کرتے ہیں۔

اگر تیسری اور چوتھی مساواتوں کو یکجا کیا جائے تو

$$Y = C + I + G + X$$

$$Y = C + S + T + M$$

صرفی اخراجات دونوں مساواتوں میں مشترک ہیں لہٰذا

$$I + G + X = S + T + M$$

گویا توازن کے لیے ضروری ہے کہ سرمایہ کاری بچتوں کے برابر ہو ورنہ افراطی یا تفریطی شگاف پیدا ہوگا۔ سرکاری اخراجات اور ٹیکسوں کے ذریعے آمدنی برابر ہو ورنہ سالانہ بجٹ یا تو خسارہ کا بجٹ ہوگا یا فاضل بجٹ۔ درآمدات کی ادائیگیاں اور برآمدات سے وصولیاں بھی یکساں ہونی چاہئیں ورنہ ادائیگیوں کا توازن بگڑ جائے گا۔

اگر قومی آمدنی کی مساوات قوم کے صرفی پہلو کو پیش نظر رکھ کر بنائی جائے تو

قومی آمدنی = اجرت + سود + لگان + منافع + ٹیکس + کاروباری بچتیں + فرسودگی کا الاؤنس

Marfat.com

$$Y = W + i + R + P + T + S + DA \quad \ldots\ldots (v)$$

اگر قومی آمدنی کی مساوات شخصی آمدنیوں کے نقطۂ نگاہ سے تشکیل دی جائے تو

قومی آمدنی = صرف + بچت + ٹیکس

$$Y = C + S + T \quad \ldots\ldots (vi)$$

اگر ان مساوات کا تجزیہ کیا جائے۔

قومی آمدنی = صرف + سرمایہ کاری + سرکاری اخراجات + برآمدات - درآمدات

قومی آمدنی = صرف + بچت + ٹیکس تو قومی آمدنی =

سرمایہ کاری + سرکاری اخراجات + برآمدات = بچت + ٹیکس + درآمدات

$$I + G + X = S + T.M.$$

اگر ہم اپنے مطالعہ کو مذکورہ بالا مساوات تک ہی محدود رکھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مندرجہ ذیل عناصر قومی آمدنی کو معین کرنے میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

(a) صرفی اخراجات (b) سرمایہ کاری (c) بچتیں (d) سرکاری شعبہ کے کل اخراجات

(e) حکومت کے وصول کردہ ٹیکسوں کی مقدار (f) ملکی برآمدات پر غیر ملکی کل اخراجات

(g) درآمدات پر کیے جانے والے کل ملکی اخراجات

تفاعلِ صرف Consumption Function

میلانِ صرف Propensity to consume

معاشی نظام میں آمدنیاں حاصل کرنے والوں کے طرزِ عمل کا مطالعہ کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ عموماً حاصل کردہ آمدنیوں کا کچھ حصہ وہ اشیا کے صرف پر خرچ کر دیتے ہیں اور باقی حصہ (جو عموماً کم ہوتا ہے) بچا لیتے ہیں۔ ان کی آمدنیوں میں تبدیلی کے باعث ان کا طرزِ عمل بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اگر ان کی آمدنی میں اضافہ ہو جائے تو وہ اپنا روزمرہ کا خرچ بڑھا دیتے ہیں اور آمدنی میں کمی کی صورت میں ان کا طرزِ عمل اس کے اُلٹ ہوتا ہے۔ یعنی صرفی اخراجات میں کمی کر دیتے ہیں۔ یعنی آمدنی اور صرفی اخراجات ایک رشتہ میں منسلک ہیں۔ اگر ہم آمدنی کے لیے Y بطور رمزی علامت کے استعمال کریں اور صرفی اخراجات کے لیے C بطور رمزی علامت کے استعمال کریں تو ریاضیاتی طور پر ان دو تفاعل کے درمیان جو رشتہ پایا جاتا ہے۔ اس کو اس طرح سے لکھا جا سکتا ہے۔

$C = f(y)$ اور اسے یوں پڑھا جاتا ہے۔

Consumption is a function of income

Marfat.com

یعنی صرف آمدنی کا تفاعل ہے اور اس رشتہ کے پیشِ نظر آمدنی (y) آزاد متغیر ہے جب کہ صرف (c) تابع متغیر ہے۔

اگر آزاد متغیر یعنی آمدنی میں تبدیلی ہو تو تابع متغیر صرف میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ورنہ صرف ساکن رہتا ہے۔

(۱) اوسط میلانِ صرف — Average Propensity to Consume

کسی فرد یا قوم کے کل صرفی اخراجات اور اس فرد یا قوم کی کل آمدنی میں ایک خاص مدت کے دوران جو نسبت پائی جاتی ہے اسے میلانِ صرف کہتے ہیں۔ میلانِ صرف صرفی اخراجات اور آمدنی کی مختلف سطحوں پر مختلف ہوتا ہے۔ یعنی اگر قابلِ تصرف آمدنی اور صرفی اخراجات کا ایک گوشوارہ بنایا جائے تو ہر سطح پر اوسط میلانِ صرف بدل جائے گا۔ حقیقی آمدنی میں اضافہ کی صورت میں میلانِ صرف کم ہو جاتا ہے۔ جب کہ آمدنی میں کمی کی صورت میں میلانِ صرف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اوسط میلانِ صرف کو ایک فارمولے کے ذریعے مختصراً یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔

$$c : y \quad \text{or} \quad \frac{c}{y}$$

کل صرفی اخراجات : کل آمدنی یا $\frac{\text{صرفی اخراجات}}{\text{کل آمدنی}}$

عملی مثال:۔ فرض کریں کسی قوم کی آمدنی 5000 کروڑ ہے اور اس کا صرفی خرچ 4000 کروڑ ہے تو اس قوم کا اوسط میلانِ صرف حسب ذیل ہوگا۔

صرفی خرچ : آمدنی یعنی 5000 : 4000

$\frac{\text{کل صرفی خرچ}}{\text{کل آمدنی}}$ یعنی $\frac{4000}{5000}$ $\frac{4}{5}$ .8

APC = Total consumption/total income

اسی طرح سے کسی فرد کا اوسط میلانِ صرف بھی معلوم کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ میلانِ صرف سے مراد صرف کی خواہش نہیں بلکہ "حقیقی صرف" ہے۔ جو آمدنی سے متوقع ہے۔ نیز جے۔ایم کینز کے نزدیک مجموعی صرف بھی اہمیت کا حامل ہے۔

(۲) مختتم میلانِ صرف — Marginal peopensity to consume

Marfat.com

(۲) مختتم میلانِ صَرف سے مراد ہے "اضافہ شدہ صَرفی خرچ اور اضافہ شدہ آمدنی میں باہمی تناسب۔ Ratio of a small change in consumption to a small change in income ہر فرد اور قوم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے اور جب اس کی آمدنی میں فی الواقعی اضافہ ہوجاتا ہے تو وہ اپنے صَرفی خرچ میں بھی اضافہ کردیتی ہے۔ یعنی روزمرہ کی ضروریات کی اشیاء پر پہلے سے زیادہ خرچ کرتی ہے۔ چنانچہ جس قدر صَرف کے اخراجات میں اضافہ ہوا ہے اور جتنا قومی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے۔ ان دونوں متغیرات میں جو نسبت پائی جاتی ہے اسے "مختتم میلانِ صَرف" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سے جب بعض وجوہات کی بناء پر قومی آمدنی پہلے کی نسبت کم ہوجائے تو صَرفی خرچ بھی لازماً کم کرنا پڑتا ہے اور اس طرح سے مختتم میلانِ صرف معلوم کرنے کے لیے ہمیں صَرفی خرچ میں کمی اور قومی آمدنی میں کمی کے درمیان باہمی تناسب معلوم کرنا ہوگا۔ چنانچہ مختتم میلانِ صرف یوں معلوم کیا جاسکتا ہے۔

$$\text{صَرفی خرچ میں اضافہ یا کمی : قومی آمدنی میں اضافہ یا کمی} = \frac{\text{صَرفی خرچ میں تبدیلی}}{\text{قومی آمدنی میں تبدیلی}} = \frac{\Delta C}{\Delta Y}$$

'ΔC' صَرف میں معمولی تبدیلی کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ 'ΔY' قومی آمدنی میں تبدیلی کو ظاہر کرتا ہے۔ اب ہم مختتم میلانِ صرف کے تصوّر کو ایک ریاضیاتی مثال سے واضح کرتے ہیں۔ ان دو متغیرات میں جو تفاعل رشتہ پایا جاتا ہے۔ اس کے تحت 'ΔC' تابع متغیر ہے۔ جب 'ΔY' آزاد متغیر ہے اور ان کو ریاضیاتی طور پر یوں لکھا جاسکتا ہے۔

$\Delta C = f\ (\Delta Y)$ اور اسے یوں پڑھا جاتا ہے۔

ΔC is a function of ΔY,

ریاضیاتی مثال سے مختتم میلانِ صَرف کی یوں وضاحت کی جاسکتی ہے۔

فرض کریں کسی قوم کی آمدنی = 5000 کروڑ

" " " کا صَرفی خرچ = 4000 "

" " " کی اضافہ شدہ آمدنی = 6000 "

" " اضافہ شدہ صَرفی خرچ = 45000 "

پس قومی آمدنی میں اضافہ = 6000 - 5000 = 1000 کروڑ

اور صرفی خرچ میں اضافہ = 4500 - 4000 = 500 "

$$\text{پس مختتم میلانِ صرف (MPC)} = \frac{\Delta C}{\Delta Y} = \frac{500}{1000} = \frac{1}{2} = .5$$

نوٹ:۔ Δ کو یونانی زبان میں ڈیلٹا کہتے ہیں۔ علم ریاضی میں اس سے مراد معمولی تبدیلی لی جاتی ہے۔

Marfat.com

اب ہم مذکورہ بالا دونوں تصورات یعنی "میلانِ صرف" اور "مختتم میلانِ صرف" کی وضاحت گوشوارے اور گراف کی مدد سے کرتے ہیں۔

میلانِ صرف اور "مختتم میلانِ صرف" کا گوشوارہ

مختتم میلانِ صرف = $\frac{\Delta C}{\Delta Y}$ = صرفی خرچ میں اضافہ / قومی آمدنی میں اضافہ	(3) میلانِ صرف = $\frac{C}{Y}$ = صرفی خرچ / قومی آمدنی	(2) صرفی خرچ CONSUMPTION	(1) قابل تصرف قومی آمدنی DISPOSABLE INCOME	
		Rs.	Rs.	
—	$1.1 = \frac{1700}{1500}$	1,700	1,500	A
$0.6 = \frac{300}{500}$	$1.0 = \frac{2000}{2000}$	2,000	2,000	B
$0.5 = \frac{250}{500}$	$.9 = \frac{2250}{2500}$	2,250	2,500	C
$0.4 = \frac{200}{500}$	$0.8 = \frac{2450}{3000}$	2,450	3,000	D
$0.3 = \frac{150}{500}$	$0.7 = \frac{2600}{3500}$	2,600	3,500	E
$0.2 = \frac{100}{500}$	$0.6 = \frac{2700}{4000}$	2,700	4,000	F
$0.1 = \frac{50}{500}$	$0.5 = \frac{2750}{4500}$	2,750	4,500	G

مندرجہ بالا گوشوارہ کے مطالعہ سے ہمیں مندرجہ ذیل حقائق کا پتہ چلتا ہے

(i) جیسے جیسے قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے صرفی خرچ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ ابتدائی سال میں قوم مقروض ہو جاتی ہے یا منفی بچتیں کرتی ہے۔ یعنی پہلی بچتوں کو زیرِ استعمال لا کر خرچ کو پورا کرتی ہے۔

(ii) صرفی خرچ میں اضافہ کی شرح آمدنی میں اضافہ کی شرح سے کم ہے۔ یعنی صرفی خرچ میں اضافہ اس نسبت سے نہیں ہوتا۔ جس نسبت سے قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے دوسرے الفاظ میں 'ΔY' ہمیشہ 'ΔC' سے زیادہ ہوتا ہے۔ گوشوارے میں پہلے عرصہ کے دوران قومی آمدنی میں اضافہ 500 کے برابر ہے۔ جب کہ صرفی اخراجات میں اضافہ 300 کے برابر ہے۔ اور یہ رجحان آخر تک برقرار رہتا ہے۔ جے۔ ایم کینز نے آمدنی اور صرفی خرچ کے بڑھنے کے اس رجحان کو اپنے تجزیئے کا بنیادی اصول بیان کیا ہے۔

Marfat.com

(iii) مختتم میلانِ صرف اور اوسط میلانِ صَرف کا موازنہ کرنے سے اس امر کا بھی انکشاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ کینز نے بیان کیا ہے کہ مختتم میلانِ صَرف، ہمیشہ اوسط میلانِ صَرف سے کم ہوتا ہے۔

(iv) نہ صرف مختتم میلانِ صرف ہمیشہ اوسط میلانِ صرف سے کم ہوتا ہے بلکہ مختتم میلانِ صرف آمدنی کے بڑھنے کے ساتھ بدستور کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیونکہ جس شرح سے آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اس سے کم شرح پر قوم اپنے صَرفی اخراجات میں اضافہ کرتی ہے۔

(v) کینز کا اخذ کردہ یہ نتیجہ بھی اس گوشوارہ سے ثابت ہے کہ قوم کا مختتم میلانِ صرف ہمیشہ مثبت اور اکائی سے کم ہوتا ہے۔ کیونکہ قومی آمدنی میں جتنی اضافہ صَرفی خرچ میں جتنی اضافے سے ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ گوشوارہ کے مطابق پہلے پانچ عرصوں میں قومی آمدنی میں لگاتار 500 اضافہ ہوتا گیا ہے۔ جب کہ صَرف میں اضافہ پہلے 300، پھر 250، پھر 200 اور یہ رجحان آخر تک قائم رہتا ہے۔

ان حقائق کے علاوہ ان تصورات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ غریب طبقہ کے لوگوں اور پسماندہ ممالک میں مختتم میلانِ صَرف نسبتاً ترقی یافتہ ممالک اور امیر طبقہ کے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ قومی معیشت کو درست کرنے کے لیے جب معاشی پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں۔ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔

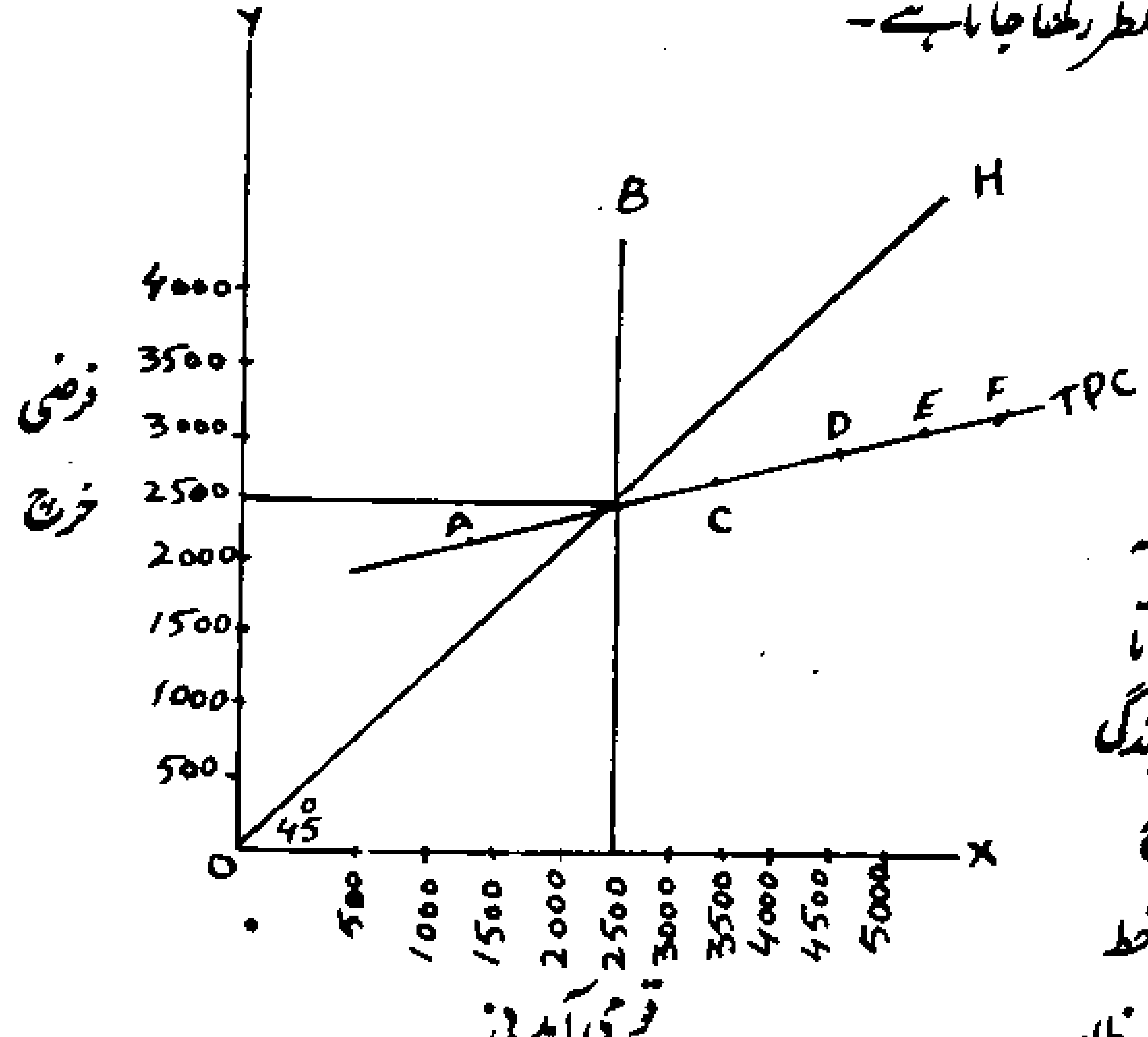

اس ڈائیگرام میں محور OX پر قومی آمدنی اور محور OY پر صَرفی خرچ کی پیمائش کی جا رہی ہے۔ OH امدادی خط ہے۔ جو دونوں محوروں سے مساوی فاصلہ پر واقع ہے۔ یعنی 45° کا زاویہ بناتا ہے۔ TPC خط صَرفی خرچ کی نمائندگی کرتا ہے۔ نقطہ "A" صَرفی خرچ کے محور کے نزدیک اور امدادی خط کے اوپر واقع ہے۔ جو اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ صَرفی خرچ قومی آمدنی سے زیادہ ہے۔ جب کہ نقطہ "B" جو امدادی خط کے اوپر اور دونوں محوروں سے مساوی فاصلہ پر واقع ہے۔ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ صرفی خرچ اور آمدنی

Marfat.com

مساوی ہیں - جب کہ نقاط D , C جو آمدنی کے محور کے نزدیک اور امدادی خط کے نیچے واقع ہیں - اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ آمدنی صرفی خرچ سے زیادہ ہے - یعنی معاشرہ مثبت بچتیں کر رہا ہے نقطہ 'B' جہاں پر صرفی خرچ اور آمدنی برابر ہیں Break-even point یا نقطہ مساوات یا انقطاع کہلاتا ہے - اس نقطہ پر بچتیں صفر کے برابر ہوتی ہیں -

مختتم میلانِ صرف

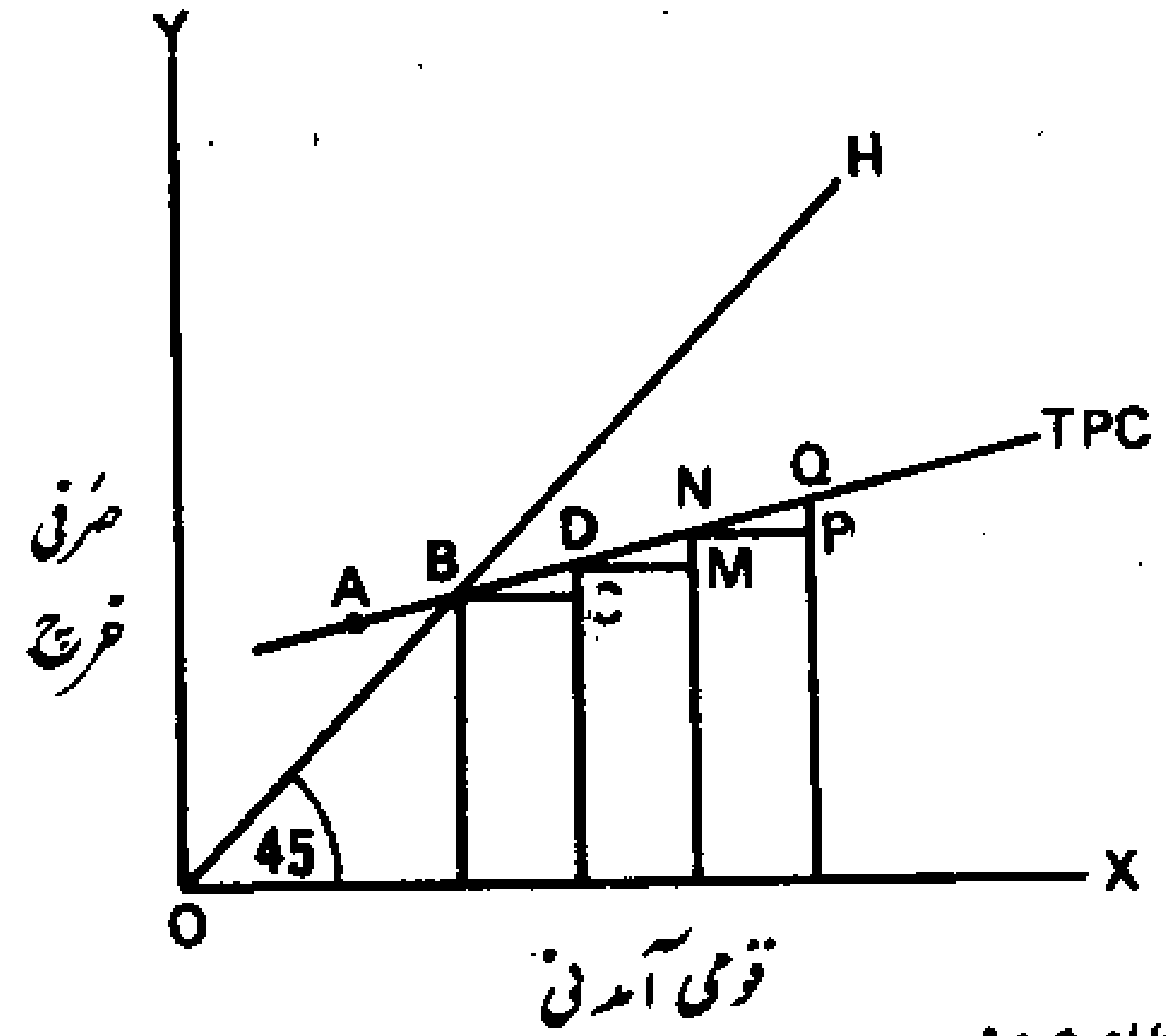

اس ڈایگرام میں OX محور پر قومی آمدنی اور OY محور پر صرفی خرچ کی پیمائش کی گئی ہے - TPC مجموعی صرفی خرچ کا خط ہے - جب کہ OH امدادی خط ہے جو دونوں محوروں سے مساوی فاصلے پر واقع ہے - نقاط A, B, D, N, Q صرفی خط پر واقع ہیں - اب ہم نقاط کے درمیان مختتم میلانِ صرف معلوم کرنا چاہتے ہیں - اب ہم ان دونوں نقاط سے بالترتیب OX اور OY کے متوازی خطوط کھینچتے ہیں - جس سے ایک تکون BCD بن جاتی ہے - جو قائمہ الزاویہ ہے - اب اس کے وِتر BD کا جھکاؤ معلوم کرنا مقصود ہے جو مختتم میلانِ صرف کے برابر ہوگا اور جیومیٹری کے مطابق اس کا فارمولا ہے - $\frac{\text{عمود}}{\text{قاعدہ}}$ چنانچہ عمود DC کے برابر ہے - جب کہ قاعدہ BC کے برابر ہے - اگر غور 'DC' اور 'BC' کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا - یہ علی الترتیب صرفی خرچ میں اضافہ اور آمدنی میں اضافہ کی نمائندگی کرتے ہیں - لہذا مذکورہ دو نقاط کے درمیان مختتم میلان صرف $\frac{DC}{BC}$ کے برابر ہوگا - اسی طرح سے نقاط DN اور NQ کے درمیان بھی مختتم میلانِ صرف معلوم کیا جا سکتا ہے - جیسا کہ تکون 'DMN' اور 'NPQ' سے ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا نقاط کے درمیان میلانِ صرف بالترتیب $\frac{NM}{DM}$ اور $\frac{PQ}{NP}$ کے برابر ہوگا - پس گراف کے لحاظ سے مختتم میلانِ صرف خط کے جھکاؤ کے برابر ہوتا ہے - اور اگر یہ جھکاؤ کم ہو یعنی خط کا رجحان چپٹا ہو تو مختتم میلانِ صرف کم ہوتا ہے -

میلانِ صرف کے معینات

میلانِ صرف کو معین کرنے میں دو قسم کے عوامل کارفرما ہوتے ہیں ا- خارجی یا بیرونی عوامل (ب) اندرونی یا داخلی یا نفسیاتی عوامل -

ا- خارجی یا بیرونی عوامل - Objective factors

Marfat.com

(i) آمدنی کی تقسیم ۔ ملک میں زیادہ آمدنی پانے والوں کا میلان صرف کم آمدنی پانے والوں کی نسبت کم ہوتا ہے ۔ اگر ارتکازِ دولت چند ہاتھوں میں ہو تو بچت کا رجحان بڑھتا ہے ۔ امیر لوگوں کی صرفی خواہشات اس قدر شدید نہیں ہوتیں جس قدر غریب لوگوں کی ہوتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ دولت بڑھنے سے غریبوں کا میلانِ صرف بڑھتا ہے ۔ جب کہ امیروں کا کم ہوتا ہے ۔ چنانچہ ملک میں آمدنی کی مساوی تقسیم میلانِ صرف میں اضافہ اور غیر مساوی تقسیم میلانِ صرف میں کمی کا باعث بنتی ہے ۔

(ii) نفسیاتی عوامل ۔ امریکہ جیسے متمول معاشرہ میں فنی اور سائنسی ترقی کی بدولت اشیائے صرف کی اس قدر بہتات اور افراط ہوتی ہے کہ ان کی کمیابی کا تصور مسدود ہو گیا ہے ۔ وہاں اشیاء کی رسد طلب سے تجاوز کر جاتی ہے اور صرف کی ایک خاص سطح پر مستحکم ہو جاتا ہے ۔ آجرون کو اشیاء کی فروخت کے لیے نشر و اشاعت کا سہارا لینا پڑتا ہے اور وہ بے تحاشا روپیہ اشتہار بازی پر خرچ کرتے ہیں ۔ ایک اندازہ کے مطابق امریکہ میں مصارفِ پیدائش کا ۳۰ فیصد اشتہار بازی کے مصارف پر مشتمل ہوتا ہے ۔ صارفین اشیاء کی قیمتوں سے متاثر تو نہیں ہوتے البتہ نفسیاتی طور پر اشتہار بازی سے متاثر ہو کر اشیاء خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں ۔ امریکہ اور جاپان جیسے متمول معاشرہ میں اثرِ نمائش کے تحت ہر سال کاروں کے ماڈل بدل دیئے جاتے ہیں تاکہ صارفین نیا ماڈل خرید کر اپنی انا کی تسکین کر سکیں ۔

سیال اثاثے ۔ اگر لوگوں کے پاس سیال اثاثوں مثلاً زرِ نقد ، بانڈ وغیرہ کی کافی مقدار موجود ہو تو ان میں میلانِ بچت کم اور میلانِ صرف بڑھ جاتا ہے ۔ اگر سیال اثاثے کم ہوں تو بچت کا رجحان بڑھ جاتا ہے جب کہ میلانِ صرف کم ہو جاتا ہے ۔

زر کی رسد ۔ اگر زری پالیسی کے تحت زر کی رسد کو محدود کرنے کی خاطر مرکزی بنک تمسکات کی خریداری کا عمل شروع کر دے تو صرفی اخراجات بھی کم ہو جاتے ہیں ۔ دوسری طرف اگر زر کی رسد میں اضافہ ہو تو شرح سود میں کمی واقع ہو جاتی ہے ۔ جس سے سرمایہ کاری کا عمل تیز ہوتا ہے آمدنی اور روزگار کی سطح بلند ہوتی ہے اور صرفی اخراجات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے ۔

قیمتوں کے اثرات ۔ قیمتوں میں کمی سے صارفین کی حقیقی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے ۔ جس سے صرفی اخراجات میں بھی اضافہ ہوتا ہے ۔ اس کے برعکس اگر قیمتوں میں اضافہ ہو جائے تو صارفین کی حقیقی آمدنی میں کمی سے صرفی اخراجات بھی کم ہو جاتے ہیں ۔

آبادی ۔ اگر کنبہ بڑا ہو تو میلانِ صرف زیادہ ہو گا ۔ جب کہ چھوٹے کنبے کا میلانِ صرف بھی کم ہوتا ہے ۔ اگر کنبہ کے بیشتر افراد حصولِ علم میں مصروف ہوں تو میلانِ صرف میں مزید اضافہ ہو جائے گا ۔ اگر آبادی کا بیشتر حصہ شہروں میں آباد ہو تو میلانِ صرف بلند ہو گا جب کہ دیہی علاقوں میں رہائش پذیر

Marfat.com

افراد کا میلانِ صرف کم ہوگا۔ بشرطیکہ دونوں علاقوں میں رہائش پذیر افراد کی فی کس آمدنیاں یکساں ہوں۔

مالیاتی پالیسی ۔ اگر مالیاتی پالیسی مرتب کرتے وقت ٹیکسوں کی شرح زیادہ کردی جائے تو قابلِ تصرف آمدنی کم ہو جاتی ہے ۔ اس کے برعکس حالات میں قابلِ تصرف آمدنی بڑھ جاتی ہے ۔ چنانچہ پہلی صورتِ حال میں میلانِ صرف کم ہوجاتا ہے ۔ جب کہ دوسری صورت میں بڑھ جاتا ہے ۔ متزائد ٹیکسوں سے میلانِ صرف کو بڑھایا جا سکتا ہے ۔ جب کہ متناسب ٹیکس میلانِ صرف میں کمی کا باعث بنتے ہیں ۔ بلند شرح سود بچتوں کی ترغیب دیتا ہے ۔ جس سے میلانِ صرف کم ہوجاتا ہے۔

شرح سود ۔ بلند شرح سود بچتوں کی ترغیب دیتا ہے ۔ جس سے میلانِ صرف کم ہوجاتا ہے ۔ جب کہ شرح سود میں کمی میلانِ صرف کو تقویت دیتی ہے ۔

قیمتوں کا رجحان ۔ اگر قیمتوں میں بڑھنے کا رجحان پایا جائے تو میلانِ صرف بڑھ جاتا ہے۔ چونکہ لوگ بچتوں کی بجائے صرف کو ترجیح دیتے ہیں ۔ برعکس حالات میں میلانِ صرف کم ہوجائے گا۔

کاروباری توقعات ۔ اگر مستقبل میں زیادہ آمدنی کی توقع ہو تو اس کے باعث میلانِ صرف بڑھ جاتا ہے ۔ وگرنہ کم ہو جاتا ہے ۔

فیشن پرستی ۔ یہ رجحان میلانِ صرف میں اضافہ کا باعث بنتا ہے ۔ جب کہ قدامت پسندی اس کے برعکس نتائج کی حامل ہوتی ہے ۔

نقدیت کی ترجیح ۔ اگر یہ ترجیح زیادہ ہو تو میلانِ صرف پر ضرب پڑے گی وگرنہ اس کے برعکس ۔ دورانِ جنگ لوگوں کی نقدیت کی ترجیح زیادہ قوی ہوتی ہے ۔ جب کہ امن کے دور میں نقدیت کی ترجیح کم ہوجاتی ہے اور میلانِ صرف بڑھ جاتا ہے ۔

اتفاقیہ منافع اور خسارہ ۔ اتفاقیہ منافع میدانِ صرف میں اضافے کا باعث بنتا ہے جب کہ خسارہ اس سے برعکس حالات کو جنم دیتا ہے ۔

بچت کا رجحان ۔ اگر بچت کا رجحان بڑھ جائے تو میلانِ صرف گرنا شروع ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر لوگ بچتیں کم کرنے کا رجحان اختیار کریں تو میلانِ صرف بڑھ جاتا ہے۔

اسلامی رجحان ۔ ایسا معاشرہ جس میں اسلامی رجحان غالب ہو گا اس میں آمدنی کی تقسیم میں عدم مساوات کی کیفیت کو ختم کر دیا جائے گا ۔ زکوٰۃ ، صدقہ ، خیرات ، یتیموں اور بیواؤں کے حقوق کا خیال غریب طبقہ کے لوگوں کو پہلے سے زیادہ ذرائع مہیا کرے گا اور اس طرح سے میلانِ صرف بڑھ جائے گا ۔

(ب) اندرونی یا نفسیاتی عوامل Subjective factors

Marfat.com

(a) ناگہانی ضروریات - کا خیال میلانِ صَرف کو پست کرتا ہے اور پس اندازی کے رجحان کی پرورش کرتا ہے۔

(b) مستقبل کا خیال - بھی میلانِ صَرف کو کم کرتا ہے - چونکہ لوگ بچوں کی تعلیم، شادی وغیرہ کے لیے بچتیں کرتے ہیں۔

(c) مستقبل میں سرمایہ کاری کا خیال - بھی بچتوں کے جذبہ کو اُبھارتا اور بڑھاتا ہے جس سے میلانِ صَرف پر زد پڑتی ہے۔

(d) بچتوں کا جذبہ - بعض لوگوں میں بچتوں کا جذبہ از خود پایا جاتا ہے - جو میلانِ صَرف کے منافی ہے۔

(e) نمائش اور وقار کا خیال - بھی بچتوں کے رجحان میں اضافہ کرتا ہے اور میلانِ صَرف میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

(f) کاروباری اداروں کی نفسیات - اگر ان اداروں کا رجحان کاروبار میں توسیع کرنے اور مستقبل کے موقعوں سے فائدہ اٹھانے کا ہو تو میلانِ صَرف میں کمی ہو جاتی ہے اور اگر اس سے اُلٹ رجحان پایا جائے تو میلانِ صَرف بڑھ جاتا ہے ـــــ تقسیمِ دولت کو متاثر کرنے والے ادارے محرک کاروبار، محرک زرِ نقد، محرک بلند آمدنی اور محرک مالی دُور اندیشی کے تحت میلانِ بچت میں اضافہ اور میلانِ صرف میں کمی کا باعث بنتے ہیں - کاروباری ادارے کاروبار کو وسعت دینے کی خاطر سرمایہ کاری کے عمل کو تیز کرنے کے لیے بچتیں کرتے ہیں۔ مستقبل کے ناگہانی حالات مثلاً کسادبازاری کے دور میں مالی حالت کو مضبوط بنانے کے لیے اور کاروباری ساکھ کو بہتر اور مضبوط رکھنے کے لیے صَرفی اخراجات کو پست کر کے پس انداز کرتے ہیں۔

کینز کے مطابق داخلی اور خارجی عوامل نارمل حالات میں تفاعلِ صرف پر طویل عرصہ میں ہی اثر انداز ہوتے ہیں - اگر حالات غیر معمولی نوعیت اختیار کر لیں تو تفاعلِ صَرف عرصہ قلیل میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔

(g) جہالت اور عیش پرستی - میلانِ صَرف میں اضافہ کرتی ہے - چونکہ لوگ اس مقولے پر عمل کرتے ہیں کہ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست"۔ لیکن اگر لوگ خواندہ اور دُور اندیش ہوں تو میلانِ صرف نسبتاً کم ہوگا۔

(h) نفسیاتی عوامل - بعض لوگ محض لُطف و سرور، بعض کوتاہ اندیشی، بعض نمود و نمائش اور بعض محض فضول خرچی کی عادت کی بنا پر صَرفی اخراجات کو بلند سطح پر رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

Marfat.com

KEYNE'S PSYCHOLOGICAL LAW OF CONSUMPTION

کینز کا قانون صَرف

جے۔ ایم۔ کینز نے "آمدنی اور صرفِ دولت" کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد تفاعلِ صَرف کے متعلق ایک قانون وضع کیا ہے۔ جس کو کینز کا نفسیاتی "قانونِ صَرف" کہا جاتا ہے۔ اس قانون میں کینز نے مندرجہ ذیل تین بنیادی نتائج بیان کیے ہیں۔

(i) جب کسی ملک کی قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو اس قوم کا صَرفی خرچ بھی پہلے سے بڑھ جاتا ہے۔ لیکن اس تبدیلی میں خاص قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ جس شرح سے قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے نسبتاً کم شرح سے صَرفی خرچ میں اضافہ ہوتا ہے۔

(ii) جب کسی قوم کی آمدنی بڑھتی ہے تو اس کے باعث قوم کے خرچ اور اس کی بچتوں دونوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(iii) جب کسی قوم کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو اضافہ شدہ آمدنی کا کچھ حصہ صَرف کی نَذر ہوجاتا ہے اور باقی حصہ بچتوں میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

کینز کے قانونِ صرف کے مفروضات۔ جے۔ ایم۔ کینز کے اس قانون صَرف کی بنیاد مندرجہ ذیل تین مفروضات پر رکھی گئی ہے۔

(i) صرف کا انحصار آمدنی پر ہوتا ہے یعنی صرف آمدنی کا تفاعل ہے۔ میلانِ صرف مستحکم ہوتا ہے۔ یعنی میلانِ صرف میں تبدیلی نہیں آتی۔ نفسیاتی طور پر لوگوں کی عادات تبدیل نہیں ہوتیں اور تفاعل پر اثر انداز ہونے والے تغیر پذیر عوامل مثلاً آمدنی کی تقسیم، قیمتوں کا معیار، آبادی کی افزائش وغیرہ کم و بیش اصلی حالت میں رہتے ہیں اور وہ تفاعلِ صَرف پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

(ii) دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ ملک کے سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی حالات میں کوئی غیر معمولی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ مثلاً جنگ، افراط یا تفریط زر ارضی وسماوی آفات رونما نہیں ہوتیں۔

(iii) کینز کا تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ ملک میں آزاد معیشت اور سرمایہ دارانہ نظام رائج ہوتا ہے۔ جس میں لوگوں کو ہر قسم کے معاشی فیصلے کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ کیونکہ اگر حکومت مداخلت کرے تو صرفِ دولت کے انداز بدل جاتے ہیں۔

(iv) ملک کی تمام ضروریات اندرونِ ملک پیدا شدہ دولت سے ہی پوری کرلی جاتی ہیں۔ یعنی معیشت بند ہے اور اشیاء کی درآمد و برآمد نہیں ہوتی۔

کینز کا قانونِ صرف جن بنیادی حقائق اور مفروضات پر مبنی ہے۔ ان کا بغور مطالعہ کرنے سے ہمیں ایسی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ جو کسی معیشت کی آمدنی اور روزگار کے معیار کے متعلق

Marfat.com

بہت اہمیت رکھتی ہیں اور ان کے متعلقہ مسائل کو حل کرنے میں ہمارے لیے مشعلِ راہ کا کام دیتی ہیں۔ یہ اہم معلومات مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ تفاعل صرف مستحکم ہوتا ہے۔ اس کو متعین کرنے والے داخلی اور خارجی عوامل عرصہ قلیل میں تبدیل نہیں ہوتے۔ اس لیے جب آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو صرفی اخراجات میں اضافہ تو ہوتا ہے۔ لیکن یہ اضافہ آمدنی میں اضافہ کی نسبت کم ہوتا ہے۔ گویا مختتم میلانِ صرف مثبت تو ہوتا ہے لیکن یہ ہمیشہ اکائی سے کم ہوتا ہے۔

۲۔ آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مختتم میلانِ صرف میں بتدریج کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ جب کہ مختتم میلانِ بچت میں اضافہ۔

۳۔ آمدنی میں اضافہ کے ساتھ بچتیں اور صرفی اخراجات دونوں پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۴۔ آمدنی میں اضافہ دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ صرف اور بچت۔ صرف کی نسبت آمدنی میں جتنا اضافہ ہوتا ہے وہ بچت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

کینز کے نفسیاتی قانونِ صرف کی روشنی میں آمدنی میں اضافہ کی صورت میں صرفی اخراجات اور بچتوں دونوں پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ آمدنی میں کمی سے صرف اور بچتوں دونوں پر اثر پڑتا ہے۔ یعنی یہ کم ہو جاتی ہیں۔

کینز کے قانونِ صرف کے مطابق میلانِ صرف مستحکم ہوتا ہے اور مختتم میلانِ صرف اکائی سے کم ہوتا ہے۔ لہٰذا آمدنی میں اضافہ اور صرفی اخراجات میں کمی کی وجہ سے بچت کا شگاف پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے پُر کرنے کے لیے سرمایہ کاری کرنا ضروری ہوتا ہے ورنہ عملِ پیدائش کو وسیع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس سے آمدنی اور روزگار دونوں میں اضافہ ہوتا ہے اور صرفی اخراجات میں کمی کی وجہ سے پیدا ہونے والا رخنہ بھی دُور ہو جاتا ہے۔ اس قانون سے سرمایہ کاری کی اہمیت اور ضرورت اجاگر ہوتی ہے۔

(ii) **بیش پیداواری کا امکان** ۔ اس قانون میں پروفیسر سے کے قانون منڈیات کا ردِعمل پایا جاتا ہے۔ چونکہ اس قانون کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ملک میں بیش پیداوار کا امکان ہوتا ہے۔ چونکہ مجموعی صرف آمدنی کی نسبت کم رہ جاتا ہے۔ اسی لیے مجموعی پیداوار مجموعی طلب سے بڑھ جاتی ہے۔ اور بیروزگاری کا خدشہ لاحق ہو جاتا ہے۔

مختتم استعدادِ سرمایہ میں تنزل کا رجحان ۔ چونکہ میلانِ صرف پائیدار اور مستحکم ہوتا ہے۔ اس لیے آمدنی میں اضافہ کے باوجود صرفی اخراجات میں اسی شرح سے اضافہ نہیں ہوتا۔ اس سے قیمتوں اور منافع کی شرحیں گرنے لگتی ہیں۔ سرمایہ کی مختتم استعداد میں تنزل کی وجہ سے سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ مختتم استعداد سرمایہ میں گرنے کے رجحان کو روکنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ نہ میلانِ صَرف کو بلند کرنا ممکن ہوتا ہے اور نہ ہی مختتم استعداد سرمایہ میں تنزل پذیری کو روکا جاسکتا ہے۔ سرمایہ کاری میں حوصلہ شکنی کی وجہ سے ملک میں معاشی ترقی کی رفتار رُک جاتی ہے۔

وسعتِ آمدنی کے متعلق پیشگوئی۔ میلانِ صَرف مستحکم ہونے کی بنا پر آمدنی میں اضافہ کی صورت میں قبل از وقت بچتوں اور سرمایہ کاری میں تبدیلی کی بابت پیش گوئی کرنا ممکن ہوتا ہے۔ تفاعلِ صَرف کی مدد سے سرمایہ کاری کی وجہ سے ضارب اور اسراع کی باہمی عمل کاری سے قومی آمدنی پر مرتب ہونے والے اثرات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ گویا اصولِ ضارب میلانِ صَرف سے ہی اخذ کیا گیا ہے۔

کینز کا نفسیاتی قانونِ صَرف تجارتی چکروں کے مختلف ادوار کی وضاحت کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ جب معاشی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں اور روزگار اور آمدنی کی سطح بلند ترین مختتم میلانِ صَرف اکائی سے کم ہوتا ہے۔ اس لیے صَرفی اخراجات آمدنی سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ مجموعی طلب مجموعی رسد سے کم رہ جاتی ہے۔ مختتم استعدادِ سرمایہ گرجاتی ہے۔ سرمایہ کاری کا عمل یا تو رُک جاتا ہے یا سُست ہوجاتا ہے۔ اس سے معیشت میں تنزّل پذیری کا رجحان پیدا ہوجاتا ہے جو بالآخر کسادبازاری کے دَور پر ختم ہوتا ہے۔ سَرد بازاری یا تجارتی چکر کے پست ترین نقطہ پر صارفین چونکہ ایک خاص معیارِ صَرف کو برقرار رکھتے ہیں۔ اس لیے معیشت میں احیاء کے آثار نمودار ہوجاتے ہیں۔ اشیاء کی قیمتیں اور استعدادِ سرمایہ بڑھتی ہیں۔ سرمایہ کاری کو تقویت ملتی ہے جس سے تجارتی چکر پستی سے بلندی کی طرف رجوع کرلیتا ہے۔

(iii) طویل المیعاد سَرد بازاری۔ چونکہ صَرف کے اخراجات آمدنی کی رفتارِ افزائش سے پیچھے رہ جاتے ہیں اور مختتم میلانِ صَرف اکائی سے کم ہونے کی وجہ سے آمدنی کے بڑھنے کے ساتھ بچتوں میں اضافہ تیز ہوجاتا ہے اور جس قدر بچتیں معرضِ وجود میں آتی ہیں وہ سرمایہ کاری کا رُخ اختیار نہیں کرتیں۔ جس کے باعث طویل المیعاد سَرد بازاری معیشت کو گھیر لیتی ہے۔ چنانچہ اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھی سرمایہ کاری کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

(iv) تجارتی چکر کا جواز۔ اس قانون سے ہمیں تجارتی چکروں کے مختلف ادوار کے لیے بھی جواز ملتا ہے۔ چونکہ صرف آمدنی سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اشیاء پیدا کرنے والوں کی وصولیاں کم ہوجاتی ہیں اور تجارتی چکر کا رُخ نیچے کو مڑجاتا ہے۔ اسی طرح سے دیگر ادوار کے لیے بھی جواز ملتا ہے۔

(v) زائد بچتیں۔ اس قانون کے مطالعہ سے زائد بچتوں کے نظریہ کی وضاحت بھی ہوتی

Marfat.com

ہے ۔ چونکہ مختتم میلانِ صَرف اکائی سے کم ہوتا ہے ۔ اس لیے آمدنی میں اضافہ کی صورت میں بچتوں کے بڑھنے کی رفتار تیز تر ہو جاتی ہے ۔ اس طرح معیشت میں زائد بچتیں معرضِ وجود میں آتی ہیں ۔

تفاعلِ بچت THE SAVING FUNCTION

بچت سے مراد کسی شخص یا قوم کی قابلِ تصرّف آمدنی کا وہ حصہ ہے جو اشیائے صرف پر خرچ کرنے کے بعد بچ رہے ۔ دوسرے الفاظ میں صَرف کو ملتوی کر کے دولت جمع کرنا بچت کہلاتا ہے ہر شخص اور قوم اپنی آمدنی کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے ۔ جس میں سے ایک حصّہ اشیائے صرف پر خرچ کر لیا جاتا ہے ۔ جب کہ دوسرا حصہ پس انداز کر لیا جاتا ہے ۔ مثلاً ایک شخص کی آمدنی ۱۰۰۰ روپے ماہوار ہے ۔ جس میں سے وہ ۹۰۰ روپے اشیائے صَرف پر خرچ کر دیتا ہے اور باقی ۱۰۰ روپے جو تصرّف میں نہیں آتے ۔ یہ اس شخص کی بچت شمار کیے جاتے ہیں ۔ اسی طرح سے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی قوم کی قابلِ تصرّف آمدنی ۲۰۰۰ کروڑ ہے اور اس میں سے وہ قوم اشیائے صَرف پر ۱۸۰۰ کروڑ خرچ کر دیتی ہے تو اس قوم کی بچت (۱۸۰۰-۲۰۰۰) = ۲۰۰ کروڑ ہوگی ۔

بچت کا انحصار آمدنی پر ہوتا ہے ۔ آمدنی میں کمی بیشی سے بچت میں بھی کمی بیشی پیدا ہوتی ہے ۔ گویا آمدنی ایک آزاد متغیر ہے ۔ جب کہ بچت تابع متغیر ۔ ان دونوں متغیرات میں تفاعلی رشتہ پایا جاتا ہے ۔ یعنی

$$S = f(Y)$$

بچت اور میلانِ بچت میں بنیادی طور پر فرق پایا جاتا ہے ۔ کسی خاص آمدنی پر پس انداز کی گئی رقم کو بچت کہا جاتا ہے ۔ جب کہ میلانِ بچت سے مراد وہ رجحان ہوتا ہے جو آمدنی کی مختلف سطحوں پر رقوم پس انداز کرنے کے لیے پایا جاتا ہے ۔ تفاعلِ بچت تفاعلِ صَرف کا تکمیلی جزو ہے ۔ تفاعلِ صَرف کی طرح تفاعلِ بچت بھی پائیدار اور مستحکم ہوتا ہے ۔ تفاعلِ صَرف اور تفاعلِ بچت کو متعین کرنے والے اندرونی اور بیرونی عوامل یکساں ہیں ۔

بچت کے عوامل

بچت کا انحصار مندرجہ ذیل دو عوامل پر ہے ۔

(i) بچت کرنے کی قوت (ii) بچت کرنے کا ارادہ

ان دونوں عوامل کی بیک وقت موجودگی بچت کاری کے عمل کو تقویت بخشتی ہے ۔ اگر کسی

Marfat.com

شخص میں بچت کرنے کی قوت تو ہو۔ لیکن وہ ایسا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو بچت معرضِ وجود میں نہ آئے گی۔ چونکہ ایسا شخص اپنی آمدنی کو کسی نہ کسی طرح سے صرف کرے گا۔ اسی طرح بچت کرنے کا ارادہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ اگر بچت کرنے کی قوت نہ ہو تو بچتیں معرضِ وجود میں نہ آئیں گی۔ لہٰذا ان دونوں عوامل کی اہمیت بچتوں کے لیے مسلّمہ ہے۔

(ا) بچت کرنے کی قوت۔ کسی شخص کی بچت کرنے کی قوت کا دارومدار اس کی آمدنی اور خاندانی ذمہ داریوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر دو آدمیوں کی آمدنی ایک جیسی ہو۔ لیکن ایک کا کنبہ بڑا ہو تو اس کی بچت کرنے کی استعداد نسبتاً کم ہوگی۔ اسی طرح سے اگر دونوں میں ایک کی آمدنی دوسرے سے زیادہ ہو جب کہ خاندانی ذمہ داریاں ایک جیسی ہوں تو جس کی آمدنی زیادہ ہوگی۔ اس کی بچت کرنے کی قوت نسبتاً زیادہ ہوگی۔

کسی قوم کی بچت کرنے کی قوت کا انحصار مندرجہ ذیل عناصر پر ہوتا ہے:۔

(i) قدرتی ذرائع کی مقدار۔ اگر قدرتی ذرائع بافراط ہوں تو قومی آمدنی بھی زیادہ ہوگی۔ اور فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اور بچت کرنے کی طاقت بھی زیادہ ہوگی۔ قدرتی وسائل کی قلت قومی آمدنی میں کمی کا باعث بنتی ہے جس سے بچت کرنے کی قوت کم ہوتی ہے۔ نیز ان ذرائع کا استعمال بھی قومی آمدنی اور بچت کرنے کی قوت پر اثر انداز ہوگا۔ وسائل کا بے دریغ استعمال اور قومی دولت کا ضیاع فی کس آمدنی اور بچت میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

(ii) محنت کی استعدادِ عمل۔ اگر محنت کی استعدادِ کار بلند ہو تو قومی وسائل کو بروئے کار لا کر قومی دولت اور فی کس آمدنی بڑھانے میں مدد ملتی ہے۔ اس سے بچت کرنے کی قوت بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر محنت غیر تربیت یافتہ ہو تو آمدنی اور بچتوں پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔

(iii) سرمایہ کی مقدار اور کارکردگی۔ اگر سرمایہ بافراط اور اس کی استعداد بلند ہو تو قومی آمدنی زیادہ ہوتی ہے اور بچتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ ورنہ کم۔ امریکہ میں قومی دولت کا ۲۰ - ۲۴ فی صد محض اس لیے پس انداز کر لیا جاتا ہے کیونکہ وہاں محنت اور سرمایہ کی استعدادِ کار بہت بلند ہے۔

(iv) ذرائع رسل و رسائل۔ ذرائع نقل و حمل عاملینِ پیدائش کی نقل پذیری میں مدد دیتے ہیں۔ جس سے ان کی استعداد کار بڑھانے میں بہت مدد ملتی ہے۔ منڈیاں وسیع ہوتی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی تجارت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ قومی دولت اور فی کس آمدنی میں اضافہ کے ساتھ بچت کی قوت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

(v) بنکاری کی سہولتیں۔ اگر بیمہ اور بنکاری کا نظام منظّم اور وسیع ہو تو معاشی سرگرمیوں

Marfat.com

کو تقویت ملتی ہے۔ ملکی وسائل کو بروئے کار لانے، قومی دولت اور فی کس آمدنی بڑھانے اور بچت کی قوت بڑھانے میں بہت مدد ملتی ہے۔ نظامِ زر میں استحکام بھی بچت کی قوت پر مثبت اثرات ڈالتا ہے۔ اگر زر کی قدر میں تیزی سے اتار چڑھاؤ ہوتا رہے۔ تو بچت کاروں کا اعتماد متزلزل ہو جاتا ہے۔ اور قوتِ پس اندازی کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔

ٹیکسوں کا نظام۔ اگر نظامِ محصولات غیر منصفانہ ہو، لوگوں کو اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ ٹیکسوں کی شکل میں حکومت کو ادا کرنا پڑے تو ان کی قابلِ تصرف آمدنی کم ہو جائے گی۔ جس سے پس انداز کرنے کی قوت بھی کمزور پڑ جائے گی۔ معاشی طور پر تشکیل سرمایہ کی رفتار سست پڑ جائے گی۔ سرمایہ کاری میں کمی واقع ہو جائے گی۔ معاشی سرگرمیاں سرد پڑ جائیں گی۔ برعکس حالات میں لوگوں کی پس انداز کرنے کی قوت مضبوط ہوتی ہے۔ جس سے سرمایہ کاری کا عمل تیز ہوتا ہے قومی دولت اور روزگار کی سطح بلند ہوتی ہے اور ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔

بچت کرنے کا ارادہ | مندرجہ ذیل عناصر بچت کرنے کے ارادے کو متاثر کرتے ہیں۔

(i) **دُور اندیشی۔** دُور اندیشی کے باعث بچت کرنے کا ارادہ تقویت پکڑتا ہے اور بچتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لوگ بچوں کی پرورش، ان کی تعلیم و تربیت اور شادی بیاہ کے لیے بچتیں کرتے ہیں۔

(ii) **سماجی وقار۔** بعض اصحاب سوسائٹی میں اپنا وقار بلند کرنے کے لیے بھی زیادہ بچتیں کرتے ہیں۔

(iii) **شرحِ سود۔** شرحِ سود بلند ہونے سے بچتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان میں بلند شرحِ سود سے فائدہ اٹھانے کے لیے بچت کرنے کا ارادہ مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔

(iv) **سرمایہ کاری کے مواقع۔** اگر ملک شاہراہِ ترقی پر گامزن ہو۔ سرمایہ کاری کے مواقع ترقی پذیر ہوں تو لوگ ایسے مواقعوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے پس انداز کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں بچت کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔

(v) **مالی ادارے۔** اگر ملک میں مالی اداروں مثلاً بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کا جال بچھا ہوا ہو تو اس سے بھی بچت کرنے کا ارادہ پروان چڑھتا ہے۔

(vi) **نظامِ زر۔** اگر نظامِ زر مستحکم اور قابلِ اعتماد ہو تو پھر بھی بچت کرنے کا ارادہ مضبوط ہوتا ہے۔

(vii) **امن و امان۔** اگر ملک میں سیاسی استحکام ہو اور امن و امان کا دور دورہ ہو تو لوگ پس انداز کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ بدامنی اور جنگ و جدل میں بچت کی خواہش کم ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

تعلیم اور شعور ۔ اگر لوگ خواندہ ہوں تو ان میں عاقبت اندیشی اور دُور اندیشی پائی جائے گی وہ بچتوں کی افادیت کو سمجھیں گے ۔ جس کے باعث بچت کرنے کا ارادہ تقویت پکڑے گا ۔ وہ مستقبل کو حال سے بہتر بنانے اور ناگہانی حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے پس انداز کریں گے جب کہ ناعاقبت اندیش لوگ اپنی تمام تر آمدنی حال ہی میں خرچ کر ڈالتے ہیں ۔

اوسط میلانِ بچت

کسی شخص یا قوم کی کل بچتوں اور کل آمدنی میں جو نسبت پائی جاتی ہے اسے اوسط میلانِ بچت کہا جاتا ہے ۔ Ratio between savings & income آمدنی کی مختلف سطحوں پر پس انداز کی جانے والی رقوم میلانِ بچت کی نشاندہی کرتی ہیں ۔ آمدنی میں تبدیلی سے بچت میں تبدیلی کے رجحان کو میلانِ بچت کہتے ہیں ۔ اگر آمدنی کی مختلف سطحوں پر پس انداز کی جانے والی رقوم کو ایک خط کے ذریعے ظاہر کیا جائے تو اسے خطِ میلانِ بچت کہتے ہیں ۔ اسے خطِ تفاعلِ بچت بھی کہا جاتا ہے ۔

اس تصور کو ایک عملی مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے ۔

عملی مثال ۔ فرض کریں ۔ ایک شخص اپنی آمدنی سے ۱۰۰ روپے بچاتا ہے ۔ جب کہ اس کی آمدنی ۵۰۰ روپے ہے ۔ تو اس کا میلانِ بچت یوں معلوم کیا جائے گا ۔

اوسط میلانِ بچت = بچت : آمدنی $S:Y$ یا $\frac{S}{Y}$

$$= \frac{\text{بچت}}{\text{آمدنی}} = \frac{100}{500} = \frac{1}{5} = .2 \text{ یا } 20 \text{ فی صد}$$

اسی طرح سے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ایک قوم جس کی کل آمدنی ۱۵۰۰ کروڑ ہے وہ اپنی آمدنی سے ۳۰۰ کروڑ بچت کرتی ہے تو اس قوم کی اوسط میلانِ بچت مندرجہ ذیل ہوگی ۔

قوم کی آمدنی = ۱۵۰۰ کروڑ

" " بچتیں = ۳۰۰ "

قوم کا اوسط میلانِ بچت = $\frac{\text{کل بچتیں}}{\text{کل آمدنی}} = \frac{300}{1500} = \frac{1}{5} = .2 \text{ یا } 20 \text{ فیصد}$

مختتم میلانِ بچت ۔ کسی شخص یا قوم کی آمدنی میں اضافہ سے اس شخص یا قوم کی بچتوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں بچتوں میں اضافہ اور آمدنی میں اضافہ کے درمیان جو نسبت پائی جاتی ہے ۔ اسے مختتم میلانِ بچت کہا جاتا ہے ۔ Ratio between increase in saving and increase in income

Marfat.com

یعنی مختتم میلانِ بچت MPS = بچت میں اضافہ : آمدنی میں اضافہ یعنی Δ S : Δ Y

Increase in savings:Increase in income or

or ΔS : ΔY.

یعنی $\frac{\text{بچت میں اضافہ}}{\text{آمدنی میں اضافہ}} = \frac{\Delta S}{\Delta Y}$

ریاضیاتی مثال سے اس تصوّر کی وضاحت

فرض کریں ایک قوم کی آمدنی = ۱۵۰۰ کروڑ روپے

" قوم کے صَرفی اخراجات = ۱۲۰۰ کروڑ روپے

" " اس قوم کی بچتیں = ۳۰۰ کروڑ روپے

" " آمدنی بڑھ کر = ۲۰۰۰ کروڑ روپے

" " صرفی اخراجات بڑھ کر = ۱۵۰۰ کروڑ روپے

" " بچتیں بڑھ کر = ۵۰۰ کروڑ روپے

اب آمدنی میں اضافہ = ۲۰۰۰ − ۱۵۰۰ = ۵۰۰ کروڑ

بچتوں میں اضافہ = ۵۰۰ − ۳۰۰ = ۲۰۰ کروڑ

چنانچہ مختتم میلانِ بچت = $\frac{\Delta S}{\Delta Y}$ = $\frac{۲۰۰}{۵۰۰}$ = ۴ء یعنی ۲۵ فیصد

ان تصورات کی تشریح کرنے کے بعد ہم یہ بھی نتیجہ اخذ کرتے ہیں ۔

میلانِ صرف + میلانِ بچت = ۱ $PC + PC = 1$

اسی طرح مختتم میلانِ صرف + مختتم میلانِ بچت = ۱ $MPC + MPS = 1$

چنانچہ میلانِ صرف = ۱ ۔ میلانِ بچت $PC = 1 - PS$

اور میلانِ بچت = ۱ ۔ میلانِ صرف $PS = 1 - PC$

اسی طرح سے مختتم میلانِ صَرف = ۱ ۔ مختتم میلانِ بچت $MPC = 1 - MPS$

اور مختتم میلانِ بچت = ۱ ۔ مختتم میلانِ صرف $MPS = 1 - MPC$

ان نتائج کو سامنے رکھ کر بھی ہم ان متغیرات کی عددی قیمتیں معلوم کر سکتے ہیں ۔ مذکورہ بالا تصورات کی ڈائیگرام اور گوشوارہ کے ذریعہ وضاحت کی جا سکتی ہے ۔

مندرجہ ذیل گوشوارہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ صَرفی خرچ اور بچتوں میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ لیکن دونوں متغیرات کے اضافے کا رجحان یکساں نہیں ہے ۔ صَرفی خرچ کے بڑھنے کی شرح بچتوں کے بڑھنے کی شرح سے کم ہے ۔ میلانِ بچت

Marfat.com

میلانِ بچت اور مختتم میلانِ بچت کا گوشوارہ (روپوں میں)

	1 قابلِ تصرف قومی آمدنی	2 صرفی خرچ	3 بچت	4 میلانِ بچت = کل بچت / کل آمدنی	5 مختتم میلانِ بچت = $\frac{\Delta ب}{\Delta آ}$
A	100	110	-10	$-.1. = -\frac{10}{100}$	
B	200	200	0	$0 = \frac{0}{200}$	$.1 = \frac{10}{100}$
C	300	270	30	$0.1 = \frac{30}{300}$	$.3 = \frac{30}{100}$
D	400	320	80	$0.2 = \frac{80}{400}$	$.5 = \frac{50}{100}$
E	500	350	150	$0.3 = \frac{150}{500}$	$0.7 = \frac{70}{100}$
F	600	360	240	$0.4 = \frac{240}{600}$	$0.9 = \frac{90}{100}$
G	700	365	335	$0.48 = \frac{335}{700}$	$0.95 = \frac{95}{100}$

اور مختتم میلانِ بچت میں بتدریج اضافہ ہوتا جارہا ہے اور یہ رجحان آخر تک قائم رہتا ہے۔ ان تصورات کو مندرجہ ذیل ڈائیگرام کے ذریعہ واضح کیا جا سکتا ہے۔

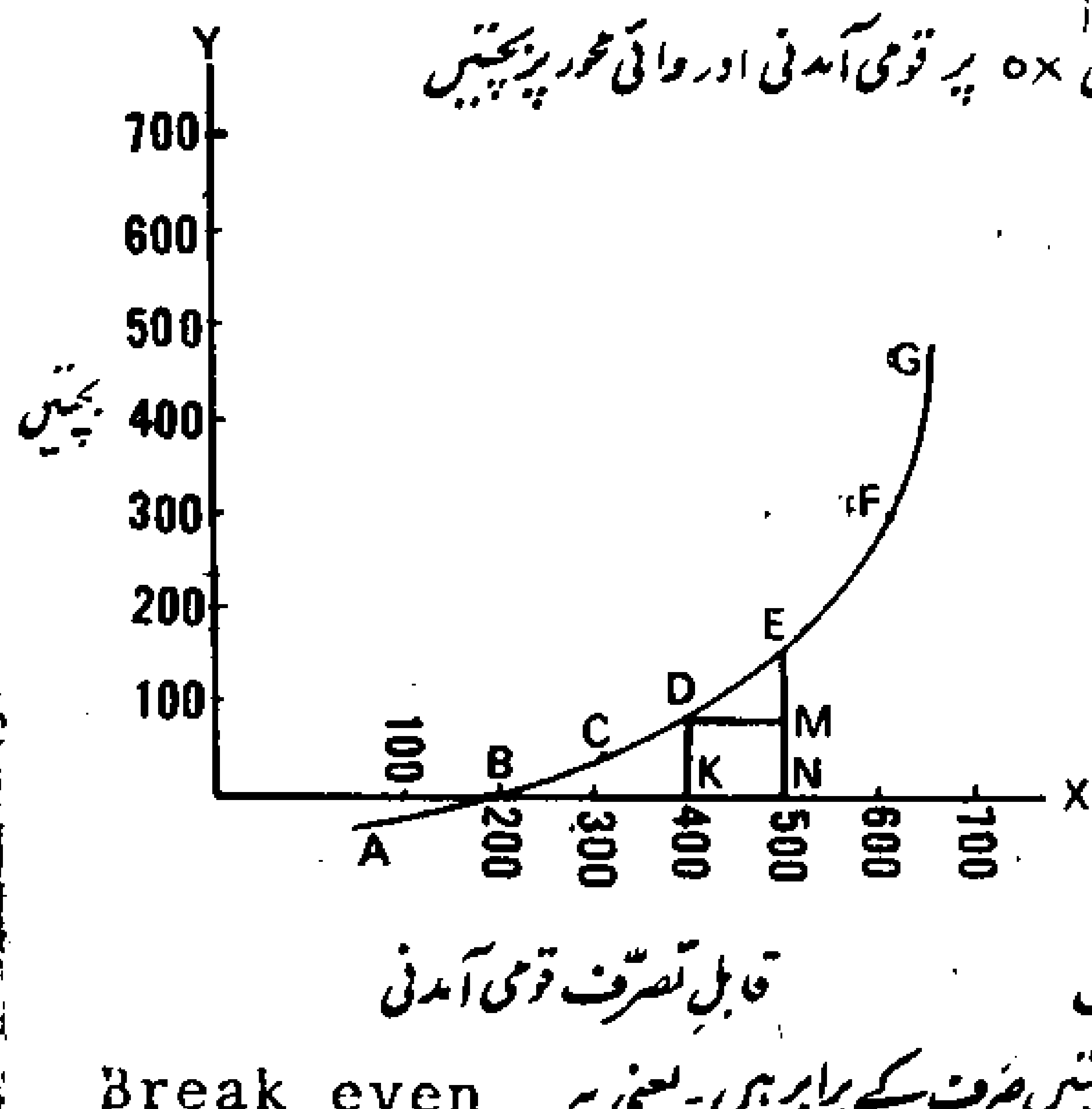

ڈائیگرام میں ایکس محور یعنی ox پر قومی آمدنی اور وائی محور پر بچتیں ظاہر کی گئی ہیں۔ PS تفاعلِ بچت کا خط ہے۔ جس کے رُجحان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے جیسے آمدنی بڑھ رہی ہے۔ بچتوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ نقطہ 'A' جو مبتدا 'O' سے نیچے واقع ہے۔ منفی بچتوں کا آئینہ دار ہے۔ نقطہ 'B' محور آمدنی اور خط بچت دونوں پر واقع ہے۔ جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس نقطہ پر آمدنی اور خرچ برابر ہیں اور بچتیں صرف کے برابر ہیں۔ یعنی یہ Break even point نقطہ مساوات یا انقطاع ہے۔ اس کے بعد نقاط 'C'، 'D'، 'E'، 'F' اور 'G' مثبت بچتیں ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ اوپر کے ڈائیگرام میں نقاط 'D' اور 'E' پر اوسط میلانِ بچت

Marfat.com

مندرجہ ذیل ہوگا۔

اوسط میلانِ بچت = (i) $\frac{DK}{OK}$ (ii) $\frac{EN}{ON}$

ڈائیگرام میں نقاط D اور E کے درمیان مختتم میلانِ بچت معلوم کرنے کے لیے۔

مختتم میلانِ بچت = $\frac{EM}{DM}$ یا $\frac{EM}{KN}$

مختتم میلانِ بچت کی تعریف یوں کی جاتی ہے۔

MPS is defined as the fraction of each extra Rupee that goes to saving instead of to consumption

MPC and MPS are related like mirror, twins like PS & PC that is why "

i) 1-MPS = MPC (ii) 1-MPC = MPS

iii) 1-Ps =PC iv) 1-PC =PS,

The investment function تفاعلِ سرمایہ کاری

قومی آمدنی کا تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ آمدنی دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یعنی صرفی اخراجات اور بچتوں پر۔ بچتیں معاشی نظام میں جنم لیتی ہیں جو تشکیلِ سرمایہ کا باعث بنتی ہیں۔ سرمایہ کو ایسے نئے کاموں میں لگایا جاتا ہے۔ جہاں سے آمدنی کی نئی راہیں کھلتی ہیں یا کھلنے کی توقع ہوتی ہے۔ سرمایہ کاری سے مراد ملک کے حقیقی اثاثوں یعنی اشیا سرمایہ اور سرمایہ کے موجودہ ذخیرہ میں اضافہ کرنا ہوتا ہے۔ یعنی نئی عمارت کی تعمیر، مشینوں کی تعداد میں اضافہ، نئے کارخانوں کی تعمیر اور ان کا قیام، نئے تمسکات اور کفالتوں کی خرید اور خالص بیرونی سرمایہ کاری کرنا ہوتا ہے۔ ملک کے حقیقی اثاثوں میں اضافہ سے قومی وسائل مسخر ہوتے ہیں اور قومی دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور بیروزگاری کا خاتمہ اور کامل روزگار کا حصول ہوتا ہے۔ فی کس آمدنی میں اضافہ سے آسودگی حاصل ہوتی ہے اور عوام کا معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے۔ سیال سرمایہ Circulating Capital اور سرمایہ قائم Fixed Capital میں اضافہ خواہ وہ دانستہ ہو یا غیر دانستہ، حقیقی اثاثوں میں اضافہ کا موجب بنتا ہے۔ پہلے سے موجود اشیا سرمایہ کی خرید و فروخت سرمایہ کاری نہیں کہلاتی کیونکہ اس سے حقیقی اثاثوں اور مجموعی قوتِ پیداواری میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ مختلف معیشت دانوں نے سرمایہ کاری کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

Marfat.com

پروفیسر اسٹیتھم ۔ "سرمایہ کاری سے مراد ایسی اشیاء سرمایہ فراہم کرنا ہے جو اپنی زندگی میں اتنی آمدنی پیدا کریں جن کی کل مالیت سرمایہ کاری کے موجود مصارف سے کم نہ ہو۔"

پروفیسر ڈلارڈ Dillard کے مطابق ۔ "سرمایہ کاری سے مراد سرمایہ کے حقیقی اثاثوں کے موجودہ سٹاک میں اضافہ کرنا ہے۔"

پروفیسر شاپیرو Shapiro کی رائے میں سرمایہ کاری سے مراد "کسی عرصہ میں معیشت کی پیداوار کے اس حصہ کی مالیت جو نئی تعمیرات، نئی دیرپا اشیائے پیداوار اور فہرستی ذخیروں کی تبدیلی کی شکل اختیار کرتی ہے۔"

اگر مذکورہ بالا تعریفوں کا جائزہ لیا جائے تو اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ ڈلرڈ کی سرمایہ کاری کی تعریف مختصر اور جامع ہے۔ حقیقی اثاثوں میں اضافہ ہی سرمایہ کاری کے زمرے میں آتا ہے اور معاشیات دانوں کو اس رائے سے مکمل اتفاق ہے۔

سرمایہ کاری کی مختلف اقسام Classification of Investment

۱۔ خام سرمایہ کاری ۔ اس سے مراد وہ تمام رقم لی جاتی ہے ۔ جو ایک خاص مدت کے دوران نئے حقیقی اثاثوں مثلاً نئی عمارتوں، سٹیشنوں، سڑکوں اور نئی پیداواری اشیاء پر خرچ کی جاتی ہے ۔ پرانے اشیاء سرمایہ کی بحالی، تجدید اور بدل کاری پر خرچ ہونے والی رقم بھی خام سرمایہ کاری کا جزو بنتی ہے ۔ پیدائش دولت میں جہاں نئی سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے ۔ وہاں پیداواری صلاحیت کو برقرار رکھنے کی خاطر بدل کاری کی سرمایہ کاری کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ فرسودگی کے الاؤنس کی شکل میں رکھی جانے والی رقم عموماً بدل کاری پر خرچ کر دی جاتی ہے ۔ پس خام سرمایہ کاری میں حقیقی اثاثوں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ پرانے سرمایہ کی بحالی تجدید اور بدل کاری کے اخراجات بھی شامل ہوتے ہیں ۔

۲۔ خالص سرمایہ کاری ۔ اگر خام سرمایہ کاری میں سے شکست و ریخت کا الاؤنس Depreciation Allowance منہا کر دیا جائے تو خالص سرمایہ کاری معلوم ہو جائے گی ۔ گویا خالص سرمایہ کاری کی بدولت ملک کے حقیقی اثاثوں میں اضافہ ہوتا ہے ۔ مثلاً کارخانوں کا قیام، مشینوں کی تنصیب وغیرہ ۔

۳۔ خود اختیار سرمایہ کاری ۔ خود اختیار سرمایہ کاری ایسی سرمایہ کاری ہوتی ہے ۔ جو آمدنی کا تفاعل نہیں ہوتی ۔ یعنی جس پر قومی آمدنی بڑھنے یا گھٹنے کا کوئی اثر نہیں پڑتا وہ ہر حال میں ایک

Marfat.com

ہی سطح قائم رہتی ہے۔ ایسی سرمایہ کاری میں لوگوں کی طلب کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً سائیکل یا پنکھے بنانے کی صنعت میں جو سب سے پہلے سرمایہ کاری کی گئی تھی۔ وہ خود اختیاری سرمایہ کاری تھی۔ چونکہ آمدنی کی توقع اس سے اس طرح وابستہ نہ تھی۔ جیساکہ حال میں سرمایہ کاری کرنے سے پہلے سرمائے کی مختلف استعداد کار وغیرہ کا موازنہ کیا جاتا ہے۔ فلم ساز فلم بنانے سے پہلے شائقین کی پسندیدگی یا غیر پسندیدگی سے واقف نہیں ہوتا۔ اسے فلم کی کامیابی کا کوئی حتمی یقین نہیں ہوتا اس کے باوجود وہ سرمایہ کاری کرتا ہے اور فلم بنا کر مارکیٹ میں نمائش کے لیے پیش کرتا ہے۔ فلم پر سرمایہ کاری خود اختیاری سرمایہ کاری کے زمرے میں آتی ہے۔ وضاحت کیلیے گوشوارہ (الف)

خود اختیار سرمایہ کاری کا گوشوارہ (روپوں میں)

آمدنی (اربوں میں)	سرمایہ کاری (اربوں میں)	
۳۰	۱۰	
۴۰	۱۰	
۵۰	۱۰	
۶۰	۱۰	
۷۰	۱۰	

خود اختیار سرمایہ کاری چونکہ قومی آمدنی میں تبدیلیوں کے اثرات قبول نہیں کرتی۔ اس لیے بلحاظ آمدنی غیر لچکدار ہوتی ہے۔ ایسی سرمایہ کاری کرتے وقت مستقبل میں پیش آنے والے حالات کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ جنگی اور سیاسی مقاصد کے لیے عموماً خود اختیار سرمایہ کاری ہی کی جاتی ہے۔ خود اختیار سرمایہ کاری میں صرف اس صورت میں تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ جب مالی پالیسیوں اور فنی تبدیلیوں کی وجہ سے سرمایہ کاری کے مواقع حوصلہ افزا ہو جائیں۔ گویا اگر فنِ پیدائش میں کوئی تبدیلی نہ ہو اور حکومت کی مالی اور معاشی پالیسیاں بھی یکساں رہیں تو خود اختیار سرمایہ کاری تبدیل نہیں ہوتی۔

ترغیب یافتہ یا امالی سرمایہ کاری۔ یہ ایسی سرمایہ کاری ہوتی ہے۔ جو آمدنی میں کمی بیشی کی وجہ سے روبہ پذیر ہوتی ہے۔ مثلاً جب معیشت کے کسی شعبہ میں آمدنی میں اضافہ کی وجہ سے کسی شے مثلاً چینی کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جس سے چینی کی قیمتوں میں اضافہ سے

Marfat.com

چینی کی صنعت میں زیادہ منافع کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں اور موجودہ حقیقی اثاثے یعنی کارخانے اپنی پیداواری صلاحیت کے مطابق کام کر رہے ہیں اور ان میں مزید چینی پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ ایسی صورت میں اس بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے نئی سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔ یعنی چینی کے پیدا کرنے کے لیے نئی مشینیں نصب کی جائیں گی۔ جس کے باعث مزید حقیقی اثاثے معیشت میں داخل ہو کر طلب کو پورا کرتے ہوئے نئی آمدنی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ایسی سرمایہ کاری امالی یا ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کہلاتی ہے۔ مختصراً یہ کہ یہ سرمایہ کاری آمدنی کی توقع سے ترغیب لیتی ہے۔ آمدنی میں اضافہ سے امالی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے اور آمدنی میں کمی سے کمی واقع ہو جاتی ہے۔ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری بلحاظ آمدنی لچکدار ہوتی ہے۔ آمدنی میں اضافے سے سرمایہ کاری میں اس لیے اضافہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے حالات میں استعدادِ سرمایہ بلند ہو جاتی ہے۔ کاروباری طبقہ کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ زیادہ منافع کی توقع پر اپنے کاروبار کو وسیع کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وضاحت کے لیے گوشوارہ (ب)

(ب) ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کا گوشوارہ (روپوں میں)

آمدنی (اربوں میں)	سرمایہ کاری (اربوں میں)	
۱۰	۵	
۲۰	۸	
۳۰	۱۵	
۴۰	۲۰	
۵۰	۲۵	
۶۰	۳۰	

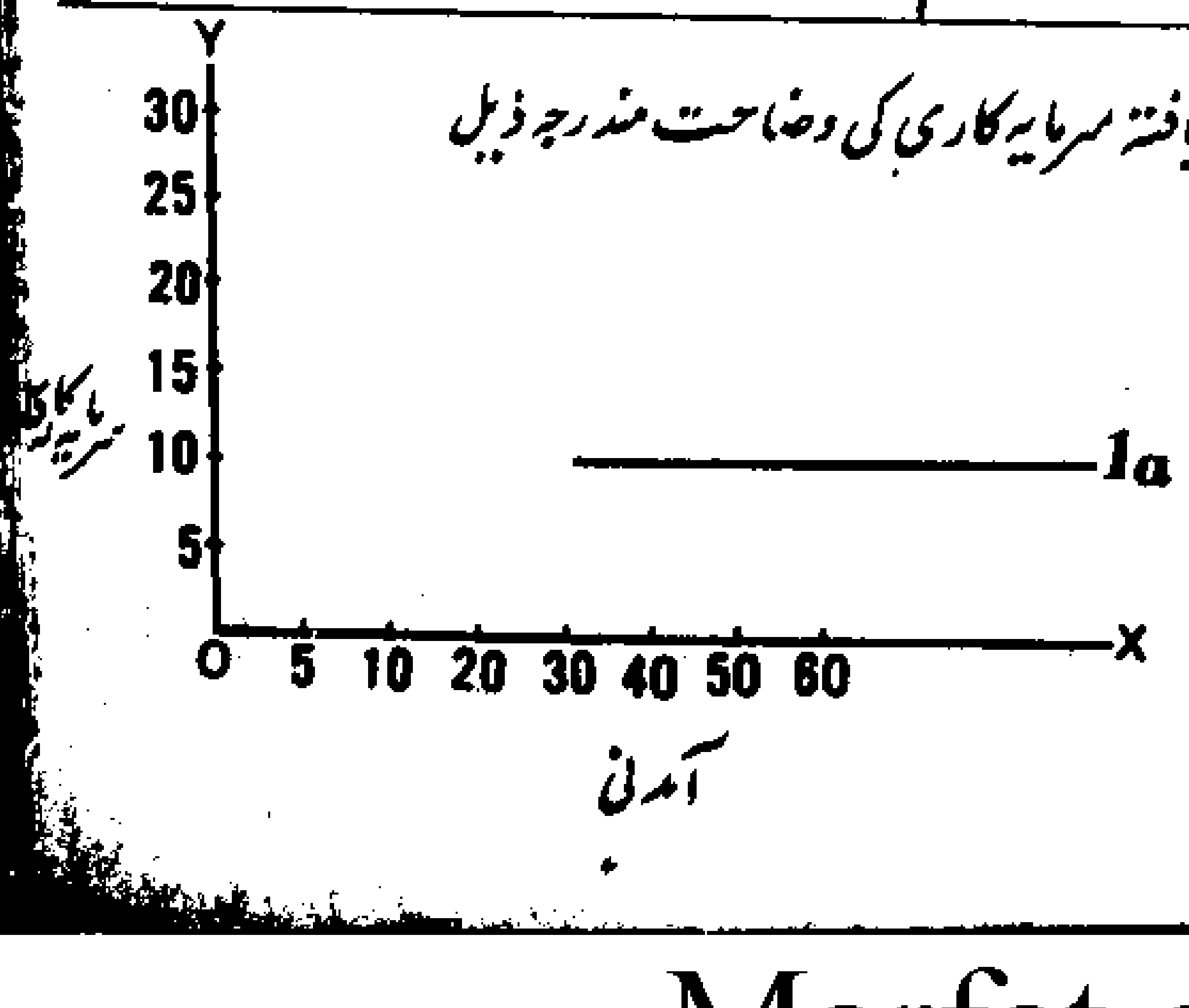

خود اختیاری اور ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کی وضاحت مندرجہ ذیل ڈائیگرام سے کی گئی ہے۔

ڈائیگرام (a) اس بات کی واضح طور پر نشاندہی کرتی ہے کہ آمدنی کی ہر سطح پر سرمایہ کاری ایک جیسی رہتی ہے۔ یعنی آمدنی

Marfat.com

ہیں اضافہ یا کمی سرمایہ کاری پر مطلق کوئی اثر نہیں ڈالتی ۔ چنانچہ یہ خود اختیار سرمایہ کاری کی دلیل ہے ۔

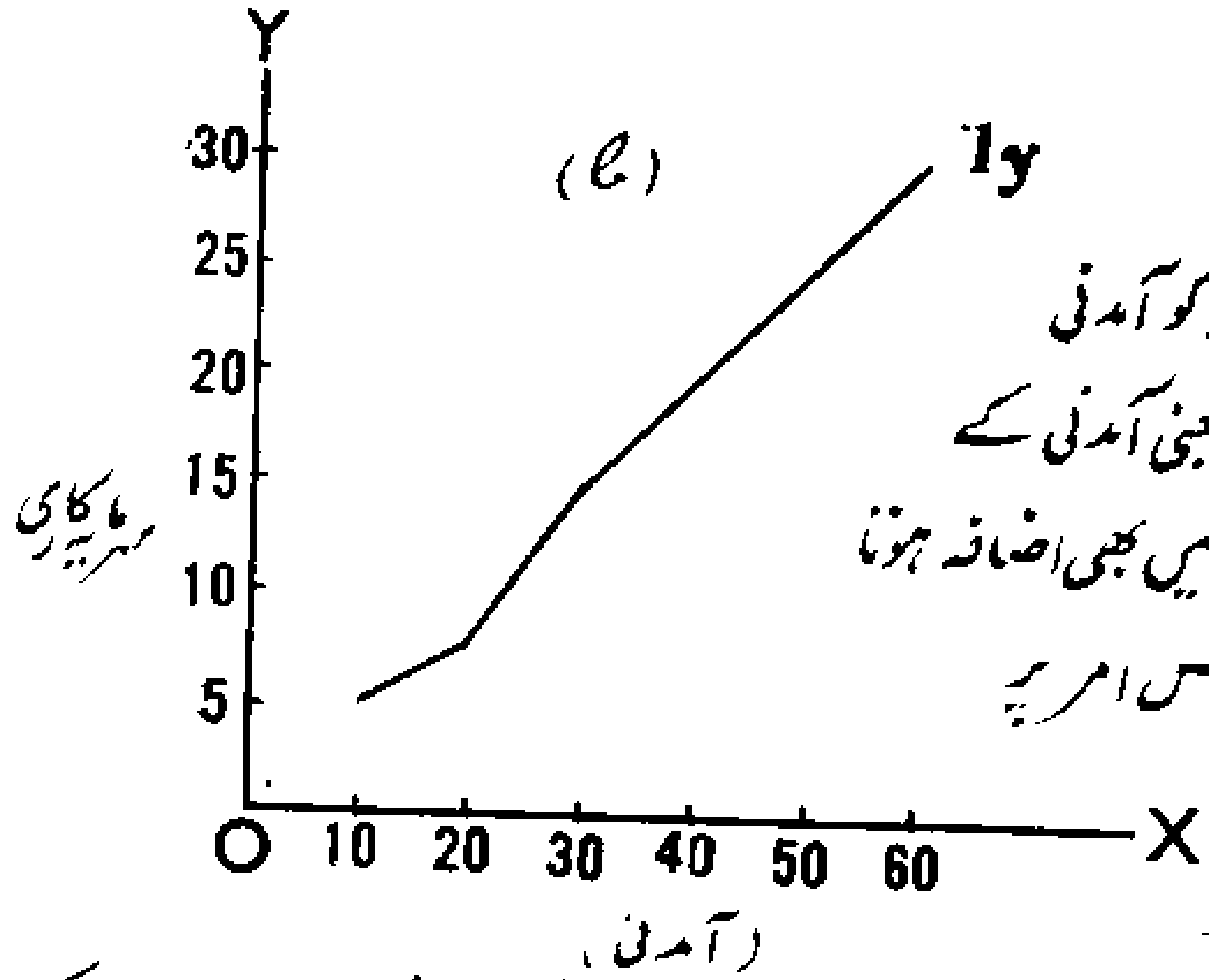

ڈائیگرام (ط) کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرمایہ کاری کو آمدنی کی وجہ سے ترغیب مل رہی ہے ۔ یعنی آمدنی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ سرمایہ کاری میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے ۔ سرمایہ کاری کا یہ رجحان اس امر پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے کہ یہ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری ہے ۔ خود اختیار سرمایہ کاری کا خط ایکس محور کے متوازی ہے ۔ جب کہ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کے خط کا رجحان مثبت ہے جو آمدنی کا تفاعل اور بلحاظ آمدنی لچکدار ہے ۔

۵۔ حقیقی سرمایہ کاری ۔ اس سرمایہ کاری کو کہتے ہیں جو پروفیسر ڈلرڈ کی سرمایہ کاری کی تعریف کے مطابق ہوتی ہے ۔ یعنی ملک کے حقیقی اثاثوں میں اضافہ ہوتا ہے ۔ مثلاً نئے کارخانے نئے پل، نئی سڑکیں، نئی مشینیں، ذخیروں میں اضافہ معرض وجود میں آتا ہے ۔

۶۔ مالی سرمایہ کاری ۔ ایسی سرمایہ کاری ہوتی ہے ۔ جس کے باعث حقیقی اثاثوں میں تو اضافہ نہیں ہوتا ۔ بلکہ صرف انتقالِ ملکیت عمل میں آتا ہے ۔ جیسے کوئی شخص کسی پرانی کمپنی یا مالی ادارے کے حصص کسی شخص سے خریدے یا کسی سے مکان، دکان، فیکٹری، مشین وغیرہ خریدے ۔ اگرچہ خریدنے والے کی آمدنی میں اضافہ ہوگا ۔ لیکن مجموعی طور پر معیشت میں حقیقی اثاثوں کی تعداد پہلے جتنی ہی رہے گی ۔ لہٰذا یہ مالی سرمایہ کاری کہلائے گی ۔

۷۔ نجی سرمایہ کاری ۔ یہ وہ سرمایہ کاری ہوتی ہے ۔ جو عام لوگ معاشی نظام میں اپنی مرضی سے کرتے ہیں ۔ اس کو پرائیویٹ سرمایہ کاری بھی کہا جاتا ہے ۔

۸۔ سرکاری سرمایہ کاری ۔ اس سے مراد وہ سرمایہ کاری ہے جو مرکزی یا صوبائی حکومتیں یا ان کی جانب سے مختلف ادارے کرتے ہیں ۔

مختصراً سرمایہ کاری یعنی حقیقی اثاثوں کی مختلف صورتیں مندرجہ ذیل ہیں ۔

ا ۔ تمام قسم کی مشینیں جو اشیائے صرف پیدا کرنے میں مدد کرتی ہیں ۔
ب ۔ تمام قسم کی چھوٹی بڑی عمارتیں مثلاً مکان، دکان، فیکٹری، سکول، کالج، ہسپتال وغیرہ
ج ۔ تمام قسم کے ذرائع رسل و رسائل و نقل و حمل مثلاً ریل گاڑی اور پٹڑیاں، سڑک، سائیکل

Marfat.com

موٹر، ٹیکسی، ہوائی جہاز، بحری جہاز و راستے وغیرہ۔

۵۔ Inventories تمام قسم کے ذخائر کی مقدار جو فہرستوں میں درج ہوتی ہیں۔ ان کی تین اقسام ہیں۔

(i) فیکٹریوں اور کارخانوں میں خام مال کے ذخیرے مثلاً باٹا شو کمپنی میں خام چمڑا، کینوس وغیرہ

(ii) نیم تیار شدہ اشیاء

(iii) تیار شدہ اشیاء مثلاً جوتوں کے جوڑے، کپڑا، پنکھے، بلب وغیرہ

سرمایہ کاری کی اہمیت ۔ جے ۔ ایم ۔ کینز نے روزگار کی مختلف سطحوں کا تجزیہ کرتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ روزگار کی مناسب سطح کا انحصار معیشت میں موثر طلب پر ہوتا ہے ۔ دوسرے الفاظ میں وہ معاشی نظام جو موثر طلب کو مناسب سطح پر رکھنے میں کامیاب ہوتا ہے ۔ وہ روزگار کو بھی مناسب سطح پر رکھنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور موثر طلب کا انحصار صَرفِ دولت اور سرمایہ کاری پر ہے ۔ انہی کو جمع کرنے سے موثر طلب جنم لیتی ہے ۔ آمدنی میں اضافہ کی صورت میں صَرفی خرچ میں کم تناسب سے اضافہ ہوتا ہے ۔ اس سے آمدنی اور صَرف میں خلا پیدا ہوجاتا ہے اور روزگار متاثر ہوتا ہے ۔ چونکہ صَرفِ دولت میں کمی ہوجاتی ہے ۔ چنانچہ روزگار میں اضافہ کرنے کے لیے اس خلا یعنی صَرف کی کمی کو سرمایہ کاری بڑھا کر پورا کیا جا سکتا ہے ۔ لہٰذا سرمایہ کاری کی بہت اہمیت ہے ۔

DETERMINATION OF INVESTMENT — سرمایہ کاری کے عوامل یا معینات

سرمایہ کاری سے پیشتر مندرجہ ذیل دو عوامل کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے ۔

۱۔ سرمایہ کاری سے مستقبل میں کتنی یعنی کس شرح سے آمدنی متوقع ہے ۔

۲۔ سرمایہ کاری کی غرض سے لیے ہوئے قرض پر کس شرح سے سود ادا کرنا پڑے گا۔

چنانچہ سرمایہ کاری کے معینات مندرجہ ذیل ہوں گے ۔

(a) سرمایہ کی مختتم استعدادِ کار

(b) شرح سود

ان دونوں عوامل میں سے شرح سود نسبتاً ساکن رہتی ہے ۔ جب کہ سرمائے کی مختتم استعدادِ کار میں نسبتاً زیادہ اُتار چڑھاؤ ہوتا ہے ۔ اس لیے آمدنی اور روزگار کی سطح کا دارومدار زیادہ تر سرمایہ کی مختتم استعدادِ کار پر ہی ہوتا ہے ۔

Marfat.com

سرمایہ کی مختتم استعداد MARGINAL EFFICIENCY OF CAPITAL

مختتم استعداد سرمایہ کی اصطلاح اگرچہ کینز نے رائج کی لیکن اس کا مفہوم بہت پہلے سمجھا جاتا رہا ہے۔ پروفیسر مارشل نے اسے سرمایہ کا مختتم افادہ Marginal Utility of Capital کہا۔ فشر نے اسے مصارف پر منافع کی شرح Expected Rate of Return کہا۔ مختتم استعداد سرمایہ سے مراد سرمایہ کی مختتم اکائی پر آنے والے مصارفِ پیدائش کی وجہ سے حاصل ہونے والی زیادہ سے زیادہ منافع کی متوقع شرح ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں مختتم اشیاء سرمایہ سے متوقع آمدنی یا منافع اور اس کی قیمت رسد کی نسبت مختتم استعداد سرمایہ کہلاتی ہے۔ کینز نے مختتم استعداد سرمایہ کی تعریف ان الفاظ میں کی۔

"مختتم استعداد سرمایہ کٹوتی کی وہ شرح ہے جو سرمایہ سے اس کی زندگی کے دوران حاصل ہونے والی سالانہ آمدنیوں کی حالیہ قدر کو سرمائے کی اس شے کی قیمتِ رسد کے برابر کر دے۔"

کینز سرمایہ کی موجودہ اکائی کے متوقع منافع کی بجائے سرمایہ کی مزید اکائی کی سال بہ سال متوقع آمدنی کو اہمیت دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ مختتم استعدادِ سرمایہ کو منافع کی متوقع شرح کی بجائے کٹوتی کی ایک ایسی شرح قرار دیتے ہیں۔ جو سرمایہ سے حاصل ہونے والی آمدنیوں کی موجودہ قدر کو سرمایہ کی قیمتِ رسد کے برابر کر دے۔

سرمایہ کی مختتم استعدادِ کار کا معاشی جدوجہد سے بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ متغیر سرمایہ کاری پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جس سے قومی آمدنی اور روزگار کو معین کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ نئی سرمایہ کاری کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل دو باتوں کا موازنہ کرنے کے بعد حتمی فیصلہ کرتا ہے۔

(i) سرمایہ کاری سے کس قدر منافع یا آمدنی حاصل ہونے کی توقع ہے۔

(ii) سرمایہ کاری کے لیے استعمال ہونے والے سرمائے پر کس قدر سود ادا کرنا پڑے گا یا اگر یہ ذاتی سرمایہ ہے تو اس سے کس قدر سود حاصل ہو سکتا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں باتوں کا موازنہ کرنے کے ساتھ ساتھ آجر جو سرمایہ کاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ اس "حقیقی اثاثہ کی رسدی قیمت" اور اس "حقیقی اثاثہ سے متوقع آمدنی" کا بھی موازنہ کرتا ہے۔

۱۔ اثاثہ کی رسدی قیمت۔ نیا اثاثہ حاصل کرنے کے لیے نئی سرمایہ کاری کرنے والے کو جو قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ اسے اس اثاثہ کی رسدی قیمت کہا جاتا ہے۔ اثاثہ کی رسدی قیمت سے مراد اثاثہ کی وہ قیمت نہیں جس پر کوئی پہلے سے تیار شدہ اثاثہ یا مشین دستیاب ہو۔ بلکہ

Marfat.com

اس سے مراد وہ قیمت ہے۔ جس پر اس اثاثہ یا مشین کو تیار کرنے والی فرم نئی مشین تیار کرنے پر رضامند ہو جائے۔ اسی لیے اثاثہ کی رسدی قیمت کو مصارفِ بدل کاری بھی کہا جاتا ہے۔ کینز کے مطابق۔ Supply price = Sum of prospective Yields discounted by the marginal efficiency of capital قیمت رسد = متوقع سالانہ آمدنیاں جنہیں مختتم استعداد سرمایہ سے کٹوتی لگائی گئی ہو۔

اثاثہ کی متوقع آمدنی۔ سے مراد آمدنیوں کا وہ سلسلہ ہے جو ایک آجر اس نئے اثاثے یا مشین سے پیدا ہونے والی اشیاء کو فروخت کر کے حاصل کرتا ہے۔ یہ سلسلہ اس نئے اثاثے کی زندگی تک جاری رہتا ہے۔ اگر اس آمدنیوں کے مجموعہ سے رواں اخراجات نکال دیئے جائیں جو اس نئے اثاثے پر پیداوار کے دوران خرچ کیے جاتے ہیں۔ تو اس طرح سے خالص آمدنیوں کے سلسلے کا مجموعہ حاصل ہو جاتا ہے۔

پس سرمایہ کاری کرنے والا آجر ان سب عناصر کا موازنہ کرتے ہوئے اس وقت نئی سرمایہ کاری کے حق میں ووٹ ڈال دیتا ہے۔ جب وہ اپنے تخمینے کے مطابق اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ مستقبل میں ہونے والی متوقع آمدنی مروجہ شرح سود سے زیادہ ہے۔ جب تک اس کے انداز کے مطابق یہ کیفیت معاشی نظام میں موجود رہتی ہے۔ نئی سرمایہ کاری عمل میں آتی رہتی ہے۔

اثاثہ کی مختتم استعدادِ کار کو معلوم کرنے کے لیے ہم اس نئے اثاثہ سے ہونے والی متوقع آمدنی کو اس کی رسدی قیمت سے تقسیم کرتے ہیں اور ہمیں اس اثاثہ کی مختتم استعدادِ کار معلوم ہو جاتی۔ جس کا ہم آسانی کے ساتھ شرح سود سے موازنہ کر کے کسی فیصلہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ نیچے دیا ہوا گوشوارہ سرمایہ کی مختتم استعدادِ کار کو معلوم کرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔

اثاثہ کی مختتم استعدادِ کار معلوم کرنے کا گوشوارہ

	اثاثہ کی رسدی قیمت	سالانہ متوقع آمدنی	مختتم استعدادِ کار
۱	۱۰,۰۰۰	۱,۰۰۰	۱۰۰۰ ÷ ۱۰۰۰۰ = ۱۰٪
۲	۱۲,۰۰۰	۶۰۰	۶۰۰ ÷ ۱۲۰۰۰ = ۵٪
۳	۱۶,۰۰۰	۴۰۰	۴۰۰ ÷ ۱۶۰۰۰ = ۲.۵٪
۴	۱۶,۰۰۰	۵۰۰	۵۰۰ ÷ ۱۶۰۰۰ = ۳.۱٪
۵	۴۰,۰۰۰	۵,۰۰۰	۵۰۰۰ ÷ ۴۰۰۰۰ = ۱۲.۱٪
۶	۵۰,۰۰۰	۵,۰۰۰	۵۰۰۰ ÷ ۵۰۰۰۰ = ۱۰٪

Marfat.com

مندرجہ بالا گوشوارہ کے مطابق اگر اثاثہ کی رسدی قیمت بڑھ جائے اور اس کی متوقع آمدنی پہلے جتنی رہے تو سرمائے کی مختتم استعداد کار کم ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ نمبر ۵ اور ۶ سے ظاہر ہے۔ اسی طرح سے اگر اثاثہ کی رسدی قیمت پہلے جتنی رہے اور اس کی متوقع آمدنی پہلے سے بڑھ جائے تو سرمایہ کی مختتم استعداد کار بڑھ جائے گی۔ جیسا کہ نمبر ۳، نمبر ۴ سے ظاہر ہے۔

The marginal efficiency of capital is equal to that rate of discount which would make the present value of the series of annuities given by the returns expected from the capital asset during its life just equal to its supply price.

"سرمائے کی مختتم استعداد کار اس شرح کٹوتی کے برابر ہے جو حقیقی اثاثہ سے اس کی پوری زندگی میں حاصل ہونے والا متوقع آمدنیوں کے سالیانوں کے سلسلہ کی موجودہ مالیت کو اثاثہ کی رسدی قیمت کے برابر کردے۔"

اس تعریف کی تشریح مندرجہ ذیل طریقہ پر ڈلرڈ نے کی ہے۔

رسد قیمت = کٹوتی شدہ متوقع آمدنیاں

یا رسدی قیمت کے لیے یہ فارمولا بنایا گیا ہے۔

$$\text{Supply price} = \frac{Q_1}{(1+r_m)} + \frac{Q_2}{(1+r_m)^2} + \frac{Q_3}{(1+r_m)^3} + \cdots \frac{Q_4}{(1+r_m)^4}$$

مذکورہ بالا فارمولا میں Q_s مختلف سالوں میں متوقع آمدنیوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ سلسلہ اثاثہ کی زندگی کے آخری سال تک جاری رہے گا۔ r_m کٹوتی کی شرح کو ظاہر کرتی ہے۔ اور کٹوتیوں کا سلسلہ بھی اثاثے کی زندگی کے آخری سال تک جاری رہتا ہے۔ اگر ہم سالانہ آمدنیوں کے سلسلہ میں سے اسی طرح سے کٹوتیاں کرتے چلے جائیں اور اثاثے کی زندگی کے اختتام پر ان کا مجموعہ کرلیں تو وہ رسدی قیمت کے برابر ہوگا۔

اب ہم اگر اثاثے کی رسد قیمت اور اس کی عمر اور سالانہ متوقع آمدنیوں کو فرض کرلیں تو سرمائے کی مختتم استعداد کار کو آسانی سے معلوم کرسکتے ہیں۔

ریاضیاتی مثال ۔ فرض کریں اثاثہ کی رسدی قیمت = ۳۰۰۰ روپے

〃 〃 〃 〃 عمر = ۲ سال

Marfat.com

فرض کریں اثاثہ ۲ سال کی آمدنیاں = ۱۱۰۰ روپے اور ۲۴۲۰ روپے
پس فارمولے کا مطابق

$$3000 = \frac{1100}{(1+2m)} + \frac{2420}{(1+2m)^2}$$

اس فارمولا میں $2m$ شرح کٹوتی کی نمائندگی کرتا ہے۔ اب اگر کٹوتی کی شرح ۱۰ فیصد ہوگی تو رسدی قیمت اور سالانہ آمدنیوں کے سلسلہ کا مجموعہ آپس میں برابر ہو جائیں گے۔ پس

$$\text{or} \quad 3000 = \frac{1100}{(1+.10)} + \frac{2420}{(1+.10)^2} = \frac{1100}{1+\frac{10}{100}} + \frac{2420}{\frac{11}{10}\times\frac{11}{10}}$$

$$= \overset{100}{\cancel{1100}} \times \frac{10}{11} + \overset{20}{\cancel{2420}} \times \frac{100}{121}$$

$$\text{or} \quad 3000 = 1000 + 2000$$

$$3000 = 3000$$

فارمولا ریاضی کے سود مرکب کے فارمولا سے اخذ کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

کل زر = اصل زر (۱ + شرح سود)مدت

$$A = P\,(1+r)^T$$

A = کلزر P = اصلزر۔ r = شرح سود اور T = مدت

اصلزر نکالنے کے لیے =

اصلزر = کلزر / (۱ + شرح سود)^مدت یا

$$P = \frac{A}{(1+r)^T}$$

اگر شرح سود کی جگہ مختتم استعداد سرمایہ کو بطور کٹوتی کی شرح رکھیں۔ کلزر کو متوقع آمدنیاں اور اصلزر کو قیمت رسد سمجھیں تو یہ فارمولا مختتم استعداد سرمایہ کا فارمولا بن جاتا ہے۔

قیمتِ رسد = (متوقع سالانہ آمدنی) پہلا سال / (۱ + کٹوتی کی شرح)۱ + (متوقع سالانہ آمدنی) دوسرا سال / (۱ + کٹوتی کی شرح)۲ + (متوقع سالانہ آمدنی) ن ویں سال / (۱ + کٹوتی کی شرح) ن

دو درجی مساوات کے فارمولا

$$x = \frac{-b \pm \sqrt{b^2 - 4ac}}{2a}$$

کے ذریعے مذکورہ بالا مثال کی مزید تصدیق کی جا سکتی ہے۔ مثال کے مطابق

$$\frac{a_1}{(1+rm)} + \frac{a_2}{(1+rm)^2}$$

$$\text{OR.} \quad 3000 = \frac{1100}{(1+rm)} + \frac{2420}{(1+rm)^2}$$

Marfat.com

فرض کریں $n = (1 + rm)$

مساوات اس طرح ہوگی ۔

$$300 = \frac{1100}{n} + \frac{2420}{n^2}$$

دونوں پہلوؤں کو n^2 سے ضرب دینے سے

$$3000n^2 = 1100n + 2420$$

عملِ انتقال کے بعد

$$3000n^2 - 1100n - 2420 = 0 \quad \ldots\ldots (i)$$

دو درجی مساوات کی معیاری شکل کے مطابق

$$a = 3000$$

$$b = 1100$$

$$c = 2400$$

مساوات میں a ، b ، اور c کی قدریں رکھ کر n کی قیمت معلوم کی جا سکتی ہے ۔

$$n = \frac{+1100 \pm \sqrt{(-1100)^2 - 4 \times 3000 \times -2420}}{2 \times 3000}$$

$$n = \frac{+1100 \pm \sqrt{1210000 + 4 \times 7260000}}{6000}$$

$$n = \frac{+1100 \pm \sqrt{1210000 + 29040000}}{6000}$$

$$= \frac{+1100 \pm \sqrt{30250000}}{6000}$$

$$= \frac{+1100 \pm 5500}{6000} = \frac{6600}{6000} = 11$$

$(1 + rm) = 11$ یعنی $(1 +$ کٹوتی کی شرح $) = 11$

کٹوتی کی شرح $= 10$

مختتم استعداد سرمایہ ۱۰ فیصد ہوئی ۔

آجر کے لیے سرمایہ کاری اسی وقت منفعت بخش ثابت ہو سکتی ہے ۔ جب مختتم استعداد سرمایہ اور شرح سود میں فرق موجود ہو ۔ جب تک مختتم استعداد سرمایہ مروجہ شرح سود بلند ہے ۔ سرمایہ کاری کا عمل جاری رہے گا ۔ جب مختتم استعداد سرمایہ اور شرح سود برابر ہو جائیں تو سرمایہ کاری

Marfat.com

کا عمل رُک جائے گا۔ چونکہ شرحِ سود مستحکم ہوتی ہے۔ اس لیے سرمایہ کاری کا دارومدار مختتم استعدادِ سرمایہ پر ہوتا ہے۔ سرمایہ کاری میں مسلسل اضافہ مختتم استعدادِ سرمایہ کو گرانے کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ مشینوں کی طلب میں اضافہ سے ان کی قیمتیں چڑھتی ہیں اور منافع کی متوقع شرح گرتی جاتی ہے۔ اشیاء سرمایہ یعنی اثاثوں کی خریداری کے لیے شرحِ سود پر قرض لینا پڑتا ہے۔ اگر سرمایہ کے اثاثوں سے حاصل ہونے والی متوقع سالانہ آمدنیوں کو مروجہ شرحِ سود سے کٹوتی لگائی جائے تو سرمایہ کے اثاثوں کی قیمت طلب معلوم ہو جاتی ہے۔

قیمتِ طلب = متوقع سالانہ آمدنیاں جنھیں مروّجہ شرحِ سود سے کٹوتی لگائی گئی ہو۔

Demand Price = prospective annual yield discounted at the current rate of interest.

$$DP = \frac{Q1}{(1+r)} + \frac{Q_2}{(1+r)^2} + \frac{Q^n}{(1+r)^n}$$

$Q1$، Q^2، Q^n متوقع سالانہ آمدنیوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

r سے مراد حالیہ شرحِ سود ہے یعنی کٹوتی کی شرح

فرض کریں مروجہ شرحِ سود ۵ فیصد ہے۔ اس صورت میں سرمایہ کے اثاثہ کی قیمتِ طلب اس طرح اخذ ہوگی۔

$$DP = \frac{Q^1}{(1+r)^1} + \frac{Q^2}{(1+r)^2}$$

$$DP = \frac{1100}{(1+\frac{5}{100})^1} + \frac{2420}{(1+\frac{5}{100})^2}$$

$$DP = \frac{1100}{(1.05)^1} + \frac{2420}{(1.05)^2}$$

$$DP = 1047.61 + 2195.01$$

$$DP = 3242.62$$

اگر موجودہ شرحِ سود ۵ فیصد ہو اور مختتم استعدادِ سرمایہ ۱۰ فیصد تو

سرمایہ کی قیمتِ رسد = 3000.00

سرمایہ کی قیمتِ طلب = 3242.62

جب تک حالیہ شرحِ سود مختتم استعدادِ سرمایہ سے کم رہے گی۔ سرمایہ کاری کے لیے موافق اور سازگار فضا قائم رہے گی۔ قیمتِ طلب قیمت رسد سے زیادہ ہے۔ اس لیے سرمایہ کاری

Marfat.com

نفع بخش رہے گی۔ مختتم استعدادِ سرمایہ میں کمی سرمایہ کاری میں حوصلہ شکنی کا باعث بنتی ہے۔ جب کہ اس میں اضافہ سے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ سرمایہ کاری میں مسلسل اور تدریج اضافہ مختتم استعدادِ سرمایہ میں بتدریج کمی کا باعث بھی بنتا ہے۔ جیساکہ گوشوارہ سے واضح ہے۔

سرمائے کی مختتم استعداد کا گوشوارہ	
سرمایہ کاری کی مقدار	سرمائے کی مختتم استعداد
۴۰ کروڑ روپے	۲۰ ٪
۴۵ ″ ″	۱۸ ″
۵۵ ″ ″	۱۴ ″
۵۸ ″ ″	۱۲ ″
۶۰ ″ ″	۱۰ ″
۶۵ ″ ″	۶ ″

اس گوشوارہ سے یہ رجحان بالکل عیاں ہے کہ جیسے جیسے سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ سرمایہ کی مختتم استعدادِ کار میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ جب سرمایہ کاری ۴۰ کروڑ تھی۔ تو سرمائے کی مختتم استعدادِ کار ۲۰ ٪ اور سرمایہ کاری کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ کم ہوتے ہوتے ۶ ٪ رہ گئی۔ اس کی مندرجہ ذیل دو وجوہات ہیں۔

(i) **مشینوں میں اضافہ:** اگر ایک ہی شعبۂ پیدائش میں ایک ہی قسم کی مشینیں نصب ہوتی جائیں تو ان کی وجہ سے اس مخصوص شے کی پیداوار میں اضافہ ہوجائے گا اور اس وجہ سے اس سے حاصل ہونے والی متوقع آمدنی پہلے کی نسبت بہت کم ہوتی جائے گی۔ اور یہ رجحان سرمایہ کاری میں اضافہ کے ساتھ زور پکڑتا جائے گا۔

(ii) **مشینوں کی رسدی قیمت میں اضافہ۔** خاص قسم کی مشینیں خریدی جائیں تو ان کی طلب میں اضافہ کے باعث ان کی قیمت میں بھی اضافہ ہوجائے گا۔ جس کے باعث سرمائے کی مختتم استعدادِ کار کم ہوجائے گی۔

اب اگر سرمائے کی مختتم استعدادِ کار کا گوشوارہ دیا ہوا ہو جیساکہ اوپر دیا گیا ہے۔ تو ایسی صورت میں سرمایہ کاری کا دارومدار مروجہ شرح سود پر ہوگا۔ اگر شرح سود کم ہو تو سرمایہ کاری زیادہ ہوگی۔ مثلاً اگر شرح سود ۶ ٪ ہوجائے تو سرمایہ کاری ۶۵ کروڑ تک ہوسکتی ہے۔ اب ہم اس کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل ڈائیگرام سے کرتے ہیں۔

درج ذیل ڈائیگرام میں OX محور پر سرمایہ کاری کی مقدار اور OY مقدار پر سرمائے کی مختتم استعدادِ کار اور شرح سود کی پیمائش کی گئی ہے۔ AB خط سرمائے کی مختتم استعدادِ کار کی نمائندگی کرتا ہے۔ یہ خط بائیں سے دائیں نیچے کی جانب رجحان رکھتا ہے۔ جو اس حقیقت پر دلالت

Marfat.com

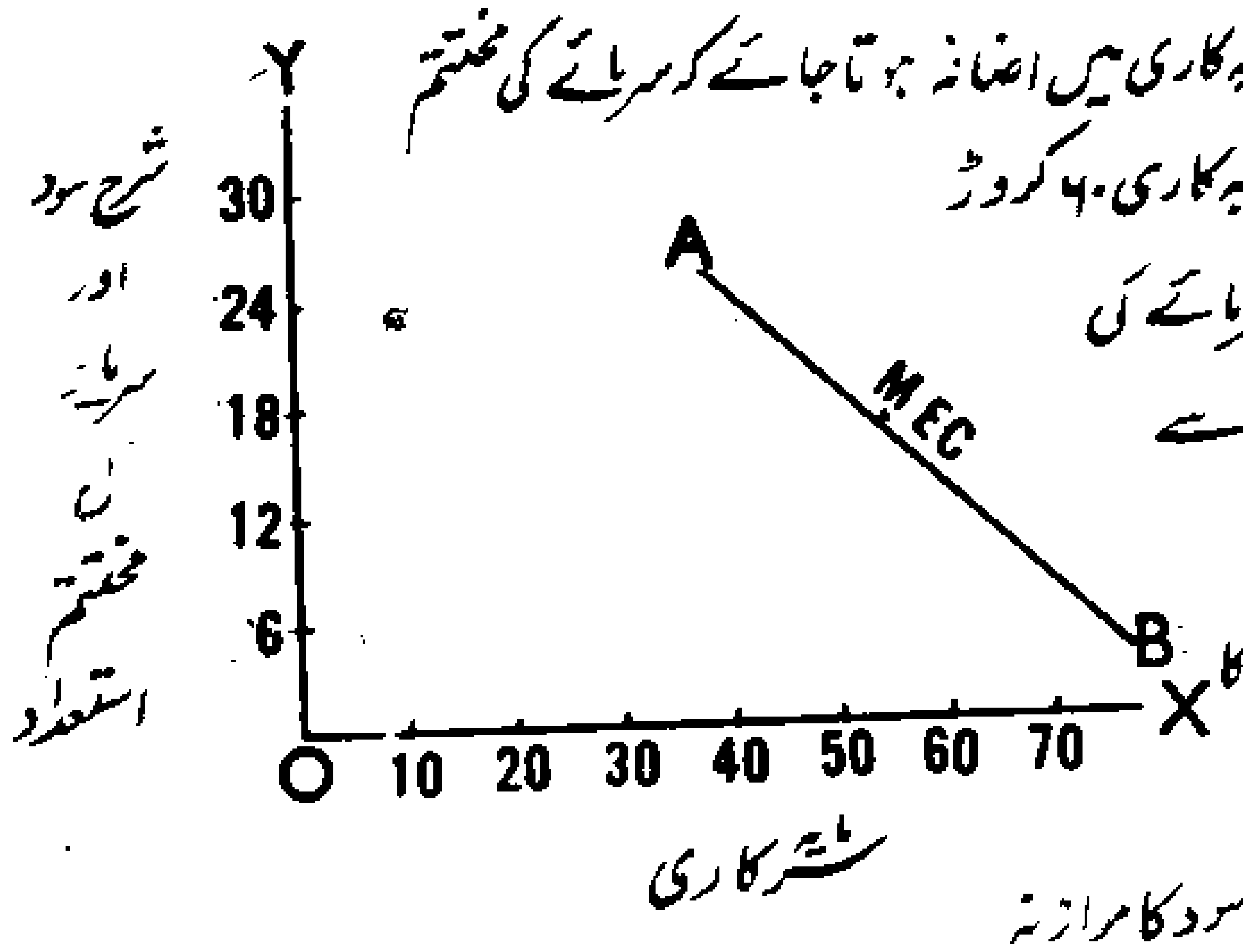

دلالت کرتا ہے کہ جیسے جیسے سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا جائے کہ سرمائے کی مختتم استعدادِ کار ۶ % تھی۔ جب سرمایہ کاری ۶۰ کروڑ تھی تو استعدادِ کار ۱۰ % تھی۔ سرمائے کی مختتم استعدادِ کار کے اس رجحان سے واضح ہے کہ جیسے جیسے سرمایہ کاری میں اضافہ ہوگا یہ رجحان بڑھتا رہے گا۔

اب سرمایہ کاری کے لیے سرمائے کی مختتم استعداد اور شرح سود کا موازنہ کیا جائے تو یہ نتیجہ نکلے گا کہ سرمایہ کاری اس مقدار کے برابر ہوگی۔ جہاں پہ سرمائے کی استعداد شرح سود سے زیادہ رہے یا کم از کم اسے برابر رہنے دے۔ اگر سرمائے کی استعداد اور شرح سود برابر ہوں تو سرمایہ کاری کی بجائے لوگ شرح سود کو ترجیح دیں گے۔ چوں کہ یہ محفوظ ترین آمدنی کا ذریعہ ہے اور اس میں کسی قسم کا خطرہ مول لینا نہیں پڑتا۔

سرمائے کی استعداد کار کے عوامل

مندرجہ ذیل عناصر سرمائے کی مختتم استعداد کار پہ متاثر کرتے ہیں۔

(i) **مخصوص شعبہ میں شے کی طلب** ۔ جس مخصوص شعبہ میں آجر سرمایہ کاری کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس شعبہ میں شے کی طلب کی کیا نوعیت ہے۔ طلب کے زیادہ ہونے کی صورت میں شے کی طلب سرمائے کی مختتم استعدادِ کار کو متاثر کرتی ہے۔

(ii) **آبادی میں اضافہ کی شرح** ۔ یہ بھی سرمائے کی مختتم استعداد کو متاثر کرتی ہے۔ اگر شرح افزائش بلند ہو تو اس کے باعث اشیاء کی طلب بڑھ جائے گی۔ جس کے باعث متوقع آمدنی بھی زیادہ ہوگی۔

(iii) **ایجادات** ۔ اگر نئی نئی ایجادات معرض وجود میں آئیں۔ تو طریق پیدائش بدل جاتے ہیں۔ جن سے سرمایہ کاری کے نئے نئے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی باعث متوقع آمدنیاں بھی بڑھ جاتی ہیں اور اس طرح سے سرمائے کی مختتم استعدادِ کار بلند ہو جاتی ہے۔

(iv) **اشیائے سرمایہ کا ذخیرہ** ۔ ان کا موجودہ سٹاک بھی سرمائے کی مختتم استعدادِ کار پہ اثر ڈالتا ہے۔ اگر یہ ذخیرہ زیادہ ہو تو سرمائے کی مختتم استعدادِ کار کم ہوگی اور اگر یہ سٹاک کم ہوگا تو سرمائے کی مختتم استعداد زیادہ ہوگی چونکہ باہمی مقابلہ اس صورت میں کم ہوگی۔

(v) **منڈی کی وسعت** ۔ منڈی جتنی وسیع ہوگی اتنی زیادہ سرمائے کی مختتم استعدادِ کار

Marfat.com

بھی ہوگی ۔ منڈی کے محدود ہونے کی صورت میں حالات برعکس ہوں گے ۔ یعنی سرمائے کی استعداد کم ہوگی ۔

(vi) **ٹیکسوں کی شرح** ۔ اگر ٹیکسوں کی شرح زیادہ ہو تو سرمائے کی مختتم استعداد کم ہوگی ۔ چونکہ اس سے کاروباری لوگوں کا منافع کم ہوجاتا ہے اور اگر ٹیکسوں کی شرح کم ہو تو سرمائے کی مختتم استعداد زیادہ ہوجاتی ہے ۔

(vii) **کاروباری لوگوں کی نفسیاتی کیفیت** ۔ اگر سرمایہ کاری کا ارادہ رکھنے والوں کی نفسیاتی کیفیت ایسی ہو کہ وہ مستقبل میں کاروباری حالات کو روشن خیال کرتے ہوں تو ایسی صورت میں وہ سرمائے کی مختتم استعداد کو زیادہ خیال کریں گے اور اگر ان پر قنوطیت چھائی ہو اور مستقبل میں کاروباری حالات کو تاریک خیال کریں تو ایسی صورت میں متوقع آمدنی کی شرح گر جائے گی ۔ یعنی سرمائے کی مختتم استعداد کم ہوگی ۔

(viii) **غیر ملکی تجارت** ۔ اگر ملک کافی مقدار میں اشیاء برآمد کرتا ہو تو اس کے باعث بھی اس ملک کی اشیاء کی مانگ بیرونِ ملک زیادہ ہوگی اور اس وجہ سے سرمائے کی مختتم استعداد کار بھی بلند ہوگی ۔ وگرنہ حالات اس کے برعکس ہوں گے ۔

سیال پذیری یا زرِ نقد کی ترجیح کا نظریہ

KEYNES LIQUIDITY PREFERENCE THEORY OF INTEREST

جے ایم کینز نے معاشی نظام کا تجزیہ کرتے وقت جہاں دیگر اصطلاحات استعمال کی ہیں اسی طرح اس نے شرح سود کے تعین کے سلسلہ میں بھی اپنا نظریہ پیش کیا ہے ۔ کینز نے یہ نظریہ پیش کرتے وقت اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ لوگ اپنی آمدنیوں میں سے اپنے مختتم میلانِ بچت کے مطابق بچتیں کرتے ہیں اور اس طرح سے جو رقوم اُن کے پاس اکٹھی ہوتی ہیں ۔ ان کے بارے میں لوگ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اُن میں سے کس قدر رقم وہ قرضے میں دیدیں اور کس قدر رقم وہ سیال یا نقد صورت میں اپنی تحویل میں رکھیں ۔ اب وہ کس قدر رقم کو سیال یا نقد صورت میں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں ۔ کینز کے مطابق اس کا دارومدار مندرجہ ذیل عناصر پر ہے ۔

۱۔ **محرک روزمرہ کے اخراجات** ۔

جے ایم کینز کے مطابق لوگ زرِ نقد کو اپنے پاس رکھنے کو اس لیے ترجیح دیتے ہیں کہ اخراجات اور آمدنی حاصل کرنے کے درمیان جو وقفہ ہے ۔ اس وقفہ کے دوران اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اس زرِ نقد کو زیرِ استعمال لا سکیں ۔ اس زمرے میں مندرجہ ذیل قسم کے دو گروہ آتے ہیں ۔

Marfat.com

(i) عوام الناس - ان کی زرِ نقد کی ترجیح کا انحصار اس وقفے کی مدّت پر ہے جو ان کی آمدنیوں اور اخراجات کے درمیان پایا جاتا ہے ۔ کینز کے مطابق جتنا یہ وقفہ زیادہ ہوگا۔ اتنی ہی زرِ نقد کی ترجیح زیادہ ہوگی اور جتنا یہ وقفہ کم ہوگا - اتنی ہی زرِ نقد کی ترجیح کم ہوگی - مثال کے طور پر اگر ایک شخص کو روزانہ معاوضہ ملتا ہے - تو اس کی زرِ نقد کی ترجیح اس مقصد کے لیے بہت کم ہوگی - جس شخص کو ہفتہ وار معاوضہ ملتا ہے - اس کی زرِ نقد کی ترجیح نسبتاً زیادہ ہوگی اور جس کو ماہانہ آمدنی ملتی ہے - اس کی زرِ نقد کی ترجیح اس سے بھی نسبتاً زیادہ ہوگی - اس کے علاوہ روزگار اور قیمتوں کی کیفیت بھی ان کی زرِ نقد کی ترجیح کو متاثر کرتی ہے - اگر روزگار کی حالت بہتر ہوگی قیمتیں اور مصارف زیادہ ہوں تو اس مقصد کے لیے زرِ نقد کی ترجیح بھی زیادہ ہوگی وگرنہ کم ۔

(ii) کاروباری طبقہ - افراد کی طرح کاروباری لوگ کی زرِ نقد کی ترجیح کا انحصار بھی اس وقفہ پر ہے جو ان کے مصارف اور اشیاء کو فروخت کرنے کے بعد آمدنی حاصل ہونے کے درمیان پایا جاتا ہے - اگر یہ وقفہ زیادہ ہو تو زرِ نقد کی ترجیح یعنی زیادہ مقدار میں زر اپنی تحویل میں رکھیں گے اور اگر یہ وقفہ کم ہو تو کم مقدار میں زر اپنی تحویل میں رکھیں گے - چنانچہ زرِ نقد کی ترجیح براہِ راست اس وقفہ پر منحصر ہوگی - نیز کاروباری حالات، روزگار کے حالات، مصارفِ پیدائش بھی زرِ نقد کی ترجیح کو متاثر کرتے ہیں - اگر یہ حالات تیزی کا رجحان رکھتے ہوں تو کاروباری حلقہ زیادہ مقدار میں زرِ نقد رکھے گا وگرنہ کم ۔

II محرکِ پیش بندی - precautionary motive

عام لوگ اور کاروباری طبقہ پیش بندی کے طور پر بھی زرِ نقد کو ترجیح دیتے ہیں - افراد اور فرمیں ناگہانی حالات کا مقابلہ کرنے اور نفع آور موقعوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے بھی نقدی کی صورت میں زر کو رکھنا پسند کرتے ہیں - اکثر اوقات افراد یا فرمیں جب اپنے پروگرام کے مطابق اشیاء یا خدمات خریدنے جاتے ہیں تو منڈی میں موجود صورتِ حال سے فائدہ اٹھانے کے لیے ان رقوم سے فالتو زر نقدی کی صورت میں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں - جو وہ پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق خرید و فروخت کرنا چاہتے ہیں - اس کے علاوہ دیگر ناگہانی ضروریات کے لیے بھی زر کو نقدی کی صورت میں طلب کرتے ہیں - اگر بازارِ زر نہایت منظم ہو اور افراد اور فرموں کو زر آسانی کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے فراہم ہو جاتا ہو تو اس مقصد کے لیے کم زرِ نقد رکھا جاتا ہے ۔

III محرکِ تخمین - The speculative motive

عام اور کاروباری ادارے مستقبل میں ہونے والے معاشی زیر و بم سے فائدہ اٹھانے کے لیے کثیر مقدار میں زرِ سیال یا نقد صورت میں اپنی تحویل میں رکھتے ہیں - وہ شرحِ سود کے

Marfat.com

اتار چڑھاؤ پر کڑی نظر رکھے ہوتے ہیں۔ چونکہ شرح سود کی تبدیلی کے باعث حصص کی منڈی میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ بانڈز، حصص، مختلف قسم کے تمسکات کی قیمتوں میں بے پناہ فرق پڑجاتا ہے۔ چنانچہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے کثیر مقدار میں رقوم سیال صورت میں اپنے پاس رکھتے ہیں۔ کینز کے نزدیک یہی ایک ایسا محرک ہے۔ جس کے باعث شرح سود متاثر ہوتی ہے۔ کینز کے نظریہ کے مطابق مذکورہ بالا دونوں مقاصد یا محرکات ایک ڈگر پر قائم رہتے ہیں اور ان کے لیے زرِ نقد کی ترجیح بھی کم و بیش یکساں ہی رہتی ہے۔ بس یہی ایک محرک ہے جو شرح سود کے تعین میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔

اب کینز نے نظریہ سود بیان کرتے وقت اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ زر ہی مکمل طور پر سیال اثاثہ ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو طلب کرتے ہیں یا نقدیت کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو کاروباری مواقعوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس سیال اثاثہ یعنی زر نہیں ہوتا وہ اس کی قیمت دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور دوسری جانب ان لوگوں کو جو ان فوائد سے وقتی طور پر محروم ہو جائیں گے۔ جو اس سیال اثاثے یعنی زر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان کو اس وقتی محرومی کا کچھ صلہ ملنا چاہیے۔ یعنی ایک طرف تو لوگ اس سیال اثاثہ یعنی زر کو طلب کرتے ہیں اور دوسری جانب اس کو رکھنے والے اس کے صلے کے حقدار ہیں۔ لہذا شرح سود زر کی طلب اور رسد کے باہمی توازن سے مقرر ہوتی ہے۔ لیکن کینز کے خیال کے مطابق شرح سود کا انحصار اس سیال اثاثے یعنی زرِ نقد کی ترجیح ہوتا ہے۔ کینز کے مطابق جتنی بھی زرِ نقد کی ترجیح مضبوط ہوگی اتنی ہی شرح سود بلند ہوگی اور اگر زرِ نقد کی مقدار زیادہ ہوگی تو شرح سود کم ہوگی۔

"The str[illegible]r the liquidity preference the higher is the rate of interest and greater the quantity of money the lower is the rate of interest."

اگر سیال اثاثہ یعنی زرِ نقد کی ترجیح کسی وقت کم ہو جائے تو شرح سود بھی کم ہو جائے گی اور اگر کسی وقت زر کی یعنی زرِ نقد کی مقدار کم ہو جائے تو شرح سود بڑھ جائے گی۔ چنانچہ کسی اور شے کی قیمت کی طرح شرح سود بھی اس سطح پر مقرر ہوگی جہاں زرِ نقد کی طلب اس کے رسد کے برابر ہو جائے۔ بس اگر زرِ نقد کی ترجیح کسی وقت بڑھ جائے یعنی مضبوط ہو جائے تو شرح سود میں اضافہ ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس بڑھی ہوئی زرِ نقد کی ترجیح کے لیے زرِ نقد کی رسد میں اضافہ نہ ہو۔

پست حالیہ شرح سود پر لوگ تخمینی مقاصد کے لیے زیادہ زرِ نقد اپنے پاس رکھتے ہیں کیونکہ ایسے حالات میں سرمایہ کاری نہ کرنا باعثِ نقصان نہیں ہوتا۔ بلند حالیہ شرح سود پر زرِ نقد

Marfat.com

کی ترجیح کمزور پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ سرمایہ کاری منفعت بخش بن جاتی ہے۔ سیال پذیری اور شرح سود کے درمیان معکوس ہم رشتگی پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے تخمینی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی ترجیح شرح سود کا تقلیل تفاعل Decreasing function کہلاتا ہے۔

$$Ls = f(r)$$

Ls سے مراد تخمینی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی ترجیح، سے مراد تفاعل اور سے مراد شرح سود ہے۔ کینز کے مطابق کاروباری اور ناگہانی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی ترجیح کا دارومدار آمدنی پر ہوتا ہے۔ جب کہ تخمینی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی ترجیح کا انحصار شرح سود پر ہوتا ہے۔ اسے ایک مساوات کے ذریعے بھی بیان کیا گیا ہے۔

$$M = M_1 + M_2 = L_1(y) + L_2(r)$$

M سے مراد زر کی رسد

M_1 = زر نقد کی ترجیح برائے کاروباری اور ناگہانی مقاصد

M_2 = تخمینی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی ترجیح

$L_1(y)$ = تفاعل زرِ نقد برائے کاروباری اور ناگہانی مقاصد جس کا انحصار آمدنی پر ہوتا ہے۔

$L_2(r)$ = تفاعلِ زر نقد برائے تخمینی مقاصد جس کا انحصار شرح سود پر ہے۔ کاروباری لین دین اور ناگہانی مقاصد کے محرکات شرح سود پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ تخمینی محرک اور مقدار شرح سود پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مندرجہ ذیل اشکال سے اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ مفروضات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کاروباری لین دین اور ناگہانی حالات کے لیے زرِ نقد کی ترجیح جو آمدنی کا تفاعل ہے۔ یکساں رہتی ہے۔

۲۔ تخمینی مقاصد کے لیے زر نقد کی ترجیح شرح سود کا تفاعل ہے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

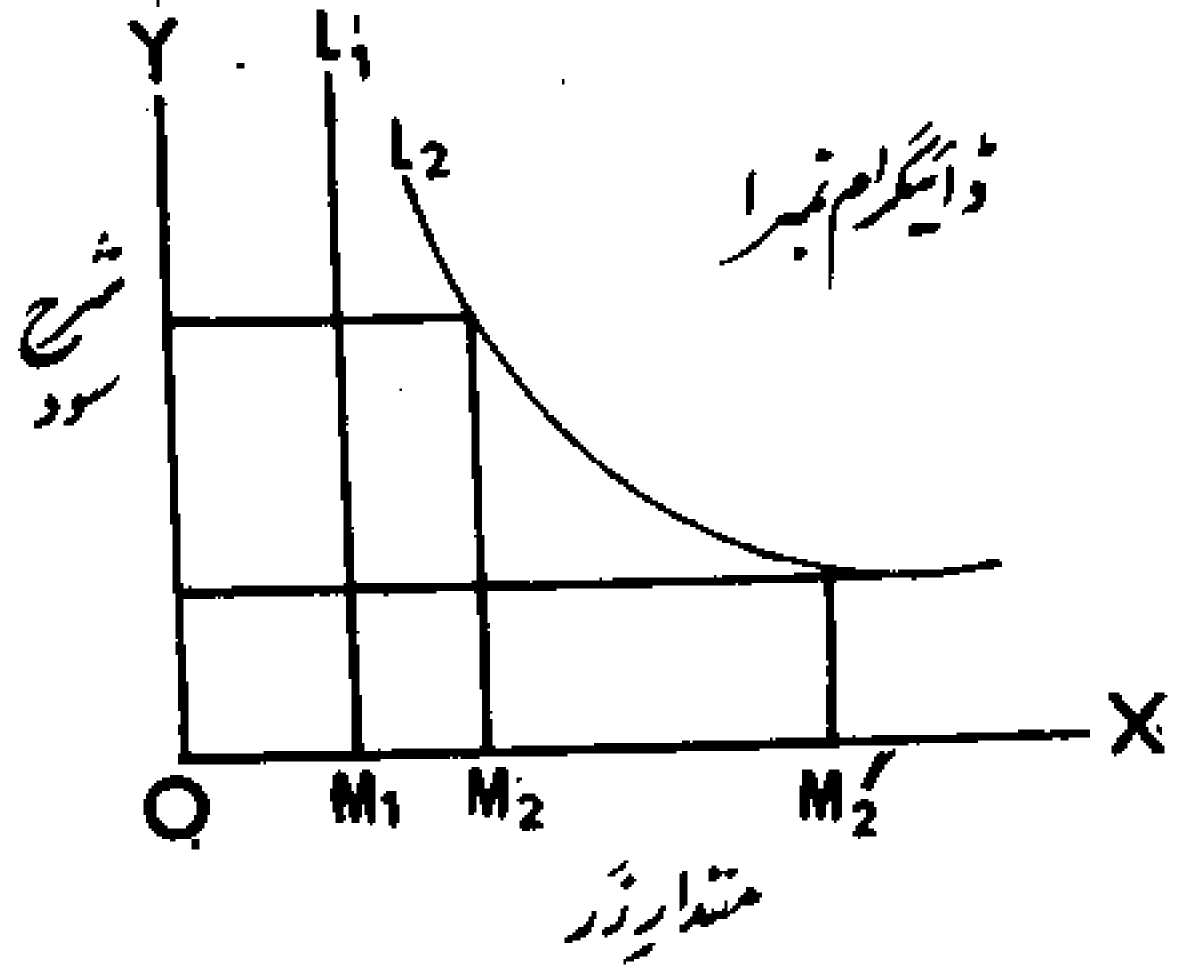

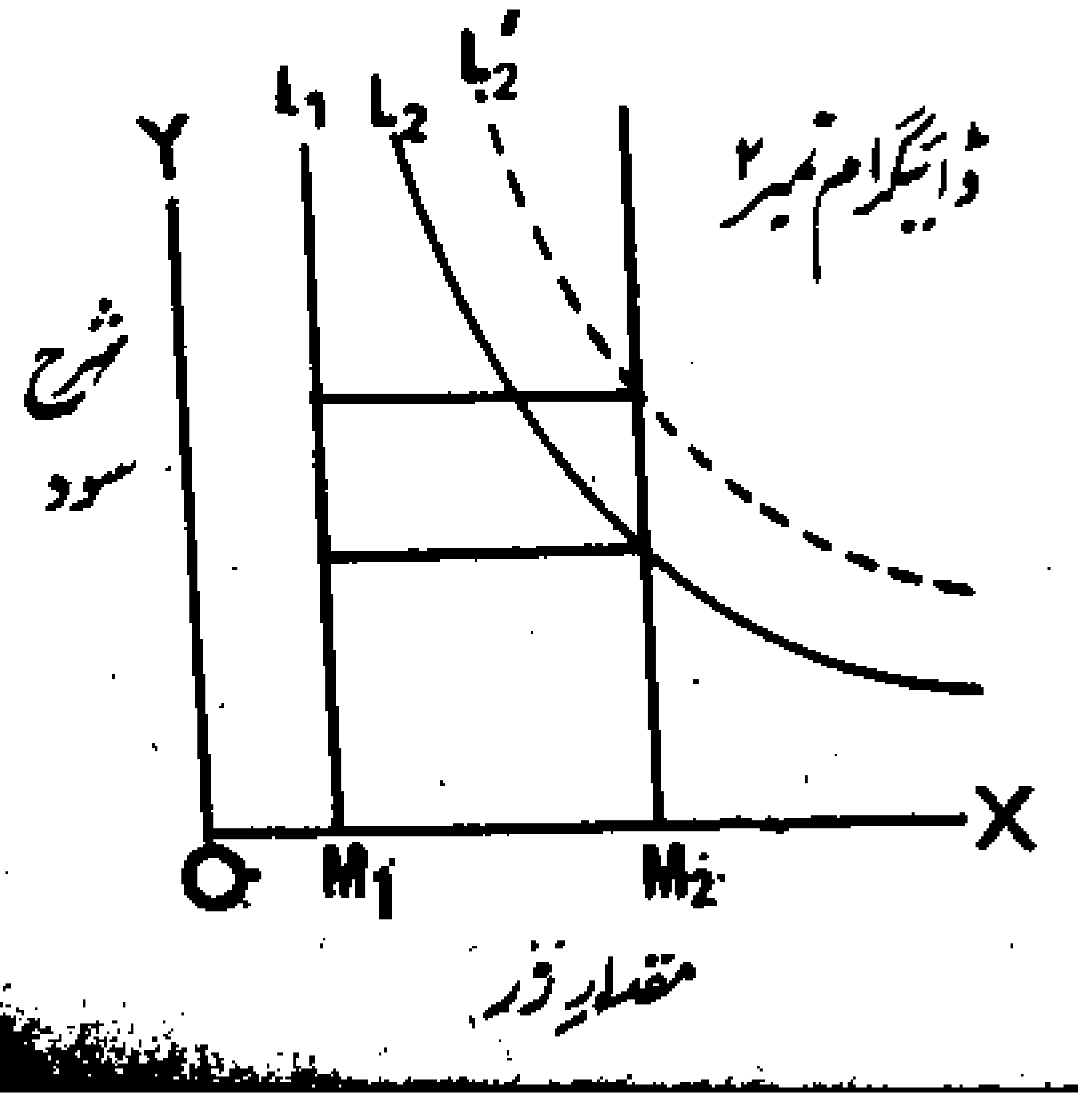

Marfat.com

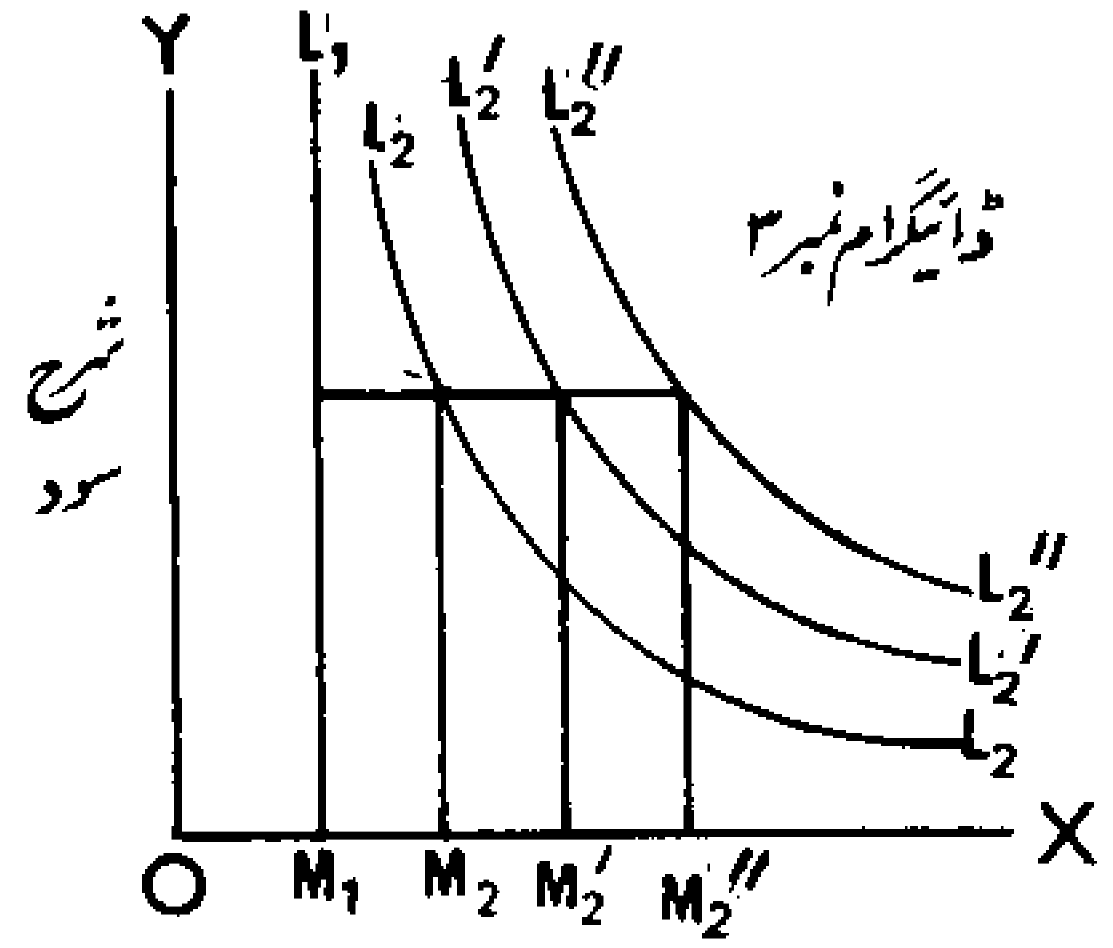

شکل نمبر ۱ میں M_1 محرک کاروباری لین دین اور ناگہانی حالات کے لیے پیش بندی کے لیے مقررہ مقدارِ زر OM_1 کو ظاہر کرتا ہے جو شرح سود کی بجائے آمدنی سے متاثر ہوتا ہے۔ خط L_2L_2 مختلف زر کی مقداروں پر سود کی مختلف شرحوں کو ظاہر کرتا ہے۔

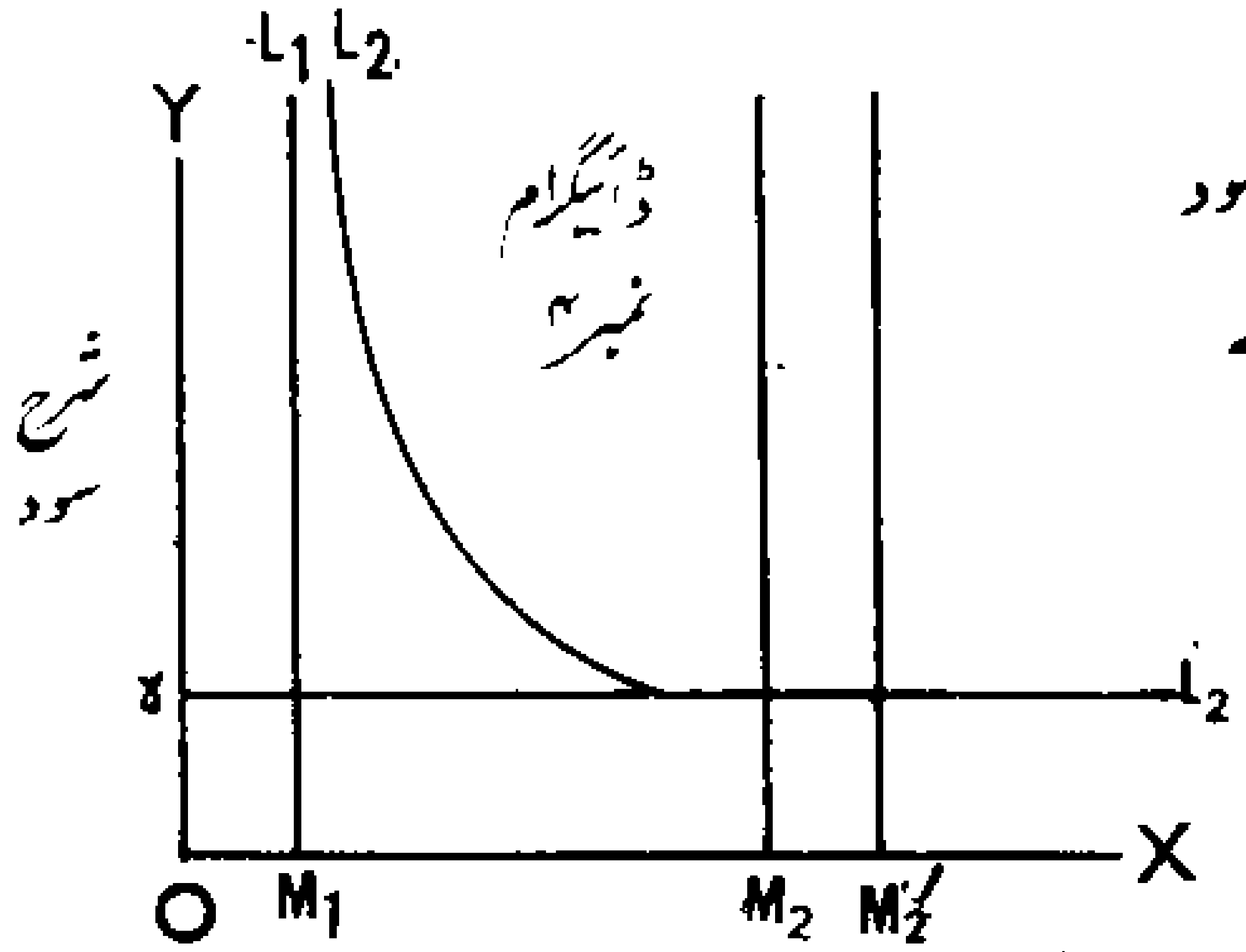

تخمینی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی مقررہ مقدارِ زر M_1M_2 جو کل مقدارِ زر $OM_2 - OM_1$ کے برابر ہے۔ شرح سود OY مقرر ہوگی۔ اگر تخمینی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی ترجیح تو یکساں رہے لیکن زری ادارے اعتباری زر پھیلا کر مقدار OM_2' کر دیں تو تخمینی مقاصد کے لیے زرِ نقد کی مقدار بھی بڑھ کر M_1M_2' ہو جائے گی جس سے شرح سود گر کر OY' ہو جائے گی۔

ڈائیگرام نمبر ۲ میں کل مقدارِ زر OM_2 اور تخمینی مقاصد کے لیے مقدارِ زر M_1M_2 یکساں رہتا ہے اور شرح سود OY ۔ اگر مستقبل کے حالات کے پیشِ نظر زرِ نقد برائے تخمینی مقاصد میں اضافہ ہو جائے تو محرک تخمین کا نیا خط $L_2'L_2'$ بنے گا اور شرح سود بڑھ کر OY' ہو جائے گی۔

ڈائیگرام نمبر ۳ میں ترجیح زرِ نقد اور مقدارِ زر میں یکساں تبدیلیاں ظاہر کی گئی ہیں۔ اگر مستقبل تاریک ہو جائے تو زرِ نقد کی ترجیح زور پکڑ لیتی ہے۔ جو خطوط $L_2'L_2'$ اور $L_2''L_2''$ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ زرِ نقد کی ترجیح میں اضافہ کے ساتھ تخمینی محرکات M_1M_2 سے بڑھ کر M_1M_2' اور M_1M_2'' ہو جاتی ہے۔ جس سے شرح سود تبدیل نہیں ہوتی۔

ڈائیگرام نمبر ۴ میں خط L_2L_2 ترجیح نقد برائے تخمینی مقاصد کی وضاحت کرتا ہے جو لچکدار ہے۔ اس کے تخمینی مقاصد کے لیے کم مقدارِ زر پر شرح سود زیادہ اور زیادہ مقدار پر شرح سود کم ہوتی ہے۔ کینز کے مطابق مقدار کو بڑھا کر شرح سود کو کم کرنے کی ایک حد ہو سکتی ہے۔ اس حد کے بعد ترجیح نقد کا خط مکمل طور پر لچکدار ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

باب ۲۰

قومی آمدنی اور روزگار کا تعیّن

کسی ملک کی معیشت میں زیر و بم آتے رہتے ہیں۔ کبھی تو معاشی سرگرمیاں تیز ہوتی ہیں۔ صرف سرمایہ کاری کی سطح بلند ہوتی ہیں اور کامل روزگار کے حالات پائے جاتے ہیں اور کبھی اشیاء و خدمات کی قیمتیں تنزل پذیر، سرمایہ کی مختتم استعداد پست اور سرمایہ کاری کے لیے حوصلہ شکن حالات کی بنا پر معاشی سرگرمیاں کبھی سرد اور کبھی جمود کا شکار ہو جاتی ہیں ایسے حالات میں جہاں قومی پیداوار کی سطح پست ہوتی ہے وہاں معیشت میں بیروزگاری کا دور دورہ بھی ہوتا ہے۔ کلاسیکی معیشت دانوں کے افکار کے مطابق ہر معیشت میں ایسے اندرونی خود کار عوامل موجود ہوتے ہیں جو گرم بازاری اور سرد بازاری کے رجحانات کے خاتمے اور متوازن حالات کو جنم دینے کا باعث بنتے ہیں۔ اگر معیشت میں عدم توازن کے حالات موجود بھی ہوں تو وہ خود بخود ختم ہو جاتے ہیں، یعنی معیشت میں ہمیشہ متوازن کیفیت کا رجحان پایا جاتا ہے۔ کلاسیکی معیشت دان معیشت میں اُتار چڑھاؤ کو تو بیان کر دیتے ہیں لیکن ان اتار چڑھاؤ کی وجوہات بیان کرنے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ایسے اتار چڑھاؤ خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں، اس لیے انہوں نے ان کے انسداد کے لیے کوئی تجاویز نہیں دیں۔

۱۹۲۹ء کے عظیم عالمی بحران نے کلاسیکی معیشت دانوں کے افکار کو دھچکا لگایا اور کینز کے افکار نے دنیا کو ایک نئی سوچ سے آشنا کیا۔ انہوں نے تجارتی چکروں کی وجوہات بیان کیں اور ان کے انسداد کے طریقے بھی تجویز کیے۔ ان سے پہلے حکومت سے توقع رکھی جاتی تھی کہ وہ عوام کی معاشی سرگرمیوں میں کوئی دخل اندازی نہ کرے۔ کینز نے معاشی ناہمواریوں کے تدارک اور قومی آمدنی اور روزگار کی سطح کو بلندیوں سے ہمکنار کرنے کے لیے حکومت کی مداخلت کو اُجاگر کیا۔ ان کے مطابق قومی آمدنی کی متوازن سطح پر بچتیں اور سرمایہ کاری برابر ہوتی ہے اور یہ سطح کامل روزگار کی سطح کے اوپر بھی واقع ہو سکتی ہے اور نیچے بھی۔ اس لیے معیشت میں افراطی اور تفریطی شگاف

Marfat.com

شگاف پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کے انسداد کے لیے حکومت کی مداخلت ضروری ہو جاتی ہے تاکہ قومی وسائل سے بھرپور استفادہ کر کے کامل روزگار کی سطح حاصل کی جا سکے۔ کامل روزگار کی سطح سے مراد معیشت کی وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں ہر اہل اور خواہشمند فرد کو اس کی قابلیت اور صلاحیتوں کے مطابق روزگار مل جائے۔ ہر ملک کامل روزگار کی سطح کے حصول کے معاشی پالیسیوں کو اس طرح مرتب کرتا ہے کہ ان سے مطلوبہ مقاصد بھی حاصل ہو جائیں اور معاشی استحکام بھی۔ جس کے بغیر معاشی خوشحالی کا تصور بھی خام خیالی ہوتا ہے۔ کینز نے قومی آمدنی کے تعین کے لیے دو نظریات دیئے:

(ا) قومی آمدنی کی متوازن سطح کیسے متعین ہوتی ہے۔

(ب) قومی آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کے برابر نہ ہو تو افراطی اور تفریطی شگاف کیسے پُر کیے جا سکتے ہیں:

(ا) قومی آمدنی کا تعین
(DETERMINATION OF NATIONAL INCOME)

قومی آمدنی کے لیے دو طریقے اختیار کیے جاتے ہیں:

۱۔ بچت اور سرمایہ کاری کا طریقہ (SAVING AND INVEST-MENT METHOD)

۲۔ کل اخراجات کا طریقہ (TOTAL EXPENDITURE)

۱۔ بچت اور سرمایہ کاری کا طریقہ

قوم اپنی آمدنی کا ایک حصہ اشیائے صرف پر خرچ کر دیتی ہے اور ایک حصہ پس انداز کر لیتی ہے۔

$$Y = C + S$$

بچت کا انحصار اندرونی اور بیرونی عوامل ( ) پر ہوتا ہے۔ اندرونی عوامل میں قوم کی خواندگی، دوراندیشی، بنکاری اور بیمہ کی سہولتوں کی فراہمی، بلند شرح سود اور مستقبل کے اندازے اور منصوبے شامل ہیں۔ بیرونی عوامل میں قدرتی ذرائع کی کثرت، محنت کی استعداد کار، سرمایہ کی کارکردگی، معاشی ترقی، ذرائع رسل و رسائل کی ترقی، بنکاری کی سہولیات، نظام محصولات، طریق پیدائش، توازن تجارت اور آمدنی کا معیار شامل ہے۔ سرمایہ کاری کا انحصار شرحِ سود، فنی ترقی اور شرحِ افزائش، زرکی رسد اور مختتم استعدادِ سرمایہ پر ہوتا ہے۔ بچت کار سرمایہ کار نہیں ہوتے دونوں مختلف محرکات سے متاثر ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ بچت کار جو اپنی پس انداز کی ہوئی رقوم خود استعمال نہیں کرتے وہ انہیں بنکوں میں جمع کروا دیتے ہیں یا بیمہ پالیسیوں کے پریمیم ادا کرتے ہیں سرمایہ دار مالی اداروں سے رقوم قرض لیکر قوم کے حقیقی اثاثوں اور قوتِ پیداواری میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں جس سے قومی پیدار اور روزگار میں اضافہ ہوتا ہے اور قوم خوشحال اور آسودگی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ انفرادی طور پر اگر بچتیں سرمایہ کاری کے برابر نہ بھی ہوں تو اجتماعی طور پر ان میں مساوات ضرور پائی جاتی ہے۔ اس لیے قومی آمدنی کی متوازن سطح وہ ہوتی ہے جہاں بچتوں سے تشکیل پانے والا سرمایہ حقیقی اثاثوں کی خریداری پر خرچ ہو جائے۔ یعنی بچتیں سرمایہ کاری کے برابر ہوں۔

فرض کریں کہ سرمایہ کاری خود اختیاری ہے یعنی وہ خارجی عوامل اور قومی آمدنی کا تفاعل نہیں قومی آمدنی کی ہر سطح پر سرمایہ کاری یکساں رہتی ہے۔ اس لیے سرمایہ کاری کا خط افقی بنایا جاتا ہے جو ایکس محور کے بالکل متوازی ہوتا ہے۔ بچتیں آمدنی کا تفاعل ہوتی ہیں یعنی آمدنی میں اضافہ سے مختتم میلان صرف کم ہو جاتا ہے اس لیے مختتم میلانِ بچت بڑھتا ہے۔ اس لیے بچت کے خط کا رجحان مثبت ہوتا ہے۔ وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل گوشوارہ بنایا گیا ہے۔

قومی آمدنی (ارب روپوں میں)	صرف	ترغیبی بچت	خود اختیار سرمایہ کاری	قومی آمدنی کا کل خرچ کالم ایک کے برابر	متوازن آمدنی کے کل صرف کیلئے	کیفیت
۲۲ ارب روپے	۱۸ ارب روپے	۴ ارب روپے	۲ ارب	۲۲ ارب روپے	۲۰ ارب <	سکڑاؤ کا عمل
۱۹ "	۱۶ "	۳ "	۲ "	۱۹ "	۱۸ " <	"
۱۶ "	۱۴ "	۲ "	۲ "	۱۶ "	۱۶ " =	توازن
۱۳ "	۱۲ "	۱ "	۲ "	۱۳ "	۱۴ " >	پھیلاؤ
۱۰ "	۱۰ "	صفر "	۲ "	۱۰ "	۱۲ " >	"
۷ "	۸ "	منفی ۱ "	۲ "	۷ "	۱۰ " >	"

گوشوارہ کے مطابق قومی آمدنی میں کمی سے صرفی اخراجات کم ہوتے ہیں جس کے ساتھ بچتیں بھی کم ہو جاتی جاتی ہیں۔ خود اختیار سرمایہ کاری ہر سطح پر یکساں رہتی ہے اور معیشت میں سکڑاؤ کا عمل جاری رہتا ہے۔ جب قومی آمدنی کی سطح ۱۶ ارب روپے ہو تو بچت اور سرمایہ کاری برابر ہو جاتی ہیں اور قومی آمدنی کی سطح بھی متوازن ہو جاتی ہے۔ اگر آمدنی کو مزید گرنے دیا جائے تو میلانِ صرف کے ساتھ ساتھ میلانِ بچت میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی سرمایہ کاری بچتوں سے تجاوز کر جاتی

Marfat.com

ہیں۔ اس سے پھیلاؤ کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے ذیل میں ڈائیگرام بنایا گیا ہے۔

ڈائیگرام نمبر ۱

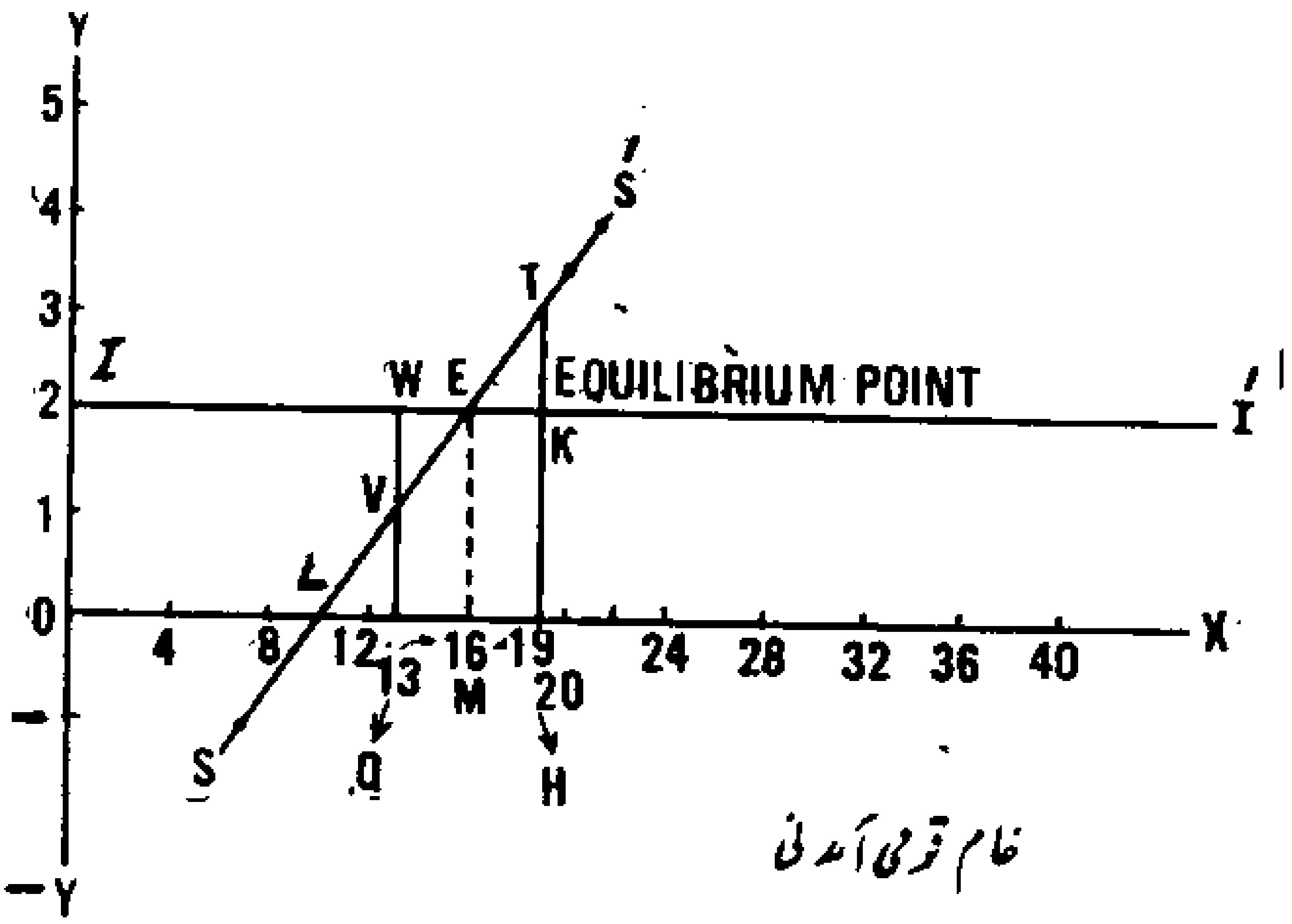

ڈائیگرام نمبر ۱ کے مطابق ایکس محور پر خام قومی آمدنی اور دائی محور پر بچت اور سرمایہ کاری کی پیمائش کی گئی۔ خود اختیار سرمایہ حدی کا خط II' ایکس محور کے بالکل متوازی ہے۔ کیونکہ یہ آمدنی میں اتار چڑھاؤ سے بالکل متاثر نہیں ہوتی سرمایہ کاری ہر حال میں دو ارب روپے ہی رہتی ہے۔ میلان بچت کے خط کا رجحان مثبت ہے۔ SL منفی بچتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ نقطہ L پر جبکہ قومی آمدنی دس ارب روپے تھی بچتیں صفر کے برابر ہو جاتی ہے۔ آمدنی کی اس سطح پر صرف اور آمدنی یکساں ہیں۔ LS مثبت بچتوں کی نمائندگی کرنے والا خط ہے جس سے بچتوں کا آمدنی کا تفاعل ہونے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ خطِ بچت، خطِ سرمایہ کاری کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے۔ نقطۂ انقطاع پر قومی آمدنی کی سطح ۱۶ ارب روپے یا OM پر ہے اور یہ قومی آمدنی کی متوازن سطح ہے اس سطح پر کوئی شگاف رونما نہیں ہوتا۔ یہ معیارِ متوازن بھی ہے اور مستحکم بھی کیونکہ بچت سرمایہ حدی کے برابر ہے۔

اب فرض کریں قومی آمدنی ۱۶ ارب روپے سے کم ہو کر ۱۳ ارب روپے یا OQ ہو جاتی ہے ایسی صورت میں

بچت = ایک ارب روپے یا VQ

سرمایہ کاری = دو ارب روپے یا WQ

Marfat.com

سرمایہ کاری بچتوں کی نسبت ایک ارب روپے یا W V کی حد تک زیادہ ہے۔ گویا اشیا کی طلب ان کی رسد سے زیادہ ہے۔ ایسے حالات میں اشیا کی قیمتوں اور منافع کی شرح میں اضافہ سے سرمایہ کاری کی مزید حوصلہ افزائی ہوگی۔ روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور قومی آمدنی میں پھیلاؤ کا عمل شروع ہو جائے گا۔ اس سے جوں جوں قومی آمدنی میں اضافہ ہوگا بچتیں بڑھیں گی حتیٰ کہ ۱۶ ارب روپے کی سطح یا OM پر بچتوں اور سرمایہ کاری میں دوبارہ توازن پیدا ہو جائیگا۔

اگر قومی آمدنی کی سطح ۱۹ ارب روپے یا OH ہو جائے تو

بچتیں ۱۳ ارب روپے یا TH

سرمایہ کاری ۲ ارب روپے یا KH

بچتیں ایک ارب روپے یا TK کی حد تک زیادہ ہیں یعنی اشیا کی رسد طلب سے زیادہ ہے۔ ایسے حالات میں قیمتوں میں کمی کا رجحان پیدا ہو جائے گا۔ مختتم استعداد سرمایہ پست اور سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ عمل پیدائش محدود ہو جانے سے بہت سے لوگوں کو روزگار سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ جس سے بیکاری کے ساتھ عوام کی قوتِ خرید بھی کم ہوگی جو طلب میں مزید کمی کا باعث بنے گی۔ لوگوں کی پس اندازی قوت محدود ہو جائے گی اور معیشت میں سکڑاؤ کا عمل شروع ہو جائے گا۔ قومی آمدنی اور بچتوں کی سطح پست ہونا شروع ہوگی اور بالآخر قومی آمدنی کم ہو کر دوبارہ ۱۶ ارب روپے سطح پر واپس آ جائے گی۔ جہاں بچتیں اور سرمایہ کاری یکساں ہیں۔ پس قومی آمدنی کی OM سطح ہی پائیدار اور مستقل ہوگی۔ کیونکہ یہاں بچتوں اور سرمایہ کاری میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔

صرف + سرمایہ کاری یا کل اخراجات کا طریقہ

قوم اپنی آمدنی کو اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ پر خرچ کرتی ہے۔ اس طرح اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ کے مجموعی اخراجات کل قومی آمدنی کے برابر ہوتے ہیں۔ گوشوارہ کے پہلے اور پانچویں کالموں کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ کل آمدنی ہمیشہ کل خرچ کے برابر ہوتی ہے۔ یعنی عاملینِ پیدائش اپنی خدمات کے عوض لگان، سود، اُجرت اور منافع جات کی شکل میں معاوضے وصول کرتے ہیں۔ وہ اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ پر خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر کل آمدنی اور کل خرچ برابر ہوں تو قومی آمدنی کی سطح متوازن اور مستحکم ہوگی۔ دونوں متغیرات میں فرق سے قومی آمدنی کی سطح بھی غیر متوازن اور غیر پائیدار ہو جاتی ہے۔ وضاحت کے لیے دوسرے صفحے پر ڈائیگرام بنایا گیا ہے۔ ایکس محور پر کل آمدنی اور وائی محور پر کل اخراجات کی پیمائش کی گئی ہے۔ OD خط تنصیف

Marfat.com

ڈائیگرام نمبر: ۲

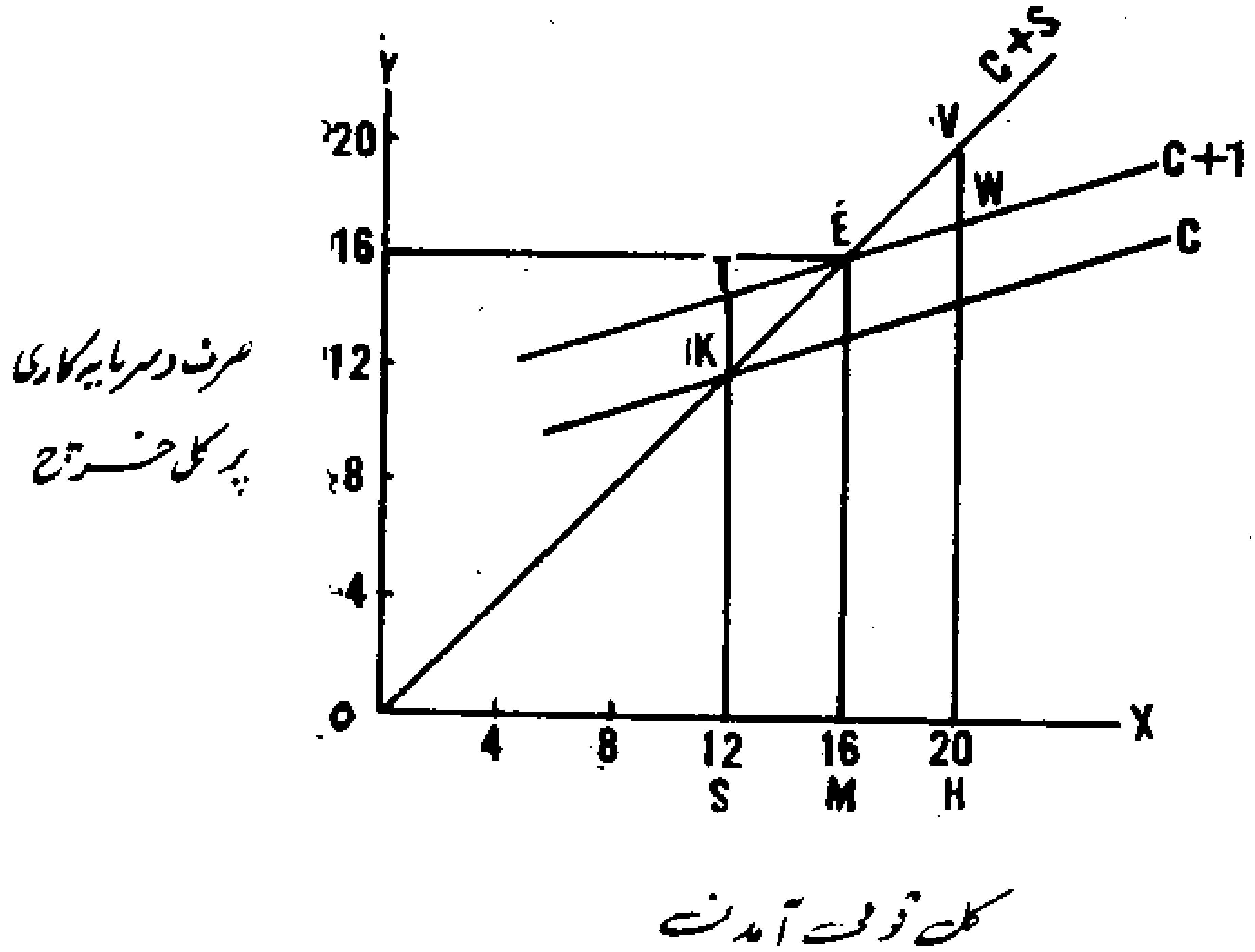

ہے جو ۴۵° کا زاویہ بناتا ہے اور جس پر موجود ہر نقطہ پر کل آمدنی اور کل خرچ میں مساوات پائی جاتی ہے یعنی:

کل آمدنی = صرفی اخراجات + سرمایہ کاری یا کل خرچ

C میلان صرف کا خط ہے جو آمدنی کا تفاعل ہے یعنی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ صرف میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

C+I صرف اور سرمایہ کاری کا اجتماعی خط ہے جو خطِ صرف کے اوپر واقع ہے۔ سرمایہ کاری کو خود اختیاری فرض کرتے ہوئے اسے یکساں رکھا گیا ہے۔

اگر قومی آمدنی کی سطح OM ہو تو

کل آمدنی = OM یا ۱۶ ارب روپے

کل اخراجات = OM یا ۱۶ ارب روپے

کل آمدنی = کل خرچ

اگر آمدنی کی سطح گر کر ۱۲ ارب روپے رہ جائے تو اس سطح پر

کل آمدنی = ۱۲ ارب روپے یا OS

کل خرچ (C + I) = ۱۵ ارب روپے یا TS

Marfat.com

گویا کُل خرچ ۲ ارب روپے یا TK کی حد تک زیادہ ہے۔

اس سطح پر آجرین اشیا کی پیدائش پر جس قدر رقم خرچ کرتے ہیں اس سے زیادہ انہیں وصولیاں ہوتی ہیں جس سے سرمایہ کی مختتم استعداد بڑھے گی، سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوگی، نئے کاروبار معرضِ وجود میں آئیں گے۔ روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے اور قومی دولت میں بڑھنے اور معیشت میں پھیلاؤ کا رجحان تقویت پکڑ جائے گا۔ حتیٰ کہ قومی آمدنی ۱۲ ارب روپے سے بڑھ کر دوبارہ سولہ ارب روپے ہو جائے گی جہاں توازنی حالات بھی پیدا ہو جائیں گے۔

اس کے برعکس اگر آمدنی ۱۶ ارب روپے سے بڑھ کر ۲۰ ارب روپے یعنی OM سے بڑھ کر OH ہو جائے تو

کُل آمدنی ۱۶ ارب روپے یا "OH"

کُل خرچ ۱۹ ارب روپے یا "VH"

گویا کُل خرچ ۳ ارب روپے یا "VW" کی حد تک کم ہوا۔

گویا آجرین اشیا پیدا کرنے پر جس قدر رقم خرچ کرتے ہیں انہیں اشیا کی فروخت سے کم رقم وصول ہوتی ہے۔ عوام اپنی آمدنی میں سے ۳ ارب روپے پس انداز کر لیتے ہیں اور تمام تر آمدنی اشیا پر خرچ نہیں کرتے۔ لہٰذا اشیا کی طلب کم ہو جانے سے ان کی قیمتیں منافع کی شرح اور سرمایہ کاری کم ہو جائے گی۔ کاروبار بند ہونے لگیں گے، بیروزگاری کا دور دورہ ہوگا اور معیشت میں سکڑاؤ کا عمل شروع ہو جائے گا۔ قومی آمدنی ۲۰ ارب روپے کی سطح سے گر کر دوبارہ ۱۶ ارب روپے کی سطح پر آکر رہے گی جہاں کُل آمدنی اور کُل خرچ دوبارہ برابر ہو جائیں گے اور قومی آمدنی میں توازن پیدا ہو جائے گا۔

دونوں مساواتوں یعنی :

آمدنی = بچت = سرمایہ کاری $Y = S = I$

کُل خرچ = صرف + سرمایہ کاری $Y = C + I$

سے یکساں نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ یعنی آمدنی کی متوازن اور پائیدار سطح متعین ہوتی ہے۔

اگلے صفحے پر قارئین کی سہولت کے لیے دونوں مساواتوں کو ایک ہی شکل میں اکٹھا کر کے ڈائیگرام سے واضح کر رہے ہیں،

Marfat.com

ڈائیگرام نمبر: ٣

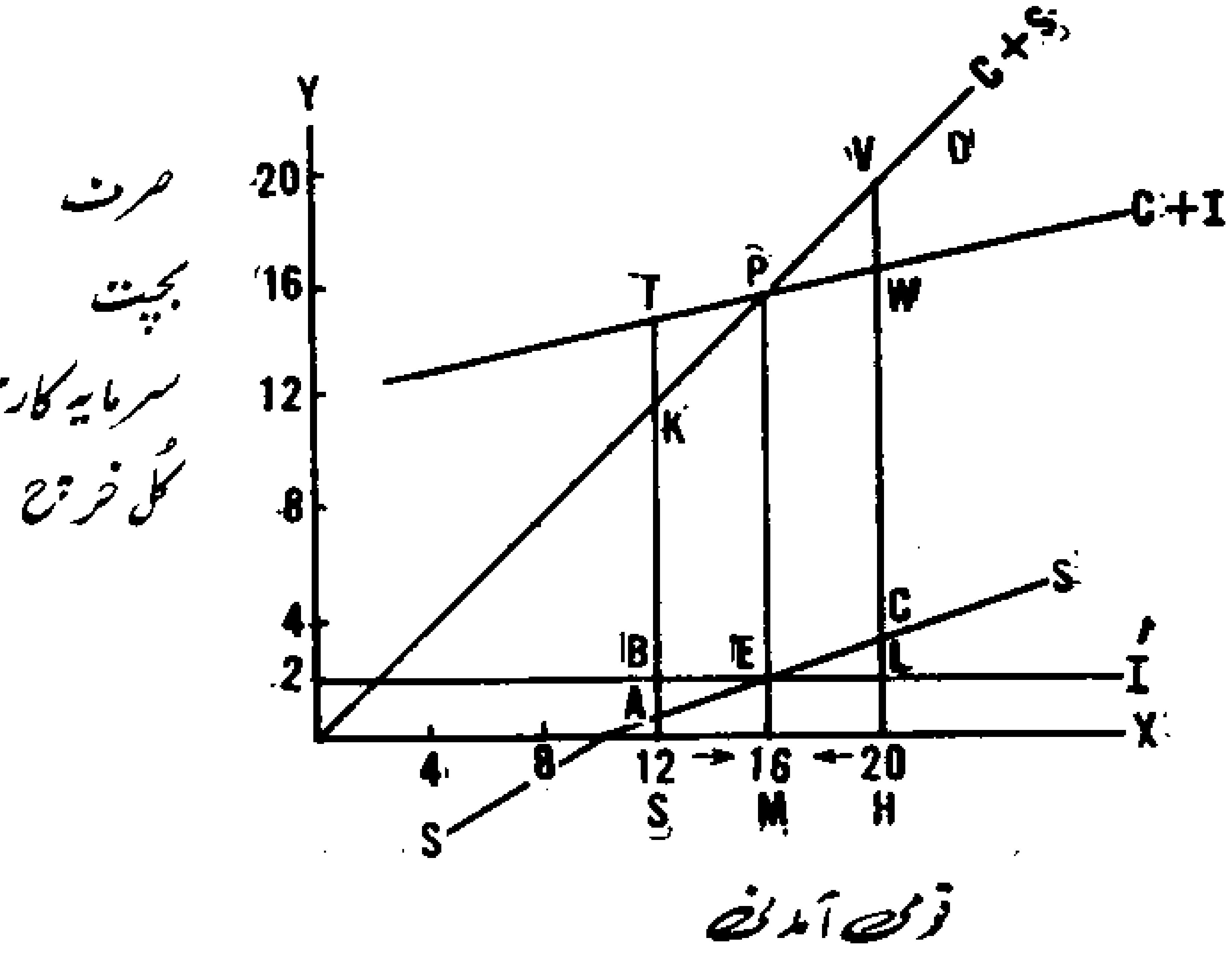

ڈائیگرام کے مطابق بچت اور سرمایہ کا نقطہ E پر برابر ہیں یعنی بچت بھی دو ارب روپے ہے اور سرمایہ کاری بھی دو ارب روپے۔ قومی آمدنی کی متوازن سطح "OM" یا ۱۶ ارب روپے ہے۔ اگر آمدنی کم ہو کر ۱۲ ارب روپے ہو جائے تو کل بچت AQ اور کُل سرمایہ کاری BQ ہے یعنی AB کی حد تک سرمایہ کاری زیادہ ہے جو ضارب کے زیر اثر معیشت میں پھیلاؤ کا باعث بن کر قومی آمدنی کو OM یا ۱۶ ارب تک لے جائے گی۔ اگر آمدنی کی سطح "OH" یا ۲۰ ارب روپے ہو تو سرمایہ کاری LC کی حد تک کم ہے۔ یعنی بچتیں سرمایہ کاری سے زیادہ ہیں جو معیشت میں سکڑاؤ کا باعث بنیں گی اور قومی دولت سکڑ کر دوبارہ "OM" کی سطح پر متعین ہو جائیگی۔

گویا OM آمدنی کی متوازن سطح ہے۔ اس سطح پر کل آمدنی اور کُل خرچ (C+I)

اگر آمدنی OS کی سطح پر ہو تو چونکہ کل خرچ TK کی حد تک زیادہ ہے۔ لہذا نئی سرمایہ کاری سے آمدنی پھیلے گی اور OM کی سطح پر مستحکم ہو جائے گی۔ اگر آمدنی OH کی سطح پر ہو تو کل آمدنی کل خرچ سے "VW" کی حد تک زیادہ ہے۔ یعنی لوگ اپنی آمدنی کو خرچ کرنے کی بجائے پس انداز کر لیتے ہیں۔ اس سے طلب میں کمی سے قیمتوں میں کمی واقع ہو گی جو سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کا باعث بنے گی۔ معیشت میں سکڑاؤ کا عمل شروع ہو جانے سے قومی دولت اور روزگار بھی سکڑ کر OM کی سطح پر آ جائیں گے۔

پس ۱۶ ارب روپے یا OM سطح پر بچت اور سرمایہ کاری اور کل آمدنی اور کل خرچ

Marfat.com

برابر ہیں لہذا یہی قومی آمدنی کی متوازن سطح ہوگی۔

عوامی آمدنی کے تعین میں حکومت کا کردار

دورِ جدید میں حکومت کا کام محض اندرونی امن و امان برقرار رکھنا اور ملک کو بیرونی جارحیت سے تحفظ دینا ہی نہیں ہوتا وہ براہِ راست یا بالواسطہ معاشی سرگرمیوں میں شریک ہو کر قومی آمدنی اور روزگار کی سطح میں تغیّر و تبدّل لانے کا باعث بنتی ہے۔ حکومت کی اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ پر اخراجات سرمایہ کاری کی مانند ہوتے ہیں اور وہ ضارب کے زیرِ اثر قومی آمدنی میں کمی بیشی کا باعث بنتے ہیں۔ اگر حکومت ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کر دے تو لوگوں کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے۔ جس سے اشیائے صرف پر اخراجات میں کمی واقع ہو جاتی ہے پس بچت اور ٹیکس قومی آمدنی کی تراوشوں کا کام کرنے میں یعنی ان میں اضافہ ضاربِ عددی سر کو کم کرتا ہے اور سرمایہ کاری کے اثرات کو گھٹاتا ہے۔ پس اگر نجی شعبہ کے صرفی اخراجات اور سرمایہ کاری میں حکومت کے اخراجات کو بھی شامل کر لیا جائے تو قومی آمدنی کی ایک بلند سطح معرضِ وجود میں آجاتی ہے۔ اس صورت میں۔ قوم کی مجموعی طلب مجموعی رسد کے برابر ہو جائے گی۔

مجموعی طلب = صرف + سرمایہ کاری + سرمایہ کاری اخراجات $AD = C+I+G$

مجموعی رسد = صرف + بچت + ٹیکس $AS = C+S+T$

مجموعی طلب = مجموعی رسد $AD = AS$

صرف سرمایہ کاری + سرکاری اخراجات = صرف + بچت + ٹیکس

اگر بچت اور سرمایہ کاری برابر نہ ہوں تو معیشت میں یا تو افراطی شگاف پیدا ہوتا ہے۔ یا تفریطی شگاف جنم لیتا ہے۔ اگر سرکاری اخراجات اور ٹیکسوں میں تفاوت پایا جائے تو سرکاری بجٹ یا تو فاضل ہوتا ہے یا خسارہ ظاہر کرتا ہے۔ دونوں حالات میں قومی آمدنی کی متوازن سطح متزلزل ہو جاتی ہے۔

متوازن سطح کی وضاحت کے لیے اگلے صفحے پر ڈایگرام نمبر ۷ بنایا گیا ہے۔

نقطہ ۷ پر نجی شعبہ کے کل اخراجات اور کل آمدنی یعنی

صرف + سرمایہ کاری = صرف + بچت

سرمایہ کاری = بچت۔

برابر ہیں اور قومی آمدنی کی متوازن سطح "K5" متعین ہوتی ہے۔ اگر حکومت کے

Marfat.com

ڈائیگرام نمبر ۱۴

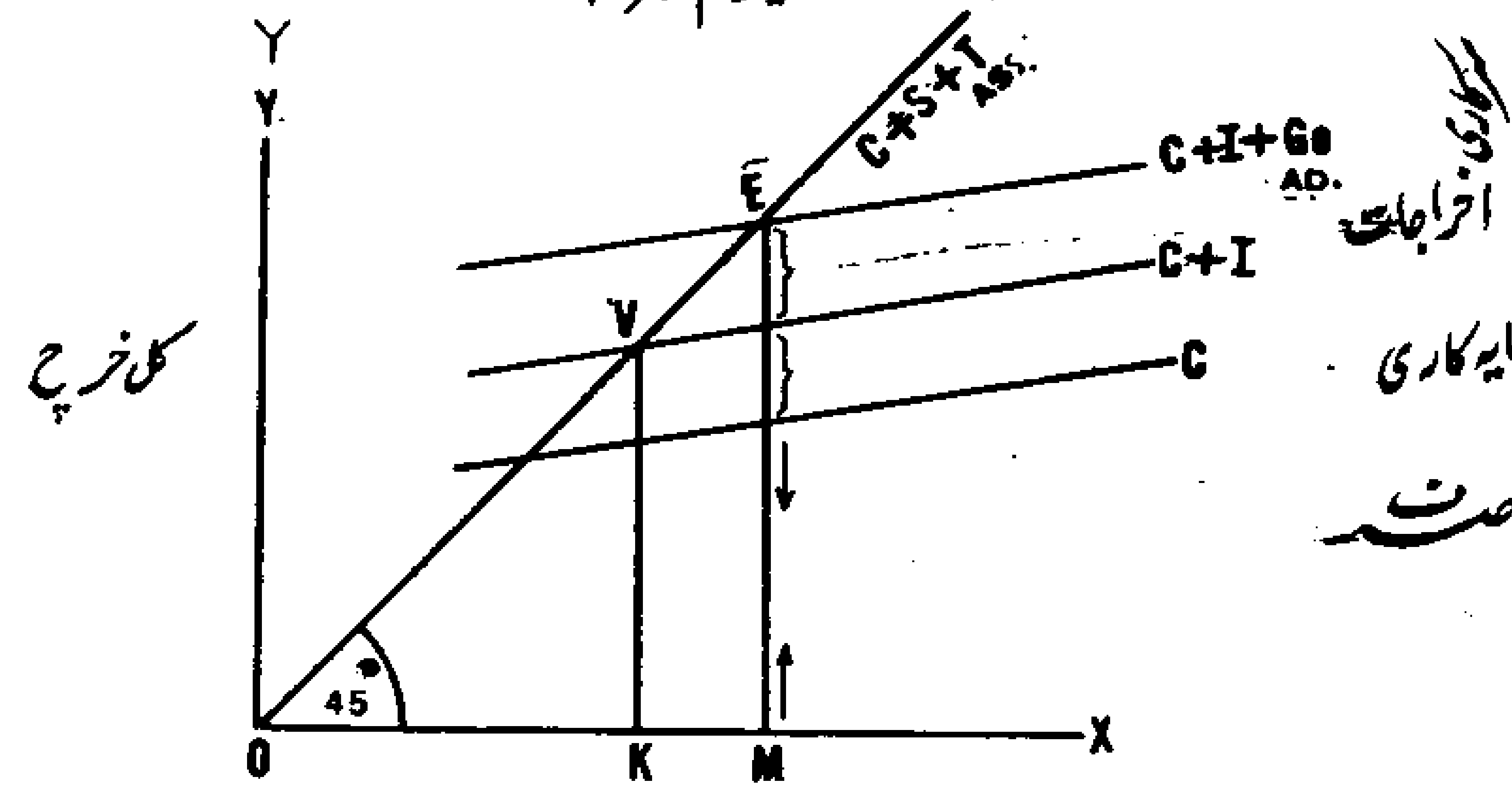

قومی آمدنی

اخراجات بھی شامل کر لیے جائیں تو قومی آمدنی کی سطح بلند ہو کر "OM" کے برابر ہو جاتی ہے کساد بازاری کے دور میں سرکاری اخراجات خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ سرکاری اخراجات سے اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے نئی سرمایہ کاری کا جمود ٹوٹ جاتا ہے اور معاشی سرگرمیاں عود کر آتی ہیں۔ افراطِ زر میں ٹیکسوں کی شرح بڑھا دی جاتی ہے اور سرکاری اخراجات کم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سے سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور ضارب کے زیر اثر قومی آمدنی کو پست کر کے مطلوبہ سطح تک لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

افراطی اور تفریطی شگاف

INFLATIONARY & DEFLATIONARY GAPS

دورِ جدید میں ہر حکومت کامل روزگار اور قومی آمدنی کی متوازن سطح کے حصول کے لیے کوشاں رہتی ہے۔ کامل روزگار سے مراد وہ کیفیت اور حالات ہوتے ہیں جب کہ ملک میں موجود ہر خواہشمند اور اہل شخص کو اس کی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق روزگار میسر آجائے۔ کیونکہ کامل روزگار کے بغیر معاشی استحکام ممکن نہیں ہوتا۔

قومی آمدنی کی متوازن سطح اس نقطہ پر ہوتی ہے جہاں بچتیں اور سرمایہ کاری اور کل آمدنی اور کل خرچ یکساں ہوں۔ قومی آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح پر ہو تو معیشت نہ تو افراطِ زر کا شکار ہوتی ہے اور نہ ہی تفریطِ زر کا۔ ایسے حالات میں مملکت کے تمام قدرتی اور مادی وسائل سے بھرپور استفادہ کیا جا رہا ہوتا ہے اور معاشی استحکام برقرار رہتا ہے۔ لوگوں کی حقیقی آمدنی

Marfat.com

زیادہ ہوتی ہے اور معیار زندگی بھی بلند ہوتا ہے۔ اگر قومی زندگی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح سے بلند ہو تو قوم کی زری آمدنی تو زیادہ ہوتی ہے لیکن حقیقی آمدنی کم ہوتی ہے، سرمایہ کاری کامل روزگار کی سطح پر بچتوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس سے اشیاء کی طلب رسد سے تجاوز کر جانے سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ قومی آمدنی کا کامل روزگار کی سطح سے بلند سطح پر متعین ہونا۔ ملکی وسائل کے مکمل استفادہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ یعنی تمام انسانی اور مادی وسائل کلی طور پر بروئے کار لائے جا چکے ہیں اور اب ان سے مزید استفادہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہٰذا سرمایہ کاری میں تمام تر اضافہ زری ہوگا حقیقی نہیں۔ ایسی صورت میں جو شگاف پیدا ہوگا اسے افراطی شگاف (Inflationary gap) کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر قومی آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح کے نیچے واقع ہو تو تفریطی شگاف پیدا ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں ملک کے وسائل بیکار پڑے ہوتے ہیں جنہیں مسخر کرنے کے لیے مزید سرمایہ کاری کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ ان حالات میں بچتیں سرمایہ کاری سے زیادہ ہوتی ہیں۔ تفریط زر کے شگاف کی پیمائش کامل روزگار کی سطح پر بچت اور سرمایہ کاری کے درمیانی فرق سے یعنی بچت منفی سرمایہ کاری سے معلوم ہوتی ہے جبکہ افراط زر کے شگاف کی پیمائش کامل روزگار کی سطح پر مال سرمایہ کاری اور حقیقی بچتوں کے فرق یا صرفی اخراجات جمع سرمایہ کاری منفی کامل روزگار کی سطح پر قومی آمدنی سے معلوم ہو جاتی ہے۔ افراطی اور تفریطی شگاف معیشت میں پھیلاؤ یا سکڑاؤ کے رجحانات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تفریطی شگاف (Deflationary gap)

جب قومی آمدنی کی سطح کامل روزگار کی سطح سے نیچے واقع ہو تو کامل روزگار کی سطح پر بچتیں سرمایہ کاری سے تجاوز کر جاتی ہیں۔ ایسے حالات میں سرمایہ کاری کے مواقع محدود ہوتے ہیں۔ صرف اشیاء کی طلب کم ہونے سے ان کی پیدائش کے لیے سرمایہ کاری نہیں کی جاتی۔ کامل روزگار کی سطح پر بچت اور سرمایہ کاری میں فرق تفریطی شگاف کی نشاندہی کرتا ہے اس کی پیمائش دو طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

(ا) کامل روزگار کی سطح پر بچت منفی سرمایہ کاری یا

(ب) کامل روزگار کی سطح پر قومی آمدنی منفی حقیقی خرچ (صرف دولت + سرمایہ کاری

تفریطی شگاف ظاہر کرتا ہے کہ ملکی وسائل سے بھرپور استفادہ نہیں کیا جا رہا اور انہیں مسخر کرنے اور بروئے کار لانے کے لیے مزید سرمایہ کاری کی گنجائش موجود ہے جس سے روزگار کے مواقع پیدا کر کے کامل روزگار کی سطح حاصل کی جا سکتی ہے۔ جب تک کامل روزگار کی سطح پر بچتوں کی

Marfat.com

سرمایہ کاری نہیں کی جاتی ۔ تفریط زر کا شگاف موجود رہے گا ۔ تفریط زر کا شگاف پُر کرنے کے لیے کس قدر سرمایہ کاری درکار ہوگی ۔ اس کا انحصار ضارب کی قوت پر ہے اور ضارب کے عددی سرمایہ کا تعین مختتم میلان صرف کی بنا پر ہوتا ہے ۔ اگر مختتم میلان صرف ½ ہو تو ضارب کا عددی سر ۲ ہوگا ۔ پس اگر معیشت میں ۲ ارب روپے کا تفریطی شگاف موجود ہو تو اس کے لیے ۲ ارب روپے کی سرمایہ کاری درکار نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک ارب روپے کی سرمایہ کاری سے موجودہ تفریطی شگاف پُر کر لیا جائے گا ۔ کامل روزگار کی سطح پر قومی آمدنی کی متوازن سطح کے حصول کے لیے ایک ارب روپے کی سرمایہ کاری نجی شعبہ میں بھی کی جا سکتی ہے اور سرکاری شعبہ میں بھی ۔ دونوں شعبے مل کر بھی ایک ارب روپے کی مطلوبہ سرمایہ کاری کر سکتے ہیں جس سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوں گے ۔

وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل ڈائیگرام بنائی گئی ہے ۔

ڈائیگرام نمبر: ۴

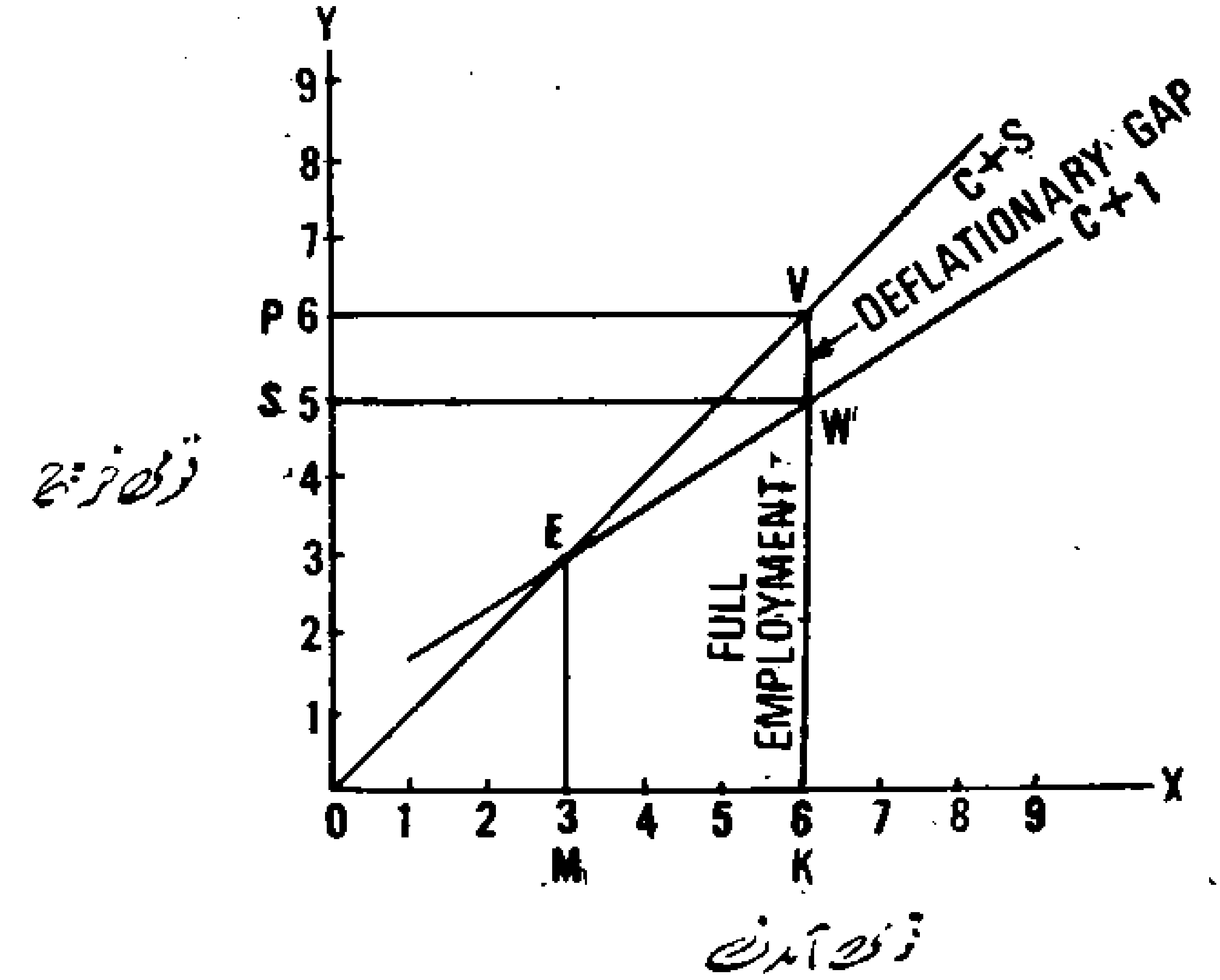

ایکس محور کے ساتھ قومی آمدنی اور دائی محور کے ساتھ قومی خرچ کی پیمائش کی گئی ہے ۔ کامل روزگار کی سطح پر قومی آمدنی ۶ ارب روپے کے برابر ہے ۔ آمدنی کی اس سطح پر متوقع خرچ یعنی صرفی اخراجات + سرمایہ کاری (C + I) WK یا OS یا پانچ ارب روپے ہے اس طرح اس سطح پر کل خرچ کل آمدنی سے ایک ارب روپے کم ہے یعنی

کل آمدنی = VK یا چھ ارب روپے ۔

Marfat.com

کُل خرچ = WK یا پانچ ارب روپے ۔

کُل آمدنی اور کُل خرچ (C + I) کا فرق = VW یا ایک ارب روپے جو تفریطی شگاف بھی ہے ۔ تفریطی شگاف کی وجہ سے قومی آمدنی میں ایک ارب کی بجائے ۳ ارب روپے کی کمی واقع ہوگی کیونکہ مختتم میلان صرف ⅔ اور ضارب کا عددی سر ۳ ہے ۔ پس قومی آمدنی سکڑ کر ۳ ارب روپے رہ جائے گی ۔ قومی آمدنی کو کامل روزگار کی سطح پر لانے کے لیے صرف ایک ارب روپے کی سرمایہ کاری درکار ہوگی جس سے قومی آمدنی میں تین گنا، یعنی تین ارب روپے کا اضافہ ہوگا ۔ اس طرح قومی آمدنی ۶ ارب روپے کی سطح پر پہنچ جائے گی جو کامل روزگار کی سطح بھی ہے ۔ تفریطی شگاف میں سرمایہ کاری کے امکانات روشن ہوتے ہیں لہٰذا مادی وسائل کے بھرپور استعمال سے ایک طرف قومی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور دوسری طرف کامل روزگار کی سطح بھی حاصل ہو جائے گی ۔ تفریطی شگاف پُر کرنے کے لیے نجی اور سرکاری شعبوں میں ایک ساتھ سرمایہ کاری بھی ہو سکتی ہے ۔ اور علیحدہ علیحدہ بھی ۔

افراطی شگاف (Inflationary gap)

اگر کامل روزگار کی سطح پر ہونے والی بچتوں کی نسبت زیادہ سرمایہ کاری کی جائے تو اشیاء کی طلب ان کی رسد سے تجاوز کر جائے گی ۔ جو بالآخر قیمتوں میں اضافہ کا موجب بنے گی ۔ اس طرح قومی آمدنی میں تمام تر اضافہ زری ہوتا ہے حقیقی نہیں ۔ افراطی شگاف اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ملکی وسائل کلی طور پر بروئے کار لائے جا چکے ہوں ۔ ایسے حالات میں آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح سے بلند واقع ہوتی ہے ۔ کامل روزگار کی سطح کے بعد اشیاء اور خدمات کی حقیقی پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا ۔ البتہ ان کی قیمتوں میں اضافہ سے ان کی مالیت میں ضرور اضافہ ہوتا ہے ۔

افراطی شگاف کی پیمائش کے دو طریقے ہیں ؛

(ا) حقیقی مالی سرمایہ کاری ۔ منفی کامل روزگار کی سطح پر بچت

(ب) حقیقی مالی خرچ (صرف دولت + سرمایہ کاری) منفی کامل روزگار کی سطح پر قومی آمدنی ۔

افراطی شگاف کی وضاحت اگلے صفحے پر ڈائیگرام نمبر ۵ کے ذریعے کی گئی ہے ۔

ڈائیگرام میں متوازن سطح کا خط (C + I) کامل روزگار کی سطح سے اوپر واقع ہے ۔ کامل روزگار کی سطح پر خرچ ۶ ارب روپے یعنی WK ہونا چاہیئے جبکہ حقیقت میں یہ

Marfat.com

ڈائیگرام نمبر: ۵

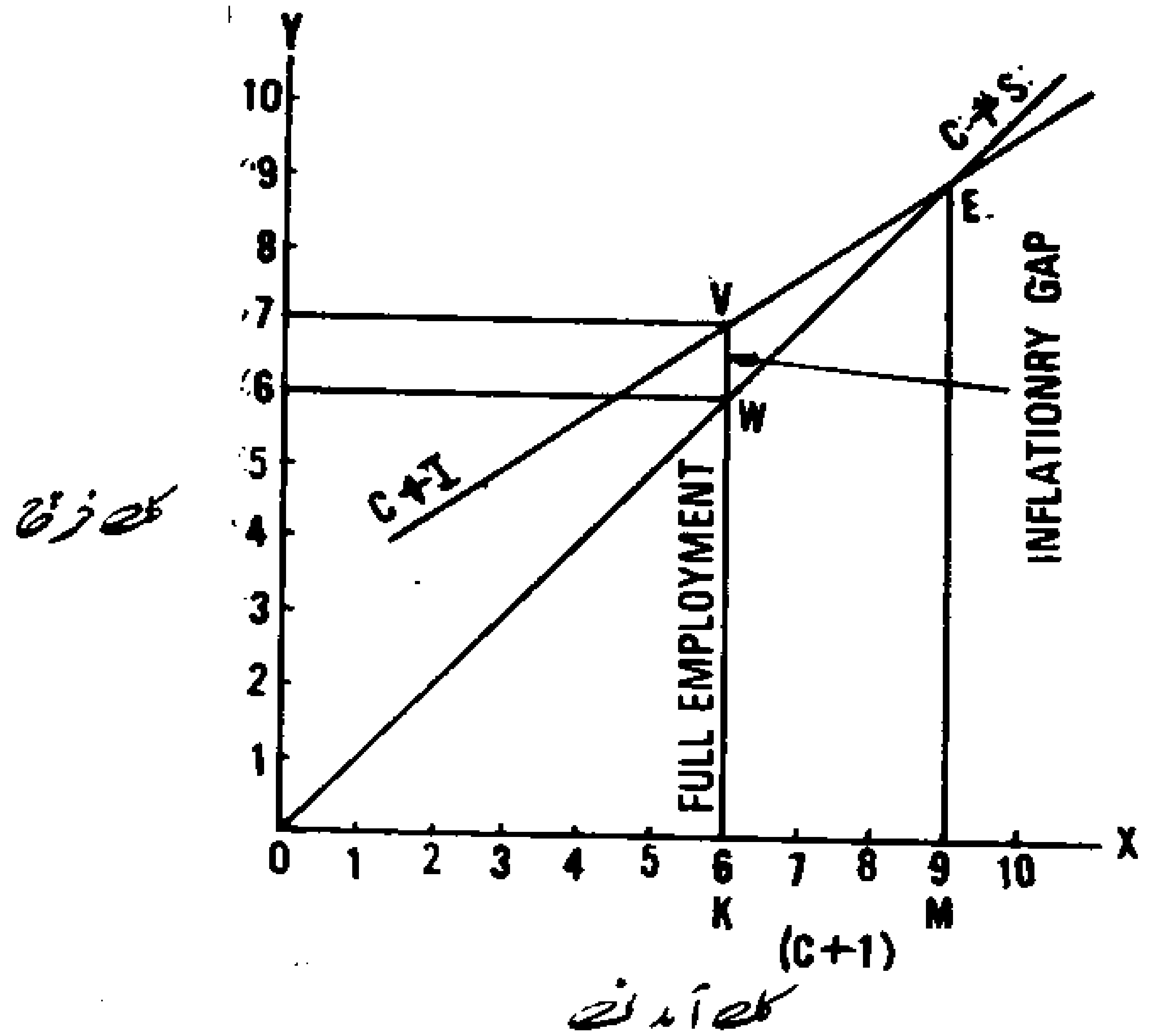

ساتُ ارب یعنی "VK" ہے۔ یعنی خرچ کامل روزگار کی سطح کی آمدنی سے ایک ارب روپے یا "VW" زیادہ ہے۔ چونکہ مختتم میلانِ صرف ⅔ اور ضارب کا عددی سر ۳ ہے اس لیے ایک ارب روپے کی زائد سرمایہ کاری سے قومی آمدنی میں تین ارب روپے کا اضافہ ہو جاتا ہے جو تمام تر زری ہے یعنی قومی پیداوار کی مالیت OK یا چھ ارب روپے سے بڑھ کر OM یا ۹ ارب روپے ہو جاتی ہے۔ قومی آمدنی میں تین ارب روپے کا اضافہ اس لیے زری ہے اور حقیقی نہیں کیونکہ ملک کے تمام مساوی وسائل بروئے کار لائے جا چکے ہیں اور ہر اہل اور خواہشمند فرد کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق روزگار فراہم ہو چکا ہے۔ لہٰذا قومی پیداوار میں کوئی بھی حقیقی اضافہ نہ ہوگا۔ کامل روزگار کی سطح پر قومی پیداوار کی مالیت چھ ارب روپے تھی۔ افراطی شگاف کی وجہ سے اس پیداوار کی مالیت ۹ ارب روپے ہوئی ہے۔ خالص قومی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ جب افراطی شگاف کو پُر کرنا مقصود ہوگا تو حکومت یا عوام کو ملکی معیشت میں سے ۳ ارب روپے کے برابر سرمایہ کاری ختم نہیں کرنا ہوگی بلکہ صرف ایک ارب روپے کی سرمایہ کاری ختم کرنے سے ۳ ارب روپے کا افراطی شگاف خود بخود پُر ہو جائے گا۔ موجودہ سرمایہ کاری میں کمی نجی شعبہ اور سرکاری شعبہ دونوں میں ہو سکتا ہے۔

افراطی شگاف پُر کرنے کے لیے حکومت ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کر دیتی ہے یا نئے

Marfat.com

ٹیکس نافذ کر دیتی ہے اور اپنے اخراجات کم دیتی ہے جس سے عوام کی آمدنی کم ہو جاتی ہے۔ اس سے اشیاء کی طلب کم ہوتی ہے جو بالآخر قیمتوں اور سرمایہ کی مختتم استعداد میں کمی سے سرمایہ کاری میں کمی کا باعث بنتی ہے اور قومی آمدنی بھی مطلوبہ سطح پر آ جاتی ہے۔

اگر ملک میں تفریطی شگاف پایا جائے تو حکومت ٹیکسوں میں رعائتیں دے دیتی ہے اور کچھ ٹیکس واپس بھی لے لیتی ہے جس سے لوگوں کی آمدنیوں میں اضافہ سے ان کی قوت خرید بڑھ جاتی جاتی ہے۔ اشیاء کی طلب اور قیمتوں میں اضافہ سے منافع کی شرح بڑھتی ہے جو سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کا باعث بنتی ہے۔ سرکاری اخراجات میں اضافہ تفاعل صرف کو مزید بڑھاتا ہے جس سے نئے کاروبار معرض وجود میں آتے ہیں اور پرانے کارخانوں کی توسیع و تجدید ہوتی ہے جو روزگار کے مواقع پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ اس سے روزگار کی کامل سطح کو حاصل کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

کینز کا نظریہ، روزگار اور آمدنی

Keynes theory of income and employment

چونکہ عرصہ قلیل میں قومی آمدنی کا انحصار کل روزگار اور معاشی سرگرمیوں پر ہوتا ہے۔ اس لیے کل معاشیات میں قومی آمدنی اور روزگار مشترکہ طور پر مستعمل ہیں۔ دور جدید میں تمام معاشی سرگرمیوں کا محور کامل روزگار کا حصول ہے۔ ہر ایک اپنی زری، مالیاتی اور دیگر معاشی پالیسیوں کو اس طرح وضع کرتا ہے کہ ملکی وسائل کے بھرپور استعمال سے ہر کام کرنے کے اہل اور خواہشمند فرد کو روزگار فراہم کر دیا جائے۔ تاکہ ملک سیاسی معاشرتی اور معاشی لحاظ سے مستحکم بنیادوں پر قائم رہے۔ بیروزگاری، سیاسی انتشار، سماجی اور معاشرتی ابتری اور معاشی ناہمواریوں کا باعث بنتی ہے۔

کامل روزگار سے مراد وہ حالات ہیں جن میں ہر اہل اور خواہشمند فرد کو اس کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق روزگار میسر آ جائے۔ اگر ایک ایم بی بی ایس کو بطور ڈسپنسر کام کرنا پڑے تو یہ مذکورہ شخص کے لیے جزوی بیروزگاری کے مترادف ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر ڈسپنسر کے کام کا اہل نہیں اس میں تو امراض کی تشخیص اور بیماریوں کے انسداد کے لیے ادویات تجویز کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ کامل روزگار کی سطح کا تعین کرتے وقت عالمی ادارہ محنت کی رپورٹ کے مطابق تین سے پانچ فیصد بیروزگار افراد کو کشمکش، اختیاری اور موسمی الاؤنس دینا چاہیئے۔ یعنی ہر معیشت میں تین سے پانچ فیصد کشمکشی (Frictional) بیروزگار افراد کی

موجودگی کے باوجود ملک کامل روزگار کی سطح پر قائم رہے گا۔ پروفیسر پیگو نے کامل روزگار کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"ہر وہ شخص جو اجرتوں کی مروجہ شرح پر کام کرنے پر تیار ہو اور اسے کام بھی مل جائے، برسرِ روزگار کہلاتا ہے۔"

کینز کے مطابق کامل روزگار کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔

"کامل روزگار سے مراد ایسے حالات ہوتے ہیں جن میں ہر اہل اور خواہشمند فرد کو اس کی خواہش اور قابلیت کے مطابق روزگار مل جائے۔ البتہ اس میں موسمی کشمکشی بیروزگاری کا الاؤنس رکھا جاتا ہے۔"

کامل روزگار کی سطح کے تعین کے لیے مروجہ شرح اجرت کے علاوہ موسمی اور کشمکشی الاؤنس کی گنجائش بھی پیشِ نظر رکھی جاتی ہے۔

کامل روزگار کی سطح کے تعین میں دو قسم کے نظریات پیش کیے جاتے ہیں :

(ا) کلاسیکی نظریۂ روزگار۔

(ب) جدید نظریۂ روزگار۔

کلاسیکی نظریۂ روزگار

(classical theory of employment)

کلاسیکی معیشت دانوں کی اصطلاح سب سے پہلے کارل مارکس نے ریکارڈو اور اس کے پیروکاروں کے افکار کی وضاحت کے لیے استعمال کی ان میں ایڈم سمتھ کو بھی شامل کیا گیا۔ کینز نے کلاسیکی معیشت دانوں کی فہرست میں جے ایس ملز، مارشل اور پیگو کو شامل کیا پس کینز کے مطابق کلاسیکی معاشیات کے اصطلاح، کثیر روایتی معاشی اصولوں کے لیے مستعمل ہوئی اور ریکارڈو سے مارشل اور پیگو کے دور کے تمام برطانوی اور امریکی معیشت دان اسی زمرے میں شمار کیے گئے۔ کینز چونکہ خود بھی مارشل کے شاگرد رشید رہے۔ اس لیے انہوں نے خود بھی کلاسیکی معاشیات کی افادیت کو تسلیم کیا۔ اور اسے پڑھایا۔ انہوں نے کلاسیکی معیشت دانوں کے عدم مداخلت کے فلسفہ سے شدید اختلاف رکھا کہ حکومت کو لوگوں کی معاشی سرگرمیوں میں کوئی دخل اندازی نہیں کرنی چاہیئے اور تمام معاشی فیصلے آزاد ماحول میں کیے جانے چاہئیں۔ کلاسیکی معیشت دانوں نے کامل روزگار کے متعلق کوئی نظریہ وضع نہیں کیا۔ کچھ بکھرے ہوئے افکار ہیں جن کی روشنی میں کلاسیکی معیشت دانوں کے کامل روزگار کے متعلق نظریات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

Marfat.com

(ا) کلاسیکی معیشت دانوں کے نزدیک معیشت میں کامل روزگار کی سطح خود بخود حاصل ہو جاتی ہے اس کے حصول کے لیے بیرونی عوامل کی ضرورت نہیں ہوتی، یعنی اندرونی خودکار عوامل کی وجہ سے معیشت میں کامل روزگار کی سطح کے حصول کا رجحان پایا جاتا ہے۔ اور معیشت میں موجود ہر اہل اور خواہشمند فرد کو روزگار مل جاتا ہے۔

(ب) اشیأ کی قیمتیں اور مزدوروں کی اجرتیں لچکدار ہوتی ہیں تاکہ کامل روزگار کی سطح حاصل ہو سکے۔

کلاسیکی معیشت دانوں کے افکار کے مطابق محنت اور دیگر وسائل پیدائش کا ہمیشہ بھرپور استعمال کیا جاتا ہے اور ان میں کوئی بیکار نہیں رہتا۔ اس طرح بیش پیداوار اور نتیجۃً بیروزگاری کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ وقتاً فوقتاً عارضی نوعیت کی معمولی سی بے روزگاری ہوتی ہے جو جلد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ عام حالات کامل روزگار کی سطح پر مستحکم رہتے ہیں۔ اگر کبھی طویل عرصہ تک بے روزگاری کی کیفیت برقرار رہے تو اس کے پس پشت حکومت کی دخل اندازی یا آزاد معاشی نظام میں مصنوعی عوامل ہوتے ہیں جو منڈی کی قوتوں کو آزادانہ عمل کاری سے روکتے ہیں۔ پس اگر معاشی عوامل کو آزادانہ عمل کاری کے مواقع فراہم رہیں تو عمومی بیروزگاری کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ ایسے حالات میں یا تو معیشت میں کامل روزگار کے حالات پائے جاتے ہیں یا ان عوامل میں کامل روزگار کی سطح کے حصول کا رجحان پایا جاتا ہے۔

کلاسیکی معیشت دانوں کو یقین ہے کہ عدم مداخلت کی پالیسی کامل روزگار کی سطح کے حصول میں معاونت کرتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام خودکار ہے۔ ان کے نزدیک معاشی ناہمواریوں اور برائیوں کے انسداد اور کامل روزگار کا حصول صرف قیمتوں کی یکسانیت، محرکِ منافع اور مکمل مقابلہ کے حالات کے تحت ہی ممکن ہے۔

کلاسیکی معیشت دان کامل روزگار پر تو بحث و مباحثہ کرتے ہیں لیکن ان عوامل پر اظہار رائے نہیں کرتے کہ کامل روزگار کی سطح کا تعین کس طرح ہوتا ہے۔ وہ کامل روزگار کی وضاحت کرتے ہوئے پیدائش دولت اور تقسیم دولت پر ہی اکتفا کر جاتے ہیں کہ منڈی میں محنت کی طلب اور رسد ہی ان کی اجرتوں کے تعین میں اہم رول ادا کرتی ہیں اور یہی قوتیں اشیأ کی قیمتوں کے تعین میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ پس قیمتوں کی یکسانیت وسائل پیدائش کے استعمال اور تقسیم میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔

کلاسیکی معیشت دان کے افکار کی بنیاد اس مفروضہ پر قائم ہے کہ اشیأ کی قیمتوں اور اجرتوں میں لچک پائی جاتی ہے۔ بیش پیداواری اور بیروزگاری کی صورت میں قیمتیں اور اجرتیں

Marfat.com

گرجاتی ہیں جس سے اشیاء اور محنت کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے قیمتوں میں اضافہ کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے جو سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کا باعث بنتا ہے اور روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں جو بالآخر بیروزگاری کے خاتمے کا باعث بنتے ہیں۔ اجرتوں کی کمی محنت کی طلب کو بڑھاتی ہے جس سے بیروزگاری کے خاتمے میں مدد ملتی ہے۔ پیگو کے مطابق آزاد مکمل مقابلہ کے حالات میں ہمیشہ ایسا مضبوط طاقتور رجحان موجود رہتا ہے جس سے اجرتوں اور محنت کی طلب میں مطابقت برقرار رکھی جا سکے اور جس سے بالآخر ہر فرد کو روزگار میسر آ جاتا ہے پس اگر قیمتوں اور اجرتوں کو آزادانہ عمل کاری کے مواقع فراہم کر دیئے جائیں اور حکومت عدم مداخلت کی پالیسی پر عمل پیرا رہے اور اجارہ دارانہ حالات کا تدارک ہو جائے تو بے روزگاری کا مکمل طور پر خاتمہ ہو سکتا ہے۔

کلاسیکی معیشت دانوں نے زر کو محض آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ وہ آمدنی پیداوار اور روزگار کے تعین میں زر کے کردار کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ان کے افکار کے مطابق زر سے صرف کاروباری لین دین ہی کیا جا سکتا ہے اسے ناگہانی حالات کا مقابلہ کرنے اور تخمینی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

سے کا قانونِ منڈیاں

Say's law of Markets

سے کا قانون کلاسیکی معاشیات میں بنیادی اور کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ "سے کے قانونِ منڈیاں" میں کلاسیکی معیشت دانوں کے آزاد معیشت میں کامل روزگار کی سطح کے خود بخود حصول کا جواز موجود ہے۔ اسی قانون کی بنا پر کلاسیکی معیشت دانوں نے بیش پیداوار اور بیروزگاری کو خارج از بحث قرار دیا۔ ابتدائی انیسویں صدی کے فرانسیسی معیشت دان سے کے افکار کے مطابق ہر رسد اپنی طلب خود پیدا کر لیتی ہے۔ سے کے الفاظ میں پیدائشِ دولت اشیاء کی منڈی کا پیدا کرنے کی موجب بنتی ہے۔ فروخت اور خریداری کا عمل بیک وقت ہوتا ہے کسی شے کی پیداوار میں اضافہ مزید اشیاء کی طلب میں اضافہ کا موجب بنتی ہے۔ جو عوامل پیدائش کارخانوں میں پیدائشِ دولت کا باعث بنتے اور اپنی خدمات کے عوض لگان، اجرت، سُود اور منافع کی شکل میں معاوضہ حاصل کرتے ہیں وہی عوامل اپنی قوتِ خرید (معاوضے) کے برابر کارخانوں میں بنی ہوئی اشیاء منڈیوں میں خرید لیتے ہیں دوسرے الفاظ میں عاملینِ پیدائش اپنی خدمات کے عوض کارخانوں سے قوتِ خرید حاصل کرتے ہیں اور منڈیوں میں اشیاء کی خریداری کی صورت میں اسے صرف کر دیتے ہیں۔ اس طرح

Marfat.com

بیش پیداوار اور مجموعی طلب میں کمی کا امکان نہیں ہوتا۔

سے کے مطابق اشیا کی مجموعی طلب کا دارو مدار عاملینِ پیدائش کے حاصل کردہ معاوضوں پر ہوتا ہے۔ بیکار افراد کو روزگار کی فراہمی سے ایک طرف پیداوار اور مجموعی قوتِ خرید میں اضافہ ہوتا ہے اور دوسری طرف مجموعی طلب میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہر پیداوار اپنی طلب کا خود سامان پیدا کرتی ہے۔ ریکارڈو کے مطابق ہر شخص صرف کے لیے پیدائشِ دولت کرتا ہے اور فروخت سے حاصل شدہ آمدنی سے اپنی ضرورت کی دوسری اشیا خرید لیتا ہے۔ اس طرح صرف دولت اور پیدائشِ دولت میں توازن برقرار رہتا ہے۔ "مل" کے مطابق صرف دولت اور پیدائش دولت میں چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ مارشل اور پیگو کے مطابق اشیا کی رسد ہی ہم پلّہ طلب کو جنم دیتی ہے۔ رسد، سُود، لگان، منافع اور اُجرت کی شکل میں آمدنی پیدا کرتی ہے جو پیدا شدہ دولت کی خریداری پر خرچ کر دی جاتی ہے۔ اس طرح اشیا کی طلب کا اہم ذریعہ عاملینِ پیدائش کی آمدنیوں کا وہ مجموعہ ہوتا ہے جو انہیں عملِ پیدائش میں شریک ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ پیدائش کا ہر عمل اشیا کی رسد پیدا کرنے کے ساتھ ان کی طلب کو بھی پیدا کرتا ہے سے جہاں بیش پیداوار کو خارج از بحث قرار دیتا ہے وہاں مؤثر طلب میں کمی کو بھی نظر انداز کرتا ہے۔ اگر ہر مزدور اپنی قوت پیداواری یعنی مختتم پیداوار کے مطابق معاوضہ قبول کرے تو بیروزگاری کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔

اگر کسی وقت مجموعی رسد اور مجموعی طلب میں تفاوت پایا جائے تو ایسا عدم توازن بالکل عارضی ہوگا۔ اگر آزاد معیشت میں کسی جانب سے بھی مداخلت نہ ہو تو زائد رسد خود بخود اور بہت جلد اپنی طلب پیدا کرے گی جس سے معیشت متوازن ہو جائے گی۔

سے کے مطابق مجموعی خرچ ملک کے تمام بیکار وسائل کو بروئے کار لانے کا باعث بنتا ہے۔ حاصل شدہ آمدنی کا ایک حصہ اشیا صرف پر خرچ کر دیا جاتا ہے اور ایک حصہ پس انداز کر لیا جاتا ہے۔ پس انداز کی ہوئی رقوم اشیائے سرمایہ کی خریداری پر خرچ کر دی جاتی ہے۔ چونکہ آمدنی کی ندی کے بہاؤ میں کوئی رخنہ نہیں پڑتا۔ اس لیے آمدنی خرچ کے برابر ہوتی ہے اور مجموعی رسد مجموعی طلب کے برابر۔

اگر بچت اور سرمایہ کے درمیان رخنہ پڑ جائے تو شرح سُود اس رخنہ کو فوراً دور کر دیتی ہے۔

پروفیسر پیگو کے مطابق بیروزگاری: مجموعی طلب میں اتار چڑھاؤ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

Marfat.com

معیشت میں کسی حد تک معمولی سی کشمکشی بیروزگاری تو موجود رہتی ہے. کسی طویل عرصہ تک غیرارادی بیروزگاری نہیں رہ سکتی. اگر قیمتیں اور اُجرتیں لچکدار ہوں تو بے روزگاری کا امکان کم ہو سکتا. اگر حالیہ اجرتوں پر عوام روزگار حاصل نہ کر سکیں تو شرح اُجرت میں کمی واقع ہو جائے گی جس سے مصارف پیدائش بھی کم ہوں گے. اشیاء کی قیمتیں گرنے سے طلب پھیلے گی جو مزید پیداوار کے لیے محنت کی طلب میں اضافہ کا باعث بنے گی اور جو بالآخر بے روزگاری کے خاتمے کا باعث بنے گی. پیگو کے مطابق کساد بازاری میں غیر اختیاری بیروزگاری کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ حکومت کی مداخلت یا ٹریڈ یونینوں کے دباؤ کی وجہ سے اجرتوں کی شرح بہت بلند ہوتی ہے. اگر کساد بازاری میں زری اجرتوں میں کمی کر دی جائے تو روزگار میں خاطر خواہ اضافہ کیا جا سکتا ہے.

سے کے قانون منڈیاں کے مفروضات

۱. سے کا قانون منڈیاں صرف آزاد مبادلہ معیشت جس میں خریدار اور فروخت کار کو مکمل آزادی حاصل ہوتی ہے اور جہاں خریدار اور فروخت کار قیمت کے تعین میں انفرادی طور پر اثر انداز نہیں ہوتا. درست ثابت ہو گا.

۲. آمدنی کی ندی کے بہاؤ میں کوئی رخنہ نہیں ہوتا. جونہی آمدنی وصول ہوتی ہے اسے خرچ کر دیا جاتا ہے. حتیٰ کہ پس انداز کی ہوئی رقوم بھی سرمایہ کاری کے طور پر خرچ کر دی جاتی ہے.

۳. شرح سُود لچکدار ہوتی ہے اور بچت اور سرمایہ کاری میں توازن شرحِ سُود کی وجہ سے ہی ہوتا ہے.

۴. حکومت سختی سے عدم مداخلت کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتی ہے اور وہ لوگوں کی معاشی سرگرمیوں میں دخل اندازی نہیں کرتی. طلب اور رسد کی قوتیں آزاد ہیں.

۵. منڈی کی وسعت کا انحصار پیدائش دولت کے حجم پر ہوتا ہے. صرف اسی صورت میں مجموعی طلب اور مجموعی رسد میں توازن پایا جاتا ہے.

۶. قیمتیں اور اجرتیں لچکدار ہوتی ہیں. مزدور قوت پیداواری کے مطابق اجرتیں قبول کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں.

سے کے "قانونِ منڈیاں" سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں:

Marfat.com

سے کے قانون کے مضمرات

Implications of Say's law

ملک کا معاشی نظام لچکدار اور خود مطابقتی (Self adjusting) ہے۔ حکومت سختی سے عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند رہتی ہے معاشی سرگرمیاں آزاد اور ہر قسم کے تسلط سے پاک ہوتی ہیں۔ معیشت میں عدم توازن کے حالات بالکل عارضی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ معیشت میں توازن کی طرف رجعت کا میلان موجود رہتا ہے جس سے بالآخر توازن حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً اگر بیش پیداوری ہو تو قیمتیں گر جاتی ہیں طلب پھیلتی ہے جس کے پیش نظر رسد بھی بڑھائی جاتی ہے۔ اگر پہلے ہی زائد رسد موجود ہو تو وہ فروخت ہو جاتی ہے۔ اگر بے روزگاری کا دور دورہ ہو تو اجرتوں کی شرح گر جاتی ہے جس سے آجرین کے لیے محنت کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے جو بالآخر بے روزگاری کے خاتمے کا باعث بنتا ہے۔ اس طرح معیشت کی تمام غیر ہمواریاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔ سے کے مطابق معیشت میں ایسے خود کار استحکامی عوامل (Built in-stabbsirs) موجود ہوتے ہیں۔ ایسے لچکدار حالات میں اگر حکومت اجرتوں کے تعین میں من مانی نہ کرے اور مزدور سبھائیں بھی آجرین پر ناجائز دباؤ نہ ڈالیں تو بے روزگاری کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔

۲۔ اگر حکومت عدم مداخلت کی پالیسی پر عمل پیرا ہو تو خود کار لچکدار معاشی نظام تمام ناہمواریوں کے تدارک کا باعث بن جاتا ہے۔ ایسے حالات میں معیشت میں عدم توازن بالکل عارضی نوعیت کا ہوتا ہے۔ منڈی کی قوتیں جلد عارضی عدم توازن کو مستقل توازن میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ خود کار استحکامی عوامل کی بدولت سرکاری مداخلت کے بغیر اور معاشی حالات کے مطابق قیمتیں، اجرتیں، شرح سود اور پیدائش دولت کی جسامت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ جو بالآخر معیشت کے استحکام کا موجب بنتی ہے اور بے روزگاری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ زائد پیداواری (over production) خارج از امکان ہوتی ہے۔ جونہی زائد پیداوار ہو قیمتیں گر جاتی ہیں، طلب پھیلتی ہے اور زائد پیداوار کی خود بخود کھپت ہو جاتی ہے۔ معیشت میں بیش پیداواری کی بجائے کسی انفرادی صنعت میں تو بیش پیداواری ہو سکتی ہے لیکن یہ بھی عارضی نوعیت کی ہوگی۔ کیونکہ جلد ہی خود کار

Marfat.com

عوامل طلب و رسد میں عدم مطابقت کے حالات کا تدارک کر دیتے ہیں. گویا مجموعی طلب ہمیشہ مجموعی رسد کے برابر ہوتی ہے

۴۔ آزاد معیشت میں بے روزگاری بھی خارج از امکان ہوتی ہے پیگو کے مطابق اگر مزدوروں کی زری اجرتوں میں کمی کر دی جائے تو مزدوروں کی طلب بڑھنے سے بیروزگاری کا خاتمہ ہو جاتا ہے. شرط یہ ہے کہ نہ تو حکومت اجرتوں کے تعین میں براہ راست یا بالواسطہ طور پر ملوث ہو نہ مزدور سبھائیں آجرین پر دباؤ ڈال کر مزدور کی قوت پیداواری سے زائد اجرتیں مقرر کروائیں۔ عارضی طور پر کسی خاص صنعت میں بیروزگاری کے حالات پائے جا سکتے ہیں لیکن عمومی بے روزگاری نہیں ہوگی. مزدوروں کی طلب اور رسد میں لچکدار اجرتوں کی بنا پر توازن قائم ہو کر رہے گا۔

۵۔ معیشت کے بیکار وسائل یا محنت کے بھرپور استعمال سے قومی دولت میں اضافہ ہوتا ہے. حاصل شدہ آمدنیاں، پیدا شدہ اشیا کی خریداری پر خرچ کر دی جاتی ہیں جس سے اشیا کی طلب اور رسد میں توازن بھی برقرار رہتا ہے اور آجرین کو منافع جات ملنے سے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی رہتی ہے. اس طرح معاشی سرگرمیوں کو تیز کرنے اور معیشت کو وسعت دینے کے مواقع موجود ہوتے ہیں یہ صورت حال پسماندہ ممالک جہاں وسائل پیدائش بیکار پڑے رہتے ہیں اور جن کو بروئے کار لانے سے قومی دولت اور قومی خوشحالی اور آسودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

۶۔ چونکہ ہر رسد اپنی طلب خود پیدا کر لیتی ہے لہٰذا معاشی سرگرمیوں کو پھیلانے کی لامحدود گنجائش موجود ہوتی ہے. یعنی معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے اور معیشت کو معاشی ترقی سے ہمکنار کرنے کے لامحدود مواقع موجود ہوتے ہیں۔

۷۔ لچکدار اجرتوں کی بدولت بے روزگاری کا خاتمہ ممکن ہوتا ہے ملک میں کسی حد تک موسمی اور کشمکشی بے روزگاری تو ہو سکتی ہے، جو عارضی نوعیت کی ہوتی ہے لیکن غیر اختیاری اور دوری بے روزگاری دُور نہیں ہوتی، اگر ہو بھی تو بالکل عارضی ہوتی ہے جو جلد دور ہو جاتی ہے۔

کلاسیکی نظریۂ روزگار پر تنقید (Criticism)

سے کے "قانون منڈیاں" پر سب سے شدید تنقیدی حملے لارڈ کینز نے کیے. انہوں نے

Marfat.com

کے ان افکار کو کہ " ہر رسد اپنی طلب خود پیدا کر لیتی ہے " ہدفِ تنقید بنایا ۔ دوسرا انہوں نے پیگو کے اس نظریئے پر شدید تنقید کی کہ " کساد بازاری اور بے روزگاری میں زری اجرتوں میں کمی کامل روزگار کی سطح کے حصول میں معاونت کرتی ہے ۔"

سے کے مطابق ہر رسد اپنی طلب خود پیدا کر لیتی ہے اس لیے نہ تو کبھی بیش پیداواری کا احتمال رہتا ہے اور نہ ہی بیروزگاری کا ۔ اس حقیقت میں کسی حد تک صداقت کا پہلو تو ضرور مضمر ہے کہ ہر رسد سے کچھ اشیاء و خدمات کی طلب پیدا ہوتی ہے ۔ چونکہ پیدائشِ دولت میں تعاون اور اشتراک کے ضمن میں عاملینِ پیدائش کو معاوضے وصول ہوتے ہیں جن سے ان کی قوتِ خرید میں اضافہ ہوتا ہے ۔ حاصل شدہ آمدنیاں اشیا اور خدمات کی خریداری پر خرچ کر دی جاتی ہیں ۔ لیکن اس سے یہ مطلب اخذ نہیں ہوتا کہ قومی پیداوار کی تمام تر مجموعی رسد ہمیشہ مجموعی طلب کے برابر ہوتی ہے ۔ عاملینِ پیدائش کے معاوضے پیدا شدہ اشیا کی مالیت کے برابر تو ہوتے ہیں لیکن تمام تر آمدنی اشیاء اور خدمات کی خریداری پر خرچ نہیں کی جاتی ۔ آمدنی کا ایک حصہ پس انداز بھی کر لیا جاتا ہے ۔ جس سے اشیاء اور خدمات کی طلب پیدا نہیں ہوتی ۔ چونکہ بچتیں آمدنی کے بہاؤ میں کٹوتی یا تراوش ہے ۔ اس لیے جب تک سرمایہ کار متوقع بچتوں کی سرمایہ کاری کرنے پر آمادہ نہ ہوں مؤثر طلب اشیاء کی موجودہ رسد کو صرف نہ کر سکے گی ۔ ایسے حالات میں آجرین تمام تر رسد فروخت نہ کر سکیں گے ۔ جس سے مجموعی رسد اور مجموعی طلب یا مؤثر طلب (اشیاءِ صرف کی طلب ، جمع اشیائے سرمایہ کی طلب) میں شگاف پیدا ہو گا جو بیش پیداواری کی نشاندہی کرے گا اور جس سے اشیاء کی قیمتیں گر جائیں گی اور سرمائے کی مختتم استعداد گرنے سے عمل پیدائش میں سکڑاؤ کا عمل شروع ہو جائے گا اور بیروزگاری میں اضافہ ہو جائے گا ۔ پس ہر رسد اپنی طلب تخلیق کرنے کا باعث نہیں بنتی ۔

کسی عرصہ میں صارفین ہمیشہ اپنی آمدنی کا ایک حصہ اشیاء صرف پر خرچ کر ڈالتے ہیں اور باقی ماندہ پس انداز کر لیتے ہیں اسی طرح آجرین بھی اشیائے سرمایہ کی خریداری پر رقوم خرچ کرتے ہیں ۔ کل مؤثر طلب سے مراد وہ رقوم ہوتی ہیں جو اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ پر خرچ کی جاتی ہیں ۔ بچت کاروں اور سرمایہ کاروں کے مقاصد اور مفادات مشترک نہیں ہوتے ۔ ایک آزاد معیشت میں ایسا کوئی خودکار آلہ نہیں ہوتا جو پس انداز کی ہوئی رقوم اور سرمایہ کاری میں توازن پیدا کرنے کا باعث بنے ۔ اگر بچت اور سرمایہ کاری میں مساوات نہ پیدا ہو تو قومی آمدنی کی موجودہ متوازن سطح اور کامل روزگار کی سطح کو برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور یہ دونوں سطحیں پست ہو جاتی ہیں ۔ سے کے " قانونِ منڈیاں " کی بنیادی کمزوری

Marfat.com

بھی یہی ہے کہ چونکہ بچت کاروں اور سرمایہ کاروں کے مقاصد اور مفادات غیر مشترک ہوتے ہیں اس لیے ان میں تفاوت کا پایا جانا ناگزیر ہے اور جب یہ تفاوت پیدا ہو تو اسے دُور کرنے کی غرض سے روزگار اور قومی آمدنی میں تبدیلی ضرور ہو جاتی ہے ۔

کینز کے مطابق صرفی اخراجات اور اشیائے سرمایہ پر اخراجات (C + I) کا پیداوار کے مصارف پیدائش کے برابر ہونا لازمی نہیں ۔ اس لیے کوئی یقینی امر نہیں کہ طلب اور اشیا کی رسد میں بھی توازن برقرار رہے گا ۔ بچتوں کا دارومدار آمدنی پر ہوتا ہے جبکہ عرصۂ قلیل میں سرمایہ کاری کا انحصار سرمایہ کی مختتم استعداد اور شرح سُود پر ہوتا ہے اور عرصہ طویل میں افزائش آبادی اور فنی تبدیلیوں کی نوعیت پر ۔ پس ضروری نہیں کہ کامل روزگار کی سطح پر پیدا ہونے والا آمدنی اور صرف کا شگاف سرمایہ کاری کی وجہ سے پُر ہو جائے ۔ اگر اگر ایسا نہ ہو سکے تو بیروزگاری لازم و ملزوم ہو جاتی ہے ۔

کلاسیکی معیشت دانوں کے مطابق آمدنی کی متوازن سطح ہمیشہ کامل روزگار کی سطح پر ہی ہو سکتی ہے ۔ جبکہ کینز کے مطابق یہ سطح کامل روزگار کی سطح کے نیچے بھی مقرر ہو سکتی ہے اور اوپر بھی ۔ ان وجوہات کی بنا پر افراطی اور تفریطی شگاف پیدا ہوتے ہیں جو محض سرمایہ کاری میں کمی بیشی سے ہی پُر ہوتے ہیں ۔

پروفیسر کینز نے پیگو کے افکار سے بھی اختلافِ رائے رکھا کہ اگر مزدوروں کی زری اجرتوں میں کمی کر دی جائے تو مزدوروں کی طلب میں اضافہ سے بیروزگاری کا خاتمہ ہو گا ۔ کینز کی رائے میں چونکہ زری اجرتوں میں کمی سے مزدوروں کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے ۔ اس لیے مجموعی طلب میں کمی کی وجہ سے روزگار کا بڑھنا ناممکن ہو جائے گا ، گو اجرتوں میں کمی سے مصارفِ پیدائش میں کمی واقع ہو گی لیکن اس کے ساتھ قوتِ خرید میں کمی اشیاء کی طلب میں کمی کا باعث بھی بنتی ہے جس سے روزگار میں اضافہ کی بجائے بیروزگاری میں اضافہ ہو جائے گا ۔ جو کساد بازاری کی شدت میں مزید اضافہ کر دے گا ۔

پروفیسر ہنسن (Hansen) کے مشاہدہ کے مطابق طلب روزگار کو متعین کرتی ہے اور روزگار مختتم پیداواری یا حقیقی اجرتوں ۔ اجرتوں میں کمی روزگار کی سطح کو بلند کرنے سے قاصر ہے ۔ دوسرے ، دورِ جدید میں مزدور سبھائیں اس قدر مضبوط اور منظم ہو چکی ہیں کہ وہ اجرتوں میں کمی کو کبھی قبول نہیں کریں گی ۔ عموماً مزدور حقیقی آمدنی میں کمی تو برداشت کر لیتا ہے لیکن زری اجرتوں میں کمی اس کے لیے ناقابل برداشت ہوتی ہے ۔ کسی خاص صنعت میں زری اجرتوں میں کمی سے شاید اس صنعت

Marfat.com

کے مزدوروں کی طلب میں تو اضافہ ہو جائے لیکن اگر تمام معیشت میں مزدوروں کی اُجرتیں کم کر دی جایئں تو یہ اُجرتیں مؤثر طلب اور روزگار میں کمی کا باعث بنے گی۔ دوسرے سرمایہ دارانہ نظام خود کار نہیں اسے چلانے کے لیے بہت سے عوامل درکار ہوتے ہیں جو موجودہ دور میں عملی طور پر ناپید ہیں۔

کینز اور پیگو کے افکار میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ پیگو کے مطابق روزگار میں زری اُجرتوں میں کمی کی وجہ سے اضافہ کیا جاسکتا ہے جبکہ کینز کے مطابق کامل روزگار کی سطح کا انحصار مجموعی مؤثر طلب کی سطح پر ہوتا ہے جو زری اجرتوں میں تخفیف سے بُری طرح متاثر ہوتی ہے۔ کینز کے مطابق اگر اجرتیں مکمل طور پر لچکدار بھی ہوں لیکن مجموعی طلب پست ہو تب بھی بے روزگاری پائی جاسکتی ہے۔ لہٰذا کلاسیکی معیشت دانوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اجرتوں میں لچک کامل روزگار کو یقینی بناتی ہے جبکہ شرح سود میں لچک بچت اور سرمایہ میں توازن پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ مختصر طور پر سے کے قانون منڈیاں پر مندرجہ ذیل اعتراضات ہوئے ہیں :

۱۔ جبکہ آمدنی کا ایک حصہ پس انداز کر لیا جاتا ہے میلان صرف کم ہو جانے سے رسد خود اپنی طلب پیدا نہیں کر پاتی اور مجموعی رسد اور مجموعی طلب کبھی یکساں نہیں رہتی۔ ۱ ۔

۲۔ اُجرتوں میں زری کمی سے بیروزگاری کا خاتمہ ممکن نہیں۔ ایسا کسی ایک صنعت میں تو درست ثابت ہو سکتا ہے لیکن اس کا اطلاق پُوری معیشت پر نہیں کیا جاسکتا۔ دراصل جزدی معاشیات کے اصول کلی معاشیات پر نہیں آزمائے جاسکتے۔

۳۔ کلاسیکی معیشت دان اُجرت کا مطالعہ آجر کے نقطۂ نظر سے کرتے ہیں، یعنی وہ مصارفِ پیدائش کو تو پیشِ نظر رکھتے ہیں لیکن آمدنی کو نظرانداز کر جاتے ہیں۔ اُجرت اور روزگار میں کوئی براہِ راست تعلق نہیں۔ بیروزگاری اُجرتوں میں اضافہ، حکومت کی مداخلت اور مزدور سبھاؤں کے دباؤ کی وجہ سے نہیں ہوتی۔

۴۔ بچت اور سرمایہ بلحاظ سود لچکدار نہیں، شرح سُود میں کمی بیشی، بچت اور سرمایہ کاری میں تفاوت دور نہیں کر سکتی۔

۵۔ معاشی نظام خود اشتکالی (self adjusting) لچکدار اور خُود کار نہیں۔ لہٰذا معاشی سرگرمیوں میں حکومت کی مداخلت ناگزیر ہو گئی

Marfat.com

ہے۔ قیمتیں اور شرحِ اجرت بھی لچکدار نہیں ہوتیں۔

۶۔ مکمل مقابلہ کے حالات نظریاتی دنیا میں تو ہوں لیکن عملی زندگی سے ناپید ہو چکے ہیں۔

۷۔ یہ باور کرنا بھی غلط ہے کہ زر صرف آلہ مبادلہ کا کام ہی کرتی ہے اور یہ پیداوار اور روزگار پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتی۔

۸۔ سے کے قانون منڈیاں تجارتی چکر کی وضاحت کرنے سے قاصر ہے۔

۹۔ کلاسیکی نظریۂ روزگار کے تعین کی وضاحت کرنے سے قاصر ہے۔

کینز کا نظریۂ روزگار

(Keynesian theory of employment)

نظریۂ کینز عرصہ قلیل کے حالات کے پیشِ نظر وضع ہوا۔ عرصہ قلیل میں اشیائے سرمایہ کا ذخیرہ آبادی، محنت کی استعداد کار اور فنی حالات یکساں رہتے ہیں۔ نظریۂ روزگار کا انحصار قومی آمدنی اور پیداوار کی سطح پر ہوتا ہے۔ اگر سرمایہ افرادی قوت محنت کی استعداد اور فنی حالات یکساں رہیں تو بیکار افراد کو روزگار کی فراہمی سے قومی آمدنی میں اضافہ کیا جا سکتا ہے پس عرصہ قلیل میں قومی آمدنی میں اضافہ دراصل روزگار میں اضافہ کے مترادف ہی ہوتا ہے۔ چونکہ روزگار میں اضافہ سے قومی آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور روزگار میں کمی سے قومی آمدنی بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کینز کے نظریۂ روزگار کو نظریۂ آمدنی بھی کہا جاتا ہے۔

کینز کے نظریۂ روزگار کی بنیاد "مؤثر طلب" پر ہے۔ 'مؤثر طلب' سے مراد اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ کی مجموعی طلب (C + I) ہے۔ کینز کے مطابق اگر عرصۂ قلیل میں مؤثر طلب زیادہ ہو تو روزگار کی سطح بھی بلند ہو جاتی ہے۔ جبکہ برعکس حالات میں روزگار کی سطح پست ہو جاتی ہے۔ کل روزگار کا انحصار مجموعی طلب پر ہوتا ہے اور مجموعی طلب یا مؤثر طلب میں کمی بے روزگاری کو جنم دیتی ہے۔ چونکہ مؤثر طلب سے اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ پر ہونے والے کل زری اخراجات کا پتہ چلتا ہے لہٰذا کل قومی اخراجات کل قومی آمدنی یعنی پیداوار کے برابر ہوتے ہیں۔

مؤثر طلب = قومی آمدنی = قومی پیداوار $\quad E.d = Y = O$

Effective Demand = National income (Y)

= National Out put (O)

Marfat.com

معیشت میں روزگار کی سطح کے تعین میں مؤثر طلب کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ مؤثر طلب میں کمی ہی روزگار کی سطح کو پست کرنے کا باعث بنتی ہے۔ مؤثر طلب میں کمی آمدنی اور صرف میں شگاف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ آمدنی میں اضافہ سے اگرچہ صرفی اخراجات میں اضافہ تو ہوتا ہے لیکن آمدنی میں اضافہ کی نسبت کم۔ کینز کے مطابق چونکہ لوگوں کی صرفی عادات پختہ ہوتی ہیں اور آمدنی میں اضافہ کے باوجود وہ نفسیاتی طور پر ان عادات کو ترک نہیں کر پاتے اس لیے مختتم میلان صرف اکائی سے کم ہوتا ہے۔ میلان صرف کا انحصار اندرونی اور بیرونی عوامل پر ہوتا ہے۔ اندرونی نفسیاتی عوامل میں مستقبل کے متعلق توقعات پس اندازی اور کفایت شعاری کا جذبہ، جہالت اور لاپروائی جیسے عوامل شامل ہیں۔ بیرونی عوامل میں آمدنی کی تقسیم، قیمتوں کا رجحان، شرح سود، نقدیت کی ترجیح اور ٹیکس وغیرہ شامل ہیں۔ اندرونی نفسیاتی عوامل کی وجہ سے میلان صرف سادہ اور مستحکم بھی ہوتا ہے اور اس کی پیش گوئی بھی ممکن ہوتی ہے چونکہ آمدنی میں اضافہ سے مختتم میلان صرف کم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اشیائے صرف کی طلب بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس کمی کو سرمایہ کاری سے پورا کیا جا سکتا ہے جس سے مؤثر طلب بلند ہو جائے گی۔

اخراجات کے نقطۂ نظر سے "مؤثر طلب" سے مراد کسی خاص روزگار کی سطح پر معیشت کے کل اخراجات ہوتے ہیں جو اس کی مجموعی قیمتِ رسد کے برابر بھی ہوتے ہیں۔ یعنی اس سطحِ روزگار پر اشیاء اور خدمات کے مصارفِ پیدائش کے برابر ہوتے ہیں۔ گویا مؤثر طلب معیشت کی مجموعی طلب یا اشیائے سرمایہ پر مجموعی اخراجات ہوتے ہیں۔

کینز نے مؤثر طلب کے تعین کے لیے دو اصلاحات استعمال کی ہیں:

۱۔ مجموعی تفاعل طلب' یا قیمت۔

۲۔ مجموعی تفاعل رسد۔

"مجموعی قیمتِ طلب" اور "مجموعی قیمتِ رسد" مؤثر طلب کے تعین میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جو بالآخر روزگار کی سطح کو متعین کرتا ہے۔ آجر اس حد تک افرادی قوت کو روزگار فراہم کرتا ہے جس سے منافع کی شرح بلند سے بلند ہو سکے۔

مجموعی قیمتِ رسد : Aggregate supply price

مجموعی قیمتِ رسد روزگار کی کسی خاص سطح پر پیداوار کے مصارفِ پیدائش کے برابر ہوتی ہے یہ وہ کل رقم ہے جو عاملینِ پیدائش کو پیدائشِ دولت میں تعاون اور اشتراک

Marfat.com

کے عوض معاوضوں کی صورت میں ادا کی جاتی ہے۔ آجر کبھی ان مزدوروں کو روزگار فراہم نہیں کرتا جو اسے اپنے معاوضوں کے برابر مالیت کی اشیا پیدا کر کے نہ دے سکیں۔ نت زیادہ سے زیادہ افراد کو روزگار فراہم کرنے کی ترغیب کے لیے کم سے کم وصولی کی ضما ضروری ہوتی ہے۔

ڈلرڈ (Dillard) کے الفاظ ہیں:

"کم سے کم قیمت یا وصولی جو آجرین کو روزگار کی فراہمی کی ترغیب دے سکے وہ اس روزگار کی مجموعی قیمت رسد کہلاتی ہے۔

The minimum price or proceeds which will just induce employment on a given price scale is called the aggregate supply price of that account of employment.

اگر مزدوروں کی پیداوار آجر کو اسقدر قیمت نہ دلوا سکے جس سے مصارفِ پیدائش پورے ہو جائیں تو وہ ان مزدوروں کو روزگار ہی فراہم نہیں کرے گا۔ پس مختلف مزدوروں کے لیے مجموعی قیمت رسد مختلف ہو گی۔

اگر آجر کو پیداوار کی زیادہ قیمت وصول ہو تو وہ زیادہ مزدوروں کو روزگار کی فراہمی پر آمادہ ہو جائے گا۔ چونکہ مزدوروں کو روزگار بھی اُس وقت فراہم کیا جاتا ہے جب آجر کو ان کی پیداوار کی فروخت سے زیادہ سے زیادہ وصولیوں کی اُمید ہو۔ اس لیے مجموعی قیمتِ رسد کا خط دائیں جانب اوپر کی طرف اٹھتا ہے۔

مجموعی قیمتِ طلب

مجموعی قیمت طلب سے مُراد روزگار کی کسی خاص سطح پر پیداوار کی فروخت سے حاصل ہونے والی متوقع آمدنی ہوتی ہے۔ جسقدر زیادہ روزگار فراہم کیا جائے پیداوار میں اسی قدر اضافہ بھی ہوگا یعنی روزگار میں اضافہ سے مجموعی قیمتِ طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور روزگار میں کمی کی صورت میں مجموعی قیمتِ طلب کم ہو جاتی ہے، اس لیے مجموعی قیمتِ طلب کا خط دائیں جانب اوپر اٹھتا ہے۔

مجموعی قیمتِ رسد اور طلب میں امتیاز رکھنا ضروری ہے۔ مجموعی قیمتِ رسد سے

Marfat.com

مراد وہ وصولی ہے جو پیداوار کی فروخت سے حاصل ہوتی ہے ورنہ مزدوروں کو روزگار فراہم نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ مجموعی قیمتِ طلب سے وہ وصولی ہوتی ہے جو آجر اشیا کی فروخت سے حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہے۔

کینز نے اپنے نظریئے کی ابتدا ہی میں مؤثر طلب کو کامل روزگار کی سطح کے تعین اور حصول کا ذریعہ قرار دیا۔ ان کے مطابق مجموعی طلب یعنی مؤثر طلب (اشیائے صرف جمع اشیائے سرمایہ کی طلب) اور مجموعی رسد یعنی قومی پیداوار (بچت جمع اشیائے صرف کی "C+S") میں توازنِ روزگار کے حجم کو متعین کرتا ہے۔ میلانِ صرف کا حجم روزگار کی سطح میں کمی بیشی کا باعث بنتا ہے۔ چونکہ مختتم میلانِ صرف کا حجم روزگار کی سطح میں کمی بیشی کا باعث بنتا ہے۔ چونکہ مختتم میلانِ صرف اکائی سے کم ہوتا ہے اور میلانِ صرف مستحکم اور پائیدار ہوتا ہے۔ اس لیے صرف قومی آمدنی اور روزگار کی سطح میں تغیر و تبدل کا اسقدر باعث بنتا ہے جس قدر سرمایہ کاری بنتی ہے۔ عرصہ قلیل میں سرمایہ کاری کا انحصار مختتم استعدادِ سرمایہ اور شرحِ سود پر ہوتا ہے جبکہ عرصہ طویل میں افزائش آبادی اور فنی تبدیلیوں اور مختتم استعدادِ سرمایہ کا انحصار سرمایہ کی قیمتِ رسد اور متوقع آمدنی پر اور شرحِ سود جو عرصہ قلیل میں عموماً مستحکم رہتی ہے کا انحصار زرِ نقد اور زر کی ترجیح پر ہوتا ہے۔ جب تک مختتم استعدادِ سرمایہ اور شرحِ سود میں فرق موجود رہے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے گی۔ اور جب یہ فرق ختم ہو جائے گا سرمایہ کاری کا عمل بھی رک جائے گا۔ سرمایہ کی مختتم استعداد چونکہ متغیر ہے اور آمدنی میں اضافہ سے اشیا کی استعداد بڑھتی ہے اور استعدادِ سرمایہ کو بھی بڑھاتی ہے اس لیے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی رہتی ہے۔ چونکہ سرمایہ کاری آمدنی کا تفاعل نہیں اس لیے سرمایہ کاری کا خط افقی بنایا جاتا ہے۔ جیساکہ شکل سے واضح ہے:

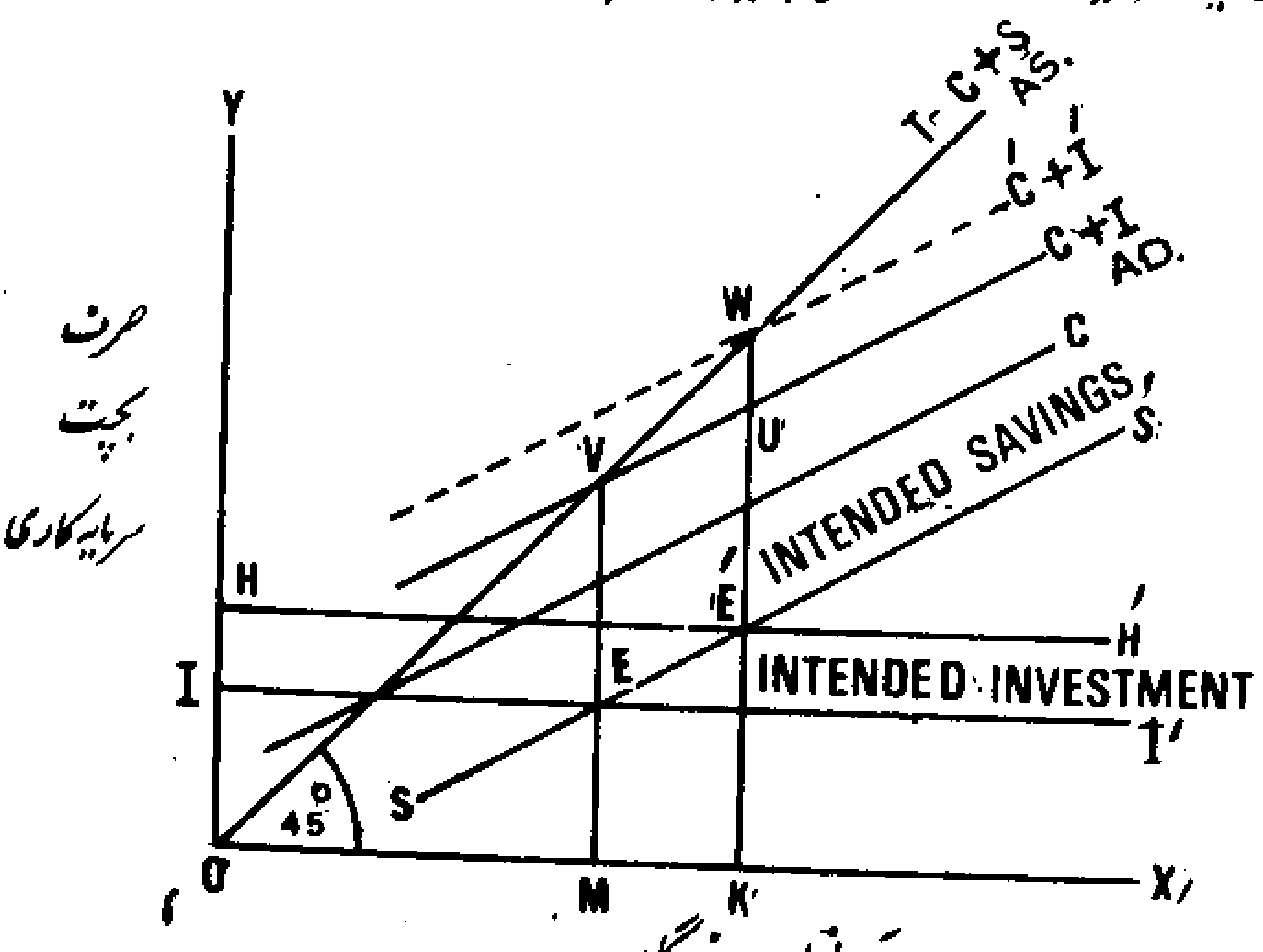

Marfat.com

OT خط تنصیف ہے جو ۴۵° کا زاویہ بناتا ہے۔ یہ مجموعی رسد یا صرف + بچت کی نمائندگی بھی کرتا ہے۔ متوقع سرمایہ کاری کا خط افقی ہے جو ایکس محور کے بالکل قریب ہے۔ متوقع بچت کا خط S'S اسے نقطہ "E" پر قطع کرتا ہے اس سے آمدنی اور روزگار کی سطح OM متعین ہوتی ہے یعنی اس سطح پر ملک کے مساوی اور انسانی وسائل بروئے کار آجاتے ہیں اگر آمدنی اور روزگار کی حجم کی وضاحت مجموعی رسد اور مجموعی طلب کے ذریعے کی جائے تو مجموعی طلب کا خط (I + C) مجموعی رسد کے خط (S + C) کو نقطہ "V" پر قطع کرتا ہے اس نقطہ سے ایکس محور پر عمود گرایا گیا تو پیداوار اور روزگار کی سطح OM ہی متعین ہوئی اگر آمدنی اور روزگار کی سطح کو بلند کرنا مقصود ہو تو مؤثر طلب یعنی صرفی اشیا کی طلب اور اشیائے سرمایہ کی طلب (C + I) میں اضافہ ناگزیر ہوگا۔ اگر صرفی اور اشیائے سرمایہ کی طلب بڑھ جائے اور مؤثر طلب کا خط بلند ہو کر (C + I) ہو جائے تو نقطہ توازن "V" سے "W" کی جانب منتقل ہو جاتا ہے اس سے قومی آمدنی اور روزگار کا حجم بھی پھیل کر OM کی بجائے OK ہو جاتا ہے۔ گویا سرمایہ کاری اور صرفی اشیا میں "VW" اضافہ سے قومی آمدنی اور روزگار میں MK اضافہ ہوا۔

چونکہ میلانِ صرف مستحکم رہتا ہے اس لیے سرمایہ کاری میں تبدیلی ہی روزگار اور قومی آمدنی میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ روزگار اور آمدنی میں اضافہ اس وجہ سے ہوا کیونکہ سرمایہ کاری I'I سے بڑھ کر H'H ہوگئی۔ سرمایہ کاری میں اضافہ نجی شعبہ میں بھی ہو سکتا ہے اور سرکاری شعبہ میں بھی۔ اگرچہ میلانِ صرف میں اضافہ قومی پیداوار میں اضافہ کا موجب بن سکتا ہے لیکن میلانِ صرف کے پائیدار ہونے کی وجہ سے کینز اپنی تمامتر توجہ سرمایہ کاری بڑھانے پر مرکوز کرتے ہیں۔ سرمایہ کاری بڑھانے میں حکومت بہت اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ اگر حکومت کے صرفی اخراجات اور سرمایہ کاری میں اضافہ ہو جائے یا حکومت ٹیکسوں میں رعایت اور سود کی شرح میں کمی کر دے تو سرمایہ کاری میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

پسماندہ ممالک میں زری اور مالیاتی پالیسیاں اور سرکاری اخراجات (ترقیاتی اور غیر ترقیاتی) سرمایہ کاری میں خاطر خواہ اضافہ کا باعث بن سکتے ہیں۔ جہاں تک شرحِ سود میں کمی کا تعلق ہے چونکہ اس کا دارومدار زرِ نقد کی ترجیح اور زر کی رسد پر ہوتا ہے اس لیے اسے ایک خاص حد سے نیچے نہیں گرایا جا سکتا۔ اگر کاروباری توقعات مسدود اور سرمایہ کاری کے مواقع محدود ہوں تو شرحِ سود میں کمی کے باوجود سرمایہ کاری کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اگرچہ سرمایہ کاری زیادہ تر مختتم استعداد سرمایہ پر منحصر ہوتی ہے لیکن اس کی پیشین بینی نہیں ہوتی۔ سرکاری اخراجات میں

Marfat.com

اضافہ قومی آمدنی اور روزگار پر مثبت اثرات ڈالتے ہیں اور ان سے مؤثر طلب کو بڑھانے میں بہت مدد ملتی ہے۔

کینز کے نظریۂ روزگار اور آمدنی کو اختصار سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ کُل آمدنی کا دارو مدار روزگار کے حجم پر ہوتا ہے۔

۲۔ کُل روزگار کا انحصار مؤثر طلب پر ہوتا ہے اور متوازن حالات میں مجموعی طلب اور مجموعی رسد برابر ہوتی ہے۔

۳۔ مجموعی رسد کا انحصار فنِ پیدائش اور فنی تبدیلیوں پر ہوتا ہے۔ چونکہ عرصہ قلیل میں فنی اور تکنیکی حالات یکساں رہتے ہیں اس لیے مجموعی رسد بھی یکساں رہتی ہے۔ عرصہ قلیل میں آمدنی اور روزگار میں تبدیلیاں مجموعی رسد کی بجائے مجموعی طلب میں تبدیلیوں کی بنا پر ہوتی ہیں۔

۴۔ مؤثر طلب جو روزگار اور آمدنی کے تعین میں مرکزی رول ادا کرتی ہے۔ صرفی اشیائے کی طلب اور اشیائے سرمایہ کی طلب پر مشتمل ہوتی ہے۔

۵۔ صرفی طلب کا انحصار تفاعل صرف یا میلانِ صرف پر ہوتا ہے اور چونکہ عرصہ قلیل میں لوگوں کی صرفی عادات پختہ ہوتی ہیں اس لیے تفاعلِ صرف مستحکم رہتا ہے۔

۶۔ سرمایہ کاری کا انحصار مختتم استعداد سرمایہ اور شرحِ سُود پر ہوتا ہے۔ عرصہ قلیل میں شرحِ سُود مستحکم رہتی ہے جبکہ مختتم استعداد سرمایہ میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں شرحِ سُود کا انحصار زر کی رسد اور زرِ نقد کی ترجیح پر ہوتا ہے جبکہ مختتم استعدادِ سرمایہ کا انحصار سرمایہ کی قیمتِ رسد اور متوقع منافع پر ہوتا ہے۔

۷۔ مجموعی طلب سے مُراد وہ اخراجات ہوتے ہیں جو صارفین، سرمایہ کار اور حکومت اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ کی خریداری پر کرتی ہے چنانچہ:

مجموعی طلب = صرف + سرمایہ کاری + سرکاری اخراجات

۸۔ مجموعی رسد سے مُراد اشیا اور خدمات کی وہ مقدار ہوتی ہے جسے آجرین یا قوم منڈی میں فروخت کے لیے پیش کرتی ہے۔ آجرین کے مصارفِ پیدائش عاملینِ پیدائش کے معاوضوں (لگان، اجرت، سُود اور منافع) کے مجموعہ کے برابر ہوتے ہیں۔ مجموعی رسد عاملینِ پیدائش کی آمدنیوں کے مجموعہ کے برابر ہوتی ہے۔ آمدنی میں سے کچھ تو صرف کر دیا جاتا ہے۔ کچھ بطور ٹیکس حکومت کو ادا کر دیا جاتا ہے اور کچھ پس انداز کر لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

چنانچہ ؛

مجموعی رسد = صرف + بچت + ٹیکس

مجموعی رسد = کل آمدنی

مؤثر طلب = قومی آمدنی = قومی پیداوار = قومی اخراجات = صرف + سرمایہ کاری + سرکاری اخراجات ۔

کینز کے نظریہ پر تنقید

۱ ۔ کینز کے نظریہ اور اس کے افکار کو حرفِ آخر نہیں سمجھنا چاہیئے اس کے نظریہ روزگار اور آمدنی پر بھی تنقید ہوئی ہے ۔ ناقدین میں شمپیٹر (Sehumpeter) کا نام سرِ فہرست ہے ۔ شمپیٹر نے کینز کو کساد بازاری کی پیداوار قرار دیتے ہوئے اس کے نظریہ کو کساد باری کی معاشیات (Depression Economics) کہا ہے ۔ ان کے مطابق اگر ۱۹۲۹ء کا عالمی بحران برپا نہ ہوتا تو شاید کینز کے افکار بھی اُجاگر نہ ہوتے ۔ اس لیے اس کے نظریات کا اطلاق کساد بازاری کے اطلاق پر ہوتا ہے عام معاشی حالات جس میں معاشی سرگرمیاں تیز اور قیمتوں اور منافع میں چڑھنے کا رجحان پایا جاتا ہے، پر نہیں ہوتا ۔ ترقی یافتہ معیشت میں بے روزگاری آج کے سیاستدانوں کے لیے کوئی دردِ سر نہیں ۔ پسماندہ ممالک میں بھی بیروزگاری کو براہِ راست اقدامات سے حل کرنے کی بجائے بالواسطہ طریقوں سے حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔

ناقدین کی رائے سراسر درست نہیں ۔ کینز کا نظریہ پہلے کی طرح آج بھی قابلِ عمل اور قابلِ قبول ہے ۔ اس کا اطلاق ترقی یافتہ اور پسماندہ دونوں معیشتوں پر ہوتا ہے ۔ ہارس (Haris) کے مطابق اس کے افکار افراطی اور تفریطی رجحانات اور گرم بازاری اور سرد بازاری کے ادوار پر یکساں طور پر لاگو ہوتے ہیں ۔

۲ ۔ کینز کے افکار پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ان کا اطلاق صرف سرمایہ دارانہ نظام پر ہی ہوتا ہے ۔ یہ موجودہ دور میں معاشی نظاموں میں رو ح پذیر تبدیلیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے ۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ "کیمونزم کی آمد کینز کی موت ہے" کینز کے نظریات اور افکار کا اطلاق اشتراکی معیشت پر اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ اسمیں منافع کا کوئی

Marfat.com

محرک نہیں ہوتا۔ سرمایہ کے علاوہ وسائل پیدائش حکومت کی تحویل میں ہوتے ہیں اور ان کے استعمال کے تمام تر فیصلے حکومت ہی کرتی ہے۔ دوری اُتار چڑھاؤ صرف سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ ہے۔ اشتراکیت میں ان کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ اس لیے کینز کا وہاں کوئی مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

۳۔ کینز کا نظریہ مکمل مقابلہ کی بنیاد پر استوار کیا گیا ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ آج دنیا میں اجارہ داری اور اجارہ دارانہ مقابلہ کے سوا کچھ نہیں جن کا کینز کے ہاں کوئی ذکر نہیں۔

۴۔ کینز کا نظریہ عرصہ قلیل کے حالات کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور عرصہ طویل کے حالات کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ کینز نظریۂ روزگار اور آمدنی کی وضاحت کے لیے عرصہ قلیل کو ہی بنیاد قرار دیتا ہے۔ جس کا انحصار مختتم استعداد سرمایہ اور شرحِ سود پر رکھتا ہے۔ اس کا نظریۂ سُود وضاحت طلب ہے۔ اس کا تفاعل صرف غیر واضح ہے جس کو ڈیوزن بیری (Duesenbery) نے بہتر شکل عطا کی۔

مذکورہ بالا اعتراضات کے باوجود کینز کے افکار انقلاب آفریں ہیں اور انہوں نے دنیا کو ایک نئی سوچ عطا کی ہے۔ اس نے ثابت کیا کہ گو معیشت متوازن حالت میں ہو لیکن ہو سکتا ہے کہ ملک میں بے روزگاری کا دور دورہ ہو سکتا ہے۔ اگر توازن کامل روزگار کی سطح سے نیچے واقع ہو تو معیشت میں شگافِ تفریط پیدا ہوتا ہے جسے دُور کرنے کے لیے سرکاری اخراجات میں اضافہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس سے روزگار اور قومی آمدنی دونوں میں ضارب کے اثر اضافہ ہوتا ہے اور قومی آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح کے اُوپر واقع ہو تو قومی آمدنی میں تمام تر اضافہ زری ہوتا ہے اور تمام افرادی قوت کو روزگار اور مادی وسائل کا بھرپور استعمال ہو چکا ہوتا ہے لہٰذا مالیاتی پالیسی کے ذریعے افراطی شگاف پُر کرنے کی غرض سے سرمایہ کاری یا سرکاری اخراجات میں کمی کر دینی چاہیئے جو آمدنی کو روزگار کی سطح پر لے آئے گی۔

کینز کے افکار پسماندہ ممالک اور ترقی یافتہ ممالک کے لیے یکساں طور پر اہم ہیں۔ ترقی یافتہ میں بیروزگاری کی وجہ تو مؤثر طلب میں کمی ہوتی ہے۔ اس لیے وہ حکومت کے کردار کو اُجاگر کرتا ہے۔ کینز کے مطابق ایسے حالات میں حکومت کو خسارتی تکفل (Deficit Financing) کے ذریعے ترقیاتی منصوبوں پر عمل درآمد کرنا چاہیئے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے شرحِ سُود میں کمی اور ٹیکسوں میں رعائتیں دی جانی چاہیئے اور سرکاری

Marfat.com

اخراجات میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ پسماندہ ممالک میں بیروزگاری کی سب سے بڑی وجہ سرمایہ اور فنی مہارت کی قلت ہوتی ہے۔ اس لیے اگر اندرونی وسائل ناکافی ہوں تو بیرونی امداد سے مادی وسائل کو بروئے کار لانا چاہیئے تاکہ قومی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ روزگار کے مواقع بھی بڑھیں۔

بیروزگاری (Unemployment)

معیشت کے وہ حالات جن میں جسمانی اور دماغی طور پر اہل اور کام کرنے کے خواہشمند افراد کو ان کی صلاحیتوں اور اہلیت کے مطابق مروّجہ شرح معاوضہ روزگار میسّر نہ ہو اسے بیروزگاری کہتے ہیں :

مثلاً اگر ایک ایم ڈی ڈاکٹر کو بطور ڈسپنسر اور ایک قانون کے گریجویٹ کو بطور منشی یا عرضی نویس کام کرنا پڑے تو یہ بھی بے روزگاری کے زمرے میں شمار ہوگا۔ پاکستان میں بے شمار ایم لے پاس افراد دفاتر میں بطور کلرک کام کرنے پر مجبور ہیں انہیں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملتا۔ بے روزگار افراد کی فہرست میں معذور اور شوقیہ بیکار رہنے والے افراد مثلاً پیر فقیر اور بڑے زمیندار وغیرہ جو کام کی پیشکش کے باوجود کام کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، کا شمار نہیں کیا جاتا۔ بیروزگار افراد کی فہرست میں تو وہی افراد شمار کیے جائیں گے جو کام کرنے کے اہل بھی اور کام کرنے کے خواہشمند بھی اور اس کے باوجود بھی انہیں اپنی قابلیت کے مطابق روزگار نہ ملے۔

بیروزگاری کی فہرست میں وہ لوگ بھی شامل نہیں کئے جاتے جو مروّجہ شرحِ اجرت پر کام کرنے کی بجائے زیادہ اُجرت کا تقاضا کریں، یا جو مروّجہ اوقاتِ کار کی بجائے کم اوقات کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو۔ مثلاً طلب و رسد کے توازن کی بنا پر شرحِ اجرت ۲۵ روپے یومیہ مقرر ہوتی ہے اور ملکی قوانین کے مطابق ہر شخص کو آٹھ گھنٹے یومیہ کام کرنا ہوتا ہے لیکن کوئی شخص ۳۰ روپے یومیہ کا تقاضہ بھی کرے اور صرف چھ گھنٹے کام کرنے پر تیار ہو، ایسے شخص کو بیروزگار افراد کی فہرست میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

بیروزگاری کی اقسام

(UNEMPLOYMENT CLASSIFICATION)

۱۔ ساختی بے روزگاری (Structural unemployment

Marfat.com

ب ۔ کشمکشی بے روزگاری	Frictional unemployment,
ج ۔ اختیاری بے روزگاری	Voluntary unemployment
د ۔ موسمی بے روزگاری	Seasonal unemployment
س ۔ دوری بے روزگاری	Cyclical unemployment

۱ ۔ **ساختی بے روزگاری** : پیدائشِ دولت کے لیے عاملین پیدائش کا باہمی تعاون اور اشتراک لازمی ہوتا ہے۔ زمین کی رسد معین ہے اور اس کی کوئی قیمتِ رسد نہیں ہوتی۔ اشیائے سرمایہ کے بغیر زمین اور محنت سے مکمل طور راستفادہ ممکن نہیں ہوتا مثلاً ہل، بیج، کھاد اور بیلوں کی جوڑی کے بغیر عملِ کاشتکاری ممکن نہیں ہوتا۔ کپڑا بُننے کے لیے عمارت مشینوں اور خام روئی اور دھاگہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان اشیائے سرمایہ کی مدد سے محنت کی استعدادِ کار کو بڑھایا جاسکتا ہے اور روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ملک میں آبادی کی شرح افزائش تشکیلِ سرمایہ کی رسد سے تجاوز کر جائے تو موجودہ افرادی قوت کو روزگار فراہم کرنا مشکل ہو جائے گا اور بے روزگاری پھیلے گی۔ پس ایسی بے روزگاری جو محض سرمایہ کی کمی کی بنا پر معرضِ وجود میں آئے "ساختی بے روزگاری" کہلاتی ہے۔ پسماندہ ممالک میں افزائش آبادی کی شرح تیز ہوتی ہے۔ مثلاً پاکستان میں افزائش آبادی کی شرح ۷ر۳ فیصد ہے جبکہ اشیائے سرمایہ میں اضافہ کی شرح بہت قلیل ہے۔ ایسی صورت میں پڑھے لکھے افراد تک کو روزگار کے حصول میں دقتیں پیش آتی ہیں۔

۲ ۔ کشمکشی بے روزگاری

معیشت میں سائنسی اور فنی ترقی کی بدولت جدت اور اختراع کا عمل جاری رہتا ہے۔ کچھ نئے کاروبار معرضِ وجود میں آتے رہتے ہیں اور کچھ پرانے کاروبار بند ہوتے رہتے ہیں۔ پرانے کاروباروں میں کام کرنے والے افراد کو نئے کام سیکھنے میں کچھ عرصہ تک بیکار رہنا پڑتا ہے جسے "کشمکشی بے روزگاری" کہتے ہیں۔ مثلاً اگر لاہور میں "تانگے" قانوناً ممنوع قرار دید یئے جائیں اور کوچوانوں سے کہا جائے کہ وہ رکشہ ٹیکسی چلائیں تو کوچوانوں کو موٹر ڈرائیونگ سیکھنے کے لیے کچھ وقت لگے گا اور اس عرصہ میں وہ بیروزگار رہیں گے۔ ایک متحرک اور ترقی پذیر معیشت میں کشمکشی بے روزگاری اکثر جنم لیتی رہتی ہے۔ ایسی بے روزگاری اس لیے قابلِ تشویش نہیں ہوتی کیونکہ اس کا عرصہ بہت قلیل ہوتا ہے اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد بے روزگار افراد کو

Marfat.com

خود بخود کام مل جاتا ہے۔

۳۔ اختیاری بے روزگاری

ہر معاشرے میں کچھ افراد جو ظاہری طور پر کام کرنے کے اہل ضرور ہوتے ہیں، کام کرنے کے خواہشمند نہیں ہوتے۔ ایسے افراد اختیاری طور پر بے روزگار رہتے ہیں یعنی اگر وہ چاہیں تو انہیں روزگار میسّر آسکتا ہے۔ لیکن وہ روزگار قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ مثلاً لاہور میں بے شمار بھکاری جسمانی لحاظ سے ہٹے کٹے ہیں اگر آپ انہیں روزگار کی پیشکش بھی کریں تو وہ انکار کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بہت زیادہ امیر لوگ مثلاً زمیندار اور کارخانہ دار مساجد کے امام پیر فقیر بھی اختیاری بے روزگاروں کی فہرست میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ہڑتال کے دوران مزدور اختیاری طور پر بے روزگار رہتا ہے، یہ بھی اختیاری بے روزگاری میں شمار کئے جائیں گے۔ دیہاتوں سے آنے والے مزدور چند یوم شہروں میں کام کرنے کے بعد عموماً گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور جب تک کمایا ہوا پیسہ خرچ نہیں ہو جاتا شہروں کو نہیں لوٹتے، ایسے دیہاتی مزدور بھی اختیاری بے روزگاروں میں شمار کئے جائیں گے۔

۴۔ موسمی بے روزگاری

کچھ شعبے خاص خاص موسموں میں پیدائش دولت کرتے ہیں ان موسموں کے گزرنے کے بعد، ان شعبوں میں کام کرنے والے مزدور بیکار ہو جاتے ہیں مثلاً برف اور آئس کریم کے کارخانے موسم گرما میں چلتے ہیں لہذا موسم سرما کی آمد پر ان میں کام کرنے والے مزدور بے روزگار ہو جائیں گے۔ اس طرح تمباکو، چینی، چاول چھڑنے کے کارخانے بھی مخصوص موسموں میں چلتے ہیں اور ان موسموں کے اختتام پر ان میں کام کرنے والے مزدور بیروزگاری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

۵۔ دوری بے روزگاری

کینز کے مطابق جب مؤثر طلب میں کمی واقع ہو جائے تو قومی آمدنی کا توازن کامل روزگار کی سطح سے نیچے قائم ہوتا ہے۔ اس سے اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ کی طلب کم ہو جاتی ہے قیمتیں اور منافع کی شرح میں کمی سے سرمایہ کاری کا عمل رُک جاتا ہے، معاشی سرگرمیاں سست پڑ جاتی ہیں اور بے روزگاری کا دور دورہ ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ کساد بازاری کے دور میں بیروزگاری اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ ایسی بے روزگاری کو دوری بیروزگاری کا نام دیا جاتا ہے۔ دوری بے روزگاری کا مشاہدہ عالمی سطح پر ۳۵ - ۱۹۲۹ء کے عالمی بحران کے دوران کیا گیا جبکہ کروڑوں افراد بے روزگاری کا شکار تھے۔

بیروزگاری کی وجوہات

مندرجہ بالا بے روزگاری کی پانچ اقسام بے روزگاری کی وجوہات کی بھی نشاندہی کرتی ہیں۔ ان وجوہات کے علاوہ چند ایک مزید وجوہات بھی ہیں جو پسماندہ ممالک میں زیادہ نمایاں ہیں مثلاً:

۱۔ پسماندہ ممالک میں قدرتی وسائل مثلاً زمین، پانی، معدنیات کی کثرت ہو سکتی ہے جیسا کہ پاکستان میں ہے لیکن وہاں وسائل کو مسخر کرنے اور ان سے استفادہ کے لیے سرمایہ کی شدید قلت ہے۔ اگر پاکستان میں اشیائے سرمایہ کی قلت دور کر دی جائیں تو کروڑوں ایکڑ رقبہ قابل کاشت بنایا جا سکتا ہے، پانی سے بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ زمین کا سینہ چیر کر معدنی دولت سے مالا مال ہوا جا سکتا ہے۔ مادی وسائل محض اس لیے بروئے کار نہیں لائے جا سکے کیونکہ اندرونی طور پر سرمایہ کی شدید قلت ہے اور بیرونی سرمایہ کے حصول میں ان گنت معاشی اور سیاسی دشواریاں حائل ہیں۔

۲۔ اگر کسی طرح بیرونی وسائل سے سرمایہ حاصل کر بھی لیا جائے تو اس سرمایہ سے استفادہ کے لیے فنی اور تکنیکی مہارت کا قحط ہے۔ چونکہ مادی وسائل کو بروئے کار لانے کے مواقع میسر نہیں آتے اس لیے روزگار کے مواقع بھی پیدا نہیں ہوتے اور ملک میں موجود افرادی قوت کو روزگار میسر نہیں آتا۔

پسماندہ ممالک میں افزائش کی شرح معاشی ترقی کی شرح سے بہت تیز ہے۔ اس لیے معاشی ترقی جتنے افراد کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرتی ہے قوم اس سے کہیں زیادہ افرادی قوت پیدا کر لیتی ہے۔ افزائش آبادی اور معاشی ترقی میں تفاوت کی وجہ سے پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں پڑھے لکھے افراد میں بیروزگاری خاصی شدت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ اسی لیے پاکستان سے بیرون ملک ہجرت کا رجحان جنون کی حد تک بڑھ گیا ہے۔

Marfat.com

۴۔ پاکستان جیسے پسماندہ ممالک کی معیشت عموماً زرعی ہوتی ہے جس میں قدرت کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اگر بارشیں وقت پر اور حسب ضرورت ہو جائیں تو فصلیں اچھی ورنہ کسان کو جان کے لالے پڑے رہتے ہیں۔ زرعی معیشت میں سارا سال کام بھی نہیں ہوتا۔ ایک تخمینہ کے مطابق زراعت میں سال میں صرف ۱۲۰ یوم کام ہوتا ہے اور باقی عرصہ میں کسان لڑائی جھگڑا مقدمہ بازی اور فضول رسومات میں مشغول رہتا ہے۔

بیروزگاری کا علاج

(Remedial measures)

بیروزگاری کے خاتمے کے لیے نجی اور سرکاری سطح پر مندرجہ ذیل اقدامات کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ سرمایہ کاری میں اضافہ

کینز کے مطابق دوری بیروزگاری

مؤثر طلب میں کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اگر صرفی طلب اور سرمایہ کاری یعنی (C + I) میں اضافہ کر دیا جائے تو قومی آمدنی اور روزگار کی سطح خود بخود بلند ہو جائے گی۔ تفاعل صرف چونکہ مستحکم ہوتا ہے۔ اس لیے روزگار کے مواقع بڑھانے کے لیے سرمایہ کاری میں اضافہ ضروری ہو جاتا ہے۔ سرمایہ کاری کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کے لیے شرح سود میں کمی ٹیکسوں میں رعائتیں اور نجی صنعتوں کو سرکاری تحویل میں نہ لینے کی ضمانت فراہم کرنی چاہیئے۔ نجی صرف دولت کو بڑھانے کے لیے سرکاری اقدامات مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔ سرکاری اخراجات میں اضافہ تفاعل صرف کو تقویت بخشتا ہے۔

۲۔ تشکیل سرمایہ میں اضافہ

سرمایہ کے بغیر کوئی بھی عمل پیدائش معرض وجود میں نہیں آ سکتا۔ پسماندہ ممالک میں بمشکل قومی آمدنی کا ۵ سے ۷ فیصد پس انداز کیا جاتا ہے۔ جبکہ امریکہ اور کینیڈا جیسے ممالک میں قومی آمدنی کا ۲۰ — ۲۵ فیصد بچا لیا جاتا ہے۔ اگر پاکستان جیسے غیر ترقی یافتہ ممالک اندرونی بچتوں کی حوصلہ افزائی کی جائے، شرح سود میں اضافہ کیا جائے ذرائع ابلاغ کے ذریعے پس انداز کی مہم میں جان ڈالی جائے اور اسے مؤثر بنایا جائے اور بچتوں کی سرمایہ کاری کے

Marfat.com

لیے راہیں ہموار کی جائیں تو سرمایہ کاری میں اضافہ سے روزگار میں بھی اضافہ ہوگا جو بالآخر بیروزگاری کے خاتمے کا باعث بنے گا۔

۳۔ صنعتوں کا ربط باہم

موسمی بے روزگاری کے خاتمے کے لیے مختلف موسموں میں چلنے والی صنعتوں میں ربط باہم پیدا کیا جائے تاکہ ایک موسم کے اختتام پر مزدور دوسرے موسم کی صنعت میں خود بخود منتقل ہو جائیں مثلاً برف اور آئس کریم کی صنعت میں کام کرنے والے مزدور مشروبات کی صنعت میں منتقل ہو جانے سے موسمی بے روزگاری کا تدارک کیا جا سکے گا۔

۴۔ فنی مہارت

اگر پسماندہ ممالک میں عام تعلیم کو فروغ دینے کی بجائے فنی تعلیم کو فروغ دیا جائے تو ملکی وسائل کو بروئے کار لاکر روزگار کے مزید مواقع پیدا کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ فنی مہارت استعدادِ کار کو بڑھاتی ہے۔ اس سے بھی ابتدائی روزگار بہت سے ثانوی روزگار پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔

۵۔ آبادی پر کنٹرول

پسماندہ ممالک میں اقتصادی ترقی کا کوئی خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ جبکہ کیڑے مکوڑوں کی طرح بڑھتی ہوئی آبادی کو مؤثر طریقوں سے نہ روکا جائے۔ ہمارے دوسرے پانچ سالہ منصوبہ کے دوران خاصی معاشی ترقی ہوئی جو سب کی سب بڑھتی ہوئی آبادی کی نظر ہو گئی۔ نتیجتاً ہماری معاشی حالت میں کوئی بھی قابل ذکر اضافہ نہ ہوا۔

سرکاری سطح پر بیروزگاری کے خاتمے کے لیے تدابیر

سرکاری سطح پر بیروزگاری کا تدارک بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ بڑھتی ہوئی بیروزگاری معاشرتی اور معاشی برائیوں کو جنم دینے کے ساتھ ساتھ سیاسی انتشار کا بھی بیج بوتی ہے۔ اس لیے دورِ جدید کی ہر حکومت قومی آمدنی کی متوازن سطح کے حصول کے لیے دن رات کوشاں نظر آتی ہے۔ سرکاری سطح پر جو پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں ان کی فہرست کچھ اسطرح ہے:

۱۔ سرکاری مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy)

Marfat.com

(ب) زری پالیسی (Monetary Policy)
(ج) آمدن پالیسی (Income Policy)
(د) قیمتوں کی پالیسی (Price Support Policy)
(س) تجارتی پالیسی (Commercial Policy)
(ص) قرضوں کی پالیسی (Credit Policy)

۱۔ مالیاتی پالیسی

مالیاتی پالیسی کے تحت حکومت ٹیکسوں کے ذریعے اپنی آمدنی، اخراجات اور سرکاری قرضوں کے ذریعے بعض مخصوص مقاصد حاصل کرتی ہے جن میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی اور ترغیب سے ملکی وسائل کو بروئے کار لایا جاتا ہے اور روزگار کے مواقع پیدا کرکے بیروزگاری کا انسداد کیا جاتا ہے اور کساد بازاری کا تدارک کیا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں ٹیکسوں کی شرح میں کمی کر دی جاتی ہے اور بعض ٹیکس معطل یا موقوف کر دیئے جاتے ہیں تاکہ سرمایہ کاری کو ترغیب ملے۔ پاکستان میں ہر نئے کاروبار کو پانچ سال کے لیے ٹیکس ہالیڈے دیا جاتا ہے۔ مشینوں، فالتو پرزوں اور صنعتی خام مال کی درآمد پر درآمدی ٹیکس کی شرح گھٹا دی گئی ہے اور بعض اشیا کو کسٹم ڈیوٹی سے مستثنٰی بھی قرار دے دیا گیا ہے۔ ایسی تمام اشیا کو کھلے عام لائسنس (Open General Licence) پر درآمد کرنے کی اجازت ہے۔ جن شعبوں میں نجی سرمایہ کار ترغیب کے باوجود سرمایہ کاری پر آمادہ نہیں ہوتے ان میں حکومت خود سرمایہ کاری کر کے نجی سرمایہ کاروں کے اعتماد کو تقویت بخشتی ہے۔ متزائد ٹیکس سے امیروں سے زیادہ ٹیکس وصول کیے جاتے ہیں اور نچلے طبقے کے استعمال میں آنے والی اشیا پر رعایت (Subsidies) دیکر نہ صرف تفاعل صرف کو بڑھایا جاتا ہے بلکہ دولت کی تقسیم کو مساویانہ کرنے کی سعی بھی کی جاتی ہے۔ سامان تعیش پر بھاری ٹیکس عائد کر کے ان اشیا کے صرف کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے اور پس اندازی کے جذبے کو ابھارا جاتا ہے۔ مالیاتی پالیسی کے ذریعے افراط زر اور تفریط زر کو روکا جاتا ہے۔ اگر نجی سرمایہ کاری کی وجہ سے افراط زر کے پھیلنے کا احتمال ہو تو حکومت اپنے اخراجات میں کمی کر دیتی ہے اور شرح محصول بڑھا دیتی ہے۔ تفریط زر میں اس کے برعکس پالیسی اختیار کی جاتی ہے۔ افراط زر میں سرکاری قرضوں پر کنٹرول سخت کر دیا جاتا ہے جبکہ تفریط زر میں اسے نرم کرنا پڑتا ہے تاکہ معیشت میں متوازن حالات

Marfat.com

برقرار رہیں۔

۲۔ زرنی پالیسی

زری پالیسی کے مقاصد میں زر کی اندرونی اور بیرونی قدر میں استحکام پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشی ناہمواریوں کا انسداد اور ملکی وسائل کی ترقی کے لیے مناسب مقدار میں سرمایہ اور مالیات فراہم کرنا بھی ہوتا ہے تاکہ اس کے ساتھ روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوں اور ملک میں تمام کام کرنے کے اہل اور خواہشمند افراد کو روزگار فراہم ہو جائے۔ سرمایہ کاری کے لیے مالیات فراہم کرنے کے لیے مرکزی بنک شرحِ بنک کو کم کر دیتا ہے جس سے قرضوں کی شرحِ سُود بھی کم ہو جاتا ہے اس سے سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور قرضوں کی طلب اور سرمایہ کاری میں اضافہ سے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ شرحِ سُود میں کمی کے ساتھ حکومت سرکاری تمسکات۔ بانڈز اور کفالتوں کو واپس لے کر عوام کو ان کی مالیت فراہم دیتی ہے جس سے سرمایہ کاری کے لیے مالیات فراہم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قرضوں کی راشن بندی کو نرم کرنے اور زرِ محفوظ کی حد کم کر کے بنکوں کے تخلیقِ زر کی صلاحیت کو بڑھایا جاتا ہے۔ اور قرضوں کے اجرا سے سرمایہ کاری کو ترغیب دی جاتی ہے جو بالآخر بے روزگاری کے انسداد کا باعث بنتی ہے۔

۳۔ قیمتوں کی پالیسی

معاشی سرگرمیوں میں استحکام پیدا کرنے اور سرمایہ کاری کو فروغ دینے اور اسے ایک خاص سطح پر برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اشیاء کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ میں بھی اعتدال پیدا کیا جائے۔ قیمتوں میں سریع رفتار اتار چڑھاؤ سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کا باعث بنتے ہیں اس لیے حکومت قیمتوں پر کڑی نگاہ رکھتی ہے۔ اور اس کے اتار چڑھاؤ کو روکنے کے لیے بعض بنیادی ضروریات کی اشیاء کی قیمتوں پر کنٹرول بھی نافذ کر دیتی ہے۔ جیسے پاکستان میں چینی، گھی، سیمنٹ اور آٹا وغیرہ کی قیمتیں حکومت مقرر کرتی ہے۔ بعض اشیائے صرف کو بڑھانے کے لیے اعانے بھی دیئے جاتے ہیں جیسے کیمیائی کھاد کو فروغ دینے کے لیے حکومت کارخانوں سے مہنگے داموں خریدتی ہے اور کاشتکاروں کو ارزاں نرخوں پر فراہم کرتی ہے اسی طرح گندم پر بھی رعایت دیا جاتا ہے تاکہ کم آمدنی رکھنے والے لوگوں کی اعانت ہو سکے چونکہ قیمتوں میں سریع رفتار تبدیلیوں سے سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی اور روزگار کے

Marfat.com

مواقع محدود ہوتے ہیں اس لیے قیمتوں کی پالیسی روزگار بڑھانے اور بیروزگاری کے انسداد میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

۴۔ آمدن پالیسی

معیشت میں تمام افراد کاروباری نہیں ہوتے آبادی کا بیشتر حصہ اپنی خدمات فروخت کرکے روزی کا بندوبست کرتا ہے۔ دفاتر میں کلرک کام کرتے ہیں، کارخانوں اور کھیتوں میں مزدور مصروف کار نظر آتے ہیں، تعلیمی اداروں میں اساتذہ کرام اور ہسپتالوں میں طبیب دکھی انسانیت کی خدمت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان افراد کو ان کی جسمانی اور دماغی کاوشیں کے عوض معاوضے ملتے ہیں۔ جن لوگوں نے پس انداز کی ہوئی رقوم سے حصص، کفالتیں اور تمسکات خرید رکھے ہوتے ہیں انہیں سالانہ منافع ملتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنی جائیدادیں کرایہ پر دے رکھی ہوں انہیں لگان وصول ہوتا ہے۔ اگر تنخواہوں کرایوں اور منافع کی تقسیم پر کوئی پابندی عائد نہ کی جائے تو معیشت افراطِ زر کا شکار ہو جاتی ہے اور اگر انہیں پست ترین سطح پر رکھا جائے تو پس انداز کرنے کی قوت متاثر ہوتی ہے جس سے تشکیل سرمایہ کی شرح گر جاتی ہے۔ سرمایہ کاری میں رخنہ پیدا ہو جاتا ہے اور بے روزگاری کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اگر اجرتوں اور تنخواہوں کی شرح میں اضافہ اور قومی ترقی کی رفتار میں ہم آہنگی ہو تو معاشی سرگرمیاں تیز رہتی ہے اور روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور بے روزگاری کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے۔

۵۔ تجارتی پالیسی

اگر اشیا کی درآمد و برآمد پر کوئی پابندی نہ ہو تو غیر ضروری اشیا کی درآمد سے ملکی صنعتیں تباہ ہو جاتی ہیں جس سے بے روزگاری پھیلتی ہے اگر بعض اشیا کی درآمد مثلاً مشینیں، صنعتی خام مال اور فالتو پرزوں پر بے جا پابندیاں عائد کر دی جائیں تو شرح ترقی میں رخنہ پڑ جاتی ہے اور بیروزگاری کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اگر ضروری اشیا کی درآمد کی اجازت دی جائے اور ملکی صنعتوں کو تحفظ دیا جائے تو سرمایہ کاری کی بھی حوصلہ افزائی ہوگی اور روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوں گے جس سے بیروزگاری کے انسداد میں مدد ملے گی۔

Marfat.com

۶۔ قرضوں کی پالیسی

پسماندہ ممالک میں وسائل پیدائش کی کثرت اور سرمایہ اور فنی مہارت کی قلت ہوتی ہے جس سے روزگار کے مواقع پیدا نہیں ہوتے۔ ان ممالک میں فی کس آمدنی کم ہونے کی وجہ سے پس انداز کرنے کی قوت کم ہوتی ہے۔ اندرونی طور پر سرمایہ کی قلت کو بیرونی قرضوں سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ بیرونی قرضے ملکی وسائل کو بروئے کار لانے میں معاونت کرتے ہیں جس سے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ پاکستان نے بہت سے ممالک سے قرضے لے رکھے ہیں جن کی مالیت ۸۰ ارب ڈالر تک پہنچ چکی ہے۔ ان قرضوں سے تربیلا منگلا جیسے منصوبوں کو مکمل کیا گیا اور زراعت اور صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔ ایسے معاشی منصوبوں کی تکمیل سے روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں۔

Marfat.com

باب ۲۱

ضارب اور اصولِ اسراع

THE MULTIPLIER & THE ACCELERATION PRINCIPLE

کینز کے مطابق قومی آمدنی تین متغیرات سے متاثر ہوتی ہے۔ صرف۔ بچت اور سرمایہ کاری تفاعل صرف سادہ۔ مستحکم ہوتا ہے اور اس کی پیشگوئی بھی ممکن ہوتی ہے۔ کیونکہ آمدنی میں کمی بیشی کے باوجود صارفین کی صرفی عادات زیادہ تر یکساں رہتی ہیں۔ البتہ تفاعل سرمایہ کاری پیچیدہ، غیر مستحکم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی پیش گوئی بھی ممکن نہیں ہوتی کیونکہ اس کا انحصار مختتم استعداد سرمایہ اور شرح سود پر ہوتا ہے۔

قومی آمدنی کے تعینات میں سرمایہ کاری ایک ایسا عامل ہے جو قومی آمدنی کے معین کرنے میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ سرمایہ کاری کے بڑھنے یعنی نئے حقیقی اثاثوں کے جنم لینے سے تمام معیشت متاثر ہوتی ہے اور پورا معاشی نظام ترقی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب سرمایہ کاری منفی انداز اختیار کرتی ہے تو معاشی نظام پر ناخوشگوار اثرات پڑتے ہیں۔ جے ایم کینز نے ان اثرات کا تجزیہ کرنے کے بعد ضارب کے تصور کو جسے سب سے پہلے پروفیسر کاہن نے ۱۹۳۱ء میں پیش کیا بہتر شکل میں پیش کر کے علم معاشیات میں گرانقدر خدمت سرانجام دی۔ اس تصور میں، سرمایہ کاری اور آمدنی کے باہمی رشتہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ معیشت میں سرمایہ کاری میں کمی بیشی سے قومی آمدنی میں کس قدر کمی بیشی واقع ہوتی ہے۔

ضارب (Multiplier)

ضارب کا تصور علم معاشیات میں سب سے پہلے آر ایف کاہن (R.F.KHAN) نے ۱۹۳۱ء میں ایک مقالہ کے ذریعے پیش کیا۔ ان کے مقالہ کے مطابق روزگار میں ابتدائی اضافہ بالآخر قومی روزگار میں کئی گنا اضافے کا باعث بنتا ہے۔ اسی تجزیئے کے پیشِ نظر

Marfat.com

کا ہن کے روزگار کو ضارب روزگار (EMPLOYMENT MULTIPLIER) کہا جاتا ہے۔ اسی طرح سے کینز کے ضارب کے تصور کے مطابق معاشی نظام میں نئی سرمایہ کاری قومی آمدنی میں کئی گنا اضافہ کا باعث بنتی ہے اسی لیے اس کو "ضارب سرمایہ کاری" (INVESTMENT MULTIPLIER) کا نام دیا جاتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں سرمایہ کاری کی وجہ سے آمدنی میں جو کمی بیشی ہوتی ہے وہ ضارب کی عمل کاری کا نتیجہ ہوتا ہے۔ گویا ضارب قومی آمدنی میں تبدیلی کا وہ تناسب ہے جو سرمایہ کاری میں تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ضارب سرمایہ کاری

کسی معیشت کے کل اخراجات مثلاً (صرف، سرمایہ کاری، حکومت کے اخراجات، برآمدات) میں اضافہ قومی آمدنی میں اضافے کا باعث بنتا ہے بمعیشت میں کام کرنے والے دیگر عوامل مثلاً (بچتیں، ٹیکس، درآمدات) وغیرہ میں اضافہ سے آمدنی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اول الذکر عوامل کے باعث قومی آمدنی میں جو اضافہ ہوتا ہے، وہ کس قدر ہوتا ہے آیا وہ سرمایہ کاری میں کمی بیشی کے برابر ہوتا ہے یا ان سے کم و بیش ضارب سرمایہ کاری کے ذریعے

کینز نے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ اس مسئلہ کو عام فہم بنانے کے لیے یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ حکومت اور بیرونی تجارت کا معیشت میں کوئی عمل دخل نہیں۔ قدیم معاشیات دانوں کے مطابق معاشی نظام کی آمدنی میں نئی سرمایہ کاری کے برابر اضافہ ہوتا ہے، یا اگر کسی وجہ سے سرمایہ کاری میں کمی واقع ہو تو قومی آمدنی میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن جے ایم کینز کے مطابق قومی آمدنی میں اضافہ صرف نئی سرمایہ کاری کی مقدار کے برابر ہی محدود نہیں رہتا بلکہ قومی آمدنی میں اضافے کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر قومی آمدنی میں اضافہ نئی سرمایہ کاری سے کئی گنا ہو جاتا ہے۔ کینز کے مطابق قومی آمدنی میں اس اضافے کا انحصار "ضارب کے اثر (Multiplier effect,) پر ہوتا ہے۔ جبکہ ضارب کے اثر کا انحصار اس قوم کے مختتم میلانِ صرف پر ہوتا ہے۔ جس قوم کا مختتم میلانِ صرف بلند ہو اس کی معیشت پر ضارب کا اثر بھی زیادہ ہوگا اور جس معیشت میں مختتم میلانِ صرف کم ہو اس میں ضارب کا اثر بھی کم ہوگا۔ اور اسی لحاظ سے قومی آمدنی میں اضافہ یا کمی بھی ہوگی۔ یعنی جس معیشت میں ضارب کا اثر زیادہ ہو اس میں نئی سرمایہ کاری کے باعث قومی آمدنی میں

Marfat.com

اضافہ بھی زیادہ ہوگا اور جس معیشت میں ضارب کا اثر کم ہو اس میں نئی سرمایہ کاری کے باعث قومی آمدنی میں اضافہ بھی کم ہوگا۔ اب ہم اس تصور کی وضاحت مندرجہ ذیل مثال سے کرتے ہیں:

اگر مختتم میلانِ صرف اکائی کے برابر ہو تو سرمایہ کاری کی وجہ سے آمدنی میں اضافہ لامحدود حد تک ہوتا رہے گا۔ مختتم میلانِ صرف اکائی کے جس قدر زیادہ قریب ہو ضارب کی قوت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ مثلاً اگر لوگ اپنی تمام تر آمدنی صرف کر دیتے ہوں یعنی مختتم میلانِ صرف اکائی کے برابر ہو تو صرف شدہ آمدنی کا سلسلہ لامتناہی حد تک چلتا رہے گا۔ اگر مختتم میلانِ صرف ۱/۲ ہو تو چونکہ آمدنی کا صرف نصف حصہ ہی خرچ ہُوا اس لیے ضارب کے زیرِ اثر آمدنی میں صرف دوگنا اضافہ ہوگا۔ اس کے برعکس اگر مختتم میلانِ صرف ۱۹/۲۰ ہو تو سرمایہ کاری کی وجہ سے قومی آمدنی میں ۲۰ گنا اضافہ ہوگا۔

فرض کریں مختتم میلانِ صرف ۳/۴ ہے اور معیشت میں چار سو کروڑ روپے کا افراطِ زر موجود ہے۔ ایسے حالات میں ضارب کے زیرِ اثر سرمایہ کاری میں ۱۰۰ کروڑ روپے کا اخراج افراطِ زر ختم کر دے گا۔

فرض کریں کہ معیشت میں ۱۰۰ لاکھ یا ایک کروڑ روپے کی نئی سرمایہ کاری کی جاتی ہے جبکہ مختتم میلانِ صرف ۴/۵ یعنی ۰۸ کے برابر ہے اور آمدنی میں اضافے کا مرحلہ تین ماہ سے چھ ماہ کے برابر ہے۔ ان حالات میں قومی آمدنی میں فوری اضافہ ایک کروڑ روپے کے برابر ہو جاتا ہے۔ ۱۰۰ لاکھ روپے کی سرمایہ کاری اُن لوگوں کی آمدنی میں اضافہ کا باعث بنتی ہے جن سے اس ایک صد لاکھ کے عوض اشیأ اور خدمات خریدی جاتی ہیں۔ اب آمدنی میں اضافے کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ لوگ اپنے مختتم میلانِ صرف کے مطابق اپنی اضافہ شدہ آمدنیوں سے صرف کرتے ہیں اور اس طرح (۱۰۰۰۰۰۰۰ × ۴/۵ = ۸۰ لاکھ روپے اشیأ اور خدمات کی خرید پر صرف کر دیتے ہیں اور یہ صرف شدہ ۸۰ لاکھ روپے ان اصحاب کی آمدنی میں اضافہ کرتے ہیں جن سے اشیا اور خدمات خرید کی جاتی ہیں۔ وہ بھی مفروضہ میلانِ صرف کے مطابق ۸۰ لاکھ روپے میں سے صرف کی اشیاء خرید لیتے ہیں یعنی ۶۴۰۰۰۰۰ روپے خرچ کر دیتے ہیں اور قومی آمدنی میں اضافہ کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک ضارب کا اثر پُورا نہیں ہو جاتا۔

اب اگر ہم آمدنی میں ان اضافوں کے سلسلہ کا مجموعہ معلوم کریں تو ہمیں پتہ چل جائیگا کہ بالآخر نئی سرمایہ کاری کی وجہ سے قومی آمدنی میں اس سے کتنے چند اضافہ ہُوا ہے۔

Marfat.com

نیچے دیا گیا گوشوارہ اس کی وضاحت کرتا ہے :

نئی سرمایہ کاری	مختتم میلانِ صرف کے مطابق صرف میں اضافہ (م م ض = 8-)	ہر مرحلے پر آمدنی میں اضافہ۔	مرحلے
۱۰۰ر۰۰۰۰۰	۱ر۰۰ر۰۰۰۰۰ ×۴/۵ ↓	۱ر۰۰ر۰۰۰۰۰	پہلا مرحلہ
	۸۰ر۰۰۰۰۰ ×۴/۵ ↓	۸۰ر۰۰۰۰۰	دوسرا 〃
	۶۴ر۰۰۰۰۰ ×۴/۵ ↓	۶۴ر۰۰۰	تیسرا 〃
	۵۱ر۲۰۰۰۰ ×۴/۵ ↓	۵۱ر۲۰۰۰۰	چوتھا 〃
	۴۰ر۹۶۰۰۰ ×۴/۵ ↓	۴۰ر۹۶۰۰۰	پانچواں 〃
	۳۲ر۷۶۸۰۰ ×۴/۵ ↓	۳۲ر۷۶۸۰۰	چھٹا 〃
۱۰۰ر۰۰۰۰۰	۴ر۰۰ر۰۰۰۰۰	۵ر۰۰ر۰۰۰۰۰	آخری 〃

مندرجہ بالا گوشوارہ اس عمل کی بالکل وضاحت کر دیتا ہے کہ اگر نئی سرمایہ کاری کے باعث ہر مرحلہ پر آمدنیوں میں ہونے والا اضافہ جمع کر لیا جائے تو وہ نئی سرمایہ کاری سے آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا مثال اور گوشوارہ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ ابتدائی طور پر سرمایہ کاری میں ایک سو لاکھ کا اضافہ کیا گیا ہے جس کے باعث قومی آمدنی میں بالآخر پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔

پس جس عمل کاری سے قومی آمدنی میں اضافہ کا پتہ چلے اسے ضارب کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں سرمایہ کاری میں تبدیلی کے باعث قومی آمدنی میں جو تبدیلی پیدا

Marfat.com

ہوتی ہے ان دونوں کی باہمی نسبت کو ضارب کا نام دیا جاتا ہے ۔ پروفیسر سموئل سن نے ضارب کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے :

the multiplier is the number by which the change in investment must be multiplied in order to present us which the resulting change in income

یعنی ضارب سے مراد ایسا عدد ہے جس سے نئی سرمایہ کاری کو ضرب دی جا سکے تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ نتیجتاً آمدنی میں کیا تبدیلی ہوئی ہے ۔

مثال کے مطابق چونکہ مختتم میلان صرف ⅘ تھا اس لیے ضارب کا عددی سر ۵ ہے جس سے نئی سرمایہ کاری کی وجہ سے قومی آمدنی میں پانچ سو لاکھ روپے کا اضافہ ہوا ۔ علم معاشیات میں ماہرین نے ضارب کے لیے انگریزی حرف 'K' کو بطور رمزی علامت استعمال کیا ہے۔ اس لحاظ سے ہم ضارب کو جو سرمایہ کاری میں تبدیلی اور آمدنی میں تبدیلی کے باہمی تناسب کو ظاہر کرتا ہے اس طرح سے بھی لکھ سکتے ہیں :

$$K = \frac{\Delta Y}{\Delta I}$$

یا

ضارب = آمدنی میں تبدیلی ÷ سرمایہ کاری میں تبدیلی

مذکورہ بالا مثال کی روشنی میں جس سے آمدنی میں تبدیلی پانچ گنا ہوئی تھی جبکہ سرمایہ کاری صرف ایک سو لاکھ روپے کی تھی ۔

۵ = ۵,۰۰۰۰۰۰۰ ÷ ۱,۰۰۰۰۰۰۰

ریاضیاتی طور پر ضارب کا عدد سرا

اس فارمولے سے اخذ کیا جا سکتا

(۱) ضارب = ۱ ÷ (۱ - م م ص)

$$K = \frac{1}{1 - MPC}$$

$$K = \frac{1}{1 - \frac{dc}{dy}}$$

Marfat.com

$\frac{dc}{dy}$ میلان صرف کو ظاہر کرتا ہے۔

مختتم میلانِ صرف = ۴/۵ یا 8.

مختتم میلانِ بچت = ۱/۵ یا 2.

ضارب = $\frac{1}{\text{م م ب}}$ یا

$K = \frac{1}{MPS}$

پس ضارب = $\frac{1}{1-\frac{4}{5}} = \frac{1}{\frac{1}{5}}$

یا $\frac{1}{5-\frac{4}{5}} = \frac{1}{\frac{1}{5}}$

یا $\frac{1}{\frac{1}{5}} = \frac{1}{\frac{1}{5}} = 5$

ضارب مختتم میلانِ بچت کا اُلٹا ہندسہ ہوتا ہے۔ یا ضارب (۱ - م م ص) کا اُلٹا ہندسہ ہوتا ہے۔ یعنی :

the multiplier is the reciprocal of the MPs ortminus the MPC.

مذکورہ بالا مثال میں صرف ۱۰۰ لاکھ روپے کی خود اختیار نئی سرمایہ کاری صرف ایک مرتبہ کی گئی ہے جس کے باعث قومی آمدنی میں اضافہ پانچ گنا ہوا لیکن یہ اضافہ مختلف مرحلوں میں پھیل کر بالآخر معیشت میں جذب ہو جاتا ہے اور مستقل اہمیت کا حامل نہیں رہتا۔

ضارب کی عددی قدر! - خود اختیار نئی سرمایہ کاری کے بعد ضارب کی عددی قدر یا حجم کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس نئی سرمایہ کاری سے کس قدر رقم صرف کی جاتی ہے۔ یعنی بالفاظِ دیگر لوگوں کا مختتم میلانِ صرف کیا ہے۔ اگر مختتم میلانِ صرف صفر ہو تو ضارب کا عددی سر ایک کے برابر ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں تمام تر سرمایہ کاری آمدنی کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور اس میں سے کوئی بھی رقم صرف نہیں ہوتی۔ اگر مختتم میلانِ صرف اکائی کے برابر ہو تو ضارب کا عددی سر لامتناہی ہوگا جس سے صرف ابتدائی سرمایہ کاری سے ہی کامل روزگار کی سطح حاصل ہو سکے گی۔ جس کے بعد افراطِ زر کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کینز کے خیال کے مطابق مختتم میلانِ صرف صفر اور ایک کے درمیان ہوتا ہے۔ جس قدر "ایک" کے نزدیک ہوگا اتنی ہی ضارب کی عددِ قدر یعنی حجم زیادہ ہوگا اور جتنی زیادہ تراوش ہوگی (Leakage) ہوگی

Marfat.com

اتنا ہی ضارب کا حجم یعنی اس کی عددی قدر کم ہوگی۔

سرمایہ کاری کی وجہ سے قومی آمدنی میں رونما ہونیوالی تبدیلیاں

ΔI = ۱۰۰ لاکھ روپے $\Delta Y = \Delta I \cdot K$

$K = ۵$

$\Delta Y = ۵ \times ۱۰۰ = ۵۰۰$ لاکھ روپے

ضارب کی شکلی تعبیر

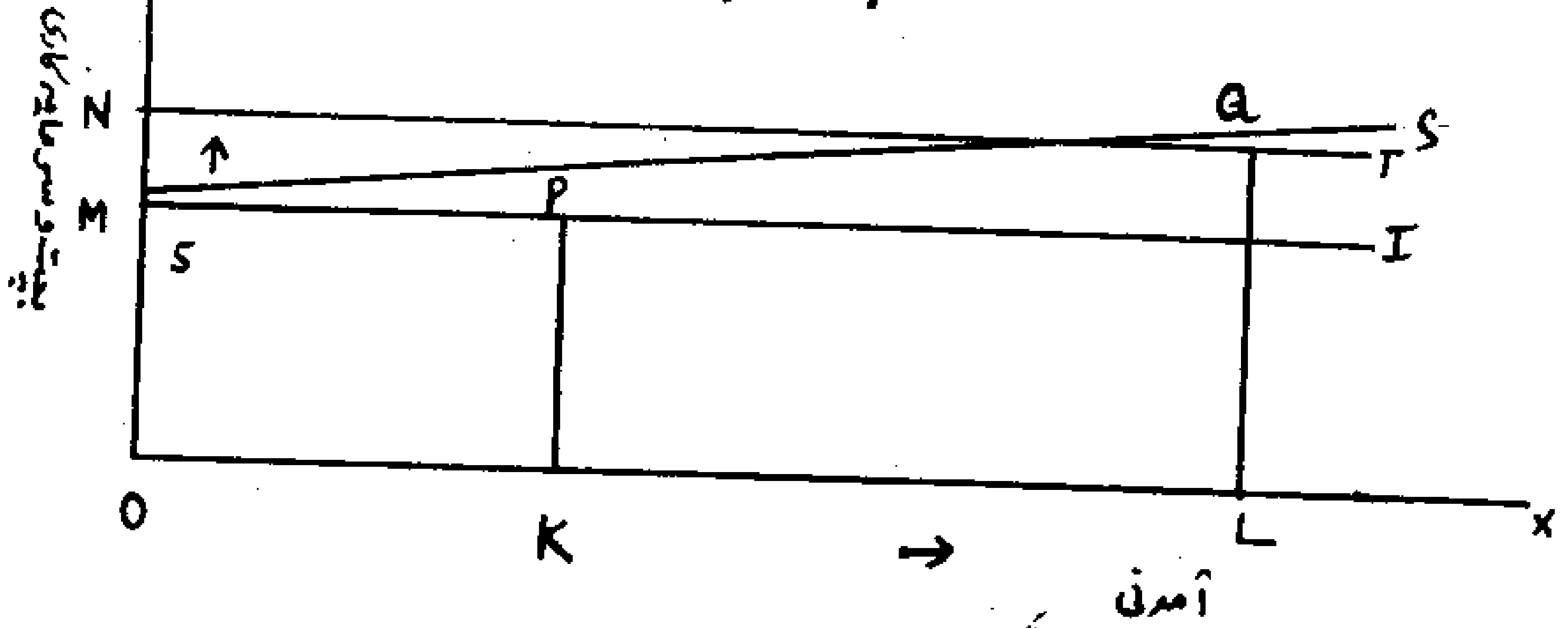

مندرجہ بالا ڈائیگرام میں OX محور پہ آمدنی اور OY محور پہ بچتیں اور سرمایہ کاری کی پیمائش کی جا رہی ہے جبکہ خطوط 'SS' اور MI بالترتیب بچتوں اور سرمایہ کاری کی نمائندگی کرتے ہیں۔ سرمایہ کاری کا خط MI اور بچت کا خط ایک دوسرے کو نقطہ 'P' پر قطع کرتے ہیں جہاں سے ہم OX محور پر عمود گراتے ہیں اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ متوازن سطح پر آمدنی کی مقدار OK کے برابر ہے اب خود اختیار سرمایہ کاری کی وجہ سے 'NT' خط نیا سرمایہ کاری کا خط ہے۔ یعنی سرمایہ کاری میں اضافہ MN کے برابر ہوا ہے۔ جس کے باعث آمدنی میں اضافہ 'KL' کے برابر ہوا ہے۔ چونکہ نئی سرمایہ کاری کا خط اور بچت کا خط ایک دوسرے کو اب نقطہ 'Q' پر قطع کرتے ہیں اب قومی آمدنی OK سے بڑھ کر "OL" ہو گئی ہے۔ ڈائیگرام کے مطابق سرمایہ کاری میں اضافہ کے باعث قومی آمدنی میں پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔

سرمایہ کاری میں کمی کا آمدنی پر اثر ضارب کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر پہلے کی نسبت بچتوں میں اضافہ ہو جائے تو اخراجات میں کمی واقع ہو جائے گی جس کا قومی آمدنی پر منفی اثر ہوگا۔ جیسا کہ دوسرے صفحے پر ڈائیگرام سے واضح کیا گیا ہے۔

Marfat.com

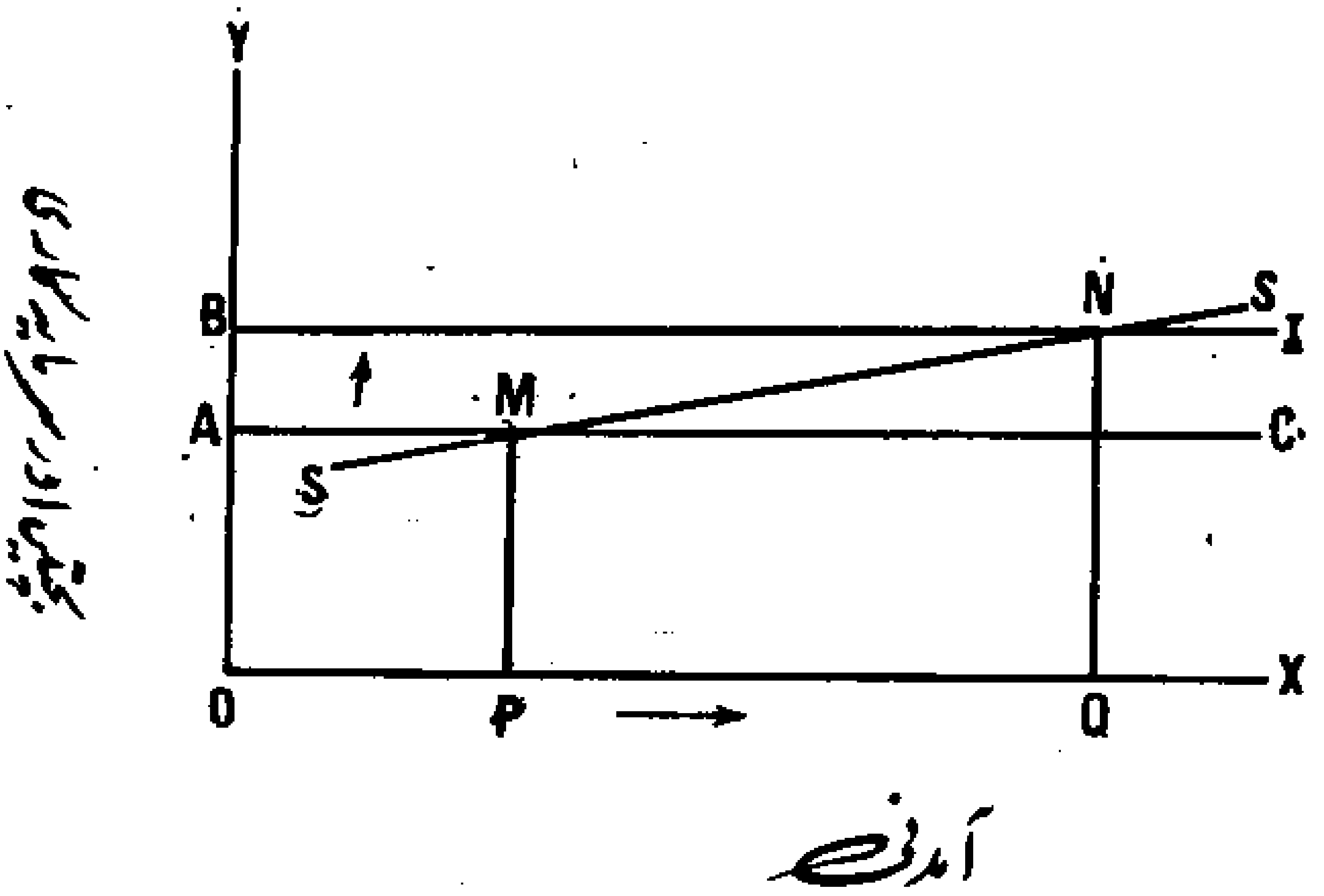

اس ڈائیگرام میں OX محور پر آمدنی اور OY محور پر بچتیں اور سرمایہ کاری کی پیمائش کی گئی ہے SS خط بچتوں کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ BI اور AC خطوط سرمایہ کاری کی نمائندگی کرتے ہیں۔ پہلا سرمایہ کاری کا خط BI اور بچتوں کا خط SS ایک دوسرے کو نقطہ 'N' پر قطع کرتے ہیں اور نقطہ 'N' سے OX محور پر عمود گرانے سے نقطہ 'Q' پیدا ہوتا ہے اور متوازن آمدنی OQ کے برابر ہوتی ہے۔ سرمایہ کاری میں کمی آجاتی ہے جو 'AB' کے برابر ہے تو سرمایہ کاری کا نیا خط AC بچتوں کے خط کو نقطہ 'M' پر قطع کرتا ہے اور آمدنی کی سطح OP کے برابر ہو جاتی ہے۔ اگر ڈائیگرام میں دکھائی گئی سرمایہ کاری میں تبدیلی اور اس کی وجہ سے آمدنی میں ہونے والی تبدیلی کا موازنہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آمدنی میں کمی سرمایہ کاری میں کمی کے پانچ گنا ہے۔ یعنی ضارب دونوں جانب اپنے جوہر دکھاتا ہے۔

آمدنی کی نئی سطح اور ضارب

اگر خود اختیار سرمایہ کاری کا عمل صرف ایک دفعہ کیا جائے تو اس کے باعث قومی آمدنی میں اضافہ تو ضرور ہوگا لیکن معیشت آمدنی کی نئی سطح کو برقرار نہیں رکھ سکے گی اور آمدنی میں یہ اضافہ بالآخر معیشت میں جذب ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر قومی آمدنی کی نئی سطح کو برقرار رکھنا مقصود ہو تو نئی خود اختیار سرمایہ کاری کے عمل کو ہر مرحلہ پر دہرانا لازمی ہوگا۔ جیسا کہ دوسرے صفحے پر گوشوارہ میں اس عمل کو دکھایا گیا ہے۔

Marfat.com

عرصۂ وقت	نئی سرمایہ کاری	ہر مرحلے پر صرفی اخراجات میں اضافہ م م ص = 8	(لاکھوں میں
پہلا مرحلہ	۱,۰۰,۰۰۰۰۰	۱۰۰,۰۰۰۰۰	
دوسرا ״	۱,۰۰,۰۰۰۰۰	۱ + ۰۸۰	
تیسرا ״	۱,۰۰,۰۰۰۰۰	۱ + ۰۸۰ + ۰۶۴	
چوتھا ״	۱,۰۰,۰۰۰۰۰	۱ + ۰۸۰ + ۰۶۴ +	۵۱
پانچواں ״	۱,۰۰,۰۰۰۰۰	۱ + ۰۸۰ + ۰۶۴ +	۵۱ + ۴۱
چھٹا ״	۱,۰۰,۰۰۰۰۰	۱ + ۰۸۰ + ۰۶۴ +	۵۱ + ۴۱ + ۳۳
	۱,۰۰,۰۰۰۰۰ + ۸۰ + ۶۴ +	۵۱ + ۴۱ + ۳۳	

ان کا مجموعہ کرنے سے آمدنی میں کل اضافہ ۳ ۰۶۹ کروڑ کے قریب ہے لیکن اگر اس عمل کو اسی طرح بڑھاتے چلے جائیں تو اختتام پر اضافہ ۵ کروڑ روپے کے برابر ہو جائیگا اور معاشی نظام اس اضافہ یعنی آمدنی کی نئی سطح کو برقرار رکھ سکے گا۔ چونکہ ہر مرحلہ پہ نئی خود اختیار سرمایہ کاری کا اعادہ کیا گیا ہے۔ آمدنی کی نئی سطح اور ضارب کے عمل کو درج ذیل ڈائیگرام سے واضح کیا گیا ہے۔

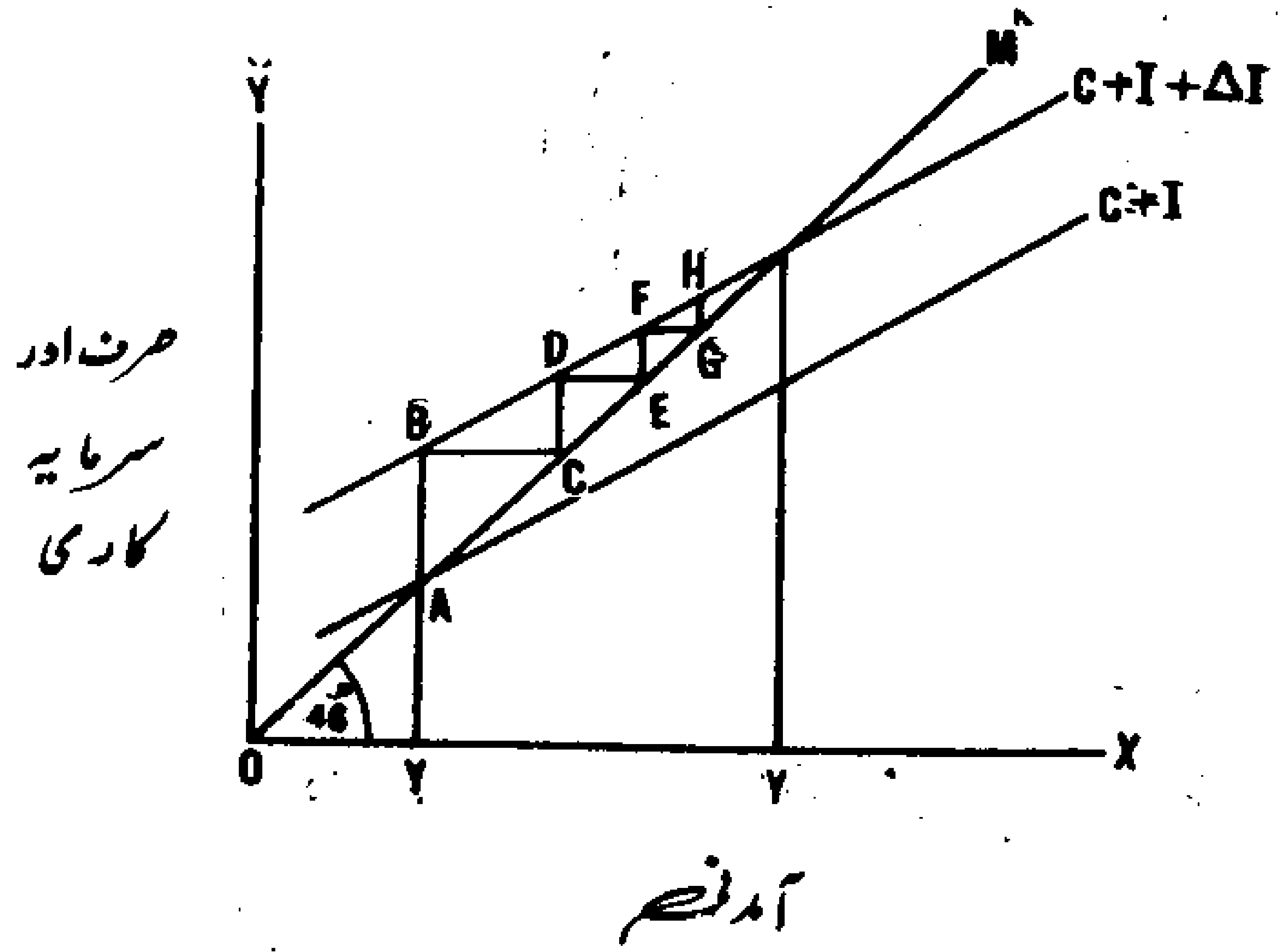

Marfat.com

ڈائیگرام میں OX محور پر قومی آمدنی اور OY محور پر صرف اور سرمایہ کاری کے اخراجات کی پیمائش کی گئی ہے۔ OM امدادی خط ہے جو °45 کا زاویہ بناتا ہے اور جس پر دونوں محوروں سے برابر کا فاصلہ ہے۔ پہلے اخراجات C+I خط سے ظاہر ہوتے ہیں اور جب اخراجات کی یہ سطح ہوتی ہے تو قومی آمدنی OY کے برابر ہے اگر قومی آمدنی کو اونچی سطح پر رکھنا مقصود ہو تو نئی خود اختیار سرمایہ کاری C + I + ΔI کے برابر کرنا ہوگا جب پہلے مرحلے پر AB کے برابر سرمایہ کاری میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے باعث آمدنی میں اضافہ BC کے برابر ہوتا ہے۔ اس اضافہ شدہ آمدنی میں سے لوگ DC کے برابر مزید صرف کرتے ہیں اور اب اس صرف کے باعث دوسرے مرحلے پر آمدنی میں اضافہ DE کے برابر ہو جاتا ہے اب صرف اور آمدنیوں میں اضافے کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک آمدنی اونچی سطح یعنی OY کے برابر نہیں ہو جاتی اور یہ نئی سطح برقرار رہے گی اور معیشت کو نئی متوازن سطح حاصل ہو جائے گی۔

نظریۂ ضارب کے مفروضات

ضارب کا تصور مندرجہ ذیل مفروضات پر قائم ہے:

۱۔ ضارب کے لیے یہ ضروری ہے کہ نئی خود اختیا سرمایہ کاری کی جائے۔

۲۔ زائد سرمایہ کاری کا سرمایہ کاری پر کوئی مزید بالواسطہ اثر نہیں پڑتا۔ اگر سرمایہ کاری بالواسطہ طور پہ متاثر ہو تو ضارب کی عمل کاری صحیح طور پر نہیں ہو سکے گی۔

۳۔ جس معیشت میں ضارب کا عمل دکھایا جاتا ہے اسے بند معیشت فرض کر لیا جاتا ہے۔ یعنی بیرونی تجارت کا دروازہ بند رکھا جاتا ہے، وہ ملک اپنی تمام تر ضروریات اندرونی وسائل سے ہی پوری کرتا ہے۔ ملک نہ تو اشیاء درآمد کرتا ہے اور نہ ہی برآمد۔

۴۔ مختتم میلانِ صرف کو بھی ساکن فرض کر لیا جاتا ہے تاکہ ضارب کا اثر معلوم کیا جا سکے۔

۵۔ نئی خود اختیار سرمایہ کاری کسی طرح بھی نجی سرمایہ کاری کو متاثر نہیں کرتی۔

۶۔ دولت کی تقسیم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہونی چاہیئے

۷۔ ٹیکسوں کے ذریعے حاصل ہونے والی رقم اس طرح خرچ کی جانی چاہیئے کہ

Marfat.com

صرف اور سرمایہ کاری کا رجحان تبدیل نہ ہو۔

۸۔ آمدنی اور صرف کے درمیان "تاخیری وقفہ (Time Lag) کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

۹۔ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کا شمار نہیں کیا جاتا۔

۱۰۔ ابتدائی سرکاری سرمایہ کاری سے نجی یا سرکاری سرمایہ کاری پر جو اثر پڑتا ہے۔ اسے بھی نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔

نظریۂ ضارب کی حدود اور کامیاں

اگر نظریۂ ضارب کا عمل دنیا میں مطالعہ کیا جائے تو لوگوں کے طرزِ عمل سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی عمل کاری میں کئی ایک رکاوٹیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ تراوشیں (Leakages) ضارب کو اپنا اثر دکھانے میں حسبِ ذیل تراوشیں درپیش ہوتی ہیں جو ضارب کے اثر کو کم کرتی ہیں۔

أ۔ بچتیں یا پس انداز: اگر بچتوں کی شرح بڑھ جائے تو قومی آمدنی میں اضافہ توقع کے مطابق نہیں ہوتا۔ یعنی ضارب کا اثر کم ہو جاتا ہے۔ اگر آمدنی کا ایک حصہ بچا کر بیکار زرِ نقد یا بنکوں کی بیکار امانتوں کی صورت میں رکھ لیا جائے تو بھی ضارب کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

اگر زائد آمدنی کا ایک حصہ پرانے تمسکات اور حصص کی خرید پر خرچ کر دیا جائے تو مذکورہ زر گردش میں نہیں آتا۔

ب۔ ٹیکس: اگر ٹیکسوں کی شرح میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو جائے تو قابلِ تصرّف آمدنی کم ہو جاتی ہے۔ جس کا قومی آمدنی پر منفی اثر پڑتا ہے۔

ج۔ بیرونی تجارت: اگر ملک کی درآمدات روپے کی نسبت بڑھ جائیں تو اخراجات کا اثر بیرونِ ملک ہو گا۔ اور اندرونِ ملک آمدنی میں متوقع اضافہ نہیں ہو سکے گا۔

د۔ قرضوں کی ادائیگی: اگر لوگ اپنی بڑھی ہوئی آمدنی صرف کرنے کی بجائے دیرینہ قرضے ادا کرنے کے لیے استعمال کر لیں۔ تو قومی آمدنی میں توقع کے مطابق اضافہ نہیں ہو گا۔

س۔ قیمتوں میں اضافہ: قیمتوں میں اضافہ سے بھی بڑھی آمدنی کا ایک حصہ ہڑپ ہو جاتا ہے اور اس طرح صرف میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو پاتا اور ضارب کے باعث

Marfat.com

جس قدر آمدنی میں توقع کی گئی تھی وہ عمل میں نہیں آتی۔

II مسلسل سرمایہ کاری: اگر نئی خود اختیار سرمایہ کاری کا عمل ہر مرحلے پر دہرایا جائے تو سابقہ ابتدائی سرمایہ کاری کا اثر رفتہ رفتہ معیشت میں جذب ہو جاتا ہے۔

III وقفہ کا ضارب پر اثر: سرمایہ کاری کے ساتھ ہی اس کا قومی آمدنی پر اثر نمودار نہیں ہو جاتا۔ ابتدائی سرمایہ کاری کو قومی آمدنی پر اثر انداز ہونے میں ایک زمانی وقفہ درکار ہوتا ہے۔

a۔ وقفۂ صرف: جب قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو لوگ اس بڑھی ہوئی آمدنی کو فوری طور پر اپنی صرفی ضروریات پر خرچ نہیں کر لیتے ان کی حاصل شدہ زائد آمدنیوں اور اشیائے صرف پر خرچ میں ایک وقفہ ہوتا ہے' وہ اپنی آمدنی کو مہینے کے دنوں پر بھی تقسیم کرتے ہیں یہ وقفۂ صرف اگرچہ قلیل ہوتا ہے لیکن یہ ضارب کی عمل کاری پر اثر انداز ضرور ہوتا ہے۔

b۔ وقفۂ پیدائش: اشیائے صرف کی طلب میں اضافہ کے پیشِ نظر اشیا کی پیدائش میں بھی وقفہ آتا ہے۔ یہ وقفہ نسبتاً طویل ہوتا ہے۔

c وقفۂ تقسیمِ دولت: عاملینِ پیدائش اشیا اور خدمات کی پیدائش میں شریک ہوتے ہیں۔ انہیں ان کی خدمات کے عوض فوری طور پر معاوضوں کی ادائیگی نہیں ہوتی اشیا کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی اور اس آمدنی کی تقسیم کے درمیان بھی ایک وقفہ ہوتا ہے' یہ وقفہ بھی طویل ہوتا ہے۔ مثلاً مزدوروں کو اجرتیں ماہوار لیکن لگان اور سود کی ادائیگی سال کے بعد ہوتی ہے۔

IV مختتم میلانِ صرف: نظریۂ ضارب بیان کرتے وقت مختتم میلانِ صرف یکساں فرض کر لیا جاتا ہے لیکن عملی زندگی میں یہ ممکن نہیں۔ چونکہ معاشی نظام میں قیمتیں بچتوں کی شرح وغیرہ بدلتی رہتی ہیں۔ لہٰذا ضارب کی عددی قدر کو صحیح طور پر معلوم کرنا ممکن نہیں رہتا۔ اس سے ضارب کے اثرات کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے میلانِ صرف میں تبدیلی سے ضارب کی شرح بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے

V ترغیب یافتہ سرمایہ کاری: جب نئی خود اختیار سرمایہ کاری کی جاتی ہے تو ترغیب یافتہ سرمایہ کاری بالواسطہ طور پر کسی نہ کسی حد تک ضرور متاثر ہوتی' چنانچہ اس حقیقت کو نظر انداز کرنا بھی غلط ہے

Marfat.com

VI تجارتی چکر کے تمام ادوار میں ضارب کا اثر یکساں نہیں رہتا۔ خوشحالی کے دور کے آغاز میں اگر طلب میں اضافہ قابلِ فروخت اشیا کے ذخائر سے ختم کر دیا جائے تو اس سے سرمایہ کاری کی نفی ہوتی ہے اور ضارب اپنا عمل مکمل طور پر نہیں دکھاتا اگر طلب میں اضافہ برقرار رہے تو ان اشیا کی جگہ نئی اشیا لے لیتی ہیں اور ضارب کا اثر اس کے حجم سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حدبندیوں کے باوجود ضارب کی علمی اور عملی افادیت مسلمہ ہے' سرمایہ کاری اور قومی آمدنی کے درمیان تفاعلی رشتہ ایک حقیقت ہے جو ضارب کو تجارتی چکروں کی نمایاں اہمیت تفویض کرتا ہے۔ سرمایہ کاری کی بدولت قومی آمدنی اور روزگار کی سطح بلند ہوتی ہے اور ملک میں خوشحالی اور گرم بازاری کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اگر سرمایہ کاری میں کمی واقع ہو جائے تو قومی دولت اور روزگار کی سطح بھی پست ہو جاتی ہے جس سے معیشت کا رجحان بحران اور کساد بازاری کی جانب ہو جاتا ہے۔ ضارب کساد بازاری کے انسداد کے طریقے بھی تجویز کرتا ہے۔ تصورِ ضارب کی روشنی میں اگر حکومت خسارتی تکفل سے سرکاری اخراجات میں اضافہ کر دے اور ٹیکسوں کی شرح میں کمی کر دے تو معیشت میں سکڑاؤ کا عمل رک بھی جاتا ہے اور احیا کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

دورِ جدید میں ہر حکومت بیروزگاری کے انسداد اور عوام کا معیارِ زندگی بلند کرنے میں کوشاں نظر آتی ہے۔ ان مقاصدِ اولیٰ کا حصول اصولِ ضارب کے تحت ہی ممکن نظر آتا ہے۔ مثلاً اگر حکومت ابتدائی طور پر سرکاری شعبہ میں ۱۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کرے اور ضارب کا عددی سر ۵ ہو تو قومی آمدنی میں ۵۰ کروڑ روپے کا اضافہ ہوتا ہے اس کے ساتھ بہت سے لوگوں کے لیے روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوتے ہیں۔ قومی آمدنی میں ۵۰ کروڑ روپے کا اضافہ اشیا کی منڈی کو وسعت بخشتا ہے۔ طلب میں اضافہ سے سرمایہ کی استعداد بڑھتی ہے جو نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کا موجب بنتی ہے۔ اس طرح نجی اور سرکاری سرمایہ کاری سے قدرتی وسائل کو بروئے کار لانے قومی آمدنی اور روزگار کی سطح بلند کرنے اور عوام کا معیارِ زندگی اونچا کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

درآمدات اور ضارب (Trade and Multipler)

ضارب پر بحث کے دوران محض آسانی کی خاطر بند معیشت (close ec onomy)

فرض کر لی گئی تھی۔ یعنی ملک کے بیرونی دنیا کے ساتھ کوئی رشتے ناطے نہیں وہ اپنی تمامتر ضروریات اندرونِ ملک اپنے ملکی وسائل سے ہی پوری کرتی ہے۔ نہ درآمدات کی جاتی ہیں جن پر ملکی آمدنی کا ایک حصہ خرچ کیا جاتا ہو اور نہ ہی اشیا برآمد کی جاتی ہیں جن سے وصولیاں ہوتی ہوں دراصل حقیقی طور پر کوئی بھی ملک اپنی تمامتر ضروریات میں خود کفیل نہیں۔ وہ کچھ اشیا اپنی ضرورت سے زیادہ پیدا کرتا ہے جنہیں برآمد کر کے زرِ مبادلہ کمایا جاتا ہے اور کچھ اشیا درآمد کرتا ہے جن پر زرِ مبادلہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اس طرح درآمدات پر خرچ کی جانے والی رقوم قومی آمدنی کی تروشیں بن جاتی ہیں جو ضارب کے اثر کو کم کرنے کا باعث بنتی ہے اور برآمدات سے حاصل ہونے والی رقوم قومی دولت کا حصہ بنتی ہیں۔ اگر کسی معیشت میں مختتم میلانِ صرف $\frac{3}{4}$ ہو اور ضارب کا عددی سر ۴ کے برابر ہوتا ہے یعنی آمدنی کا $\frac{3}{4}$ حصہ اشیائے صرف پر خرچ کر دیا جاتا ہے اور $\frac{1}{4}$ حصہ بچایا جاتا ہے۔ اگر صرف کی جانے والی رقم کا $\frac{1}{4}$ حصہ درآمدی اشیاء کی خریداری پر خرچ کر دیا جائے تو ضارب کا عددی سر کم ہو جائے گا اور سرمایہ کاری کی وجہ سے قومی آمدنی پر مرتب ہونے والے اثرات بھی کم ہو جائیں گے مثلاً،

مختتم میلانِ صرف = $\frac{3}{4}$ (۱ - مختتم میلان بچت) =

مختتم میلانِ بچت = $\frac{1}{4}$

مختتم میلانِ درآمدات $\frac{1}{4}$

اندرونی مختتم میلانِ صرف = $\frac{3}{4} - \frac{1}{4} = \frac{2}{4} = \frac{1}{2}$

$$\text{ضارب} = \frac{1}{1-\left(\frac{3}{4}-\frac{1}{4}\right)} = \frac{1}{1-\frac{1}{2}} = 2$$

اگر معیشت میں تمامتر آمدنی ملکی اشیاء کی خرید پہ خرچ کر دی جائے تو ضارب کا عددی سر ۴ کے برابر ہوتا ہے لیکن اگر آمدنی کا ایک چوتھائی ($\frac{1}{4}$) درآمدی اشیاء پر خرچ کیا جائے تو ضارب کا عددی سر نصف رہ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں سرمایہ کاری کی وجہ سے آمدنی پر مرتب ہونے والے ضارب کے اثرات بھی نصف رہ جاتے ہیں۔ پس اگر ملکی معیشت کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنا مقصود ہو تو درآمدات سے اجتناب ضروری ہے۔

یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ بھارت کی درآمدی فہرست ۷۰ اشیاء پر مشتمل ہے جبکہ پاکستان کی درآمدات کی فہرست میں اس سے چھ گنا زیادہ اشیاء موجود ہیں جو کوئی خوش کن بات نہیں۔ سرمایہ کاری سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے کفایت شعاری اختیار کرنے سادہ زندگی بسر کرنے اور جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ہونے کی اشد ضرورت ہے۔

Marfat.com

ضاربِ روزگار (Employment Multipler)

یہ نظریہ سب سے پہلے پروفیسر کاہن نے ۱۹۳۱ء میں پیش کیا۔ انہوں نے سرمایہ کاری کی بجائے روزگار کو ضارب کی بنیاد قرار دیا۔ ان کے افکار کے مطابق روزگار میں ابتدائی اضافہ مجموعی روزگار میں کئی گنا اضافے کا موجب بنتا ہے۔ مثلاً اگر ابتدائی طور پر ایک ہزار مزدوروں کو روزگار فراہم کیا جائے تو ان افراد کی قوّتِ خرید میں اضافہ سے اشیائے صرف کی طلب بڑھے گی جس سے ان اشیاء کی قیمتوں اور مختتم استعدادِ سرمایہ میں بھی اضافہ ہوگا۔ جو سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کا باعث بنے آجرین اشیاء کی بڑھتی طلب کے پیشِ نظر یا تو اپنے کارخانوں میں توسیع و تجدید کریں گے یا نئے کارخانے قائم کریں گے۔ اس سے روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے جس سے مزید بہت سے لوگوں کو روزگار ملے گا۔ فرض کریں توسیع و تجدید اور نئے کارخانوں کے قیام سے ۵۰۰۰ مزید مزدوروں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں اس طرح مجموعی طور پر روزگار میں ۱۰۰۰ + ۵۰۰۰ = ۶۰۰۰ کا اضافہ ہوگا۔

$$K_1 = \frac{\Delta N_1}{\Delta N}$$

ضارب = مجموعی روزگار میں اضافہ / روزگار میں ابتدائی اضافہ

K_1 سے مُراد روزگار ضارب

ΔN_1 = مجموعی روزگار میں اضافہ

ΔN = ابتدائی طور پر روزگار میں اضافہ

لہٰذا روزگارِ ضارب = $\frac{۶۰۰۰}{۱۰۰۰}$ =

کینز نے ضارب سرمایہ کاری کاہن کے ضارب روزگار سے ہی اخذ کیا ہے

اصولِ اسراع (The accelration principle)

یہ نظریہ جو ۱۹۱۴ء میں پیش کیا جا چکا تھا پروفیسر کلارک نے ۱۹۱۷ء میں مقبولِ عام بنایا۔ اسے صرف اصول اسراع کہا جانے لگا۔ اصولِ اسراع اصول ضارب کا اُلٹ ہے۔ اشیائے صرف

Marfat.com

کی طلب میں تبدیلی اور اس کے مطابق اشیائے سرمایہ کی طلب میں تبدیلی کی نسبت کو اسراع کا نام دیا جاتا ہے۔

ضارب کے باعث سرمایہ کاری میں کمی بیشی کے باعث قومی آمدنی میں ایک خاص نسبت سے کمی بیشی واقع ہوتی ہے اس کے برعکس اصول سارع واضح کرتا ہے کہ قومی آمدنی میں تبدیلی کے باعث سرمایہ کاری میں کس نسبت سے تبدیلی ہوتی ہے اسراع (Accelration) کے معنے تیزی کے ہیں اس اصول کے تحت اس امر کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ معاشی نظام میں آمدنی کے بڑھنے کے ساتھ صرفی اشیا کی طلب میں کیسے اضافہ ہوتا ہے اور صرف کی دنیا کی بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے کیسے اور کس قدر نئی سرمایہ کاری معرضِ وجود میں آتی ہے۔ اصول اسراع کا مطالعہ کرتے وقت اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ قومی آمدنی کی سطح کیا ہے۔ یعنی یہ مطلوبہ سطح ہے یا نہیں۔ سروکار صرف اس سے ہوتا ہے کہ آمدنی میں اضافہ کے باعث سرمایہ کاری میں کتنے گنا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ بڑھی ہوئی اشیائے صرف کی طلب کو پورا کیا جا سکے۔

قومی آمدنی میں اضافہ سے اشیائے صرف کی طلب بڑھ جاتی ہے۔ اگر نصب شدہ کارخانوں اور فیکٹریوں میں رسد میں اضافہ کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اشیائے صرف کی اس بڑھی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے اور موجودہ نفع بخش حالات سے فائدہ اٹھانے کے لیے لوگ نئے نئے کارخانے اور فیکٹریاں قائم کرتے ہیں۔ اگر حالات اس کے برعکس ہوں، یعنی قومی آمدنی میں کمی کے باعث اشیائے صرف کی طلب میں کمی پیدا ہو جائے تو نئی سرمایہ کاری تو ایک طرف پرانی مشینیں جو فرسودہ ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان کی تجدید بھی نہیں کی جاتی یعنی ان کی جگہ نئی مشینیں نصب نہیں کی جاتیں۔ یہ صورتِ حال اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ سرمایہ کاری کا معیار پہلے سے کم ہو گیا ہے۔

جس نسبت سے قومی آمدنی میں اضافہ یا کمی رونما ہوتی ہے سرمایہ کاری میں اسی نسبت سے تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ اس سے کئی چند ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قومی آمدنی میں اضافہ کے باعث اشیائے صرف کی طلب بھی بڑھتی ہے تو جتنی مالیت کی مزید اشیائے صرف درکار ہوتی ہیں ان کو پیدا کرنے کے لیے کئی گنا زیادہ مالیت کی اشیائے سرمایہ درکار ہوتی ہے۔ آجرین ان زیادہ مالیت کی اشیائے سرمایہ کو خریدنے اور انہیں نصب کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ آئندہ کئی برسوں تک ان کے لیے پیداوار اور آمدنی کا باعث بنتی ہیں۔

اب فرض کریں کہ کسی وقت قومی آمدنی میں ۱۰۰۰۰۰ ہزار کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا لازماً نتیجہ یہ ہوگا کہ اشیائے صرف کی طلب پہلے سے بڑھ جائے گی۔ اشیائے صرف کی اس بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کے لیے جو خالص سرمایہ کاری کرنا پڑے گی یعنی مشینیں وغیرہ نصب کرنا پڑیں گی۔ ان کی مالیت کہیں زیادہ ہوگی۔ مختصر یہ کہ آمدنی میں تھوڑا سا اضافہ سرمایہ کاری میں نسبتاً کئی گنا اضافہ کا موجب بنے گا۔ چنانچہ سرمایہ کاری میں تبدیلی کا وہ تناسب جو صرفی خرچ میں تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے سارع کہلاتا ہے۔

مثال کے طور پر اب یہ فرض کریں کہ ایک مشین کی قیمت دو لاکھ روپے ہے جو دس سال تک پیداوار اور آمدنی کا باعث بن سکتی ہے اور ہر سال چالیس ہزار کی پیداوار یا آمدنی دیتی ہے سرمایہ کار ایسی مشین کو نصب کرنا مفید اور نفع آور خیال کریں گے کیونکہ وہ ۱۰ سال تک چار لاکھ کی آمدنی کا موجب بنے گی۔ اس مثال میں ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کی مالیت دو لاکھ اور اس کی سالانہ آمدنی یا پیداوار کی مالیت ۴۰ ہزار فرض کی گئی ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں جو نسبت پائی جاتی ہے یعنی (ترغیب یافتہ سرمایہ کاری : سالانہ متوقع آمدنی یا پیداوار) اسی نسبت کو اسراع کی عددی کسر یا "سارع" کا نام دیا جاتا ہے جو کہ اس مثال میں پانچ ہے۔ اسے "Capital Output ratio" یعنی سرمایہ کاری اور پیداوار کی باہمی نسبت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں اگر ایک روپے کی مالیت کی شے پیدا کرنے کے لیے پانچ روپے کی برابر سرمایہ کاری کرنا پڑے تو سرمایہ اور پیداوار کی باہمی نسبت ۱ : ۵ ہوگی اور اسراع کی عددی جسامت ۵ کے برابر ہوگی۔ اسراع کی عددی قوت صفر بھی ہو سکتی ہے اور اکائی بھی اگر اشیائے کی ایک مخصوص مقدار پیدا کرنے کی غرض سے بہت معمولی سی سرمایہ کاری درکار ہو تو اسراع صفر کے برابر ہو جاتا ہے جیسا کہ گھریلو دستکاریوں میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے (مثلاً کاغذ کے لفافے بنانا وغیرہ) اگر اشیائے میں اضافہ کی مالیت اور ان اشیائے صرف پیدا کرنے والے اشیائے سرمایہ کی مالیت برابر ہو تو اسراع اکائی کے برابر ہو جاتا ہے گویا اسراع کے عددی سر کا انحصار اشیائے سرمایہ کی مالیت پر ہوتا ہے۔

اصولِ اسراع کی مذکورہ بالا وضاحت کا بغور مطالعہ کرنے سے مندرجہ ذیل اہم نقاط اُجاگر ہوتے ہیں۔

(۱) اصولِ ضارب کے تحت سرمایہ کاری قومی آمدنی میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے تو اصولِ اسراع کے مطابق قومی آمدنی میں تبدیلی سرمایہ کاری میں تبدیلی کا باعث

Marfat.com

بنتی ہے تو اصولِ اسراع کے مطابق قومی آمدنی میں تبدیلی سرمایہ کاری میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ ریاضیاتی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کلی معاشیات کے ان دو تفاعلوں میں معکوس رشتہ Inverse relations پایا جاتا ہے یعنی

(a) Income is a function of Investment

$$Y = f(I)$$

(b)

$$I = f(Y)$$

Investment is a function of income

(ii) آمدنی میں تبدیلی کے باعث سرمایہ کاری میں کئی گنا تبدیلی ہوتی ہے مثلاً اگر آمدنی میں ایک لاکھ روپے کی تبدیلی رونما ہو تو سرمایہ کاری میں کئی لاکھ روپے کی تبدیلی واقع ہوگی۔

(iii) چونکہ تھوڑی مالیت کی اشیا ئے صرف بنانے کے لیے اس سے کہیں زیادہ مالیت کی اشیائے سرمایہ نصب کرنا پڑتی ہیں اس لیے اشیائے سرمایہ کی صنعت میں اشیائے صرف کی نسبت زیادہ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

(iv) تجارتی چکر یا معاشی اتار چڑھاؤ جو سرمایہ دارانہ نظام کا خاصہ ہیں۔ ان میں سارع کا بہت زیادہ عمل دخل ہے۔

گوشوارہ سے وضاحت: اصول اسراع کو عام فہم بنانے اور اس کی مزید وضاحت کرنے کے لیے ایک آسان سی ریاضیاتی مثال لیتے ہیں جس کے لیے دوسرے صفحے پر گوشوارہ ان مفروضات کی روشنی میں بنایا گیا ہے۔

گوشوارہ کے مفروضات

(a) ایک فرم جو اشیائے سرمایہ کا سٹاک اپنی سالانہ فروخت سے دس گنا رکھتی ہے۔

(b) فرم کی سالانہ فروخت ۶ لاکھ کے برابر ہے

(c) ہر سال ایک مشین ناکارہ ہو جاتی ہے جس کی تجدید کرنا پڑتی ہے جس کی قیمت تین لاکھ ہے۔

(d) پہلے دور یعنی تین سالوں میں اشیائے صرف کی طلب یعنی فرم کی فروخت

Marfat.com

میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

(ج) دوسرے دور یعنی چوتھے، پانچویں اور چھٹے سال میں، ہر سال اشیائے صرف کی طلب یعنی فروخت میں تین تین لاکھ کا اضافہ ہوتا ہے۔

(د) تیسرے دور میں یعنی ساتویں سال اشیائے صرف کی طلب یعنی فرم کی فروخت میں مزید کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

(ع) چوتھے دور یعنی آٹھویں سال میں اشیائے صرف کی طلب میں تین لاکھ کی کمی ہوجاتی ہے۔

اصول اسراع کا گوشوارہ (لاکھوں روپوں میں)

عرصہ	سالانہ فروخت یا اشیائے صرف کی طلب میں اضافہ	اشیائے سرمایہ کا سٹاک	خالص سرمایہ کاری	بدل کار سرمایہ کاری	مجموعی سرمایہ کاری
پہلا دور					
پہلا سال	۶ لاکھ	۶×۱۰ = ۶۰ لاکھ	۱ 0	ایک مشین ۳ لاکھ	۳ لاکھ
دوسرا ″	۶ ″	۶×۱۰ = ۶۰ لاکھ	0	ایک مشین ۳ لاکھ	۳ لاکھ
تیسرا ″	۶ ″	۶×۱۰ = ۶۰ لاکھ	0	ایک مشین ۳ لاکھ	۳ لاکھ
دوسرا دور					
چوتھا سال	۹ لاکھ	۹×۱۰ = ۹۰ لاکھ	۹۰-۶۰ = ۳۰ لاکھ	″ ″ ۳ لاکھ	۳۳ لاکھ
پانچواں ″	۱۲ لاکھ	۱۲×۱۰ = ۱۲۰ لاکھ	۱۲۰-۹۰ = ۳۰ ″	″ ″ ۳ لاکھ	۳۳ لاکھ
چھٹا ″	۱۵ لاکھ	۱۵×۱۰ = ۱۵۰ لاکھ	۱۵۰-۱۲۰ = ۳۰ ″	″ ″ ۳ لاکھ	۳۳ لاکھ
تیسرا دور					
ساتواں سال	۱۵ لاکھ	۱۵×۱۰ = ۱۵۰ لاکھ	0	″ ″ ۳ لاکھ	۳ لاکھ
چوتھا دور					
آٹھواں سال	۱۴.۷ ″	۱۴.۷×۱۰ = ۱۴۷.۰۰ لاکھ	- ۳ لاکھ	0	- چھ لاکھ

مندرجہ بالا گوشوارے کا مطالعہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے دور میں فرم کی سالانہ فروخت یعنی اشیائے صرف کی طلب میں قطعاً کوئی اضافہ نہیں ہوا اور اس طرح پہلے تینوں سالوں

Marfat.com

میں اشیائے سرمایہ کا سٹاک ۶۰ لاکھ رہتا ہے۔ خالص سرمایہ کاری صفر کے برابر ہوتی ہے اور چونکہ ایک مشین ہر سال ناکارہ ہو جاتی ہے۔ اس لیے پہلے تین سالوں میں بدل کاری سرمایہ کاری اور مجموعی سرمایہ کاری تین لاکھ ہی رہتی ہے۔ دوسرے دور میں یعنی چوتھے پانچویں اور چھٹے سال کے دوران ہر سال فرم کی سالانہ فروخت یعنی اشیائے صرف کی طلب میں تین لاکھ کا اضافہ ہو جاتا ہے اور چونکہ اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ میں ۱ : ۱۰ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ اس بنا پر ہر سال خالص سرمایہ کاری تیس لاکھ روپے کے برابر اور بدل کاری سرمایہ کاری تین لاکھ کے برابر ہوتی ہے۔ یعنی مجموعی سرمایہ کاری ہر سال ۳۳ لاکھ کے برابر کی جاتی ہے اگر سرمایہ کاری میں اس تبدیلی کا ریاضیاتی طور پر تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اشیائے صرف کی طلب میں ۵۰٪ اضافہ کے باعث اشیائے سرمایہ میں ۱۰۰۰٪ تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہے۔ چونکہ پہلے تین سالوں میں صرف ایک مشین برائے تجدید خریدی گئی جبکہ اس کے بعد ہر سال ۱۱ مشینیں خریدی گئیں۔ صرف میں تبدیلی کے باعث اشیائے سرمایہ کے شعبہ میں اسقدر سرعت کے ساتھ اتنی زیادہ مقدار میں تبدیلی کی وجہ سے اس کا نام اصول اسراع (THE ACCELRATION PRINCIPLE) رکھا گیا ہے۔

اب ہم تیسرے دور میں دیکھتے ہیں کہ اشیائے صرف کی طلب میں یعنی سالانہ فروخت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یعنی وہ چھٹے سال کی سطح پر ہی رہتی ہے اور اشیائے سرمایہ کے سٹاک میں بھی کوئی تبدیلی نہیں آتی اور مجموعی سرمایہ کاری ۳۳ لاکھ کی سطح سے گر کر تین لاکھ کی سطح پر آجاتی ہے جو اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ صرف میں صفر٪ کمی کے باوجود مجموعی سرمایہ کاری میں ۹۰٪ کمی آجاتی ہے اور خالص سرمایہ کاری میں ۱۰۰٪ کمی واقع ہو جاتی سرمایہ کاری کے حجم میں اسقدر تبدیلی معیشت میں بہت زیادہ اتار چڑھاؤ کا باعث بنتی ہے۔

اگر چوتھے دور کا تجزیہ کریں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ سالانہ فروخت یا دوسرے الفاظ میں اشیائے صرف کی طلب میں ۳۰٪ کے برابر کمی واقع ہوئی ہے اور اسی بنا پر خالص سرمایہ کاری میں تین لاکھ کی کمی رُو پذیر ہوئی ہے۔ جبکہ ایسے حالات میں بدل پذیر سرمایہ کاری نہیں کی جاتی اور اسطرح سے مجموعی کمی چھ لاکھ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اصول اسراع دونوں جانب کام کرتا ہے یعنی آمدنی بڑھنے کی صورت میں بھی اور آمدنی میں کمی رونما ہونے پر بھی۔

اصولِ اسراع کا مطالعہ ہمیں اس بات سے بھی آگاہ کرتا ہے کہ صرف بڑھتے بڑھتے

Marfat.com

اگر کسی اونچے مقام پر ساکن بھی ہو جائے تو ایسی صورت میں بھی سرمایہ کاری میں بہت زیادہ کمی واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ گذشتہ گوشوارہ میں چھٹے اور ساتویں سال کو دیکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے چھٹے سال میں مجموعی سرمایہ کاری ۳۲ لاکھ سے کم ہو کر ساتویں سال میں تین لاکھ رہ جاتی ہے۔ حالانکہ سالانہ فروخت یا اشیائے صرف کی طلب چھٹے اور ساتویں سال میں ایک جیسی ہی رہتی ہے۔

اصول سارع کے مفروضات

دیگر اصول اور معاشیات کے قوانین کی طرح سارع بھی مندرجہ ذیل مفروضات کی موجودگی میں درست اور فعال ثابت ہوتا ہے۔

(۱) کامل روزگار: اشیائے صرف پیدا ہونے والی تمام صنعتوں میں کامل روزگار کی حالت پائی جاتی ہے یعنی ان میں پیداوار میں اضافہ کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش موجود نہیں۔

(۲) اشیائے سرمایہ کی صنعتیں: ان صنعتوں میں کامل روزگار کی حالت نہیں پائی جاتی یعنی ان صنعتوں میں مزید مشینیں پیدا کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ چنانچہ اشیائے صرف کی طلب بڑھنے کے باعث یہ اشیا پیدا کرنے کے لیے نئی مشینیں بنائی جاسکتی ہیں۔

(۳) مستقل اضافہ: آجرین اشیائے صرف کی طلب کو مستقل تصور کریں یعنی ان کو یہ توقع ہے کہ اشیائے صرف کی طلب نئی اور بلند سطح پر قائم و دائم رہے گی۔

(۴) شفٹیں: اشیائے صرف کے شعبہ میں تمام مشینیں پوری شفٹیں چلا رہی ہیں، مزید شفٹ چلانے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جبکہ اشیائے سرمایہ پیدا کرنے والی صنعتوں میں یہ گنجائش پائی جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اشیائے صرف کی صنعتیں اپنی پوری پیداواری صلاحیت پر کام کر رہی ہیں اور موجودہ اشیائے سرمایہ سے مزید اشیائے صرف پیدا کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں جبکہ اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں ایسی گنجائش موجود ہے۔

اصول اسراع کی حدود اور خامیاں

نظریاتی طور پر اصولِ اسراع صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن یہ اصول ایسے مفروضات پر مبنی ہے جو اس کے اطلاق کو مشکوک بنا دیتے ہیں۔

یہ حدود مندرجہ ذیل ہیں:

(۵) بدلے کا رخ سرمایہ کارنے: اشیائے سرمایہ کی عمر کے متعلق اندازے اکثر غلط

Marfat.com

ہو جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے مشین کے چلنے کے متعلق جو اندازہ لگایا گیا ہو مشین اس سے زیادہ عرصہ تک چلنے کے باوجود ناکارہ نہ ہو اور اس طرح بدل کاری کی سرمایہ کاری کی ضرورت ہی پیش نہ آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مشین تخمینہ وقت سے بہت پہلے ہی ناکارہ ہو جائے جس کے لیے فوری طور پر بدل کاری کی سرمایہ کاری کی ضرورت پڑ جائے۔ چونکہ زیر استعمال مشینوں کی مرمت کا کام ساتھ ساتھ ہوتا رہتا ہے اس لیے مشین زیادہ عرصہ تک کارآمد رہ سکتی ہے۔

۲۔ مصارف پیدائش میں کمی کرنے والی سرمایہ کاری: اس اصول کا اطلاق ایسی سرمایہ کاری پر بھی نہیں ہوتا جو ایجادات اور اختراعات کے باعث مصارف پیدائش میں کمی کا باعث بنتی ہے یعنی ایسی نئی قسم کی مشینوں پر سرمایہ کاری جو پیداوار میں اضافے کا باعث تو نہ ہوں لیکن ان پر اس لیے سرمایہ کاری کی جائے کہ وہ مصارفِ پیدائش میں کمی کر کے منافع میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

۳۔ اشیائے صرف کی طلب میں وقتی اضافہ: اگر اشیائے صرف کی طلب میں اضافہ بالکل عارضی نوعیت کا ہو تو اصول اسراع بے بس نظر آتا ہے کیونکہ ان حالات میں آجرین نئی مشینیں نصب کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اکثر اوقات مشاہدہ میں آیا ہے کہ اشیائے صرف کی طلب میں اضافہ سے اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں کئی گنا اضافہ نہیں ہوتا۔ اگر صرفی اشیا کی طلب غیر پائیدار ہو تو موجودہ متغیر وسائل بروئے کار لا کر موجودہ مشینوں سے ہی زائد اشیائے صرف پیدا کر لی جاتی ہیں۔ اوور ٹائم اور ڈبل شفٹوں کی صورت میں نئی سرمایہ کاری کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ اور اسراع کا عمل ناپید ہو جاتا ہے۔

سرمایہ کار سرمایہ کاری کرتے وقت حالیہ طلب میں اضافہ پر بھروسہ کرنے کی بجائے مستقبل کے متوقع حالات پر انحصار کرتے ہیں۔ اگر مستقبل روشن اور تابناک دکھائی دے تو سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ اشیائے صرف کی صنعتوں میں نامکمل روزگار: اگر ان صنعتوں میں مزید پیداوار کی گنجائش پہلے سے ہی موجود ہو تو نئی مشینیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی اور اصولِ اسراع لاگو نہیں ہوگا۔

۵۔ سرمایہ و پیداوار میں نسبت: اسراع کی وضاحت میں تمام مشینوں کو یکساں نوعیت کا فرض کیا جاتا ہے، پرانے آلات کی نسبت جدید آلات پر سرمایہ کاری میں یکسانیت برقرار نہیں رہتی جس شعبہ پیداوار میں سرمایہ اور پیداوار کی نسبت بلند ہو وہاں سرمایہ کاری کی

Marfat.com

زیادہ ضرورت پیش آتی ہے اور جہاں سرمایہ اور پیداوار کی نسبت کم ہو وہاں اشیائے صرف کی ایک مخصوص مقدار پیدا کرنے کے لیے کم سرمایہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح اصولِ اسراع کا اطلاق کل اشیائے صرف میں تبدیلی کی بنا پر کل اشیائے سرمایہ کی طلب میں تبدیلی پر نہیں کیا جا سکتا۔ اس عمل کو صرف ایک شعبۂ پیدائش تک ہی محدود رکھا جانا چاہیئے۔

۶۔ اُتار چڑھاؤ کی شدت: اصولِ اسراع سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں معاشی اتار چڑھاؤ زیادہ شدت سے رُونما ہوتے ہیں اور اشیائے صرف کی صنعتوں میں ان کی شدت کم ہوتی ہے۔ لیکن "سارع" ان معاشی زیروبم کی مکمل طور پر وضاحت کرنے سے قاصر ہے۔

۷۔ کوئی ضروری نہیں کہ اشیائے صرف میں اضافہ کے ساتھ ہی فرم کے پاس پیداوار بڑھانے کے لیے مالی وسائل بھی موجود ہوں۔ مالی وسائل کی کمی کی صورت میں سرمایہ کاری جنم نہیں لے سکتی۔

۸۔ مفروضات کے مطابق اشیائے صرف کی صنعتوں میں زائد اشیا پیدا کرنے کی پیداواری گنجائش تو موجود نہیں ہوتی۔ البتہ اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں پیداواری گنجائش موجود ہوتی ہے اگر حالات الٹ جائیں تو یعنی اشیائے صرف کی طلب پھیلے لیکن اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں زائد مشینیں پیدا کرنے کی پیداواری صلاحیت مفقود ہو تو صرف ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوگا۔ اسراع کے عمل سے اشیائے سرمایہ کی قیمتوں میں کمی بیشی کا تو پتہ چلتا ہے لیکن پیداوار میں کمی بیشی کا پتہ نہیں چلتا۔

۹۔ طویل المیعاد سرمایہ کاری کا صرفی تبدیلیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں سرکاری سرمایہ کاری کی مثال دی جا سکتی ہے۔

اگرچہ مذکورہ بالا حدود اور کمزوریاں اپنی جگہ منطقی طور پر درست ہیں لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آمدنی میں اضافہ کے باعث اشیائے صرف کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے اگر اشیائے صرف پیدا کرنے والی صنعتوں میں کامل روزگار کی حالت پائی جاتے تو اشیائے سرمایہ پیدا کرنے والی صنعتوں میں پیداوار بڑھانی پڑے گی تاکہ نئی مشینیں نصب کر کے اشیائے صرف کی پیداوار میں اضافہ کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر اشیائے سرمایہ کی مجموعی مقدار یعنی مجموعی سرمایہ کاری میں اضافہ کی مالیت اشیائے صرف کی طلب میں اضافہ کی مالیت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔

(i) اشیائے سرمایہ کی لاگت اشیائے صرف کی لاگت کی نسبت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے مثلاً

Marfat.com

۱۰۰ کی مالیت کی مزید اشیائے صرف پیدا کرنے کے لیے تقریباً ۵۰۰ یا اس سے بھی زیادہ مالیت کی سرمائے کی شے درکار ہوگی۔

(ii) چونکہ اشیائے سرمایہ کافی دیر تک پیداوار اور آمدنی کا موجب بنتی ہیں اس لیے آجرین اسی قدر زیادہ مالیت کی سرمائے کی شے خرید نے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یعنی چونکہ اشیاء سرمایہ کی عمر زیادہ ہوتی ہے اس لیے بھی ان پر لاگت زیادہ آتی ہے جو دونوں قسم کی اشیاء کے درمیان فرق کا باعث بنتی ہے۔

ضارب اور سارع کا باہم عمل:

Intraction of Multiplier & Accelration

ضارب اور نظریہ ضارب سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ سرمایہ کاری میں اضافہ کے باعث قومی آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے اور اسمیں کمی کے باعث قومی آمدنی میں کئی گنا کمی ہو جاتی ہے یعنی کلی معاشیات کی ان دو متغیر مقداروں یعنی سرمایہ کاری اور آمدنی میں جو تفاعل رشتہ پایا جاتا ہے۔ اُسمیں آمدنی کو تابع متغیر کی حیثیت حاصل ہے جبکہ سرمایہ کاری ایک آزاد متغیر ہے۔ ریاضیاتی طور پر ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

Income is the function of investment

$$Y = f(I)$$

اسی طرح اصول اسراع کے تجزیہ سے معلوم ہوا کہ آمدنی میں اضافہ کے باعث صرف کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لیے سرمایہ کاری میں کئی چند اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ یعنی اصولِ اسراع کے ضمن میں جو ان دو کلی معاشیات کے متغیرات میں تفاعلی رشتہ پایا جاتا ہے اسمیں آمدنی آزاد متغیر ہے جبکہ سرمایہ کاری "تابع متغیر" کی حیثیت رکھتا ہے اور ریاضیاتی طور پر ہم اس تفاعلی رشتہ کو یوں لکھ سکتے ہیں:

Investment is the function of income

$$I = f(Y)$$

یعنی یہ دو متغیر مقداریں (سرمایہ کاری و آمدنی) معکوس تفاعل (Inverse Function) کی صحیح طور پر ترجمانی کرتے ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ معیشت اور قومی آمدنی پر مجموعی اثر کا جائزہ لینے کے لیے اصولِ ضارب اور اصولِ اسراع کے باہمی عمل کے نتائج کو پرکھا جائے تاکہ قومی آمدنی کو داؤ پر لگانے کے لیے جو حکمتِ عملی اختیار کی گئی وہ کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہے ضارب اور اسراع کے تصورات میں صرف کو محوری حیثیت حاصل ہے۔ صرف میں

Marfat.com

مسلسل اور بتدریج اضافہ کی بدولت ضارب کے زیرِ اثر سرمایہ کاری کی وجہ سے قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اصولِ اسراع میں صرف کو ہی بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔ اگر صرف میں مستقل اضافہ نہ ہو تو سرمایہ کاری جنم نہیں لیتی۔

اسراع اور ضارب کی باہمی عمل کاری قومی آمدنی اور روزگار میں اتار چڑھاؤ کی وضاحت کرتی ہے۔

ضارب اور اسراع کی باہمی عمل کاری کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل مفروضات پیشِ نظر رکھنا چاہیئے:

۱. خود اختیار سرمایہ کاری کی سالانہ شرح = ۴۰ کروڑ روپے
۲. مختتم میلانِ صرف = ½
۳. سارع کی شرح = ۲
۴. عمل اور ردِ عمل کے لیے ایک سال کی وقتی تاخیر فرض کی گئی ہے یعنی ایک سال کی آمدنی میں اضافہ دوسرے سال کے صرف میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

مندرجہ بالا مفروضات کی روشنی میں ذیل میں گوشوارہ بنایا گیا ہے:

مختتم میلانِ صرف ½
سارع کی شرح = ۲

۱	۲	۳	۴	۵
عرصہ وقت	خود اختیار ابتدائی سرمایہ کاری	سابقہ آمدنی سے ترغیب یافتہ صرف	ترغیب یافتہ سرمایہ کاری	قومی آمدنی میں کل اضافہ کالم ۲ + ۳ + ۴
۱	۴۰ کروڑ روپے	-	-	۴۰ کروڑ روپے
۲	۴۰ " "	۴۰ × ½ = ۲۰	۲۰ × ۲ = ۴۰	۴۰ + ۲۰ + ۴۰ = ۱۰۰ کروڑ روپے
۳	۴۰ " "	۱۰۰ × ½ = ۵۰	۵۰ - ۲۰ = ۳۰ × ۲ = ۶۰	۴۰ + ۵۰ + ۶۰ = ۱۵۰ " "
۴	۴۰ " "	۱۵۰ × ½ = ۷۵	۷۵ - ۵۰ = ۲۵ × ۲ = ۵۰	۴۰ + ۷۵ + ۵۰ = ۱۶۵ " "
۵	۴۰ " "	۱۶۵ × ½ = ۸۲.۵	۸۲.۵ - ۷۵ = ۷.۵ × ۲ = ۱۵	۴۰ + ۸۲.۵ + ۱۵ = ۱۳۷.۵

پہلے کالم میں اسراع کے عرصہ وقت کو ظاہر کیا گیا۔
دوسرے کالم میں خود اختیار ابتدائی سرمایہ کاری دکھائی گئی ہے۔
تیسرے کالم میں سابقہ آمدنی سے ترغیب یافتہ صرف دکھایا گیا مختتم میلانِ صرف ½

Marfat.com

فرض کیا گیا ہے۔ چو پہلے سال کی آمدنی دوسرے سال کے صرف میں اضافہ کا باعث بنتی ہے لہذا پہلے سال کی آمدنی کو مختتم میلان صرف (۱/۲) سے ضرب دینے سے ترغیب یافتہ صرف معلوم کیا گیا۔ چونکہ پہلے سال کی آمدنی ۴۰ کروڑ روپے تھی لہذا اسے ۱/۲ سے ضرب دینے سے دوسرے سال کا ترغیبی صرف ۴۰ × ۱/۲ = ۲۰ کروڑ روپے معلوم کیا گیا۔

چوتھے کالم میں ترغیب یافتہ سرمایہ کاری ظاہر کی گئی ہے۔ اسراع کی شرح ۲ فرض کی گئی ہے۔ ترغیبی سرمایہ کاری معلوم کرنے کے لیے مختتم صرف کو سارع کی شرح سے ضرب دی گئی۔ دوسرے سال کا ترغیب صرف ۲۰ کروڑ روپے اور تیسرے سال کا ترغیب صرف ۵۰ کروڑ روپے ہے۔ پس ۵۰ - ۲۰ = ۳۰ کروڑ کو سارع کی شرح ۲ سے ضرب دینے سے (۳۰ × ۲ = ۶۰ کروڑ روپے) ترغیب یافتہ سرکاری معلوم ہو جاتی ہے۔

پانچویں کالم میں کا ۲، ۳، ۴ کے اعداد و شمار جمع کر لیے گئے جس سے قومی آمدنی میں کل اضافہ کا پتہ چلا۔

تیسرے اور چوتھے کالموں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ترغیب یافتہ صرف اور ترغیب یافتہ سرمایہ کاری میں اضافہ تو ہوتا ہے مگر اضافہ کی شرح پہلے کی نسبت سست ہے۔

اسی طرح پانچویں کالم کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ چوتھے سال تک قومی آمدنی میں اضافہ تو ہوا لیکن پانچویں سال قومی آمدنی کم ہو گئی۔

اصولِ ضارب سے سرمایہ کاری میں تبدیلی سے آمدنی اور صرف میں تبدیلیوں کی نشاندہی ہوتی ہے جبکہ اصولِ اسراع سے صرف میں تبدیلیوں سے سرمایہ کاری میں اتار چڑھاؤ کا پتہ چلتا ہے۔

ضارب کے مطابق صرف دولت کا انحصار سرمایہ کاری پر ہوتا ہے جبکہ اسراع کے مطابق سرمایہ کاری کا دارومدار صرف دولت پر ہوتا ہے۔

ضارب اور اسراع کے باہمی عمل سے قومی دولت میں اتار چڑھاؤ کے رجحان کا پتہ چلتا ہے جسے تجارتی چکر کہتے ہیں۔

ضارب کا انحصار میلانِ صرف اور صارفین کی صرفی عادات پر ہوتا ہے جبکہ سارع کا دارومدار اشیائے سرمایہ کی فنی پائیداری پر ہوتا ہے۔

Marfat.com

اصولِ اسراع کے مطابق اشیائے سرمایہ کی طلب کا دارومدار اشیائے صرف کی طلب سے منسلک ہے۔ یہ اصول مختتم میلانِ صرف کو نظرانداز کرتا ہے اسی لیے صرف دولت اور سرمایہ کاری کے اتار چڑھاؤ مبالغہ آمیز حد تک لامحدود ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

باب ۲۲

تجارتی چکّر

TRADE CYCLES

معیشت میں اُتار چڑھاؤ سرمایہ دارانہ نظام کا خاصا ہے۔ کبھی تو معاشی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں۔ سرمایہ کاری کا عمل تیز اور کامل روزگار کے حالات پائے جاتے ہیں۔ توازنِ ادائگی موافق اور زر کی اندرونی اور بیرونی قدر میں ثبات اور استحکام پایا جاتا ہے اور کبھی معاشی سرگرمیاں سرد، قیمتیں اور منافع جات تنزل پذیر، سرمایہ کاری میں رخنہ اور بیروزگاری عام ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں مایوسی اور قنوطیت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ معاشی سرگرمیوں میں معیشت میں پھیلاؤ کا رجحان پایا جاتا ہے۔ جب کہ معاشی بدحالی میں معیشت سکڑ جاتی ہے۔ معیشت کا پھیلاؤ اور سکڑاؤ اس میں عروج و زوال کے حالات پیدا کرتا رہتا ہے۔ معاشی خوشحالی اور بحران وقفوں وقفوں کے بعد روح پذیر ہوتے رہتے ہیں اور جس طرح گرمی سردی خزاں اور بہار موسمی چکروں کو مکمل کرتے ہیں۔ اسی طرح گرم بازاری یا خوشحالی، کساد بازاری یا بحران، رجعت یا سکڑاؤ اور بحالی یا احیار تجارتی چکر کو مکمل کرتے ہیں۔ جس طرح گرمی کے بعد پت جھڑ یا خزاں کا موسم آتا ہے اور پھر سردی اور بہار چھا جاتی ہے۔ اسی طرح معاشی سرگرمیوں کے عروج کے بعد تنزل اور پھر کساد بازاری اور بحالی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں کاروباری اتار چڑھاؤ وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں اور ان کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے۔ یہ اتار چڑھاؤ کبھی تو اچانک رونما ہو جاتے ہیں۔ کبھی ان کی مدت قلیل ہوتی ہے اور کبھی طویل۔ انیسویں صدی کے دوران ۱۸۲۰ سے ۱۸۴۹ء تک انگلستان اور دیگر یورپی ممالک میں قیمتوں کے گرنے کا رجحان پایا گیا۔ جب کہ ۱۸۴۹ء سے ۱۸۷۴ء کے درمیان قیمتوں میں چڑھنے کا رجحان رہا۔ قیمتوں کا یہ اتار چڑھاؤ تقریباً ۲۰ سے ۳۰ سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ فرانسیسی معیشت دان Clement Juglar کی تحقیق کے مطابق ایک تجارتی چکر ۹ سے ۱۰ سال کے عرصے میں مکمل ہوتا ہے۔ پروفیسر ہنسن Hansen کی تحقیق کے مطابق ایک تجارتی چکر کی مدت تقریباً ۸ سال ہوتی ہے۔ پروفیسر جوزف کچن Jaseph Kitchen

Marfat.com

کی تحقیق سے چھوٹے چھوٹے تجارتی چکروں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ جن کی مدت ۴۰ ماہ بنتی ہے۔ ہنسن کی تحقیق کے مطابق امریکہ میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۳۷ء تک چھوٹے چھوٹے ۲۳ چکروں کی نشاندہی ہوئی۔ جن کی اوسط مدت تقریباً ۳½ سال بنتی ہے۔ روس کے معیشت دان کانڈراٹیف Kondratieff کی تحقیق کی روشنی میں تجارتی چکر کی اوسط میعاد ۵۰ سال بنتی ہے۔ پروفیسر شمپیٹر Schumpeter نے جگلر، کچن اور کانڈراٹیف کی تحقیقات کو منضبط انداز میں پیش کیا۔ ان کے مطابق ایک کانڈراٹیف چکر چھ جگلر چکروں پر اور ہر جگلر تین کچن چکروں سے مل کر مکمل ہوتا ہے۔ کچن چکر جگلر چکر میں اور جگلر چکر کانڈراٹیف چکر میں داخل ہو کر معاشی سرگرمیوں کے اُتار چڑھاؤ کے عمل کو مکمل کرتا ہے۔ دورِ جدید میں معاشی اتار چڑھاؤ کی اہمیت دوچند ہو چکی ہے۔ کیونکہ کسادبازاری میں جہاں مادی اور مالی وسائل کا ضیاع ہوتا ہے۔ وہاں بیروزگاری سے انسانی وسائل کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ۱۹۲۹ء کے عظیم مالی بحران کی وجہ سے صرف امریکہ میں لاکھوں افراد کو بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسی ہی کیفیت کا مشاہدہ ساری دنیا میں کیا گیا۔ چونکہ طویل مدت کے کسادبازاری کے رجحانات چھوٹی مدت کے اُتار چڑھاؤ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر حکومت چھوٹی مدت کے کچن چکروں کے اثرات کے انسداد کے لیے مسلسل کوشاں رہتی ہے۔

تجارتی چکر میں عاملین پیدائش کے معاوضوں کی شرح، قیمتیں، مالی اداروں کے قرضہ جات درآمدات اور برآمدات، قومی آمدنی اور روزگار کی سطح متاثر ہوتی ہے اور یہ تغیرات مختلف پیداواری شعبوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ ایسٹے Estey نے کسی کاروبار کے منفرد تغیرات کو مخصوص چکر Specific Cycle کا نام دیا ہے۔ چونکہ ہر پیداواری شعبہ دوسرے شعبہ سے منسلک اور مربوط ہوتا ہے۔ اس لیے کئی مخصوص چکر مل کر تجارتی چکر کو مکمل کرتے ہیں۔ ایسٹے کے مطابق اگر کسی کاروبار میں منفرد تغیرات پیدا نہ ہوں تو تجارتی چکر بھی معرضِ وجود میں نہیں آتے پس تجارتی چکر مخصوص چکروں کے مربوط عمل کی وجہ سے معرضِ وجود میں آتے ہیں۔

پروفیسر ہیبرلر Haberler کے مطابق تجارتی چکر سطح روزگار اور قومی آمدنی میں مثبت اور منفی رجحانات کی نشاندہی کرتے ہیں جو داخلی اور خارجی عوامل کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ پروفیسر گارڈن Gardon مچل اور برنز Mitchell and Burns کے مطابق مجموعی معاشی سرگرمیوں میں اتار چڑھاؤ کا نام تجارتی چکر ہے۔ پروفیسر مچل نے تجارتی چکر کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سے دو کا تعلق پھیلاؤ سے ہے اور دو کا سکڑاؤ سے۔ پھیلاؤ عروج پر پہنچ کر سکڑاؤ کو جنم دیتا ہے اور سکڑاؤ اپنی انتہائی پستیوں پر پہنچ کر عروج یا پھیلاؤ کو جنم دینے کا

Marfat.com

باعث بنتا ہے۔ لارڈ اوورسٹن Over Stone کے مطابق کساد بازاری اور خوشحالی کاروباری طبقے کی نفسیاتی کیفیت کو ظاہر کرتی ہے۔ پروفیسر رینالڈز RENALDS نے قومی آمدنی اور روزگار میں اُتار چڑھاؤ کو تجارتی چکر کہا۔ مذکورہ اکابرین کی رائے کے مطابق روزگار کی سطح، قومی آمدنی، قیمتوں، عاملینِ پیدائش کے معاوضوں، مالی اداروں کے قرضوں، زر کی رسد اور اس کی قدر، فی کس آمدنی، درآمدات اور برآمدات میں تغیرات تجارتی چکر کہلاتے ہیں اور دنیا کی معاشی تاریخ میں ایسے کئی تجارتی بحران پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں ۱۸۱۰، ۱۸۳۷، ۱۸۷۳، ۱۸۹۳، ۱۹۰۷ اور ۱۹۲۹ء کے معاشی بحران کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

تجارتی چکر کے ادوار

پروفیسر ایسٹے ESTEY کے مطابق تجارتی چکر کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ چونکہ ہر دور کی خصوصیات مختلف ہیں۔ اس لیے ان کا مطالعہ تجارتی چکروں کو سمجھنے میں مفید ثابت ہوگا۔ چاروں ادوار مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ گرم بازاری یا پھیلاؤ کا دور Boom or Expansion
۲۔ مراجعت یا تنزل کا دور
۳۔ سرد بازاری یا سکڑاؤ کا دور Depression or slump
۴۔ بحالی یا احیا کا دور Recovery or Revival

پھیلاؤ یا گرم بازاری کا دور

گرم بازاری یا پھیلاؤ کے دور میں معاشی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں۔ تجارت، صنعت و حرفت زوروں پر ہوتی ہے۔ امید کا چراغ روشن اور قومی آمدنی اور روزگار کی سطح بلند ترین ہوتی ہے قیمتوں میں بتدریج اضافہ سے مصارفِ پیدائش اور حاصلِ پیدائش کا فرق بڑھتا جاتا ہے۔ جس سے منافع جات میں اضافہ ہوتا ہے جو سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کا باعث بنتا ہے۔ آجرین بنکوں سے زیادہ سے زیادہ قرضے طلب کرتے ہیں۔ جس سے زر کی تخلیق اور گردش تیز ہوتی ہے۔ سرمایہ کاری میں اضافہ سے ضارب کے زیر اثر قومی آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہوتا ہے۔ جس سے عاملینِ پیدائش کے معاوضوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے جو موثر طلب میں اضافہ کا موجب بنتا ہے۔ اس سے روزگار کی سطح مزید بلند ہوتی ہے۔ اگرچہ قیمتوں میں اضافہ سے سرمایہ کاری میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور عاملینِ پیدائش کے معاوضوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے لیکن قیمتوں میں اضافہ کی نسبت مصارفِ پیدائش

Marfat.com

میں اضافہ کم شرح سے ہوتا ہے جو شرح منافع کو مزید بڑھانے کا موجب بنتا ہے۔ اشیاء کی طلب میں مسلسل اضافہ کے پیشِ نظر چونکہ پرانی تنصیبات کی بدل کاری بھی ہوتی رہتی ہے اور رسد کی لیک اکائی سے کم ہونے کی وجہ سے نئی تنصیبات بھی ہوتی رہتی ہیں جو اپنے ساتھ متعدد روزگار کے مواقع بھی پیدا کرتی رہتی ہیں۔ محنت کی نقل پذیری تیز ہو جاتی ہے اور بہت جلد معاشی سرگرمیاں نہ صرف بامِ عروج تک پہنچ جاتی ہیں بلکہ کامل روزگار کی سطح بھی حاصل ہو جاتی ہے پس خوشحالی کے دور میں اجرتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ طویل المیعاد شرح سود چڑھنے لگتی ہے۔ لگان اور شرح محصول میں بھی اضافہ کا رجحان تیز ہو جاتا ہے۔ مصارفِ پیدائش میں اضافہ اس لیے زیادہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ معین مصارف میں اضافہ بہت معمولی ہوتا ہے اور متغیر مصارفِ پیدائش میں اضافہ بھی بہت سست ہوتا ہے۔ پس جنس، عواملِ پیدائش اور زر کی منڈیاں وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہیں مستقبل بہت روشن نظر آتا ہے۔ جو معاشی سرگرمیوں کو مزید تقویت بخشتا ہے۔

مراجعت RECESSION

معاشی سرگرمیاں ہمیشہ بامِ عروج پر نہیں رہتیں۔ عروج زوال کو جنم دیتا ہے اور زوال کی انتہائی پستیوں میں عروج کا بیج موجود ہوتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ سے مختتم میلانِ صرف اکائی سے کم ہوتا ہے۔ جس سے مجموعی طلب اور رسد میں تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی معاشی سرگرمیوں میں تیزی کی صورت میں جب کامل روزگار کی سطح حاصل ہو جاتی ہے تو قومی آمدنی میں اضافہ حقیقی نہیں ہوتا ہے بلکہ محض زری ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں کم منفعد عواملِ پیدائش مثلاً محنت، سرمایہ اور زمین کو بروئے کار لانے سے مصارفِ پیدائش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے منافع کی شرح گر جاتی ہے۔ جو سرمایہ کاری میں حوصلہ شکنی کا باعث بنتی ہے۔ مزدور انجمنوں کے اثر اور حکومت کے شرح اجرت کا تعین جو اگر مختتم پیداواری مالیت سے زیادہ ہو۔ آجر مزدوروں کو نکالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ قوتِ خرید میں کمی کے پیشِ نظر طلب میں کمی واقع ہو جاتی ہے جو رسد کو محدود کرنے کا باعث بنتی ہے۔ قیمتیں گرنے لگتی ہیں۔ مصارفِ پیدائش بڑھ جاتے ہیں۔ منافع کی شرح گر جاتی ہے۔ بنکوں کے قرضوں کی طلب ماند پڑ جاتی ہے۔ تجارت اور صنعت و حرفت میں سکڑاؤ کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ بدل کاری کی سرمایہ کاری بھی رک جاتی ہے۔ کاروباری توقعات میں پست روی کے پیشِ نظر بنک بازارِ حصص میں دیئے گئے قرضوں کی واپسی کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں۔ تمسکات کی فروخت سے حصص کی منڈی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ سرمایہ کی

Marfat.com

کمی کے پیشِ نظر مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کا کاروبار بھی محدود ہونے لگتا ہے۔ زر کی منڈی اور اشیاء کی منڈیوں میں بتدریج زوال سے عوام میں بداعتمادی کا پیدا ہوجانا ناگزیر ہوجاتا ہے۔ اگر گرم بازاری کو پہاڑ کی چوٹی سے تشبیہ دی جائے تو مراجعت پہاڑ کی ڈھلان ہے۔ جس پر تیزی سے لڑھکنا قدرتی امر ہوتا ہے۔ اس دور میں معیشت پر جمود تو طاری نہیں ہوتا لیکن جمود کے آثار ضرور پیدا ہوتے ہیں۔ بیروزگاری کی ابتداء ہوجاتی ہے اور سرکاری محصول کم ہونے لگتے ہیں اور ہر طرف مایوسی کی گھٹا چھانے لگتی ہے۔

سُکڑاؤ یا سَرد بازاری DEPRESSION

سَرد بازاری یا سکڑاؤ کے دَور میں معاشی سرگرمیاں اپنی انتہائی پستیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ معیشت پر جمود طاری ہوجاتا ہے۔ بیروزگاری کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اشیاء اور خدمات کی پیداوار تیزی سے گر جاتی ہے۔ قیمتیں گرنے کے باوجود طلب پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ لوگوں کی قوتِ خرید بہت پست ہوتی ہے۔ کاروباری توقعات ختم ہوجاتی ہے۔ ہر طرف قنوطیت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جس سے صنعتی پیداوار محدود ہوجاتی ہے۔ اُجرت، سود، لگان اور خام مواد کی قیمتوں میں کمی کے باوجود معیشت کے مختلف شعبوں میں سُکڑاؤ کا عمل زور پکڑجاتا ہے۔ بنکوں کے قرضوں کی طلب ختم ہوجاتی ہے۔ بیمہ کمپنیوں کا کاروبار ماند پڑجاتا ہے۔ سرکاری محصولات سے حاصل ہونے والی آمدنی کم ہوجاتی ہے۔ بنکوں، بیمہ کمپنیوں اور مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں کا دیوالیہ ایک معمول بن جاتا ہے۔ اعتبار زر کی رَسد میں کمی سے گردشِ زر بھی کم ہوجاتا ہے۔ زراعت، تعمیرات، ذرائع آمدورفت اور صنعت وحرفت کے شعبے کساد بازاری کا سب سے زیادہ شکار ہوتے ہیں۔ اشیائے صرف کی صنعتوں کی نسبت اشیائے سرمایہ کی صنعتیں سرد بازاری سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ پروفیسر ہیبرلر berler کے مطابق کساد بازاری سے مراد پیداوار کے حجم، حقیقی آمدنی اور روزگار میں وہ نمایاں اور طویل تنزل ہے۔ جس کی وضاحت ایسے عوامل کی کارروائی سے ہوتی ہے۔ جو معاشی نظام کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔

تجدید یا بحالی کا دَور RECOVERY

کساد بازاری میں صارفین گرتی ہوئی قیمتوں کے پیشِ نظر اپنے اخراجات ملتوی کردیتے ہیں۔ وہ اپنے صرفی منصوبہ پر نظرثانی کرکے اشیاء کی خریداری شروع کردیتے ہیں۔ جس سے آہستہ آہستہ منڈی میں صرفی اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے۔ منڈی کے ذخائر میں کمی کے پیشِ نظر تھوک بیوپاریوں کے کاروبار میں بھی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس سے صنعت کار شکست وریخت شدہ مشینوں کی

Marfat.com

بدل کاری کی طرف توجہ دینے لگتے ہیں۔ اس سے رفتہ رفتہ مزدوروں اور دیگر عاملین کی طلب پیدا ہونے لگتی ہے اور معاشی جمود کے ٹوٹنے اور سکڑاؤ کے دور کا اختتام شروع ہو جاتا ہے۔ بحالی کے دور میں حکومت کے متخالفیانہ دوری منصوبوں کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جو مجموعی طلب کو بحال کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بحالی کے دور میں بعض فرمیں اپنی تنصیبات کو درست کرتی ہیں اور بعض نئے کاروبار شروع کرنے کے منصوبے بنانے لگتی ہیں۔ اس سے قدرتی طور پر رسد میں اضافہ کی خاطر سرمایہ کاری کے لیے قرضوں کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ طلب میں اضافہ کے پیش نظر اشیا کی قیمتوں میں اضافہ کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے آجرین کا منافع بڑھ جاتا ہے اور مزید سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کا باعث بنتا ہے۔ لوگوں کی جمع شدہ رقوم کاروبار میں لگا دی جاتی ہیں۔ تخلیق زر کی وجہ سے اعتباری زر میں پھیلاؤ کا رجحان شروع ہوتا ہے۔ زر کی رسد اور زر کی گردش میں اضافہ ہوتا ہے۔ بیکار ذرائع پیدائش بروئے کار آنے لگتے ہیں۔ قابلِ فروخت اشیاء کے ذخائر Inventories میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

تجارتی چکر کی خصوصیات

۱۔ وقفہ کی باقاعدگی ایک تجارتی چکر تمام ادوار میں سے گزرتا ہے۔ گرم بازاری کے بعد مراجعت اور سرد بازاری کے بعد بحالی یا تجدید کا دور آتا ہے۔ بعض اوقات تجارتی چکر کی میعاد طویل ہوتی ہے اور بعض اوقات قلیل۔ پروفیسر کچن کے مطابق ایک تجارتی ۴۰ ماہ میں تمام ادوار مکمل کر لیتا ہے۔ جگلر کے مطابق تجارتی چکر کی اوسط میعاد ۸ سے ۱۰ سال ہوتی ہے۔ پروفیسر ہنسن نے ۱۷۹۵ء سے ۱۹۳۷ء تک ۱۷ جگلر چکروں کی نشاندہی کی ہے۔ جن کی اوسط میعاد ۸ سال بنتی ہے۔ کانڈراٹیف کے مطابق طویل تجارتی چکر کی میعاد ۵۰ سے ۶۰ سال ہوتی ہے۔ آتار چڑھاؤ یعنی سرد بازاری، تجدید، گرم بازاری اور مراجعت کے دور اپنی ترتیب سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ عمل بار بار پیدا ہوتا ہے۔ عدم استحکام کے حالات خود تصحیحی اصول کے تحت خود بخود درست ہوتے رہتے ہیں۔ جو داخلی اور خارجی عوامل معیشت کے پھیلاؤ کا باعث بنتے ہیں۔ وہی اس کے سکڑاؤ کو بھی جنم دیتے ہیں۔ عروج زوال کو جنم دیتا ہے اور زوال میں عروج کا بیج پنہاں ہوتا ہے کے مصداق بام عروج پر معیشت میں تنزلی کے آثار جنم لیتے ہیں اور کساد بازاری کی انتہائی پستیوں میں بحالی اور تجدید کے آثار نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

۲۔ متناسب تبدیلیاں۔ خوشحالی کے دور میں تجارت، صنعت و حرفت، عوامل پیدائش

Marfat.com

کے معاوضوں، اشیاء کی قیمتوں، روزگار، بچت اور سرمایہ کاری الغرض معیشت کے تمام شعبوں میں پھیلاؤ اور ترقی کا رجحان پایا جاتا ہے۔ قومی آمدنی اور روزگار کی سطح بلند ہوتی ہے۔ فی کس آمدنی، زر کی قوتِ خرید، زر کی رسد اور اس کی گردش تیز ہوتی ہے اور پُر امید حالات اور فضا تشکیلِ سرمایہ اور سرمایہ کاری کی قوت کو تیز کرتی ہے۔ سرکاری محصولات سے حاصل ہونے والی آمدنی بڑھ جاتی ہے اور توازنِ ادائیگی کی ناہمواریاں درست ہو جاتی ہیں۔ سرد بازاری کے دور میں اس سے بالکل مختلف حالات پائے جاتے ہیں اور معاشی سرگرمیاں سرد پڑ جاتی ہیں۔ پس خوشحالی کے دور میں نظام کے تمام شعبوں میں پھیلاؤ کا رجحان پایا جاتا ہے۔ جب کہ کساد بازاری میں تمام شعبے سکڑاؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خوشحالی کے دور میں چند شعبوں میں پھیلاؤ اور چند میں سکڑاؤ کا عمل نہیں ہو سکتا اور یہی صورت حال کساد بازاری کے دور میں بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی عروج و زوال اور بلندی و پستی کا وقوع ایک ہی وقت پر نہیں ہو سکتا ہے۔ عروج اور بلندی کے دور میں معیشت کے تمام شعبوں میں پھیلاؤ اور زوال اور پستی کے دور میں سکڑاؤ کا عمل ہوگا۔

پھیلاؤ اور سکڑاؤ کے درجے میں فرق

اگرچہ کساد بازاری اور گرم بازاری کے دور میں معیشت کے تمام شعبے متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن ان پر اثرات متناسب نہیں ہوتے۔ بعض شعبوں پر پھیلاؤ اور سکڑاؤ کے اثرات زیادہ شدید اور نمایاں ہوتے ہیں اور بعض پر کم مثلاً کساد بازاری میں صنعت کی نسبت زراعت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ اشیائے صرف کی صنعتوں کی نسبت اشیائے سرمایہ کی صنعتیں کساد بازاری سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ گھریلو صنعتوں کی نسبت بڑے پیمانے کی صنعتیں سرد بازاری کا زیادہ اثر قبول کرتی ہیں۔

عالمگیر نوعیت

نظامِ بنکاری اور نقل و حمل میں ترقی کی بدولت تمام دنیا ایک معاشی اکائی بن چکی ہے۔ عالمی تجارت نے ہر ملک کو ایک دوسرے کے انتہائی قریب کر دیا ہے۔ اب اگر دنیا کے کسی ایک ملک میں معاشی بحران کے حالات پیدا ہوں تو اس کے اثرات دنیا کے کم از کم ان ممالک کی معیشتوں پر ضرور محسوس کیے جاتے ہیں۔ جن کے ساتھ ملک کے تجارتی اور اقتصادی روابط ہوں۔ ۱۸۷۰ء اور ۱۹۲۹ء کی کساد بازاری نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ موجودہ دور میں تمام دنیا افراطِ زر کا شکار ہو چکی ہے۔ جس سے دنیا کی مجموعی دولت میں اضافہ زیادہ تر زری ہے، حقیقی نہیں۔

بناوٹ، مدت، عرضِ ارتعاش کے لحاظ سے فرق

ہر تجارتی چکر کی بناوٹ دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر چکر کے وقوع کی وجہ مختلف ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ہر چکر کی میعاد میں بھی فرق پایا جاتا

Marfat.com

ہے۔ بعض تجارتی چکر پروفیسر ہچن کے مطابق ۴۰ ماہ میں مکمل ہوجاتے ہیں، بعض جگلر کے مطابق ۹ سے ۱۰ سالوں میں مکمل ہوتے ہیں اور بعض تو ۵۰ سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ کسی تجارتی چکر میں کساد بازاری کا دور بہت طویل ہوتا ہے اور بعض میں بہت قلیل۔

تجارتی چکر کے ادوار اور ان کا عمل

کساد بازاری اور گرم بازاری کے ادوار اپنی پرورش خود بخود کرتے ہیں۔ گرم بازاری کے دور میں قیمتیں، آمدنیاں، روزگار اور معاشی سرگرمیاں آہستہ آہستہ تیز ہوتی ہوئیں یکدم بام عروج تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور معیشت میں مزید پھیلاؤ کی گنجائش ختم ہوجاتی ہے اور وہ تنزل پذیر ہوجاتی ہے۔ گرم بازاری سے کساد بازاری کا دور بہت قلیل ہوتا ہے۔ اور معیشت میں گرم بازاری سے کساد بازاری کی جانب تنزل کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ کساد بازاری میں قیمتیں، آمدنیاں، روزگار، منافع، زری رسد اور اس کی گردش یکدم کم ہوجاتی ہے۔ اس طرح یہ اپنی پرورش خود کرتے ہیں۔ کساد بازاری سے بحالی یا احیاء کا دور خاصا طویل ہوتا ہے اور معیشت میں پھیلاؤ کا رجحان بہت سست ہوتا ہے۔ یعنی معیشت انتہائی سست روی سے پھیلاؤ کی جانب راغب ہوتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں خوشحالی سے پس روی کا دور یقینی اور تیز ہوتا ہے۔ جب کہ کساد بازاری سے تجدید کا دور سست اور طویل ہوتا ہے۔

مختلف شعبے، قیمتیں اور روزگار

مصنوعات کی نسبت زرعی اشیاء کی قیمتیں تیزی سے گرتی اور بڑھتی ہیں۔ یعنی زرعی اشیاء کی نسبت صنعتی اشیاء کی قیمتوں میں استحکام پایا جاتا ہے۔ البتہ زراعت کی نسبت صنعت میں پیداوار اور روزگار اس سے زیادہ مختلف ہوتا ہے۔ اشیائے صرف کی صنعتوں کی نسبت اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں زیادہ اتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ یعنی اشیائے صرف کی صنعتوں میں قیمتوں، پیداوار اور روزگار کی سطح میں اتار چڑھاؤ بہت کم ہوتا ہے۔

تجارتی ادوار کے مختلف نظریات

تجارتی ادوار کے متعلق مختلف نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ جنھیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کچھ معیشت دانوں نے تجارتی چکروں کی وجوہات غیر معاشی عوامل اور امور میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے مطابق موسمی حالات، سیاسی حالات، سونے چاندی کے ذخائر کی دریافت، فنی ایجادات، رجائیت اور قنوطیت، معاشی حالات پر اثر انداز ہوکر معیشت میں سکڑاؤ اور پھیلاؤ کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے معیشت دانوں کے افکار و نظریات کو خارجی نظریات Exdogenous Theories کا نام دیا گیا ہے۔ ان میں جیونز کا سورج کے

Marfat.com

دھبوں کا نظریہ اور پیگو کا نفسیاتی نظریہ قابلِ ذکر ہے۔ جن معیشت دانوں نے تجارتی چکروں کی وجوہات معاشی نظام میں تلاش کی ہے۔ ان کے نظریات کو داخلی نظریات Indogenous Theories کہا جاتا ہے۔ ان میں ہابسن کا کمتر خرچ اور زائد بچت کا نظریہ ہاوٹرے Hawtrey کا مالیاتی نظریہ۔ رابنز، روپکے Ropke کا زائد سرمایہ کاری کا نظریہ کینز کا مؤثر طلب کا نظریہ۔ شمپیٹر کا جدت و اختراع کا نظریہ اور ہکس کا جدید نظریہ قابلِ ذکر ہے۔

خارجی نظریات EXOGENOUS THEORIES

خارجی نظریات میں مندرجہ ذیل دو نظریات شامل ہیں۔

۱۔ جیونز کا سورج کے دھبوں کا نظریہ

۲۔ پیگو کا نفسیاتی نظریہ

جیونز کا سورج کے دھبوں کا نظریہ

یہ نظریہ جیونز Javons نے ۱۸۷۵ء میں اور مور Moore نے ۱۹۱۴ء میں کچھ ترمیمات کے ساتھ پیش کیا۔ ان کے مطابق معاشی زندگی میں تغیرات باہر سے وارد ہوتے ہیں اور براہِ راست معاشی ڈھانچے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جیونز اور مور کے مطابق ہر آٹھ سال کے بعد سیارہ زہرہ Venus سورج اور زمین کے درمیان آجاتا ہے۔ سورج کی سطح پر دھبے نمودار ہوجاتے ہیں۔ جس سے سورج سے زمین تک الیکٹرون Electrons کا بہاؤ رک جاتا ہے۔ یعنی سورج اپنی تمام تر حرارت اور تمازت زمین کی طرف منتقل نہیں کرتا۔ اس سے سمندروں کا پانی آبی بخارات کی شکل میں تحلیل نہیں ہوتا۔ بارشیں کم ہوجاتی ہیں۔ زرعی فصلیں بُری طرح متاثر ہوتی ہیں۔ صنعتوں کو زرعی خام مال کی رسد میں رخنہ پڑجاتا ہے۔ اس سے معیشت میں سکڑاؤ کا عمل شروع ہوجاتا ہے اور رفتہ رفتہ معیشت کے تمام شعبے اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔ اگر سورج پر دھبے نمودار نہ ہوں اور مناسب مقدار میں بارشیں ہوں تو زرعی شعبہ پر خوشگوار اثرات کی وجہ سے صنعتیں اور دیگر پیداواری شعبوں پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں اور پھیلاؤ کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔

اس نظریہ کے مطابق چونکہ سورج پر دھبے باقاعدہ وقفوں کے بعد نمودار ہوتے ہیں۔ اس لیے کاروباری حالات بھی ایک دور کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ لیکن یہ نظریہ چار ادوار کی وضاحت کرنے سے قاصر دکھائی دیتا ہے۔

Marfat.com

جیونز کے نظریہ کے مطابق ہر آٹھ سے دس سال کے بعد اور مور کے مطابق ہر آٹھ سال کے بعد سورج پر دھبے نمودار ہوتے ہیں۔ جو موسمی حالات کو بدل دیتے ہیں۔ اس سے نہ صرف زرعی پیداوار کم ہوتی ہے بلکہ زراعت پیشہ لوگوں کی آمدنیاں اور قوت خرید بھی کم ہو جاتی ہے جو موثر طلب کو کم کرنے کا باعث بنتی ہے۔ ناقدین کی رائے کے مطابق موسمی تغیرات کی وجہ سے ایسی نمایاں تبدیلی یقینی نہیں ہوتی۔

اس نظریہ کے مطابق تجارتی چکر صرف پاکستان جیسے زرعی ممالک میں ہی رونما ہوتے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ جیسے صنعتی ممالک میں نہیں۔ حقیقی طور پر ۱۹۲۹ء کے عالمی بحران کی ابتداء امریکہ سے ہوئی جس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

گو زرعی تبدیلیوں سے معیشت میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ لیکن معاشی تغیرات کی وجہ کلی طور پر موسمی تغیرات ہی نہیں ہوتے۔

اس نظریہ میں تجارتی آتار چڑھاؤ کے معاشی اسباب کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس سے یہ نظریہ خاصا کمزور دکھائی دیتا ہے۔ زر، سرمایہ کاری اور صرف دولت صرف موسمی تغیرات سے ہی متاثر نہیں ہوتے۔

یہ نظریہ تجارتی چکروں کی ایک وجہ تو بیان کرتا ہے۔ لیکن محض اسی ایک وجہ پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔

نفسیاتی نظریہ PSYCHOLOGICAL THEORY

یہ نظریہ پیگو نے پیش کیا۔ ان کے مطابق انسانی فطرت نفسیات رجائیت یا خوش امیدی Optimism اور قنوطیت یا مایوسی Pessimism پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ خوش امیدی اور مایوسی کی لہریں انسانی فطرت اور کاروباری حالات سے پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی تو انسان اپنے مستقبل کے متعلق بہت ہی پُر امید ہوتا ہے اور کبھی نا امید۔ یہ رجحانات کاروباری زندگی میں اُتار چڑھاؤ پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ کاروباری لوگ عموماً معاشی کا تجزیہ کرتے وقت حقائق سے دور ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات محض کاروباری افراد کی یہ سوچ کہ مستقبل میں اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ سے منافع بڑھ جائے گا۔ حالانکہ درحقیقت قیمتوں میں یا تو کوئی اضافہ ہوتا ہی نہیں یا بہت معمولی سا اضافہ ہوتا ہے۔ وہ سرمایہ کاری میں اضافہ سے پیداوار میں اضافہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے قرضوں کی طلب، زر کی رسد اور اس کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔ کاروبار میں وسعت کی صورت میں روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور قومی پیداوار میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

Marfat.com

معیشت کا پھیلاؤ یا گرم بازاری محض رجائیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب خوش امیدی کی وجہ سے اشیاء اور خدمات کی رسد طلب سے تجاوز کر جاتی ہے تو قیمتیں گرنے لگتی ہیں اور منافع کی شرح گرنے لگتی ہے۔ جو قنوطیت یا ناامیدی کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔ سرمایہ کاری کا عمل محدود ہونے لگتا ہے۔ پیداوار اور روزگار میں کمی آجاتی ہے اور معیشت پر کساد بازاری مسلط ہو جاتی ہے۔ جب اشیاء کی قلت کے پیشِ نظر قیمتوں میں اضافہ کا رجحان پیدا ہوتا ہے تو احیاء کے دور کی ابتدا ہو جاتی ہے۔

اس نظریہ کی اساس اس حقیقت پر استوار ہے کہ کاروبار میں اُتار چڑھاؤ محض رجائیت اور قنوطیت پر مبنی ہوتا ہے۔ جب کہ خوش امیدی اور ناامیدی متوقع منافع کے اندازوں کو اکثر حالات میں غلط بنا دیتے ہیں۔ مثلاً سرمایہ کاری کے آغاز اور تیار شدہ اشیاء کی سپلائی کے دوران ایک طویل وقفہ ہوتا ہے۔ جس میں متوقع طلب کے اندازے غلط بھی ہو سکتے ہیں۔ ابتداء میں قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن جب تیار شدہ اشیاء منڈی میں لائی جاتی ہیں تو قیمتوں میں کمی کا رجحان شروع ہو جاتا ہے۔ ذوق اور فیشن کی تبدیلی بھی آجرین کی توقعات کو غلط قرار دے دیتی ہیں۔

اس نظریہ کے مطابق کاروباری ادوار کاروباری لوگوں کی رجائیت اور قنوطیت کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ کاروباری لوگوں میں رجائیت اور قنوطیت کی ابتداء کیسے ہوتی ہے۔ کو ناامیدی کے دور میں حالات کے سُدھرنے کے باوجود کاروباری سرگرمیوں کے آغاز میں لیت و لعل ہوتی ہے۔ جب کہ رجائیت میں تاجر اور صنعت کار بہت جلد احتمالِ نقصان کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ نظریہ کاروباری ادوار کی وضاحت کرنے سے بھی قاصر ہے۔

داخلی نظریات ENDOGENOUS THEORIES

نظریہ نوساق یا جدّت و اختراع Innovation Theory

یہ نظریہ ۱۹۱۱ء میں جوزف شمپیٹر نے پیش کیا۔ ان کے افکار کے مطابق ساکن معیشت میں تحریک صرف جدّت و اختراع کی بدولت ہی ہوتی ہے اور یہی تجارتی چکر کا محور بنتی ہیں۔ نوساق سے مراد ایجادات، وسائلِ پیدائش اور منڈیوں کی دریافت، فنِ پیدائش، کاروباری تنظیموں اور نقل و حمل کے طریقوں میں تبدیلیاں ہیں۔ جن کی وجہ سے صنعت و حرفت میں توسیع ہوتی ہے۔ جدّت اور اختراع کی وجہ سے بنکوں کے قرضوں کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور منافع کی توقعات میں اضافہ کے پیشِ نظر اختراعات کی نقالی شروع ہو جاتی ہے۔ بہت سے نقال سرمایہ کاری کر کے اختراعات کی نقالی شروع کر دیتے ہیں۔ اس سے جہاں ایک طرف بنکوں کے قرضوں کی شرح بڑھتی ہے۔ دوسری طرف

Marfat.com

اشیائے صرف کی طلب اور ان کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ سرمایہ کاری میں اضافہ سے مزدوروں کی طلب اور ان کی اجرتوں میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔ اختراعات کی بدولت اشیائے صرف کی پیداوار کم ہوجاتی ہے۔ کیونکہ بیشتر وسائل پیدائش اشیائے سرمایہ کی پیداوار کے لیے مختص ہوجاتے ہیں۔ جو سرمایہ کاری کی مزید حوصلہ افزائی کا باعث بنتے ہیں اور جس سے پھیلاؤ کا دَور اپنی معراج کو پہنچ جاتا ہے۔ گرم بازاری کا دور اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک اختراعات کی بدولت اشیائے صرف کی پیداوار عروج پر نہ پہنچ جائے۔ آجرین کا مقابلہ شدت اختیار کرجاتا ہے اور وہی آجرین اپنے کاروبار کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ جو اپنی خداداد صلاحیتوں کی بدولت نئی نئی ایجادات اور اختراعات کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ نسبتاً پست استعداد کے حامل آجرین جو نئے تقاضوں کے مطابق اپنے آلات کو جدید ترین طرز پر ڈھالنے میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ نقصان سے دوچار ہونے لگتے ہیں اور اس طرح آہستہ آہستہ منڈی سے غائب ہونے لگتے ہیں۔ پس اختراعات جہاں ایک طرف معیشت کے پھیلاؤ کا باعث بنتی ہیں۔ دوسری طرف یہی کساد بازاری کو بھی جنم دیتی ہیں۔ بنک قرضوں کی فراہمی روک دیتے ہیں اور پرانے قرضوں کی واپسی کے تقاضے شروع کردیتے ہیں۔ جسے شمپیٹر نے خودکار تفریط زر Auto Deflation کا نام دیا ہے۔ سرمایہ کاری کا عمل سست ہونے سے قومی پیداوار اور روزگار کی سطح پست ہوجاتی ہے۔ جس سے کساد بازاری تقویت پکڑتی جاتی ہے۔

اس نظریہ کے مطابق پھیلاؤ کے دَور کا انحصار اس امر پر ہے کہ ایک ایجاد کے بعد دوسری بہتر ایجاد اس کی جگہ لے لے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سکڑاؤ کا دَور شروع ہوکر رہے گا۔ عملی طور پر گو فنی اور سائنسی ترقی پر اربوں روپے خرچ کیے جارہے ہیں۔ مگر اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ ایجادات کا سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ شمپیٹر کے مطابق فنی اور سائنسی ترقی کے باوجود ایجادات میں رخنہ سرمایہ کاری میں بے قاعدگیوں کا باعث بنتا ہے جو تجارتی چکر کے زیریں دَور کی ابتدا کا باعث بنتا ہے۔ ناقدین کی رائے میں جدت و اختراعات کا انحصار معاشی عوامل کی بجائے عمرانی عوامل پر ہوتا ہے۔ جن کا پرکھنا ناممکن ہوتا ہے۔ دوسرے یہ نظریہ تجارتی چکروں کے ادوار کی وضاحت سے قاصر نظر آتا ہے۔

نظریہ کمتر صرف یا زائد بچت UNDER CONSUMPTION OR OVER SAVING THEORY

یہ نظریہ یوں تو ہابسن Hobson کے نام سے منسوب ہے۔ لیکن فوسٹر Foster کیچنگز Catchings اور ڈگلس Dughlas کے ناموں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

Marfat.com

ہابسن کے مطابق معاشرہ دو طبقوں میں منقسم ہوتا ہے۔ امیر لوگوں کی قوتِ خرید زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن میلانِ صرف پست۔ وہ زیادہ پس انداز کر کے سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ وہ بنکوں سے بھی قرضے لیتے ہیں۔ جس سے زر کی مقدار اور گردش تیز ہوتی ہے۔ روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ قومی دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان افراد کی آمدنیوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ جس سے ان کی پس انداز کرنے کی قوت مزید بڑھتی ہے۔ دوسری جانب غریب طبقہ پیدا شدہ اشیاء کی مقدار خریدنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس سے مجموعی رسد اور مجموعی طلب میں عدم توازن کے حالات پیدا ہوتے ہیں جو قیمتوں کو گرانے کا موجب بنتے ہیں۔ قیمتوں کے گرنے سے آجرین کے منافعے گرتے ہیں۔ سرمایہ کاری محدود ہو جاتی ہے اور عملِ پیدائش کو بھی محدود کرنا پڑتا ہے۔ اس سے سُکڑاؤ کے دَور کی ابتدا ہوتی ہے۔ ہابسن کے مطابق چونکہ صارفین کی صَرفی عادات پختہ ہوتی ہیں۔ اس لیے آمدنی میں اضافہ کے باوجود اس میں تبدیلیاں اس قدر سہل نہیں ہوتیں یہی وجہ ہے کہ آمدنیوں میں اضافہ سے گو صَرفی اخراجات میں کسی حد تک اضافہ ضرور ہوتا ہے لیکن میلانِ بچت کو زیادہ تقویت ملتی ہے۔ اگر دولت کی تقسیم کو مساویانہ کر دیا جائے تو صَرفی رجحان کو تقویت ملتی ہے اور مجموعی طلب اور مجموعی رسد کا تفاوت بہت جلد دُور ہو جائے گا۔ جب تک صارفین اپنی آمدنیوں سے آجرین کی پیداشدہ اشیاء خریدتے رہتے ہیں اور بچتیں ایک متناسب حد کے اندر رہتی ہے۔ معیشت میں توازن برقرار رہتا ہے اور معیشت پھیلتی رہتی ہے۔ جب بچتیں ضرورت سے تجاوز کر جاتی ہیں تو سُکڑاؤ کا دَور شروع ہو جاتا ہے۔

ڈگلس کے مطابق بدل کاری، شکست و ریخت اور فرسودگی کے لیے کچھ رقوم قبل از وقت محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ جو بعد میں مصارفِ پیدائش کا جزو بن جاتی ہیں۔ جب اشیاء منڈی میں فروخت کے لیے پیش کی جاتی ہیں تو ان کی قیمتیں صارفین کی قوتِ خرید سے باہر ہوتی ہیں۔ اس سے اشیاء کی طلب کم ہو جاتی ہے۔ قیمتیں اور پیداوار گرنے لگتی ہے اور بیروزگاری میں اضافہ ہو جاتا ہے اور معیشت میں بحران پیدا ہو جاتا ہے۔

فوسٹر اور کیچنگز Foster and Catchings کے مطابق آجرین سرمایہ کاری سے عاملینِ پیدائش کو قوتِ خرید تفویض کرتے ہیں۔ اگر قومی آمدنی میں بچت اور سرمایہ کاری میں توازن برقرار رہے تو پیدائشِ دولت اور صرفِ دولت میں توازن برقرار رہتا ہے۔ لیکن اگر بچتوں میں اضافہ ہو جائے تو سرمایہ کاری میں اضافہ سے صرفی اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہوگا۔ لیکن کمتر صرف کی وجہ سے پیدا شدہ اشیاء کا صرف کم ہو جائے گا۔ اس سے قیمتوں میں گرنے کا رجحان پیدا ہو جائے گا۔ جو منافع میں کمی اور سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کا باعث بنے گا اور معیشت میں سُکڑاؤ کا دَور

شروع ہو جائے گا۔ ذوسٹر کے مطابق بنک عموماً صارفین کو قرضے فراہم کرنے کی بجائے آجرین کو قرضے دیتے ہیں جس سے صرف کی کمی شدت اختیار کر جاتی ہے۔

دیگر تجارتی چکروں کے نظریات کی طرح یہ نظریہ بھی مختلف ادوار کی وضاحت کرنے سے قاصر ہے اور اس سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ناامیدی اور خوش امیدی کے آثار کس طرح پیدا ہوتے ہیں۔

زائد سرمایہ کاری کا نظریہ OVER INVESTMENT THEORY

زائد سرمایہ کاری کا نظریہ پیش کرنے والوں میں اختلاف کی بناء پر انہیں دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلے گروہ میں ہیک میکلپ Machlup روپکے Ropke اور رابنز شامل ہیں۔ ان کے افکار کے مطابق گرم بازاری کے دور میں اشیائے صرف کی صنعتوں کی نسبت اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں زیادہ سرمایہ کاری ہوتی ہے جس سے انہیں نسبتاً زیادہ پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے اور سرد بازاری کے دور میں یہی صنعت زیادہ دھچکے کا شکار ہوتی ہے۔ معیشت میں پھیلاؤ کے دور کو لانے میں شرح سود زیادہ اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شرح سود کم ہو تو بنکوں کے قرضوں کی طلب میں گوناگوں اضافہ ہوتا ہے۔ جس سے اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں اشیائے صرف کی صنعتوں کی نسبت سرمایہ کاری بڑھ جاتی ہے۔ صرفی اشیاء کی کمی کی وجہ سے ان کا استعمال بھی کم ہوتا ہے۔ ایسے موقعہ پر بنکوں کو اپنے جاری کردہ قرضوں کے حجم کی وسعت اور نقد محفوظات کی کمی کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ شرح سود میں اضافہ کر کے قرضوں کی طلب کو محدود کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو بالآخر کساد بازاری کا باعث بن جاتا ہے اور بیروزگاری کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا گروہ کیسل Cassel اور سپائی تھاف Spiethoff پر مشتمل ہے۔ ان کے افکار کے مطابق کساد بازاری میں عاملین پیدائش کی قیمتیں کم ہوتی ہیں۔ اگر ایسے حالات میں فن پیدائش میں کوئی جدت اور اختراع ہو جائے یا کسی منڈی کی دریافت ہی ہو جائے تو سرمایہ کاری کے راستے کھل جاتے ہیں جو بنکوں کو قرضے جاری کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس سے پیداوار، روزگار میں اضافہ اور قیمتوں اور منافعوں اور دیگر عاملین پیدائش میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ ابتدائی دور میں عاملین پیدائش کے معاوضوں میں اضافہ آجرین کے لیے پریشانی کا باعث نہیں بنتا لیکن رفتہ رفتہ ان کا اضافہ منافع کو کم اور سرمایہ کاروں کی حوصلہ شکنی کا باعث بنتا جاتا ہے۔ جس سے کساد بازاری کے دور کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ بنک اور کاروباری فرموں کا دیوالیہ ہونے لگتا ہے۔

Marfat.com

تجارت میں بد اعتمادی پیدا ہوجاتی ہے۔ کیسل کے مطابق تجارت اور صنعت و حرفت میں بد اعتمادی آجرین کے غلط تخمینوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ سپائی تھاف کے مطابق آجرین کی تمام تر توجہ اشیائے سرمایہ کی صنعت کی جانب ہوتی ہے۔ اس سے اشیائے صرف کی قلت اور اشیائے سرمایہ کی تفریط ہوجاتی ہے۔ جو بالآخر ان کی قیمتوں میں کمی کا باعث بنتی ہے اور سرمایہ کاری گر جاتی ہے۔ رابرٹسن Robertson تجارتی اتار چڑھاؤ میں دورِ نشو اشیائے سرمایہ کی صنعتوں میں سرمایہ کاری کے آغاز یا آلات کی تنصیب اور پیدا شدہ اشیاء کی منڈی میں فراہمی کے آغاز کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ دورِ نشو میں سرمایہ کاری میں اضافہ سے معیشت پھیلتی ہے اور جب یہ دور اختتام پذیر ہوتا ہے تو تنصیبات کی وجہ سے اشیائے سرمایہ کی بہتات ہوجاتی ہے اور زائد سرمایہ کاری کے اثرات قیمتوں اور شرح منافع میں کمی کی صورت میں نمودار ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ سرمایہ کاری کی بہتات کو تجارتی اتار چڑھاؤ کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن سرمایہ کاری میں اتار چڑھاؤ کی وجوہات واضح نہیں کی گئیں۔ در اصل کساد بازاری کی اصلی وجہ اشیائے صرف کی افراط کی بجائے ان کی طلب میں کمی ہے۔

زری نظریہ MONETARY THEORY

زری نظریہ ہاٹ رے Hawtrey نے پیش کیا۔ ان کے افکار کے مطابق موجودہ دور میں بنک اعتباری زر کی تخلیق سے مقدارِ زر میں کمی بیشی سے معیشت کے اتار چڑھاؤ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اعتبارِ زر کی تخلیق اور اس میں وسعت و پھیلاؤ کا دور شروع ہوتا ہے۔ جب کہ زرِ اعتبار میں تنگی کساد بازاری کو جنم دیتی ہے۔ عموماً خوش امیدی میں تجارتی بنکوں سے قرضے کے تقاضے شروع ہوتے ہیں اور بنک تخلیقِ زر سے ان تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ وہ شرح سود میں کمی سے قرضوں کی طلب کو وسیع کرتے ہیں۔ آجرین ان قرضوں سے سرمایہ کاری کرتے ہیں جس سے اشیائے سرمایہ اور اشیائے صرف کی صنعتوں میں وسعت آتی ہے۔ روزگار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے موثر طلب مزید بڑھتی ہے جو معاشی سرگرمیوں کو بامِ عروج تک پہنچا دیتی ہے بالآخر ایک حد ایسی آجاتی ہے۔ جہاں تجارتی بنک محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ان کے نقد محفوظات خطرہ کی حد تک پہنچ چکے ہیں اور زرِ اعتبار ضرورت سے زیادہ پھیل چکا ہے۔ وہ قرضے دینے میں محتاط رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ شرح سود بڑھا دیتے ہیں اور واجب الادا قرضوں کی واپسی کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں۔ یہ صورت حال آجرین کے لیے خاصی پریشان کن ہوتی ہے کیونکہ قرضوں کی کمی ان کی پیداواری سرگرمیوں کو سست روی پر مجبور کر دیتی ہے۔ روزگار سمٹنے

Marfat.com

لگتا ہے ۔ زری آمدنیاں کم ہوجاتی ہیں ۔ "الی پیداوار اور قیمتیں گرجاتی ہیں اور زرِ اعتبار میں کمی کساد بازاری کے دور کی ابتدا کی داغ بیل ڈالتی ہے ۔

ناقدین کی رائے کے مطابق اگرچہ مالیات کی کمی بیشی معاشی سرگرمیوں میں اتار چڑھاؤ کا باعث تو ضرور بنتی ہیں لیکن تجارتی چکروں کی محض یہی ایک وجہ نہیں ہے ۔ تجارتی چکر عالمگیر نوعیت اختیار کرچکے ہیں اور کسی ملک میں اندرونی طور پر زرِ اعتبار کی کمی بیشی تمام دنیا میں کساد بازاری اور گرم بازاری پیدا کرنے سے قاصر ہے ۔

کینز کا نظریہ
KEYNES THEORY OF TRADE CYCLE

یہ نظریہ کینز نے پیش کیا ۔ ان کی رائے میں سرمایہ کاری میں اُتار چڑھاؤ معاشی سرگرمیوں میں تغیرات کا باعث بنتے ہیں ۔ اگر کوئی ملک ترقیاتی منصوبوں پر عمل درآمد کر رہا ہو یا آبادی میں اضافہ سے اشیا کی طلب میں اضافہ ہوچکا ہو یا ایجادات و اختراعات سے سرمایہ کاری کے مواقع روشن ہو چکے ہوں یا کاروباری حالات خوش کن اور پُر امید ہوں تو معیشت میں پھیلاؤ کا دور شروع ہوجائے گا ۔ سرمایہ کاری کی وجہ سے آمدنی میں ضارب کے زیرِ اثر اضافہ ہوتا ہے ۔ جس سے مختتم میلانِ صرف میں کمی اور مختتم میلانِ بچت میں اضافہ ہوجاتا ہے ۔ جسے سرمایہ کاری میں تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ آمدنی اور روزگار کو ایک خاص سطح پر رکھا جا سکے ۔ اگر زائد بچتوں کو سرمایہ کاری میں تبدیل نہ کیا جائے تو قومی آمدنی اور روزگار کی سطح پست ہوجاتی ہے ۔

کینز کے مطابق سرمایہ کاری کا انحصار دو عوامل پر ہوتا ہے ۔ مختتم استعدادِ سرمایہ اور شرح سود پر ۔ مختتم استعدادِ سرمایہ کا انحصار سرمایہ کی قیمتِ رسد اور منافع کی متوقع شرح پر ہوتا ہے ۔ خوشحالی یا گرم بازاری کے دور میں معاشی سرگرمیاں عروج پر ہوتی ہیں قیمتوں میں بلندی کی طرف رجحان ہوتا ہے ۔ اس لیے مختتم استعدادِ سرمایہ شرح سود سے بلند رہتی ہے ۔ اس سے سرمایہ کاری کا عمل جاری رہتا ہے ۔ سرمایہ کاری میں مسلسل اضافہ سے ایک طرف عاملینِ پیدائش کی طلب میں اضافہ کے پیشِ نظر ان کے معاوضوں کی شرح بلند ہوجاتی ہے اور دوسری طرف اشیائے سرمایہ کی رسد میں اضافہ سے ان کی قیمتیں گرجاتی ہیں ۔ اس سے منافع کی متوقع شرح گرجاتی ہے ۔ دوسری طرف زرِ نقد کی ترجیح میں اضافہ سے شرح سود میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے ۔ جس سے سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے ۔ سرمایہ کاری میں کمی ضارب کے زیرِ اثر قومی آمدنی اور روزگار کو پست سطح پر لانے کا موجب بنتی ہے اور کساد کا عمل معیشت پر مسلط ہوجاتا ہے ۔ چونکہ کساد بازاری میں سرمایہ کاری کی سطح پست ہوجاتی ہے اس لیے شرح سود اور مختتم استعدادِ سرمایہ بھی گرجاتی ہے ۔ اگر شکست و ریخت کی وجہ سے بدل کاری کی ضرورت

Marfat.com

محسوس ہونے لگے تو متوقع شرحِ منافع میں اضافہ کا رجحان پیدا ہو جائے گا اور مختتم استعدادِ سرمایہ میں اضافہ ہو جائے گا۔ اگر اس موقع پر شرحِ سود کم ہو تو سرمایہ کاری کی ابتدا سے بحالی کا دور شروع ہو جائے گا۔ کینز کے نظریہ پر تنقید یوں کی گئی ہے کہ یہ سکڑاؤ کے دور کی وضاحت تو کرتا ہے لیکن خوشحالی کے دور کی مکمل وضاحت کرنے سے قاصر ہے۔

جدید نظریہ MODERN THEORY

جدید نظریہ پروفیسر ہکس Hicks کے نام سے منسوب ہے۔ اس سلسلہ میں پروفیسر ہیرڈ Harrod اور پروفیسر ہنسن Hansen کے خیالات اور افکار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہکس کا جدید نظریہ ضارب اور اسراع کے باہمی عمل پر مبنی ہے اور معیشت میں اتار چڑھاؤ ضارب اور اسراع کے اثرات کی بنا پر ہی وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کینز کے مطابق مجموعی طلب صرف اور سرمایہ کاری پر مشتمل ہوتی ہے۔ صرف ایک سادہ اور پائیدار تفاعل ہے۔ جس کی پیش بینی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ صارفین کا طریقِ صرف اور صرفی عادات مستحکم ہوتی ہیں۔ سرمایہ کاری پیچیدہ اور غیر پائیدار تفاعل ہے۔ جس کا انحصار مختتم استعدادِ سرمایہ اور شرحِ سود پر ہوتا ہے۔ کینز خود اختیار سرمایہ کاری کو ضارب کا نفسِ مضمون بتاتا ہے اور ضارب کے عددی سر کا انحصار مختتم میلانِ صرف پر رکھتا ہے۔ ان کی رائے ہیں :-

$$\text{ضارب} = \frac{1}{\text{۱ - مختتم میلانِ صرف}} = \frac{1}{\text{مختتم میلانِ بچت}}$$

اگر مختتم میلانِ صرف ۳/۴ ہو تو ضارب کا عددی سر ۴ کے برابر ہوتا ہے۔ اس صورت میں اگر ۱۰۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی جائے تو قومی آمدنی میں ۴۰۰ کروڑ روپے کا اضافہ ہوتا ہے۔ قومی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ روزگار کی سطح بھی بلند ہوتی ہے۔ اور معیشت میں پھیلاؤ کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ قومی آمدنی میں ۴۰۰ کروڑ روپے کا اضافہ اشیائے صرف کی طلب میں اسی قدر اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ ۴۰۰ کروڑ روپے کی مالیت کی اشیاء اور خدمات پیدا کرنے کے لیے مزید سرمایہ کاری کو ترغیب ملتی ہے۔ ترغیب یافتہ سرمایہ کاری کے حجم کا انحصار مسرع یعنی سرمایہ اور پیداوار کے تناسب Capital Output Ratio پر ہوتا ہے۔ اگر مسرع ۳ ہو تو ۴۰۰ کروڑ روپے کی مالیت کی اشیاء اور خدمات بنانے کے لیے ۱۲۰۰ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ پس ضارب اور اسراع کے باہمی عمل سے معیشت کا پھیلاؤ بامِ عروج تک پہنچ جائے گا۔ اور کامل روزگار کا نقطہ حاصل ہو جائے گا۔ جس سے آگے پیداوار کو بڑھانا ممکن نہیں ہوتا۔ لہٰذا ترغیب یافتہ سرمایہ کاری ناکافی ہونے سے

Marfat.com

معیشت میں سُکڑاؤ کا دور دورہ شروع ہو جائے گا۔ قومی پیداوار کم ہو جائے گی اور ضارب کے اُلٹے اثر سے قومی آمدنی سُکڑنے لگے گی۔ قیمتیں گر جائیں گی۔ منافع کم ہو جائے گا۔ کساد بازاری میں مسرع کی سستی سے معیشت حد سے زیادہ گر کر بالکل تباہ نہیں ہو جاتی۔ چونکہ خود اختیار سرمایہ کاری سے ضارب کے زیر اثر آمدنی بڑھتی ہے۔ لہٰذا مسرع کو بھی اپنا عمل تیز کرنے کا موقع مل جاتا ہے اور معیشت کساد بازاری سے تجدید کے دور میں داخل ہو جاتی ہیں۔ گرم بازاری میں بام عروج کامل روزگار ہے اور مسرع کی سُست روی کساد بازاری کا پست ترین نقطہ ہوتا ہے۔ ہکس کے مطابق خوشحالی اور گرم بازاری کی نسبت کساد بازاری کا دَور شدید ہوتا ہے۔ ان کے مطابق خود اختیار سرمایہ کاری میں اُتار چڑھاؤ صرف جدّت اور اختراعات کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ٹن برجن TINBERGEN سرمایہ کاری میں اُتار چڑھاؤ کی وضاحت کے لیے اصول اسراع کی بجائے شرح منافع سرمایہ کاری میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے کینز کے مختتم استعداد سرمایہ کے تصور کی شمولیت سے جدید نظریہ کو کامل بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح اگر ٹن برجن اور ہنسن کے نظریات کو شامل کر لیا جائے تو ترمیم شدہ جدید نظریہ اس طرح ہوگا۔ مختتم استعداد سرمایہ اور شرح سود خود اختیار سرمایہ کاری کو متعین کریں گی۔ ضارب کو متعین کرنے میں مختتم میلان صَرف بنیادی رول ادا کرے گا اور قومی آمدنی اور روزگار میں پھیلاؤ کا عمل شروع ہوگا۔ ضارب کے زیر اثر قومی آمدنی میں تبدیل کے مطابق مسرع ترغیبی سرمایہ کاری کو متعین کرے گا اور تجارتی چکر کی ابتدار ہو جائے گی۔

تجارتی چکر کا علاج REMEDIAL MEASURES

معاشی استحکام، کامل روزگار کی سطح کا حصول اور قومی پیداوار میں بتدریج اضافہ وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ معیشت میں مناسب حد تک اُتار چڑھاؤ جس سے کامل روزگار کی سطح کا حصول، ملکی وسائل کو مسخر کرنے اور قیمتوں میں استحکام پیدا کیا جا سکے مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ اتار چڑھاؤ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر حکومت معاشی استحکام اور معاشی افزائش کے لیے تجارتی چکروں کے تدارک کے لیے مختلف اقدامات کرنے پر مجبور ہوتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ زری اقدامات یا زری پالیسی Monetary Measures

۲۔ سرکاری آمد و خرچ کی پالیسی یا مالیاتی پالیسی Fiscal Policy

۳۔ اُجرت کی پالیسی Wage Policy

۴۔ قیمت کی پالیسی Price Policy

۵۔ نجی سرمایہ کاری پر کنٹرول Control Over Private Investment

Marfat.com

۶- بین الاقوامی اقدامات

Money Policy

۱- زری اقدامات یا زری پالیسی MONETARY POLICY

اکثر معیشت دانوں کا نقطہ نظریہ ہے کہ تجارتی چکروں کو جنم دینے میں زری اُتار چڑھاؤ اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر زری اُتار چڑھاؤ یعنی افراطِ زر اور تفریطِ زر کو کنٹرول کر لیا جائے۔ تو تجارتی چکروں کا خود بخود انسداد ہو جاتا ہے۔ افراطِ زر اور تفریطِ زر کے انسداد کے لیے مرکزی بنک جو زری اقدامات کرتا ہے۔ انہیں مالیاتی پالیسی کا نام دیا جاتا ہے۔ افراطِ زر میں شرح بنک کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ قلیل مدت اور طویل مدت کے قرضوں کی شرح سود اور امانتوں پر ادا ہونے والے سود کی شرح میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ شرح بنک سے مراد وہ شرح سود ہوتی ہے۔ جس پر مرکزی بنک بنکوں کو ان کی پیش کردہ ہنڈیوں پر دوبارہ بٹہ لگا کر قرض دیتا ہے۔ شرح سود میں اضافہ سے غیر ترقیاتی قرضوں کی طلب کم ہو جاتی ہے اور امانتوں پر سود کی شرح میں اضافہ سے بچتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے اعتباری زر کی تخلیق بھی کم ہوتی ہے اور بچتوں میں اضافہ سے گردشِ زر بھی کم ہو جاتی ہے۔ جو بالآخر افراطِ زر کو کنٹرول کرنے کا باعث بنتی ہے۔ افراطِ زر میں مہنگے زر کی پالیسی Dear Money Policy اختیار کی جاتی ہے۔ جب کہ تفریطِ زر میں زر کی مقدار اور گردشِ زر بڑھانے کے لیے سستے زر کی پالیسی Cheap MoneyPolicy اختیار کی جاتی ہے۔ تفریطِ زر میں شرح بنک میں کمی کر دی جاتی ہے۔ جس سے شرح سود میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے اور قرضوں کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ زری اُتار چڑھاؤ کے انسداد کے لیے شرح بنک کی پالیسی کے ساتھ ساتھ کھلے بازار کے عمل Open Market Operation کے تحت سرکاری تمسکات کی فروخت بھی کی جاتی ہے۔ ان تمسکات پر حاصل ہونے والے منافع کی شرح بچتوں پر ملنے والے سود کی شرح سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے عوام اپنے بنکوں سے رقوم نکال کر تمسکات خرید لیتے ہیں۔ اس سے بنکوں کی تخلیقِ زر کی قوت بھی محدود ہوتی ہے اور گردشِ زر بھی کم ہو جاتی ہے۔ اگر افراطِ زر کو کنٹرول کرنے اور تجارتی بنکوں کی اعتبارِ زر تخلیق کرنے کی قوت پر کنٹرول نہ کیا جا سکے تو مرکزی بنک قرضوں کی راشن بندی کے ساتھ ساتھ زرِ محفوظ کی حد بڑھا دیتا ہے۔ تناسب محفوظ میں تبدیلی، اخلاقی ترغیبات، براہِ راست اقدامات اور نشر و اشاعت کے ذریعہ زری اُتار چڑھاؤ کے دائرہ اثر کو محدود کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۱۹۳۰ء کے عالمی بحران میں زری پالیسی کو بطور آلہ استعمال کیا گیا اور اس کے کچھ مثبت اثرات بھی برآمد ہوئے لیکن تنہا زری پالیسی سے تجارتی چکروں کا انسداد مشکل ہوتا ہے۔ گو بہت سی حکومتوں نے سستے قرضوں کی پالیسی پر عمل درآمد کرتے ہوئے مقدارِ زر میں اضافہ کیا، لیکن

Marfat.com

رجائیت کی عدم موجودگی میں قرضوں کی طلب پیدا نہ ہو سکی۔ درحقیقت زری اقدامات افراطِ زر میں تو مثبت نتائج برآمد کرتے ہیں۔ یعنی مالیاتی پالیسی افراطِ زر میں تو موثر ثابت ہوتی ہے لیکن بحران میں سُکڑاؤ یا کساد بازاری کو موثر طور پر ختم کرنا ان کے بس کا روگ نہیں۔ اسی لیے زری پالیسی کے ساتھ مالیاتی پالیسی پر عملدرآمد کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

۱۔ مالیاتی پالیسی یا سرکاری آمد و خرچ کی پالیسی FISCAL POLICY

کینز کی رائے میں بچت اور سرمایہ کاری میں تفاوت تجارتی چکروں کو جنم دیتا ہے۔ اگر نجی شعبہ اس تفاوت کو دُور نہ کر سکے تو حکومت کو یہ تفاوت دُور کرنے کے لیے سرمایہ کاری میں کمی بیشی کرنی چاہیئے۔ بحران کے دورانِ حکومت کو ٹیکسوں کی شرح میں کمی کر کے لوگوں کی قوتِ خرید بڑھانا چاہیئے۔ آجرین کو سرمایہ کاری کی ترغیب کے لیے ٹیکسوں میں چھوٹ اور دیگر مراعات مثبت نتائج برآمد کرتے ہیں۔ ٹیکسوں کی شرح میں رد و بدل سے نجی سرمایہ کاری اور صرفِ دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ حکومت کو انتقالی ادائیگیوں میں اضافہ کے ذریعے لوگوں کی قوتِ خرید میں اضافہ کرنا چاہیئے یعنی ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن اور وظائف میں اضافہ کرنا چاہیئے۔

معاشی بحران کے انسداد کے لیے متخالف دوری مثلاً فیاضانہ اقدامات Counter Cyclical Compensatory Programmes بہت حوصلہ افزا نتائج پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً کساد بازاری میں بیروزگاری کی وجہ سے محنت کار کم اجرتوں پر کام کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اگر حکومت رفاہِ عامہ کے منصوبوں مثلاً سڑکوں اور ریلوں کی مرمت سرکاری عمارات میں سفیدی کرانا اور پلوں پر روغن کرنا وغیرہ پر عمل درآمد کرے تو بہت سے لوگوں کو روزگار ملے گا۔ جس سے ان کی قوتِ خرید بڑھے گی اور اشیائے صرف کی طلب پیدا ہو گی جو بالآخر سُکڑاؤ کے دَور کے سمٹنے اور بحالی کے دور کی ابتداء کا باعث بنے گا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ترقیاتی رفاہی منصوبے پہلے سے تیار ہوں تاکہ جونہی بحرانی حالات نمودار ہوں۔ ان پر عملدرآمد شروع ہو جائے۔ یہ منصوبے جاذبِ محنت ہوں اور انہیں قلیل مدت میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہو۔ ان منصوبوں کو مالیات فراہم کرنے کے لیے خوشحالی کے دور میں فاضل بجٹ بنایا جائے۔ یعنی کساد بازاری میں خسارہ کا بجٹ اور خوشحالی کے دور میں فاضل بجٹ بنایا جانا چاہیئے۔ محنت میں نقل پذیری پائی جائے اور خام مال کی قیمتوں میں استحکام برقرار رکھا جائے تاکہ نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی نہ ہو۔

خوشحالی کے دَور میں جب کہ افراطِ زر کا دور دورہ بھی ہوتا ہے۔ حکومت کو سرکاری قرضوں کے اجراء سے عوام کی قوتِ خرید کو ایک حد کے اندر رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کساد بازاری میں

Marfat.com

قرضے واپس کر دینے چاہیئے تاکہ عوام کی قوتِ خرید میں اضافہ ہو۔

۳۔ اجرت کی پالیسی WAGE POLICY

اگر اجرتوں میں غیر ترمیم پذیری Rigidity پائی جائے تو خوشحالی کے دور میں معیشت کا پھیلاؤ قیمتوں اور منافع میں اضافہ کی وجہ سے سرمایہ کاری کی بنا پر بے قابو ہو جاتا ہے اور کساد بازاری میں سُکڑاؤ میں بھی شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا تجارتی چکروں کے تدارک کے لیے اجرتوں میں ترمیم پذیری Flexibility بہت ضروری ہے۔ اُجرت ایک طرف مصارفِ پیدائش کا جزو ہے اور دوسری جانب اشیاء اور خدمات کی خریداری کے لیے قوتِ خرید فراہم کرتی ہے۔ گرم بازاری میں اجرتوں میں اضافہ منافع اور پھیلاؤ کو ایک حد سے تجاوز کرنے سے روکتا ہے۔ جب کہ کساد بازاری میں اجرتوں میں کمی سے مصارفِ پیدائش اور قیمت میں توازن پیدا ہوتا ہے اور منافع کے بڑھنے سے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ پھیلاؤ کو روکنے کے لیے اُجرتوں میں کمی کی بجائے انہیں برقرار رکھا جائے یا ان میں بتدریج اضافہ کیا جائے تو اس سے مجموعی طور پر قوتِ خرید میں اضافہ منڈی کی وسعت کا باعث بنے گا۔ اس سے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ پیداوار میں اضافہ ہوگا اور روزگار کے مواقع بھی پیدا ہوں گے اور سُکڑاؤ کا دور بحالی کے دور کی ابتداء کا موجب بنے گا۔ پیداوار میں اضافہ قیمتوں میں اضافے کا باعث بھی نہیں بنے گا اور منافع کی شرح بھی برقرار رکھی جا سکے گی۔ اجرتوں میں اضافہ کے اخراجات کی کفالت کے لیے دفینے اور بنکوں کے قرضے استعمال ہو سکتے ہیں۔

۴۔ قیمت کی پالیسی PRICE POLICY

پھیلاؤ کے دور میں قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔ جو عوام کے لیے بالعموم اور معین آمدنی رکھنے والے طبقے کے لیے بالخصوص پریشانی کا باعث بنتی ہیں۔ اگر حکومت قیمتوں پر کنٹرول کر دے تو قیمتوں کو ایک حد کے اندر رکھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ قیمتوں پر کنٹرول قلیل عرصہ کے لیے ہونا چاہیئے ورنہ اشیاء کی چور بازاری شروع ہو جائے گی۔ گرم بازاری کے دوران قیمتوں پر کنٹرول کے ساتھ ضروری اشیاء کی راشن بندی بھی کی جا سکتی ہے۔ سرد بازاری کے دور میں حکومت کو امدادی قیمت کی پالیسی Price Support Policy پر عمل کرتے ہوئے آجرین کو ان کی پیدا کردہ اشیاء کی ایسی قیمت کی ضمانت دینی چاہیئے۔ جس سے ان کے منافع اور قوتِ خرید میں کمی نہ آئے۔ امدادی قیمت سے قابلِ صرف شخصی آمدنی کو ایک خاص سطح پر رکھا جا سکتا ہے۔ پاکستان میں عموماً حکومت زرعی اشیاء کی امدادی قیمت مقرر کر کے کاشتکاروں کی مالی حالت کو مستحکم رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔

Marfat.com

CONTROL OVER PRIVATE INVESTMENT

۵۔ نجی سرمایہ کاری پر کنٹرول

اگر حکومت نجی سرمایہ کاری پر براہِ راست یا بالواسطہ اقدامات سے کنٹرول کرلے تو معاشی ناہمواریوں کو بہت حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں نجی سرمایہ کاری کو سرکاری تحویل میں لینے سے مستقبل کی سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوگی اور قومی دولت سکڑ جائے گی۔ اس ضمن میں نجی سرمایہ کا بیرونِ ملک فرار روکنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ حکومت کو منصوبہ بندی، مالی اور مالیاتی پالیسیوں کے ذریعے نجی سرمایہ کاری پر کنٹرول کرنا چاہیئے تاکہ قومی پیداوار اور روزگار کی سطح کو بلند کرنے میں مدد مل سکے۔

۶۔ بین الاقوامی اقدامات

آج کل دنیا کے تمام ممالک معاشی اکائی کی جانب راغب ہیں۔ اسی لیے ۔ ۱۹۳۰ء کے عالمی بحران نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس لیے عالمی سطح پر تعاون کے بغیر تجارتی چکروں کا انسداد ناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف ممالک کے درمیان شرحِ مبادلہ میں استحکام ہونا چاہیئے۔ ترقی یافتہ ممالک پسماندہ ممالک کی اقتصادی ترقی کے لیے آسان شرائط پر قرضے دیں۔ توازنِ ادائیگی کی ناہمواریوں کو ختم کرنے کے لیے عالمی سطح پر تجارتی تعلقات میں توازن پیدا کیا جائے۔ بین الاقوامی تجارت پر پابندیاں ختم کی جائیں۔ اس سلسلہ میں عالمی بنک، عالمی مالی فنڈ (IMF) گاٹ GATT کی کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

باب ۲۳

زر

بقول مارشل "زر وہ مرکز ہے جس کے گرد علمِ معاشیات گھومتا ہے" آئیے ہم زر کی ابتدا اور تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کا صحیح مفہوم اس کے فرائض اور اس کی افادیت معلوم کریں۔

تبادلہ اشیأ کے طریقے: جیسا کہ اس کتاب کے باب اوّل میں واضح کیا گیا ہے انسان کی معاشی جدوجہد کی ترقی کے ادوار میں اشیأ کا تبادلہ ضروری ہو گیا۔ تاکہ انسان اپنی ضرورتوں کو تسکین پہنچا سکے۔ اشیأ کا تبادلہ دو طریقوں سے کیا جا سکتا ہے۔ اوّل ( ) بارٹر کا نظام جس میں براہِ راست ایک شے کے بدلے دوسری شے کا تبادلہ کیا جائے۔ مثلاً گندم کی بجائے کپڑے کا تبادلہ کر لیا جائے۔ دوم زر کی وساطت سے یعنی پہلے شے کے بدلے میں زر حاصل کیا جائے۔ اور پھر زر کے ذریعے مطلوبہ شے حاصل کی جائے۔ اسے خرید و فروخت کا ذریعہ کہا جا سکتا ہے کیونکہ زر آلۂ مبادلہ کی حیثیت سے اشیأ کے تبادلہ میں مدد دیتا ہے۔

اشیأ کے بدلے اشیأ حاصل کرنے میں بہت سی دشواریاں حائل تھیں اوّل یہ کہ اگر آپ کوئی شے "الف" دے کر شے "ب" حاصل کرنا چاہتے ہیں تو جس شخص کے پاس شے "ب" موجود ہے اسے شے "الف" کی ضرورت لازمی طور پر ہونی چاہیئے اگر اسے شے "الف" کی ضرورت نہ ہو تو اشیأ کا تبادلہ نہ ہو سکے گا اور آپ کو شے "ب" حاصل کرنے کے لیے بڑی تگ و دو کرنا پڑے گی اور غالباً کئی تبادلوں کے بعد آپ شے "ب" کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں گے دوم یہ کہ اشیأ کا باہم تبادلہ کا کوئی مشترک معیارِ قدر نہیں ہوتا اور بھاؤ یا لین دین کی نسبت کا مقرر کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

سوم یہ کہ بعض اشیأ تقسیم پذیر نہیں مثلاً اگر کسی کے پاس گھڑیاں ہیں اور وہ ایک پیالی چائے حاصل کرنا چاہے تو کیونکر گھڑی کے ٹکڑے کر کے دے۔

چہارم یہ کہ آڑے وقت کے لیے بچا کر رکھنا مشکل ہے کیونکہ اشیأ کی صورت میں بچا کر رکھنے کے لیے بہت وسیع جگہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں بعض اشیأ جلد خراب ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

پنجم یہ کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے وقت تمام اشیاء کو لے جانا بہت دشوار ہوتا ہے۔

ششم یہ کہ مستقبل کی ادائیگیوں میں بہت دشواری کا سامنا ہوتا تھا مثلاً اگر کوئی شے ایسے وقت ادھار دی جائے جب اس کی شدید قلت ہو اور ایسے وقت ادھار واپس کیا جائے جب اس کی بہتات ہو تو بہ لحاظ تبادلۂ قدر قرض خواہ نقصان میں رہا اور مقروض فائدے میں

دراصل اشیاء کے بدلے اشیاء کا براہِ راست تبادلہ انسان کے روئے زمین پر ابتدائی زمانے میں تو ممکن تھا کیونکہ اس وقت احتیاجات محدود تھیں۔ دائرۂ تبادلہ بھی بہت محدود تھا اور معاشرہ بہت پسماندہ تھا مگر موجودہ زمانے میں جب کہ ہزار ہا اقسام کی اشیاء و خدمات تیار ہوتی ہیں اور ذرائع رسل و رسائل کی ترقی کے باعث دائرہ تبادلہ اسقدر وسیع ہوگیا ہے اشیاء کے بدلے اشیاء کا تبادلہ انسانوں کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتا۔

براہِ راست تبادلۂ اشیاء کی قباحتوں کے پیشِ نظر انسانی ذہن کسی ایسے طریقے کا متلاشی رہا جس کے ذریعے یہ تمام دقتیں دور ہو سکیں اور بالآخر انسان نے یہ معلوم کر لیا کہ اگر کسی ایک شے کو آلۂ تبادلہ مقرر کر لیا جائے تو یہ تمام دقتیں دور ہو سکتی ہیں کیونکہ دیگر تمام اشیاء کا تبادلہ اس مقرر کردہ شے کے ذریعے کیا جائے گا اور وہ شے تمام اشیاء کی قدروں کا معیار بھی بن جائے گی اور ہر شخص اسے لین دین میں قبول کرے گا۔ کیونکہ اسے یقین ہوگا کہ دوسرے لوگ بھی اسے ہر لین دین میں قبول کریں گے۔ اس مقرر کردہ شے کے لیے آج کل جو مختصر نام استعمال کیا جاتا ہے وہ "زر" ہے۔

زر کا ارتقاء: مختلف علاقوں اور مختلف وقتوں میں کئی اشیاء زر کے طور پر استعمال ہوئیں۔ ان میں تیر کمان، کوڑیاں، سیپیاں، جانوروں کی کھالیں، مویشی، زرعی اجناس اور دھاتیں شامل ہیں۔ لیکن ان میں بعض غیر پائیدار تھیں۔ بعض بہت جگہ گھیرتی تھیں بعض تقسیم نہ کی جا سکتی تھیں۔ بعض میں یکسانیت موجود نہ تھی اور بعض کی شناخت ممکن نہ تھی یا اس قسم کی کوئی اور خامی تھی۔ اس لیے جب سونا اور چاندی زر کے طور پر استعمال ہوئے تو زر بہت مقبول ہوا، پھر اسے سکے کی شکل میں ڈھالا گیا اور زر کے ارتقاء میں اگلا قدم کاغذی زر کا استعمال ہے اور آجکل تو زرِ اعتبار بھی کاغذی زر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح زر مختلف شکلوں میں استعمال ہوتا ہوا موجودہ شکل تک پہنچا۔

زر کی تعریف: جہاں تک زر کی ایک صحیح اور جامع تعریف بیان کرنے کا تعلق ہے

Marfat.com

یہ بہت دشوار ہے کیونکہ اس سلسلہ میں کئی تعریفیں پیش کی گئی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کسی خاص نقطۂ نظر کی وضاحت کرتی ہے۔

۱۔ ایک تعریف تو یہ کی جاتی ہے کہ "زر وہ ہے جو زر کے فرائض انجام دے" یہ تعریف ہے تو بالکل درست لیکن یہ صفاتی تعریف ہے۔ اس میں زر کے فرائض پر زور دیا گیا ہے۔ اس میں نہ تو یہ بتایا گیا کہ "زر" کو کونسے فرائض سرانجام دینے چاہئیں اور نہ یہ بتایا گیا کہ زر کس چیز کا بنا ہوتا ہے۔ یا کونسی شکل اختیار کرتا ہے۔ اس تعریف کو وضاحت کے ساتھ اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ "زر وہ شے ہے جو آلۂ مبادلہ آلۂ پیمائش قدر، ذخیرۂ قدر اور ادائیگیوں کے معیار کے طور پر کام کرے"

۲۔ زر کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "زر وہ ہے جو آلۂ تبادلہ کی حیثیت سے کام کرے۔" یہ تعریف بہت وسیع ہے کیونکہ اس میں آلاتِ اعتبار یعنی چیک ڈرافٹ، ہنڈیاں وغیرہ کو بھی زر کے زمرے میں شامل کر لیا گیا ہے آلاتِ اعتبار آلۂ تبادلہ کے طور پر کام ضرور کرتے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک میں انکا استعمال بھی بکثرت ہوتا ہے۔ مگر ترقی پذیر ممالک یا پسماندہ ممالک میں ابھی تک انہیں عام قبولیت حاصل نہیں۔ لہٰذا ان کو زر میں شامل کرنا مناسب نہیں۔

۳۔ زر کی تعریف یوں بھی بیان کی گئی ہے "ایسی شے جو آلۂ تبادلہ کے طور پر استعمال ہو اور جسے قرضوں کی ادائی کے لیے قانونی طور پر قبول کرنا پڑے۔" زر کی یہ تعریف ہر لحاظ سے جامع نظر آتی ہے۔ کیونکہ اس میں جو اصول بتایا گیا ہے اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ہنڈیاں اور چیک جن کا قبول کرنا قانونی لحاظ سے ہر شخص کے لیے لازمی نہیں زر کے زمرہ میں شامل نہیں ہوں گی۔

زر کے فرائض

زر کے اہم فرائض مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ **آلۂ مبادلہ** : (A Medium of Exchange)

براہِ راست اشیاء کا اشیاء سے تبادلہ کرنے میں بہت سی دشواریاں تھیں جن میں سب سے بڑی یہ تھی کہ تبادلہ کرنے والے دونوں فریقین کے درمیان ایک دوسرے کی ضرورت کی اشیاء کا موجود ہونا اور ان کے تبادلہ کے لیے تیار ہونا بہت ضروری تھا اور اس مقصد کے لیے بعض اوقات تبادلہ میں بڑی جدوجہد کرنا پڑتی تھی۔ مگر زر کی

Marfat.com

موجودگی میں یہ پریشانی نہیں اٹھانی پڑتی زر کے عوض اپنی اشیأ فروخت کردی جاتی ہیں اور زر کے ذریعہ اپنی ضروریات کی اشیا خریدلی جاتی ہیں۔ اس طرح ہر شے کا تبادلہ پہلے زر سے کیا جاتا ہے در پھر اپنی مرضی سے زر کا تبادلہ اشیائے ضروریات سے کر یا جاتا ہے۔

۲۔ مشترک معیار قدر

(A common Measure of Value)

براہِ راست تبادلہ اشیا میں ایک یہ خامی تھی کہ اشیأ کی قدروں کی پیمائش کا کوئی معیار نہ تھا۔ اشیأ کے لین دین کی نسبت پر تکرار ہوتی تھی۔ قدر کا کوئی معیار نہ ہونے کے باعث کسی شے کی قدر کا ناپنا آسان نہ تھا۔ اور نہ کوئی شرح تبادلہ مقرر ہوسکتی تھی اور اگر ایسی کوئی کوشش کی بھی جاتی تو ہر شے کی قدر شرح تبادلہ دوسری تمام اشیا کی صورت میں مقرر کی جاتی جس کا یاد رکھنا تقریباً ناممکن ہوتا کیونکہ اگر صرف ایک سو اشیأ ہوں اور شرح مبادلہ براہِ راست تبادلہ اشیا ر کے تحت مقرر کی جائیں تو 4949 شرحیں یا (Ratios) یاد رکھنا پڑیں گے۔ زر نے اس سلسلے میں بہت آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ اب ہر شے کی شرح مبادلہ یا قدر صرف بطور زر مقرر کی ہوئی شے کی صورت میں معلوم کرنا ہوگی اور تمام لین دین بہ آسانی کیے جاسکیں گے علاوہ ازیں سو اشیأ کے لیے صرف ننانوے " شرح مبادلہ " ہی یاد رکھنے کی ضرورت ہوگی اور تمام اشیا کی قدروں کا ایک اور سکہ کے بدلے میں پتہ چل جائے گا۔

۳۔ ذخیرۂ قدر (A Store of Value)

براہِ راست مبادلہ اشیأ کے تحت یہ دقت بھی ہوتی تھی کہ دولت جمع کرنے کے لیے یا برے وقت کے لیے بچا کر رکھنے کے لیے تمام اشیأ کا ذخیرہ کرنا بہت دشوار طلب تھا جبکہ ان میں سے کچھ چیزیں جلد ضائع ہو جانے والی ہوں اور کچھ کی قدروں کے بہت کم ہونے کا اندیشہ ہو۔ زر کی موجودگی میں یہ مشکل آسان ہوگئی۔ اب تمام اشیأ ذخیرہ کرنے کے بجائے صرف ایک شے کا جسے زر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ذخیرہ کر لیا جائے تو بوقتِ ضرورت ہر شے اس کے بدلے حاصل کی جاسکتی ہے، اور سکوں اور نوٹوں کی شکل میں تو اس کا ذخیرہ کرنا اور بھی آسان ہو جاتا ہے اور ایسے زر کو بآسانی بنک میں جمع کر کے اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے اور وقت پڑنے پر بنکوں سے نکلوایا بھی جاسکتا ہے۔

۴۔ آئندہ ادائیگیوں کا پیمانہ

(A Standard of Deferred Payments.)

کاروبار میں قرض بھی لینا پڑتا ہے اور دینا بھی۔ اگر آئندہ کی ادائیگیوں کا کوئی

Marfat.com

معیار نہ ہو تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ آئندہ کی ادائیگیوں کی قدر اس وقت دی ہوئی قدر کی نسبت کم ہو گی یا زیادہ ہو گی۔ زر کی موجودگی میں آئندہ کی ادائیگیوں کے لیے بھی ایک معیار ہوتا ہے جسے ہر لین دین میں استعمال کیا جاتا ہے۔ زر کی قدر دوسری اشیا کی نسبت زیادہ مستحکم ہوتی ہے۔ اور اگرچہ یہ درست ہے کہ زر کی قدر خود بہت کم یا بہت زیادہ ہو سکتی ہے لیکن تب بھی گل سڑ جانے والی اشیا کو معیار بنا کر لینے دینے سے یہ بہتر ہے کہ زر کو آئندہ ادائیگیوں کا معیار بنا لیا جائے۔

عمدہ زر کے اوصاف

کسی شے کو بھی زر قرار دیا جا سکتا ہے اگر سب لوگ اس شے کو لین دین میں قبول کرنے لگیں اور اسے آلۂ مبادلہ اور معیار قدر مان لیں تو وہ شے زر کہلا سکتی ہے لیکن ہر شے عمدہ زر کے فرائض احسن طریقہ پر سرانجام نہیں دے سکتی کیونکہ ہر شے میں وہ سارے اوصاف موجود نہیں ہوتے جو ایک عمدہ زر کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔ عمدہ زر کے طور پر اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے پورا کرنے کے لیے ایک شے میں مندرجہ ذیل اوصاف موجود ہونے چاہئیں۔ جتنے زیادہ یہ اوصاف کسی شے میں پائے جائیں گے۔ اتنا ہی زر کے طور پر وہ کامیاب رہے گی۔

۱۔ افادیت یا قبول عامہ۔ اس شے کو عوام میں عام مقبولیت ہونی چاہیے اگر یہ اس شے کی اپنی ذاتی صفات یا افادیت کی وجہ سے ہو تو بہت اچھا ہے ورنہ قانونی تحفظ دے کر اس میں مقبولیت پیدا کی جاتی ہے۔ سونے اور چاندی میں قبولیتِ عامہ بدرجۂ اتم موجود ہے کیونکہ ان کی طلب بین الاقوامی ہے اور ان کی ذاتی صفات کی وجہ سے انہیں قبول کرنے میں کسی کو کوئی تامل نہیں ہوتا۔

۲۔ پائیداری۔ وہ شے جس قدر زیادہ پائیدار ہو گی اس میں اچھا زر بننے کی صلاحیت بھی موجود ہو گی۔ مثلاً سبزیاں اور پھل یا پٹرول جلد ضائع ہو جانے والی اشیاء ہیں جبکہ سونا اور چاندی پائیدار ہیں۔

۳۔ انتقال پذیری۔ اس شے میں کم حجم میں زیادہ قدر ہونی چاہیے۔ تاکہ زر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے میں آسانی بھی ہو اور خرچ بھی کم ہو۔ مثلاً سونا چاندی

زر کے فرائض انگریزی زبان کے ایک شعر میں بہت خوبی سے بجا دیئے گئے ہیں:

"Money is a matter of functions four,
A <u>medium</u>, a <u>measure</u>, a <u>standard</u>, a <u>store</u>."

Marfat.com

یا کاغذ زر کے لیے موزوں اشیأ ہیں۔ جبکہ اینٹیں اور پتھر زر کے لیے غیر موزوں اور ناقص اشیأ ہیں۔

۴۔ **یکسانیت۔** عمدہ زر کے لیے ضروری ہے کہ اس کی تمام اکائیاں ہر لحاظ سے یکساں اور برابر ہوں اور اگر ایک اکائی سے دوسری اکائی کو بدل دیا جائے تو سرِ مو کوئی فرق نہ ہو۔ مثلاً دھاتی سکے یا نوٹ۔

۵۔ **تقسیم پذیری۔** عمدہ زر میں یہ خوبی بھی ہونی چاہیئے کہ اس کے ٹکڑے کرنے سے مجموعی طور پر ان کی قدر میں کمی نہ ہو۔ مثلاً اگر ہیرے موتیوں کو زر بنا دیا جائے تو ان کے ٹکڑے کرنے پر ان کی قدر بہت کم رہ جائے گی جبکہ سونا چاندی ٹکڑے کر کے بھی مجموعی طور پر اتنی ہی قدر رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس شے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کم مالیت کی اشیأ خریدنے کے لیے استعمال کیے جا سکیں۔

۶۔ **تشکیل پذیری۔** عمدہ زر کے واسطے جو شے استعمال کی جائے وہ نہ تو اتنی نرم ہو کہ اس پر کوئی نقش نہ لگایا جا سکے مثلاً رقیق اشیأ پٹرول وغیرہ اور نہ ہی اتنی سخت ہونی چاہیئے کہ اس پر کوئی نقش نہ لگایا جا سکے، یا اس کی اکائیاں یکساں نہ بنائی جا سکیں۔

۷۔ **شناخت پذیری۔** عمدہ زر کے لیے شے میں یہ وصف بھی ہونا چاہیئے کہ ہر شخص اس کو بآسانی پہچان سکے مثلاً سونے چاندی کو اس کے خصوصی رنگ، وزن اور آواز سے پہچانا جا سکتا ہے جبکہ موشیوں میں پہچان مشکل ہے۔

۸۔ **استحکامِ قدر۔** زر کے طور پر استعمال ہونے والی شے میں اپنا ذاتی وصف یہ بھی ہونا چاہیئے کہ اس کی قدر مستحکم ہو۔ ہر روز نہ بدلتی رہتی ہو، ایسی اشیأ جن کی پیداوار یا رسد طلب کے مقابلہ میں نہ زیادہ بڑھتی ہو نہ کم ہوتی ہو مستحکم قدر رکھتی ہیں اور اس بنیاد پر عمدہ زر بننے کی بہتر صلاحیت کی حامل ہیں۔ مثلاً سونا چاندی اس لحاظ سے بھی زر کے لیے بہت عمدہ اشیأ ہیں۔

مندرجہ بالا اوصافِ زر قیمتی دھاتوں خصوصاً سونے اور چاندی میں مقابلتاً زیادہ موجود ہیں۔ کاغذی زر میں بھی ان صفات میں سے زیادہ تر موجود ہیں اور چند خوبیاں ذاتی طور پر کاغذی زر میں نہیں پائی جاتیں مگر حکومت کی طرف سے کاغذی زر کو ان خوبیوں کا حامل بنا دیا گیا ہے۔ مثلاً کاغذی زر میں قبولیتِ عامہ پیدا کرنے کے لیے پرانے نوٹوں کو نئے نوٹوں سے تبدیل کرنے کی سہولتیں دیدیں۔ تقسیم پذیری پیدا کرنے کے لیے ریز گاری کا سلسلہ شروع کر دیا۔

Marfat.com

کم مالیت کی اشیا خریدنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ قدر میں استحکام پیدا کرنے کے لیے ملک کے مرکزی بنک کو ایسی پالیسیاں بنانے کا اختیار دیدیا کہ ملک میں افراطِ زر اور تفریطِ زر کو قابو میں رکھا جاسکے۔

اقسامِ زر

زر کی اقسام مختلف زاویوں سے بیان کی جاسکتی ہیں سب سے پہلے ہم زر کو دھاتی، کاغذی اور اعتباری زر میں تقسیم کر سکتے ہیں:

۱۔ دھاتی زر۔ (Metallic money) ایسا زر جو کسی دھات مثلاً سونا، چاندی، تانبا وغیرہ سے تیار کیا گیا ہو عام طور پر یہ سکوں (Coins) کی شکل میں جاری کیا جاتا ہے۔ سکوں کو مزید دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (الف) معیاری سکے یا مساوی القیمت سکے Standard coins or full-bodied coins یعنی ایسے سکے جن کی ظاہری قیمت اپنی دھاتی قیمت کے برابر ہو یعنی انہیں پگھلا کر دھات کے طور پر بیچا جائے تو وہی قیمت ملے جو زر کی حیثیت سے تسلیم کرنا پڑتی ہے۔ (ب) علامتی سکے TOKEN coins or Fiat coins یعنی ایسے سکے جن کی ظاہری قیمت (قانونی قیمت) اپنی دھات کی قیمت کے برابر نہ ہو اگر انہیں پگھلایا جائے تو ان کی دھات کی مالیت ان پر درج شدہ ظاہری مالیت سے کم ہوگی۔ مثلاً ریزگاری۔

۲۔ زرِ کاغذی۔ (Paper Money) اس سے مراد حکومت یا مرکزی بنک کے جاری شدہ کاغذ سے بنے ہوئے نوٹ ہیں جو زرِ قانونی ہوتے ہیں اور ملک میں عام گردش میں ہوتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) بدل پذیر زرِ کاغذی Convertible or Redeemable Paper Money اس سے مراد ایسا زرِ کاغذی ہے جو ملک کے معیاری یا مستند دھاتی زر کے عوض تبدیل کرایا جاسکے۔ مثلاً پاکستان میں ''ایک'' یا ''دو'' روپے کی مالیت کے نوٹ ان پر بینک دولتِ پاکستان کی طرف سے یہ عبارت لکھی ہوتی ہے: ''حامل ہذا کو مطالبہ پر درج شدہ مالیت ادا کی جائے گی''۔ یعنی اگر کوئی شخص ان نوٹوں کے بدلے درج شدہ مالیت کے سکے حاصل کرنا چاہے تو مرکزی بینک سے حاصل کر سکتا ہے۔

اگر ملک میں سونے یا چاندی کے سکے گردش کرتے ہوں اور نوٹ جاری کرتے ہوئے ان نوٹوں کی مالیت کے سو فیصد کے برابر سونا اور چاندی زرِ محفوظ (Reserve) کے طور پر رکھا جائے تو ایسی صورت میں اسے ''نمائندہ زرِ کاغذی''

Marfat.com

(Representative Paper Money) کا نام دیا جاتا ہے۔

(ب) غیر بدل پذیر زر کاغذی۔ (Inconvertible or irredeemable Paper Money) اس سے مُراد ایسے نوٹ ہیں جن کو معیاری یا مستند سکوں میں تبدیل کرنے کی کوئی ذمّہ داری حکومت یا جاری کردہ بینک کی جانب سے نہیں لی جاتی لیکن اس کے باوجود وہ زرِ قانونی ہونے کی حیثیت سے استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً پاکستان میں ایک روپے کا نوٹ جو حکومت جاری کرتی ہے۔ غیر بدل پذیر زر کاغذی ہے اور اس پر حکومت کی طرف سے کوئی اقرار نامہ درج نہیں لیکن یہ عام مستعمل ہے کبھی کبھی ایسے زر کاغذی کے لیے (Fiat Money) کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔

۳۔ زرِ بینک یا زرِ اعتباری۔ (Bank Money or Credit Money) اس سے مُراد بنکوں کی طلبی امانتوں کے چیک یا بنک ڈرافٹ یا بنک ہنڈی ہیں۔ اس زر کو زرِ قانونی کی حیثیت حاصل نہیں ہوتی مگر لوگوں کے اعتماد کے باعث استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک میں زرِ اعتباری کا استعمال بہت عام ہے کبھی کبھی اس قسم کے زر کے لیے "غیر قانونی زر" یا "اختیاری زر" کی اصطلاحات بھی استعمال کر لی جاتی ہیں۔

۴۔ حسابی زر۔ (Money of Account)

اس سے مُراد ایسی زری اکائی ہے جو ملک کے تمام لین دین اور حساب کتاب میں استعمال کی جاتی ہو۔ ملک میں جاری شدہ نوٹ، سکے، ریزگاری یا کرنسی اس زری اکائی کے تعلق سے ہی اپنی مالیت برقرار رکھتی ہیں۔ مثلاً پاکستان میں ایک روپیہ حسابی زر ہے باقی ہر مالیت کے نوٹ یا سکے یا تو اس سے پانچ دس یا سو گنا ہیں یا ایک روپیہ کی مالیت کی کسر ہیں جیسے دس پیسہ ۱/۱۰ روپیہ ہے۔ پچاس پیسہ ۱/۲ روپیہ ہے۔ اسی طرح امریکہ میں ڈالر، فرانس میں فرانک اور برطانیہ میں پونڈ سٹرلنگ تمام حسابی زر ہیں۔

حسابی زر کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور کرنسی کے طور پر ملک میں گردش کرے۔ یہ ممکن ہے کہ جس اکائی میں حساب کتاب ہوتا ہو اس مالیت کا کوئی نوٹ یا سکہ گردش میں نہ ہو۔ لیکن اگر اسے حساب کتاب اور اشیا کی قیمتوں وغیرہ میں استعمال کریں تو وہ "حسابی زر" کہلائے گا۔

Marfat.com

مثلاً برطانیہ میں GUINEA گنی ایک سکہ تھا جو گردش میں رہنے کے باوجود ایک عرصہ تک حساب کتاب میں استعمال کیا جاتا رہا اور قیمتیں تک بھی گنیوں کی شکل میں مقرر کی جاتی رہیں۔ ایسے زر کو حسابی زر کہا جاتا ہے۔

زر کی تقسیم اس لحاظ سے بھی کی جاسکتی ہے کہ تمام زر ہمیشہ زرِ قانونی (Legal Tender) ہوتا ہے یعنی لین دین اور قرضوں کی ادائیگیوں میں اس کا قبول کرنا ہر شخص پر لازم ہے۔ اگر کوئی شخص لین دین میں اسے قبول کرنے سے انکار کرے تو وہ قانون شکنی کا مرتکب ہوگا اور سزا کا مستحق گردانا جائے گا۔ اس زرِ قانونی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ محدود زرِ قانونی۔ (Limited Legal Tender Money)

ایسا زر جسے ادائیگیوں کے لیے صرف ایک حد تک زرِ قانونی کی حیثیت حاصل ہو "محدود زرِ قانونی" کہلاتا ہے۔ اس حد تک اسے قبول کرنا قانون کے مطابق لازمی ہوتا ہے مگر اس حد سے بڑھ کر ادائیگی کے لیے اسے قانونی طور پر قبول کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ مثلاً ریزگاری یا چھوٹے سکے ایک مالیت کی حد تک زرِ قانونی ہوتے ہیں اگر کوئی بڑی رقم ادا کرنے کے لیے ریزگاری استعمال کرنا چاہے تو لینے والا اسے قبول کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔

۲۔ غیر محدود زرِ قانونی۔ (Unlimited Legal Tender Money) ایسا زر جسے ہر مالیت کی رقم کی ادائیگیوں کے لیے زرِ قانونی کی حیثیت حاصل رہے اور "قانون کی رُو سے ہر مالیت کی رقوم کی ادائیگی کے لیے ایسا زر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور کوئی شخص اسے قبول کرنے سے انکار نہیں کرسکتا۔ پاکستان میں تمام جاری شدہ نوٹ غیر محدود زرِ قانونی ہیں۔

قدرِ زر (Value of Money)

قدرِ زر سے مراد ہے زر کی قوتِ خرید یعنی زر کی ایک اکائی کے بدلے میں کوئی دوسری شے کس قدر حاصل ہوسکتی ہے۔ مثلاً اگر ایک روپے میں ایک پاؤ دودھ ملتا ہے تو ایک پاؤ دودھ زر کی قدر ہوگی اور اسی طرح ہر شے کی شکل میں قدرِ زر بتائی جاسکتی ہے، دراصل زر آلۂ مبادلہ ہوتا ہے اور ہر شے کی قدر زر کی شکل میں بیان کی جاتی ہے اور اسے اس شے کی قیمت کا نام دیتے ہیں۔ زر کی اکائی کی قیمت تو خود وہ زر کی اکائی ہی ہوتی ہے اس لیے قیمتِ زر کی اصطلاح کا تو مطلب ہی نہ ہوا۔ اور قدرِ زر کی اصطلاح استعمال ہوسکتی ہے، لیکن

Marfat.com

قدرِ زر تمام اشیاء و خدمات میں سے ہر ایک شے اور خدمت کی صورت میں بیان کی جاسکتی ہے۔
قدرِ زر کا اشیاء کی قیمتوں سے بہت گہرا مگر معکوس تعلق ہے۔ یعنی قیمتوں میں اضافہ ہونے سے قدرِ زر کم اور قیمتوں میں کمی آنے سے قدرِ زر زیادہ ہو جاتی ہے۔ معاشی نظام میں قدرِ زر کا گھٹنا اور بڑھنا بہت دور رس نتائج کا حامل ہوتا ہے اس لیے اس کا مطالعہ بہت اہم ہے تبدیلی قدرِ زر کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل تین اہم مسائل پیدا ہوتے ہیں جن کا تجزیہ ضروری ہے۔

۱۔ قدرِ زر میں جو اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، اس کا کیا سبب ہے یا اس کے کیا اسباب ہیں؟
۲۔ قدرِ زر میں تبدیلی کی پیمائش کیونکر کی جاتی ہے؟
۳۔ قدرِ زر میں تبدیلیوں کے کیا اثرات رونما ہوتے ہیں؟

نظریۂ مقدارِ زر

جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے کہ قدرِ زر میں تبدیلی کیوں پیدا ہوتی ہے اس سلسلہ میں ایک سبب تو زر کی مقدار میں تبدیلی بتایا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض ماہرینِ معاشیات نے نظریۂ مقدارِ زر کی بنیاد رکھی اور یہ بتایا کہ صرف مقدارِ زر کی تبدیلی ہی قدرِ زر میں اتار چڑھاؤ کا سبب ہے۔ ان ماہرین کے مطابق اگر مقدارِ زر کو دوگنا کر دیا جائے تو اشیاء کی قیمتیں دوگنی ہو جائیں گی اور قدرِ زر نصف رہ جائے گی اور اس کے برعکس اگر مقدارِ زر کو نصف کر دیا جائے تو اشیاء کی قیمتیں آدھی اور قدرِ زر دوگنی ہو جائے گی بشرطیکہ دیگر امور بدستور رہیں۔ یا بالفاظِ دیگر اگر دیگر امور بدستور رہیں تو قدرِ زر اسی نسبت سے گرتی ہے جس نسبت سے مقدارِ زر میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کے برعکس قدرِ زر اسی نسبت سے بڑھتی ہے جس نسبت سے مقدارِ زر کم ہوتی ہے۔

پروفیسر ارونگ فشر (Prof. Irving Fisher) نے مقدارِ زر اور قدرِ زر کے اسی تعلق کو ایک فارمولے کی شکل میں پیش کیا ہے جسے مبادلہ کی مساوات (Equation of Exchange) کا نام دیا ہے۔

$$P = \frac{MV + M'V'}{T}$$

P = قیمتوں کی سطح (Quantity of Money)

M = مقدارِ زر (Price Level)

Marfat.com

M' = اعتباری زر (Quantity of Credit Money)

V = زر کی گردش کرنے کی رفتار (Velocity of Money)

V' = زرِ اعتباری کی گردش کرنے کی رفتار (Velocity of Credit)

T = لین دین (Transactions)

یہ مساوات فشر نے زر کی رسد اور زر کی طلب کی مساوات کی شکل میں ہی پیش کی۔ فشر کے مطابق زر کی طلب سے مراد ہے وہ کل مقدارِ زر جو اشیا کے لین دین کے لیے درکار ہوگی۔ اس کا دارومدار لین دین کی مالیت پر ہے۔ فرض کیجیے کسی ایک سال میں ملک میں صرف ایک ہی شے گندم ایک ہزار من موجود ہے اور زر کی ضرورت صرف اس شے کی لین دین کے کے لیے ہے اور گندم کی قیمت ساٹھ روپے من ہے تو زر کی طلب = لین دین × سطحِ قیمت $= P \times T = 60 \times 1000 = 60{,}000$ روپیہ یعنی پورے سال میں طلبِ زر ساٹھ ہزار روپے کہلائے گی۔

دوسری جانب رسدِ زر اتنی ہی ہونا چاہیئے جتنی طلبِ زر ہے تب ہی توازن حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ساٹھ ہزار روپے ہی گردش میں ہونے چاہئیں کیونکہ ہر نوٹ یا سکہ یا روپیہ صرف ایک ہی لین دین میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ کئی مرتبہ ایک شخص سے دوسرے شخص کے پاس منتقل ہوتا رہتا ہے اور ہر مرتبہ لین دین میں مدد دیتا ہے۔ اس لیے پورے سال کے دوران رسدِ زر معلوم کرنے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اوسطاً ہر روپیہ کتنی مرتبہ لین دین میں استعمال ہوتا ہے۔ یا کتنے ہاتھوں سے گزرتا ہے اسے زر کے گردش کرنے کی رفتار Velocity of the Circulation of Money کا نام دیا جاتا ہے۔ پس زر کی رسد = زر کے گردش کرنے کی رفتار × مقدارِ زر $= V \times M$ یعنی اگر زر کے گردش کرنے کی رفتار ۳۰ ہے یعنی ہر روپیہ سال میں اوسطاً ۳۰ مرتبہ مختلف ہاتھوں سے گزرتا ہے یعنی ۳۰ روپوں کے برابر کام دیتا ہے تو صرف ۲۰۰۰ روپیہ کی مقدارِ زر طلبِ زر اور رسدِ زر میں توازن قائم رکھنے کے لیے کافی ہوگی۔

(زر کی طلب)		(زر کی رسد)
$P \times T$	=	$M \times V$
Rs 60 × 1000	=	2,000 × 30
Rs 60,000	=	Rs 60,000

معاشی ترقی کے ابتدائی ادوار میں تو یہ مساوات درست تھی مگر موجودہ معاشی دور

Marfat.com

دور میں جب کہ اعتبارِ زر کا استعمال لین دین میں بدرجہا بڑھ گیا ہے ۔ اعتبارِ زر کو بھی زر کی رسد میں شمار کرنا چاہیے لیکن اعتبارِ زر کے گردش کرنے کی رفتار زر کے گردش کرنے کی رفتار سے مختلف ہوتی ہے ۔ اس لیے فشر نے زر کی رسد اور طلب اور مساوات کو یوں پیش کیا ہے :

زر کی طلب = زر کی رسد

$$P \times T = M \times V + M' \times V'$$

اسمیں اعتباری زر کو اس کی اپنی گردش کرنے کی رفتار سے ضرب دیکر $M' \times V'$ اس رقم میں جمع کر دیا گیا ہے جو زر اور اس کی اپنی گردش کرنے کی رفتار کا حاصل ضرب $(M\ V)$ تھا ۔

پروفیسر فشر کے کہنے کے مطابق یہ تمام عوامل یا متغیرات (P, T, M, V, M', V') قدرِ زر کو متعین کرتے ہیں ۔ ان میں سے کسی ایک عامل یا متغیر میں تبدیلی آجائے تو مبادلہ کی مساوات غیر متوازن ہو جائے گی اور متوازن سطح پر لانے کے لیے کچھ تبدیلیاں لازمی ہوں گی ۔ مگر پروفیسر فشر کا کہنا ہے کہ اس مساوات کے چند عوامل (T, V', M', V) قلیل عرصہ میں تبدیل نہیں ہوتے کیونکہ زر کے گردش کرنے کی رفتار (V) یا زرِ اعتباری کے استعمال (M') یا زرِ اعتباری کے گردش کرنے کی رفتار (V') یا لین دین (T) میں اچانک تبدیلی نہیں ہوتی طویل عرصہ میں تبدیلی ضرور واقع ہو سکتی ہے لیکن قلیل عرصہ میں ایسی کوئی تبدیلی متوقع نہیں ہوتی ۔ اگر ان تمام عوامل کو ساکن تصور کر لیا جائے تو مبادلہ کی مساوات میں رسدِ زر کی جانب مقدارِ زر اور طلبِ زر کی طلب قیمت کی سطح تبدیل ہو سکتی ہے ۔ لہٰذا پروفیسر فشر اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جس نسبت سے زر کی مقدار تبدیل ہوگی اسی نسبت سے اُسی رُخ پر سطحِ قیمت میں تبدیلی ہوگی اور اسی نسبت سے اس کے مخالف رُخ پر قدرِ زر بدلے گی ۔

پس نظریۂ مقدارِ زر کو پیش کرتے ہوئے

نظریۂ مقدارِ زر کے مفروضات

یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل عوامل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی :

۱ ۔ زر کے گردش کرنے کی رفتار وہی رہتی ہے یعنی اوسطاً ایک روپیہ جتنی مرتبہ ایک سال کے دوران گذشتہ سال ہاتھوں سے گزرتا تھا ۔ سالِ رواں میں بھی تقریباً اتنی ہی مرتبہ مختلف ہاتھوں سے گزرے گا ۔

۲ ۔ زرِ اعتباری اور اس کے گردش کرنے کی رفتار میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی ۔ مثلاً

Marfat.com

چیک ہنڈیاں وغیرہ کا استعمال ایک دم کم یا زیادہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا انحصار ماحول پر ہوتا ہے اور ماحول بدلنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ یعنی یہ ممکن نہیں کہ گذشتہ سال تو چیک اور ہنڈیوں کا استعمال بہت کم ہوتا ہو اور سالِ رواں میں ہر کس و ناکس چیک اور ہنڈیوں کا استعمال شروع کر دے اس لیے زر اعتباری اور اس کے گردش کرنے کی رفتار کو قلیل مدت میں ساکن تصور کرنا چاہیئے۔

۲۔ لین دین کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ فرض کر لینا کہ لین دین میں کوئی تبدیلی نہ ہو اتنا سادہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مندرجہ ذیل باتوں میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔

(الف) اشیاء کا حجم مجموعی طور پر تبدیل نہ ہو کیونکہ اگر اشیاء زیادہ ہو جائیں تو لین دین میں لازمی طور پر اضافہ ہو گا اور زر کی مقدار میں تبدیلی کے بغیر اشیاء کی قیمتیں گر جائیں گی۔ یا اگر اشیاء کم ہو جائیں تو قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ اگرچہ زر کی مقدار تبدیل نہ ہوئی ہو۔

(ب) آبادی میں تبدیلی نہ ہو کیونکہ اگر آبادی زیادہ ہو جائے تو لین دین میں اضافہ ناگزیر ہو گا۔

(ج) پیداوار فی کس یکساں رہے کیونکہ آبادی کے اپنی سطح برقرار رہنے کے باوجود اگر مزدوروں کی کارکردگی بڑھ جائے یا سرمائے یا زمین کی کارکردگی میں اضافہ ہو جائے تو پیداوار فی کس بڑھ جائے گی اور اشیاء کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔ اور لین دین میں اضافہ ہو جائے گا۔

(د) صرف یہ کافی نہیں کہ آبادی، پیداوار فی کس اور اشیاء کی مقدار یکساں رہیں بلکہ ضروری ہے کہ اشیاء و خدمات کا تبادلہ جو براہِ راست اشیاء کے بدلے اشیاء (بارٹر نظام) کے تحت ہوتا ہے۔ اس کی مقدار بھی یکساں رہے کیونکہ اگر اشیاء کا کل حجم تبدیل نہ ہو لیکن اب پہلے سے کم اشیاء بارٹر کے ذریعہ تبادلہ ہوں تو اس کا مطلب ہو گا کہ زر کے ذریعہ لین دین بڑھ جائے گا۔

(ہ) اشیاء پیدا کرنے والے اشیاء کا ایک حصہ اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور اسے بازار میں نہیں بیچتے۔ اس حصہ میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہونی چاہیئے کیونکہ اشیاء کی کل مقدار میں سے اگر اشیاء تیار کرنے والے اشیاء کا حصہ پہلے سے کم اپنے لیے رکھنا شروع کر دیں تو بازار میں زر سے تبادلہ ہونے والی اشیاء کا حجم بڑھ جائے گا۔ اور لین دین زیادہ ہو جائیں گے۔

Marfat.com

(۹) اگر اشیاء کی مقدار یکساں بھی رہے تو اشیاء کے گردش کرنے کی رفتار بھی اتنی ہی رہنی چاہیئے جتنی پہلے تھی۔ اگر ایسا نہ ہو اور اشیاء پہلے سے زیادہ ہاتھوں میں تبدیل ہونے لگیں تو در حقیقت لین دین کی مقدار تبدیل ہو جائے گی۔

نظریہ مقدار زر پر تنقید

نظریہ مقدار زر کو موجودہ ماہرین معاشیات بالکل درست نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ قدر زر کی تبدیلی کی وجہ صرف مقدار زر کی تبدیلی کو قرار دینا ہمیشہ درست نہیں۔ اس پر مندرجہ ذیل تنقید کی گئی ہے۔

۱۔ اس نظریہ کی بنیاد اس مفروضہ پر رکھی گئی ہے کہ "دوسرے امور بدستور رہیں۔" مگر دیگر امور کبھی ایک جیسے نہیں رہتے۔ وہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور یہ تبدیلی نہ صرف طویل عرصہ میں عمل میں آتی ہے۔ بلکہ قلیل عرصہ میں بھی تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً زر یا آلاتِ اعتبار کے گردش کرنے کی رفتار، پیداوار فی کس، آبادی، اشیاء کے گردش کرنے کی رفتار ایسے عوامل ہیں جو حرکت کرتے رہتے ہیں۔ اور ان میں قلیل مدت میں بھی تغیر و تبدل پیدا ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ اس نظریہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جس نسبت سے مقدار زر میں اضافہ ہوگا۔ اسی نسبت سے قدر زر میں تبدیلی ہوگی یعنی اگر مقدار زر دس فیصد بڑھ جائے تو قدر زر میں دس فیصد کمی آئے گی۔ یہ کہنا کسی صورت درست نہیں۔ اس حد تک تو یہ نظریہ قدر زر کے سلسلے میں ہماری مدد کر سکتا ہے کہ مقدار زر میں تبدیلی سے اکثر کسی نہ کسی حد تک قیمتیں متاثر ہوتی ہیں، مگر یہ کہنا کہ قیمتیں ہمیشہ اسی نسبت سے متاثر ہوتی ہیں، جس نسبت سے مقدار زر تبدیل ہوتی ہے درست تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی عملی زندگی میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔

۳۔ اس نظریہ کے تحت زر کی مقدار میں تبدیلی کی وجہ سے قیمتوں میں تبدیلی آتی ہے لیکن اس کا برعکس بھی اکثر درست ہوتا ہے۔ یعنی قیمتوں میں تبدیلی کے باعث مقدار زر میں تبدیلی آتی ہے مثلاً اگر زر کے گردش کرنے کی رفتار بڑھ جائے اور قیمتوں میں اضافہ ہونے لگے تو طلب زر میں اضافہ ہوگا اور طلب زر میں اضافہ کے پیش نظر حکومت یا مرکزی بنک کو زر کی رسد بھی بڑھانا پڑے گی۔ تاکہ قوانین کی سطح برقرار رکھی جا سکے۔ اس سے عیاں ہے کہ تبدیلی مقدار زر ہی قیمتوں میں تبدیلی کا باعث نہیں بنتی، بلکہ قیمتوں میں تبدیلی بھی مقدار زر میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔

Marfat.com

۴۔ تاریخی لحاظ سے بھی اس نظریہ کی تائید نہیں ہوتی۔ ۱۹۲۹ء کے عالمی معاشی بحران میں جبکہ قیمتیں گرتی جارہی تھیں اور کساد بازاری کا دور دورہ تھا بعض ممالک نے اس نظریہ کے مطابق مقدارِ زر میں کافی اضافہ کیا تاکہ قیمتیں بڑھ جائیں مگر قیمتیں بدستور بڑھتی رہیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نظریہ ہمیشہ درست نہیں۔ درحقیقت جس نسبت سے مقدارِ زر میں اضافہ کیا جارہا تھا زر کے گردش کرنے کی رفتار اس نسبت سے زیادہ کم ہو رہی تھی۔

۵۔ بعض ممالک نے مقدارِ زر کو کنٹرول کیا تاکہ قیمتیں اپنی سطح برقرار رکھیں لیکن مقدارِ زر کو کنٹرول میں رکھنے کے باوجود قیمتوں کی سطح میں تبدیلی آتی رہی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ صرف مقدارِ زر قیمتوں میں تبدیلی یا قدرِ زر میں تبدیلی کا باعث نہیں بلکہ کچھ دیگر عوامل اس کا باعث ہیں۔

۶۔ اگر کسی ملک میں قومی وسائل کو پوری طرح استعمال نہ کیا جارہا ہو اور پیداوار اپنی مناسب ترین سطح تک نہ پہنچی ہو مثلاً ملک میں مزید زمین زیرِ کاشت لائی جاسکتی ہو، نئے مزدوروں کو روزگار مہیا کیا جاسکتا ہو، نئے منصوبوں میں سرمایہ لگایا جاسکتا ہو اور ایسے موقع پر زر کی مقدار میں اضافہ کیا جائے تو نئے منصوبوں پر عمل درآمد کر کے بیکار پڑے ہوئے وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا۔ اشیاء کی پیداوار زیادہ ہو جائے گی اور قیمتیں میں اضافہ نہیں ہو سکے گا۔

پس یہ ضروری نہیں کہ مقدارِ زر میں اضافہ لازمی طور پر قیمتوں میں اضافہ کا باعث بنے۔

۷۔ بعض کے نزدیک اگر مقدارِ زر میں اضافہ کیا جائے تو سب سے پہلے شرح سود اس سے متاثر ہوتی ہے اور شرح میں کمی آجاتی ہے اور اس طرح سرمایہ کاری کی ترغیب ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر پیداوار اور اشیاء کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور قیمتوں میں قطعاً کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح مقدارِ زر کے گرنے سے شرح سود زیادہ اور سرمایہ کاری کم ہونے کا رجحان ہوگا اور نتیجۃً پیداوار کم ہو جائے گی اور قیمتوں میں کمی نہیں آسکے گی۔

۸۔ ایک اعتراض اس نظریہ پر یہ ہوتا ہے کہ اسمیں مفروضات کے ذریعے تمام دیگر عوامل کو ساکن تصور کر لیا گیا ہے۔ اس سے اس نظریہ کی عملی اہمیت ختم ہو گئی ہے ساکن حالات کی بجائے متحرک حالات کے تحت قدرِ زر پر اثر ڈالنے والے تمام

Marfat.com

عناصر کا تجزیہ کرنا چاہیئے اور تب ہیں اسباب و نتائج کے درمیان تعلق قائم کرنا چاہیئے اسی صورت میں صحیح نظریہ حاصل ہو سکتا ہے۔

۹۔ بعض کے نزدیک اس نظریہ کے مطابق رسدِ زر اور طلبِ زر کی جو مساوات قائم کی گئی ہے اور اس سے مقدارِ زر اور قیمتوں میں تعلق معلوم کیا گیا ہے۔ یہ بالکل دائرے میں چکر لگانے کے مترادف ہے کیونکہ طلب زر کے لیے لین دین کو ساکن تصور کرنا درست نہیں۔ لین دین تو خود قیمتوں کے مطابق طے پاتے ہیں۔ لین دین کیونکر ساکن قرار دیئے جا سکتے ہیں جبکہ اس نظریہ کے مطابق مقدارِ زر کے باعث قیمتیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ بالفاظِ دیگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مقدارِ زر کے باعث یہ معلوم کرنے کے لیے کہ قیمتوں میں کیا تبدیلی ہوگی۔ اشیاء کے لین دین کو ساکن سمجھ لیا جاتا ہے یعنی قیمتوں کی سطح نامعلوم عامل یا متغیر ہے جسے معلوم کرنا ہے مگر لین دین بغیر قیمتوں کے کوئی معنے نہیں رکھتے یعنی قیمتوں کی سطح پہلے فرض کر لی جاتی ہے اور تب لین دین معلوم کیے جاتے ہیں۔ اگر قیمتوں کی سطح پہلے ہی فرض کر لی جاتی ہے تو پھر قیمتوں کی سطح کو نامعلوم قرار دینا کیسے ممکن ہے۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ قیمتیں قیمتوں کو متعین کرتی ہیں

۱۰۔ بعض ماہرین معاشیات کا موقف ہے کہ زر کی قدر کا تعین بھی بعینہ ویسے ہی ہونا چاہیئے جیسے کہ اشیاء کی قیمتوں کا یعنی طلب اور رسد کے باہمی توازن سے ہی قدرِ زر کا تعین ہوگا۔ صرف مقدارِ زر سے قدرِ زر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

۱۱۔ قیمتوں کی سطح میں اتار چڑھاؤ کا مشاہدہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ سرد بازاری کے دوران قیمتیں گرنا شروع کر دیتی ہیں لیکن اس کا سبب عام طور پر مقدارِ زر کی کمی نہیں ہوتا بلکہ مقدارِ زر تو اتنی ہی رہتی ہے مگر قیمتیں گرنا شروع کر دیتی ہیں، لوگوں کی آمدنیاں کم ہو جاتی ہیں اور سرمایہ کاری کا رجحان بھی کمی کی جانب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا بنیادی سبب کچھ اور ہی ہے۔ مقدارِ زر میں کمی نہیں۔

مندرجہ بالا تمام اعتراضات کے باوجود نظریۂ مقدارِ زر کو یکسر مسترد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عام حالات میں زر کی مقدار کا کچھ نہ کچھ اثر قدرِ زر پر ضرور پڑتا ہے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب ملک میں ضرورت سے زیادہ کرنسی وجود میں لائی جاتی ہے تو ملک میں افراطِ زر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ زر کی مقدار اور قدرِ زر کے تعلق کو تسلیم کرتے ہوئے ادارے سے مدِ نظر رکھتے ہوئے مرکزی بنک قیمتوں کو قابو میں رکھنے، افراطِ زر و تفریطِ زر کو حل کرنے اور افراطی و تفریطی رجحانوں کو دور کرنے کے لیے اقدامات اٹھاتے ہیں۔

Marfat.com

نظریۂ مقدارِ زر جو اوپر پیش کیا گیا ہے مقدارِ زر کا ایک نظریہ ہے اور اسے اکثر معاملاتی طرز کا نظریہ (Transaction Type Theory) کہا جاتا ہے۔ فشر کی مساواتِ مبادلات نے اس طرز کے نظریہ کی مکمل نمائندگی کی ہے۔

نظریۂ مقدارِ زر ایک دوسری صورت میں بھی پیش کیا گیا ہے جسے کیمبرج مساوات (Cambridge Equation) کا نام دیا جاتا ہے۔ نظریۂ مقدارِ زر کی یہ دوسری صورت درحقیقت فشر کی مساواتِ مبادلات کے نظریہ کی ایک بہتر اور اصلاح شدہ صورت ہے جس میں کینز کے معاشی نظریات کے دو اہم پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے یعنی قومی دولت کا نظریہ اور سیال پذیری (Liquidity) کا تصور۔

کیمبرج مساوات

اسے قدرِ زر کا نظریۂ سلکِ نقد (Cash Balance approach) بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نظریے کے مطابق قدرِ زر کا انحصار ایک سال کے دوران اشیاء و خدمات کے لین دین کے لیے زر کی ضروریات پر نہیں بلکہ اس کا انحصار اس مدت پر ہے جس میں زر کے ذریعے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے لین دین کیا جاتا ہے۔ فرض کیجئے اگر ایک ملک میں ... امن گندم ہے تو فشر کی مساوات میں ہزار من گندم کو قیمت سے ضرب دیکر زر کی طلب معلوم کی جاتی ہے مگر کیمبرج مساوات میں اس طریقۂ پیمائش کو درست تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ عام طور پر کوئی شخص پورے سال کی ضرورت کی گندم ایک ہی وقت میں نہیں خریدتا بلکہ ہر ماہ سال کی مکمل ضرورت کا صرف ۱/۱۲ حصہ خریدتا ہے اس لیے زر کی طلب معلوم کرنے کے لیے "مدت" کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے اور نقد زر کی ضروریات کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ کتنی مدت کی خرید ایک وقت میں کی جاتی ہے۔ اگر عوام طویل مدت کی خرید و فروخت کے لیے زرِ نقد رکھنے کے عادی ہیں تو زرِ نقد کی طلب زیادہ ہوگی اور اگر صرف قلیل مدت کے لیے خرید کی جاتی ہے تو زرِ نقد کی طلب کم ہوگی۔

عام طور پر لوگ اپنی آمدنی کا صرف ایک حصہ نقد کی صورت میں رکھ لیتے ہیں اور باقی بطورِ سرمایہ لگا دیتے ہیں مثلاً بنک میں رکھتے ہیں جہاں وہ سرمایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لوگ اتنا زر نقد رکھیں گے جو حالات کے مطابق زیادہ ہو نہ کم۔ اگر زیادہ نقدِ زر رکھیں تو ایک طرف چوری کا خطرہ اور دوسری طرف زائد نقد پر سُود یا منافع نہ ملنے کا نقصان اسی طرح اگر کم زرِ نقد رکھیں تو کاروباری لحاظ سے کم ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

ہر شخص اپنی آمدنی کا کچھ حصہ اپنے پاس زرِ نقد کی صورت میں رکھتا ہے تاکہ کاروبار خوش اسلوبی سے چلتا رہے اور وہ اپنی روز مرہ کی ضروریات اور اتفاقیہ ضروریات کو احسن طریقہ پر پورا کر سکے۔ اس نظریہ کو ایک مساوات کی صورت میں یوں پیش کیا جا سکتا ہے:

M = K P . R

M = مقدارِ زر

K = لوگ اپنی آمدنی کا جو حصہ زرِ نقد کی صورت میں رکھتے ہیں مثلاً ۱/۲ یا ۱/۴ یا ۱/۱۲

P, = قیمتوں کی اوسط سطح

R = سالانہ حقیقی آمدنی (جس میں صرف اشیاء اپنی آخری شکل میں شمار ہوں گی مثلاً گندم یا آٹا شمار نہیں ہوگا صرف روٹی شمار کی جائیگی یا کپاس اور سوت شمار نہیں ہونگے بلکہ صرف کپڑے کی مالیت شمار ہوگی)

مندرجہ بالا مساوات میں P, R زری قومی آمدنی ہے یعنی کل قومی پیداوار کی مالیت زر کی شکل میں معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ سالانہ حقیقی قومی آمدنی (R) کو قیمتوں کی اوسط سطح (P,) سے ضرب دینے سے حقیقی قومی آمدنی کی مجموعی مالیت (P, R) کی پیمائش ہو جاتی ہے عوام اس زری قومی آمدنی کا صرف ایک حصہ (K) زرِ نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھیں گے اسے "نقد کی سیال پذیری" (   ) کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

اگر زری قومی آمدنی (P, R) کو 'R' سے ضرب دیدی جائے تو ہمیں زر کی مجموعی طلب (K P, R) کا پتہ چل جاتا ہے اور اگر زر کی رسد (M) اس مجموعی طلبِ زر کے مساوی ہو تو مساوات مکمل ہو جاتی ہے یعنی: M = K P, R

مندرجہ بالا مساوات میں K کو زر کے گردش کرنے کی رفتار (V,) کی شکل میں بھی لکھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ K اور V, دونوں کا گہرا تعلق معکوس ہے۔ اگر تمام زر ایک سال میں صرف ایک مرتبہ گردش کرے تو کل مطلوبہ زر کی مقدار وہی ہوگی جو زری قومی آمدنی ہے اگر زر سال میں دو مرتبہ گردش کرے تو کل مطلوبہ مقدارِ زر زری قومی آمدنی کے نصف کے برابر ہوگی یعنی

۱/V, = K جس میں V, سے مراد ہے آمدنی گردشِ رفتارِ زر۔

Marfat.com

پس اگر کیمبرج مساوات میں $\frac{1}{V_1}$ = K رکھ دیا جائے تو اس مساوات کو بھی فشر کی مساوات مبادلہ کی صورت میں پیش کیا جا سکتا ہے یعنی

$$M = K P_1 R$$

$$M = \frac{1}{V_1} P_1 R \quad \text{یا}$$

(دونوں طرف V_1 سے ضرب دینے سے)

$$M V_1 = P_1 R \quad \text{یا}$$

یہ فشر مساوات کی صورت میں ہے۔ فشر کی مساوات یہ ہے

$$M V = P T$$

فشر مساوات اور کیمبرج مساوات دونوں نظریۂ مقدار زر کی دو مختلف صورتیں ہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل باتوں میں فرق بتایا جا سکتا ہے۔

۱۔ فشر کی مساوات میں 'T' سے مراد تمام لین دین ہیں جو زر کے ذریعہ سے عمل میں آتے ہیں۔ جبکہ کیمبرج مساوات میں 'R' میں صرف وہ اشیاء و خدمات شامل کی جاتی ہیں جو اپنی آخری شکل میں بازار میں فروخت کی جاتی ہوں۔ مثلاً فشر مساوات کے لین دین 'T' میں کپاس کی فروخت، سوت کی فروخت، کپڑے کی فروخت اور پھر سلے ہوئے کپڑے کی فروخت سب کو شامل کیا جائے گا جب کہ کیمبرج مساوات میں 'R' میں صرف سلے ہوئے کپڑوں کی فروخت کو شامل سمجھا جائے گا۔ اسی طرح 'T' میں گندم آٹا روٹی سب شامل ہوں گے جبکہ 'R' میں صرف روٹی شمار ہوگی۔

۲۔ فشر مساوات میں P ہر شے اور خدمت کی پیداوار کی تمام مختلف شکلوں کی قیمتوں کا اوسط ہے اور پیداوار کی تمام مختلف صورتوں میں قیمتوں کا اوسط ہے تمام لین دین کی قیمتوں کو اوسط معلوم کرتے ہوئے شامل کیا جاتا ہے خواہ ایک ہی شے کئی مرتبہ پیداوار کی مختلف شکلوں میں خرید اور فروخت ہوتی رہی ہو مگر کیمبرج مساوات میں 'P_1' سے صرف ان اشیاء کی قیمتوں کی اوسط سطح مراد ہوتی ہے جو اپنی آخری شکل میں بازار میں فروخت کے لیے لائی گئی ہوں۔

۳۔ فشر کی مساوات میں V سے مراد معاملاتی Transaction کی گردش رفتار زر Velocity of Circulation of Money ہے یعنی زر کی ایک اکائی پورے سال کے دوران اوسطاً کتنے ہاتھوں سے گزرتی ہے جبکہ تمام لین دین کی جن کو بذریعہ زر پورا کیا جاتا ہے زری مالیت معلوم ہو۔ اس کے برعکس کیمبرج مساوات میں V_1

Marfat.com

سے مراد آمدنی گردش رفتار زر (Income Velocity of circulation of Money) ہے یعنی اشیاء کو صرف آخری شکل میں خریدنے کے لیے زر کی ایک اکائی کتنے ہاتھوں سے گزرتی ہے۔

کیمبرج مساوات کی برتری کے اسباب

فشری مساوات اور کیمبرج مساوات میں سے آخرالذکر (کیمبرج مساوات) کو بہتر اور برتر سمجھا جاتا ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات بتائی جا سکتی ہیں:

۱۔ فشر مساوات میں زر کے گردش کرنے کی رفتار کو بہت اہمیت دی گئی ہے مگر اس اصطلاح کی کوئی وضاحت یا تشریح نہیں کی گئی۔ اس کے مقابلہ میں کیمبرج مساوات میں نقد زر کی سیال پذیری پر زور دیا گیا ہے لیکن اس اصلاح کی تشریح ایک حقیقت کی شکل میں موجود ہے یعنی روپیہ واقعی نقد زر کی صورت میں عوام کے ہاتھوں میں رہتا ہے اور ہر شخص اپنی کل آمدنی کا ایک حصہ (K) نقد زر کی شکل میں اپنے پاس رکھتا ہے۔

۲۔ فشر مساوات رسد زر میں تبدیلیوں کے علتی تجزیہ پر زور دیتی ہے بمقابلہ اس کے کیمبرج مساوات میں طلب زر میں تبدیلیوں کے علتی تجزیہ کو اہمیت دی گئی ہے۔

۳۔ فشر مساوات سالانہ لین دین کی کل تعداد سے متعلق ہے برعکس اس کے کیمبرج مساوات صرف صورت آخری اشیاء کے لین دین یعنی حقیقی قومی آمدنی کی سطح سے متعلق ہے اور اس طرح کیمبرج مساوات معاشی نظریات میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔

۴۔ فشر مساوات طویل مدت میں قیمتوں کی تبدیلیوں کی تشریح کرتی ہے بمقابلہ اس کے کیمبرج مساوات میں قلیل اور طویل دونوں مدتوں میں آمدنیوں کی سطح کی تبدیلیوں کی تشریح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کیمبرج مساوات پر تنقید

کیمبرج مساوات میں بھی خامیاں موجود ہیں اور اس نظریہ کو بھی بہت سے ماہرین معاشیات نے ہدف تنقید بنایا ہے۔ عام طور پر تنقید مندرجہ ذیل اہم نکات پر

Marfat.com

کو تخمینِ طلب کو نظر انداز کرنے کا مطلب یہ بھی ہوا کہ کیمبرج مساوات نظریۂ آمدنی کے تو عین مطابق ہے لیکن نظریۂ سُود سے مکمل طور پر منسلک نہیں۔

۳۔ نظریۂ قدرِ زر کے سلسلہ میں ایسے تمام عوامل کا تجزیہ کرنا ضروری ہے جو مؤثر طلب یا مجموعی اخراجات کی تبدیلیوں کا سبب بنتے ہیں مگر کیمبرج مساوات میں ایسا نہیں کیا گیا۔

۴۔ بعض ماہرینِ معاشیات نے کیمبرج کی یہ خامی بیان کی ہے کہ اس مساوات میں اس بات کو لازمی سمجھ لیا گیا ہے کہ قیمتوں میں تبدیلی ہمیشہ مؤثر طلب میں تبدیلیوں کی نسبت سے ہی ہوتی ہے۔ اگرچہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔

۵۔ کیمبرج مساوات میں قومی آمدنی کے نظریہ کو استعمال کرتے ہوئے ان تمام عوامل کو مدِ نظر نہیں رکھا گیا جن پر قومی آمدنی کا انحصار ہے۔ مثلاً قومی آمدنی کا انحصار سرمایہ کاری پر بھی ہے۔ مگر سرمایہ کاری کو متعین کرنے والے تمام عوامل کو کیمبرج مساوات میں قابلِ غور نہیں سمجھا گیا مثلاً سرمایہ کاری کے لیے منافع کی شرط کی موجودگی نظر انداز کر دی گئی جو قابلِ اعتراض ہے۔

موجودہ نظریۂ قدرِ زر

موجودہ ماہرینِ معاشیات جن میں کینز کے حامی سرِ فہرست ہیں اس بات سے انکار نہیں کر مقدارِ زر بغیر زری قومی آمدنی کی سطح میں تبدیلی ہوئے بھی تبدیل ہو سکتی ہے اور اس کے برعکس زری قومی آمدنی میں بغیر مقدارِ زر کی تبدیلی کے تغیرات پیدا ہو سکتے ہیں ۔ دوسرا یہ کی گئی۔

۱۔ زر اور قیمتوں کے نظریہ کی حیثیت سے یہ ضرورت سے زیادہ آسان اور سادہ تشریح ہے جو قیمتوں میں تبدیلیوں کی وجہ بتانے اور اس کی میکانیت کے سمجھانے سے قاصر رہی ہے۔

۲۔ اس نظریہ میں طلب زر پر زور دیا گیا ہے لیکن زرِ نقد کی تخمینِ طلب کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جس سے دو طرح کا نقصان رہا۔ ایک یہ کہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا گیا کرتے کہ رسدِ زر کے باعث قیمتوں کی سطح میں تغیر آ سکتا ہے۔ لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ قیمتوں کی سطح میں تغیر براہِ راست اور یقیناً اسی نسبت سے ہو گا جس نسبت سے رسدِ زر میں تبدیلی

Marfat.com

ہوتی ہے۔

موجودہ نظریۂ قدرِ زر کے مطابق قدرِ زر یا قیمتوں کی سطح میں تغیرات مجموعی قومی آمدنی یا مجموعی قومی خرچ کی سطح میں تبدیلیوں کے باعث پیدا ہوتے ہیں اور مقدارِ زر کی تبدیلی کی وجہ سے قدرِ زر متاثر ہو سکتی ہے۔ مگر صرف اس وقت جبکہ مقدارِ زر کی تبدیلی سے مجموعی قومی خرچ میں تبدیلی پیداوار میں تبدیلی نسبت زیادہ ہوئی ہو۔ جب تک مجموعی قومی خرچ میں اضافہ نہیں ہوگا اشیا کی طلب میں اضافہ نہیں ہوگا، اس لیے قیمتوں میں بھی اضافہ نہیں ہوگا۔ اسطرح اگر مجموعی قومی خرچ میں اضافہ ہو جائے اور پیداوار کی رسد بھی اسی نسبت سے بڑھ جائے تو قیمتوں میں اضافہ نہیں ہوگا۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ نظریۂ قدرِ زر کے مطابق مقدارِ زر کا اثر قیمتوں کی سطح پر ہوگا یا نہیں یا کس قدر ہوگا۔ اس کا انحصار مندرجہ ذیل دو عناصر پر ہے۔

۱۔ مقدارِ زر کا اثر مجموعی طلب یا مجموعی خرچ کی سطح پر۔

۲۔ مجموعی طلب یا خرچ میں تبدیلی بمقابلہ پیداوار کی رسد میں تبدیلی کے

جہاں تک مجموعی خرچ یا طلب کا تعلق ہے اس کا انحصار مندرجہ ذیل عناصر پر ہے:

الف : تفاعلِ صرف

ب : طلب سرمایہ کاری کا گوشوارہ

ج : ترجیحِ زرِ نقد کا گوشوارہ

د : رسدِ زر

جب مقدارِ زر میں اضافہ ہوتا ہے تو شرحِ سود کم ہو جاتی ہے اور سرمایہ کاری بڑھ جاتی ہے اور آمدنی میں بھی بذریعہ ضارب اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے مجموعی خرچ بڑھ جاتا ہے اور قیمتیں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ نتیجۃً قدرِ زر کم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر شرحِ سود پہلے ہی بہت پست سطح پر ہو اور مزید کمی ممکن نہ ہو تو مقدارِ زر میں اضافہ کے باوجود آمدنی خرچ اور قیمتوں کی سطح میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر مکمل روزگار کی سطح حاصل نہ ہوئی ہو، سرمایہ محنت اور قدرتی وسائل بیکار ہوں اور مقدارِ زر میں اضافہ کے باعث مجموعی خرچ بڑھ جائے تب بھی ممکن ہے کہ قیمتوں میں اضافہ نہ ہو کیونکہ مجموعی خرچ میں اضافہ کے ساتھ پیداوار کے حجم میں بھی اضافہ ہو جائے گا اور قیمتوں پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

پس موجودہ نظریۂ قدرِ زر کے مطابق قدرِ زر یا قیمتوں کی سطح کا انحصار مجموعی خرچ

Marfat.com

اور رسدِ پیداوار کی لچک پر ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ قدرِ زر یا قیمتوں کی سطح کا انحصار مجموعی طلب اور مجموعی رسد پر ہے۔ اگر مجموعی طلب مجموعی رسد سے تجاوز کر جائے تو عام قیمتوں کی سطح بلند ہو جائے گی اور اگر مجموعی طلب مجموعی رسد سے کم ہو جائے تو قیمتوں کی سطح بھی نیچے گر جائے گی۔

زری پالیسی پر اثر

نظریاتِ قدرِ زر کے مطابق اگر کسی ملک میں قیمتیں بڑھ رہی ہوں تو انہیں قابو میں رکھنے کے لیے مقدارِ زر کو کم کرنا چاہیے اور اگر قیمتیں کم ہو رہی ہوں تو مقدارِ زر میں اضافہ کرنا چاہیے۔ مگر موجودہ نظریۂ قدرِ زر کے لحاظ سے یہ حکمتِ عملی درست نہیں کیونکہ قومی آمدنی اور خرچ کی سطح میں تبدیلیاں لائے بغیر قیمتوں کو قابو میں رکھنا ممکن نہیں۔ موجودہ نظریۂ قدرِ زر کے مطابق تفریطِ زر (قیمتوں میں کمی) کو روکنے کے لیے قومی آمدنی اور خرچ کو بڑھانے کے لیے ٹیکسوں میں کمی اور حکومت کے اخراجات میں اضافہ کی پالیسی وضع کرنا چاہیے اور افراطِ زر کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ٹیکسوں میں اضافہ کر کے اور حکومت کے اخراجات میں کمی کر کے مجموعی طلب کو کم کرنا چاہیے تاکہ قیمتوں میں اضافہ کو کنٹرول کیا جائے اور یہی حکمتِ عملی مفید رہے گی۔

قدرِ زر میں تغیرات کی پیمائش

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے قدرِ زر سے مُراد اُس کی قوتِ خرید ہے اور یہ قوتِ خرید تمام مختلف اشیا کے حوالے سے بتائی جا سکتی ہیں۔

مثلاً ایک پاؤ دودھ یا دو مالٹے یا چار پنسلیں وغیرہ

معاشی لحاظ سے قدرِ زر میں تبدیلی بہت اہم ہے اس کے اثرات بھی دُور رس ہوتے ہیں اور اسے معلوم کیے بغیر قدرِ زر کے استحکام کے سلسلہ میں کوئی پالیسی بنانا بھی ممکن نہیں۔

زر کی قدر کے تغیرات ناپنے کا براہِ راست کوئی پیمانہ نہیں لیکن یہ جانتے ہوئے کہ قدرِ زر کا اشیا کی قیمتوں سے براہِ راست مگر معکوس تعلق ہے ہم قدرِ زر کے تغیرات کی پیمائش قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ کر کر سکتے ہیں۔ مگر ہر شے کی قیمت میں تبدیلی بھی ایک جیسی نہیں ہوتی۔ کسی شے کی قیمت دوگنی ہو جاتی ہے، اسی مدت میں دوسری شے کی قیمت چوگنی ہو سکتی ہے اور کسی اور شے کی قیمت میں تبدیلی معمولی سی ہو سکتی ہے۔ اس لیے قیمتوں کا اتار چڑھاؤ کا رجحان معلوم کرنے کے لیے۔ ایک طریقہ استعمال کیا جاتا ہے جسے اشاری اعداد (

Marfat.com

کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ ایک خاص مدت کے دوران قیمتوں میں اوسط تبدیلی معلوم کرنے کے لیے اشیا کی ایک تعداد لے کر ان کی قیمتوں کا مقابلہ دو مختلف اوقات میں کیا جاتا ہے اور ان کی اوسط تبدیلی معلوم کر لی جاتی ہے۔

اشاری اعداد بنانے میں مندرجہ ذیل پانچ مراحل طے کرنا ہوتے ہیں:

۱۔ بنیادی سال (Base Year) کا انتخاب: اشاری اعداد بنانے کے لیے سب سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ایک بنیادی سال کا انتخاب کیا جائے یہ سال عام حالات کا سال ہونا چاہیئے جس میں کسی غیر معمولی واقعہ مثلاً جنگ، قحط یا کسی زبردست قدرتی آفت (زلزلہ، سیلاب وغیرہ) کی وجہ سے اشیا کی قیمتیں نہ تو بہت زیادہ ہو گئی ہوں اور نہ ہی زیادہ خوشحالی اور افراط کے باعث قیمتیں بہت کم سطح پر ہوں۔ قیمتیں عام اور نارمل ہوں ایسے ہی سال کو دیگر اوقات میں موازنہ کے لیے بنیادی یا معیاری سال قرار دیا جا سکتا ہے مثلاً پہلی جنگ عظیم سے قبل کا سال (۱۹۱۳ء) یا دوسری جنگِ عظیم سے قبل کا سال (۱۹۳۸ء) کیونکہ ان اوقات میں قیمتوں پر جنگِ عظیم کے ناخوشگوار اثرات نہیں ہوئے تھے۔

۲۔ اشیا کا انتخاب: اشاری اعداد بناتے وقت ایسی اشیا کا انتخاب کرنا چاہیئے جن کا استعمال بنیادی سال اور سالِ رواں میں عام طور پر کیا جاتا ہو اور اس دوران ان کی نوعیت میں کوئی فرق نہ ہوا ہو۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ منتخب اشیا کی تعداد کیا ہونی چاہیئے اور کون سی اشیا شامل کی جائیں اس بات کا کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اشیا کی تعداد کا اور ان کی نوعیت کا انحصار اشاری اعداد تیار کرنے کے مقصد اور اشاری اعداد بنانے والے کی اس جدوجہد اور کوشش پر ہے جو وہ بنیادی سال اور سالِ رواں میں صحیح قیمتیں معلوم کرنے کے سلسلہ میں کر سکتا ہے۔ لیکن اشیا عام طور پر وہ ہونی چاہئیں جو عوام کی قوتِ خرید کی پوری پوری عکاسی کر سکیں۔ ایسی اشیا کی قیمتوں میں تبدیلی جو غیر ضروری ہوں یا جو صرف امیر طبقہ یا ایک مختصر جماعت استعمال کرتی ہو۔ عام لوگوں کی زر کی قوتِ خرید میں تبدیلی یا عام قیمتوں کی سطح میں تبدیلی کو ظاہر نہیں کرتی۔ مثلاً گندم کے بجائے آٹا شامل کیا جائے تو بہتر ہے۔ اسی طرح بڑی بڑی کاروں یا سامانِ تعیش کو شامل کرنے کی بجائے وہ اشیا شامل کی جائیں جو عام لوگ استعمال کرتے ہیں اور جن کی قیمتوں میں تبدیلیوں سے عوام بہت متاثر ہوتے ہیں۔

۳۔ قیمتوں کا دستیاب کرنا: تمام منتخب اشیا کی قیمتیں بنیادی سال اور سالِ رواں

Marfat.com

دونوں میں معلوم کی جاتی ہیں تاکہ قیمتوں کی تبدیلیوں کا موازنہ کیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں کئی دشواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ (الف) پرچون قیمتیں استعمال کی جائیں یا تھوک قیمتیں۔ ایک لحاظ سے پرچون قیمتیں بہتر ہیں کیونکہ صارفین کو یہی قیمتیں حقیقت میں ادا کرنا پڑتی ہیں۔ مگر ان میں یکسانیت نہیں پائی جاتی۔ شہر شہر بازار بازار بلکہ دوکان دوکان پرچون قیمتیں مختلف ہوتی ہیں اور آسانی سے میسر نہیں آتیں۔ دوسری طرف تھوک قیمتیں بہ آسانی حکومت کے محکموں اور اخبارات و رسائل کے ذریعے حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس لیے عام طور پر تھوک قیمتیں استعمال کی جاتی ہیں پرچون قیمتوں کا سالِ رواں میں معلوم کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا بنیادی سال میں معلوم کرنا۔

(ب) دوسری دشواری یہ ہوتی ہے کہ مختلف مقامات پر قیمتیں مختلف ہوتی ہیں یہاں تک کہ تھوک قیمتیں بھی مختلف منڈیوں میں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ ایسے موقعہ پر مختلف منڈیوں کی قیمتیں کا اوسط نکال کر قیمت تصور کی جاتی ہے۔ لیکن اگر سالِ رواں میں ایسا کیا گیا ہے تو بنیادی سال میں بھی قیمت اسی طرح معلوم کر کے رکھنی چاہیئے۔

۴۔ اشاری عدد معلوم کرنا: اس کے بعد بنیادی سال کی ہر شے کی قیمت ۱۰۰ فرض کر لی جائے اور سالِ رواں کی قیمت میں فیصد تبدیلی معلوم کر کے اشاری عدد معلوم کر لیا جائے مثلاً اگر بنیادی سال میں آٹے کی قیمت ۲۰ روپے من تھی جسے ۱۰۰ سے ظاہر کیا گیا ہے تو سالِ رواں میں جب قیمت ۶۰ روپے من ہو گئی ہے اشاری عدد $\frac{60}{20} \times 100 = 300$ سے ظاہر کیا جائے گا۔ اسے اس شے کا اشاری عدد کہیں گے۔

$$\text{پس کسی شے کا اشاری عدد} = \frac{\text{سالِ رواں کی قیمت}}{\text{بنیادی سال کی قیمت}} \times 100$$

(۵) اوسط نکالنا: اس سلسلہ میں آخری قدم یہ لینا ہوتا ہے کہ تمام قیمتوں کے اشاری اعداد کو بنیادی سال اور سالِ رواں دونوں میں علیحدہ علیحدہ جمع کر لیا جاتا ہے اور اشیا کی تعداد سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح بنیادی سال میں تو ہمیشہ اوسط ۱۰۰ ہی آئیگا۔ مگر سالِ رواں میں جو اوسط آئے گا وہ اگر ۱۰۰ آئے تو اوسط قیمتوں میں اس دوران میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور اگر سالِ رواں میں اوسط ۱۰۰ سے زیادہ آئے تو قیمتوں میں اضافہ اور اسی نسبت سے قدرِ زر میں کمی ہوگی اور اگر سالِ رواں میں اوسط ۱۰۰ سے کم آئے تو اوسط قیمتوں میں کمی اور اسی نسبت سے قدرِ زر میں اضافہ ہوگا۔

اشاری اعداد بنانے کے سلسلے میں مندرجہ بالا تمام اقدامات پر عمل کرتے ہوئے

Marfat.com

مثال کے طور پر مندرجہ ذیل فرضی جدول پیش کیا جاسکتا ہے :

نمبر شمار	اشیاء	بنیادی سال ۱۹۵۴ء: قیمت (روپوں میں)	بنیادی سال ۱۹۵۴ء: اشاری عدد	سال رواں ۱۹۸۰ء: قیمت (روپوں میں)	سال رواں ۱۹۸۰ء: اشاری عدد
۱	گندم	۱۰ روپے فی من	۱۰۰	۶۰ روپے فی من	۶۰/۱۰ × ۱۰۰ = ۶۰۰
۲	چاول	۴۰ " "	۱۰۰	۲۲۰ " "	۲۲۰/۴۰ × ۱۰۰ = ۵۵۰
۳	چائے	۴ " پونڈ	۱۰۰	۲۰ " فی پونڈ	۲۰/۴ × ۱۰۰ = ۵۰۰
۴	گوشت	۲ روپے فی سیر	۱۰۰	۲۲ " فی سیر	۲۲/۲ × ۱۰۰ = ۱۱۰۰
۵	چینی	۶۰ روپے فی من	۱۰۰	۳۶۰ " فی من	۳۶۰/۶۰ × ۱۰۰ = ۶۰۰
۶	دودھ	½ روپیہ فی سیر	۱۰۰	۳½ " فی سیر	(۷/۲ ÷ ۱/۲) × ۱۰۰ = ۷۰۰
۷	روئی	۱ روپیہ فی سیر	۱۰۰	۱۰ " " "	۱۰/۱ × ۱۰۰ = ۱۰۰۰
۸	صابن	۲۰ " " "	۱۰۰	۱۰ " " "	۱۰/۲ × ۱۰۰ = ۵۰۰
۹	گھی	۴ روپے " "	۱۰۰	۳۰ " " "	۳۰/۴ × ۱۰۰ = ۷۵۰
۱۰	نمک	¼ " "	۱۰۰	۱ " " "	(۱ ÷ ¼) × ۱۰۰ = ۴۰۰

میزان - - - - - ۱۰۰۰ - - - - - - - - - ۶۷۰۰

اوسط - - - - - - - - ۱۰۰۰/۱۰ = ۱۰۰ ۶۷۰۰/۱۰ = ۶۷۰

پس ان اعداد اشاری سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ہم ۱۹۵۴ء کی قیمتوں کو معیار سمجھ لیا جائے تو ۱۹۵۴ء کے مقابلہ میں ۱۹۸۰ء کے دوران قیمتیں چھ گنا سے زائد ہو گئی ہیں اور زر کی قدر میں اسی قدر کمی آئی ہے یعنی وہ صرف ۱۰۰/۶۷۰ × ۱۰۰ = ۱۵ فیصد رہ گئی ہے۔

وزن دار اشاری اعداد (Weighted Index number)

اشاری اعداد بنانے کا جو طریقہ کار اوپر درج کیا گیا ہے اس میں تمام منتخب اشیاء کو ایک جیسی اہمیت دی گئی ہے اور اشاری اعداد بناتے وقت ہر شے کی قیمت میں تبدیلی کو برابر اہمیت حاصل ہے ایسے اشاری اعداد کو سادہ یا بلا وزن اشاری اعداد (Simple or

Marfat.com

(unweighted Index numbers) کا نام دیا جاتا ہے لیکن عملی زندگی میں تمام اشیاء کی اہمیت ایک جیسی نہیں ہوتی اور ان اشیاء کی قیمتوں میں تغیرات لوگوں کی قوت خرید پر ایک جیسا اثر نہیں کرتی۔ مثلاً اگر گندم کی قیمت پچاس فیصد بڑھ جائے اور نمک کی قیمت میں پچاس فیصد کمی آجائے تو سادہ اشاری اعداد تو یہ ظاہر کریں گے کہ اوسط قیمتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور قوتِ خرید پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ مثلاً ان دو اشیاء کا سادہ اشاری اعداد کا گوشوارہ مندرجہ ذیل ہوگا۔

	بنیادی سال کا اشاری عدد	سالِ رواں کا اشاری عدد
گندم:	۱۰۰	۱۵۰
نمک	۱۰۰	۵۰
کل	۲۰۰	۲۰۰
اوسط	۱۰۰	۱۰۰

مگر مندرجہ بالا گوشوارہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صارفین کی قوتِ خرید پر کوئی اثر نہیں پڑا، قیمتیں عملی ایک جیسی رہیں صارفین قیمتوں کی تبدیلی سے متاثر نہیں ہوئے۔ یہ تاثر درست نہیں۔ یہ نتیجہ یقیناً غلط ہے۔ اسی لیے سادہ اشاری اعداد کے بجائے وزن دار اشاری اعداد (Weighted Index numbers) تیار کیے جاتے ہیں جن میں اشیاء کی اہمیت کے مطابق ان اشیاء کے قیمتوں کے تغیرات کو وزن دیا جاتا ہے زیادہ اہم، زیادہ مالیت والی، زیادہ استعمال ہونے والی اشیا کو زیادہ وزن دیا جاتا ہے اور کم اہمیت رکھنے والی کم مالیت والی اور کم استعمال ہونے والی اشیاء کو نسبتاً کم وزن دیا جاتا ہے۔ مثلاً مندرجہ بالا مثال میں گندم کو نمک کی نسبت دس گنا اہمیت دی جاسکتی ہے یعنی اگر نمک کی قیمت کو بنیادی سال میں ۱۰۰ سمجھا جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں گندم کی قیمت کو ۱۰۰ × ۱۰ = ۱۰۰۰ سمجھا جائے گا تاکہ اوسط نکالتے وقت گندم کی قیمت میں تبدیلی کا اثر نمک کی قیمت کی تبدیلی کے اثر سے دس گنا زیادہ ہو۔

مثلاً ان دو اشیاء کا نیا جدول یا گوشوارہ اگلے صفحے پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

اشیاء	قیمت (بنیادی سال)	اشاری عدد	وزن	وزن دار اشاری عدد	قیمت (سالِ رواں)	اشاری عدد	وزن	وزن دار اشاری عدد
گندم	۴۰ روپے فی من	۱۰۰	۱۰	۱۰۰۰	۶۰ روپے فی من	۱۵۰	۱۰	۱۵۰۰
نمک	۲۰ روپے فی من	۱۰۰	۱	۱۰۰	۱۰ روپے فی من	۵۰	۱	۵۰
میزان			۱۱	۱۱۰۰	-	-	۱۱	۱۵۵۰

وزن دار اشاری اعداد $\frac{۱۱۰۰}{۱۱} = ۱۰۰$ ، $\frac{۱۵۵۰}{۱۱} = ۱۴۰٫۹$

پس وزن دار اشاری اعداد بنانے سے عام قیمتوں کی تبدیلیوں کے رجحان کا نسبتاً بہتر اندازہ ہوتا ہے اور اس لیے قدرِ زر کی پیمائش زیادہ صحیح ہوتی ہے لیکن اس میں صرف اس بات کا خیال رکھنا ہوتا ہے کہ وزن بغیر کسی تعصب کے دیئے جائیں ورنہ قیمتوں کے رجحان کو ایک خاص سمت میں دکھانے کے لیے جان بوجھ کر غلط اوزان بھی دیئے جا سکتے ہیں عام طور پر اشاری اعداد مندرجہ ذیل مقاصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں :

۱۔ قیمتوں کے اشاری اعداد : جو کسی ایک شے یا اشیاء کے مجموعہ کی تھوک یا پرچون قیمتوں میں تغیرات کا پتہ چلانے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں ۔

۲۔ مقداروں کے اشاری اعداد : جو قومی پیداوار یا برآمدی یا درآمدی اشیاء کے حجم یا مالیت میں تبدیلیوں کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ۔

۳۔ مجموعی اشاری اعداد : جو معیارِ زندگی یا مزدوروں کی اجرتوں یا مجموعی صنعتی پیداوار وغیرہ کی تبدیلیوں کو ظاہر کرتے ہیں ان کے بنانے میں قیمتوں کی تبدیلی کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے اور مقداروں میں تبدیلی کو بھی مدنظر رکھا جاتا ہے ۔

قدرِ زر میں تبدیلیوں کے اثرات (Consuquences of the changes in the value of money)

قدرِ زر میں تبدیلی کا اثر معاشرے کے ہر فرد پر ہوتا ہے لیکن ہر فرد اور ہر طبقہ ایک جیسا

Marfat.com

متاثر نہیں ہوتا بلکہ قدرِ زر کی تبدیلی کا اثر کچھ لوگوں کے لیے بہتر ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے لیکن قدرِ زر کی تبدیلی سے کم و بیش ہر طبقہ متاثر ہوتا ہے۔ معاشرے کے مختلف طبقات پر قدرِ زر میں تبدیلی کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ صارفین ( ) جب قدرِ زر گر رہی ہو اور قیمتیں بڑھ رہی ہوں تو اشیائے صرف کے خریدار خسارے میں رہتے ہیں اور جب عام اشیا کی قیمتیں گر رہی ہوں یا قدرِ زر بڑھ رہی ہو تو صارفین کی قوتِ خرید بڑھ جاتی ہے اور وہ فائدے میں رہتے ہیں

۲۔ آجرین (Producers) تاجر تھوک فروش، پرچون فروش، صنعتکار اور وہ کاروباری افراد جو عملِ پیدائش میں مصروف ہوتے ہیں قدرِ زر کے گرنے سے فائدے میں رہتے ہیں اور قدرِ زر کے بڑھنے سے نقصان اٹھاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ آجرین پہلے مال خریدتے ہیں مزدور سے اجرتیں طے کرتے ہیں اور اپنے کل مصارفِ پیدائش کا مقابلہ اس وقت کی رائج قیمت سے کرتے ہیں اور منافع کی توقع پر اشیاء بنانے یا بیچنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس دوران میں اگر قیمتیں گر جائیں تو ان کا منافع یا تو بہت کم ہو جاتا ہے یا انہیں منافع کی بجائے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر قیمتیں زیادہ گر جائیں تو ان کے مصارفِ پیدائش بھی پورے نہیں ہوتے اور اگر اس دوران قدرِ زر کم ہو جائے یعنی قیمتیں بڑھ جائیں تو آجرین کے منافع ان کی متوقع سطح سے بڑھ جاتے ہیں اور قیمتوں کا بڑھنا ان کے لیے سود مند ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ مقررہ آمدنی والے طبقہ (Fixed Income Groups) اس طبقہ میں تنخواہ پانے والے پنشن لینے والے اور ایسے تمام افراد جنہیں مقررہ آمدنی وصول ہوتی ہے شامل ہیں۔ یہ طبقہ قدرِ زر کے گرنے یا قیمتوں کے بڑھنے سے بری طرح متاثر ہوتا ہے لیکن قدرِ زر کے بڑھنے یعنی قیمتوں کے گرنے کے دوران مقررہ آمدنیوں کی قوتِ خرید بڑھ جانے کے سبب فائدے میں رہتا ہے۔

۴۔ قرض خواہ (Creditors) قدرِ زر کے بڑھنے سے قرضخواہ کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ عام اشیا کی قیمتیں گر جاتی ہیں اور ایسے موقع پر جب قرض خواہ کو اپنی قرض دی ہوئی رقم واپس ملتی ہے تو وہ بہت فائدے میں رہتا ہے اس رقم کی قوتِ خرید پہلے کے مقابلہ میں بڑھ چکی ہوتی ہے۔ قدرِ زر کے کم ہو جانے سے قرض خواہ کو واپس ملی ہوئی رقم کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے اور وہ نقصان میں رہتا ہے۔

Marfat.com

۵۔ مقروض (Debtors) قدرِ زر میں کمی ہونے سے مقروض کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور مقروض قرض لی ہوئی مقررہ رقم ہی واپس کرتا ہے اگرچہ اس رقم کی قوتِ خرید پہلے کی نسبت کم ہو چکی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جب قدرِ زر زیادہ ہوتی ہے تو مقروض کو نقصان ہوتا ہے کیونکہ قرض لی ہوئی رقم جواب واپس کرنا ہوتی ہے اس کی قوتِ خرید پہلے کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔

۶۔ مزدور (Wage-earners) یہ طبقہ بھی مقررہ آمدنی والے طبقہ کی طرح قدرِ زر میں اضافہ سے فائدہ اٹھاتا ہے اور قدرِ زر میں کمی سے نقصان میں رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قدرِ زر میں کمی کے دوران مزدوروں کی اجرتیں عموماً اس نسبت سے بلند نہیں ہوتیں جس نسبت سے اشیاء کی قیمتیں بڑھتی ہیں۔ اس کے برعکس قدرِ زر میں اضافہ کے وقت مزدوروں کی اجرتیں عموماً اتنی تیزی سے نہیں گرتیں جتنا کہ قیمتیں گرتی ہیں۔

اگرچہ مزدوروں کی اجرت اشیاء کی قیمتوں میں گرنے کے دوران فائدہ مند رہتی ہے لیکن مزدوروں کو بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ کے وقت مزدوروں کی اجرتوں کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے لیکن بآسانی روزگار دستیاب ہو جاتا ہے

۷۔ کسان (Cultivators) یہ طبقہ قدرِ زر کی کمی کے دوران فائدے میں رہتا ہے۔ کیونکہ اس کے مصارفِ پیدائش مقرر ہوتے اور فصل کٹنے سے پہلے ہی ادا ہو چکے ہوتے ہیں اگر قیمتیں بڑھ جائیں تو وہی پیداوار کسان کی توقع سے زیادہ آمدنی دیتی ہے اور اس لیے کسان کے مقررہ مصارفِ پیدائش نکال دینے کے بعد اسے زیادہ منافع حاصل ہوتا ہے۔

قدرِ زر کے اضافہ کے دوران قیمتیں گر جاتی ہیں اور کسان کو پیداوار کی مالیت توقع سے کم حاصل ہوتی ہے اور مقررہ مصارفِ پیدائش نکالنے کے بعد کسان کو بہت کم آمدنی ملتی ہے بلکہ بسا اوقات خسارہ بھی ہو جاتا ہے۔

۸۔ حکومت (State or Government) قدرِ زر میں اضافہ کے دوران عام اشیاء کی قیمتوں کے گرنے سے حکومت کو عموماً خسارہ ہوتا ہے کیونکہ حکومت کی وصولیاں کم ہو جاتی ہیں گرتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے لوگوں کی آمدنیاں

Marfat.com

کم ہو جاتی ہے اس لیے آمدنی اور اشیائی ٹیکسوں سے حکومت کی آمدنیاں کم ہو جاتی ہیں لیکن حکومت کے اخراجات پہلے سے مقرر ہوتے ہیں اور ان میں کمی کرنا مشکل ہوتا ہے مثلاً سرکاری محکموں کا خرچ، پنشنوں پر خرچ اور پرانے قرضوں پر سود کی رقوم۔ یہ سب اخراجات تقریباً مقرر ہوتے ہیں اس لیے حکومت خسارے میں رہتی ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کو اس لحاظ سے بھی نقصان ہوتا ہے کہ وہ مقروض کی حیثیت سے سرکاری قرضوں کی ادائیگی کی ذمہ دار ہوتی ہے اور زر کی قوتِ خرید میں اضافہ ہو جانے سے ایسے قرضوں کا بوجھ حکومت پر بڑھ جاتا ہے۔

اس کے برعکس قدرِ زر میں کمی کے دوران حکومت کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ قیمتیں بڑھ جاتی ہیں آمدنی اور اشیائی ٹیکسوں سے حکومت کی آمدنی بڑھ جاتی ہے جبکہ اخراجات کی رقوم پہلے سے مقرر ہوتی ہیں اس لیے ایسے حالات میں حکومت فائدے میں رہتی ہے۔ سرکاری قرضوں کا بوجھ بھی زر کی قوتِ خرید کے کم ہو جانے کی وجہ سے پہلے کی نسبت کم ہو جاتا ہے۔

پس مندرجہ بالا طبقات پر زر کی قدر کی تبدیلی کے اثرات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ نہ تو قدرِ زر کا زیادہ بڑھنا ہی مناسب ہے اور نہ ہی اس کا گرنا مفید ہے کیونکہ ہر دو صورتوں میں معاشرے کے چند گروہ فائدہ اٹھائیں گے اور چند طبقات نقصان میں رہیں گے۔ اس لیے قدرِ زر کا اتار چڑھاؤ ملک کے لیے ایسے معاشی اور معاشرتی مسائل پیدا کر سکتا ہے جو ملک کے استحکام کے لیے حد درجہ مضر ثابت ہوں۔

معاشیات میں قیمتوں کی عام سطح میں چڑھنے یا گرنے کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اصطلاحات اکثر استعمال کی جاتی ہیں۔

۱۔ افراطِ زر (Inflation) جس سے مراد ایسی حالت ہے جب قیمتوں کی عام سطح بہت بلند ہوتی جا رہی ہو اور قدرِ زر کم ہو رہی ہو۔

۲۔ تفریطِ زر (Deflation) جس سے مراد ایسی حالت ہے جب قیمتوں کی عام سطح بہت نیچے گرتی جا رہی ہو اور قدرِ زر بڑھ رہی ہو۔

۳۔ بازافراطِ زر (Reflation) اس حالت میں قیمتیں اپنی عام یا معیاری سطح کی جانب بڑھتی ہیں۔ اگر تفریطِ زر کے اثرات کو دور کرنے کے لیے قیمتوں میں اضافہ کیا جائے تو اسے صحتمند علامت سمجھا جائے گا اور اسے افراطِ زر کے بجائے "بازافراطِ زر" کہا جائے گا۔

۴۔ عدم افراطِ زر (Dis-inflation) بہت زیادہ قیمتوں کو عام یا نارمل سطح پر لانے کے عمل کو یہ نام دیا جاتا ہے۔ افراطِ زر کے اثرات کو زائل کرنے

Marfat.com

کے لیے اگر قیمتوں کو کم کیا جائے تو اسے تفریطِ زر کی بجائے عدم افراطی زر کا نام دیا جائے گا۔

۵۔ افراطِ جمود (Stagflation) ایسی حالت جس میں افراطِ زر (Inflation) ہو لیکن معیشت میں جمود (Stagnation) طاری ہو اور بے روزگاری پھیلی ہوئی ہو کو (Stagnation + Inflation = Stagflation) کہا جاتا ہے۔

افراطِ زر

قیمتوں کی عام سطح کے بلند ہونے کو ہمیشہ افراطِ زر کا نام نہیں دیا جاتا کیونکہ بسا اوقات قیمتوں کا بہت معمولی رفتار سے بڑھنا معیشت کے حق میں بہتر ہو سکتا ہے یا کم از کم قیمتوں کے معمولی اضافہ سے معیشت پر کوئی مضر اثرات نہ پیدا ہو رہے ہوں۔ یا اگر ملک میں قیمتوں کی سطح بہت کم ہو جس کے باعث سرمایہ کاری اور پیداوار کی سطح بہت پست ہو اور بے روزگاری پھیلی ہوئی ہو اور ایسے حالات میں قیمتوں کی عام سطح چڑھنے لگے تو اسے افراطِ زر کا نام نہیں دیا جائیگا بلکہ اسے معیشت کے لیے مفید قرار دیا جائے گا جس سے قیمتیں اپنی معیاری حالت پر واپس پہنچ جائیں گی اور سرمایہ کاری و پیداوار کی سطح بھی بلند ہو کر اپنی معیاری حالت پر واپس آ جائے گی کم قیمتوں کی وجہ سے پھیلی ہوئی بے روزگاری بھی دور ہو جائے گی۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر قیمتیں اپنی عام معیاری سطح سے بڑھ جائیں تب ہی اسے ایک مسئلہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اور اسے ہم افراطِ زر کا نام دے سکتے ہیں۔

افراطِ زر کی ایک سادہ اور مختصر مگر جامع تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ ایک ایسی حالت جس میں زیادہ زر کم اشیا کا پیچھا کرے افراطِ زر کہلاتی ہے۔ کینز کے مطابق حقیقی افراطِ زر اس حالت کو کہتے ہیں جس میں زر کی رسد کے اضافہ کے مقابلہ میں اشیا اور خدمات کی پیداوار کی لچک صفر ہو یعنی زر کی رسد کے بڑھنے کا پیداوار پر کوئی اثر نہ ہو۔

اگرچہ اب یہ کلاسیکی نظریہ کہ مکمل روزگار کی سطح برقرار رہتی ہے، درست نہیں سمجھا جاتا تاہم افراطِ زر کی حالت کو بیان کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مکمل روزگار کی سطح حاصل ہو چکنے کے بعد اگر رسدِ زر بڑھ جائے تو افراطِ زر کا رجحان پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ رسدِ زر کے بڑھنے سے اگر اشیا کی مقدار اسی نسبت سے بڑھ جائے تب تو قیمتوں میں اضافہ نہ ہو لیکن اگر اشیا کی پیداوار رسدِ زر سے پیچھے رہ جائے تو لازمی طور پر قیمتوں میں اضافہ ہو گا اور اسے

Marfat.com

افراطی رجحان کہنا مناسب ہوگا۔

افراطِ زر کے بارے میں تین اہم باتیں بیان کی جا سکتی ہیں:

۱۔ افراطِ زر ایک عمل ہے یعنی اگر ایک مرتبہ کسی ملک کی فصلوں کی تباہی کے باعث قیمتیں بڑھ جائیں تو اسے افراطِ زر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ افراطِ زر کا رجحان کچھ عرصہ تک جاری رہنا چاہیے تب ہی اسے مسئلہ افراطِ زر کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ افراطِ زر ایک ایسی حالت ہے جس میں رواں قیمتوں پر طلب کو پورا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسی لیے قیمتوں میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

۳۔ افراطِ زر کی حالت میں اگر ایک مرتبہ قیمتیں بڑھنا شروع کر دیں تو خریدار قیمتوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیشِ نظر مزید خریدنا شروع کر دیتے ہیں۔ خریداروں کے مزید خریدنے کے رویہ کی وجہ سے مزید قیمتیں بڑھنا کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات حکومت مختلف تدابیر اختیار کر کے افراطِ زر کو روک دیتی ہے لیکن ایسا صرف عارضی طور پر ہوتا ہے اور کسی وقت بھی بند ٹوٹ سکتا ہے۔ مثلاً زمانۂ جنگ میں قیمتوں پر کنٹرول کی پالیسی پر بڑی شدت سے عمل کیا جاتا ہے اور افراطِ زر کو کچھ عرصہ کے لیے کافی حد تک قابو میں کر لیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ رکا ہوا افراطِ زر ہی ہوتا ہے اور ایسی حالت کو اخفائی افراطِ زر (   ) کہا جاتا ہے۔

اگر قیمتوں کے چڑھنے کی سالانہ رفتار دو چار فیصد سے زائد نہ ہو تو اس کے لیے خزندہ افراطِ زر (Creeping Inflation) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

افراطِ زر کی حالت میں قیمتوں کی سطح بلند ہوتی جاتی ہے اور کبھی کبھی قیمتوں کے بڑھنے کی رفتار اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ اُن کو قابو میں کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیمتیں کودتی چلانگتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہیں۔

ایسی حالت کو شدید افراطِ زر (Hyper-Inflation) یا تیز رو افراطِ زر (Galloping Inflation) یا عنان گسیختہ افراطِ زر (Run-away Inflation) کا نام دیا جاتا ہے ایسی حالت میں ملک میں رائج زر پر سے عوام کا اعتماد اٹھنے لگتا ہے۔

Marfat.com

افراطِ زر میں ایک اہم فرق طلب کشیدہ افراطِ زر (Demand Pull Inflation) اور اجرت نشار افراطِ زر (Wage-pull Inflation) میں قائم کیا جاتا ہے۔

۱۔ طلب کشیدہ افراطِ زر : ایسی حالت کو کہتے ہیں جس میں وسائل کی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے خواہ وہ اضافہ حکومت کی طرف سے ہو یا سرمایہ کاروں کی طرف سے ہو یا صارفین کی طرف سے لیکن رواں پیداوار کی رسد اُس طلب کو پُورا کرنے سے قاصر رہتی ہے اور قیمتیں بڑھ جاتی ہیں ایسی صورت میں افراطِ زر طلب میں اضافہ کے باعث پیدا ہوتا ہے اور اسے طلب کشیدہ افراطِ زر کہنا مناسب ہے۔

۲۔ اجرت نشار افراطِ زر : ایسی حالت میں جس میں مجموعی طلب میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی ہو لیکن لاگت خصوصاً اجرتی لاگت میں اضافہ ہو گیا ہو جس کے نتیجہ میں مزدوروں کی آمدنیاں بڑھ گئی ہوں جس میں سے وہ خرچ بھی زیادہ کر سکتے ہیں۔ کارخانہ دار اور تاجر اجرتی لاگت میں اضافہ کو اشیا کی قیمتیں بڑھا کر پورا کر لیتے ہیں۔ قیمتیں بڑھنے سے مزدوروں کی حقیقی اجرتیں دوبارہ کم ہو جاتی ہیں اور وہ مزید زری اجرتیں طلب کرتے ہیں۔ کارخانہ دار اور تاجران کی اجرتیں بڑھا دیتے ہیں مگر اشیا کی قیمتوں میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں اور اجرتوں اور قیمتوں میں اضافہ کا یہ سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اور ایک ایسے چکر کا آغاز ہو جاتا ہے جس میں اجرتیں اور قیمتیں ایک دوسرے کے تعاقب میں بڑھتی رہتی ہیں ایسی صورتِ حال میں "اجرت نشار افراطِ زر" کی اصطلاح ظاہر کرتی ہے کہ افراطِ زر درحقیقت اجرتوں میں اضافہ کے سبب رُونما ہُوا ہے۔ اس حالت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اجرتی لاگت میں ابتدائی اضافہ منصفانہ اور جائز ہی ہو۔ اگر اجرتوں میں اضافہ کا مطالبہ مزدوروں کی کارکردگی کے بڑھنے یا ان کے معیارِ زندگی کے بلند ہونے کے مطابق نہ بھی ہو تو کارخانہ دار اُن کو زائد اجرت دینے میں پس و پیش نہ کریں گے اگر انہیں یہ یقین ہو کہ اشیا کی قیمتیں بڑھا کر وہ نہ صرف اس کمی کو پُورا کر لیں گے جو زائد اجرت کی شکل میں انہیں دینا پڑی ہے بلکہ اپنے منافع کی شرح میں بھی اضافہ کر لیں گے۔

افراطِ زر کی مندرجہ بالا مختلف اقسام اور حالتوں کو سمجھنے کے بعد افراطِ زر کی مختصر مگر جامع تعریف اس طرح بھی کی جا سکتی ہے کہ جب رواں قیمتوں پر اشیا و خدمات کی مجموعی طلب پیداوار کی مجموعی رسد سے بڑھ جائے تو اسے افراطِ زر کی حالت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اگر حکومت یا صارفین یا ناظمین کی جانب سے قومی پیداوار میں سے جو حصّہ طلب کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

وہ اس حصہ سے بڑھ جائے جو انہیں قیمتوں کی میکانیت کے تحت ملنا چاہیئے اور دوسرے شعبے اپنی طلب کم کرنے کو تیار نہ ہوں تو اشیا کی مجموعی طلب ان کی مجموعی رسد کے مقابلہ میں زیادہ ہو جائے گی اور افراطی رجحان پیدا ہوگا۔

مثلاً اگر حکومت قومی پیداوار کا زیادہ حصہ اپنے لیے حاصل کرنا چاہتی ہے جو عوام سے حاصل کیے ہوئے ٹیکس اور قرضوں سے حاصل کرنا ممکن نہ ہو اور اگر دوسرے سرمایہ دار اشیائے پیداوار پر اپنا خرچ کم کرنے کو تیار نہ ہوں اور نہ ہی صارفین اشیاءِ صرف پر خرچ میں کمی کرنے کو تیار ہوں تو حکومت نوٹ جاری کرکے یا مرکزی بنک یا تجارتی بنکوں سے قرض لے کر زائد حصہ حاصل کر سکتی ہے اور پیداوار کی طلب اس کی رسد سے بڑھ جائے گی اور افراطی رجحان پیدا ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر سرمایہ دار قومی پیداوار کا جو حصہ استعمال کرنا چاہتے ہیں وہ اس حصہ سے زیادہ ہو جو بچت کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے اور دوسری جانب دوسرے شعبے وسائل کی طلب میں کمی کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو بھی افراطِ زر پیدا ہو جائے گا کیونکہ مجموعی طلب مجموعی رسد سے زیادہ ہو جائے گی۔

لہٰذا یہ ظاہر ہے کہ افراطِ زر کی حالت کے ذمہ دار دو قسم کے اسباب ہو سکتے ہیں ایک وہ جو مجموعی طلب میں اضافہ کرتے ہیں اور دوسرے وہ اسباب جن کے باعث رسدِ زر کے مقابلہ میں اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوتا۔

پس افراطِ زر کے پیدا ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات مختصراً بیان کی جا سکتی ہے۔

۱۔ مجموعی طلب میں اضافہ جس کے لیے مندرجہ ذیل عناصر ذمہ دار ہو سکتے ہیں:

(الف) زر کی رسد میں اضافہ

(ب) قابلِ انتقال ذاتی آمدنیوں میں اضافہ

(ج) اشیائے صرف اور اشیائے سرمایہ پر مجموعی اخراجات میں اضافہ

(د) تخمینی کاروبار میں اضافہ

(ہ) ذخیرہ اندوزی اور منافع خوری کے رجحان میں اضافہ

(و) برآمدات میں اضافہ

(ز) اجرتوں میں اضافہ

(ح) آبادی میں اضافہ

(ط) مصارفِ پیدائش میں اضافہ

Marfat.com

(ی) حکومت کے اخراجات میں اضافہ

(ک) حکومت کی تمویل خسارہ (Deficit Financing) کی پالیسی

(ل) جنگ کی صورت میں سرکاری مصارف میں اضافہ

۲۔ رسدِ زر کے مقابلہ میں اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ نہ ہونا جس پر مندرجہ ذیل عناصر اثر پذیر ہو سکتے ہیں:

(الف) کسی عاملِ پیدائش کا محدود ہونا (مثلاً سرمایہ کی کمی، یا تربیت یافتہ مزدوروں کی کمی، یا قدرتی وسائل یا خام مال کی کمی، یا لائق ناظموں کی کمی۔)

(ب) برآمدات میں اضافہ ہونے سے ملک کی اشیاء و خدمات میں کمی کا ہونا

(ج) درآمدات میں کمی جو یا تو کسی جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے ہو سکتی ہے یا توازنِ ادائیگی کے ناموافق ہونے پر درآمدات پر پابندیاں عائد کرنے کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔

(د) اشیاء کی ذخیرہ اندوزی بھی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔

(ہ) قدرتی آفات یا قحط کے حالات، زرعی پیداوار میں کمی کر سکتے ہیں۔

(و) صنعتی جھگڑوں (ہڑتالوں یا دربندیوں) کی وجہ سے صنعتی پیداوار میں کمی آجانا بھی اس کی وجہ ہو سکتی ہے۔

افراطِ زر پر کنٹرول

افراطِ زر پر قابو پانے کے لیے تین طرح کے اقدامات کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ زری اقدامات (Monetary Policy)

۲۔ مالیاتی اقدامات (Fiscal Policy)

۳۔ غیر زری اقدامات (Non-Monetary Policy)

زری اقدامات کے ذریعے مجموعی اخراجات میں کمی کی جانی چاہیئے اس کے لیے مرکزی بنک شرحِ سود میں اضافہ اور دیگر اقدامات کے ذریعے تجارتی بنکوں کی تخلیقِ زر کی طاقت کو کم کر سکتا ہے تاکہ قرض لینا مہنگا ہو جائے اور مجموعی طلب میں کمی آئے۔

مالیاتی اقدامات کے ذریعہ بھی مجموعی اخراجات میں کمی کی جا سکتی ہے۔ حکومت ایک طرف پرانے ٹیکس بڑھا کر یا نئے ٹیکس لگا کر آمدنی بڑھا سکتی ہے اور دوسری طرف حکومت اپنے اخراجات میں کمی کر کے مجموعی طلب میں کمی کر سکتی ہے۔ مختلف منصوبوں کے ذریعہ ترغیب دے کر بچت

Marfat.com

بڑھا سکتی ہے اور عوام سے قرض لے کر رسدِ زر کو کم کر سکتی ہے حکومت سونے کے ذخائر کو اپنی تحویل میں لے کر یا بیرونی کرنسیوں کی شکل میں اپنی کرنسی کی قدر بڑھا کر بھی رسدِ زر پر کنٹرول کر سکتی ہے۔

غیر زری اقدامات میں مندرجہ ذیل اقدامات شامل کیے جا سکتے ہیں؛

(الف) زرعی اور صنعتی پیداوار بڑھا کر۔

(ب) درآمدات بڑھا کر اشیا کی مقدار میں اضافہ کر کے

(ج) برآمدات گھٹا کر تا کہ ملک میں اشیا کی مقدار میں کمی نہ آئے۔

(د) مزدوروں کی زری اجرتوں پر کنٹرول کر کے

(ہ) راشن بندی کے ذریعے قیمتوں پر قابو پا کر

(و) سامان تعیش کی پیداوار کم کر کے۔ اس کے بجائے ضروری اشیاء کی پیداوار بڑھا کر۔

(ز) کالے بازار اور ذخیرہ اندوزی پر کنٹرول کر کے

(ح) تمام ضروری اشیا کی قیمتوں کو کنٹرول کے تحت لا کر

(ط) نظم و نسق پر اخراجات کو کم کر کے

(ی) وسائل کی غلط تخصیص درست کر کے اور وسائل کے استعمال کی کارکردگی کو بڑھا کر

(ک) پیداوار میں تکنیکی لحاظ سے ماہرین کے مشورے مہیا کر کے اور منافع کی شرح کو کنٹرول کر کے

ترقی پذیر ممالک میں افراطِ زر

Inflation in a developing economy

افراطِ زر کا مسئلہ ترقی یافتہ ممالک کو بھی درپیش ہوتا ہے اور ترقی پذیر ممالک کو بھی اس کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے لیکن دونوں معیشتوں میں اس مسئلہ کی نوعیت کچھ مختلف ہوتی ہے اور اسی لیے اس کے لیے اقدامات بھی قدرے مختلف ہوتے ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں افراطِ زر کا مسئلہ مکمل روزگار کے بعد پیدا ہوتا ہے لیکن ترقی پذیر ممالک میں مکمل روزگار کی سطح حاصل ہونے سے قبل ہی شدید افراطِ زر ہوتا ہے جب کہ ترقی

Marfat.com

پذیر ممالک میں بے روزگاری ہوتی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں رسدِ پیداوار کا خط لچکدار ہوتا ہے اس لیے موثر طلب میں اضافہ کے باوجود افراطی دباؤ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ طلب کے بڑھنے سے پیداوار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے علاوہ ازیں ترقی یافتہ ممالک میں کارخانوں اور کاروباری اداروں میں پیداواری استعداد (Capacity) زائد موجود ہوتی ہے اور طلب کے بڑھنے پر اس استعداد کو بہ آسانی بڑھایا جا سکتا ہے۔

برعکس اس کے ترقی پذیر ممالک میں شدید بے روزگاری کے باوجود مؤثر طلب کے بڑھنے سے پیداوار کی رسد میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں بے روزگاری کی اصل وجہ موثر طلب کی کمی نہیں بلکہ سرمایہ کی کمی ہے اس لیے مؤثر طلب کے بڑھنے کے باوجود نہ سرمایہ کاری بڑھتی ہے نہ بے روزگاری کم ہوتی ہے اور نہ ہی اشیاء کی رسد میں اضافہ ہونے پاتا ہے۔

مندرجہ بالا تشریحات کے پیشِ نظر ترقی پذیر ممالک میں افراطِ زر کو روکنے کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں:

۱۔ سرمایہ جمع کیا جائے اور سرمایہ کاری میں اضافہ کیا جائے۔

۲۔ اشیائے صارفین کو بڑھایا جائے خاص طور پر زرعی اشیا میں اضافہ کیا جائے کیونکہ اکثر افراطِ زر کی حالت میں پہلے اشیائے خوراک کی قیمتیں بڑھتی ہیں۔ پھر اشیائے صارفین میں اضافہ ہوتا ہے اور معیارِ زندگی مہنگا ہو جاتا ہے اس لیے اجرتوں میں اضافہ ناگزیر ہو جاتا ہے اور اشیائ کی لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے جس سے قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے اور قیمتیں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اس طریقِ عمل کو مدِنظر رکھتے ہوئے افراطِ زر کو روکنے کے لیے سب سے پہلے زرعی اشیا کی پیداوار کو بڑھانا اشد ضروری ہے تاکہ زرعی اشیا کی قیمتوں میں اضافہ نہ ہو سکے زرعی اشیا بعض صنعتوں میں خام مال کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ اس لیے زرعی اشیا کی قیمتوں میں اضافہ براہِ راست ان صنعتوں میں تیار ہونے والی اشیا کی لاگت میں اضافہ کر دیتی ہے اور صنعتی اشیاء کی قیمتیں براہِ راست بڑھ جاتی ہیں۔

۳۔ ترقی پذیر ممالک کو ذخیرہ اندوزی اور سٹہ بازی (تخمینی پر) تا بو پانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے کیونکہ یہی جلتی پر تیل کا کام کرتی ہیں اور افراطِ زر کو شدید یا تیز رو افراطِ زر کی حالت پر پہنچا دیتی ہیں۔

Marfat.com

۴۔ ترقی پذیر ممالک کو تمویل خسارہ کی پالیسی پر عمل کرنے سے گریز کرنا چاہیئے عام طور پر ترقی کے ابتدائی مراحل میں ترقی پذیر ممالک میں طویل مدت کے منصوبوں پر سرمایہ کاری کی جاتی ہے۔

مثلاً بھاری صنعتیں قائم کرنا بڑے بڑے بند باندھنا ایسے منصوبے عوام کی قوتِ خرید تو فوراً بڑھا دیتے ہیں مگر اشیاء کی پیداوار بڑھنے کے لیے طویل مدت تک انتظار کرنا پڑتا ہے اور نتیجہ افراطِ زر کی صورت میں رونما ہوتا ہے اس لیے ترقی پذیر ممالک کو قلیل مدت کے ترقیاتی منصوبے بنانے چاہئیں تاکہ قوتِ خرید اور رسدِ زر کے ساتھ ساتھ اشیاء کی پیداوار بھی بڑھا دی جائے تاکہ قیمتوں کے چڑھنے کا امکان نہ رہے۔

Marfat.com

باب ۲۴

بینکاری

BANKING

بنک کی تعریف بنک ایک ایسا ادارہ ہے جو زر اور اعتباری زر کا لین دین کرتا ہے یا اسے ایک ایسا ادارہ قرار دیا جا سکتا ہے جو قرضوں کا کاروبار کرتا ہے یعنی قرض لیتا بھی ہے اور قرض دیتا بھی ہے۔ دراصل بنک اپنا منافع حاصل ہی اس طرح کرتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس روپیہ اپنی ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے ان سے کم شرح سود پر ادھار حاصل کر لیتا ہے اور ایسے لوگوں کو زیادہ شرح سود پر قرض دے دیتا ہے جو ضرورت مند ہوتے ہیں۔

بنک کا ارتقاء بنک کا لفظ لاطینی زبان کے لفظ (BANCO) سے مشتق ہے جس کے معنے لکڑی کے تختہ کے ہیں اس زمانے میں لکڑی کے بنچوں پر بیٹھ کر زر کے تبادلہ کا کام سرانجام دیا جاتا تھا۔ بعد میں لوگوں کی امانتیں محفوظ رکھنے کے لیے بھی کاروبار ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اس کاروبار نے بڑے اداروں کی شکل اختیار کر لی اور انہیں بنک کی نسبت سے بنکوں کا نام دے دیا گیا۔

پرانے زمانے میں لوگوں کو زر کو محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں بڑی دشواری پیش آتی تھی کیونکہ زر سونے یا چاندی کے سکوں کی شکل میں ہوتا تھا اس لیے حفاظت کرنا مشکل تھا۔ عام طور پر زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا اور ضرورت پڑنے پر نکال لیا جاتا تھا۔ خرید و فروخت کے لیے دوسرے شہروں یا گاؤں میں جاتے ہوئے زیادہ زر سکوں کی صورت میں اپنے ہمراہ لے جانا خطرے سے خالی نہیں ہوتا تھا اور ہر وقت ڈاکوؤں کا ڈر رہتا تھا۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے تین طرح کے لوگوں نے اپنی خدمات پیش کیں :

۱۔ سوداگر۔ (۲) ساہوکار۔ (۳) سنار۔

سوداگروں نے تو اس طرح مسئلہ کو حل کرنے میں مدد دی کہ وہ ایک دوسرے کو اشیا خریدتے وقت نقد ادائیگی کرنے کے بجائے مستقبل میں ادائیگی کرنے کے تحریری وعدے استعمال کرنے لگے، اور اس طرح لین دین میں زر کی ادائیگی کی ضرورت کم پیش آنے لگی۔

Marfat.com

اور نقد کو اپنے ہمراہ رکھنے اور لے جانے کی ضرورت بھی کم ہوگئی۔ ساہوکاروں نے قرض لے کر زیادہ شرح سود پر ضرورت مند لوگوں کو قرض دینے کا کاروبار شروع کر دیا اور زر کی بجائے اعتباری زر کو رواج دیا۔ سناروں کے پاس زیورات کو محفوظ رکھنے کے لیے خاص انتظامات ہوتے تھے۔ آہنی صندوق، مضبوط کمرے، چوکیدار وغیرہ۔

لوگوں نے اپنی رقمیں سناروں کے پاس حفاظت کے لیے بطور امانت رکھوانا شروع کر دیں۔ شروع میں تو یہ سنار کل رقم کی رسید دیدیتے تھے مگر بعد میں انہوں نے کل رقم کی ایک رسید دینے کے بجائے دس دس یا سو سو یا ہزار ہزار روپوں کی رسیدیں جاری کرنا شروع کر دیں۔ سناروں پر لوگوں کو اتنا اعتماد تھا کہ یہی رسیدیں خرید و فروخت میں استعمال ہونے لگیں اور ایک شخص سے دوسرے کے ہاتھ میں جاتیں۔ مگر وہ بجائے اس کے کہ وہ رسید دکھا کر سنار سے سونے یا چاندی کے سکے حاصل کرے، اپنے لیے اشیا خرید کر وہی رسید کسی دوسرے کے حوالے کر دیتا تھا۔ ہر وہ شخص جو وہ رسید سنار کو دکھاتا رقم سکوں کی صورت میں لے سکتا تھا۔ اس طرح کاغذی سکوں یا نوٹوں کا رواج ہوا۔ سناروں نے تجربے سے معلوم کیا کہ جو رقمیں ان کے پاس جمع کرائی جاتی ہیں ان میں سے بہت کم روزانہ واپس لی جاتی ہیں۔ پس انہوں نے ضرورت مندوں کو بطور قرض کچھ مدت کے لیے مختلف رقوم کی رسیدیں جاری کرنا شروع کر دیں اور ان پر سود وصول کرنا شروع کر دیا۔ جن لوگوں نے سناروں کے پاس اپنی رقمیں امانت کے طور پر رکھی تھیں یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ان کی رقموں کو قرض دے کر یہ سنار فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ سناروں سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب تھے کہ اس منافع کا کچھ حصہ سود کی صورت میں انہیں بھی دیا جائے۔ اس طرح سناروں نے سود لینے اور سود دینے کا کام شروع کر دیا۔

جب سناروں کی جاری شدہ رسیدیں عام مقبولیت حاصل کرنے لگیں اور کاروبار بہت بڑھنے لگا تو بڑی عمارتوں زیادہ عملہ اور ناظموں کی ضرورت پیش آئی اور موجودہ طرز کے بنک وجود میں آئے جن میں بہت سے شریک یا حصہ دار کاروبار چلانے لگے۔ یہ بنک بعض اوقات ضرورت سے زیادہ قرض جاری کرنے لگے۔ جس کی وجہ سے بنکوں پر سے لوگوں کا اعتبار اٹھنے لگا۔ اس اعتبار کو قائم رکھنے کے لیے ایک مرکزی بنک قائم کر دیا گیا تاکہ ان تمام بنکوں کے کاروبار کی نگرانی کر سکے۔

بنکوں کی اقسام

اگرچہ سب بنک قرض لیتے یا رقوم جمع کرتے ہیں اور قرض دیتے ہیں اور تقریباً ایک جیسے عام فرائض انجام

Marfat.com

دیتے ہیں لیکن بنکوں نے اپنے کاروبار میں بھی مختلف دائرہ کار میں تخصیص حاصل کر لی ہے اور جس قرض کو سرانجام دینے میں وہ خاص نقطۂ تخصیص حاصل کرتے ہیں اسی بنا پر ان کی مندرجہ ذیل قسمیں بتائی جا سکتی ہیں :

(۱) تجارتی بنک، یہ بنک زیادہ تر تجارت کے سلسلے میں قرض دیتے ہیں۔ اور خاص طور پر اندرونی قرضے فراہم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ یہ عام بنکوں کے فرائض سرانجام دیتے ہیں یعنی قرض لیتے ہیں اور قرض دیتے ہیں۔

(۲) **صنعتی بنک**، یہ بنک صنعتوں کو قرضہ مہیا کرنے میں تخصیص حاصل کرتے ہیں اور صنعتی اداروں کو طویل مدت کے لیے قرض مہیا کرتے ہیں۔

(۳) **زرعی بنک**، یہ بنک زراعت کو ترقی دینے کے لیے کاشتکاروں اور زمینداروں کو قرض دیتے ہیں۔ یہ قلیل مدت کے قرض بھی دیتے ہیں مثلاً بیج کی خرید، کھاد کی فراہمی اور آلاتِ زراعت کی خرید وغیرہ کے لیے اور طویل مدت کے لیے بھی مثلاً زمین میں کوئی مستقل بہتری کے لیے ٹیوب ویل لگوانے یا ٹریکٹر وغیرہ خریدنے کے لیے۔

(۴) **مبادلہ بنک**، یہ بنک بیرونی کرنسیوں کی خرید و فروخت میں تخصیص حاصل کرتے ہیں۔

(۵) **بچت بنک**، یہ بنک لوگوں کو چھوٹی بچتوں کو جمع کرنے کی سہولتیں فراہم کرتے ہیں۔ عام بنک بھی اس قسم کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں۔ پاکستان میں ڈاکخانے کے بچت بنک خاص طور پر یہ سہولت فراہم کرتے ہیں۔

(۶) **رہن رکھنے والے بنک**۔ یہ بنک مکانات، زمین، زیورات وغیرہ رہن رکھ کر قرض مہیا کرتے ہیں۔

(۷) **مرکزی بنک**۔ یہ ملک کا سب سے اہم بنک ہوتا ہے یہ باقی تمام بنکوں کے کاروبار کی نگرانی کرتا ہے اور ملک میں جاری ہونیوالے زر اور اعتباری زر کا انتظام کرتا ہے۔

تجارتی بنک کے فرائض

ایک تجارتی بنک کے عام فرائض مندرجہ ذیل ہیں :

Marfat.com

امانتیں وصول کرنا : بنک کا یہ ایک اہم اور بنیادی فرض ہے کہ وہ دوسرے لوگوں اور اداروں سے وہ زائد رقم امانت کے طور پر لیتا ہے جو ان کے پاس فالتو ہے یا جسے وہ خود استعمال نہیں کر رہے ہیں اور اسے حفاظت سے رکھنے کے خواہاں بھی ہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے بنکوں کو ہر ایک کے پاس جا کر قرض لینا نہیں پڑتا بلکہ بلکہ عوام اور اداروں کو یہ سہولت مہیا کرتا ہے کہ وہ امانتیں تین مختلف قسم سے بنک کے پاس جمع کرا سکتے ہیں :

الف : رواں حساب یا طلبی امانتیں (Current Account or Demand Deposits) میں ۔ ایسی امانتیں جو کسی وقت بھی بنک سے نکلوائی جا سکتی ہیں۔ ان میں رقم کی مقدار پر کوئی پابندی نہیں ہوتی اور بنک کو پیشگی اطلاع دینے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ بنک کو ایسی امانتوں کے واپس نکلوا لینے کا خدشہ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ اس لیے عام طور پر ایسے حساب پر کوئی سود ادا نہیں کیا جاتا۔

ب : میعادی مدت یا امانتیں (Fixed Account or Time Deposits) ایسی امانتیں ایک مقررہ مدت کے لیے بنک کے پاس رکھی جاتی ہیں جو اس مقررہ مدت سے پہلے نہیں نکالی جا سکتیں۔ بنک اس قسم کی امانت پر زیادہ سود ادا کرتا ہے کیونکہ ایسی رقوم کو بغیر کسی خدشہ کے منافع کے کاروبار میں لگایا جا سکتا ہے ۔

ج : بچت کا حساب یا امانتیں (Savings Account) یہ دراصل لوگوں کی بچتوں کو اکٹھا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس حساب سے رقم واپس نکلوائی جا سکتی ہے، لیکن کچھ پابندیوں کے ساتھ، مثلاً ایک حد سے زائد رقم نکلوانے کے لیے بنک کو پیشگی اطلاع دینا پڑتی ہے۔ بہت جلدی جلدی یا روزانہ رقم نکلوائی جائے تو بھی بنک اس پر اعتراض کر سکتا ہے۔ موجودہ بنک اس سلسلے میں کافی فراخ ہو گئے ہیں اور اکثر اعتراض نہیں کرتے۔ عام طور پر اس حساب میں جمع امانتوں پر سود تو دیا جاتا ہے، لیکن اس شرح سے کم جو میعادی امانتوں پر دیا جاتا ہے۔ اوسطاً ہر روز ایسی امانتوں کا قلیل حصہ ہی واپس نکلوایا جاتا ہے، تاہم بنک کو کچھ زیادہ رقم ریزرو کے طور پر رکھنا پڑتی ہے۔

۲۔ **قرض مہیا کرنا :** تجارتی بنک منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس غرض کے لیے وہ اس رقم کو جو ان کے پاس امانت کے طور پر جمع کرائی جاتی ہے تاجروں اور ضرورت مندوں کو زیادہ شرح سود پر قرض دیتا ہے۔ لیکن قرض کے طور پر ان کی جائیداد یا زیورات وغیرہ اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ درحقیقت بنک کا کام بہت ذمہ داری کا ہوتا ہے

Marfat.com

ایک طرف اسے منافع کمانا ہوتا ہے تو دوسری طرف لوگوں کی امانتوں کی واپسی کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جو رقم اس کے پاس جمع ہوتی ہے وہ دوسرے لوگوں کی امانت ہوتی ہے اور اگر وہ منافع کی لالچ میں زیادہ رقم قرض پر دیدے تو عین ممکن ہے کہ کسی وقت امانتداروں کی رقموں کی واپسی کا مطالبہ پورا نہ کر سکے اور امانتداروں کا اعتبار بنک پر سے اٹھ جائے اور وہ اپنی رقمیں بنک سے واپس نکلوالیں۔ دوسری جانب اگر وہ زیادہ رقم نقد کی صورت میں اپنے پاس رہنے دے تاکہ امانتداروں کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے تو اس کے منافع میں کمی ہوتی ہے اس لیے اس کو بڑی احتیاط سے اس بات کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ کتنی رقم نقد کی صورت میں رکھی جائے اور کتنی رقم بطور قرض دی جائے۔ بنک عام طور پر دو صورتوں میں قرض دیتے ہیں۔ اوّل قرض دی ہوئی رقم کو قرض لینے والے کے نام پر بنک میں جمع کر دیتے ہیں اور وہ اسے چیکوں کے ذریعے نکلوا سکتا ہے۔ اس میں مقروض کو قرض لی ہوئی کل رقم پر سود دینا پڑتا ہے خواہ وہ رقم پوری نکلوائی جائے یا تھوڑی نکلوائی جائے دوم بنک میں اکاؤنٹ (امانتیں) رکھنے والے لوگوں کو یہ رعایت دے کر کہ وہ اپنی جمع کی ہوئی امانتوں سے ایک خاص حد تک زائد رقم نکلوا سکتے ہیں اس رعایت کو (Overdraft) کی سہولت کہا جا سکتا ہے اس میں مقروض کو صرف اس رقم پر سود ادا کرنا پڑتا ہے جو اس نے حقیقت میں بنک سے نکلوائی ہے اگرچہ اسے اس رقم سے زیادہ نکلوانے کی اجازت ہو۔

۳۔ ھنڈیوں کو بٹّہ لگانا — Discounting of Bills of Exchange

بنک اس ذریعہ سے بھی دوسروں کو قرض دیکر منافع حاصل کرتے ہیں۔ "ہنڈی" سے مراد ایک ایسی قانونی دستاویز ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ آئندہ ایک خاص مدت کے بعد رقم کی ادائیگی کی جائے گی۔ تجارتی لین دین یا تو نقد کی صورت میں ہوتے ہیں یا اعتبار پر یعنی آئندہ ادائیگی کرنے کی یقین دہانی پر۔ یہ یقین دہانی زبانی نہیں ہوتی بلکہ تحریری ہوتی ہے۔ فرض کیجئے ایک تاجر دوسرے تاجر کو مال روانہ کرتا ہے تو ساتھ ہی ہنڈی تحریر کرتا ہے کہ اس مال کی رقم آج سے تین ماہ کے بعد ادا کی جائے دوسرا تاجر اس پر دستخط ثبت کر کے اسے تسلیم کرلیتا ہے بلکہ اپنے بنک سے اس پر دستخط کرا دیتا ہے اور واپس مال فروخت کرنے والے کو بھیج دیتا ہے۔ اب اس ہنڈی کو قانونی دستاویز کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مال فروخت کرنے والا دستخط شدہ ہنڈی کو اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور مقررہ مدت کے بعد رقم وصول کرلیتا ہے۔ اگر فروختکار

Marfat.com

کو رقم کی ضرورت مقررہ مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہو تو وہ اس ہنڈی کو بنک کے پاس فروخت کر دیتا ہے اور بنک اس ہنڈی کی کل رقم سے کچھ منہا کر کے فروختکار کو نقد رقم دیکر ہنڈی خرید لیتا ہے۔ جو رقم بنک منہا کرتا ہے وہ اس رقم پر اس مدت کا سود ہوتی ہے جو اس ہنڈی کی مدت کے پورا ہونے میں باقی رہتا ہے۔ اسے ہنڈی پر بٹہ لگنا (Discounting of Bills of Exchange) کہا جاتا ہے۔ اگر ہنڈی کی مدت پورا ہونے سے قبل بنک کو رقم کی ضرورت پیش آجائے تو وہ ملک کے مرکزی بنک کے پاس اسے بیچ کر رقم لے سکتا ہے' اسے دوبارہ بٹہ لگانا (Rediscounting of the Bill of Exchange) کہا جاتا ہے۔

۵۔ قیمتی اشیاء کی حفاظت۔ بنکوں کو رقوم کی حفاظت کے لیے خاص انتظامات کرنے پڑتے ہیں اس لیے وہ لوگ جو اپنے زیورات جواہرات یا اہم دستاویزات کو اپنے گھروں میں محفوظ نہیں سمجھتے۔ حفاظت کے لیے بنک کی تحویل میں رکھ دیتے ہیں۔ بنک اس کے عوض کچھ معاوضہ وصول کر لیتا ہے۔

۵۔ انتقالِ زر کی سہولت اور آلۂ مبادلہ کی فراہمی

بنک آلاتِ اعتبار یعنی چیک ڈرافٹ اور ٹریولرز چیک وغیرہ کے استعمال کے ذریعے تبادلوں اور لین دین میں بہت آسانی پیدا کرتے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ زر کو منتقل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ چیک اور ڈرافٹ کے علاوہ ٹیلیفون اور تار کے ذریعے بہت کم وقت میں زر کو دور دراز علاقوں میں منتقل کرایا جا سکتا ہے۔

۶۔ سرمایہ کاری کرنا۔ بنک منافع حاصل کرنے کی غرض سے صنعتوں، مشترکہ سرمایہ کی انجمنوں اور کمپنیوں کے حصص اور حکومت کے جاری کردہ تمسکات یا کفالتیں خریدتا ہے اور اس طرح بنک کو ایک طرف منافع حاصل ہوتا ہے دوسری طرف ملک میں سرمایہ کاری کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے۔

۷۔ ایجنسی کی خدمات۔ بنک اپنے گاہکوں کے لیے ایجنٹ کے فرائض بھی سرانجام دیتا ہے۔ یعنی اپنے گاہکوں کی ہدایت کے مطابق پانی، بجلی یا مکان کے کرائے وصول کرنا، ادا کرنا، انکم ٹیکس یا بیمہ کی رقم کی قسطیں ادا کرنا یا حصص کی خرید و فروخت کرنا یہ سب کام معمولی کمیشن لے کر بنک کی طرف سے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

پانچ بنکوں کی پیدا شدہ امانتیں	۳۳۶۱٬۶۰	۲۶۸۹٬۲۸	۶۷۲٬۳۲
باقی بنکوں کی پیدا شدہ امانتیں	۱۶۳۸٬۴۰	۱۳۱۰٬۷۲	۳۲۷٬۶۸
ٹوٹل	۵۰۰۰	۴۰۰۰	۱۰۰۰

اس طویل عمل کے ذریعے تمام بنک اپنے نقد محفوظات کا پانچ گنا امانتوں کی صورت میں پیدا کر لیتے ہیں۔ صرف ایک بنک یہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتا تھا اگر تمام بنک مل کر زر محفوظ کی نسبت کئی گنا زیادہ امانتیں بنا دیتے ہیں۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہے جب ہم یہ فرض کریں کہ کوئی بنک زر محفوظ کی رسمی مقررہ شرح زر نقد (زر محفوظ) سے اپنے پاس زائد نہیں رکھتا اور نہ ہی زر نقد نظام بنکاری سے باہر نکلا جب ہم کہتے ہیں کہ بنک پانچ گنا زر اعتبار بناتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک روپیہ بنک کے پاس جمع کرایا گیا ہے تو اس کے باعث بنکوں کے پاس مجموعی طور پر پانچ روپے جمع ہو جائیں گے۔ دراصل نیا زرِ اعتبار صرف چار روپے ہوا (۵ روپے نفی ۱ روپیہ = ۴ روپے) کیونکہ ایک تو زرِ نقد کی صورت ہی میں جمع کرایا گیا تھا جو اس میں شامل ہے۔

تخلیقِ زر بنکوں کے نظام کے تحت عمل میں آتا ہے لیکن بنک کے علاوہ بھی تین فریق اسمیں مدد دیتے ہیں:

(۱) عوام جو بنکوں میں اپنی رقمیں بطور امانت جمع کراتے ہیں۔

(۲) قرض خواہ جو بنکوں سے قرض لیتے ہیں خواہ وہ سرکاری ہوں یا پرائیوٹ۔

(۳) ملک کا مرکزی بنک جو عموماً زر محفوظ کی شرح مقررہ کرتا ہے اور جو اس شرح کی تبدیلی سے بنکوں کی تخلیق زر کی صلاحیت کو کنٹرول کر سکتا ہے۔

زر تخلیق کے عمل کو مندرجہ ذیل ڈائیگرام سے بھی واضح کیا جا سکتا ہے:

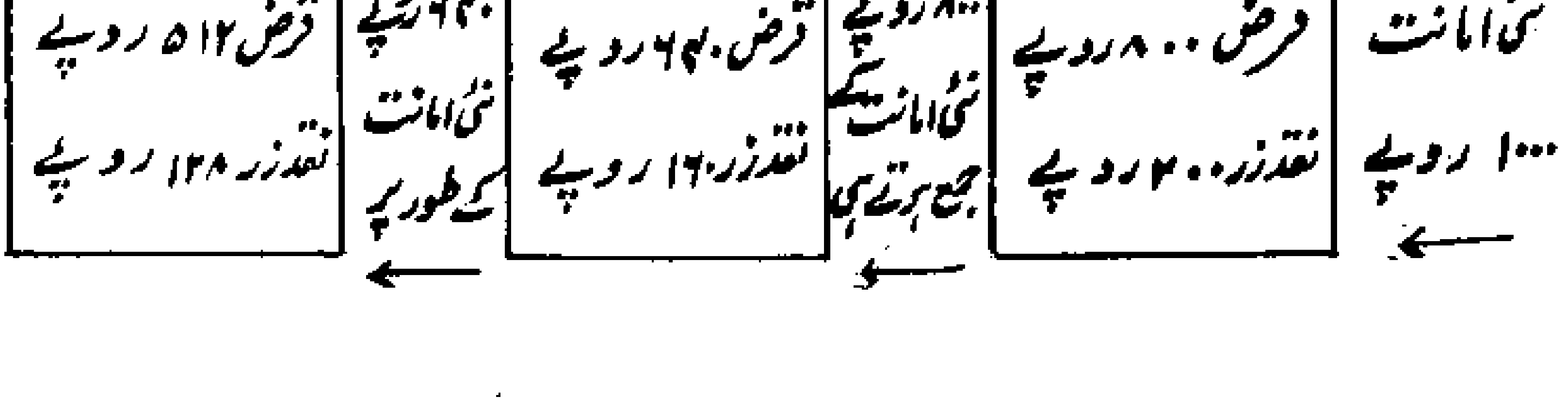

Marfat.com

> **بنکوں کے پاس جمع شدہ نئی امانتیں**
>
> ۱۰ + ۸۰۰ + ۶۴۰ + ۵۱۲ وغیرہ
> = ۵۰۰۰ روپے
>
> ---
>
> **بنکوں کے زرِ محفوظ کا مجموعہ**
>
> ۲۰۰ + ۱۶۰ + ۱۲۸ + = ۱۰۰۰ روپے

مثلاً الف کا جاری کردہ ۸۰۰ روپے کا قرض بنک الف، ب، ج، د، وغیرہ میں سے کسی ایک یا دو یا زیادہ بنکوں میں جمع ہو سکتا ہے۔ اس کا دارومدار اس پر ہے کہ جن لوگوں کو ۸۰۰ روپے کی رقم الف بنک سے قرض لے کر ادا کی گئی ہے وہ کون سے بنکوں میں اپنے حسابات رکھتے اور کن بنکوں میں اپنے حساب میں جمع کراتے ہیں۔

اوپر دی ہوئی مثالوں میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ ایک بنک کا جاری کردہ قرضہ دوسرے بنک کی امانت بنتا ہے یہ صرف سمجھانے کی غرض سے ایسا کیا گیا ہے ورنہ یہ قرض مختلف بنکوں میں جمع ہو سکتا ہے بلکہ خود قرض جاری کرنے والے بنک میں جمع کرایا جا سکتا لیکن تمام بنکوں میں مجموعی طور پر اس قرض کی رقم کے برابر امانتیں جمع ہو جائیں گی جس کی بنیاد پر اپنے اصول پر بنک مزید قرض دے سکیں گے۔

زرِ اعتبار کی تخلیق کی حدود پابندیاں

اگرچہ بنکوں کے نظام کے تحت تخلیق زر کا عمل جاری رہتا ہے مگر بنک کی اس قوت کو لامحدود نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اس پر بہت سی پابندیاں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱. **زرِ نقد کی ضرورت:** بنک جتنا زیادہ زرِ اعتبار پیدا کریں گے لوگوں کی زرِ نقد کی ضرورت بھی بڑھ جائے گی اور جب لوگ زیادہ رقمیں زرِ نقد کی شکل میں لینے لگیں گے تو بنکوں کے زرِ اعتبار کی تخلیق کے عمل میں سستی پیدا ہو جائے گی، اور وہ اتنا زیادہ زرِ اعتبار پیدا نہ کر سکیں گے جیسا کہ نقد زر کی ضروریات کے بڑھنے سے پہلے کر سکتے تھے۔

۲. **قرضہ لینے والوں کی کمی:** بنک کے تخلیق زرِ اعتبار کا دارومدار لوگوں کے قرض لینے والوں پر ہے۔ لیکن اگر سرد بازاری یا معاشی بحران کے سبب عوام سرمایہ کاری

Marfat.com

تخلیق زر اعتبار

جیسا کہ بنکوں کے فرائض کے سلسلے میں بتایا جا چکا ہے، بنک کے سب سے اہم کام امانتیں وصول کرنا اور دوسروں کو قرض دینا ہیں۔ بنک امانتوں پر کم شرح سے سود ادا کرتا ہے اور قرض دی ہوئی رقم پر زیادہ شرح سے سود وصول کرتا ہے اور اس طرح منافع حاصل کرتا ہے۔ لیکن یہ منافع اتنا زیادہ نہیں ہو سکتا کہ بنک بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کریں، رقموں کی حفاظت کے لیے وسیع انتظامات کریں۔ ملازمین کو بڑی بڑی تنخواہیں دیں اور بنک قائم کرنے والوں کو منافع مہیا کریں اس کا تعلق بنک کے ایک ایسے عمل سے ہے جو بنک کی امانتوں میں کافی اضافہ کر دیتا ہے اور بنک کے قرض دینے کی صلاحیت کو بڑھا دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اگر کسی ملک کے بنکوں میں جمع شدہ رقوم کی مالیت دیکھی جائے تو وہ حکومت کے جاری کردہ زر کی نسبت کئی گنا زیادہ ہوتی ہے مثلاً مارچ ۱۹۸۰ء میں پاکستان میں جاری شدہ امانتوں کی مقدار تقریباً ۱۶۳ ارب روپے ہے جبکہ بنکوں کے پاس جمع شدہ امانتوں کی مقدار تقریباً ۶۲ ارب روپے ہے۔ یہ صرف اس لیے ممکن ہوتا ہے کہ بنک قرض دے کر امانتیں بھی پیدا کرتے ہیں اور یہ عمل مندرجہ ذیل طریقے سے ہوتا ہے :

فرض کیجئے ملک میں کئی بنک ہیں اور ان میں سے ہر ایک جمع شدہ امانتوں کا ۲۰ فیصد قانونی طور پر یا رضاکارانہ طور پر نقد کی صورت میں اپنے پاس رکھتے ہیں اور باقی قرض دے دیتے ہیں جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ یہ قرض اس طرح سے دیا جاتا ہے کہ بنک مقروض کے نام میں حساب کھول کر اتنی رقم جمع کرا دیتا ہے جو مقروض چیکوں کے ذریعے نکلوا سکتا ہے دوسرا طریقہ گاہکوں کو اپنی جمع شدہ رقم سے زائد رقم نکلوانے کی اجازت دے کر ہے۔ ہر دو صورتوں میں جو رقم قرض دی جاتی ہے دوبارہ اسی بنک میں یا کسی دوسرے بنک کے پاس جمع ہو جاتی ہے جس سے بنکوں کی کل امانتوں میں اس رقم کے برابر اضافہ ہو جاتا ہے جو بطور قرض دی گئی تھی۔ اس طرح بطور قرض دی ہوئی ہر رقم بنکوں کی امانتوں میں اسی رقم کے برابر اضافہ کر دیتی ہے۔

مثال کے طور پر بنک الف کے پاس کوئی شخص ایک ہزار روپے کی رقم جمع کراتا ہے جس میں سے ۲۰ فیصد یعنی ۲۰۰ روپے کی رقم بنک زر نقد کی صورت میں رکھ لیتا ہے اور باقی ۸۰۰ روپے قرض دے دیتا ہے جو (ب) بنک کے پاس امانت کی شکل میں جمع ہو جاتے ہیں (ب) بنک نئی امانت کا ۲۰ فیصد یعنی ۱۶۰ روپیہ رکھ کر باقی ۶۴۰ روپے قرض دے دیتا ہے جو بنک (ج) میں امانت کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں اور بنک (ج) اس نئی امانت کا ۲۰ فیصد یعنی ۱۲۸ روپے

Marfat.com

نقد کی صورت میں رکھ کر باقی قرض کی صورت میں دے دیتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا ہے۔
درحقیقت یہ زائد امانتیں جو بنک ب، ج وغیرہ میں جمع ہوتی ہیں یہ الف بنک کے پاس ۱۰۰۰ روپے کی نقد امانت کے جمع ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی اور ان تمام نئی امانتوں کا مجموعہ ۵۰۰۰ روپے ہو جائے گا۔ یا بالفاظِ دیگر بنک مجموعی طور پر ہر نقد امانت کو پانچ گنا بنا سکتے ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ ۲۰ فیصد زر نقد کی شکل میں رکھتے ہوں۔ اگر یہ شرح صرف دس فیصد ہو تو بنکوں کے قرض دینے اور امانتیں پیدا کرنے کی صلاحیت دوگنی ہو جائے گی یعنی کل امانتیں ۱۰۰۰۰ روپے بن جائیں گی اور اگر بنکوں کے زر نقد رکھنے کی شرح زیادہ ہو مثلاً ۲۵ فیصدی تو بنکوں کے قرض دینے اور امانتیں پیدا کرنے کی صلاحیت کم ہو کر صرف چوگنی رہ جائے گی (یعنی صرف ۴۰۰۰ ہو جائے گی۔) اسے فارمولے کی شکل میں اس طرح بھی بتایا جا سکتا ہے۔

روپے ۱۰۰۰ + روپے ۸۰۰ + روپے ۶۴۰ ...... = ۱۰۰۰ $\left(1 + \frac{4}{5} + \frac{4}{5} + \ldots\right]$

$= 1000 \times \frac{1}{1-\frac{4}{5}}$

$= 1000 \times 5$

= ۵۰۰۰ روپے

پس زر اعتبار کی تخلیق = نئی امانتوں کا مجموعہ = نئی امانت × $\frac{1}{\text{زر نقد رکھنے کی شرح}}$

بنکاری نظام کے تحت بنکوں کی امانتوں کا بڑھنا مندرجہ ذیل گوشوارے سے ظاہر کیا جا سکتا ہے:

	نئی امانت	نئے قرضے	نقد محفوظات (۲۰ فیصد محفوظ نقد فرض کرتے ہوئے)
بنک ا	۱۰۰۰	۸۰۰	۲۰۰
بنک ب	۸۰۰	۶۴۰	۱۶۰
بنک ج	۶۴۰	۵۱۲	۱۲۸
بنک د	۵۱۲	۴۰۹٫۶۰	۱۰۲٫۴۰
بنک ہ	۴۰۹٫۶۰	۳۲۷٫۶۸	۸۱٫۹۲

Marfat.com

مناسب نہ سمجھتے ہوں اور بنکوں سے کم قرض لیں تو ایسی صورت میں بنک زرِ اعتبار پیدا نہیں کر سکتے۔

۳۔ **ضمانتوں کی کمی :** جب بنک لوگوں کو قرض دیتا ہے تو ضمانت کے طور پر مکان، جائیداد، زیورات اور ہنڈیاں وغیرہ اپنی تحویل میں لے لیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ بنک ہوا میں سے زر پیدا نہیں کرتے بلکہ دولت کی مختلف شکلوں کو زر کی شکل دے دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دولت کی مختلف صورتوں یعنی جائیداد کفالتیں اور ضمانتوں وغیرہ کے عوض زر قرض کے طور پر دیتا ہے اگر لوگوں کے پاس ضمانت کے طور پر دینے کے لیے جائیداد یا املاک نہ ہوں تو بنک ان کے بغیر قرض دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا اور زرِ اعتبار اس حد سے زیادہ تخلیق نہیں ہو گا۔

۴۔ **مرکزی بنک کی حکمتِ عملی :** مرکزی بنک ملک کے معاشی اور مالی حالات کے پیشِ نظر افراطِ زر کو روکنے کے لیے زرِ اعتبار پیدا کرنے کے سلسلے میں بنکوں پر پابندیاں عائد کر سکتا ہے۔ مثلاً اگر مرکزی بنک زرِ محفوظ کی شرح جو بنکوں کو نقد کی صورت میں رکھنا پڑتی ہے بڑھا دے تو بنکوں کی تخلیق زرِ اعتبار کی صلاحیت کم ہو جائے گی یعنی اگر بنکوں کو قانونی طور پر ۲۰ فیصد کے بجائے ۲۵ فیصد زرِ محفوظ رکھنے کا حکم جاری کر دیا جائے تو بنکوں کی مجموعی امانتیں ۵ گنا ہونے کی بجائے صرف چار گنا ہو سکیں گی۔

بنک کی فردِ واجبات و اصلاحات

Bank Balance Sheet

ہر پبلک ادارہ اپنی کارکردگی اور مالی ساکھ ظاہر کرنے کے لئے ہر سال عوام کے سامنے اپنے تمام واجبات اور واصلات کا گوشوارہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ واجبات سے مراد وہ ادائیگیاں ہوتی ہیں جو اس ادارے کے ذمہ ہوتی ہیں اور ان کا ادا کرنا ادارے کی ذمہ داری ہوتی ہے اور واصلات سے مراد وہ اثاثے یا رقوم ہوتی ہیں جو یا تو ادارہ کے پاس موجود ہوتی ہیں۔ یا اسے دوسروں سے وصول کرنا ہوتی ہیں۔

بنک بھی ایک ایسا ادارہ ہے جس کے کاروبار کا تعلق بھی عوام سے ہے بلکہ یہ تو عوام کی امانتوں اور قرضوں ہی کا کاروبار کرتا ہے۔ اگر بنک پر لوگوں کا اعتماد ہو تو بنک کا کاروبار چمکے گا اور

Marfat.com

اگر لوگوں کی نظر میں بنک کی ساکھ ختم ہوجائے تو بنک کا کاروبار بھی ماند پڑجائے گا اسی لئے بنکوں کے لئے ہر سال اپنی واجبات اور واصلات کا گوشوارہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کرنا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ اسے بنک کی فردِ واجبات و واصلات یا بنک کی واجب الادا اور واجب الوصول ادائیگوں کا گوشوارہ کہا جاتا ہے اس فرد یا گوشوارہ میں دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک طرف وہ ادائیگیاں درج ہوتی ہیں جو بنک کے ذمہ ہوتی ہیں (مثلاً سرمایہ یا گاہکوں کی امانتیں) اور دوسری جانب بنک کے اثاثے درج ہوتے ہیں جس میں بنک کی جائیداد یا نقدی اور ایسی رقوم جو دوسروں سے وصول ہوں گی شامل کی جاتی ہیں۔

پس بنکوں کی فردِ واجبات و واصلات ایک ایسا گوشوارہ ہے جو بنک کی مالی حالت کا مظاہر کرتا ہے۔ بنک اتنا اہم ادارہ ہے کہ قانونی طور پر اس کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مالی حالت کا گوشوارہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کرے تاکہ عوام کو اس کی کارکردگی کا صحیح اندازہ ہوسکے۔

ذیل میں ایک بنک کے فردِ واجبات و واصلات کی مختلف مدات درج کی جارہی ہیں۔

واجبات	واصلات
۱۔ اداشدہ سرمایہ	۱۔ زر بدست یا زرِ نقد
۲۔ محفوظ سرمایہ	۲۔ مرکزی بنک کے پاس جمع شدہ رقوم
۳۔ امانتیں	۳۔ دوسرے بنکوں سے قابل وصول رقوم
۴۔ گاہکوں کی حسابات کی ذمہ داریاں	۴۔ زرِ عندالطلب یا بمہلت قلیل
	۵۔ کٹوتی شدہ ہنڈیاں یا خزانہ حکومت کی ہنڈیاں
	۶۔ سرکاری تمسکات میں لگا ہوا سرمایہ
	۷۔ قرضے
	۸۔ گاہکوں کی ذمہ داریاں
	۹۔ بنک کی جائیداد

واجبات کے خانے میں پہلی مد "اداشدہ سرمایہ" درج ہے۔ دراصل بنک کے سرمائے مندرجہ ذیل قسم کے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ منظور شدہ سرمایہ Authorised Capital یہ بنک کا زیادہ سے زیادہ سرمایہ ہوتا ہے جو حصص جاری کر کے جمع کیا جاتا ہے بنک کو اس حد سے زیادہ سرمایہ کے حصص جاری کرنے کا اختیار نہیں ہوتا مثلاً کسی بنک کو حکومت ۱۵ کروڑ روپے تک کی مالیت کے حصص جاری کرنے کی منظوری دے تو یہ رقم اس بنک کا منظور شدہ سرمایہ کہلائے گا۔

۲۔ جاری شدہ سرمایہ Issued Capital بنک کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ منظور شدہ سرمائے کی کل مالیت کے حصص بیک وقت جاری کردے۔ عموماً وہ منظور شدہ سرمایہ کی حد سے کم مالیت سے حصص جاری کرتے ہیں جس مالیت کے حصص جاری کئے جاتے ہیں اسے جاری شدہ سرمایہ کہا جاتا ہے مثلاً مندرجہ بالا مثال میں ۱۵ کروڑ کے بجائے صرف دس کروڑ روپے کی مالیت کے حصص خریدنے کے لئے جاری کئے جائیں۔ جاری شدہ سرمایہ دس کروڑ کہلائے گا۔

۳۔ فروخت شدہ سرمایہ یا موعودہ سرمایہ Subscribed Capital یہ ضروری نہیں ہوتا کہ بنک نے جتنی مالیت کے حصص جاری کئے ہیں وہ سب ہی خرید لئے جائیں۔ جتنی مالیت کے حصص خرید لئے جاتے ہیں وہ بنک کا فروخت شدہ سرمایہ کہلاتا ہے یا موعودہ سرمایہ یعنی جس سرمایہ کا وعدہ کیا گیا ہے۔ مثلاً اگر دس کروڑ روپے کے جاری شدہ حصص میں سے صرف آٹھ کروڑ روپے کے حصص خریدے گئے ہیں تو آٹھ کروڑ روپے فروخت شدہ سرمایہ کہلائے گا۔

۴۔ طلب کردہ سرمایہ Called-up Capital کبھی کبھی بنک حصص خریدنے والوں سے پوری رقم فوری طور پر طلب نہیں کرتا بلکہ صرف تین چوتھائی یا نوے فیصد فوری طلب کرتا ہے۔ ایسے موقع پر طلب کردہ سرمایہ فروخت شدہ سرمایہ کی نسبت کم ہوتا ہے۔ مثلاً اگر صرف تین چوتھائی یا ۷۵% بنک کی طرف سے طلب کیا گیا ہے تو آٹھ کروڑ روپے کی مالیت کے فروخت شدہ سرمایہ میں سے صرف ۶ کروڑ روپیہ طلب کردہ سرمایہ ہوگا۔

۵۔ ادا شدہ سرمایہ Paid-up Capital اس سے مراد وہ سرمایہ ہوتا ہے جو درحقیقت بنک کو وصول ہو جاتا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے بعض حصص خریدے جا چکے ہوں لیکن ان کی رقوم بنک تک نہ پہنچی ہوں یا کچھ حصص خریدنے والے اپنے وعدہ نہ نبھا سکے ہوں۔ ایسی صورت میں حصص کی جو رقم بنک کو ادا کی جا چکی ہے وہ اس بنک کا ادا شدہ سرمایہ کہلاتا ہے مثلاً ۶ کروڑ روپے کی مالیت کے طلب کردہ سرمایہ میں سے صرف ساڑھے پانچ کروڑ روپے ادا شدہ سرمایہ ہوگا۔

یہ ممکن ہے کہ فروخت شدہ سرمایہ، طلب کردہ سرمایہ اور ادا شدہ سرمایہ کی مالیت یکساں ہو یہ

Marfat.com

اس وقت ہو کہ سو فیصد سرمایہ طلب کیا جائے اور پوری رقوم وصول ہو جائیں ۔

بعض اوقات بنک کی واجبات میں سرمایہ کی ان تمام اقسام کا ذکر ہوتا ہے لیکن اداشدہ سرمایہ ضرور درج ہوتا ہے ۔

بنک کے واجبات میں دوسری مد محفوظ سرمایہ کی ہے اس سے مراد وہ رقم ہے جو بنک ہر سال اپنے منافع میں سے علیحدہ کر لیتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے تاکہ بُرے وقت کام آسکے یہ رقم بھی بالآخر حصہ داروں میں تقسیم ہو جاتی ہے ۔

واجبات کی تیسری مد امانتیں ہیں یعنی وہ رقوم جو لوگوں نے بنک میں مختلف حسابوں یا اکاؤنٹوں میں جمع کرائی ہوئی ہیں ۔

واجبات کی چوتھی مد گاہکوں کے حسابات کی ذمہ داریاں ہیں یعنی جن ہنڈیوں کی ادائیگی کیلئے بنک نے اپنی گاہکوں کی طرف سے ضمانت دے رکھی ہے ان کی ادائیگی گاہک کی طرف سے نہ کر سکے تو بنک ان ہنڈیوں کی مالیت کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے ۔

جہاں بنک واصلات کا تعلق ہے ان میں مندرجہ ذیل مدآت ہیں ۔

۱ ۔ زر بدست یا زر نقد یعنی وہ سکے یا کرنسی نوٹ جو بنک کے پاس موجود ہوتے ہیں ۔ ان رقوم پہ بنک کو کوئی منافع نہیں ہوتا ۔

۲ ۔ وہ رقم جو بنک کو قانونی یا روایتی طور پر اپنے پاس لوگوں کی امانتوں کی نسبت سے مرکزی بنک کے پاس جمع کرانی پڑتی ہے ۔ اس پر بھی بنک کوئی منافع حاصل نہیں کرتا پہلی اور دوسری مد مل کر بنک کی پہلی دفاعی لائن بنتی ہے ۔

۳ ۔ دوسرے بنکوں سے قابلِ وصول رقوم سے مراد وہ رقوم ہیں جو گاہکوں نے چیکوں کے ذریعہ بنک کے پاس جمع کرائی ہیں لیکن ابھی دوسرے بنکوں سے ان کی رقوم وصول نہیں ہوئیں ۔

۴ ۔ زرعندالطلب سے مراد ایسی رقوم ہیں جو قرضے میں دی ہوئی ہیں مگر اس شرط پر کہ بنک کو جس وقت ضرورت ہوگی فوری طور پر وہ رقوم واپس کرنا ہوں گی ۔ اسی طرح زرعندالطلب بہ مہلت قلیل سے مراد ہے ایسی رقوم جو بنک کی طرف سے قرض دی گئی ہیں مگر بنک کے طلب کرنے پر چند روز میں واپس کرنا ہوتی ہیں ۔ اس پر بنک بہت معمولی منافع حاصل کرتا ہے ۔ یہ بنک کی دوسری دفاعی لائن سمجھی جاتی ہے اس شرط پر قرض لینے والوں میں کٹوتی کرنے والے ادارے ہنڈیوں کے بروکر یا چھوٹے دلال تمسکات ہوتے ہیں ۔

۵ ۔ پانچویں نمبر پر ایسی ہنڈیاں ہوتی ہیں جو بنک خرید کر رکھ لیتا ہے لیکن ان کی رقوم وصول ہونے میں ایک ماہ یا اس سے کم باقی ہوتا ہے اگر بنک کو کسی وقت نقد زر کی ضرورت پڑے تو یہ

Marfat.com

ہنڈیاں مرکزی بنک کو بیچ دی جاتی ہیں اور مرکزی بنک کٹوتی کے بعد (یعنی بٹہ لگاکر) باقی رقم نقد زر کی شکل میں بنک کو دے دیتا ہے

۶۔ بنک اپنا سرمایہ سرکاری تمسکات میں بھی لگا دیتے ہیں تاکہ منافع بھی ہوتا ہے اور رقم بھی محفوظ رہے۔ اس سرمایہ کاری میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔

۷۔ بنک تاجروں، آجروں کو بھی قرض دیتا ہے وہ بھی متعینہ مدت کے بعد واپس مل جاتے ہیں اور ان پر بنک کو کافی زیادہ منافع ہوتا ہے۔

۸۔ ہنڈیوں کی ضمانت کے سلسلہ میں بنک اپنے گاہکوں کے لیے جو خدمات مہیا کر چکا ہوتا ہے اب ان گاہکوں سے اپنی رقوم واپس لیتا ہے یعنی یہ گاہکوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ رقوم بنک کو واپس کریں۔

۹۔ بنک کی عمارتیں فرنیچر اور دوسرا ساز و سامان بھی بنک کے واصلات یا اثاثوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

بعض اوقات ایک بنک عوام کو یہ دکھانے کے لیے کہ اس کے پاس زر نقد کافی مقدار میں موجود ہے۔ اپنی فردِ واجبات و واصلات تیار کرنے سے قبل ایسے قرضے جو زر عندالطلب بہ مہلت قلیل کی صورت میں دیئے ہوئے ہوتے ہیں واپس طلب کر لیتا ہے تاکہ بنک کے پاس زر بدست یا زر نقد کی مقدار زیادہ دکھائی جائے اسے نمائش کاری کا نام دیا جاتا ہے یعنی جیسے ایک دکاندار اپنی دکان کے شوکیس میں تمام اچھی چیزیں سجا کر نمائش کرتا ہے تاکہ دکان کا بھرم قائم ہو بنک بھی زیادہ زر نقد کا مظاہرہ کر کے عوام میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔

بنکوں کی اہمیت

موجودہ دور میں بنکوں کی موجودگی نہ صرف ضروری ہے بلکہ ناگزیر حد تک اہم ہے۔ سرمایہ ملک کی تجارتی اور صنعتی شعبوں کی ترقی کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا ہمارے بدن میں خون ضروری ہے جس طرح انسانی رگوں میں خون کا گردش کرنا اسے زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہے اسی طرح معاشرہ میں سرمایہ کا گردش کرتے رہنا معیشت کو قائم رکھنے کے لئے ناگزیر ہے۔ بنک سرمایہ جمع کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں اور اسے تقسیم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں اور سرمایہ کی خاطر خواہ مقدار اور تقسیم پر ہی قوم کی معاشی فلاح و بہبود کا دار و مدار ہوتا ہے۔

بنکوں کے اہم فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

بنکوں کے فوائد

۱۔ تخلیق قوتِ خرید و کفایتِ سکہ جات: بنک نوٹوں، چیکوں ہنڈیوں اور دیگر آلات اعتبار کی شکل میں زر رسد بڑھا کر

Marfat.com

لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ کرتے ہیں اور معاشی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ اس سے سکوں کے استعمال میں کفایت بھی ہوتی ہے جس سے سکے بنانے کا خرچ بھی بچ جاتا ہے۔

۲۔ بچتوں کا رجحان : بنک لوگوں میں بچت کرنے کا جذبہ اور رجحان پیدا کرتے ہیں وہ شرح سود کو تبدیل کر کے لوگوں کو بچت کی ترغیب دیتے ہیں۔

۳۔ بچتوں کی حرکت پذیری : بنک بچتوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں اور ان لوگوں سے جن کے پاس روپیہ ان کی ضروریات سے زیادہ ہے، امانتوں کی شکل میں لے کر ایسے لوگوں تک پہنچاتے ہیں جنہیں اس کی ضرورت ہے اور اس طرح قرض دینے والوں اور قرض لینے والوں کے درمیان رابطہ پیدا کرتے ہیں۔

۴۔ سرمایہ کاری اور معاشی ترقی : بنک بچت اور سرمایہ کاری دونوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور اس ترغیب کے ذریعہ ملک کی معاشی ترقی اور قومی فلاح و بہبود کے حصول میں مدد دیتے ہیں۔

۵۔ انتقالِ زر کی سہولت : بنک عوام کے روپیہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں مدد دیتے ہیں اور اس طرح نہ صرف خرچ بچاتے ہیں بلکہ رقم کو بحفاظت بغیر کسی خطرہ کے دور دراز علاقوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

۶۔ گاہکوں کے لئے خدمات : بنک اپنے گاہکوں کے لئے نہ صرف ان کی امانتیں رکھنے، قرض دینے اور انتقالِ زر کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں مدد کرتے ہیں بلکہ ان کی قیمتی اشیاء، دستاویزات کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے گاہکوں کے لئے ایجنٹ کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

معاشی ترقی میں بنکوں کا کردار

ترقی پذیر ممالک میں معاشی ترقی کے لئے بنکوں کے کردار کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور وہ مندرجہ ذیل پہلوؤں سے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۔ سرمایہ اندوزی میں مدد دینا : معاشی ترقی کے لئے سرمایہ کا ہونا بہت ضروری ہے اگر سرمایہ کاری کو مجموعی قومی پیداوار کی نسبت سے دیکھا جائے تو مغربی یورپ امریکہ اور کینیڈا میں یہ نسبت ۱۹۔۲۵ فیصد ہے جبکہ پاکستان اور دیگر ایشیائی ممالک میں یہ نسبت صرف 7-5 فیصد ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ نسبت ایک ترقی پذیر ملک کے لئے کم از کم 12 فیصد ہونی چاہیے۔ ترقی پذیری ممالک میں آبادی کے بڑھنے کی رفتار بہت تیز ہے اور سرمایہ اندوزی میں اضافہ کی رفتار کم ہے۔ اس لئے فی کس سرمایہ کو برقرار رکھنا ہی مشکل ہے۔ بنک لوگوں کی بکھری ہوئی چھوٹی چھوٹی بچتوں کو یکجا کر کے فی کس سرمایہ کاری بڑھانے میں مدد دے سکتے ہیں۔

۲۔ سرمایہ کاری کی راہ متعین کرنا : ترقی پذیر ممالک میں جہاں سرمایہ کی قلت ہے یہ اشد ضروری

Marfat.com

ہے کہ سرمایہ کو صرف ضروری کاموں میں لگایا جائے اور غیر ضروری کاموں میں استعمال سے بچایا جائے۔ بنک مختلف کاروباری افراد یا اداروں کو سرمایہ مہیا کرتے ہیں اس لئے وہ اس حیثیت میں ہوتے ہیں کہ ترجیحات کے مطابق سرمایہ مہیا کریں۔

۳۔ متوازن علاقائی ترقی: بنکوں کے ذریعہ ترقی یافتہ علاقوں میں سرمایہ بہم پہنچایا جاتا ہے۔ بنک ایسے علاقوں میں اپنی شاخیں قائم کر دیتے ہیں اور قرض کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں اور اس طرح ملک کے مختلف علاقوں میں متوازن ترقی کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

۴۔ قومی وسائل کا بہترین استعمال: قومی وسائل کے بہترین اشتراک کے حاصل کرنے میں بنک اہم کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی بچتوں کو جمع کر کے مختلف کاروباری اور مختلف علاقوں کے لئے مہیا کرتے ہیں۔ قدرتی اور انسانی ذرائع کا استعمال بہترین طریق پر اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ سرمایہ موزوں مقدار میں اور موزوں وقت پر مہیا ہو۔ ایک ترقی پذیر ملک میں بنک اپنی شاخوں کے ذریعہ قومی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس طرح سرمایہ مہیا کر سکتے ہیں کہ اس کے اشتراک سے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کی جا سکے۔

۵۔ بوقت ضرورت زر اعتباری کی تخلیق: ایک ترقی پذیر ملک میں لوگوں کی ضروریات زر میں اضافہ کے مطابق بنک زر اعتبار پیدا کر کے توازن قائم رکھ سکتے ہیں اسی طرح ملک کو افراط زر اور تفریط زر سے بچانے میں بھی بنکوں کا کردار بہت اہم ہے۔ مرکزی بنک کی ہدایات کے تحت بنک شرح سود بدل کر اور دیگر تدابیر اختیار کر کے کسی ملک میں معاشی ترقی کی رفتار کو تیز تر کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا نکات سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ کسی ملک کی معاشی ترقی کے لئے بنکوں کی تعداد اور ان کا دائرہ کار بڑی اہمیت کا حامل ہے جس ملک میں بھی ترقی ہوئی ہے وہاں بنکوں کی تعداد اور ان کے دائرہ عمل میں ضرور اضافہ ہوا ہے۔

مرکزی بنک CENTRAL BANK

تمہید گذشتہ ابواب میں بتایا جا چکا ہے کہ تجارتی بنک کسی ملک کی معاشی ترقی کے لئے بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں ایک مستعد نظام بنکاری کے بغیر نہ تو تجارت فروغ پا سکتی ہے اور نہ ہی صنعت اپنے کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تجارتی بنک بغیر کسی نگرانی کے اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں یا کوئی ایسا مرکزی ادارہ ہے جو ان کی رہنمائی کرتا ہے ان کے کاموں کی نگہداشت کرتا ہے؟ اس کا جواب ہے کہ مرکزی بنک ایک ایسا ادارہ ہے جو تمام بنکوں کے کاموں میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے ان کی سرپرستی کرتا ہے انہیں بوقت ضرورت مالی امداد مہیا کرتا ہے اور رسد زر کو کنٹرول کرنے کے لئے بنکوں کو ہدایات جاری کرتا ہے۔

Marfat.com

موجودہ صدی سے قبل مرکزی بنک کا تصور نہ تھا۔ شروع شروع میں عام بنکوں کو زر جاری کرنے کی اجازت تھی لیکن اس نتیجہ میں ضرورت سے زیادہ زر جاری ہونے اور مختلف بنکوں کی پالیسیوں کے درمیان کوئی ربط نہ ہونے کی صورت میں ملک کی معیشت کو نقصان پہنچتا تھا اس لیے کسی ایک بنک کو نوٹ جاری کرنے کی اجارہ داری دیدی گئی اور اس کے بدلہ میں حکومت اس بنک سے قرض لیتی اور مالی تعاون حاصل کرتی۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد یہ محسوس کیا گیا کہ بین الاقوامی تجارتی تعلقات قائم کرنے میں ایسے بنک بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور کچھ ممالک نے تمام بنکوں کی نگرانی اور تمام بنکاری کے کام میں ربط پیدا کرنے اور ملک کی بہتری کے لیے مالی پالیسیاں مرتب کرنے کے لئے ایک ایک مرکزی بنک قائم کئے۔ سویڈن نے سب سے پہلے ایسا بنک قائم کیا اگرچہ برطانیہ میں بنک آف انگلینڈ نے سب سے پہلے مرکزی بنک کی حیثیت سے کام شروع کیا۔

دراصل بنک آف انگلینڈ ایک تجارتی بنک تھا لیکن اس کی شاخیں برطانیہ کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی تھیں اور اس کی کارکردگی بہت اعلیٰ تھی اس لئے حکومت نے اسی بنک کو مرکزی بنک کے فرائض سونپے ہوئے تھے اور بعد میں کوئی نیا ادارہ قائم کرنے کے بجائے اسی کو برطانیہ کا مرکزی بنک قرار دیدیا۔ ۱۹۲۰ء میں برسلز Brussels کے مقام پر ایک مالیاتی کانفرنس ہوئی۔ جس میں یہ طے پایا کہ ہر ملک کو اپنا اپنا مرکزی بنک قائم کرلینا چاہیے اور اب کوئی ملک ایسا نہیں جس میں مرکزی بنک کا ادارہ قائم نہ کردیا گیا ہو۔

مرکزی بنک تجارتی بنکوں سے مختلف ہوتا ہے اسکی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مرکزی بنک کا بنیادی کام نفع کمانا نہیں بلکہ عوام کی فلاح اور قوم کی بہبود کے لئے بنکاری کے کام کو منظم کرنا ہے جبکہ تجارتی بنک منافع کمانا اہم گردانتے ہیں۔

۲۔ مرکزی بنک کاروبار کے لیے تجارتی بنک سے کوئی مقابلہ نہیں کرتے اسی لیے مرکزی بنک حکومت اور بنکوں کے علاوہ کسی نجی ادارے یا فرد کے حسابات اپنے پاس نہیں رکھتا بلکہ مرکزی بنک افراد کے بجائے بنکوں کو ہی قرض دیتا ہے۔

۳۔ مرکزی بنک کے فرائض تجارتی بنکوں کے فرائض سے مختلف ہیں۔ مرکزی بنک کو نوٹ جاری کرنے کی اجارہ داری حاصل ہے یہ حکومت اور بنکوں کا بنک ہے اور ملک کے لیے مالیاتی پالیسی مرتب کرتا ہے جبکہ تجارتی بنکوں کو مرکزی بنک کی نگرانی میں اور اس کی ہدایات کے تحت عمل کرنا پڑتا ہے۔

مرکزی بنک کے مندرجہ ذیل اہم فرائض ہیں۔

مرکزی بنک کے فرائض

۱۔ **نوٹ جاری کرنا:** ہر ملک میں مرکزی بنک ہی واحد ادارہ ہے جسے حکومت کی طرف سے نوٹ جاری کرنے

Marfat.com

کی اجازت ہوتی ہے یعنی مرکزی بنک ملک میں نوٹ جاری کرنے کا اجارہ دار ہوتا ہے۔ دوسرے بنکوں کو یہ اجازت اس لیے نہیں دی جا سکتی کہ نوٹوں کی تعداد کو کنٹرول میں رکھنا مشکل ہو جاتے اور افراط زر کا مسئلہ پیدا ہو جائے۔ مرکزی بنک نوٹوں کے اجراء کا اجارہ دار ہونے کی حیثیت سے ملک کی اقتصادی اور مالی ضرورت کے مطابق نوٹوں کے جاری کرنے کا ذمہ دار ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ مرکزی بنک بغیر کسی اصول یا پابندی کے جتنے نوٹ چاہے جاری کر سکتا ہے ایسا نہیں ہے۔ اُسے بھی کسی اصول کے تحت ایسا کرنا ہوتا ہے۔ ایک اصول تو یہ ہو سکتا ہے کہ نوٹوں کے جاری کرنے کا نظام لچکدار ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کی اقتصادی ضروریات کے مطابق نوٹ جاری کیے جا سکیں اسے اصول لچک کہا جاتا ہے۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ عوام میں نوٹوں پر اعتماد پیدا کیا جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ نوٹوں کی مقدار کنٹرول میں رکھی جائے۔ اسے اصول تحفظ کا نام دیا جاتا ہے یعنی افراطِ زر کے خلاف تحفظ ان اصولوں کے مطابق نوٹ جاری کرنے کے دو اہم نظام پیدا ہو گئے۔

۱۔ معینہ حد کا نظام: اس نظام کے تحت مرکزی بنک ایک خاص حد تک بغیر کوئی محفوظ سرمایہ رکھے نوٹ جاری کر سکتا ہے اور یہ حد حکومت یا پارلیمنٹ یا اسمبلی مقرر کرتی ہے مگر اس مقررہ حد کے بعد جاری کیے جانے والے نوٹ کے لیے سو فیصد زرِ محفوظ رکھنا ہوتا ہے یعنی اتنی ہی مالیت کا سونا یا چاندی رکھنا پڑتا ہے۔ اگرچہ اس نظام کے تحت پارلیمنٹ یا اسمبلی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ مقررہ حد کو بڑھانے یا گھٹانے کی منظوری دے تاہم اس نظام کو غیر لچکدار تصور کیا جاتا ہے کیونکہ شدید سے شدید ضرورت کے وقت بھی مرکزی بنک زر کی مقدار میں اضافہ نہیں کر سکتا اور پارلیمنٹ یا اسمبلی سے منظوری لینا وقت طلب بھی ہے اور دقت طلب بھی۔ اس نظام کے تحت افراط زر کا خطرہ نہیں اس لئے یہ نظام محفوظ ضرور ہے مگر لچکدار نہیں کیونکہ زر کے اجراء کا انحصار لوگوں کی ضرورت کے بجائے سونے کی کانوں کی پیداوار پر ہے۔ یہ نظام برطانیہ، جاپان، ناروے وغیرہ نے استعمال کیا۔ زر کے جاری کرنے کے اس طریقہ کو عام طور پر کرنسی کا اصول Currency Principle کہا جاتا ہے۔

۲۔ متناسب محفوظات کا نظام: اس نظام کے تحت مرکزی بنک کل جاری ہونے والے نوٹوں کے بدلے میں ایک مقررہ تناسب سے قیمتی دھاتیں اور غیر ملکی زرمبادلہ محفوظ رکھتا ہے یہ مقررہ تناسب کوئی بھی ہو سکتی ہے۔ عام طور پر بیس اور چالیس فیصد کے درمیان ہوتی ہے مثلاً فرانس میں یہ تناسب ۳۵ فیصد پاکستان میں ۳۳ فیصد اور امریکہ میں ۲۵ فیصد ہے اس نظام کے تحت اگر ایک مرکزی بنک سو روپے کی مالیت کے نوٹ جاری کرنا چاہے تو اسے ۳۵ یا

Marfat.com

33 باہ ہا روپے کی مالیت کا سونا چاندی اور غیر ملکی زر مبادلہ لازمی طور پر رکھنا ہوگا۔ باقی مالیت کے عوض دیگر اثاثے، حکومت کی کفالتیں یا ہنڈیاں رکھی جا سکتی ہیں۔ یعنی اس نظام کے تحت نوٹوں کی مالیت کے مطابق زر محفوظ رکھنا تو ہوتا ہے مگر سو فیصد نہیں۔ صرف کل مالیت کے ایک مقررہ نسبت کی برابر رکھنا ہوتا ہے۔ باقی مالیت کی حفاظت کے طور پر حکومت کی کفالتیں وغیرہ کافی سمجھی جاتی ہیں۔ نوٹوں کے اجراء کا یہ طریق کار دنیا کے زیادہ تر ممالک میں رائج ہے۔ یہ نظام لچکدار ہے لیکن اتنا محفوظ نہیں جتنا پہلا طریق کار جو اوپر درج ہے۔

زر کے اجراء کے اس طریقہ کو بنکاری کا اصول Banking Principle کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں وہی اصول کار فرما ہے جس پر بنک اپنا کاروبار چلاتا ہے یعنی سو فیصد زر محفوظ رکھے بغیر لوگوں کا اعتماد حاصل کرتا ہے۔

۳۔ حکومت کا بنک: جس طرح تجارتی بنک عام لوگوں کے لئے بنکاری کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اسی طرح مرکزی بنک حکومت کے لئے بنکاری کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ مرکزی بنک حکومت کے بنک کی حیثیت سے مندرجہ ذیل سہولتیں مہیا کرتا ہے۔

الف: یہ حکومت کے تمام حسابات رکھتا ہے اور حکومت کے تمام شعبے اپنے حسابات مرکزی بنک کے پاس ہی رکھتے ہیں بنک اس پر کوئی سود ادا نہیں کرتا۔

ب۔ حکومت کی رقوم دوسروں سے وصول کر کے حکومت کے حسابات میں جمع کرتا ہے۔ مثلاً ٹیکس وغیرہ وصول کرتا ہے۔

ج۔ حکومت کے ملازمین کی تنخواہیں ادا کرتا ہے اور حکومت کی طرف سے لوگوں اور اداروں کو تمام ادائیگیاں کرتا ہے۔

د۔ بوقت ضرورت حکومت کو قلیل مدت کے لئے قرضے مہیا کرتا ہے اور اس پر کوئی سود وصول نہیں کرتا مثلاً اگر کسی ماہ حکومت کے حساب میں اتنی رقم نہ ہو جو حکومت کی ادائیگیوں کے لئے پوری ہو تو بنک قلیل مدت کے لئے حکومت کو قرض دے کر حکومت کی طرف سے ادائیگیاں کر دیتا ہے۔ مرکزی بنک ایسے قرضوں پر حکومت سے کوئی سود وصول نہیں کرتا۔

ہ۔ یہ حکومت کے لئے طویل عرصہ کے اندرونی اور بیرونی (یعنی ملکی اور غیر ملکی) قرضوں کا انتظام کرتا ہے اور ان کی ادائیگیاں بھی کرتا ہے۔

و۔ یہ حکومت کے مالی مشیر کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ اسے ملک اور دنیا کے سرمائے اور زر کے بازار کے رجحانات سے باخبر رکھتا ہے۔ مالی مسائل مثلاً زر مبادلہ پر پابندیاں عائد کرنے، بیرون ملک جانے والوں کو زر مبادلہ مہیا کرنے، کرنسی کی بیرونی قدر کو کم یا زیادہ کرنے کے متعلق پالیسی

Marfat.com

بنانے میں حکومت کی مدد کرتا ہے۔

(ز) یہ بنک غیر ملکی زرمبادلہ کے مبادلات کی حفاظت کرتا ہے۔ بیرونی سرمایہ کا محافظ ہوتا ہے اور بین الاقوامی مالی اداروں میں حکومت کی نمائندگی کرتا ہے۔

۴۔ بنکوں کا بنک: تجارتی بنکوں کے لئے مرکزی بنک بنکاری کے فرائض سرانجام دیتا ہے لیکن یہ فرائض نگرانی اور رہنمائی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ انہیں تین اہم نکات کے ذریعہ بتایا جاسکتا ہے۔

الف۔ مرکزی بنک ملک کے تجارتی بنکوں کے زرِ محفوظ کا نگران ہوتا ہے۔ ملک کے ہر تجارتی بنک کے لیے ضروری ہے کہ از روئے قانون یا روایات اپنی کل امانتوں کا ایک مقررہ حصہ مرکزی بنک کے پاس رکھے۔ مثلاً پاکستان میں ہر بنک کو اپنی طلبی اور میعادی امانتوں کا ۵ فیصد مرکزی بنک کے پاس رکھنا ہوتا ہے۔ مرکزی بنک تجارتی بنکوں کے اس سرمایہ کی نگرانی کرتا ہے۔

ب۔ مرکزی بنک تجارتی بنکوں کی آخری پناہ گاہ ہے: تجارتی بنکوں کا کاروبار لوگوں کے اعتبار پر قائم ہے کیونکہ درحقیقت بنک کل امانتوں کا ایک قلیل حصہ اپنے پاس نقد کی صورت میں رکھتے ہیں۔ باقی رقمیں تو کسی نہ کسی طور قرض پر لگائی ہوتی ہیں۔ اس لیے اگر کسی دن زیادہ تعداد میں لوگ اپنی رقمیں بنک سے واپس نکلوانے آجائیں تو بنک کو زیادہ نقد حاصل کرنے میں بہت دشواری پیش آتی ہے اور اگر وہ ایک مرتبہ بھی رقم کی ادائیگی میں پس و پیش کرے تو امانت رکھنے والے ہر شخص کا اعتبار بنک پر سے اٹھ جائے۔ ایسے وقت میں تجارتی بنک کی مدد صرف ایک ادارہ کرسکتا ہے اور وہ ہے مرکزی بنک جس کے پاس تجارتی بنکوں کا کچھ سرمایہ بطور امانت رکھا ہوا ہوتا ہے جس تجارتی بنک کو نقد کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنے پاس رکھی ہوئی ہنڈیاں یا سرکاری تمسکات مرکزی بنک کے پاس لے جاتا ہے اور مرکزی بنک ان میں سے کچھ معمولی رقم منہا کر کے (یعنی ان پر بٹہ لگا کر یا مزید بٹہ لگا کر) باقی رقم اسے واپس کر دیتا ہے۔ مرکزی بنک کے پاس تو زر نقد کی کمی ہو نہیں سکتی وہ تو خود نوٹ چھاپتا ہے جو بطور کرنسی ملک میں استعمال کئے جاتے ہیں اس لئے مرکزی بنک کے لئے تجارتی بنکوں سے ہنڈیاں خریدنا قطعاً مشکل نہیں اور اس سہولت سے تجارتی بنکوں کی مشکلات دور ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے گاہکوں کو نقد زر مہیا کر کے اپنی ساکھ قائم رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

۴۔ مرکزی بنک تجارتی بنکوں کے حساب گھر (دار التصفیہ) کا کام سرانجام دیتا ہے ہر بنک کو ہر روز کئی مرتبہ کچھ رقمیں دوسرے بنکوں سے وصول کرنا ہوتی ہیں جو بذریعہ چیک گاہکوں نے بنک میں جمع کرائی ہوتی ہیں اور کچھ رقمیں دوسرے بنکوں کو ادا کرنا ہوتی ہیں جو ایسے چیکوں کے ذریعہ دوسرے بنکوں میں جمع کرائی جاتی ہیں جن کی ادائیگی اس بنک کے ذمہ ہے اور بنک کو اسی طرح دوسرے بنکوں سے رقمیں وصول بھی کرنا ہوتی ہیں اور ان کو رقموں کی ادائیگی کرنا بھی ہوتی ہے۔

Marfat.com

جیساکہ پہلے بتایا جا چکا ہے مرکزی بنک کے پاس تمام تجارتی بنکوں کے حسابات ہوتے ہیں۔ اور ہر بنک کی رقم جمع ہوتی ہے۔ اس لیے ہر روز ہر بنک کی وصولیوں اور ادائیگیوں کا فرق معلوم کرکے مثبت ہونے پر اس کے حساب میں جمع کر دیتا ہے اور منفی ہونے پر اس کے حساب سے منہا کر دیتا ہے اس طرح مرکزی بنک بنکوں کے لیے حساب گھر یا دارالتصفیہ Clearing House کا کام کرتا ہے اور بنکوں کو حقیقت میں ایک دوسرے کو ادائیگی یا وصولی کے لیے کوئی دقت نہیں ہوتی بلکہ مرکزی بنک کے پاس صرف ان کی جمع شدہ رقوم میں ہر روز تبدیلی ہوتی رہتی ہے کبھی رقم زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی کم ہو جاتی ہے۔

بنکوں کے بنک ہونے کی حیثیت سے مرکزی بنک بہت مفید خدمت سرانجام دیتا ہے ایک طرف زر نقد میں کفایت کا باعث بنتا ہے اور تجارتی بنکوں کی دقتوں اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے اور دوسری طرف تجارتی بنکوں کے زر اعتبار پیدا کرنے کی طاقت کو کنٹرول میں رکھنے کیلئے پالیسی وضع کرتا ہے۔

۴۔ بازار زر کا سرپرست: مرکزی بنک کا ایک اہم مقصد بلکہ سب سے اہم مقصد ملک میں قدر زر کا استحکام ہے یعنی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو اعتدال پر رکھنا، تجارتی بنکوں کے زر اعتبار تخلیق کرنے کی قوت کو کنٹرول کرنا، افراط زر اور تفریط زر کے مسائل کو حل کرنا، سرمایہ کاری اور معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا، روزگار بلند سطح پر رکھنا، مختلف شعبوں میں متوازن ترقی لانا، سرمایہ کو زیادہ پیداواری مقاصد کی جانب منتقل کرانا، افراطی و تفریطی رجحانوں کو دور کرنا اور معیشت کو مستحکم بنانے کے لیے پالیسیاں وضع کرنا۔ یہ سب مرکزی بنک کے فرائض بحیثیت بازارِ زر کے سرپرست کے ہیں۔ مرکزی بنک پر حکومت اور بنکوں کا بنک ہونے کی بنا پر اور نوٹ جاری کرنے کے اجارہ دار ادارہ کی حیثیت سے یہ ذمہ داری بھی عائد ہو جاتی ہے کہ وہ زر کی رسد کو کنٹرول کرے۔ زر تو وہ خود جاری کرتا ہے اور اسے اقتصادی ضروریات کے مطابق خود کنٹرول کر سکتا ہے لیکن زر کی رسد میں اعتباری زر بھی شامل ہوتا ہے جو تجارتی بنک تخلیق کرتے ہیں اس لیے مرکزی بنک کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اعتباری زر کو بھی کنٹرول کرے تاکہ زر اور اعتباری زر دونوں کی مقدار اور گردش کو کم و بیش کرکے قدر زر میں استحکام پیدا کرے۔ مرکزی بنک زر اعتبار پر کنٹرول کرنے کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کرتا ہے۔

ا۔ شرح بنک کی پالیسی: مرکزی بنک براہ راست عوام کو قرض نہیں دیتا۔ صرف تجارتی بنکوں کو قرض دیتا ہے وہ قرض بھی مرکزی بنک اس طرح دیتا ہے کہ جس تجارتی بنک کو

Marfat.com

مرکزی بنک سے قرض لینا ہوتا ہے وہ اپنے پاس جمع شدہ ہنڈیاں مرکزی بنک کے پاس لانا ہے اور ان پر دوبارہ بٹہ لگوانے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے یعنی تجارتی بنک چاہتا ہے کہ مرکزی بنک وہ ہنڈیاں خرید لے اور ان کی مجموعی مالیت سے کچھ منہا کر کے باقی رقم نقد زر کی صورت میں تجارتی بنک کو دیدے۔ وہ شرح جس پر مرکزی بنک تجارتی بنک کی ہنڈیوں کو بٹہ لگاتا ہے یا ان پر جو رقم منہا کرتا ہے اسے شرح بنک Bank Rate کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ شرح خود مرکزی بنک مقرر کرتا ہے۔ مرکزی بنک اس شرح کو تبدیل کر کے تجارتی بنکوں کے زر اعتبار جاری کرنے کی قوت پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اگر مرکزی بنک دیکھتا ہے کہ ملک میں افراط زر کا اندیشہ ہے۔ سرمایہ کاری ضرورت سے زیادہ ہو رہی ہے۔ اعتباری زر اقتصادی ضروریات کے حد سے آگے نکل گیا ہے تو مرکزی بنک اپنی بنک شرح میں اضافہ کر دیتا ہے جس کی وجہ سے تجارتی بنک قرض لینے سے باز رہتے ہیں کیونکہ اگر وہ قرض لینے کے لئے مرکزی بنک کو ہنڈیاں پیش کریں تو مرکزی بنک زیادہ رقم منہا کر کے باقی رقم بنکوں کو واپس کرے گا جس سے تجارتی بنکوں کو نقصان رہے گا۔ ایسے موقعہ پر تجارتی بنک بھی اس شرح سود میں اضافہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جس شرح سود پر وہ اپنے گاہکوں کو قرض دیتے ہیں اور گاہک بھی زیادہ شرح سود پر قرض لیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں اور اس طرح سرمایہ کاری کم ہوتی ہے اور رسد زر کے پھیلاؤ اور قیمتوں کے اضافہ کی رفتار کم ہونے لگتی ہے۔ اس کے برعکس اگر مرکزی بنک محسوس کرے کہ قیمتیں گر رہی ہیں تفریط زر ہے۔ سرمایہ کاری گر رہی ہے کساد بازاری یا سرد بازاری کا عمل ہو رہا ہے تو مرکزی بنک شرح بنک میں کمی کر دیتا ہے تاکہ تجارتی بنک زیادہ رقم مرکزی بنک سے قرض پر حاصل کریں اور اپنی شرح سود کم کر کے لوگوں کو زیادہ سرمایہ قرض پر دیں تاکہ سرمایہ کاری بڑھے، تجارت کو فروغ حاصل ہو، قیمتوں میں اضافہ ہو اور زیادہ لوگوں کو روزگار حاصل ہو۔

علاوہ ازیں شرح بنک کے زیادہ کرنے کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ نئے بیرونی سرمایہ کو ترغیب ہوتی ہے کہ زیادہ شرح سود کی وجہ سے اس ملک میں لگایا جائے یا وہ بیرونی سرمایہ جو ملک میں پہلے ہی لگا ہوا ہے ملک سے باہر نہ بھیج دیا جائے اور اگر شرح بنک کم ہو جائے تو بیرونی سرمایہ کے ملک چھوڑ کر جانے کا ڈر ہوتا ہے اور نئے بیرونی سرمایہ کو ایسے ملک میں جہاں شرح سود کم ہو منتقل نہیں کیا جائے گا لیکن بیرونی سرمایہ کے ملک میں لگانے یا ملک سے باہر منتقل کرنے کا فیصلہ دوسرے ملکوں میں رائج شرح سود سے مقابلے پر ہوگا۔

اگرچہ شرح بنک میں تبدیلی سے ملک میں رائج عام شرح سود متاثر ہوتی ہے اور اس کی

Marfat.com

وجہ سے زر اعتبار جو رسد زر کا ایک اہم جزو ہے کنٹرول ہو جاتا ہے لیکن اگر صرف یہی ایک طریقہ آزمایا جائے تو یہ پوری طرح موثر ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ مرکزی بنک کو کچھ دیگر اقدامات بھی کرنا پڑتے ہیں۔ دراصل اگر ملک میں کاغذی زر کے نظام کے بجائے سونے کا معیار رائج ہو جیساکہ برطانیہ میں ۱۹۱۴ سے قبل تھا تو ان حالات میں تو شرح بنک میں تبدیلی کا طریقہ پوری طرح کامیاب ہوتا ہے کیونکہ اگر ملک میں قیمتیں زیادہ ہو جائیں تو ملک میں زیادہ چیزیں درآمد ہوں اور کم برآمد ہوں۔ جس سے توازن تجارت و ادائیگی ملک کے خلاف ہو جائے اور سونا ملک سے باہر بھیجا جانے لگے۔ ایسے موقعہ پر اگر شرح بنک زیادہ کی جائے تو (الف) اشیاء اور تمسکات زیادہ فروخت کئے جائیں کیونکہ ان کو روک رکھنا شرح سود کی سے زیادہ مہنگا ہو جاتے (ب) لوگوں کی آمدنیوں میں کمی ہو جانے سے ملکی طلب میں کمی آجائے (ج) نئی سرمایہ کاری میں کمی آجائے (د) اجرتوں اور قیمتوں میں کمی کا رجحان پیدا ہو جائے (ہ) اشیاء کی برآمد کی ہمت افزائی ہو (و) بیرونی سرمایہ ملک میں داخل ہو (ز) پہلے لگایا ہوا بیرونی سرمایہ ملک سے باہر منتقل کرنے کی حوصلہ شکنی ہو (ح) سونے کا انخلا یعنی سونے کو ملک سے باہر منتقل کرنے یا بھیجنے کا رجحان ختم ہو جائے اور توازنی حالت دوبارہ قائم ہو جائے۔

اگر توازن تجارت و ادائیگی ملک کے حق میں ہو اور سونا باہر سے ملک میں وصول ہونے کا رجحان شروع ہو جائے تو مرکزی بنک شرح بنک میں کمی کرکے توازن قائم رکھ سکتا ہے۔

شرح بنک کی تبدیلی کی کامیابی کی شرائط

شرح بنک میں تبدیلی سے مرکزی بنک مندرجہ ذیل حالات میں موثر طور پر زر اعتبار کو کنٹرول کر سکتا ہے۔

۱۔ تمام بنک مرکزی بنک کے زیر اثر ہوں۔

۲۔ تجارتی بنک دوسرے ذرائع سے قرض حاصل نہ کر سکتے ہوں۔

۳۔ تجارتی بنکوں کے پاس اتنا سرمایہ فالتو جمع نہ ہو کہ انہیں مرکزی بنک سے ادھار لینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

۴۔ ملک میں عام شرح سود بھی شرح بنک کیساتھ ساتھ تبدیل ہو۔

۵۔ ملک کا معاشی ڈھانچہ لچکدار ہو تاکہ شرح بنک اور زر اعتبار کی تبدیلیوں کا اثر سود، لگان تجارت اور پیداوار پر بھی اسی نسبت سے ہو۔

۶۔ ملک میں کارپوریشنوں اور تجارتی کمپنیوں کے پاس اس قدر غیر تقسیم شدہ سرمایہ جمع نہ ہو کہ وہ بغیر بنکوں سے قرض لئے ہی سرمایہ کاری کے منصوبوں پر عمل کر سکتی ہوں۔ ترقی پذیر ممالک

Marfat.com

میں شرح بنک کی پالیسی کے زیادہ کامیاب نہ ہو سکنے کی اصل وجہ اوپر دی ہوئی پانچویں شرط کی کمی ہے یعنی ملک کا معاشی ڈھانچہ لچکدار نہیں ہے اور اس لئے سود لگان وغیرہ میں تبدیلی شرح بنک میں تبدیلی کی مطابقت سے نہیں ہوتی۔

۲۔ **کھلے بازار کا عمل** Open Market Operations مرکزی بنک کے پاس حکومت کی کفالتیں یا تمسکات Securities or Bonds موجود ہوتے ہیں جن کی خرید و فروخت کے ذریعہ بھی مرکزی بنک زر اعتبار کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر مرکزی بنک دیکھتا ہے کہ ملک میں قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ سرمایہ کاری ضرورت سے زیادہ ہے تو وہ سرکاری کفالتوں کو کھلے بازار میں بیچنا شروع کر دیتا ہے جو تجارتی بنک یا سرمایہ دار خرید لیتے ہیں کیونکہ سرکاری کفالتیں خریدنے میں بالکل کوئی خطرہ نہیں ہوتا اور وہ بہت محفوظ سودا سمجھا جاتا ہے لیکن ان سرکاری کفالتوں کی خرید کی ادائیگی چیکوں کے ذریعہ کی جاتی ہے اور روپیہ تجارتی بنکوں سے نکل کر مرکزی بنک کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اس طرح تجارتی بنکوں کے زر اعتبار جاری کرنے کی قوت اسی نسبت سے کم ہو جاتی ہے مثلاً اگر مرکزی بنک ایک کروڑ روپوں کی سرکاری کفالتیں فروخت کرے اور عوام، سرمایہ دار، پرائیوٹ ادارے یا تجارتی بنک انہیں خرید کر اس کی رقم ادا کریں تو ایک کروڑ کی رقم تجارتی بنکوں کے حسابات سے نکل کر مرکزی بنک کے پاس پہنچ جائے گی اور تجارتی بنک کے پاس جمع شدہ امانتوں میں ایک کروڑ روپوں کی کمی آ جائے گی اس رقم کی بنیاد پر تجارتی بنک کئی گنا زیادہ زر اعتبار پیدا کرتے تھے اس رقم کے نکل جانے کے بعد زر اعتبار تخلیق کرنے کی قوت کافی کم ہو جائے گی اور اس طرح تجارتی بنک سرمایہ کاری کے لئے نسبتاً کم قرض دیں گے اور اس طرح زر اعتبار کو قابو میں رکھا جا سکے گا۔

اگر مرکزی بنک تفریط زر کے پیش نظر زیادہ سرمایہ کی حوصلہ افزائی کرنا چاہے تو قبل از وقت زیادہ منافع دے کر سرکاری کفالتوں اور تمسکات کو عوام اور سرمایہ داروں سے کھلے بازار میں خریدے گا اور ان کے عوض رقم ادا کر دے گا جو تجارتی بنکوں میں جمع ہو جائے گی اور اس کی بنیاد پر بنک زیادہ قرض جاری کر سکیں گے۔ اس سے سرمایہ کاری کو فروغ حاصل ہوگا۔ روزگار کی سطح بلند ہو جائے گی اور تفریط زر کا رجحان ختم ہو کر دوبارہ متوازن حالت پر واپس آ جائے گا۔

اس طریقہ کو کھلے بازار کا عمل اس لئے کہا جاتا ہے کہ مرکزی بنک کھلے بازار میں سرکاری تمسکا کی خرید و فروخت کرتا ہے۔

کھلے بازار کے عمل کی کامیابی کی شرائط

زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے لئے مرکزی بنک کی سرکاری تمسکات کی

Marfat.com

خرید وفروخت کی پالیسی کی کامیابی بھی مندرجہ ذیل شرائط کی موجودگی میں ممکن ہے۔

الف اگر مرکزی بنک سرکاری تمسکات خریدے تو تجارتی بنکوں کے نقد محفوظات میں درحقیقت اضافہ ہونا چاہیئے اور اسی طرح ان کے نقد محفوظات میں اسوقت کمی آنی چاہیئے جب مرکزی بنک سرکاری تمسکات فروخت کرے۔ فرض کریں مرکزی بنک ایک کروڑ روپے کے سرکاری تمسکات فروخت کرے اور ساتھ ہی ایک کروڑ روپے کی دفینہ شدہ رقم بنکوں میں جمع کرا دی جائے تو مرکزی بنک کے عمل کا اثر زائل ہو جائے گا کیونکہ بنکوں کے پاس جمع شدہ رقم میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔

ب) تجارتی بنک اپنے نقد محفوظات میں تبدیلی کی مطابقت سے اپنے قرضوں میں اضافہ یا کمی کریں ایسا نہ ہو کہ مرکزی بنک سرکاری تمسکات کی خرید کے ذریعہ تجارتی بنکوں کے نقد محفوظات میں تو اضافہ کر دے لیکن ملک کی معاشی اور سیاسی حالات کے پیش نظر بنک مزید قرضے دینا یا زر اعتبار تخلیق کرنا نہ چاہے یا اس کے لیئے ایسا کرنا ممکن نہ ہو۔

ج) جب تجارتی بنکوں کے نقد محفوظات میں اضافہ ہو تو قرضوں کی طلب میں بھی اضافہ ہو اور اگر نقد محفوظات میں کمی ہو تو عوام کی طرف سے قرضوں کی طلب میں بھی کمی آنی چاہیئے مثلاً اگر کساد بازاری میں تجارتی بنکوں کے نقد محفوظات بڑھنے کے باوجود عوام قرض نہ لینا چاہیں تو مرکزی بنک کی یہ پالیسی کامیاب نہ ہوگی۔

۳۔ <u>سرمایہ محفوظ کے تناسب میں تبدیلی</u>: مرکزی بنک زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے لیئے تجارتی بنکوں کو ہدایات جاری کرسکتا ہے کہ وہ مرکزی بنک کے پاس سرمایہ محفوظ پہلے سے زیادہ یا کم نسبت سے رکھیں۔ مثلاً اگر تجارتی بنک اور از روئے قانون اپنی امانتوں کا پانچ فیصد مرکزی بنک کے پاس زر محفوظ کے طور پر رکھتے ہیں اور مرکزی بنک افراط زر کے پیش نظر زر اعتبار کو کم کرنا چاہے تو تجارتی بنکوں کے لیئے لازمی کر دے کہ کل امانتوں کا تناسب جو وہ مرکزی بنک کے پاس زر محفوظ کی شکل میں رکھتے ہیں اسے پانچ فیصد شرح کے بجائے دس فیصد کر دے۔ اب تجارتی بنکوں کو زر محفوظ مرکزی بنک کے پاس زیادہ رکھنا پڑے گا۔ اس لیئے ان کی زر اعتبار جاری کرنے کی قوت خود بخود کم ہو جائے گی۔ تفریط زر کی صورت میں یہ تناسب کم کر دیا جاتا ہے جس سے تجارتی بنکوں کی پہلے سے کم رقم مرکزی بنک کے پاس پہنچتی ہے اور ان کے قرضہ دینے کی صلاحیت زیادہ ہو جاتی ہے۔

۴۔ <u>قرضوں کی راشن بندی</u>: مرکزی بنک زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کا ایک حربہ یہ بھی استعمال کرتا ہے کہ تجارتی بنکوں کو قرضہ دینے کی راشن بندی کر دیتا ہے یعنی پہلے سے یہ طے کر لیتا

Marfat.com

ہے کہ اس کی طرف سے ہر تجارتی بنک کو زیادہ سے زیادہ کس قدر قرض دیا جا سکتا ہے اور کتنی مدت کے لئے یہ احتیاط اس صورت میں کی جاتی ہے جبکہ افراط زر کا ڈر ہو اور اس طریقہ سے بھی تجارتی بنکوں سے ذریعہ زر اعتبار کے پھیلاؤ کو روکا جا سکتا ہے۔

۵۔ اخلاقی ترغیب: مرکزی بنک تجارتی بنکوں سے زیادہ قرضے جاری کرنے یا کم قرضے جاری کرنے کے متعلق صحیح طرز عمل اختیار کرنے کے لئے اپیل کرتا ہے اور وہ اپنی حیثیت اور اختیارات کے پیش نظر ملک کے معاشی حالات سے پوری طرح باخبر ہوتا ہے اور اسکا تجارتی بنکوں سے گذارش کرنا کہ ملک کی اقتصادی تبدیلیوں کے مطابق اخلاقی طور پر ان کا کیا فرض ہے اور انہیں کیا پالیسی اختیار کرنی چاہیئے بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور اکثر بہت موثر ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ براہ راست اقدام: اگر تجارتی بنک مرکزی بنک کی پالیسی کے مطابق عمل نہ کریں اور مرکزی بنک سے اپنے تعاون کا اظہار نہ کریں تو مرکزی بنک ایسے تجارتی بنکوں کے خلاف براہ راست اقدامات اٹھا سکتا ہے ان کی ہنڈیوں کو خریدنے یا ان پر دوبارہ بٹہ لگانے سے انکار کر دیتا ہے اور ان تجارتی بنکوں کی سرپرستی سے دستبردار ہو جاتا ہے اور بنکوں کی مالی امداد کے لئے آخری پناہ گاہ اور سہارا بننے کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ مرکزی بنک یہ قدم اس وقت اٹھاتا ہے جب اخلاقی ترغیب کا حربہ ناکام ہو جائے۔

۷۔ نشر و اشاعت: مرکزی بنک ملک کی مالی، اقتصادی، صنعتی اور کاروباری حالات سے متعلق گاہے بگاہے۔ تنقیدی جائزے اور مضامین شائع کرتا ہے تاکہ عوام اور کاروباری اداروں کو صحیح صورت حال معلوم ہو سکے اور وہ قرضہ کو صرف ضروری شعبوں یا کاموں کے لئے استعمال کریں۔

۸۔ قرض کے لئے مطلوبہ حدوں کا مقرر کرنا Changing the Margin Requirements بنک جب قرض دیتے ہیں تو کسی قیمتی شے یا دھات یا جائیداد کی ضمانت رکھ کر قرض دیتے ہیں لیکن وہ ضمانت شدہ شے کی کل مالیت کے برابر قرض نہیں دیتے بلکہ اس مالیت سے کم قرض دیتے ہیں۔ مرکزی بنک اس سلسلہ میں بھی تجارتی بنکوں کو ہدایات جاری کر سکتا ہے کہ ضمانت شدہ شے کی مالیت کے کتنے فیصد تک یا کس حد تک چھوڑ کر قرض دیا جا سکتا ہے اگر یہ حد بڑھا دی جائے تو اس مالیت کی ضمانت پر قرض کم لیا جا سکے گا اور اگر یہ حد کم کر دی جائے تو اسی مالیت کی ضمانت پر زیادہ قرض لیا جا سکے گا۔

۹۔ اشیائے صارفین کی فروخت بالاقسط کے حجم کا ضابطہ Regulation of Consumer Credit عام اشیا کی قیمتوں کی سطح کو مستحکم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ

Marfat.com

کار، ٹی وی اور ریفریجریٹر کی فروخت بالاقساط کے حجم کو بھی قابو میں رکھا جائے مثلاً اگر ملک میں افراط زر ہو اور اشیائے صارفین کی فروخت بالاقساط بہت آسان قسطوں پر ہو تو ایسی اشیا کی طلب میں اضافہ ہوگا اور قیمتیں مزید بڑھ جائیں گی۔ ان اشیاء کے فروخت کرنے والوں پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے کہ پیشگی رقم زیادہ وصول کی جائے اور اس کی کل قیمت کا باقی حصہ صرف چند اقساط میں وصول کریں تاکہ صارفین ایسی اشیا زیادہ طلب نہ کرسکیں۔ کساد بازاری کے دوران ایسی پابندیاں ہٹا کر اشیائے صارفین کے لئے طلب بڑھائی جاسکتی ہے۔

۱۰۔ نسبت سیالیت یا نقدیت میں تبدیلی Varying Liquidity Ratio

ہر تجارتی بنک کو قانوناً کل سرمائے کا ایک مقررہ تناسب بطور سرمایہ محفوظ مرکزی بنک کے پاس رکھنا ہوتا ہے یہ اس نقد زر محفوظ کے علاوہ ہوتا ہے جو تجارتی بنک اپنی میعادی اور غیر میعادی امانتوں کے فیصد سے مرکزی بنک کے پاس جمع کراتے ہیں مثلاً پاکستان میں بنک اپنی امانتوں کا ۵٪ تو مرکزی بنک کے پاس رکھتے ہی ہیں لیکن اس کے علاوہ تجارتی بنکوں کیلئے لازمی ہے کہ اپنے کل سرمائے کا ۳۵ فیصد مرکزی بنک کے پاس نقد بدست، مرکزی بنک کے پاس حسابات، سونے یا تمسکات کی صورت میں رکھیں اسے نسبت سیالیت یا نسبت نقدیت Liquidity Ratio کہتے ہیں۔ اگر مرکزی بنک اس نسبت سیالیت یا نقدیت میں اضافہ کر دے تو تجارتی بنک کی زر اعتبار تخلیق کرنے کی صلاحیت اتنی ہی کم ہو جائے گی اور اگر مرکزی بنک یہ تناسب گھٹا دے تو تجارتی بنک اتنا ہی زیادہ زر اعتبار جاری کر سکے گا۔

زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے سلسلہ میں مرکزی بنک جو اقدامات کرتا ہے انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ مقداری ضابطے Quantitative Controls

ب۔ وصفی ضابطے Qualitative Controls

مقداری ضابطوں سے مراد ہے ایسے اقدامات جو زر رسد کی مقدار کو قابو میں کر لیتے ہیں اور قرضوں کا مجموعی حجم کم یا زیادہ ہو جاتا ہے مگر ان اقدامات کے ذریعہ ان کا رُخ مقرر نہیں کیا جا سکتا مثلاً کون سے کاروبار میں سرمایہ کاری کی جائے اور کس میں سرمایہ نہ لگایا جائے۔ ان اقدامات میں مندرجہ اقدامات شامل کئے جاتے ہیں۔ الف۔ شرح بنک کی پالیسی ب۔ کھلے بازار میں تمسکات کی خرید و فروخت ج۔ سرمایہ محفوظ کے تناسب میں تبدیلی د۔ قرضوں کی راشن بندی یا کوٹہ۔

Marfat.com

وصفی ضابطوں سے مراد مرکزی بینک کے وہ اقدامات ہیں جو نہ صرف زر اعتبار اور قرض کی مقدار کو قابو میں کرتے ہیں بلکہ اس کی جہت اور رخ پر بھی قابو پا لیتے ہیں ان میں باقی تمام اقدامات شامل ہیں مثلاً

(الف) اخلاقی ترغیب (ب) براہ راست اقدام (ج) نشر و اشاعت (د) قرض کیلئے مطلوبہ حدود کا مقرر کرنا (ہ) اشیائے صارفین کی فروخت یا الاقساط کے حجم کا ضابطہ (و) نسبتِ سیالیت یا نقدیت میں تبدیلی۔

Marfat.com

باب ۲۵

بین الاقوامی تجارت

INTERNATIONAL TRADE

بین الاقوامی تجارت سے مراد مختلف ممالک کے درمیان تجارت سے ہے جس طرح اندرون ملک تجارت مختلف افراد کے درمیان تقسیم کار کی بدولت وجود میں آتی ہے اسی طرح مختلف ممالک کے درمیان تجارت علاقائی تقسیم کار کی وجہ سے وجود میں آتی ہے قدرت نے ہر ملک کو ایک جیسے ذرائع مہیا نہیں کئے بلکہ ایک ملک کو زرخیز زمین عطا فرمائی تو دوسرے ملک کو معدنیات سے نوازا۔ کسی ملک میں تیل کے ذخائر پائے جاتے ہیں تو دوسرے ملک میں سونا یا چاندی۔ کسی ملک کی آب و ہوا کافی پیدا کرنے کے لئے زیادہ موزوں ہے تو کہیں ربر بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس فرق کی بنا پر ہر ملک چند مخصوص اشیاء اور خدمات کو پیدا کرنے میں دوسرے ممالک کے مقابلہ میں فوقیت رکھتا ہے۔

تجارت خواہ ملکی ہو یا بین الاقوامی وہ ہمیشہ افراد کے درمیان ہوتی ہے۔ ملکی تجارت میں وہ افراد ایک ہی ملک کے باشندے ہوتے ہیں اور بین الاقوامی تجارت میں مختلف ممالک کے افراد ایک دوسرے سے تجارت کرتے ہیں اور اس لحاظ سے بنیادی طور پر دونوں قسم کی تجارتوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا اور اگر یہ فرق ہوتا بھی ہے تو صرف ایک درجہ کا فرق ہے![1]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ملکی اور بین الاقوامی تجارت کے بنیادی اصول ایک

Prof. G.Haberler A Survey of International Trade Theory Special Papers in International Economics No. 1. July 1961, International Finance Section, Princeton University 1967.

Marfat.com

جیسے ہیں اور دونوں تخصیص کار کی وجہ سے وجود میں آتی ہیں تو کیا بین الاقوامی تجارت کا علیحدہ مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے یا وہی اصول رسد و طلب جو ملکی تجارت میں قیمت مقرر کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ بین الاقوامی تجارت میں بھی بعینہٖ استعمال ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ بین الاقوامی تجارت ملکی تجارت سے بہت مختلف نہیں لیکن بین الاقوامی تجارت میں مسائل کی نوعیت کچھ بدل جاتی ہے اور اس کا مطالعہ علیحدہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بین الاقوامی تجارت مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر ملکی تجارت سے کچھ مختلف نوعیت کی ہو جاتی ہے

۱۔ عاملین پیدائش کی حرکت پذیری میں فرق اندرون ملک محنت سرمایہ اور دیگر عاملین پیدائش زیادہ حرکت پذیر ہوتے ہیں جبکہ ان عاملین کی نقل پذیری مختلف ملکوں کے درمیان نسبتاً کم ہوتی ہے۔ مثلاً مزدور ایک ملک سے دوسرے ملک مختلف زبان، طرز معاشرت، آب و ہوا وغیرہ کی وجہ سے جانا پسند نہیں کرتے یا سرمایہ دار دوسرے ممالک میں سرمایہ نہیں لگاتے کیونکہ اس میں بہت خطرہ ہوتا ہے۔ اگر ان ممالک کے درمیان آپس میں تعلقات خوشگوار نہ رہیں تو ہو سکتا ہے کہ دوسرا ملک سرمایہ روک لے اور اس طرح سرمایہ ڈوبنے کا زبردست خطرہ ہوتا ہے بعض ممالک میں سرمایہ کی درآمد پر پابندیاں ہوتی ہیں اور بعض ممالک سرمایہ دوسرے ممالک کو درآمد کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اسی طرح مزدوروں کی نقل پذیری پر بھی پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔

۲۔ زری نظام اور کرنسیوں میں فرق ایک ہی ملک میں افراد کے درمیان تجارت کرتے ہوئے ایک ہی قسم کی کرنسی کا استعمال ہوتا ہے اور کرنسیوں کو بدلنے کی ضرورت پیش نہیں آتی جبکہ مختلف ممالک میں مختلف زری نظام اور مختلف کرنسیاں استعمال ہوتی ہیں اور بین الاقوامی تجارت میں کئی مسائل کرنسی کے اختلاف کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً مختلف ممالک میں کسی شے کی لاگت اور قیمت کا مقابلہ کیونکر کیا جائے۔ اشیاء کی قیمتوں کی ادائیگی دوسرے ممالک کی کرنسیوں کی صورت کیونکر کی جاتی ہے؟ زر کی قدر دوسری کرنسیوں کی شکل میں کیونکر مقرر کی جائے؟ یہ تمام مسائل ملکی تجارت میں پیدا نہیں ہوتے مگر بین الاقوامی تجارت کے لیئے ان تمام مسائل کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے۔

Marfat.com

مختلف حکومتیں اشیاء کی

۳۔ اشیاء کی درآمد و برآمد پر حکومت کی پابندیاں اور پالیسیاں

درآمد و برآمد کے بارے میں اپنی اپنی پالیسیاں بناتی ہیں۔ اندرون ملک تجارت کے دوران حکومت کی پالیسی ایک ہی ہوتی ہے مگر مختلف ملکوں کے درمیان تجارت میں ہر ملک کی تجارتی پالیسی کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ کسی ملک میں درآمدی ٹیکس عائد کیا جاتا ہے تو کسی میں برآمدی ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ ایک ملک درآمدی کوٹہ مقرر کرتا ہے تو دوسرا ملک ایکس چینج کنٹرول کا طریقہ استعمال کرتا ہے۔ اس طرح ہر حکومت کی اپنی زری، مالیاتی اور تجارتی پالیسیاں ہوتی ہیں اور اسی لئے بین الاقوامی تجارت میں ملکی تجارت کے مقابلے میں بہت زیادہ دشواریاں حائل ہوتی ہیں۔

۴۔ نقل و حمل کے اخراجات

ایک ملک سے دوسرے ملک کو اشیاء بھیجنے کے اخراجات اشیاء کی قیمتوں پر کافی اثر ڈالتے ہیں۔ اور بین الاقوامی تجارت میں ان کو شامل کرنے کے لئے دوسرے ملکوں سے بھی رابطہ قائم کرنا پڑتا ہے مگر ملکی تجارت میں یہ دقتیں اٹھانا نہیں پڑتیں۔

مندرجہ بالا اسباب سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ بین الاقوامی تجارت کا مطالعہ علیحدہ کرنا ضروری ہے۔ بین الاقوامی تجارت کا مطالعہ کرتے ہوئے سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بین الاقوامی بازار میں اشیاء کی قیمتیں کیونکر مقرر ہوتی ہیں۔ اس میں کون سا اصول کارفرما ہے؟ یہ کس طرح طے کیا جاتا ہے کہ کونسا ملک کونسی اشیاء تیار کرے گا اور کس مقدار میں دوسرے ممالک کو برآمد کرے گا۔ اس سلسلہ میں ہم ان نظریات کا ذکر کریں گے جو مختلف ماہرین معاشیات نے پیش کئے ہیں۔

نظریہ مطلق برتری مصارف Law of Absolute Advantage
قانونِ مطلق برتری

ایڈم سمتھ Adam Smith نے یہ نظریہ پیش کیا کہ بین الاقوامی تجارت میں یہ اصول کارفرما ہے کہ ہر ملک اس شئے میں تخصیص حاصل کرے گا جس میں اس ملک کی لاگت دوسرے ممالک کی نسبت کم ہو گی۔ مثال کے طور پر اگر پاکستان میں کپڑا بنانے کی لاگت انگلستان کی نسبت کم ہے اور کاغذ بنانے کی لاگت انگلستان کی نسبت زیادہ ہے تو پاکستان کو کپڑا بنانے

Marfat.com

اور انگلستان کو کاغذ بنانے میں تخصیص حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ دونوں ممالک ایک دوسرے سے تجارت کے ذریعہ معاشی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ پاکستان کپڑا برآمد کر کے اس کے عوض انگلستان سے کاغذ درآمد کرے گا اور اسے ایسی چیز دستیاب ہو گی جو وہ خود نسبتاً مہنگا تیار کرتا ہے اسی طرح انگلستان کو کاغذ کے عوض پاکستان سے کپڑا مل جائے گا جس کی لاگت انگلستان میں نسبتاً زیادہ ہے اس اصول کو نظریہ مطلق برتری مصارف کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس اصول کے مطابق ایک ملک اس وقت کسی شے کے بنانے میں تخصیص حاصل کرے گا جبکہ اس کو مکمل طور پر دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں برتری حاصل ہو یا اس شے کو بنانے میں وہ کلی فوقیت رکھتا ہو۔ مثلاً اگر دونوں ملکوں میں محنت کی صورت میں لاگت مندرجہ ذیل ہو۔

ملک	ایک اکائی کپڑا بنانے کی لاگت	ایک اکائی کاغذ بنانے کی لاگت
پاکستان	2 دن کی محنت	۴ دن کی محنت
انگلستان	۴ " " "	2 " " "

تو پاکستان اور انگلستان دونوں کے لئے تجارت اسی وقت سود مند ثابت ہو گی جب پاکستان کپڑا تیار کرنے اور انگلستان کاغذ بنانے میں تخصیص حاصل کریں۔ اگر ایک اکائی کپڑے کے بدلے ایک اکائی کاغذ کا تبادلہ کیا جائے تو پاکستان 2 دن کی محنت (ایک اکائی کپڑا) کے بدلے ۴ دن کی محنت (ایک اکائی کاغذ) حاصل کر سکتا ہے اور یہ تجارت پاکستان کے لئے مفید ہو گی۔ اسی طرح انگلستان دو دن کی محنت (ایک اکائی کاغذ) کے بدلے میں چار دن کی محنت (ایک اکائی کپڑا) حاصل کرے گا اور وہ بھی فائدہ اٹھائے گا۔

نظریہ تقابلی مصارف Law of Comparative Cost or یا قانون تقابلی برتری Comparative Advantage

ڈیوڈ ریکارڈو David Ricardo نے یہ نظریہ ۱۸۱۷ میں اپنی کتاب Principles of Political Economy میں پیش کیا اس نظریہ کے مطابق اگر ایک ملک کئی اشیاء یا تمام اشیاء دوسرے ممالک کی نسبت کم مصارف پر تیار کر سکتا ہے تو وہ اس شے کے بنانے میں تخصیص حاصل کرے گا جس کے بنانے میں

Marfat.com

اسے دوسری اشیاء کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ فائدہ ہوگا۔ یعنی اسے مقابلتاً برتری حاصل ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی ملک میں تمام اشیاء کے تیار کرنے میں دوسرے ملکوں کی نسبت زیادہ مصارف آتے ہیں تو اس کے لئے سب سے موزوں یہ ہوگا کہ وہ اس شے کے بنانے میں تخصیص حاصل کرے جس کے بنانے میں نسبتاً کم نقصان ہے یا سب سے کم نقصان ہے یعنی تقابلی کمتری کم سے کم ہے۔ مثال کے طور پر اگر پاکستان اور انگلستان میں کپڑے اور کاغذ کے مصارف مزدوروں کی محنت کی شکل میں مندرجہ ذیل ہوں۔

	ایک اکائی کپڑے کی لاگت	ایک اکائی کاغذ کی لاگت
پاکستان	۱ دن کی محنت	3 دن کی محنت
انگلستان	3 "	۸ " "

اس مثال میں پاکستان کو ہر دو اشیاء کے بنانے میں انگلستان پر برتری حاصل ہے۔ اور انگلستان کو ہر دو اشیاء کے بنانے میں پاکستان کے مقابلہ میں کمتری حاصل ہے۔ بظاہر پاکستان کو دونوں اشیاء بنانے میں برتری ہے اس لئے اسے دونوں میں سے کوئی شے انگلستان سے درآمد کرنے کی ضرورت نہیں اور اسی طرح انگلستان دونوں اشیاء پاکستان سے مہنگی تیار کرتا ہے اس لئے اس کو دونوں اشیاء پاکستان سے درآمد کرنا چاہیئے مگر یہ ممکن نہیں کہ ایک ملک دوسرے ملک سے اشیاء درآمد کرتا رہے اور اس کے بدلے میں برآمد کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ دونوں ممالک کے درمیان تجارت نہیں ہوسکتی اور ایڈم سمتھ کے مطابق جو اصول "قانون مطلق برتری" کے تحت اوپر واضح کیا گیا ہے تجارت دونوں ممالک کے لئے بے سود ہے مگر ریکارڈو نے یہ ثابت کیا کہ ان حالات میں بھی دونوں ممالک کے درمیان تجارت دونوں ممالک کو فائدہ پہنچائے گی۔ اس کے اصولِ تقابلی برتری کے مطابق پاکستان دونوں اشیاء میں سے کپڑا مقابلتاً زیادہ سستا تیار کرسکتا ہے اسے کپڑا بنانے میں تخصیص حاصل کرنا چاہیئے اور انگلستان کو کاغذ بنانے میں تخصیص حاصل کرنے دینا چاہیئے۔ انگلستان دونوں اشیاء میں کاغذ مقابلتاً کم مہنگا تیار کرتا ہے اس کیلئے اس میں تخصیص حاصل کرنا مفید ہوگا۔

پاکستان اگر ایک اکائی کاغذ بنائے تو 3 دن کی محنت صرف کرنا پڑتی ہے اگر خود کاغذ تیار کرنے کے بجائے کپڑا تیار کرے تو اسی 3 دن کی محنت صرف کرنے سے تین اکائی کپڑا تیار ہوسکتا ہے اور اگر پاکستان اس میں سے ایک اکائی کپڑا اپنے پاس رکھ لے اور

Marfat.com

صرف دو اکائی کپڑا انگلستان کو برآمد کر دے تو اس کے بدلے بہ آسانی ایک اکائی کاغذ درآمد کر سکتا ہے اس طرح پاکستان کو اس تجارت سے یہ فائدہ ہو گا کہ ایک اکائی کاغذ کے ساتھ ایک اکائی کپڑا بھی بچ جائے گا اگر پاکستان خود کاغذ تیار کرتا تو کپڑے کی ایک اکائی کی بچت نہیں ہو سکتی تھی

دوسری جانب انگلستان کو بھی اس تبادلے سے فائدہ رہا کیونکہ کپڑے کی دو اکائیاں تیار کرنے میں انگلستان کو ۶ دن کی محنت استعمال کرنا پڑتی جبکہ اس کو پاکستان سے درآمد کرنے کے لئے انگلستان نے صرف ایک اکائی کاغذ برآمد کیا جس پر صرف ۴ دن کی محنت لاگت آئی پس انگلستان کو ۲ دن کی محنت سے بنائے ہوئے کاغذ کی بچت ہوئی۔ اس طرح دونوں ممالک نے اس تبادلہ سے فائدہ اٹھایا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دو ملکوں کے درمیان اشیاء کے تبادلے کی شرح کیونکر متعین ہوتی ہے؟ اس کے لئے ایک ماہر معاشیات جے ایس مل J.S.Mill MILL نے اصول باہمی طلب Principle of Reciprocal Demand مہیا کیا۔ ان کے کہنے کے مطابق دونوں ملکوں کے درمیان اشیاء کے تبادلے کی شرح ہر ایک ملک میں ایک دوسرے کی اشیاء کی باہمی طلب کی شدت کے لحاظ سے ہو گا یعنی مندرجہ بالا مثال میں اگر پاکستان کو انگلستان کے بنے ہوئے کاغذ کی طلب بہت شدید ہے جبکہ انگلستان کی کپڑے کی طلب زیادہ شدید نہیں تو ایسی شرح متعین ہو سکتی ہے جس میں پاکستان کو کم اور انگلستان کو زیادہ فائدہ حاصل ہو مگر اس میں شرح کی ایک حد ہو گی جو پاکستان کے لئے اس قدر غیر موافق ہو کہ پاکستان تجارت سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور تجارت کو بند کر دے۔

مثلاً مندرجہ بالا مثال میں اگر شرح تبادلہ مندرجہ ذیل ہو۔

۳ اکائی کپڑا = ۱ اکائی کاغذ

تو اس شرح پر اشیاء کے تبادلے سے پاکستان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا کیونکہ تین اکائی کپڑے کی لاگت پاکستان میں تین دن کی محنت ہے اور اتنی محنت سے پاکستان خود ایک اکائی کاغذ تیار کر سکتا ہے انگلستان سے اس شرح پر تجارت پاکستان کے لئے مفید نہ رہے گی اور اگر شرح اس سے بھی زیادہ غیر موافق ہو جائے تو پاکستان کو نقصان ہونے لگے گا۔

اسی طرح اگر شرح مبادلہ مندرجہ ذیل ہو جائے۔

۳ اکائی کپڑا = 2½ اکائی کاغذ

تو یہ شرح پاکستان کے حق میں تو بہت مفید رہے گی مگر انگلستان اس سے کوئی فائدہ

Marfat.com

حاصل نہیں کر سکے گا کیونکہ 2½ اکائی کا غذ کی لاگت 9 دن کی محنت ہے اور اس کے بدلہ میں وہ پاکستان سے جو کپڑا حاصل کرے گا یعنی 3 اکائیاں اس کی لاگت بھی انگلستان میں ۹ دن کی محنت ہی ہے اس طرح اس شرح مبادلہ انگلستان کے لئے قابل قبول نہ ہو سکے گی اور وہ تجارت بند کر دے گا۔

پس وہی شرح مبادلہ رائج ہوگی جو ان دونوں حدوں کے درمیان ہو اور جس کا تعین دونوں ممالک کے ایک دوسرے کی بنائی ہوئی اشیاء کی شدت طلب پر ہوگا۔

کلاسیکل نظریہ تقابلی مصارف یا تقابلی برتری کے مفروضات

۱۔ عاملین پیدائش اندرون ملک مکمل طور پر نقل پذیر ہیں اور مختلف ممالک کے درمیان مکمل طور پر غیر نقل پذیر ہیں۔
۲۔ تمام ممالک میں مکمل روزگار کی سطح موجود ہے
۳۔ تمام ممالک میں مکمل مقابلہ پایا جاتا ہے۔
۴۔ تجارت پر کوئی درآمدی و برآمدی ٹیکس یا دیگر کوئی پابندیاں یا رکاوٹیں نہیں۔
۵۔ نقل و حمل کے مصارف تجارت پر اثر انداز نہیں۔
۶۔ اشیاء کے مصارف پیدائش کا موازنہ مختلف کرنسیوں کے بجائے محنت کی شکل میں کیا جائے۔
۷۔ اشیاء کے تبادلے کے لئے صرف دو ملکوں، دو اشیاء اور دو عاملین پیدائش کا ماڈل بنا کر پیش کیا جائے۔
۸۔ اشیاء کی پیدائش قانون مساوی مختتم حاصل کے تحت ہو یعنی مصارف فی اکائی ایک جیسی ہی رہے۔
۹۔ ٹکنالوجی Technology میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔
۱۰۔ عاملین پیدائش کی رسد میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔
۱۱۔ مختلف ممالک میں اشیاء کے لئے پسند اور ناپسند میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔

کلاسیکی نظریہ تقابلی مصارف یا تقابلی برتری پر تنقید

بین الاقوامی تجارت کے بارے میں کلاسیکی ماہر معاشیات نے جو نظریہ تقابلی مصارف پیش کیا اس پر مندرجہ ذیل اعتراضات کیے گئے۔

۱۔ اس نظریہ کی بنیاد قدر کے نظریہ محنت Labour Theory Value پر رکھی گئی ہے لیکن قدر کے نظریہ محنت کو درست تسلیم نہیں کیا جاتا کیونکہ اشیاء کی پیدائش

Marfat.com

کے لیے صرف محنت ہی نہیں بلکہ دوسرے عاملین پیدائش مثلاً زمین، سرمایہ اور تنظیم کا ہونا بھی لازمی ہوتا ہے۔ تمام عاملین پیدائش کے اشتراک سے ہی اشیاء کی پیدائش عمل میں آتی ہے اور اشیاء کی قیمتوں کے متعین کرنے میں محنت کے بجائے اشیاء کی طلب و رسد کی قوتوں کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔

۲۔ نظریہ تقابلی مصارف کے مطابق مکمل مقابلہ کا ہونا لازمی شرط ہے مگر حقیقی دنیا میں مکمل مقابلہ سے بجائے اجارہ داریوں، اجارہ دارانہ مقابلوں، ٹریڈ یونینوں اور سرکاری پابندیوں کا دور دورہ ہے۔

۳۔ نظریہ تقابلی مصارف میں صرف رسد کے پہلو پر زور دیا گیا ہے اور طلب کے پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور مصارف کو ہی وہ عنصر تصور کر لیا گیا ہے جو تجارت کا رخ متعین کرتا ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ مصارف کے بجائے قیمتیں وہ عنصر ہو سکتی ہیں جو تجارت کے رخ کو متعین کر سکیں۔

۴۔ یہ مفروضہ کہ عاملین پیدائش ہمیشہ اپنے ملک میں مکمل طور پر حرکت پذیر ہوتے ہیں اور بین الاقوامی تجارت میں مکمل طور پر غیر حرکت پذیر ہوتے ہیں، درست نہیں۔

۵۔ نظریہ تقابلی مصارف میں مصارف پیدائش کا مقابلہ صرف محنت کی صورت میں کیا گیا ہے اور محنت کو ایک متجانس عامل پیدائش تصور کیا گیا ہے لیکن محنت کی تمام اکائیاں ایک جیسی نہیں ہوتیں ایک ڈاکٹر یا انجینئر کی محنت میں اور ایک غیر تربیت یافتہ غیر تعلیم یافتہ مزدور کی محنت میں فرق ہوتا ہے اور ہر ایک مزدور کی کارکردگی بھی جدا جدا ہوتی ہے۔ مزدوروں میں غیر مسابق گروہ پائے جاتے ہیں مثلاً اعلیٰ تعلیم و تربیت یافتہ، تربیت یافتہ نیم تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ ان گروہوں کی اجرتیں بھی مختلف ہوتی ہیں اور یہ گروہ ایک دوسرے سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب محنت کی صورت میں مصارف پیدائش معلوم کیے جاتے ہیں تو یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کس قسم کے مزدور کی محنت کو ذہن میں رکھا گیا ہے کیونکہ تمام مزدوروں کی استعداد کار یکساں نہیں ہے۔

۶۔ نظریہ تقابل مصارف میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ اشیاء کی پیدائش پر ہمیشہ قانونِ استقرار مصارف کا اطلاق ہوتا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اشیاء کی پیدائش میں قانونِ تقلیلِ مصارف اور قانونِ تکثیرِ مصارف کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

۷۔ نظریہ تقابلِ مصارف میں تجارت کے لیے دو ممالک دو اشیاء کا نمونہ Model پیش کیا گیا ہے لیکن اگر بہت سے ممالک اور بہت سی اشیاء میں تجارت کا عمل حقیقی دنیا

Marfat.com

میں دیکھا جائے تو وہ بہت پیچیدہ اور اس سے مختلف ہے جو اس سادہ سے نمونہ
میں پیش کیا گیا ہے۔

۸۔ یہ نظریہ متحرک نہیں بلکہ صرف جامد حالت میں استعمال ہو سکتا ہے۔ یہ فرض کرنا کہ عاملین
پیدائش کی مقدار میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی یا یہ مفروضہ کہ تکنیکی معلومات
Technological Knowledge میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔
موجودہ زمانے میں درست نہیں۔

۹۔ اس نظریہ میں مختلف ملکوں کی کرنسیوں اور ان کے درمیان مقرر ہونے والی شرح
مبادلہ کا کوئی حوالہ نہیں اگرچہ درآمد و برآمد پر شرح مبادلہ کی تبدیلی کا بہت اثر
ہوتا ہے۔

۱۰۔ اس نظریہ میں درآمد و برآمد کی مقدار متعین کرتے ہوئے ملکوں میں افراط زر یا تفریط زر
یا زری و مالیاتی پالیسوں سے پیدا ہونے والے اثرات کا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔

قانونِ تقابلی مصارف کا ڈائیگرام Diagram

1933ء میں پروفیسر ہیبرلر Prof. Gottfrid Haberler
نے اپنی کتاب The Theory of International Trade
with its application to commercial
policy "London W. Hodge & Co.,"
(1936ء میں جرمن سے ترجمہ کیا گیا) نظریہ بین الاقوامی تجارت میں کلاسیکی نظریہ "تقابلی
مصارف" کی وضاحت کے لئے مصارف محنت کے بجائے متبادل مصارف
Opportunity Cost کے تخیل کو استعمال کیا۔ کلاسیکی نظریہ تقابلی مصارف
پر ایک اہم اعتراض یہ تھا کہ اس میں صرف ایک عامل پیدائش یعنی محنت کے وجود کو تسلیم کیا
گیا ہے جبکہ دوسرے عاملین پیدائش کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔

پروفیسر ہیبرلر نے اس اعتراض کو دور کرنے کے لئے مصارف پیدائش معلوم کرنے
کے لئے "متبادل مصارف" کا تصور مناسب سمجھا۔ وہ تمام عاملین پیدائش جو ایک ملک
"الف" میں کسی مخصوص عرصہ کے دوران دو من گندم تیار کرتے ہیں اگر گندم کے بجائے کپڑا
تیار کرنے کے لئے استعمال کئے جائیں اور ان سے ۶ گز کپڑا تیار کیا جا سکے تو یہ کہا جا سکتا
ہے کہ دو من گندم کے متبادل مصارف ۶ گز کپڑا ہیں کیونکہ اگر ان عاملین پیدائش کو استعمال

Marfat.com

کرے دو من گندم پیدا کیے جاتے ہیں تو چھ گز کپڑا تیار نہیں ہو سکتا یعنی دو من گندم کے لیے چھ گز کپڑا قربان کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر ان عاملین پیدائش کے استعمال سے چھ گز کپڑا تیار کر لیا جائے تو دو من گندم سے ہاتھ دھونا پڑیں گے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ انہیں عاملین پیدائش سے ہر دو اشیا دو من گندم + چھ گز کپڑا تیار کر لیا جائے۔ پس دو من گندم کے متبادل مصارف چھ گز کپڑا قرار دیے جا سکتے ہیں اور چھ گز کپڑے کے متبادل مصارف دو من گندم کہلائیں گے کیونکہ عاملین پیدائش ان دونوں اشیاء میں سے کسی ایک کو تیار کرنے کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔ دوسری شے کو چھوڑنا پڑے گا۔

ہر ملک میں ذرائع (یعنی عاملین پیدائش) محدود ہوتے ہیں اور مقاصد (اشیاء و خدمات کی پیدائش) بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ تمام اشیاء و خدمات کا پیدا کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ مگر ذرائع کو متبادل طریقوں سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس تصور کے ذریعہ تقابلی مصارف کا نظریہ بہ آسانی واضح کیا جا سکتا ہے۔

فرض کریں پاکستان اپنے عاملین پیدائش سے 2 من گندم یا 6 میٹر کپڑا تیار کر سکتا ہے اور انگلستان اپنے عاملین پیدائش سے 6 من گندم یا 12 میٹر کپڑا تیار کر سکتا ہے تو ان دونوں ممالک کے خطوطِ پیداوار امکانی Production Posibility curves کھینچے جا سکتے ہیں۔ اگر اشیاء کی پیدائش دونوں ملکوں میں قانونِ استقرار مصارف کے تحت ہو رہی ہو تو خطوطِ پیداوارِ امکانی حسبِ ذیل بنائے گئے ہیں

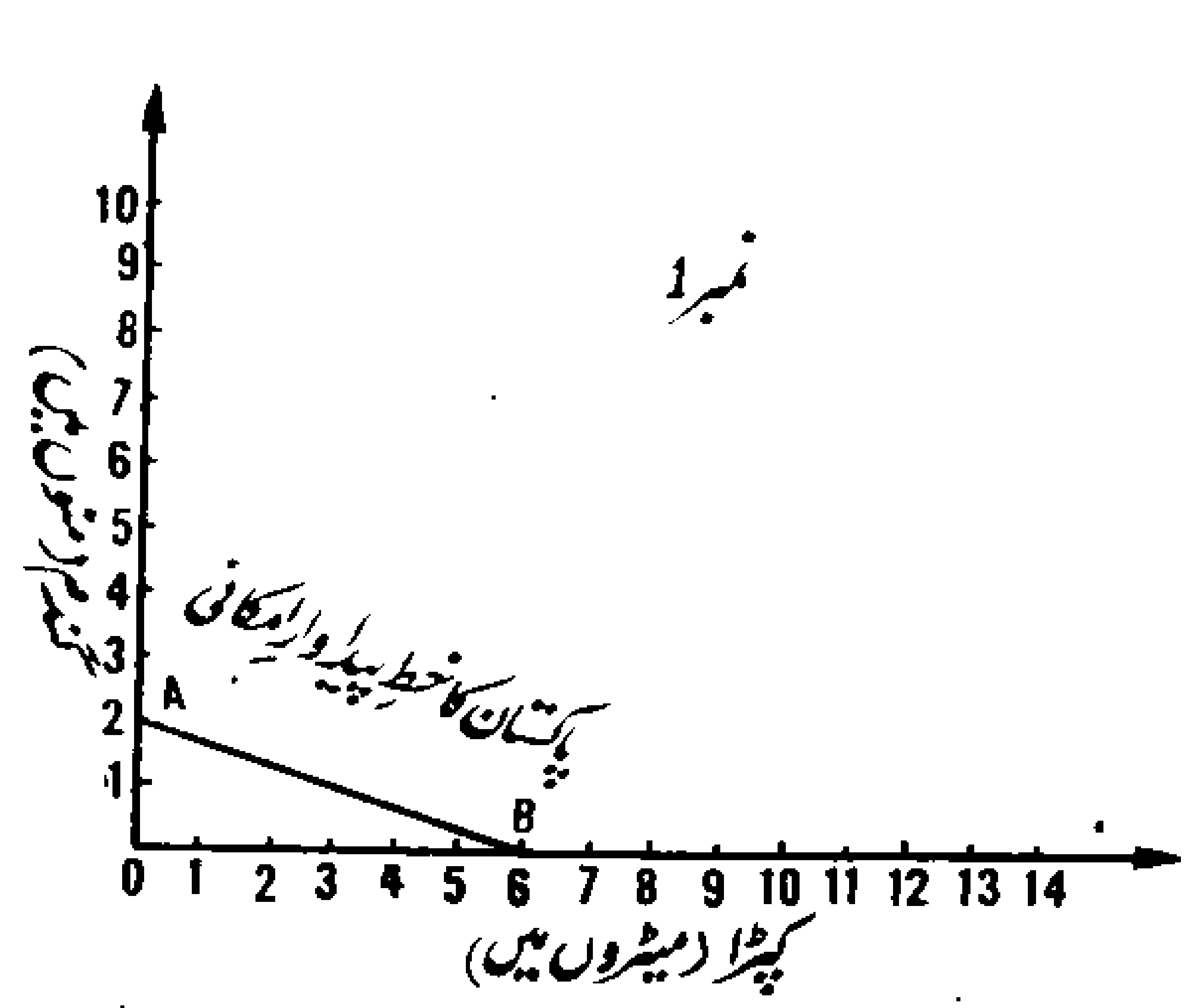

Marfat.com

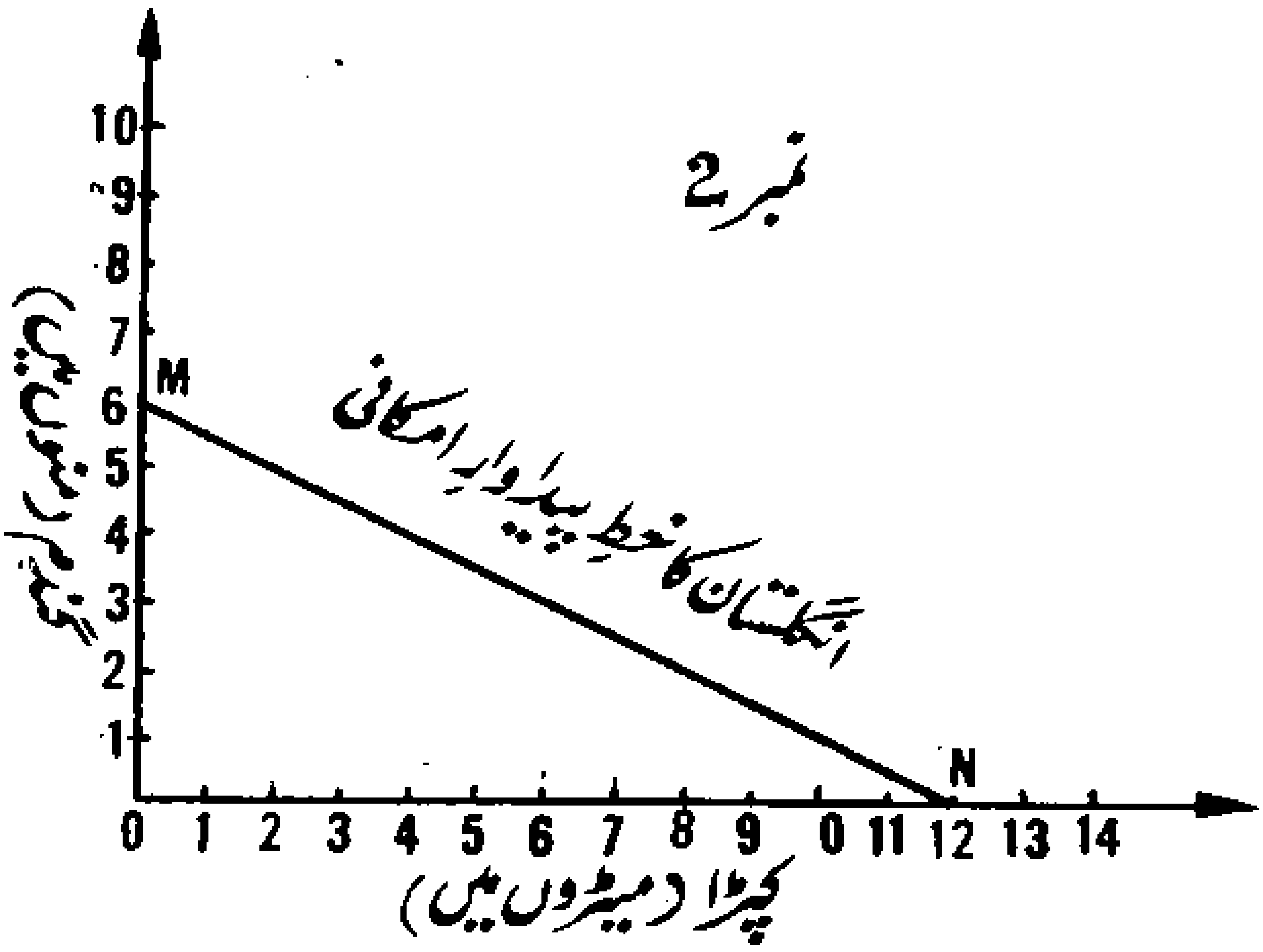

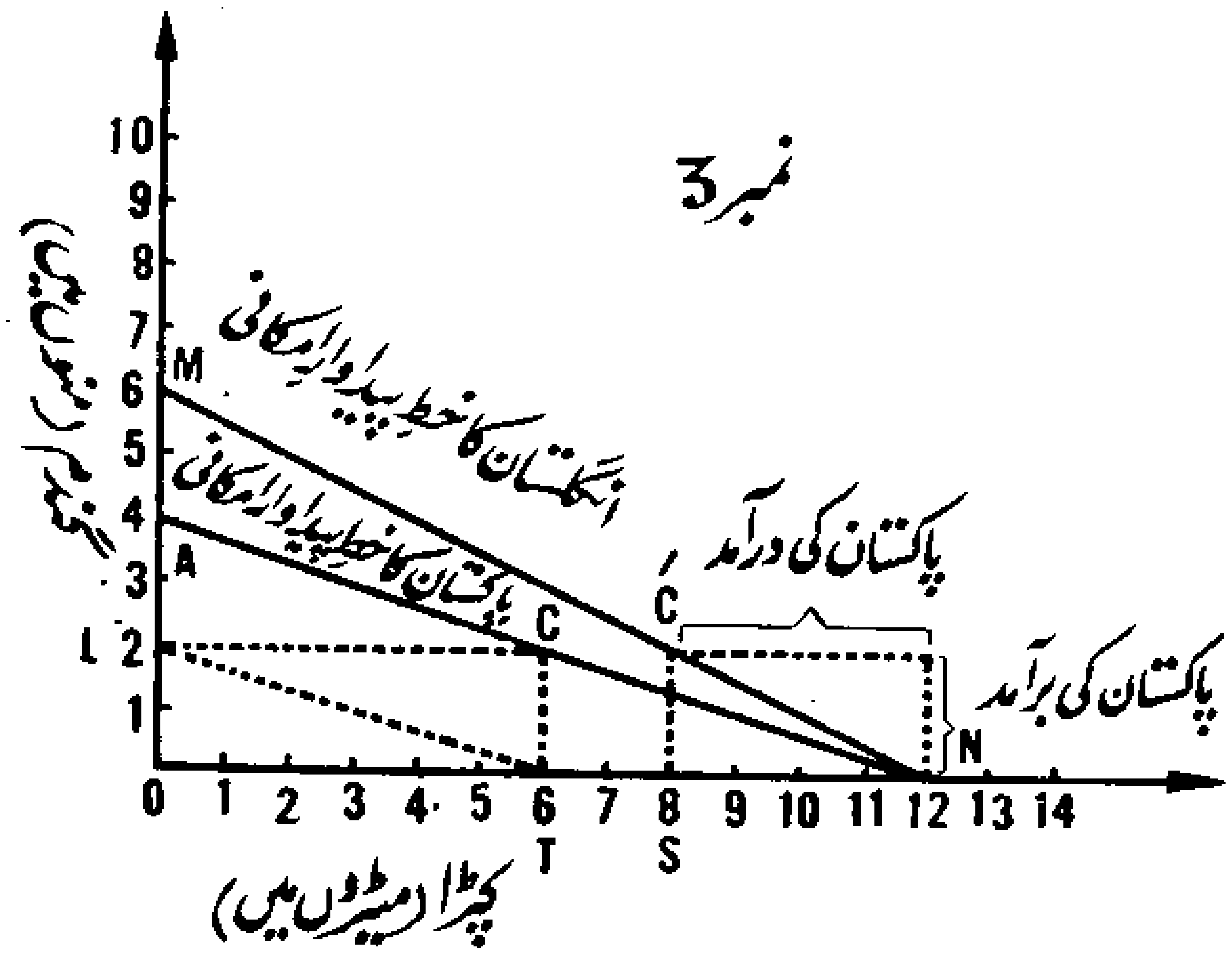

ڈائیگرام نمبر ۱ میں پاکستان کا خطِ پیداوار امکانی یہ ظاہر کرتا ہے کہ بین الاقوامی تجارت سے پیشتر پاکستان اپنے وسائل سے گندم اور کپڑا کس نسبت سے تیار کر سکتا ہے۔ خط A-B وہ تمام ممکنہ مقداریں جو گندم اور کپڑے کی بنائی جا سکتی ہیں ظاہر کرتا ہے اگر پاکستان صرف کپڑا تیار کرے تو OB (6 میٹر کپڑا) تیار کر سکتا ہے اور اگر صرف گندم تیار کیا جائے تو OA (2 من گندم) تیار ہو سکتا ہے یا دونوں اشیاء کی وہ مقداریں بنائی جا سکتی ہیں جو اس خط پر واقع نقاط سے ظاہر کی جا سکتی ہیں۔

اس طرح ڈائیگرام نمبر ۲ میں انگلستان کا خطِ پیداوار امکانی ظاہر کرتا ہے کہ انگلستان اپنے وسائل کو استعمال کر کے ON کپڑا (12 میٹر) یا OM گندم (6 من) یا دونوں اشیاء

Marfat.com

کی وہ مقداریں جو خط ML پر واقع ہیں تیار کر سکتا ہے لیکن اس خط سے باہر واقع کوئی مجموعہ اشیاء تیار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ خط انگلستان میں بین الاقوامی تجارت سے پیشتر کی حالت ظاہر کرتا ہے۔

ڈایگرام نمبر ۲ میں پاکستان اور انگلستان کے درمیان تجارت شروع ہونے کے بعد کی حالت دکھائی گئی ہے۔ دونوں ممالک میں خطوط پیداوار امکانی کا مقابلہ کرنے کے لئے انہیں کپڑے کی یکساں مقدار (ON) پر کھینچا گیا ہے۔ ان دونوں ممالک کے خطوط پیداوار امکانی کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کو کپڑا تیار کرنے میں تقابلی برتری حاصل ہے اس لئے اگر وہ بین الاقوامی تجارت سے پہلے اپنے آدھے وسائل کپڑا تیار کرنے اور آدھے وسائل گندم تیار کرنے میں استعمال کرتا ہے اور OL گندم اور OT کپڑا تیار کر کے اپنے خط پیداوار امکانی پر نقطہ e سے ظاہر ہونے والی اشیاء کی مقداریں حاصل کرتا ہے مگر انگلستان کے ساتھ تجارت شروع ہونے کے بعد پاکستان مکمل طور پر کپڑا تیار کرنے میں تخصیص حاصل کرے گا یعنی اپنے تمام وسائل کپڑا بنانے میں استعمال کرے گا اور ON کپڑا تیار کرے گا اب پاکستان اپنی ضرورت کے مطابق کپڑے کی OT مقدار اپنے پاس رکھ کر باقی دوسرے ملک کو برآمد کر سکتا ہے یعنی TN زائد کپڑا بنایا گیا ہے۔ اگر پاکستان کو گندم کی صرف ۲ من مقدار کی ضرورت ہے جو انگلستان سے درآمد کیا جا سکتا ہے اور انگلستان میں ۲ من گندم کے متبادل مصارف صرف ۵ میٹر کپڑا ہے یعنی اگر پاکستان ۵ میٹر کپڑا انگلستان کو برآمد کر دے تو ۲ من گندم حاصل کر سکتا ہے اور اس طرح اس تجارت سے پاکستان کو مطلوبہ گندم بھی حاصل ہو جائے گا اور کپڑا بچ جائے گا جو کہ زائد تیار کیا گیا تھا اور اس طرح پاکستان فائدہ میں رہے گا اگر پاکستان کو چار میٹر کپڑے سے کچھ زائد (مثلاً ۵ میٹر) بھی ۲ من گندم کے عوض تبادلہ کرنا پڑے تب بھی پاکستان کو ایک میٹر کپڑا بچ جائے گا۔ یہ مثال تو صرف چند میٹر کپڑا یا چند من گندم بنانے کی ہے اگر یہ اکائیاں لاکھوں اور کروڑوں اکائیوں کی شکل میں ہوں تو یہ منافع پاکستان کے لئے کروڑہا میٹر کپڑے کی بچت کی شکل میں ہوگا جو کہ اپنے ملک میں استعمال ہو سکتا ہے یا اگر پاکستان میں ضرورت نہ ہو تو اس کے عوض دوسرے ممالک سے اشیائے ضروریات درآمد کی جا سکتی ہیں۔

جس طرح پاکستان کو اس تجارت سے منافع حاصل ہوا ہے اس طرح گندم کی یکساں مقدار پر دونوں ممالک کے خطوط پیداوار امکانی کھینچنے سے انگلستان کو تجارت سے پہنچنے والا فائدہ دکھایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

بین الاقوامی تجارت کا جدید نظـــریہ

Modern Theory of International Trade

پروفیسر ہیبرلر نے اس بات کی وضاحت کردی تھی کہ جب مختلف ممالک میں خطوط پیداوارِ امکانی میں فرق ہوگا تو تجارت سے تمام ملکوں کو فائدہ حاصل ہوگا لیکن اس بات کی تشریح نہیں کی تھی کہ مختلف ممالک کے درمیان خطوطِ پیداوارِ امکانی کے مختلف ہونے کی وجوہات کیا ہیں؟

اس کی تشریح ۱۹۳۵ میں سویڈن کے ماہر معاشیات برٹل اوہلن Bertil Ohlin نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "بین العلاقائی اور بین الاقوامی تجارت" میں پیش کیا اوہلن کے اس تجزیہ کی بنیاد سویڈن کے ایک دوسرے ماہر معاشیات ہیکشر Eli Heckscher کے نظریہ پر رکھی گئی۔ ہیکشر نے یہ نظریہ ۱۹۱۹ میں ایک مقالہ کی صورت میں پیش کیا تھا مگر پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ کے فوراً بعد پیش کیا گیا۔ اس لیے کسی نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اوہلن نے اسی خیالات کو زیادہ تشریح کے ساتھ پیش کیا اور بین الاقوامی تجارت کے ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

مختلف ممالک میں مختلف عاملین پیدائش پائے جاتے ہیں کسی ملک کو قدرت نے زرخیز زمین سے نوازا ہے تو کسی دوسرے ملک کو معدنی وسائل سے مالامال کردیا کسی ملک میں سرمایہ کی بہتات ہے تو آبادی کا فقدان کسی دوسرے ملک میں افراد بہ کثرت ہیں تو سرمایہ کی کمی محسوس ہوتی ہے اس لیے ہر ملک تمام اشیاء بخوبی تیار نہیں کرسکتا۔

کوئی ملک زرعی اشیاء پیدا کرنے کے لیے موزوں ہوتا ہے تو دوسرا ملک مصنوعات بنانے میں فوقیت رکھتا ہے، مصنوعات بنانے میں بھی کوئی ملک ایک شے اچھی سستی اور بہ آسانی تیار کرسکتا ہے تو کوئی دوسرا ملک کسی اور شے کو نسبتاً کم مصارف پیدائش پر تیار کرسکتا ہے۔

جس طرح علاقائی اور ملکی تجارت مصارفِ پیدائش میں فرق ہونے کی بنا پر وجود

Bertil Ohlin, " Interregional and International Trade " Harvard University Press, 1935.

Marfat.com

میں آتی ہے اسی طرح بین الاقوامی تجارت بھی مصارفِ پیدائش میں اختلاف کے باعث ہی پیدا ہوتی ہے۔ اوہلن کے نظریہ کے مطابق مختلف اشیاء کی پیدائش کے لیے مختلف عاملین کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر ملک میں عاملین پیدائش ایک ہی نسبت سے نہیں پائے جاتے اس لیے ہر ملک اپنے عاملین پیدائش کی موجودگی کے لحاظ سے اشیاء تیار کرتا ہے اگر ملک میں زرخیز زمین بافراط ہے آب و ہوا موزوں ہے تو وہ ملک زرعی اجناس کی پیدائش میں تخصیص حاصل کرے گا اور ان اشیاء کو برآمد کر کے اس کے عوض اپنی باقی اشیائے ضروریات دوسرے ملکوں سے درآمد کرے گا مثلاً آسٹریلیا، کینیڈا وغیرہ۔

اس کے برعکس جو ممالک مصنوعات بنانے کے لئے بہتر وسائل کے حامل ہیں۔ وہ مصنوعات بنانے میں تخصیص حاصل کرتے ہیں اور مصنوعات برآمد کر کے دوسرے ممالک سے اشیائے خوردنی اور خام مال حاصل کر سکتے ہیں مثلاً برطانیہ، جاپان وغیرہ۔

اوہلن نے بین الاقوامی تجارت میں زر اور زری قیمتوں کی صورت میں بھی ملکوں کے درمیان مصارف پیدائش کا مقابلہ کیا اور کرنسیوں کے درمیان مروجہ شرح مبادلہ کو بھی زیر بحث لائے۔ انہوں نے عاملین پیدائش کی حرکت پذیری کے بین الاقوامی تجارت پر مرتب ہونے والے اثرات کا بھی جائزہ لیا اور اس رائے کا اظہار کیا کہ عاملین پیدائش کی حرکت پذیری اشیاء کی حرکت پذیری کا متبادل ہوتی ہے۔ اس رائے کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ ہر ملک اس شے کے بنانے میں تخصیص حاصل کرتا ہے جس میں زیادہ تناسب سے استعمال ہونے والا عامل پیدائش بافراط ملک میں دستیاب ہوتا ہو۔ یہ عامل پیدائش اپنی بہتات کے باعث نسبتاً سستا ہوتا ہے اور اسی لیے اس سے بنائی جانے والی شے بھی سستی تیار ہوتی ہے اور وہ شے دوسرے ممالک کو برآمد کر دی جاتی ہے اگر مختلف ممالک کے درمیان عاملین پیدائش کی حرکت پذیری پر کوئی پابندیاں نہ ہوں تو عاملین پیدائش ایسے ممالک سے جہاں وہ بافراط اور سستے ہیں ان ممالک کی جانب حرکت کرنے لگیں گے جہاں ان کی قلت ہے اور مہنگے ہیں۔ مثلاً اگر ایک ملک میں مزدوروں کی کثرت ہے اور اجرتیں بہت کم ہیں تو وہ ایسے ملکوں میں چلے جائیں گے جہاں مزدوروں کی قلت ہے اور اجرتیں زیادہ اور اس حرکت پذیری کے باعث دونوں ملکوں میں اجرتوں کی شرح ایک ہی سطح پر آ جائے گی اسی طرح سرمایہ ان ممالک سے نکل کر جہاں اس کی بہتات ہے اور معاوضہ کم ایسے ملکوں کی جانب حرکت کرے گا جہاں اس کی کمی ہے اور معاوضہ زیادہ اس طرح سرمایہ کی خدمات کے معاوضے بھی ایک ہی سطح پر آ جائیں گے۔ اس لئے اوہلن کے

Marfat.com

مطابق عاملین پیدائش کی حرکت پذیری مختلف ملکوں کے درمیان اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ ان کے معاوضے یکساں نہ ہو جائیں اور تب اشیاء کی برآمد و درآمد کی چنداں ضرورت باقی نہ رہے گی۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو پھر مختلف ممالک میں مختلف عاملین پیدائش کی قیمتوں میں فرق موجود رہے گا اور اشیاء کی تجارت یا برآمد و درآمد کے ذریعہ ہی اس فرق کو دور کیا جا سکتا ہے اور بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ تمام ملکوں کے درمیان اشیاء کا تبادلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اشیاء کی قیمتیں تمام ممالک میں ایک ہی سطح پر نہ آ جائیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ مندرجہ ذیل مفروضات کو تسلیم کر لیا جائے۔

۱۔ تمام ممالک میں مکمل مقابلہ پایا جائے۔

۲۔ مصارف نقل و حمل کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔

۳۔ ہر شے کا تفاعل پیدائش Production function (یعنی کسی شے بنانے میں جس نسبت سے عاملین پیدائش کو ملایا جاتا ہے) ہر ملک میں ایک جیسا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے کلاسیکی نظریہ اور جدید نظریہ کا موازنہ

جدید نظریہ کلاسیکی نظریہ سے مندرجہ ذیل نکات کے لحاظ سے مختلف ہے۔

۱۔ جدید نظریہ میں صرف رسد کو ہی نہیں بلکہ اشیاء اور عاملین پیدائش دونوں کی طلب کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ جدید نظریہ مصارف پیدائش محنت کے بجائے زر کی صورت میں شامل کیے گئے۔

۳۔ کلاسیکی نظریہ کے مطابق اشیاء کی قیمتوں میں فرق مزدور کی محنت اور اس کی کارکردگی کے سبب ہوتا ہے مگر جدید نظریہ کے مطابق یہ فرق اس لیے ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں عاملین پیدائش کی مقدار مختلف ہوتی ہے بالفاظ دیگر کلاسیکی نظریہ کے مطابق صرف ایک عامل پیدائش کی کارکردگی دیکھی جاتی ہے جب کہ جدید نظریہ میں تمام عاملین پیدائش کو اہمیت دی جاتی ہے۔

۴۔ کلاسیکی نظریہ کے مطابق مختلف ملکوں کے درمیان کسی شے کی پیدائش کے لئے عاملین پیدائش کی نسبتی اہمیت اور ان کا نسبتی استعمال مختلف ہوتا ہے مثلاً کسی شے کے بنانے میں ایک ملک میں کم محنت استعمال ہوتی ہے تو دوسرے ملک میں زیادہ استعمال ہوتی ہے یا دوسرے الفاظ میں مختلف ملکوں میں ایک شے کا تفاعل پیدائش

Marfat.com

Production Function مختلف ہوتا ہے اس کے برعکس اوہلن کے جدید نظریہ کے مطابق یہ فرض کیا جاتا ہے کہ کسی شے کا تفاعل پیدائش تمام ممالک میں ایک جیسا ہے اور ہر ملک میں کسی شے کے تیار کرنے کے لئے ایک ہی جیسے عاملین پیدائش کی ضرورت ہوتی ہے مگر اشیاء بنانے میں تخصیص اس بنا پر ہوتی ہے کہ کس ملک میں کونسا عامل پیدائش زیادہ پایا جاتا ہے اور اس کا استعمال کس شے کے بنانے میں زیادہ ہوتا ہے

بین الاقوامی تجارت کے فوائد

موجودہ زمانے میں زیادہ تر ممالک آپس میں تجارت کے ذریعہ اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اس تجارت کے مندرجہ ذیل واضح فوائد بیان کئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ ایک ملک ایسی اشیاء حاصل کر سکتا ہے جو وہ خود بالکل پیدا نہیں کر سکتا یا اگر پیدا کر سکتا ہے تو بہت زیادہ مصارف پیدائش پر پیدا کر سکتا ہے۔

۲۔ بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ ہر ملک ایسی اشیاء میں تخصیص حاصل کر سکتا ہے جس میں اسے تقابلی برتری حاصل ہو اور اس طرح اپنے وسائل کو بہترین طریقہ پر استعمال کر سکتا ہے۔ اشیاء کو وسیع پیمانے پر بنا کر اور سستی قیمت پر دوسرے ملکوں کو برآمد کر سکتا ہے۔

۳۔ قحط اور دوسری قدرتی آفات سے بچاؤ کے لئے بین الاقوامی تجارت بہت مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اشیاء کی اچانک قلت پیدا ہونے کے وقت بین الاقوامی تجارت کی بدولت حالات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

۴۔ بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک اپنی معاشی ترقی کے لئے ترقی یافتہ ممالک سے سرمایہ فنی مہارت اور خام مال برآمد کر سکتے ہیں۔

۵۔ بین الاقوامی تجارت ملک کو تجارتی چکروں سے بھی محفوظ رکھ سکتی ہے اور طلب اور رسد میں توازن قائم رکھنے میں بڑی حد تک مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

۶۔ بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے جغرافیائی تقسیم کار ممکن ہوتی ہے اور اس کے تمام فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔

۷۔ بین الاقوامی تجارت کی بدولت اجارہ داریاں قائم نہیں ہو سکتیں اور صارفین کا استحصال نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ بین الاقوامی تجارت سے مختلف ممالک کے درمیان معاشی فائدے اٹھانے کے لئے

Marfat.com

ایک دوسرے پر انحصار بڑھ جاتا ہے اور آپس میں خیر سگالی کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور اس طرح بین الاقوامی تجارت عالمی امن قائم رکھنے کے لئے ایک ذریعہ بن جاتی ہے۔

۹۔ بین الاقوامی تجارت سے بہت سے معاشرتی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ کم ترقی یافتہ ممالک سے بہت کچھ سیکھتے ہیں اور ان میں بھی ترقی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ مختلف ممالک کے لوگوں کے آپس میں ملنے جلنے سے ذہنی تعصبات دور ہو جاتے ہیں اور خیالات میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ تہذیب و ثقافت پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔

۱۰۔ بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے ہر ملک میں اشیاء کو بنانے کے نئے نئے طریقے معلوم کئے جاتے ہیں۔ سائنسی تحقیقات کے ذریعہ سستی اشیاء بنانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اشیاء کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ دوسرے ممالک سے اشیاء کی درآمد کا تقاضا ہوتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے نقصانات

بین الاقوامی تجارت میں فائدے ہیں لیکن اس میں مندرجہ ذیل نقصانات بھی ہیں۔

۱۔ بین الاقوامی تجارت کی بدولت دوسرے ملکوں پر انحصار بڑھ جاتا ہے اور جنگ کے دوران دوسرے ممالک کے دست نگر ہونے کی وجہ سے بھاری نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ معاشی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔ بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ اشیاء کے بنانے میں تخصیص حاصل کر کے وہ ممالک نقصان اٹھاتے ہیں جو معدنیات اور دیگر خام اشیاء برآمد کرتے ہیں کیونکہ ان اشیاء کے ذخائر ختم ہو جاتے ہیں یا ان کے مصارف میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ صنعتی ممالک کے مقابلہ میں زرعی ممالک بھی نقصان میں رہتے ہیں۔

۳۔ بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ ایک ملک دوسرے ملک کو سستے داموں اشیاء برآمد کر سکتا ہے جس سے دوسرے ملک کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔

۴۔ بعض اوقات ایک ملک دوسرے ملک کی صنعت کو نقصان پہنچانے کے لئے جان بوجھ کر لاگت سے بھی کم قیمت پر اشیاء برآمد کر دیتا ہے تاکہ دوسرے ملک میں صنعت کے تباہ ہونے کے بعد اس ملک کا استحصال کر سکے اور منہ مانگی قیمتیں طلب کرے۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے لاگت سے کم قیمت پر اشیاء برآمد کرنے کے لئے Dumping کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

Marfat.com

۵۔ بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے ایک ملک کے معاشی حالات دوسرے ممالک پر اثر ڈالتے ہیں اور اس طرح ایک ملک میں معاشی بحران دوسرے ممالک میں بھی معاشی بحران پیدا کر دیتا ہے ایک ملک کا افراطِ زر بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ دوسرے ممالک میں بھی افراطِ زر پھیلا دیتا ہے۔ ایک ملک کی سرد بازاری دوسرے ملک میں بھی سرد بازاری کے حالات پیدا کر دیتی ہے۔

۶۔ بین الاقوامی تجارت کی آڑ میں ترقی یافتہ ممالک غیر ترقی یافتہ ممالک کو اپنا غلام بنا لیتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں تجارت ہی انگریزوں کی حکومت کا سبب بنی۔

۷۔ بین الاقوامی تجارت بعض اوقات مضر صحت اشیاء کی درآمد کا باعث بنتی ہے جس سے نہ صرف جسمانی بلکہ اخلاقی اور ذہنی طور پر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ بعض اشیائے تعیش بھی اسی زمرے میں آتی ہیں۔

۸۔ بین الاقوامی تجارت کی بدولت "اثرِ نمائش" Demonstration Effect بہت نمایاں ہو جاتا ہے اور غریب ممالک کے افراد بھی امیر ممالک کے افراد کی طرح اشیائے صرف استعمال کرنے لگتے ہیں جس سے غریب ممالک کے وسائل پر بوجھ پڑ جاتا ہے۔

۹۔ پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کو بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے نسبتِ درآمد و برآمد کے گرنے سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ اور اگرچہ ترقی پذیر ممالک ترقی یافتہ ممالک کو برآمد میں اضافہ کرتے جاتے ہیں لیکن نسبت درآمد و برآمد کے گرنے کے باعث وہ پہلے سے بھی کم درآمدات منگانے کے قابل ہوتے ہیں۔

پس بین الاقوامی تجارت کے فوائد اور نقصانات کا موازنہ کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فوائد نقصانات کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہیں اور جہاں تک نقصانات کا تعلق ہے۔ انہیں بعض اقدامات کے ذریعہ کم سے کم کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

باب ۲۶

توازنِ تجارت اور توازنِ ادائیگی کا فرق

BALANCE OF TRADE AND BALANCE OF PAYMENTS

ان دونوں معاشی اصطلاحات کا فرق واضح کرنے سے پیشتر یہ مناسب ہوتا ہے کہ کسی ملک کی برآمدات و درآمدت کے سلسلہ میں استعمال ہونے والی دیگر دو اصطلاحات کا ذکر کر دیا جائے۔ ان تمام اشیاء و خدمات کو جن کی برآمد یا درآمد کی جاتی ہے دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ایک مرئی اشیاء (Visible Goods) اور دوسری غیر مرئی اشیاء (Invisible Goods) مرئی اشیاء سے دکھائی دینے والی اور غیر مرئی اشیاء سے نہ دکھائی دینے والی اشیاء نہ سمجھ لیا جائے کیونکہ نہ دکھائی دینے والی اشیاء کی تجارت کیونکر ہو سکتی ہے۔

۱۔ مرئی اشیاء (Visible Goods) سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کی برآمد و درآمد کی مالیت کا حساب کتاب ان کے ملک سے باہر جانے وقت یا ملک میں داخل ہوتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ عام طور پر بندرگاہوں یا ملک کی سرحدوں پر اشیاء کی برآمد و درآمد کی مالیت درج کی جاتی ہے۔ مثلاً کتنی مالیت کی گندم یا چاول یا کپڑا باہر بھیجا گیا یا برآمد کیا گیا اور کس قدر مالیت کی دوائیں، کتابیں اور ایسی ہی اشیاء سے باہر سے ملک میں منگائی گییں یا درآمد کی گییں یہ تمام اشیاء مرئی اشیاء کہلاتی ہیں۔

۲۔ غیر مرئی اشیاء (Invisible Goods) سے عام طور پر مراد خدمات (Services) لیا جاتا ہے یا فنی اصطلاح کے لحاظ سے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایسی اشیاء و خدمات ہیں جن کی برآمد و درآمد کی مالیت کا حساب کتاب اُن کے ملک سے درآمد کرتے ہوئے یا ملک میں درآمد کرتے ہوئے بندرگاہوں یا سرحدوں پر درج نہیں کیا جاتا مثلاً بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کی خدمات، سرمائے پر سود کی ادائیگی یا وصولی، سیاحوں کے اخراجات۔

اب توازنِ تجارت اور توازنِ ادائیگی کا فرق بہ آسانی واضح ہو جائے گا۔ توازنِ تجارت سے مراد صرف مرئی اشیاء کی برآمدات و درآمدات سے ہے۔ اگر کسی ایک معینہ مدت میں (جو کہ عام طور پر

Marfat.com

ہر ایک سال ہوتی ہے ۔ کسی ایک ملک کی مرئی اشیاء کی برآمدات کی مالیت مرئی اشیاء کی درآمدات کی مالیت سے زیادہ ہو جائے تو توازنِ تجارت ملک کے حق میں یا ملک کے موافق یا فاضل Surplus کہلائے گا ۔ اس کے برعکس اگر اس مدت میں مرئی اشیاء کی درآمدات کی مالیت مرئی اشیاء کی برآمدات کی مالیت سے بڑھ جائے تو توازنِ تجارت ملک کے خلاف یا غیر موافق یا خسارے میں (Deficit) کہلائے گا اور اگر مرئی برآمدات اور درآمدات کی مالیت برابر ہو تو توازنِ تجارت متوازن یا توازن میں کہلائے گا ۔

توازنِ ادائیگی (BALANCE OF PAYMENTS) یا توازنِ حسابات (Balance of Accounts) سے مراد ایک معینہ مدت کے دوران کسی ایک ملک کا دوسرے ممالک سے اشیاء اور خدمات کے سلسلہ میں مجموعی ادائیگیوں اور مجموعی وصولیوں کا فرق ہے اس میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی اشیاء کی درآمد و برآمد کو شامل کیا جاتا ہے یا دوسرے الفاظ میں تمام اشیاء و خدمات کی درآمد و برآمد کا حساب کیا جاتا ہے ۔

توازنِ ادائیگی میں مندرجہ ذیل مدّات کو شامل کیا جاتا ہے ۔

۱ ۔ مرئی اشیاء یعنی وہ اشیاء جن کا برآمد و درآمد کرتے ہوئے بندرگاہوں یا سرحدوں پر اندراج کیا جاتا ہے مثلاً تمام زرعی، صنعتی یا معدنی اشیاء کی درآمد و برآمد ۔

۲ ۔ غیر مرئی اشیاء یا خدمات یعنی وہ اشیاء خدمات جن کا برآمد و درآمد کرتے ہوئے بندرگاہوں یا سرحدوں پر اندراج نہیں کیا جاتا جن میں مندرجہ ذیل اہم مدّات شامل ہیں ۔

الف ۔ <u>بنکوں، بیمہ کمپنیوں اور دیگر غیر ملکی کمپنیوں کے منافع :</u> دوسرے ملکوں کے جو بنک، بیمہ کمپنیاں اور دوسری کمپنیاں جو ہمارے ملک میں کام کرتی ہیں ۔ اپنے اپنے ملکوں کو منافع روانہ کرتی ہیں ان کی کل مالیت ہماری درآمدات میں شامل ہوتی ہے کیونکہ ادائیگی ہمیشہ درآمدات کے لئے کرنا پڑتی ہے یا یوں سمجھئے کہ ہم ان تمام غیر ملکی اداروں کی خدمات درآمد کرتے ہیں اور اس کے عوض ادائیگی کرتے ہیں اسی طرح اگر پاکستانی بنک اور تجارتی ادارے جو دوسرے ملکوں میں کام کرتے ہیں ۔ پاکستان کو منافع روانہ کریں تو وہ ہماری برآمدات میں شمار ہو گا یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ پاکستان نے ان اداروں کی خدمات کی برآمد کی اور اس کے عوض وصولیاں کیں ۔

ب ۔ <u>جہازراں کمپنیوں کی خدمات کا معاوضہ :</u> اگر پاکستان دوسرے ممالک کی جہازراں کمپنیوں کے ذریعہ مرئی اشیاء کی درآمد و برآمد کرے تو غیر ملکی جہازراں کمپنیوں کو ان کی خدمات کے عوض ادائیگی کرنا پڑتی ہے یعنی خدمات کی درآمد ہوتی ہے اور یہ رقم درآمدات

Marfat.com

میں شامل ہوتی ہے اور اگر پاکستانی جہاز راں کمپنیاں دوسرے ملکوں کے لیے خدمات مہیا کریں اور ہم ان کی خدمات کا معاوضہ دوسرے ممالک سے وصول کریں تو یہ ہماری برآمدات تصور کی جاتی ہیں۔

ج۔ سیر و سیاحت پر اخراجات: اگر دوسرے ممالک کے سیاح پاکستان آکر سیر و سیاحت پر خرچ کریں تو یہ سارے اخراجات ہماری برآمد میں شامل ہوں گے کیونکہ ان سیاحوں کے اخراجات سے پاکستانیوں کی آمدنی یا وصولی بڑھے گی اور وصولیاں برآمد کے عوض ہوتی ہیں یعنی پاکستان نے کوئی غیر مرئی شے یا خدمت برآمد کی ہے، جس کے باعث وصولیاں ہوئی ہیں اسی طرح اگر پاکستانی سیاح دوسرے ملکوں میں سیاحت پر خرچ کریں تو وہ رقمیں ہماری درآمد میں شامل ہوتی ہیں۔ پس اصول یہ ہوا کہ ہمارا ملک یا ہمارے ملک کے باشندے دوسرے ملکوں کے باشندوں کو ادائیگیاں کریں تو وہ ہماری درآمد میں شمار کیا جاتا ہے اور اگر ہمارے ملک کے باشندے دوسرے ملکوں کے باشندوں سے رقوم وصول کریں تو وہ ہماری برآمد کے عوض وصولی سمجھی جاتی ہے۔

د۔ قرضے اور سرمائے پر سود: اگر پاکستان کے باشندے دوسرے ممالک کے باشندوں کو قرض دیں یا دوسرے ملک میں سرمایہ لگائیں تو وہ پاکستان کی درآمد میں شمار ہوگا اور اگر دوسرے ممالک کے باشندے پاکستان میں سرمایہ لگائیں یا پاکستان کو قرض دیں تو وہ ہماری درآمد متصور ہوگا کیونکہ وصولیاں برآمدات کی وجہ سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اسی طرح جب پاکستان غیر ملکیوں کو ان کے لگائے ہوئے سرمایہ پر سود ادا کرتا ہے تو وہ پاکستان کی غیر مرئی درآمد تصور کیا جاتا ہے اور جب پاکستان دوسرے ممالک میں اپنے لگائے ہوئے سرمایہ پر سود وصول کرتا ہے تو وہ پاکستان کی غیر مرئی برآمد میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہ۔ بیرون ملک تعلیم پر اخراجات: اگر پاکستانی طلباء بیرون ملک تعلیم پر خرچ کریں تو وہ پاکستان کی غیر مرئی درآمد ہوگی اور اگر غیر ملکی طلباء پاکستان آکر تعلیم حاصل کریں تو ان کے اخراجات پاکستان کی برآمد میں شامل ہوں گے۔

و۔ سفارتی اخراجات: وہ تمام اخراجات جو بیرون ملک پاکستانی سفیروں، سفارت خانے کے عملہ اور خیر سگالی کے مندوبین پر کئے جاتے ہیں۔ وہ پاکستان کی درآمد کے مترادف ہوں گے اور تمام اخراجات جو پاکستان میں غیر ملکی سفیروں اور سفارتخانوں پر ہوتے ہیں پاکستان کی برآمد سمجھے جائیں گے۔

ز۔ غیر ملکی ماہرین کی خدمات: اگر پاکستان غیر ملکی ماہرین کی خدمات حاصل کرے اور انہیں تنخواہوں کی ادائیگی بیرونی کرنسی میں ادا کرے تو وہ رقم بھی ہماری غیر مرئی

Marfat.com

درآمد شمار ہوگی اس کے برعکس اگر پاکستانی دوسرے ممالک میں خدمات مہیا کریں اور وہاں سے اپنے اہل خاندان کو پاکستان میں رقوم فراہم کریں تو وہ تمام وصولیاں پاکستان کی برآمد گردانی جائیں گی۔

کسی ملک کے لیئے توازنِ ادائیگی بھی موافق یا غیر موافق ہو سکتا ہے اگر مرئی اور غیر مرئی اشیاء و خدمات کے عوض ملک کی مجموعی وصولیاں مجموعی ادائیگیوں کی نسبت زیادہ ہوں تو توازنِ ادائیگی ملک کے موافق یا حق میں سمجھا جائے گا اس کے برعکس اگر مجموعی ادائیگیاں، مجموعی ادائیگیوں سے زیادہ ہوں تو توازنِ ادائیگی غیر موافق یا مخالف سمجھا جائے گا۔

اگر کسی ملک کا توازنِ تجارت اس کے حق میں نہ ہو لیکن توازنِ ادائیگی اس ملک کے حق میں ہو تو ایسے ملک کے لیئے پریشانی کی بات نہیں ہوتی لیکن اگر توازنِ ادائیگی اس ملک کے خلاف ہو تو تشویش کی بات ہو سکتی ہے اگرچہ توازنِ تجارت اس کے حق میں ہی کیوں نہ ہو۔ دراصل صرف توازنِ تجارت کا حق میں ہونا کسی ملک کی معاشی حیثیت کو ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن توازنِ ادائیگی کا کسی ملک کے حق میں ہونے سے اس ملک کے معاشی استحکام کا پتہ چلتا ہے اور اگر توازنِ ادائیگی اس کے مخالف ہو تو اس سے اُس ملک کی غیر مستحکم معاشی حالت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اگرچہ کسی ملک کا توازنِ ادائیگی اس کے توازنِ تجارت کی نسبت بہت اہم ہوتا ہے لیکن صرف ایک یا دو سال توازنِ ادائیگی کے کسی ملک کے خلاف ہونے سے صورتحال تشویشناک نہیں ہوتی لیکن اگر کسی ملک کا توازنِ ادائیگی سالہا سال یعنی طویل مدت تک ملک کیلئے غیر موافق رہے تو ملک کے لیئے پریشانی کا باعث ہوتا ہے۔

توازنِ تجارت اور توازنِ ادائیگی کا فرق معلوم ہو جانے کے بعد توازنِ ادائیگی کو مزید تفصیل سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ جب کوئی ملک اپنے توازنِ ادائیگی کے متعلق مکمل اندراجات جمع کرتا ہے تو مندرجہ ذیل مدات کے تحت ایسا کرتا ہے۔

۱۔ حساب رواں (Current Account) اس میں اشیاء و خدمات کی برآمد و درآمد شامل ہوتی ہیں یعنی اسے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

الف: مرئی تجارت کا حساب

ب۔ غیر مرئی تجارت یا خدمات کا حساب۔

ان حسابات کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اوّل: نجی حساب (PRIVATE ACCOUNT)

دوم: سرکاری حساب (GOVERNMENT ACCOUNT)

نجی حساب میں نجی برآمدات و درآمدات شمار کی جاتی ہیں جبکہ سرکاری حساب میں حکومت

Marfat.com

کی طرف سے ہونے والی اشیاء و خدمات کی برآمدات و درآمدات کو شمار کیا جاتا ہے۔

حساب رواں میں مرئی تجارت اور غیر مرئی تجارت دونوں کی ادائیگیوں اور وصولیوں کا فرق معلوم کیا جاتا ہے خواہ یہ ادائیگیاں اور وصولیاں نجی شعبہ میں ہوں یا سرکاری شعبہ میں کی گئی ہوں اس طرح جو توازن حاصل ہوتا ہے اسے حساب رواں پر خالص توازن (Net Balance of Currect Account) کا نام دیا جا سکتا ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ حسابِ رواں میں سرمایہ کا طویل عرصہ کے لئے ملک سے باہر دوسرے ممالک کی جانب حرکت کرنا (Capital Out Flow) یا دوسرے ممالک سے ملک کی جانب حرکت کرنا (Capital Inflow) شامل نہیں۔

۲- حساب سرمایہ (CAPITAL ACCOUNT) اس مد میں طویل مدت کے لئے سرمایہ کی برآمد و درآمد کو شمار کیا جاتا ہے اسے مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

الف: نجی حساب

ب: سرکاری حساب

نجی حساب میں وہ طویل عرصہ کے قرضے شامل ہوتے ہیں جو ملک کے افراد یا کاروباری ادارے دوسرے ملکوں کے باشندوں یا کاروباری اداروں سے حاصل کرتے ہیں یا انہیں سرمایہ کے بطور قرض دیتے ہیں۔

سرکاری حساب میں حکومت کی طرف سے دوسرے ممالک کی حکومتوں یا باشندوں کو طویل عرصہ کے لئے دیئے ہوئے قرضے یا دوسرے ممالک کی حکومتوں یا باشندوں کی طرف سے ملک کو دیئے ہوئے طویل مدت کے قرضے شامل ہوتے ہیں۔

اگر مندرجہ بالا حساب رواں اور حساب سرمایہ دونوں مدات کو ملا کر مجموعی ادائیگیاں مجموعی وصولیوں سے زیادہ ہوں تو ملک کا توازنِ ادائیگی میں بنیادی خسارہ Basic Deficit ہوگا اور اسے پورا کرنے کے لئے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔

الف: حکومت بین الاقوامی مالی ادارہ یا دوسرے ممالک سے عرصہ قلیل کے قرض حاصل کرے یا

ب: نجی ادارے یا افراد دوسرے ممالک سے عرصہ قلیل کے قرض حاصل کریں یا

ج: دوسرے ممالک کو سونے کی صورت میں ادائیگی کی جائے۔

اگر حساب سرمایہ اور حساب رواں کے خالص توازن میں قلیل عرصہ کے قرضوں اور سونے کی درآمد و برآمد کو بھی شامل کر لیا جائے تو توازنِ ادائیگی ہمیشہ توازن میں رہے۔

Marfat.com

توازنِ ادائیگی میں عدم توازن DISEQUILIBRIUM OR IMBALANCE IN THE BALANCE OF PAYMENTS

گذشتہ صفحات میں دی ہوئی توضیحات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ توازنِ ادائیگی میں عدم توازن اس صورت میں رونما ہوتا ہے جب حسابِ رواں اور حساب سرمایہ کی مجموعی ادائیگیاں مجموعی وصولیوں سے زیادہ ہوں یہ عدم توازن خسارے (Deficit) کی شکل میں ہوتا ہے۔ اگر مجموعی وصولیاں مجموعی ادائیگیوں سے بڑھ جائیں تو عدم توازن فاضل (Surplus) ہوتا ہے۔ ہر دو صورتوں میں توازنِ ادائیگی میں توازنِ پایا جاتا ہے اور اس عدم توازن کو دور کرنے کے لیے اقدامات کرنے چاہیں۔

موجودہ ماہرین معاشیات توازنِ ادائیگی کے عدم توازن معلوم کرنے کے لیے حسابِ رواں اور حساب سرمایہ کے بنیادی فاضل یا خسارے کی حالت کو معلوم کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے کیونکہ بعض اشیاء یا سرمایہ کے لین دین کو کس حساب میں رکھا جائے اس کے متعلق فیصلہ یقینی نہیں ہوتا۔ مثلاً سونے کی برآمد و درآمد سونے کو ایک شے کی حیثیت سے برآمد یا درآمد کیا جا سکتا ہے لیکن بعض اوقات توازنِ ادائیگی میں عدم توازن کو دور کرنے کے لیے بھی سونا برآمد یا درآمد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ کی درآمد و برآمد عام تجارتی اصولوں کے تحت ہو سکتی ہے یعنی اگر دوسرے ممالک میں شرح سود نسبتاً زیادہ ہو تو سرمایہ دوسرے ممالک کو بھی بھیجا جا سکتا ہے اور اگر شرح سود دوسرے ممالک میں نسبتاً کم ہو تو سرمایہ دوسرے ممالک سے درآمد ہونے لگے گا۔ لیکن دوسری طرف سرمایہ کی ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف حرکت کرنا توازنِ ادائیگی میں عدم توازن کو دور کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔

اس لیے موجودہ ماہرین معاشیات تمام لین دین کی مدات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ خود اختیار مدات (Autonomous Items) اور توازن آور مدات (Accomodating Items)

خود اختیار مدات (Autonomous Items) میں تمام برآمدی و درآمدی لین دین شامل ہیں جو عام حالات میں منافع حاصل کرنے کے پیش نظر کیے جاتے ہیں خواہ یہ اشیاء کی صورت میں ہوں یا خدمات کی شکل میں مرئی ہوں یا غیر مرئی ایسی تمام برآمدات و درآمدات جو کاروباری محرکات کے سبب خود بخود پیدا ہوں اور ان برآمدات و درآمدات کا مقصد توازنِ ادائیگی میں عدم توازن کو دور کرنا نہ ہو تو انہیں خود اختیار مدات میں شامل سمجھا جائے۔ اس میں

Marfat.com

اشیاء و خدمات کے علاوہ، تجارتی فائدے کے لئے سونے کی درآمد و برآمد اور منافع کی غرض سے سرمایہ کا ایک ملک سے دوسرے ملک میں حرکت کرنا بھی شامل ہے۔

توازن آور مدات (ACCOMODATING ITEMS) میں ایسی ادائیگیاں اور وصولیاں شامل کی جاتی ہیں جن کا مقصد توازنِ ادائیگی میں عدم توازن کو دور کرنا ہو۔

توازنِ ادائیگی میں عدم توازن پیدا ہونے کی وجوہات

ایک ملک کے لئے توازنِ ادائیگی میں خسارہ کی حالت اگر سالہا سال جاری رہے تو اس ملک کے لئے اسے دور کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے ذیل میں وہ وجوہات درج کی جاتی ہیں جو توازنِ ادائیگی میں خسارے کا باعث بنتے ہیں۔

۱۔ مرئی برآمدات و درآمدات میں تبدیلیاں : بعض اوقات ملک میں قدرتی یا سیاسی اسباب کی وجہ سے پیداوار کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً بارشوں کا نہ ہونا یا شدید سیلابوں کا آنا پیداوار کو کم کرنے کا باعث بنتا ہے یا ملک میں سیاسی استحکام نہ ہونے یا مزدوروں کی ہڑتال کی وجہ سے نہ صرف پیداوار کم ہو جاتی ہے بلکہ برآمدات پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے اس کے برعکس درآمدات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ملک میں آبادی زیادہ ہو جانے کا بھی یہ اثر ہو سکتا ہے۔ ملک میں ترقی کے ابتدائی مراحل میں بھی درآمدات میں اضافہ ہو جاتا ہے اور برآمدات کم ہو جاتی ہیں۔

۲۔ غیر مرئی برآمدات و درآمدات میں تبدیلیاں : بسا اوقات غیر مرئی درآمدات میں اضافہ اور غیر مرئی برآمدات کی کمی بھی توازنِ ادائیگی میں خسارے کا باعث بن سکتی ہے۔ بیرون ملک سیر و سیاحت، تعلیم اور سفارت خانوں پر اخراجات بڑھ سکتے ہیں قرضوں پر سود زیادہ ہو سکتا ہے جس سے توازنِ ادائیگی ملک کے خلاف ہو سکتا ہے۔

۳۔ دوسرے ممالک کی جانب سے تجارتی پابندیاں : اگر دوسرے ممالک کسی ملک سے درآمد کئے جانے والی اشیاء پر مکمل پابندیاں عائد کر دیں یا درآمدی ٹیکس عائد کر دیں یا کوٹہ مقرر کر دیں تو اس وجہ سے بھی توازن ادائیگی ملک کے خلاف ہو سکتا ہے۔

۴۔ قیمتوں میں تفاوت : اگر کسی ملک میں نسبتاً افراطِ زر بڑھ جائے تو ایسے ملک کی برآمدات کم ہو جاتی ہیں اور درآمدت بڑھ جاتی ہیں اور اگر افراط زر کا رجحان

Marfat.com

مستقل طور پر کئی سال جاری رہے تو ایسا ملک لگاتار توازنِ ادائیگی میں خسارے سے دوچار رہتا ہے۔

۵۔ سرمایہ کی حرکت پذیری میں تبدیلی: اگر سرمایہ کی برآمد و درآمد پر کوئی پابندی نہ ہو تو بعض ممالک کے درمیان سرمایہ بڑی سرعت سے حرکت کرنے لگتا ہے جس کے باعث بعض ممالک کا توازنِ ادائیگی ان کے مخالف ہو جاتا ہے۔

۶۔ معیشت میں ساختمانی تبدیلیاں

بعض اوقات کسی ملک کی معیشت یا دوسرے ممالک کی معیشتوں کی ہیئت یا ساخت میں ایسی تبدیلیاں وقوع پذیر ہو جاتی ہیں جس سے اس ملک کا توازنِ ادائیگی خسارے کی جانب چلا جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک ملک میں عاملینِ پیدائش کی قوتِ پیداواری میں اس قدر اضافہ نہ ہو جتنا دوسرے ممالک میں ہوا ہے تو ایسا ملک غیر موافق توازنِ ادائیگی کا شکار ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر دوسرے ممالک ایسے طریقے دریافت کریں کہ وہ کسی ایک ملک کی برآمدکردہ اشیائ کے بغیر کام چلا سکیں یا ان اشیائ کا نعم البدل دریافت کریں یا بہت کم مصارف پر اُن اشیائ کو تیار کرنے لگیں تو ایسا ملک برآمدات کی طلب میں یکدم کمی ہو جانے سے توازنِ ادائیگی میں عدم توازن کا شکار ہو جائے گا۔

توازنِ ادائیگی میں عدم توازن یا خسارے کو دور کرنے کے لیے اقدامات

توازنِ ادائیگی میں خسارے کو دُور کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں:

۱۔ مرئی و غیر مرئی برآمدات میں اضافہ: خسارے کو دُور کرنے کے لیے سب سے اہم قدم اپنی برآمدات کو بڑھانا ہے۔ اس مقصد کے لیے برآمدات کو بڑھانے کے لیے حکومت کی طرف سے سہولتیں مہیا کی جا سکتی ہیں مثلاً برآمدکنندگان کو اعانے (Subsidies) کے ذریعے حکومت نقصان سے بچا سکتی ہے اور ان کی برآمد کرنے میں حوصلہ افزائی کر سکتی ہے۔ مثلاً برآمد کرنے والوں کو ان کی برآمد کی مالیت کا ایک حصہ بونس کی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ زیادہ برآمد کرنے کی کوشش کریں اسی طرح خدمات کی برآمدات بڑھائی جا سکتی ہیں۔

Marfat.com

۲ - **مرئی و غیر مرئی درآمدات میں کمی :** حکومت کو درآمدات میں کمی کرنے کے لیے اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ سامانِ تعیش اور غیر ضروری اشیائے صرف پر پابندیاں عائد کرنا چاہئیں۔ بعض اشیاء پر درآمدی ٹیکس لگا کر یا ان کی درآمد کا کوٹہ (زیادہ سے زیادہ مقدار) مقرر کر کے درآمدات کم کی جاسکتی ہیں۔ غیر مرئی درآمدات میں بھی کفایت کی جاسکتی ہے۔ اس طرح توازنِ ادائیگی کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

۳ - **تامین (PROTECTION)** ایسی صنعتوں کو جو درآمدی اشیاء کا بدل تیار کرتی ہیں مگر بیرونی مقابلہ کے تحت ترقی نہیں کر سکتیں۔ حکومت کی طرف سے تامین مہیا کی جاسکتی ہے یعنی بیرونی ممالک سے اس شے کی درآمد پر بھاری محصول (ٹیکس) عائد کیے جاسکتے ہیں تاکہ اس شے یا اس شے کی نعم البدل تیار کرنے والی صنعتیں ترقی کریں نفع حاصل کریں اور پھر اس قابل ہو سکیں کہ کھلے بازار میں درآمدی محصولات کے بغیر ہی بیرونی اشیاء کا مقابلہ کر سکیں۔

۴ - **قیمتوں اور آمدنیوں میں کمی :** توازنِ ادائیگی میں خسارہ رکھنے والے ممالک کو ایسی زری اور مالیاتی پالیسیاں وضع کرنا چاہیئے جس سے قیمتوں میں کمی آئے اور آمدنیوں میں بھی گرنے کا رجحان ہو تاکہ لوگوں کی قوتِ خرید خصوصاً درآمد شدہ اشیاء کی خرید میں کمی ہو اور برآمد کے لیے زیادہ اشیاء فاضل موجود ہوں۔

اس مقصد کے لیے ایک طرف زر اور اعتبارِ زر پر کنٹرول کرنا چاہیئے یعنی ان میں تخفیف کرنا چاہیئے اور دوسری طرف ٹیکسوں کو بڑھا کر اور سرکاری اخراجات کو گھٹا کر تفریطِ زر اور تفریطِ آمدنی کی پالیسی پر گامزن ہونا چاہیئے۔

اگر قیمتوں اور آمدنیوں کا رجحان نیچے کی جانب ہو تو درآمدات خود بخود ہی کم ہو جائیں گی۔ کیونکہ دوسرے ممالک ایسے ملک میں زیادہ سامان نہ بھیجنا چاہیں گے جہاں قیمتوں اور آمدنیوں میں کمی آرہی ہو۔ اس کے برعکس ملک کی برآمدات بڑھنے کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔ کیونکہ دوسرے ممالک ایسے ملک سے خریدنا پسند کریں گے جس میں قیمتیں کم ہوں۔

تفریطِ زر اور تفریطِ آمدنی میں یہ ڈر ضرور ہوتا ہے کہ قیمتیں معیاری سطح سے نیچے نہ گر جائیں ورنہ اس کے برے اثرات پیدا ہو سکتے ہیں، سرمایہ کاری میں کمی، پیداوار میں کمی، پیداوار میں کمی طلب میں کمی اور آمدنیوں میں کمی سے بیروزگاری اور غربت جیسے اہم مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

۵۔ سرمایہ کی برآمدات میں کمی اور سرمایہ کی درآمدات کی حوصلہ افزائی

حکومت ایسے اقدامات اٹھا سکتی ہے کہ سرمایہ کی درآمدات کی حوصلہ افزائی ہو اور سرمایہ کی برآمدات میں کمی واقع ہو۔ حکومت اس سلسلے میں سرمایہ کی نقل پذیری پر کنٹرول کر سکتی ہے۔

۶۔ زر کی بیرونی قدر میں کمی: (DEVALUATION)

اگر حکومت اپنے ملک کے زر کی قدر دوسرے ممالک کی کرنسیوں کی شکل میں کم کر دے تو اسے (Devaluation) کا نام دیا جاتا ہے ایسا کرنے سے درآمدات مہنگی اور برآمدات سستی ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اگر دس پاکستانی روپے ایک ڈالر کے برابر ہیں تو ہماری ۱۵ روپے کی شے امریکہ میں ڈیڑھ ڈالر میں فروخت ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنے روپیہ کی قدر ڈالر کی صورت میں کم کر دیں۔

مثلاً اب نئی شرح ۱۵ پاکستانی روپے برابر ایک امریکی ڈالر ہو جائے تو یہ روپے کی بیرونی قدر میں کمی کہلائے گی کیونکہ اب ایک ڈالر کے عوض دس کے بجائے ۱۵ پاکستانی روپے دینے پڑیں گے۔ پس پاکستانیوں کو غیر ملکی اشیا کے لیے یعنی درآمدات کے لیے زیادہ رقم ادا کرنا پڑے گی۔ لیکن دوسری طرف امریکیوں کو پاکستان کی اشیاء کم قیمت پر دستیاب ہونے لگیں گی۔ مثلاً پاکستانی شے جس کی مالیت ۱۵ روپے ہے پرانی شرح کے مطابق امریکیوں کو ۱½ ڈالر میں ملتی تھی مگر اب نئی شرح کے مطابق امریکیوں کو اس شے کے لیے صرف ایک ڈالر خرچ کرنا ہو گا۔ اس طرح امریکہ میں پاکستانی اشیاء کی طلب بڑھ جائے گی۔

اپنے زر کی بیرونی قدر گرانے سے سرمائے کی درآمدات میں اضافہ اور برآمدات کی کا رجحان ہو گا۔ جو ملک کے توازن ادائیگی میں خسارے کو دور کرنے میں مددگار ثابت ہو گا۔

زر کی بیرونی قدر گرانے سے چند خدشات بھی ہیں، مثلاً دوسرے ممالک بھی جوابی کارروائی (Retaliation) پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں یا وہ ممالک درآمدی ٹیکس (Tariff) یا کرنٹ سسٹم (Quota) Restriction) یا اعانات (Subsidies) اختیار کر لیتے ہیں اور خاص توازن والا ملک اپنے توازن ادائیگی کے خسارے کو درست

Marfat.com

کرنے سے قاصر رہتا ہے ۔

۷ ۔ مبادلات پر کنٹرول: (FOREIGN EXCHANGE CONTROL)

توازنِ ادائیگی میں خسارے کو دُور کرنے کے لیے ملک کا مرکزی بنک مبادلات پر کنٹرول کر سکتا ہے ۔ یعنی تمام برآمد کنندگان کے لیے لازمی قرار دیدیا جاتا ہے کہ وہ تمام زرِ مبادلہ یا بیرونی کرنسی جو وہ برآمد کے عوض حاصل کرتے ہیں مرکزی بنک کے حوالے کر دیں اور مرکزی بنک درآمد کنندگان کو زرِ مبادلہ مہیا کرتا ہے مگر محدود مقدار میں اور بہت محتاط ہو کر تاکہ زرِ مبادلہ میں زیادہ سے زیادہ کفایت ہو ۔

۸ ۔ بین الاقوامی زری فنڈ اور دوسرے بین الاقوامی اداروں کا تعاون

بین الاقوامی زری فنڈ اور زری دوسرے بین الاقوامی ادارے مثلاً تجارت و محصولات کا معاہدہ عام (General Agreement on Trade And Tariff (GATT)) توازنِ ادائیگی میں خسارہ کو دُور کرنے کی پالیسیاں بنانے والے ممالک کی مدد کرتے ہیں تاکہ تمام ممالک آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کے ذریعہ تمام زری اور تجارتی مسائل کو حل کر سکیں ۔

مندرجہ بالا تدابیر ایک ایسا ملک اختیار کرتا ہے جس کا توازنِ ادائیگی خسارہ میں ہے اگر کسی ملک کا توازنِ ادائیگی فاضل ہو تو اکثر وہ توازنِ ادئیگی کی اصلاح زیادہ ضروری خیال نہیں کرتا اور کوئی قدم نہیں اٹھاتا، لیکن اگر توازنِ ادائیگی لگاتار فاضل رہے تو غالباً ایسے ملک کو بھی کچھ نہ کچھ اقدامات کرنے ہوں گے مثلاً درآمدی ٹیکسوں کو ہٹانا ہو گا ۔ دیگر تجارتی رکاوٹوں کو کم یا ختم کرنا ہو گا ۔ سرمایہ کی برآمدات پر عائد شدہ پابندیوں کو کم کرنا ہو گا ۔ اپنی کرنسی کی بیرونی قدر کو بڑھانا ہو گا اور اپنے ملک میں قیمتوں اور آمدنیوں کی سطح میں اضافہ کرنا ہو گا تاکہ توازنِ ادائیگی میں عدم توازن جو لگاتار فاضل (Surplus) چلا آ رہا ہے دُور ہو جائے اور توازنِ ادائیگی متوازن سطح پر آ جائے

نسبت درآمد و برآمد (TERMS OF TRADE)

نسبتِ درآمد و برآمد سے مراد یہ ہے کہ ایک ملک اپنی اشیائے درآمد کے عوض

Marfat.com

کس قدر اشیائے برآمد، ادا کرتا ہے یعنی ان دونوں کی اوسطاً کیا نسبت ہے؟ دوسرے الفاظ میں درآمد کی ایک اکائی کے عوض کس نسبت سے اشیاء برآمد کرنا ہوں گی۔ اس کے برعکس نسبت برآمد و درآمد کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ ایک ملک اپنی اشیائے برآمد کی ایک اکائی کے بدلے میں کس نسبت سے اشیائے درآمد حاصل کر سکتا ہے۔

اشیائے درآمد و برآمد میں نسبت تو قائم ہو ہی جاتی ہے لیکن اس میں جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں وہ بہت اہم ہیں اور اس کے معاشی اثرات بھی بہت دور رس ہوتے ہیں۔ اگر نسبت درآمد و برآمد تبدیل ہو کر کسی ملک کے حق میں ہو جائے تو اس کا مطلب یا تو یہ لیا جا سکتا ہے کہ وہ ملک اپنی برآمدات کے عوض دوسرے ممالک سے پہلے سے زیادہ درآمدات حاصل کر سکتا ہے یا یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اس ملک کو دوسرے ممالک سے اپنی درآمدات کے عوض پہلے سے کم برآمدات دوسرے ملکوں کو روانہ کرنا ہوں گی۔ کوئی مطلب بھی لیا جائے ہر دو صورتوں میں اس ملک کو فائدہ پہنچے گا۔

اسی طرح اگر نسبت درآمد و برآمد کسی ملک کے لیے غیر موافق یا مخالف ہو جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس ملک کو اپنی برآمدات کے عوض پہلے سے کم درآمدات حاصل ہو سکتی ہیں یا اگر اس ملک کی درآمدات وہی رہیں تو تبدیل شدہ نسبت درآمد و برآمد کے مطابق اب پہلے سے زیادہ اشیاء و خدمات برآمد کرنا پڑیں گی۔ اس طرح نسبت درآمد و برآمد کا گرنا یا ملک کے لیے غیر موافق ہونا ملک کو نقصان پہنچاتا ہے۔

نسبت درآمد و برآمد کی پیمائش کے مختلف طریقے ہیں اور انہیں مختلف نام بھی دیئے گئے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ اصطلاح کن معنوں میں استعمال ہو رہی ہے۔ نسبت درآمد و برآمد کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

۱۔ خالص تبادلی نسبت درآمد و برآمد — NET BARTER TERMS OF TRADE

یا — OR

اجناسی نسبت درآمد و برآمد — COMMODITY TERMS OF TRADE

اس نسبت درآمد و برآمد میں ملکوں میں قیمتوں کی نسبتاً تبدیلی کی بنا پر تبدیلی ہوتی ہے مثلاً اگر پاکستان کی برآمدی اشیاء کی قیمتیں دوگنی ہو گئی اور اسی دوران انگلستان سے درآمدی

Marfat.com

اشیاء کی قیمتیں دوگنی سے زیادہ ہوگئی ہوں تو نسبتِ درآمد و برآمد پاکستان کے لیے غیر موافق اور انگلستان کے لیے موافق ہو جائے گا۔ اشیائے برآمد و درآمد تو بہت ہوتی ہیں اس لیے ان کی قیمتوں میں تبدیلیوں کا اوسط معلوم کرنے کے لیے "اشاری اعداد" تیار کیے جاتے ہیں۔ یعنی اگر بنیادی سال کی اشیائے برآمد کی قیمتوں اور اشیائے درآمد کی قیمتوں کو ۱۰۰ تصور کیا جائے اور اشیائے برآمد کا سالِ رواں کا اشاری عدد ۲۰۰ ہو جاتے جب کہ اشیائے درآمد کا سالِ رواں کا اشاری عدد ۳۰۰ ہو جائے تو خالص تبادلی یا اجناسی نسبتِ درآمد و برآمد مندرجہ ذیل ہو گا۔

$$N = \frac{P_x}{P_M} = \frac{200}{300} = \frac{2}{3} = 67$$ تقریباً

N سے مراد خالص تبادلی نسبتِ درآمد و برآمد۔ P_x سے مراد بنیادی سال کے مقابلہ میں سالِ رواں کی برآمدات کی قیمتوں کا اشاری عدد۔ P_M سے مراد بنیادی سال کے مقابلہ میں سالِ رواں میں درآمدات میں قیمتوں کا اشاری عدد۔

اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بنیادی سال کے مقابلہ میں سالِ رواں میں نسبتِ درآمد و برآمد ملک کے خلاف ہو گئی ہے۔ کیونکہ برآمدات کی قیمتیں اتنا نہیں بڑھیں جس نسبت سے درآمدات کی قیمتیں چڑھیں اسمیں ایک تہائی یا ۳۳ فیصد کم درآمدات حاصل ہوں گی۔ یہ فارمولا یوں بھی لکھا جا سکتا ہے۔

P_{x_0} سے مراد بنیادی سال میں برآمدات کی قیمتوں کا اشاری عدد

P_{x_1} سے مراد سالِ رواں میں برآمدی قیمتوں کا اشاری عدد

P_{M_0} " " بنیادی سال میں درآمدات " " "

P_{M_1} " " سالِ رواں میں " " " "

N " " خالص تبادلی نسبت برآمد و درآمد ہے

$$N = \frac{P_{x_1}}{P_{x_0}} \div \frac{P_{M_1}}{P_{M_0}}$$

اوپر درج شدہ مثال میں N معلوم کیا جا سکتا ہے:

$$N = \frac{200}{100} \div \frac{300}{100}$$

$$= \frac{200}{100} \times \frac{100}{300}$$

Marfat.com

$$= \frac{۲۰۰}{۳۰۰}$$

$$= \frac{۲}{۳}$$

$= ۶۷$ (تقریباً)

۲ - خام تبادلی نسبت برآمد و درآمد

GROSS BARTER TERMS OF TRADE

اس سے مُراد ہے کُل اشیائے درآمد و برآمد کی مقداروں کی نسبت کا مقابلہ تاکہ یہ معلوم ہو کہ بنیادی سال کی نسبت سالِ رواں میں زیادہ اشیاء و خدمات درآمد کی گئیں یا کم اشیاء و خدمات حاصل ہوئیں۔ خام تبادلی نسبت درآمد و برآمد کے معلوم کرنے کے لیے اشیاء برآمد اور اشیائے برآمد کے مقداروں کا اشاری عدد تیار کرنا ہوگا اور پھر ان کا مقابلہ کرنا پڑے گا جیسا پہلے فرض کیا گیا تھا۔ اگر بنیادی سال میں اشیاء برآمد اور اشیاء درآمد دونوں کے اشاری عدد سو تصور کیے جائیں اور فرض کیجیے سالِ رواں میں اشاری اعداد اشیائے برآمد اور اشیائے درآمد کے لیے علی الترتیب ۳۰۰ اور ۴۰۰ ہو گئے تو خام تبادلی نسبتِ درآمد و برآمد مندرجہ ذیل ہوگی۔

$$G = \frac{Q_M}{Q_X} = \frac{۴۰۰}{۳۰۰} = \frac{۴}{۳} = ۱.۳$$ (تقریباً)

یا یوں لکھا جا سکتا ہے :

$$G = \frac{Q_{M_1}}{Q_{M_0}} \div \frac{Q_{X_1}}{Q_{X_0}}$$

$$= \frac{۴۰۰}{۱۰۰} \div \frac{۳۰۰}{۱۰۰}$$

$$= \frac{۴۰۰}{۱۰۰} \times \frac{۱۰۰}{۳۰۰}$$

Q_{M_0} سے مراد بنیادی سال میں درآمدات کی مقدار کا اشاری عدد

Q_{M_1} " " سالِ رواں " " " " " "

Q_{X_0} " " بنیادی سال میں برآمدات " " " "

Q_{X_1} " " سالِ رواں میں " " " " "

G " " خام تبادل نسبت درآمد و برآمد ہے

Marfat.com

$$= \frac{۴}{۳} = ۱.۱۳ \text{ (تقریباً)}$$

خام تبادلی نسبت درآمد و برآمد اگر ایک سے بڑھ جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے ملک اشیائے برآمد کے مقابلہ میں نسبتاً زیادہ اشیاء درآمد ہوئیں اور نسبت درآمد و برآمد ملک کے حق میں رہی اگر تبدیل شدہ نسبت درآمد و برآمد پہلے سے کم ہوتی تو ملک کے لیے غیر موافق ہوتی یعنی یہ ظاہر ہوتا کہ ملک کو برآمدات کے عوض پہلے کی نسبت کم اشیائے درآمد حاصل ہوئیں۔

آمدنی نسبتِ درآمد و برآمد (INCOME TERMS OF TRADE)

اس اصطلاح میں یہ خوبی ہے کہ اس میں "خالص تبادلی نسبتِ درآمد و برآمد" کی طرح قیمتوں کی تبدیلی کا اثر نسبت درآمد و برآمد پر دیکھا جاتا ہے اور ساتھ ہی برآمدات کی مقدار کی تبدیلی کا اشاری عدد معلوم کر کے اس سے خالص نسبتِ درآمد و برآمد کو ضرب دے دی جاتی ہے اور اس کے ذریعے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ملک اپنی برآمدات کی مقدار کی بنا پر کس قدر اشیاء و خدمات درآمد کر سکتا ہے۔ جب کہ ہمیں خالص تبادلی نسبتِ درآمد و برآمد کا علم ہے۔ اس لیے اس کا فارمولا مندرجہ ذیل ہوگا۔

$$I = \frac{P_x}{P_m} \times Q_x$$

P_x سے مراد بنیادی سال کے مقابلے میں سالِ رواں کی برآمدات کی قیمتوں کا اشاری عدد۔

P_m سے مراد بنیادی سال کے مقابلے میں سال رواں کی درآمدات کی قیمتوں کا اشاری عدد

Q_x سے مراد بنیادی سال کے مقابلہ میں سالِ رواں کی برآمدات کی مقداروں کا اشاری عدد

I سے مراد آمدنی نسبت درآمد و برآمد۔

آمدنی نسبتِ درآمد و برآمد کو دیگر معانی پر ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے

Marfat.com

یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ملک کی اپنی برآمدات کی بنا پر درآمد کرنے کی گنجائش (Export-based capacity To Import) کس قدر ہے۔
اگر کسی ملک کی خالص تبادلی نسبت درآمد و برآمد ملک کے لیے غیر موافق ہو لیکن برآمدات کے حجم میں اضافہ ہو گیا ہو تو ایسے ملک کے لیے درحقیقت نسبتِ درآمد و برآمد بہتر ہو گی۔ کیونکہ اب یہ ملک اس کے باوجود کہ ملک کی خالص تبادلی نسبتِ درآمد و برآمد ملک کے خلاف ہے وہ ملک برآمدات کے حجم کے بڑھنے کی وجہ سے پہلے سے زیادہ درآمدی اشیا و خدمات حاصل کرنے کے قابل ہو گیا۔

Marfat.com

باب ۲۷

مبادلاتِ خارجہ

FOREIGN EXCHANGE

مبادلاتِ خارجہ کی اصطلاح سے مندرجہ ذیل معانی مراد لیے جا سکتے ہیں:

۱۔ وہ تمام آلاتِ اعتبار جو غیر ممالک کی ادائیگیاں کرنے کے لیے مستعمل ہیں۔ مثلاً غیر ملکی ہنڈیاں یا ڈرافٹ۔

۲۔ شرحِ مبادلہ یعنی دو ملکوں کی کرنسیوں کے درمیان شرحِ تبادلہ مثلاً ایک ڈالر برابر ہے دس پاکستانی روپے کے۔

۳۔ وہ اصول یا طریقِ کار جو مختلف ممالک کے باشندوں کے درمیان ادائیگیاں کرنے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے اور جس کے ذریعے مختلف کرنسیوں کے درمیان باہمی شرحِ مبادلہ متعین ہوتی ہے۔

مبادلاتِ خارجہ کی اصطلاح کا تیسرے نمبر پر درج مطلب سب سے زیادہ اہم ہے اور دیگر مطالب پر حاوی ہے۔ اس اصطلاح کو اس مفہوم میں لینے سے مبادلاتِ خارجہ کا اہم مسئلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ معلوم کرنا کہ کرنسیوں کے درمیان شرحِ تبادلہ کا تعین کیوں کر ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر ملک کی اپنی ایک کرنسی ہوتی ہے جس کا نام اکثر مختلف ہوتا ہے مگر بسا اوقات نام ایک جیسا بھی ہوتا ہے، لیکن ان کی بیرونی قدر یا شرحِ مبادلہ دوسری کرنسیوں کی صورت میں ایک جیسی نہیں ہوتی مثلاً پونڈ، ڈالر یا روپیہ۔ ایسی کرنسیوں میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستانی روپیہ یا بھارتی روپیہ کینیڈین ڈالر یا امریکن ڈالر یا آسٹریلین ڈالر، بلجین فرانک یا فرانسیسی فرانک یا سوِس فرانک۔ اگر دو ملکوں کے درمیان شرحِ مبادلہ مقرر کرنے میں کرنسیوں کے درمیان آزادانہ مقابلہ ہو اور حکومتوں کی طرف سے یا بین الاقوامی طور پر کوئی رکاوٹ نہ پیدا کی گئی ہو تو شرحِ مبادلہ کرنسیوں کی بیرونی طلب اور رسد کے عمل سے آزادانہ طور پر متعین ہوگی۔

یعنی کسی ملک کی کرنسی کے عوض دوسرے ملک کی کس قدر کرنسی تبادلہ کی جائیگی یا شرحِ مبادلہ

Marfat.com

کیا ہوگی۔ اس کا دارومدار اس ملک کی کرنسی کی غیر ملکی طلب و رسد پر ہے۔

پس ملکی کرنسی کی طلب و رسد برابر ہوں تو اسے شرح مبادلہ مساوات (Par of Exchange or Rate of Exchange at Par) کہا جاتا ہے۔ اب اگر اس ملک کی کرنسی کی رسد اس کی بیرونی طلب سے بڑھ جائے تو شرح مبادلہ ملک کے لیے غیر موافق ہو جائے گی اور اس کے برعکس اگر اس ملک کی کرنسی کی بیرونی طلب اس کی رسد سے زیادہ ہو جائے تو شرح مبادلہ ملک کے حق میں موافق ہو جائے گی۔

یہ گذشتہ باب میں سمجھا دیا گیا ہے کہ کسی ملک کی کرنسی کی بیرونی طلب اور رسد کا انحصار اس ملک کے توازنِ ادائیگی کی حالت پر ہوتا ہے اگر کسی ملک کا توازنِ ادائیگی متوازن ہو تو شرح مبادلہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ملک کی مجموعی ادائیگی اور مجموعی وصولیاں برابر ہوتی ہیں اس لیے کرنسی کی رسد اور بیرونی طلب برابر ہوتی ہیں، لیکن۔ اگر کسی ملک کا توازنِ ادائیگی خسارے میں ہو تو، یعنی مجموعی ادائیگیاں۔ مجموعی وصولیوں کی نسبت زیادہ ہوں تو اس ملک کی کرنسی کی رسد اس کی بیرونی طلب کی نسبت زیادہ ہو جاتی ہے اور شرح مبادلہ گر جاتی ہے اور دوسرے ملک کی کرنسی حاصل کرنے کے لیے اپنے ملک کی زیادہ کرنسی مہیا کرنا پڑتی ہے۔

اس کے برعکس جب کسی ملک کا توازنِ ادائیگی فاضل ہوتا ہے یعنی مجموعی وصولیاں مجموعی ادائیگیوں کی نسبت زیادہ ہوتا تو اس ملک کی کرنسی کی بیرونی طلب اس کی رسد کی نسبت بڑھ جاتی ہے اور شرح مبادلہ بلند ہو جاتی ہے اور دوسرے ملک کی کرنسی کے عوض اپنے ملک کی کم کرنسی مہیا کرنا ہوتی ہے۔

مندرجہ بالا تشریح سے یہ تو واضح ہو گیا کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ کیونکر عام طلب اور رسد کے اصولوں کے تحت تبدیل ہوتی ہے۔ لیکن اب اس وضاحت کی ضرورت ہے کہ شرح مبادلہ کن اصولوں کے تحت متعین ہوتی ہے۔ شرح مبادلہ کا تعین دو مختلف حالات کے تحت کیا جا سکتا ہے۔

اوّل طلائی معیار کے تحت۔

دوم غیر بدل پذیر زر کاغذی کے تحت

دونوں حالات کے تحت شرح مبادلہ کے تعین کی وضاحت درج ذیل ہے۔

۱۔ طلائی معیار کے تحت

کوئی ملک اس وقت طلائی معیار پر ہوتا ہے جب یا تو اس ملک میں سونے کے سکے گردش

Marfat.com

کر رہے ہیں یا سونے کو کسی نہ کسی طور کرنسی کے معیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہو۔ اگر کوئی دو ممالک طلائی معیار پر ہوں تو ان کے درمیان شرحِ مبادلہ کا تعین ان دونوں ممالک کی کرنسیوں میں سونے کی مقدار سے کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر ایک ملک کی کرنسی دو گرام خالص سونے کی بنی ہوئی ہو جب کہ دوسرے ملک کی کرنسی دس گرام خالص سونا رکھتی ہو تو دونوں کرنسیوں کی باہمی شرح تبادلہ ۱ : ۵ ہوگی اسے ٹکسالی درجۂ مساواتِ مبادلہ (Mint Par of Exchange) کہا جاتا ہے۔ دونوں کرنسیوں کے درمیان شرحِ مبادلہ اس وقت تک نمایاں طور پر تبدیل نہیں ہوتی جب تک کہ دونوں ممالک یا ان میں سے ایک ملک اپنی کرنسی میں سونے کی مقدار تبدیل نہ کر دے تاہم ان دونوں ممالک کی کرنسیوں کی باہمی رسد اور طلب میں تبدیلیوں کے باعث شرحِ مبادلہ میں معمولی تبدیلیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہ شرح مبادلہ ایک ملک کے لیے کس قدر موافق یا غیر موافق ہو سکتی ہے اس کا دار و مدار ایک ملک سے دوسرے ملک کو سونا بھیجنے کے اخراجات پر ہے ٹکسالی درجۂ مساوات تبادلہ کے مطابق سونا تو روانہ کیا ہی جا سکتا ہے لیکن اس پر جو اخراجات ہوتے ہیں وہ اس شرح سے زائد خرچ ہے اس لیے اگر شرحِ مبادلہ غیر موافق ہو تو زیادہ سے زیادہ تبدیلی جو آئے گی وہ ان اخراجات کے برابر ہوگی جو ٹکسالی درجۂ مساواتِ مبادلہ کے مطابق دوسرے ملک کو سونا روانہ کرتے ہوئے اٹھانا پڑیں گے شرح مبادلہ اس شرح سے زیادہ غیر موافق نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر شرحِ مبادلہ اس سطح سے زیادہ غیر موافق ہو جائے تو شرحِ مبادلہ پر تبادلہ کرنے کے بجائے سونا برآمد کرنے میں کفایت رہے گی۔ اس لیے اس سطح کو اس ملک کے لیے بالائی نقطۂ نظر یا نقطۂ برآمدگی زر (Upper Gold Point or Gold Export Point) کا نام دیا جاتا ہے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب اس ملک کی مجموعی ادائیگیاں مجموعی وصولیوں سے زیادہ ہوں۔

اس کے برعکس اگر اس ملک کی مجموعی وصولیاں مجموعی ادائیگیوں سے بڑھ جائیں تو شرح مبادلہ اس ملک کے موافق ہو جاتی ہے اور دوسرے ملک کے لیے غیر موافق اور تبدیل شدہ شرح مبادلہ زیادہ سے زیادہ اس قدر موافق ہو سکتی ہے یا دوسرے ملک کے لیے اس قدر غیر موافق ہو سکتی ہے کہ اس نقطہ پر پہنچ کر دوسرے ملک کے لیے سونے کی برآمد کرنا سود مند ہوگا اور پہلے ملک کے لیے سونے کی درآمد شروع ہو جائے گی۔ اس کو اس ملک کے لیے تحتی نقطۂ نظر یا نقطۂ درآمدگی زر (Lower Gold Point or Gold Import Point) کہا جائے گا۔

Marfat.com

یہ یاد رہے کہ ایک ملک کے لیے شرحِ مبادلہ کی جو شرح بالائی نقطۂ زر کہلاتی ہے وہی دوسرے ملک کے لیے تحتی نقطۂ زر ہوتی ہے۔ اسی طرح شرحِ مبادلہ کی جو سطح تحتی نقطۂ زر ہوتی ہے۔ وہ دوسرے ملک کے لیے بالائی نقطۂ زر ہوتی ہے۔

ایک سادہ مثال سے ان نقاط کی وضاحت کی جا سکتی ہے:

فرض کیجئے برطانیہ اور امریکہ دونوں طلائی معیار پر ہیں اور فرض کیجئے برطانوی ایک پونڈ میں ایک اونس سونا ہے اور اسی قدر سونا چار ڈالروں میں پایا جاتا ہے تو ٹکسالی درجۂ مساواتِ مبادلہ مندرجہ ذیل مقرر ہوگی۔

۱ ۔ برطانوی پونڈ = ۴ امریکن ڈالر

اگر کسی سال برطانیہ کی امریکہ سے مجموعی وصولیاں امریکہ کو کی جانے والی مجموعی ادائیگیوں سے زیادہ ہوں تو برطانیہ کا توازنِ ادائیگی فاضل ہوگا اور امریکہ کا توازنِ ادائیگی خسارہ کا ہوگا اس کے نتیجہ میں برطانوی پونڈ کی قدر بڑھ جائے گی اور امریکہ کے ڈالر کی قدر نسبتاً کم ہو جائیگی اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ امریکہ سے برطانیہ یا اس کے مخالف سمت ایک اونس سونا بھیجنے پر کل اخراجات ¼ ڈالر یعنی ۲۵ سینٹ ہوتے ہیں تو شرحِ مبادلہ تبدیل ہو کر مندرجہ ذیل حد تک پہنچ سکتی ہے:

۱ ۔ برطانوی پونڈ = ۴.۲۵ امریکن ڈالر

نہ برطانوی پونڈ کی قدر اس سے زیادہ بڑھ سکتی ہے اور نہ ہی امریکن ڈالر کی قیمت اس حد سے نیچے گر سکتی ہے کیونکہ اس حد پر پہنچتے ہی امریکہ کے وہ باشندے جنہیں برطانیہ کو ادائیگیاں کرنے کے لیے برطانوی پونڈ خریدکرنے میں سوچتے ہیں کہ اس شرح پر برطانوی پونڈ خرید کرنے کے بجائے کیوں نہ سونا ہی برطانیہ روانہ کر دیا جائے۔ ایسا کرنے میں سونے کی ترسیل کے کل اخراجات معہ بیمہ وغیرہ ملا کر ۴.۲۵ امریکن ڈالر میں ایک برطانوی پونڈ حاصل ہو حاصل ہو جائے گا۔ اس لیے یہ شرحِ مبادلہ جس میں سونے کی ترسیل کے کل اخراجات شامل کر لیے گئے ہیں ایک حد مقرر کرتی ہے جس پر پہنچتے ہی سونا امریکہ سے برطانیہ کی جانب بھیجا جانے لگے گا۔ اسی لیے یہ برطانیہ کے لیے نقطۂ درآمدگی زر یا بالائی نقطۂ زر ہوگا اور امریکہ کے لیے نقطۂ برآمدگی زر یا تحتی نقطۂ زر کہلائے گا۔

اس کے برعکس اگر کسی سال امریکہ کی برطانیہ سے مجموعی وصولیاں برطانیہ کو ہونے والی مجموعی ادائیگیوں سے بڑھ جائیں تو امریکہ کا توازنِ ادائیگی فاضل اور برطانیہ کا توازنِ ادائیگی خسارہ کا ہوگا۔ جس کے نتیجے میں امریکی ڈالر کی قدر بڑھ جائے گی اور برطانوی پونڈ کی قدر

Marfat.com

کم ہو جائے گی۔ ایک اونس سونے کی ترسیل کے کل اخراجات ۱/۴ ڈالر یا ۲۵ سینٹ ہی آتے ہیں اس لیے اب نئی شرح مبادلہ مندرجہ ذیل حد تک پہنچ سکتی ہے:

۱۔ برطانوی پونڈ = ۴٫۲۵ امریکن ڈالر

امریکن ڈالر کی قدر اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور برطانوی پونڈ کی قدر اس حد سے گر نہیں سکتی۔ اس نقطہ یا حد پر پہنچ کر برطانوی پونڈ کو تبدیل شدہ شرح مبادلہ پر امریکن ڈالر میں خریدنے سے کوئی کفایت نہیں ہوتی بلکہ اگر ایک اونس سونا برطانیہ سے امریکہ روانہ کر دیا جائے تو اخراجات نکالنے کے بعد ۳٫۷۵ امریکن ڈالر مل جاتے ہیں کیونکہ ایک اونس سونا امریکہ بھیجنے کا مطلب ہے ۴ امریکن ڈالر اور اخراجاتِ ترسیل زر منہا کرنے کے بعد ۳٫۷۵ امریکن ڈالر مل جاتے ہیں۔ اس لیے اس حد یا نقطہ کو برطانیہ کے نقطۂ نگاہ سے نقطۂ برآمدگی زر یا تحتی نقطۂ زر قرار دیا جائے گا۔ لیکن اگر اخراجاتِ ترسیل زر یہی رہیں تو دونوں نقاط زر (Specie or Gold Points) بھی یہی رہیں گے۔

اسے مندرجہ ذیل ڈائیگرام کی صورت میں بھی دکھایا جا سکتا ہے:

۱۔ برطانوی پونڈ = ۴٫۲۵ امریکن ڈالر

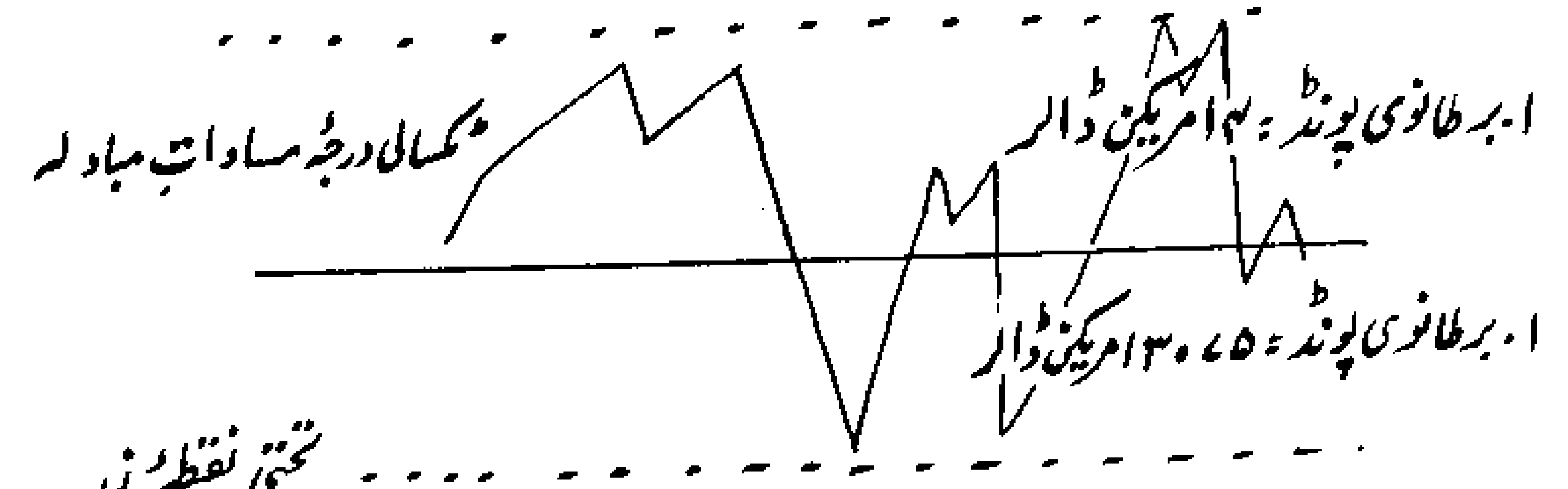

پس طلائی معیار کے تحت دو ملکوں میں کرنسیوں کی شرح مبادلہ بہت مستحکم ہوتی ہے۔ اور کرنسیوں کی طلب و رسد کی بنا پر جو اتار چڑھاؤ شرح مبادلہ میں ہوتے بھی ہیں وہ بہت محدود ہوتے ہیں اور ان کی دونوں حدود بھی تقریباً متعین ہوتی ہیں اور شرح مبادلہ ان کے درمیان تبدیل ہوتی رہتی ہے مگر ان حدوں سے باہر نہیں جا سکتی بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ ٹکسالی درجۂ مساوات مبادلہ کے قریب قریب ہی رہتی ہے اور اس کے برابر ہونے کی کوشش کرتی ہے جیسا کہ اوپر کی ڈائیگرام میں خطِ منحنی سے ظاہر ہے۔

غیر بدل پذیر زرِ کاغذی کے معیار کے تحت

جب دو ممالک غیر بدل پذیر کاغذی زر کے معیار پر ہوں تو ان کے درمیان شرح

Marfat.com

مبادلہ کا تعین ان دونوں ممالک کی کرنسیوں کی قوتِ خرید کی نسبت سے ہوتا ہے۔ یہ نظریہ سویڈن کے ماہر معاشیات گسٹاو کیسل (Gustav Cassel) نے پیش کیا تھا اور قوت خرید کی مساوات کا نظریہ (Purchasing Power Parity Theory) کہا جاتا ہے۔

اس نظریہ کے مطابق دو ملکوں کی کرنسیوں کی شرح مبادلہ کا تعین دونوں ملکوں کی کرنسیوں کی اپنے اپنے ملک میں قوتِ خرید سے کیا جائیگا یعنی دونوں ملکوں میں قیمتوں کے معیار کو دیکھا جائے گا اور اس کے مطابق شرح مبادلہ مقرر ہوگی۔

مثلاً اگر پاکستانی روپے اور برطانوی پونڈ کی شرح مبادلہ معلوم کرنا ہو تو ہم یہ دیکھیں گے کہ برطانیہ میں اوسطاً اشیأ و خدمات کی جو خاص مقدار ایک پونڈ میں خریدی جاتی ہے پاکستان میں وہی مقدار کتنے روپوں میں خریدی جاتی ہے۔ اگر اشیأ و خدمات کی وہی مقدار پاکستان میں ۲۰ روپوں میں خریدی جاتی ہے تو شرح مبادلہ مندرجہ ذیل متعین ہوگی۔

۱ برطانوی پونڈ = ۲۰ پاکستانی روپے

اگر پاکستان میں قیمتیں پچاس فیصد بڑھ جائیں جب کہ برطانیہ میں قیمتوں کی سطح برقرار رہے تو شرح مبادلہ بھی بدل جائے گی اور مندرجہ ذیل ہوگی۔

۱ برطانوی پونڈ = ۳۰ پاکستانی روپے

لیکن اگر برطانیہ میں بھی پاکستان کی طرح قیمتوں میں پچاس فیصد اضافہ ہوا ہو تو شرح مبادلہ میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی کیونکہ برطانیہ میں جو اشیأ و خدمات پہلے ۱ پونڈ میں خریدی جاتی تھیں وہ اب ½۱ پونڈ میں خریدی جاسکیں گی۔ اور پاکستان میں ۲۰ روپے کی جو قوتِ خرید تھی وہ اب ۳۰ روپے کی ہو جائے گی یعنی ½۱ برطانوی پونڈ = ۳۰ پاکستانی روپے یا ایک برطانوی پونڈ = ۲۰ پاکستانی روپے پس دونوں ممالک میں قیمتوں میں ایک ہی نسبت سے تبدیلی ہونے سے شرح مبادلہ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

اسی طرح اگر پاکستان میں قیمتوں کی سطح برقرار رہے مگر برطانیہ میں قیمتوں کی سطح پہلے کے مقابلہ میں گر جائے مثلاً اوسط قیمتیں نصف ہو جائیں تب بھی شرح مبادلہ تبدیل ہو جائیگی اور مندرجہ ذیل ہو جائے گی۔

$\frac{1}{2}$ برطانوی پونڈ = ۲۰ پاکستانی روپے

یا ۱ " " " ۴۰ " "

Marfat.com

اسی طرح اگر پاکستان میں قیمتوں کی سطح گر جائے جب کہ برطانیہ میں قیمتوں کی سطح میں کوئی تبدیلی نہ ہو یا برطانیہ میں پاکستان کی نسبت قیمتیں زیادہ بڑھ گئی ہوں تو ہر دو صورتوں میں برطانوی پونڈ کی قوت خرید کم ہو جائے گی اور نئی شرح مبادلہ کے مطابق ایک برطانوی پونڈ کی قوت خرید ۲۰ پاکستانی روپوں سے کم ہو جائے گی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زرِ کاغذی کے تحت شرحِ مبادلہ ایسی معین نہیں ہوتی جیسا کہ طلائی معیار کے تحت ٹکسالی درجۂ مساواتِ مبادلہ ہوتی بلکہ زرِ کاغذی کے تحت شرحِ مبادلہ دو ممالک میں قیمتوں کے نسبتی تغیرات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔

اگر دونوں ممالک میں زرِ کاغذی کے معیار کے تحت دونوں ملکوں کی قیمتوں میں کوئی تبدیلی نہ بھی ہو تو کرنسیوں کی طلب اور رسد کی وجہ سے شرح مبادلہ میں کچھ نہ کچھ تبدیلی آتی رہے گی۔ جس طرح طلائی معیار کے تحت ٹکسالی درجہ مساواتِ مبادلہ متعین ہوتی ہے۔ اسی طرح غیر بدل پذیر زرِ کاغذی کے معیار کے تحت قوتِ خرید مساواتِ مبادلہ متعین ہوتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اول الذکر تو معین مساوات ہوتی ہے جو عموماً غیر مبدل ہوتی ہے جب کہ مؤخر الذکر متحرک مساوات ہوتی ہے جو متعلقہ ممالک کی قیمتوں کی سطح کی تبدیلیوں کی نسبت سے بدلتی رہتی ہے۔ اس وجہ تبدیلی کے علاوہ بھی شرح مبادلہ کرنسیوں کی باہمی طلب اور رسد کی بنا پر کبھی قوتِ خرید مساواتِ مبادلہ سے بڑھ جاتی ہے اور کبھی کم ہو جاتی ہے جس طرح طلائی معیار کے تحت نقاطِ زر کی صورت میں ایسی حدود مقرر کی جاتی ہیں کہ شرحِ مبادلہ ان حدود کے اندر ہی تبدیل ہو سکتی ہے ان حدود کو عبور نہیں کر سکتی۔ اگر شرح مبادلہ ان حدود تک پہنچ جائے تو یا تو سونا برآمد ہونا شروع ہو جاتا ہے، یا سونا درآمد ہونے لگتا ہے۔ یہ حدود قطعی ہوتی ہے۔ غیر بدل پذیر زرِ کاغذی کے تحت بھی ایسی حدود مقرر ہوتی ہیں لیکن اس قدر قطعی نہیں ہوتیں جس قدر کہ نقاطِ زر۔

طلائی معیار کے تحت ایک ملک سے دوسرے ملک کو سونے کی ترسیل کے اخراجات کو شامل کرنے سے نقاطِ زر مقرر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح غیر بدل پذیر زرِ کاغذی کے معیار کے تحت کرنسیوں کی باہمی طلب و رسد کی بنا پر شرح مبادلہ کی تبدیلی کی حدود کا تعین ایک ملک سے دوسرے ملک میں اشیا لے جانے کے اخراجات سے ہو گا۔ لیکن یہ حدود بھی اس قدر قطعی نہیں ہوں گی جس قدر نقاطِ زر کیونکہ سونے کی ترسیل پر اخراجات تو بہ آسانی شامل کیے جا سکتے ہیں وہ ایک ہی ہوتے ہیں۔ مگر اشیا کے بھیجنے کے اخراجات مختلف اشیاء کے لیے مختلف ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اشیاء کی برآمد درآمد کی حدود اس قدر قطعی

Marfat.com

نہیں ہوتیں جس قدر کہ سونے کی برآمدگی یا درآمدگی کی حدود۔

غیر بدل پذیر زرِ کاغذی کے معیار کے تحت شرح مبادلہ کا گراف مندرجہ ذیل ڈائیگرام کی مدد سے بھی دکھایا جا سکتا ہے۔

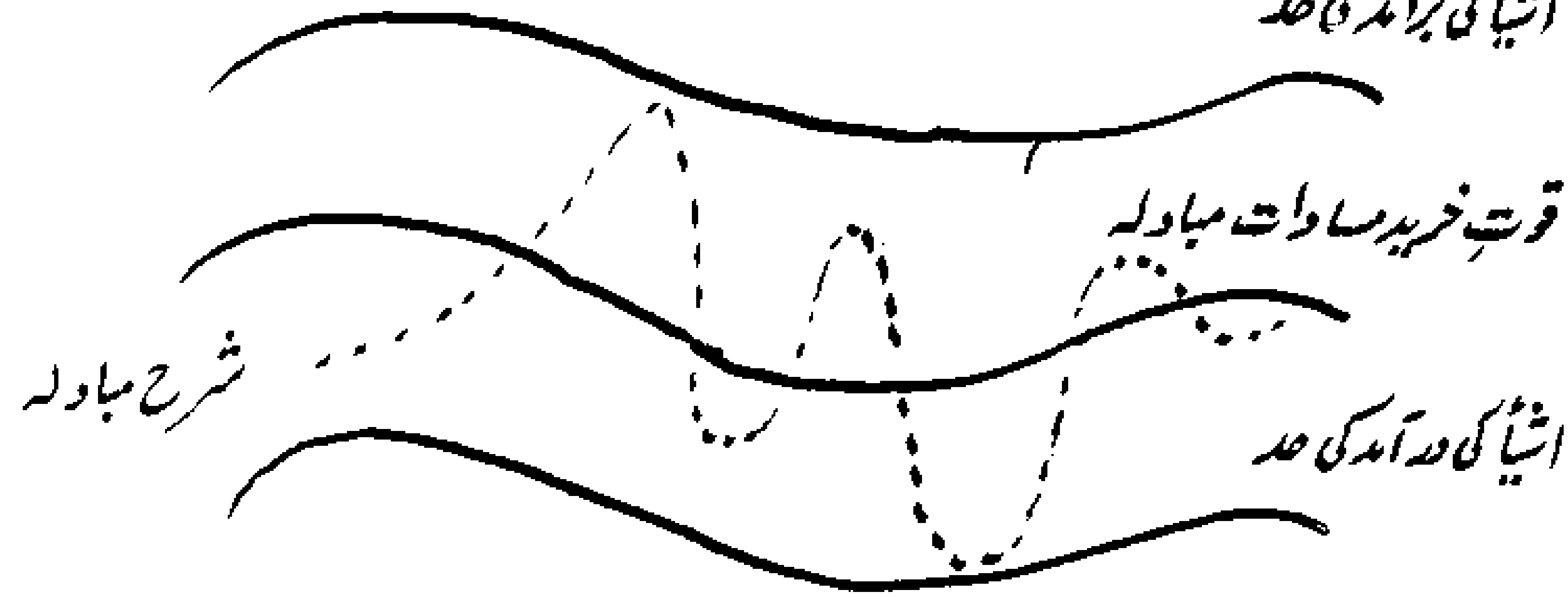

نظریۂ مساواتِ قوّتِ خرید پر تنقید

۱۔ اس نظریۂ کے مطابق کرنسیوں کی قوتِ خرید کے مطابق شرحِ مبادلہ کا تعین ہوتا ہے لیکن حکومتوں کی طرف سے ملکی اشیاء پر ٹیکس اور اشیاء کے درآمدات و برآمد پر ٹیکس یا قیمتوں پر کنٹرول کی وجہ سے کرنسیوں کی قوتِ خرید حقیقی نہیں رہتی تو کیا شرحِ مبادلہ کا تعین غیر حقیقی قوتِ خرید سے ہوتا ہے؟

۲۔ اس نظریہ پر ایک اہم اعتراض یہ ہے کہ اس نظریہ کے تحت تمام اشیاء کی قیمتوں میں تبدیلی کا اثر شرحِ مبادلہ پر ہوتا ہے مگر بہت سی اشیاء ایسی بھی ہوتی ہوتی ہیں جو بیرونی تجارت میں شامل نہیں ہوتیں یا جن کی برآمد ہو ہی نہیں سکتی تو ان کی قیمتوں میں تبدیلی کے باعث شرح تبادلہ کیونکر متاثر ہو سکتی ہے؟

۳۔ غیر ملکی تجارت مرئی اشیاء میں بھی ہوتی ہے اور خدمات میں بھی نظریۂ مساواتِ قوتِ خرید میں صرف مرئی اشیاء کو شامل کیا گیا ہے۔ جبکہ غیر مرئی اشیاء یا خدمات کے معاوضوں کا کوئی ذکر نہیں، بنکوں بیمہ کمپنیوں کے منافعوں اور سرمایہ کی درآمد و برآمد جیسی اہم مدات کو شرحِ مبادلہ کے تعین کے سلسلہ میں شامل نہ کرنا درست نہیں۔

۴۔ اس نظریہ کے مطابق اشیاء کی قیمتوں میں تبدیلی شرحِ مبادلہ پر اثر ڈالتی ہے لیکن شرحِ مبادلہ کی تبدیلی کا اثر اشیاء کی قیمتوں پر نہیں پڑتا۔ عملی دنیا میں شرحِ مبادلہ میں تبدیلی بھی اشیاء کی قیمتوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

Marfat.com

۵۔ یہ نظریہ ساکن حالات کے تحت تو درست کہا جا سکتا ہے لیکن حالات ساکن نہیں رہتے بلکہ متحرک ہوتے ہیں۔

۶۔ اس نظریہ کے تحت اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ شرح مبادلہ کا تعین کرنسیوں کی قوت خرید کے مطابق ہوتا ہے تو قوتِ خرید کی تبدیلیوں کی پیمائش کی مشکلات بہت ہیں۔ اشاری اعداد کا بنانا بہت دشوار ہے اور ان کے بنانے میں غلطیاں ہونے کا احتمال ہوتا ہے اس کے نتیجہ میں قوت خرید کا موازنہ صحیح نہیں ہو سکتا۔

۷۔ یہ نظریہ قلیل مدت کے لیے درست ہے لیکن طویل مدت میں شرح مبادلہ اور قیمتیں ایک ہی سمت میں حرکت کر رہی ہوتی ہیں اور یہ معلوم کرنا دشوار ہوتا ہے کہ شرحِ مبادلہ کی وجہ سے قیمتیں تبدیل ہو رہی ہیں یا اس کے برعکس قیمتوں میں تبدیلی کی وجہ سے شرح مبادلہ پر اثر پڑ رہا ہے۔

۸۔ اس نظریہ کے تحت ملکوں کی باہمی بیرونی طلب کی لچک کو نظرانداز کر دیا گیا ہے باہمی طلب کی لچک کے معلوم کیے بغیر شرح مبادلہ میں تبدیلیوں کا صحیح علم نہیں ہو سکتا۔

۹۔ اگر کسی ملک میں توازنِ ادائیگی خسارے میں ہو تو اس ملک کی کرنسی کی طلب گر جائے گی۔ اور شرح مبادلہ بھی گر جائے گی اور اس کے برعکس اگر توازن ادائیگی فاضل ہو تو اس ملک کی کرنسی کی طلب بڑھ جائے گی اور اس کرنسی کی شرح مبادلہ بھی زیادہ ہو جائے گی۔ شرح مبادلہ میں یہ تبدیلیاں اس صورت میں بھی ہو سکتی ہیں کہ دونوں ممالک میں قیمتوں کی سطح برقرار رہے اور قوتِ خرید میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نظریۂ مساواتِ قوتِ خرید شرحِ مبادلہ کی تبدیلیوں کو ہر حالت میں بیان کرنے سے قاصر ہے۔

نظریۂ مساواتِ قوتِ خرید پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں اور جن اہم خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان کو تسلیم کرنے کے باوجود یہ ماننا پڑے گا کہ یہ نظریہ بہت اہم ہے۔ تمام کرنسیوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اس میں شرح مبادلہ پر قوتِ خرید کے اثرات کو پوری اہمیت دی گئی ہے اور شرحِ مبادلہ کو متعین کرنے والی براہِ راست قوتوں کے بجائے بنیادی یا اساسی قوتوں کی تشریح کرنے کی کوشش کی گئی۔

Marfat.com

بین الاقوامی زری فنڈ

International Monetary Fund or IMF

طلائی معیار کو ایک مثالی معیار اس لیے سمجھا جاتا تھا کہ اس کے تحت کرنسیوں کے درمیان شرح مبادلہ بہ آسانی مقرر ہو جاتی تھی اور اس میں زیادہ شدید اتار چڑھاؤ بھی نہ ہوتے تھے مگر دوسری جنگِ عظیم کے بعد جب زیادہ تر ممالک نے طلائی معیار کو ترک کر کے غیر بدل پذیر زر کاغذی کے معیار کو اپنا لیا تو شرح مبادلہ میں شدید تغیرات ہونے لگے تو ۱۹۴۴ء امریکہ میں بریٹن وڈوز (Bretton Woods) کے مقام پر ایک بین الاقوامی مالی کانفرنس میں ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کی سفارش کی گئی جو مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان شرح مبادلہ مستحکم رکھ سکے۔ اس ادارہ کو بین الاقوامی زری فنڈ" (International Monetary Fund or IMF) کا نام دیا گیا اور ۱۹۴۷ء سے اس ادارے نے کام شروع کر دیا اور اس طرح ایک نئے زری نظام کا آغاز ہوا۔

بین الاقوامی زری فنڈ کے ہر رکن ملک کا اس کی بیرونی تجارت کے حجم قومی آمدنی اور آبادی کے تناسب سے ایک حصہ مقرر کر دیا گیا جو ہر ملک کو سونے اور کرنسی کی شکل میں ادا کرنا پڑتا ہے اس طرح اس فنڈ کے پاس ہر ملک کی کرنسی اور سونے کا ذخیرہ ہوتا ہے تمام ممالک کی کرنسیوں کا باہمی شرحِ مبادلہ جو ایک مرتبہ طے ہو جاتا ہے اس میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی ملک اپنی کرنسی میں ۱۰ فیصد تک شرحِ مبادلہ تبدیل کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہوتی ہے لیکن ۱۰ فیصد سے زائد تبدیلی کے لیے بین الاقوامی زری فنڈ کی منظوری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی ملک کی توازنِ ادائیگی کافی عرصہ تک خسارے میں رہے یا فاضل رہے تو فنڈ اس ملک کو شرحِ مبادلہ تبدیل کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ خود فنڈ بھی اس ملک کو شرحِ مبادلہ تبدیل کرنے کا مشورہ دے سکتا ہے۔

اس فنڈ کے ذریعے توازنِ ادائیگی میں بھی بہت آسانی ہوتی ہے کیونکہ اس فنڈ کا طریقۂ کار یہ ہے کہ جب کوئی ملک دوسرے کو ادائیگیاں کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے ملک کی کرنسی فنڈ کے حوالے کرتا ہے اور فنڈ اپنے پاس جمع شدہ کرنسیوں کے ذخیرہ میں سے دوسرے ملک کی مطلوبہ کرنسی کے ذریعے ادائیگی کر دیتا ہے۔ فرض کیجیے پاکستان کو امریکی ڈالر یا برطانوی پاؤنڈ یا کسی اور ملک کی کرنسی میں ادائیگی کرنا ہے تو پاکستان پاکستانی روپے ہی فنڈ کے حوالے

Marfat.com

کر دیگا۔ فنڈ کے پاس امریکی ڈالر، برطانوی پاؤنڈ اور دوسری تمام کرنسیاں موجود ہیں۔ پاکستان کی کرنسی (پاکستانی روپے) فنڈ کے پاس بڑھ جائیں گے۔ فنڈ ایک حد مقرر کر دیتا ہے جس سے زیادہ کوئی کرنسی بنک کے ذخیرہ میں جمع نہیں ہونا چاہئیے اور اسی طرح اگر کوئی ایک کرنسی زیادہ استعمال ہوتی رہی ہو یعنی نکلوائی جاتی رہی ہو اور بنک کے پاس اس کا ذخیرہ ایک حد سے کم ہو جائے تو ایسی ہر دو صورتوں میں فنڈ کی طرف سے دونوں ممالک کو ہدایات جاری کی جائیں گی تاکہ اپنے توازن ادائیگی کو دونوں ممالک درست کریں ایک اپنی درآمدات پر رکاوٹیں کھڑی کر کے اور دوسرا ایسی رکاوٹوں کو دور کر کے اپنے توازنِ ادائیگی کو درست کریں۔

اس فنڈ نے بہت مفید کام سرانجام دیئے اور ایسے وقت جبکہ بیرونی ادائیگیوں کا مسئلہ بہت اُلجھا ہُوا اور پریشان کُن تھا اس مسئلہ کا حل کیا لیکن اس کے باوجود یہ فنڈ مکمل طور پر اس مسئلہ کا حل پیش نہ کر سکا۔ بعد میں فنڈ کے نظام میں کچھ تبدیلیاں بھی عمل میں لائی گئیں اور فنڈ کے وسائل میں اضافہ بھی کیا گیا۔ لیکن اس کی تمام کمزوریوں کے باوجود یہ ماننا پڑتا ہے کہ زری فنڈ کا نظام بہت مفید ثابت ہُوا ہے۔

Exchange Depreciation And Devaluation

کرنسی کی تخفیفِ قدر و کرنسی کا استحقارِ قدر

اگرچہ دونوں اصطلاحات عام طور پر ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتی ہیں مگر ان میں فنی فرق ہے۔ کرنسی کے (استحقار قدر (Depreciation) سے مراد ہے کہ ایک کرنسی کی قدر دوسری کرنسیوں کے عوض گر گئی ہے۔ یعنی ایک ملک کی کرنسی کی ایک اکائی کے بدلے دوسرے ملکوں کی نسبتاً کم کرنسی حاصل ہوگی جبکہ کرنسی کی "تخفیفِ قدر" (Devaluation) سے مراد ہے کہ سونے کی قیمت کی صورت میں کرنسی کی قدر کم ہو گئی ہے۔ اگر سونے کی قیمت متغیر ہو تو کسی ایک کرنسی میں "استحقار قدر" ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کرنسی کی "تخفیفِ قدر" ہو گئی ہے مگر ایک صورت ایسی بھی ہے جبکہ کرنسی کی "تخفیفِ قدر" تو ہو سکتی ہے مگر کرنسی کا "استحقار قدر" نہیں ہوتا یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ تمام ممالک اپنی اپنی کرنسیوں کی قدر سونے کی شکل میں ایک ہی نسبت سے کم کر دیں تب عالمی کرنسیوں کی "تخفیفِ قدر" عمل میں آئے گی۔ یعنی تمام ممالک میں سونے کی قیمت ایک ہی نسبت سے بڑھ جائے گی مگر "استحقارِ قدر" کسی کرنسی کا نہیں ہوگا کیونکہ تمام کرنسیوں کی باہمی قدروں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔

بعض ماہرینِ معاشیات ان دونوں اصطلاحات کا فرق یوں واضح کرتے ہیں کہ کرنسی

Marfat.com

کے استحقارِ قدر (Depreciation) کی اصطلاح اس وقت استعمال ہوگی جب کھلے بازار میں کرنسی کی بیرونی قدر کم ہو جائے جبکہ حکومت نے شرحِ مبادلہ کی سطح کو مقرر کرنے کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا ہو دوسری جانب کرنسی کی تخفیفِ قدر کی اصطلاح اس وقت استعمال ہوتی ہے جب حکومت شرحِ مبادلہ کو قصداً یا بالارادہ ایک سطح سے دوسری سطح پر مقرر کرے۔ مثلاً جب کینیڈین ڈالر کی قدر ۱۹۵۰ء میں خود بخود گر گئی تو اسے ڈالر کا استحقارِ قدر کہا گیا مگر جب ۱۹۶۷ء میں برطانوی پونڈ کی قدر ۲٫۸۰ ڈالر سے کم کر کے ۲٫۴۰ ڈالر مقرر کی گئی تو اسے برطانوی پونڈ کی تخفیفِ قدر کا نام دیا گیا۔

فرض کریں اگر پاکستانی روپے کی شرحِ مبادلہ ڈالر کی شکل میں یہ ہو:

۱ ڈالر = ۱۰ پاکستانی روپے

اب اگر ڈالر کی تخفیفِ قدر ہو جائے تو نئی شرح یہ ہو سکتی ہے:

۱ ڈالر = ۹ پاکستانی روپے

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک ڈالر دس کے بجائے صرف ۹ پاکستانی روپے کے عوض تبدیل ہوگا۔ یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک ڈالر کو خریدنے کے لیے دس کے بجائے صرف ۹ پاکستانی روپے درکار ہوں گے۔ اس طرح ڈالر کی تخفیفِ قدر کا مطلب یہ ہوگا کہ پاکستانی روپے کی قدر بڑھ جائے گی۔ یعنی پاکستانی روپیہ کا "اضافۂ قدر" ہو جائے گا۔

جس طرح "تخفیفِ قدر" کے مقابلہ میں "اضافۂ قدر" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے اسی طرح کرنسی کے "استحقارِ قدر" (Depreciation) کے مقابلہ میں "استکبارِ قدر" (Appreciation) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے[1]۔

اگر کوئی ملک کرنسی کی تخفیفِ قدر کی پالیسی پر گامزن ہو تو اس کے مندرجہ ذیل اثرات معیشت پر مرتب ہوں گے:

۱۔ ملک کی برآمدات بیرونی دنیا میں سستی ہو جائیں گی اور برآمدات کی بیرونی طلب میں اضافہ ہوگا۔ اور برآمدات بڑھ جائیں گی۔

۲۔ ملک کی درآمدات پہلے کی نسبت مہنگی ہو جائیں گی۔ اس لیے کم خریدی جائیں گی اور درآمدات میں کمی آ جائے گی۔

---

[1] دیکھئے کتاب International Economics by Sidney Wells (ch.13)

Marfat.com

۳۔ برآمدات کے بڑھنے سے اشیائے برآمد کی ملکی پیداوار میں بھی اضافہ ہو گا۔

۴۔ درآمدات کے کم ہونے کی وجہ سے بھی اشیائے درآمدات کو ملک میں ہی بنانے کی حوصلہ افزائی ہو گی یا ان کا نعم البدل ملک میں تیار ہونے لگے گا۔

۵۔ لوگوں کی آمدنیوں میں اضافہ ہو گا، روزگار بڑھے گا اور قومی آمدنی میں بھی اضافہ ہو گا۔

۶۔ توازنِ ادائیگی پر اچھا اثر پڑے گا اور خسارے کو دور کر کے توازنِ ادائیگی کو متوازن بنایا جا سکے گا۔

۷۔ ملک کی نسبت درآمد و برآمد عام طور پر ملک کے لیے غیر موافق ہو جاتی ہے کیونکہ ملک اشیائے برآمد میں تخصیص رکھتا ہے جبکہ اس کی درآمدات میں اتنی تخصیص نہیں ہوتی۔

۸۔ اگر ملک میں وسائل بیکار پڑے ہوں تو صرف سرمایہ کاری اور برآمدات میں اضافہ کی وجہ سے ان وسائل کا استعمال ہونے لگے گا۔

۹۔ اگر حکومت ملک میں زر اور اعتبارِ زر کی رسد کو کنٹرول نہ کر سکے تو قیمتوں کے بڑھنے کا خدشہ ہے جس کے اثرات معیشت کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔

۱۰۔ قیمتوں کے بڑھنے سے اجرتوں میں بھی اضافہ کا مطالبہ ہو گا اور اجرتیں بڑھانے سے اشیا بنانے کی لاگت متاثر ہو گی اور بڑھ جائے گی اور برآمدات میں جو اضافہ شروع میں ملک کو حاصل ہوا تھا اشیائے برآمد کی لاگت بڑھ جانے سے کم ہونے لگے گا اور ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد برآمدات کی قیمتیں بیرونِ ملک اس قدر زیادہ ہو جائیں کہ برآمدات کے لیے بیرونی طلب کم ہو جائے تو ایسی حالت میں ملک کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔

۱۱۔ ملک میں آمدنیوں کی تقسیم بھی متاثر ہو گی۔ کیونکہ قیمتوں کے بڑھنے کی وجہ سے (الف) حقیقی آمدنی مقررہ آمدنی حاصل کرنے والوں سے نکل کر معیشت کے باقی شعبوں کی جانب منتقل ہونے لگے گی (ب) اجرتیں حاصل کرنے والوں سے حقیقی آمدنی نکل کر منافع حاصل کرنے والوں کی جانب منتقل ہو جائے گی (ج) حقیقی آمدنی ٹیکس دہندگان سے نکل کر حکومت کے پاس چلی جائے گی۔

۱۲۔ کرنسی میں تخفیفِ قدر کے باعث قیمتیں بڑھ جاتی ہیں جس کی وجہ سے ایسی سرمایہ کاری پر برا اثر پڑتا ہے جسمیں درآمدی مشینیں یا درآمدی خام مال استعمال ہوتا ہے کیونکہ درآمدی اشیا کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔

Marfat.com

۱۳۔ اگر کرنسی میں تخفیفِ قدر کے باعث قیمتیں زیادہ ہو جانے کو لوگ مزید قیمتیں بڑھنے کا پیش خیمہ سمجھنے لگیں یا انہیں کرنسی میں مزید تخفیفِ قدر ہو جانے کا خدشہ ہو تو ایسے حالات میں لوگ مزید اشیأ خریدنا شروع کر دیں گے۔ اشیأ کی طلب زیادہ ہو جائے گی اور قیمتیں مزید بڑھ جائیں گی۔

۱۴۔ کرنسی میں تخفیفِ قدر کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسے صارفین اور فرمیں جو ایک خاص مقصد کو حاصل کرنے کے لیے زر بچاتے ہیں، زر کی قدر میں کمی ہوتے دیکھ کر اس کمی کو زیادہ بچت کے ذریعے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس لیے وہ اپنی خرید کم کر دیتے ہیں اور اثاثوں یا کفالتوں کو بیچنا شروع کر دیتے ہیں طلب کی کمی سے سرمایہ کاری پر برا اثر پڑتا ہے اور اثاثوں یا کفالتوں کی فروخت سے ان کی قیمتیں گر جائیں گی اور شرحِ سود میں اضافہ ہو جائے گا جس سے سرمایہ کاری میں مزید کمی ہو گی۔

۱۵۔ کرنسی کی تخفیفِ قدر کا مقابلہ کرنے کے لیے دوسرے ممالک جوابی کارروائی کر سکتے ہیں

۱۶۔ کرنسی کی تخفیفِ قدر سے تخمین یا سٹہ باز کرنسی کی تخفیفِ قدر کا قیاس کرتے ہوئے ملک سے سرمایہ بیرون ملک منتقل کر دیتے ہیں تاکہ کرنسی کی مزید تخفیفِ قدر میں دوبارہ سرمایہ ملک میں لا کر فائدہ اٹھائیں۔

کرنسی کی تخفیفِ قدر کے اثرات معیشت پر اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں لیکن یہ معلوم کرنے کے لیے کہ اس پالیسی سے ملک کو مجموعی طور پر فائدہ پہنچے گا یا نقصان اٹھانا پڑے گا یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ کرنسی کی تخفیفِ قدر سے برآمدات کی مالیت اور درآمدات کی مالیت کس حد تک متاثر ہو گی اور اس کے لیے اس ملک میں درآمدات کے لیے طلب کی لچک اور بیرونی ممالک میں اس ملک کی برآمدات کے لیے طلب کی لچک معلوم کرنا ہو گی اور تب یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آیا مجموعی طور پر برآمدات کے بڑھنے لیکن بیرونی کرنسیوں میں ان کی قیمتوں کے گرنے سے برآمدات کی مجموعی مالیت بڑھ جائے گی یا نہیں اور دوسری جانب درآمدات کے کم ہونے مگر ان کی قیمتیں بڑھ جانے سے درآمدات کی مجموعی مالیت بڑھے گی یا کم ہو گی۔ نئی برآمدات کی مالیت اور نئی درآمدات کی مالیت کا موازنہ کرنے سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ کرنسی کی تخفیفِ قدر سے ملک کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان ہو گا۔

بعض ماہرینِ معاشیات نے اس سلسلے میں ایسے فارمولے وضع کیے ہیں یا ایسی شرائط

Marfat.com

بتائی ہیں جو اس پالیسی کی کامیابی کی ضامن ہوگی اُن میں سے ایک شرط مارشل لرنر شرط (The Marshall Lerner Condition) کے نام سے مشہور ہے اس کے مطابق "اگر ملک کی برآمدات کی بیرونِ ملک طلب کی لچک اور اس کی درآمدات کی اندرونِ ملک طلب کی لچک کا مجموعہ اکائی سے زائد ہو تو کرنسی کی تخفیفِ قدر کی پالیسی توازنِ ادائیگی کے خسارے کو دُور کرنے میں کامیاب رہے گی۔" ملک کی برآمدات د درآمدات کی طلب کی لچکوں کا مجموعہ اکائی سے جتنا زیادہ (مثلاً پانچ یا چھ کے برابر) بلند ہوگا۔ اتنا ہی اس ملک کو اپنا توازنِ ادائیگی بہتر بنانے کے لیے اپنی کرنسی کی بیرونی قدر کم تناسب سے گرانے کی ضرورت ہوگی۔

بیرونی تجارت پر پابندیاں

ہر ملک کو اپنے توازنِ ادائیگی کو متوازن رکھنے کے لیے کچھ اقدامات کرنا پڑتے خصوصاً اگر توازنِ ادائیگی ملک کے حق میں نہ ہو، ایسی صورت میں حکومت مختلف تدابیر اختیار کرتی ہے اور بیرونی تجارت پر پابندیاں عائد کرتی ہے۔ یہ پابندیاں کئی شکلوں میں عائد کی جاسکتی ہیں جن میں دو بہت اہم ہیں اکثر ممالک اپنی بیرونی تجارت میں ان دو قسم کی پابندیوں کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱. درآمدی محصول (Tariffs)

۲. درآمدی کوٹا (Protective Effect)

ان کی وضاحت درجِ ذیل ہے:

درآمدی محصول

دوسرے ممالک سے درآمد کی جانے والی اشیا پر جو محصول یا ٹیکس عائد کیا جاتا ہے اسے درآمدی ٹیکس کا نام دیا جاتا ہے۔ اگر محصول عاید کرنے کا مقصد صرف حکومت کی آمدنی کا ایک ذریعہ مہیا کرنا ہو تو اسے "مالیاتی درآمدی محصول" کہا جاتا ہے اور اگر محصول صرف اس لیے عاید کیا گیا ہو کہ ملکی صنعت کو تامین ملے تو اسے "تامینی درآمدی محصول" کہا جاتا ہے۔ عام طور پر اس صورت میں درآمدی شے یا اشیائ پر بھاری محصول لگایا جاتا ہے جبکہ اپنے ملک میں تیار کی جانے والی اس شے یا اشیائ پر کوئی محصول نہیں ہوتا۔

جب درآمدی محصول عائد کیا جاتا ہے تو درآمد شدہ شے مہنگی ہو جاتی ہے کیونکہ صارفین کو شے کی قیمت کی صورت میں درآمدی محصول بھی ادا کرنا پڑتا ہے اس شے کی قیمت کے بڑھ جانے سے معیشت پر کئی اثرات مرتب ہوتے ہیں جن کو اگلے صفحے پر ڈائیگرام

Marfat.com

کے ذریعے واضح کیا گیا ہے ۔

ڈائیگرام میں کسی ملک میں ایک شے کی طلب و رسد کے خطوط کھینچے گئے ہیں جن کے مطابق بیرونی تجارت کی عدم موجودگی میں قیمت "OP" متعین ہوتی جس پہ مقدار طلب اور

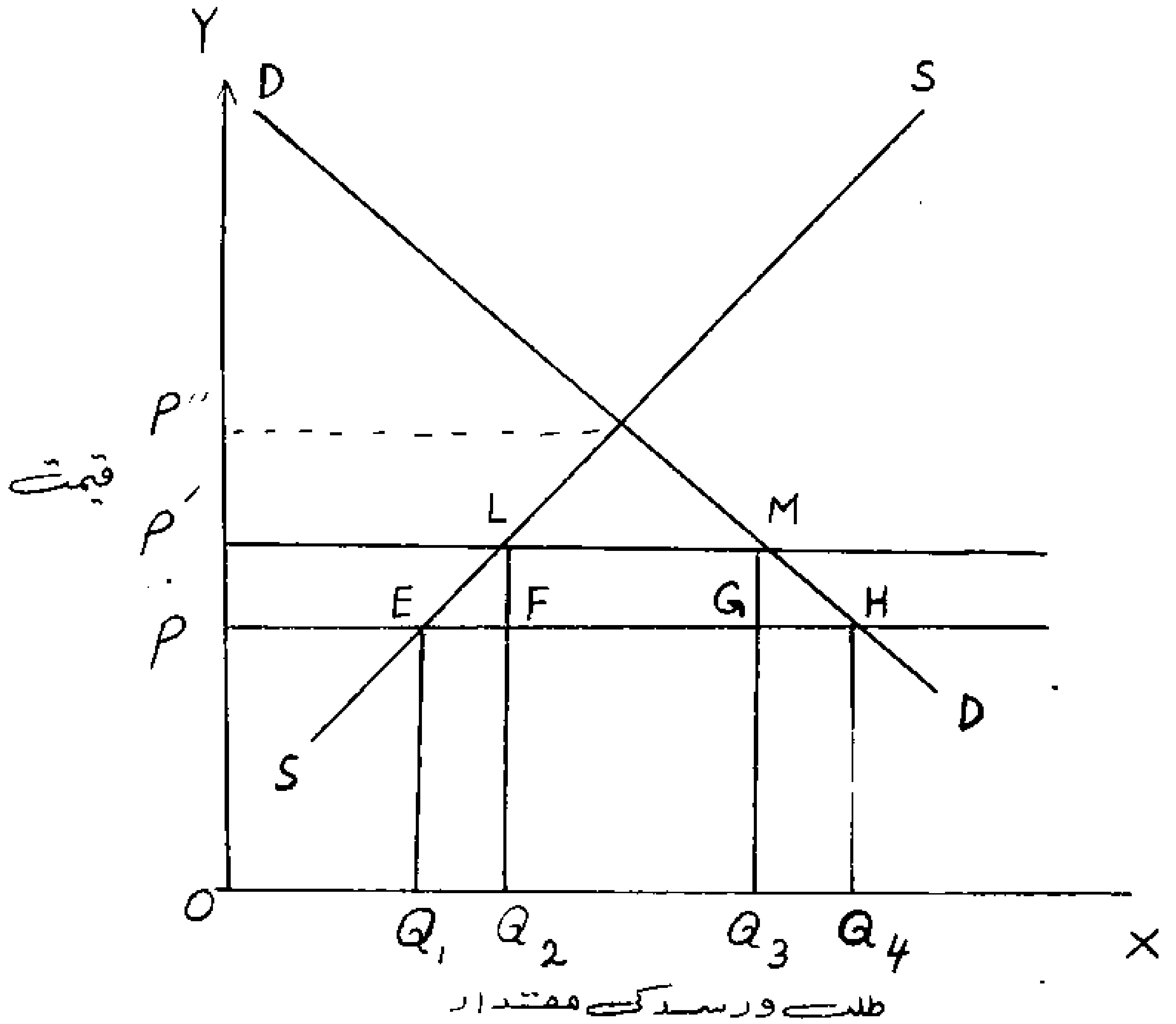

مقدار رسد برابر ہو جاتی مگر بیرونی تجارت کے ذریعے یہ شے کسی ایسے دوسرے ملک سے درآمد کی جاتی ہے جو اس شے کو کم قیمت پر مہیا کر سکتا ہے۔ مثلاً ڈائیگرام میں OP قیمت پر یہ شے درآمد کی جاتی ہے۔ OP قیمت پر اندرون ملک پیداوار کی مقدار = PE یا OQ_1 اور شے کی درآمدی مقدار = EH یا Q_1Q_4 یعنی ملک میں اس شے کی کل مقدار جو صرف کے لیے میسر ہے وہ PH یا OQ_4 ہے یعنی (PE + EH) یا $(OQ_1 + Q_1Q_4)$

اب فرض کیجئے کہ 'PP کے برابر درآمدی محصول عاید کر دیا جاتا ہے تو درآمدی شے کی قیمت 'OP (یعنی 'OP + PP) ہو جاتی ہے لیکن اب بھی یہ قیمت اس قیمت سے کم ہے جو بیرونی تجارت کی عدم موجودگی میں ملک میں رائج ہوتی۔ درآمدی محصول لگانے سے جو

Marfat.com

قیمت میں اضافہ ہوا ہے وہ اس شے کی اندرونِ ملک پیداوار پر بھی اثر ڈالے گا اور درآمد کی مقدار پر بھی اثر ڈالے گا کیونکہ قیمت کے بڑھ جانے سے اس شے کی طلب کم ہو جائے گی ڈائیگرام میں ظاہر ہے کہ کل صرف OQ_4 سے کم ہو کر صرف OQ_3 رہ جائے گا۔ اس شے کی ملکی پیداوار OQ_1 سے بڑھ کر OQ_2 ہو جائے گی اور درآمدی مقدار Q_1Q_4 سے کم ہو کر صرف Q_2Q_3 رہ جائے گی۔

اس سے یہ ظاہر ہے کہ درآمدی محصول کے فوری اثرات میں قیمت کا بڑھ جانا اندرونِ ملک شے کی پیداوار میں اضافہ ہونا اور درآمدی مقدار میں کمی ہونا اور شے کے صرف میں کمی ہونا شامل ہیں۔

عام طور پر درآمدی محصول کے مندرجہ ذیل اثرات بیان کیے جاتے ہیں

۱۔ **تامینی اثر**: ( ) درآمدی محصول سے ملکی صنعت کو تحفظ حاصل ہوتا ہے اور ملکی پیداوار کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ملکی پیداوار OQ_1 سے بڑھ کر OQ_2 ہو جاتی ہے۔ ملکی پیداوار کی مقدار میں جو اضافہ Q_1Q_2 ہوا ہے اسے درآمدی محصول کا تامینی اثر کہا جاتا ہے۔
پس تامینی اثر مثبت ہے۔

۲۔ **اثرِ صرف** (Consumption Effect) درآمدی محصول سے قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے صارفین پہلے کی نسبت کم مقدار صرف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ڈائیگرام میں یہ اثرِ صرف Q_4Q_3 سے ظاہر کیا گیا ہے درآمدی محصول لگانے کے قبل صارفین کو OQ_4 مقدار مہیا تھی مگر درآمدی محصول عائد ہونے کے بعد صرف OQ_3 مقدار میسر آتی ہے۔ پس اثرِ صرف منفی ہے۔

۳۔ **اثرِ محصول** (Revenue Effect) درآمدی محصول کے عائد کرنے سے حکومت کو آمدنی حاصل ہوتی ہے جو ڈائیگرام میں مستطیل رقبہ LMGF سے ظاہر کیا گیا ہے۔ حکومت صرف درآمدی مقدار پر محصول وصول کرتی ہے اس لیے اگر مقدارِ درآمد (LM) کو شرحِ محصول (PP' یا LF) سے ضرب دی جائے تو حکومت کو حاصل ہونے والی کل آمدنی معلوم ہو جاتی ہے یعنی رقبہ LMGF۔ یہ اثرِ محصول کہلائے گا۔

Marfat.com

۴۔ اثرِ تقسیم آمدنی (Redistribution Effect)

درآمدی محصول کے عائد ہونے اور شے کی قیمت میں اضافہ ہونے کی وجہ سے ملک میں اس شے کی صنعت میں منافع کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اس شے کو بنانے والے آجرین زیادہ منافع حاصل کرتے ہیں اور درحقیقت یہ منافع وہ رقم ہے جو درآمدی محصول عاید ہونے سے پہلے صارفین کو حاصل ہوتی تھی اب ان کو زیادہ قیمت ادا کرنا پڑتی ہے اور یہ منافع کی صورت میں آجرین کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اس طرح درآمدی محصول کے عائد ہونے سے تقسیم آمدنی متاثر ہوتی ہے اور ڈائیگرام میں EP L M رقبہ سے ظاہر کی گئی رقم صارفین سے نکل کر آجرین کو منتقل ہو جاتی ہے۔ اسے اثرِ تقسیم آمدنی کا نام دیا جاتا ہے۔

درآمدی محصول لگاتے ہوئے مندرجہ بالا درج کیے ہوئے تمام اثرات کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اور مقاصد کو مدِنظر رکھتے ہوئے درآمدی محصول کی شرح مقرر کرنا پڑتی ہے مثلاً اگر صنعت کو مکمل تحفظ دینا ہو اور کوئی دوسری مصلحت پیشِ نظر نہ ہو تو درآمدی محصول کی شرح PP" مقرر کرنا پڑے گی تاکہ قیمت بڑھ کر P"O ہو جائے جس پر ملکی پیداوار کی مقدار اور شے کی طلب ایک ہی سطح پر آ جائیں گی اور اس شے کی درآمد بالکل بند ہو جائے گی۔

درآمدی کوٹہ (Quotas)

بعض حالات میں درآمدی محصولات کے عائد کرنے کی پالیسی کامیاب نہیں ہوتی تو ایسے حالات میں درآمدی محصولات کے بجائے درآمدی کوٹہ مقرر کرنے کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک ملک بیرونی کرنسی کے اشیائے صرف پر استعمال کو کم کرنا چاہتا ہے اور اسے کسی اور اعلیٰ مقصد مثلاً اشیائے سرمایہ کی درآمد پر استعمال کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے پیشِ نظر اشیائے صرف پر درآمدی محصولات عائد کر دیتا ہے تو یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ درآمد شدہ مقدار حکومت کی مرضی کے مطابق ضرور ہی کم ہو جائے گی ہو سکتا ہے کہ صارفین درآمدی محصول عائد ہونے کے باوجود اشیائے صرف درآمد کرتے رہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے ممالک اپنی اشیا کی قیمتیں گرا دیں تاکہ اس ملک میں درآمد کی سطح کم نہ ہو یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب دوسرے ممالک بہت زیادہ منافع حاصل کر رہے ہوں یا ان کا خطِ رسد مکمل طور پر غیر لچکدار ہو۔ مثلاً ایک ملک کاروں کی صنعت کو تحفظ دینا چاہتا ہے تاکہ ملکی صنعت قائم کی جا سکے۔ فرض کیجئے یہ ملک کاروں کی درآمد کرتا ہے ہر کار کی درآمدی قیمت پچاس ہزار روپے ہے۔ دس ہزار کاریں سالانہ درآمد ہوتی ہیں تو کل ادائیگی جو اس ملک کو بیرونی کرنسی میں کرنا ہو گی وہ ہو گی ۵۰ ہزار × دس ہزار = ۵۰ کروڑ روپے۔ اب اگر کاروں

کی قیمت پر ۱۰۰ فیصد درآمدی محصول عاید کر دیا جائے تو اس ملک کے صارفین کو دس ہزار کاروں کی درآمد پر ۵۰ کروڑ روپے کاروں کی اصل قیمت کے علاوہ ۵۰ کروڑ روپے حکومت کو درآمدی محصول کی صورت میں ادا کرنا پڑیں گے یعنی ان کو کل رقم ۱۰۰ کروڑ روپے ادا کرنا ہوگی اور اندازہ یہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب کار کی قیمت جو ایک صارف کو ادا کرنا پڑے گی دوگنی ہوگئی ہے یعنی ایک لاکھ روپے، اس لیے کاروں کی طلب کم ہو جائے گی۔ اور ملک کی صنعت کو تحفظ نصیب ہوگا۔ اور اگر اس کی لاگت پچاس ہزار روپے فی کار سے زیادہ بھی ہو تو ملک میں کھپت ہو جائے گی کیونکہ درآمدی کاریں ایک لاکھ روپے میں درآمد ہو سکے گی۔ مگر یہ تمام منصوبہ ناکام ہو سکتا ہے اگر دوسرا ملک کاروں کی قیمت میں پچاس فیصد کمی کر دے تو درآمدی کار کی اصل قیمت پچاس ہزار روپے کی بجائے ۲۵ ہزار روپے رہ جائے گی، جس پر ۱۰۰ فیصد درآمدی محصول (۲۵ ہزار روپے) شامل کر کے بازار میں کار کی قیمت ۵۰ ہزار روپے ہی رہے گی اور اس طرح درآمدات میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

ایسے حالات میں حکومت درآمدی کوٹہ مقرر کر دیتی ہے مثلاً وہ درآمدی محصول عاید نہیں کرتی بلکہ درآمد شدہ شے کی زیادہ سے زیادہ تعداد یا مقدار مقرر کر دیتی ہے جس سے زائد درآمد نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً کاروں کا درآمدی کوٹہ ایک ہزار کاریں مقرر کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صرف ایک ہزار کاریں ہی درآمد ہو سکیں گی۔ خواہ ان کی قیمت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائے دوسرے ممالک اپنی قیمتوں کو گرا کر ملک میں طلب کو زیادہ نہیں کر سکیں گے اور اس طرح حکومت اپنے منصوبے کے تحت اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگی حکومت کو یقینی طور پر علم ہوگا کہ کتنی شے درآمد ہوگی اور اس کے لیے کس قدر بیرونی زرمبادلہ درکار ہوگا۔

جہاں تک درآمدی کوٹہ کے اثرات کا تعلق ہے وہ تقریباً وہی ہیں جو درآمدی محصول کے تحت ہوتے ہیں صرف اثرِ محصول میں فرق پڑتا ہے۔

درآمدی محصول کے تحت "اثرِ محصول" ہوتا ہے جو حکومت کو درآمدی محصول سے حاصل ہونے والی رقم کے برابر ہوتا ہے۔ درآمدی کوٹہ کے تحت حکومت کو ایسی کوئی آمدنی نہیں ہوتی اس لیے اثر محصول صفر ہوتا ہے۔

جب حکومت درآمدی کوٹہ مقرر کر دیتی ہے تو قیمت خود بخود بڑھنے لگتی ہے کیونکہ قیمت تو وہی مقرر ہوگی جس پر ملکی پیداوار کی مقدار اور درآمدی کوٹہ کی مقدار مل کر طلب کی جانے والی طلب کے برابر ہو جائیں۔

درآمدی محصول والی ڈائیگرام میں فرض کریں کہ حکومت درآمدی کوٹہ Q_3 Q_2 یا

Marfat.com

(M_1M_2) مقرر کر دیتی ہے تو قیمت OP سے بڑھ کر OP' ہو جائے گی کیونکہ OP' پر جو مقدارِ طلب ہے وہ OQ_3 یا $(P'M_2)$ ہے اور اس قیمت پر مقدارِ رسد بھی OQ_3 یا $(P'M_2)$ ہے جس میں ملکی پیداوار کی مقدار OQ_2 یا $(P'M_1)$ اور درآمدی کوٹہ کی مقدار Q_2Q_3 یا (M_1M_2) شامل ہیں۔ پس درآمدی کوٹہ کے تحت بھی قیمت OP سے بڑھ کر OP' ہو گئی ہے۔ اگرچہ حکومت نے درآمدی محصول عاید نہیں کیا۔ لہٰذا اثرِ تقسیمِ آمدنی، اثرِ صرف اور تامینی اثر میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا۔ صرف رقبہ FGM_1M_2 جو درآمدی محصول کے تحت اثرِ آمدنی کہلاتا تھا اور حکومت کو وصول ہوتا تھا۔ اب حکومت کو وصول نہیں ہو گا۔ رہا یہ سوال کہ اب یہ کس کو ملے گا اس کے کئی امکانات ہیں۔ یہ منافع درآمد کنندگان کو پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ درآمد تو کریں گے OP قیمت پر اور فروخت کریں گے OP' قیمت پر اس طرح وہ پورا فائدہ خود اٹھا سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ فائدہ دوسرے ممالک کے آجر اٹھائیں جو اپنی قیمتیں اس لیے بڑھا دیں کہ قیمتیں کم رکھنے سے طلب میں اضافہ نہ ہو گا اس لیے ایسی قیمت رکھی جائے جس پر درآمدی کوٹہ جو مقرر ہو چکا ہے خریدا جا سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ فائدہ بیرونی ممالک کے برآمد کنندگان اٹھائیں اور کچھ فائدہ اس ملک کے درآمد کنندگان حاصل کریں۔ ایک صورت ایسی بھی ہے جس میں حکومت بھی اسے حاصل کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ حکومت درآمدی کوٹہ کے لائسنس کھلے بازار میں نیلام کر دے تو خریداروں اور درآمد کنندگان کے درمیان آپس میں مقابلہ ہو گا اور مقدار مقرر ہونے کی وجہ سے صرف وہ لوگ لائسنس حاصل کر سکیں گے جو زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں گے اور اس طرح مقابلہ کے تحت حکومت OP' قیمت پر لائسنس بیچ سکے گی۔ اگرچہ دوسرے ممالک سے وہ شے OP قیمت پر ہی درآمد ہو گی۔ اور اس طرح حکومت FGM_1M_2 رقبہ کے برابر منافع خود حاصل کر لے گی۔ ایسی صورت میں درآمدی کوٹہ تمام اثرات میں درآمدی محصول کی طرح ہو جائیگا لیکن اسے درآمدی محصول پر یہ فوقیت حاصل ہو گی کہ یہ ان حالات میں بھی کامیاب رہے گا جہاں درآمدی محصول ناکام ہو جائے۔ علاوہ ازیں درآمدی کوٹہ کے تحت حکومت اور آجرین دونوں کو درآمدات کا قطعی طور پر علم ہوتا ہے جو کہ درآمدی محصول کے تحت یقینی نہیں ہوتا۔

مبادلہ پر کنٹرول (Exchange Control)

مبادلہ پر کنٹرول کا ذکر توازنِ ادائیگی کے سلسلہ میں پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ تجارت پر پابندیوں کی ایک صورت مبادلہ پر کنٹرول بھی ہو سکتی ہے۔ مبادلہ پر کنٹرول ایک نظام ہے جس کے

Marfat.com

تحت حکومت شرح مبادلہ کا تعین کرتی ہے اور غیر ملکی زر کی طلب اور رسد کی قوتوں کو شرح مبادلہ کا تعین کرنے میں آزادانہ عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتی بلکہ دخل اندازی کر کے شرح مبادلہ کو ایک خاص معیار پر قائم رکھتی ہے۔ حکومت زرِ مبادلہ کو کنٹرول کرنے کے لیے ایک مرکزی ادارہ قائم کرتی ہے اور عام طور پر مرکزی ادارہ ملک کا مرکزی بنک ہوتا ہے۔ حکومت ہر ایسے شخص کے لیے جو برآمدات یا دوسرے ذرائع سے زرِ مبادلہ کماتا ہے لازمی قرار دیتی ہے کہ وہ کمایا ہوا زرِ مبادلہ اس مرکزی ادارے یا بنک کی تحویل میں دیدے اور اس کے بدلے اپنے ملک کی کرنسی حاصل کرلے۔ دوسری جانب ان تمام افراد کے لیے جو درآمدات یا دوسری کسی وجہ سے غیر ملکی ادائیگیاں کرنا چاہتے ہیں لازمی طور پر اس مرکزی ادارے یا بنک کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور صرف وہ مرکزی ادارہ یا بنک ہی کفایت شعاری اور احتیاط سے کام لیتے ہوئے غیر ملکی زرِ مبادلہ مہیا کرنے کا مجاز ہوگا۔ بالفاظِ دیگر کوئی شے درآمد کرنے کے لیے اس مرکزی ادارہ یا بنک سے اجازت لینا ضروری ہوگا۔ اور اس طرح درآمدی اشیا کو کم کرنے کے لیے حکومت کی پالیسی کے مطابق مقرر کردہ مرکزی ادارہ یا بنک غیر ملکی زرِ مبادلہ فراہم کرنے سے انکار کرسکتا ہے یا محدود مقدار میں اشیا کی درآمد کے لیے غیر ملکی زرِ مبادلہ مہیا کرسکتا ہے۔

Marfat.com

باب ۲۸

سرکاری مالیات

PUBLIC FINANCE

حکومت سے مراد ایسا انتظامیہ ادارہ ہے جو ملک میں نظم وضبط برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کے علاوہ یہ ملک کو بیرونی حملوں سے تحفظ کا بھی بندوبست کرتا ہے۔ حکومت کو لوگوں کی نجی معاشی زندگی میں دخل اندازی کے متعلق کئی نظریات ہیں۔ مرکنٹائلسٹ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے مفکرین کے افکار کے مطابق حکومت کو معاشرہ کی سماجی اور اقتصادی زندگی میں زیادہ سے زیادہ دخل دینا چاہیئے تاکہ ایک فلاحی مملکت کے حصول میں مدد مل سکے لیکن فیزیوکریٹ (Physiocrates) مکتبۂ فکر کے مفکرین ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے نظریات کے مطابق حکومت کو لوگوں کی انفرادی معاشی زندگی میں کوئی دخل اندازی نہیں کرنی چاہیئے ایڈم سمتھ بھی اسی نقطہ نظر کا حامی تھا، اس کے نظریات کے مطابق اگر حکومت لوگوں کی نجی معاشی زندگی میں دخل اندازی کرے تو معاشرہ کی اقتصادی ترقی میں رخنہ پڑ جاتا ہے اس لئے وہ عدم مداخلت کا حامی تھا۔ اس کے نظریہ کے مطابق ہر شخص کو اپنی مرضی کے مطابق پیشہ کے انتخاب میں آزادی ہونی چاہیئے وہ جس قسم کی معاشی زندگی اختیار کرنا چاہیئے۔ حکومت کو اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے۔ ایڈم سمتھ اندرونی اور بیرونی تجارت میں عدم مداخلت کا بھی حامی تھا۔ لیکن کچھ امور میں ایڈم سمتھ بھی حکومت کی دخل اندازی کو جائز اور ضروری سمجھتا ہے مثلاً ملک کو اندرونی انتشار سے بچانے اور لوگوں کے جائز حقوق کی نگہداشت ملک کو بیرونی حملوں سے تحفظ اور ضرورت مند افراد کی تعلیم و تربیت حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ کارل مارکس کی تعلیمات نے معاشی نظریات میں انقلاب برپا کیا۔ اشتراکی معیشت دانوں کے نظریات عدم مداخلت کی پالیسی کے بالکل متضاد ہیں۔ ان کے افکار کے مطابق حکومت کو انفرادی معاشی زندگی پر کا اختیار ہونا چاہیئے۔ تمام عوامل پیدائش اور ذرائع پیدائش پر حکومت کو مکمل اختیار ہونا چاہیئے تاکہ معاشی بحران اور کساد بازاری کے حالات پیدا نہ ہوں لوگوں کو روزگار کے علاوہ تعلیمی اور طبی سہولتیں فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہونی چاہیئے تاکہ لوگ فکر معاش سے آزاد ہو کر اپنی تخلیقی قوتوں سے ملک کی اقتصادی

Marfat.com

سماجی اور معاشرتی ترقی کا باعث بن سکیں۔ ایک طرف اڈم سمتھ کی عدم مداخلت کی پالیسی اور دوسری طرف کینز کی مداخلت کے نظریات آپس میں ٹکراتے ہیں۔ ان کے بین بین ایک ایسا مخلوط معاشی نظام بھی ہے جس میں حکومت صرف اسی صورت میں مداخلت کرتی ہے جب اسکا مقصد سماجی فلاح و بہبود ہو۔ نظام عدم مداخلت کا ہو یا مداخلت کا حکومت کچھ نہ کچھ فرائض ضرور سرانجام دیتی ہے اور ان فرائض کی سرانجام دہی کے لئے حکومت کو کچھ انتظامی اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں اور ان اخراجات کے پورا کرنے کے لئے حکومت لوگوں پر محصولات عائد کرتی ہے۔

دو عالمی جنگوں، معاشی بحران، افراط زر، افزائش آبادی اور مختلف ممالک کے مابین اقتصادی عدم مساوات نے حکومت کے کردار کو دوچند کر دیا ہے۔ پسماندہ معیشت پر ترقی یافتہ ممالک کے نمائشی اثرات نے لوگوں میں اقتصادی ترقی کا جذبہ پیدا کر دیا ہے اور جمہوری اقدار کی ترقی نے حکومت کو ان خواہشات کے احترام پر مجبور کر دیا ہے۔ چنانچہ اب دنیا کی تقریباً تمام حکومتیں عدم مداخلت کی پالیسی ترک کرنے پر مجبور ہو چکی ہیں۔ ہر حکومت اپنے وسائل کو معینہ مدت میں مسخر کرنے اور عوام کا معیاری زندگی بلند کرنے کے لئے منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ یہ منصوبہ بندی اسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔ جب حکومت انفرادی معاشی زندگی میں اس نظریہ سے دخل اندازی کرے کہ اس میں معاشرہ کی فلاح و بہبود کا پہلا مضمر ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں سرکاری مالیات کا کردار

پسماندہ ممالک میں حکومت کو غربت اور افلاس کے منحوس چکر کو توڑنے، مادی وسائل کو بروئے کار لانے، قومی پیداوار میں اضافے، سالانہ ترقیاتی شرح کو تیز کرنے اور کامل روزگار کی سطح حاصل کرنے میں نمایاں اور اہم رول ادا کرنا ہوتا ہے۔ ان ممالک میں مادی وسائل کی بہتات ہو سکتی ہے۔ نجی افراد میں کاروباری ادارے قائم کرنے کا رجحان مفقود ہوتا ہے۔ فنی اور تکنیکی مہارت میں شدت سے کمی ہوتی ہے۔ ذرائع آمد و رفت اور رسل و رسائل پسماندہ ہوتے ہیں۔ بجلی پانی کے وسائل تشنہ ترقی ہوتے ہیں۔ عوام کا معیار زندگی اور فی کس آمدنی پست ترین ہوتی ہے میلان بچت پست ہونے کے علاوہ معیشت ایسے مالی اداروں سے محروم ہوتی ہے جو نجی پس انداز کی ہوئی رقوم کو صحیح انداز میں استعمال کر سکے۔ ایسے حالات میں صرف حکومت ہی ملکی وسائل کو ترقی دینے روزگار اور کامل روزگار کی سطح حاصل کرنے میں نمایاں رول ادا کر سکتی ہے۔

پسماندہ ممالک کو سرمایہ کی کمی کا مسئلہ درپیش رہتا ہے۔ مالیاتی اقدامات کے ذریعے بچت کی شرح کو بلند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ اقتصادی ضروریات کے مطابق تشکیل سرمایہ

Marfat.com

کی شرح بھی بلند کی جا سکے چونکہ پسماندہ ممالک میں لوگ انتہائی غریب اور ان کی فی کس آمدنیاں بہت پست ہوتی ہیں۔ اس لیے وہاں بچت کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ بچتوں کی حوصلہ افزائی اور تشکیل سرمایہ کی شرح تیز کرنا حکومت کے اہم اور بنیادی معاشی فرائض میں شامل ہے۔ ان ممالک میں امیر طبقہ جو اگرچہ اقلیت میں ہوتا ہے بچا سکنے کی استطاعت رکھتا ہے لیکن نمود و نمائش کی وجہ سے وہ اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ اشیاء تعیش پر خرچ کر دیتا ہے۔ اگر ان ممالک میں اقتصادی ترقی کی وجہ سے فی کس آمدنی میں اضافہ بھی ہوا ہو تو نمائشی اثر کے تحت زائد کمائی ہوئی رقم سامانِ تعیش پر خرچ ہو جاتی ہے جس سے میلانِ صرف کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، نتیجتہً ترقیاتی اور بار آور سرمایہ کاری کے لئے سرمایہ کی شدت سے کمی محسوس کی جاتی ہے۔ حکومت امیروں پر ٹیکس کی شرح بڑھا کر یا نئے ٹیکس نافذ کر کے ان سے مالی وسائل ترقیاتی کاموں کے لئے حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے حالات میں جب لوگ رضا کارانہ طور پر بچتیں کرنے پر آمادہ نہ ہوں۔ حکومت ٹیکسوں کے نفاذ سے جبری بچتوں کی شرح بلند کر سکتی ہے۔ آمدنی میں اضافہ کے ساتھ اوسط میلان بچت کی بجائے مختتم میلان بچت میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ جب مختتم شرح بچت بڑھتی ہے تو اوسط شرح بچت میں بھی اضافہ ہوتا ہے اس سے سرمایہ کی تشکیل اور اقتصادی ترقی کی شرح تیز ہوتی ہے۔

اشتراکی ممالک میں صرف اور معیار زندگی پست کر کے تشکیل سرمایہ کی شرح بلند کی جاتی ہے لیکن جمہوری سرمایہ دارانہ نظام میں معیار زندگی بلند کرنا سب سے اعلیٰ اور ارفع مقصد ہوتا ہے اس لئے حکومت اقتصادی ترقی کی غرض سے مالی وسائل کی فراہمی کے لئے دیگر ذرائع اختیار کرتی ہے اس سے نجی سرمایہ کاری کے ساتھ سرکاری سرمایہ کاری اور سرکاری صرفی اخراجات کی حیثیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ٹیکسوں کے ذریعے اجتماعی بچتوں اور نجی سرمایہ کاری کو یقینی بنانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ پیدائش دولت اور صرف دولت کو ایک خاص سطح پر رکھنے کے لئے سرکاری مالیات ایک نہایت عمدہ موثر اور طاقتور آلہ ثابت ہوتا ہے۔ ٹیکسوں میں چھوٹ، سرمایہ کاری کو ترغیب دیتی ہے غیر پسندیدہ صرف کو روکنے میں ٹیکس کو بطور آلہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان میں اہم اور کلیدی صنعتوں کے قیام اور فروغ پر پانچ سے سات سال کے لئے ٹیکس میں چھوٹ دی جاتی ہے۔ غیر پیداوار سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی بھی مالی اقدامات کے ذریعے ہی کی جاتی ہے۔ اسی طرح جس شے کے صرف کو کم کرنا مقصود ہو۔ اُس شے پر ٹیکس کی شرح بڑھا دی جاتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں مالی اور مالیاتی اقدامات کے ساتھ ساتھ قیمتوں کی میکانیت بھی معاشی سرگرمیوں میں تیز یا سست روی پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے

Marfat.com

سرکاری مالیات کا مفہوم

Definition of Public Finance

سرکاری مالیات معاشیات کی اس شاخ کا نام ہے جس کا تعلق حکومت کی آمدنی اور اخراجات سے ہوتا ہے اس میں ان امور کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ حکومت اپنی آمدنی کن ذرائع سے حاصل کرتی ہے اور اسے کیسے خرچ کرتی ہے۔

مسٹر آدم سمتھ نے سرکاری مالیات کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"سرکاری اخراجات اور آمدنی، نوعیت اور قواعد وضوابط کو سرکاری مالیات کہا جاتا ہے"۔

قدیم زمانہ میں حکومت صرف اندرونی امن اور بیرونی تحفظ کے لئے محصولات عائد کرتی تھی۔اس زمانہ میں حکومت کے فرائض کا دائرہ عمل بہت محدود تھا لیکن دورہ حاضرہ میں حکومت ملکی امن وامان اور بیرونی تحفظ کے لئے بے شمار فرائض سرانجام دے رہی ہے وہ قدرتی ذرائع کو بروئے کار لاکر قومی دولت میں اضافہ کرتی ہے۔کامل روزگار کے حالات پیدا کرتی ہے اور ملک وقوم کو خوشحال اور ترقی سے ہمکنار کرتی ہے۔حکومت کے دائرہ عمل میں وسعت سے اس کے اخراجات بھی بڑھ گئے ہیں۔اگر ایک طرف حکومت کے اخراجات میں اضافہ ہوا ہے تو دوسری طرف قومی آمدنی میں اضافہ کی وجہ سے اس کے ذرائع آمدنی بھی وسیع ہوگئے ہیں۔مشہور معیشت دان باسٹیبل (Bastable) اس ضمن میں رقمطراز ہیں۔

"سرکاری مالیات علم معاشیات کی وہ شاخ تدریس ہے جس میں سرکاری اداروں کی آمدنی اور اخراجات،ان کے باہمی تعلق اور مالی انتظام وانصرام کا مطالعہ کیا جاتا ہے"۔

اس تعریف میں سرکاری اداروں سے مراد حکومت کے وہ بااختیار انتظامی ادارے ہیں جو حکومت کی طرف سے نظم ونسق برقرار رکھنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

پروفیسر ڈالٹن (Dalton) سرکاری مالیات کی طرف اس طرح کرتے ہیں۔

"سرکاری مالیات کا شعبہ معاشیات اور سیاسیات کے بین بین واضح ہے۔اس کا تعلق حکومت کی آمدنی اور اخراجات سے ہوتا ہے اور اس میں اس بات کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے کہ حکومت کس طرح اپنی آمدنی اور اخراجات میں مطابقت پیدا کرتی ہے"۔

ڈالٹن کی تعریف بہت واضح ہے اس کے مطابق سرکاری مالیات میں نہ صرف حکومت

Marfat.com

کی آمدنی اور اخراجات پر بحث کی جاتی ہے بلکہ سرکاری قرضہ جات بھی زیر بحث آتے ہیں۔
سرکاری قرضوں کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب حکومت کے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات محصولات سے تجاوز کر جائیں۔

سرکاری مالیات کو مندرجہ ذیل تین شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ **سرکاری آمدنی** — اس کے تحت حکومت کی آمدنی کے ذرائع اور محصولات کے اصولوں پر بحث کی جاتی ہے۔

2۔ **سرکاری اخراجات** — اس کے تحت سرکاری اخراجات کی تقسیم اور اس کی تہہ میں کارفرما اصول زیر بحث آتے ہیں۔

3۔ **سرکاری قرضہ** — اس کے تحت قرضے حاصل کرنے کے مقصد اور انہیں واپس کرنے کے اصولوں پر بحث کی جاتی ہے۔

ٹیکس عائد کرنے کے اصول Canons of Taxation

ٹیکس کسی ملک کی حکومت کا سب سے بڑا ذریعہ آمدنی ہوتا ہے اس کے اثرات افراد کے علاوہ ملکی معیشت پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اسلئے حکومت انہیں عائد کرتے وقت کئی امور پیش نظر رکھتی ہے۔ حکومت کم سے کم مصارف سے زیادہ سے زیادہ محصول وصول کرنے کی کوشش کرتی ہے وہ ٹیکس دہندہ کی سہولت کو بھی ملحوظ خاطر رکھتی ہے۔ ٹیکس بچت سرمایہ سرکاری اور ملکی پیداوار پر برے اثرات مرتب نہ کریں۔ ایڈم سمتھ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "اقوام کی دولت" میں ٹیکس عائد کرنے کے چار بنیادی اصول وضع کیے۔

۱۔ **اصول مساوات** Canon of Equality — اس اصول کے مطابق ہر شخص کو اپنی بساط، استعداد اور طاقت کے مطابق حکومت کو اخراجات پورا کرنے کے لئے ٹیکس ادا کرنے چاہیں۔ اس سلسلے میں ایڈم سمتھ رقمطراز ہیں۔

"رعایا کو اپنی حکومت کے استحکام کے لئے حتی الوسیع اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لینا چاہیئے یعنی اس آمدنی کے تناسب سے جو کہ لوگ حکومت کی حفاظت میں حاصل کرتے ہیں۔ ٹیکس عائد کرنے کی مساوات سے مراد یہ ہے کہ اس اصول پر عمل کیا جائے۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ امیر لوگ

Marfat.com

نہ صرف اپنی آمدنیوں کی نسبت سے بلکہ اس سے کچھ زائد رقم ٹیکس کے طور پر ادا کریں"۔

ایڈم سمتھ کے اصول مساوات کے مطابق امیر لوگوں کو غریبوں کی نسبت زیادہ ٹیکس ادا کرنا چاہیئے۔ اصول مساوات سے یہ مراد نہیں کہ ہر شخص سے یکساں شرح سے ٹیکس وصول کیا جائے اس طرح اصول مساوات کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔

ایڈم سمتھ کے اس اصول سے مراد مساوات ایثار ہے۔ ٹیکس عائد کرتے وقت یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے کہ ٹیکس دہندہ کا ایثار یکساں ہو چنانچہ اس اصول کے مطابق متزائد ٹیکس اصول مساوات کے عین مطابق ہے کیونکہ اس ٹیکس کے مطابق آمدنی بڑھنے سے ٹیکس کی شرح بھی بڑھتی ہے۔ کیونکہ آمدنی میں اضافہ سے اس کا افادہ مختتم کم ہوجاتا ہے اس لئے امیر زیادہ ٹیکس ادا کرنے کے باوجود اس کے بوجھ کو محسوس نہیں کرتے۔ اس اصول پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مساوات ایثار کا حصول مشکل ہے۔ ایثار ایک ایسا احساس ہے۔ جس کی پیمائش ممکن نہیں اور نہ ہی مختلف لوگوں کے احساسات کا آپس میں مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر دو ایسے اشخاص پر ٹیکس لگایا جائے جن کی آمدنیاں یکساں ہوں۔ لیکن ان میں سے ایک چار بچوں کا باپ اور دوسرا کنوارہ ہو تو ان پر یکساں شرح سے ٹیکس عائد کرنا اصول مساوات کے خلاف ہوگا کیونکہ کنوارے شخص میں ٹیکس ادا کرنے کی اہلیت زیادہ ہے جبکہ دوسرے شخص میں کم۔ کچھ معیشت دانوں کے نزدیک مجموعی اخراجات پر ٹیکس عائد کرنا اصول مساوات پر پورا اترتا ہے لیکن اس اصول کو بھی مستند قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ اصول بھی مساوات پر پورا نہیں اترتا۔ ایڈم سمتھ نے مساوات ایثار کے متعلق یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

"اس آمدنی کے تناسب سے جو لوگ حکومت کی حفاظت میں حاصل کرتے ہیں"

2۔ اصول تیقن
Canon of Certainty

اس اصول کے مطابق ٹیکس دہندہ کو ٹیکس کی ادائیگی اور حکومت کو ٹیکس کی وصولی کے متعلق یقین ہونا چاہیئے۔

حکومت کی جانب سے کوئی بے قاعدگی نہیں ہونی چاہیئے اور ٹیکس گزار کو واضح طور پر ٹیکس کی رقم ادائیگی کا وقت، طریق ادائیگی اور جائے ادائیگی کے متعلق علم ہونا چاہیئے تاکہ اسے ٹیکس کی ادائیگی میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ اس طرح حکومت کو بھی ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدنی کے متعلق مکمل واقفیت ہونی چاہیئے تاکہ وہ اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلا سکے۔

Marfat.com

۳۔ اصولِ سہولت
Canon of Convenience

اس اصول کے مطابق ٹیکس اس وقت وصول کرنا چاہیے جب ٹیکس گزار آسانی سے ٹیکس ادا کرنے کے قابل ہو۔ اگر اس اصول کو نظر انداز کر دیا جائے تو نہ صرف وقت ضائع ہوتا ہے بلکہ ٹیکس وصول کرنے کے اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں اصولِ تیقن کے مطابق ٹیکس کی رقم، وقت اور طریق کار واضح ہونا چاہیے جبکہ اصول سہولت کی رو سے ادائیگی کا وقت اور طریق کار آسان ہونا چاہیے مثلاً انکم ٹیکس اس وقت وصول کرنا چاہیے جب لوگ آمدنی حاصل کر رہے ہوں۔ آمدنی میں سے ٹیکس کی رقم کٹ جانے سے ایک تو انہیں تکلیف نہیں ہوتی۔ اور دوسرے انہیں ٹیکس ادا کرنے میں سہولت ہوتی ہے اسی طرح کاشتکاروں سے فصلوں کی کٹائی کے وقت ٹیکس وصول کرنا چاہیے۔ اگر ان سے سال کے دوران ٹیکس کا مطالبہ کیا جائے تو ان کے لئے کافی مشکلات پیدا ہوں گی۔

۴۔ اصولِ کفایت
Canon of Economy

اس اصول کے مطابق ٹیکس جمع کرنے کی لاگت میں کفایت ہونی چاہیے۔ اگر ٹیکس جمع کرنے پر لاگت زیادہ ہو یعنی ٹیکس جمع کرنے والے عملہ کی تنخواہیں اور دیگر انتظامی اخراجات زیادہ ہوں تو حکومت کے پاس ٹیکس کی بہت کم رقم باقی بچے گی اس سے حکومت اپنے دیگر اخراجات کے لئے مزید ٹیکس عائد کرے گی جس سے قومی بچتیں متاثر ہوں گی اور ملک کی معاشی ترقی میں رخنہ پڑ جائے گا اس لئے ایڈم سمتھ کہتا ہے کہ ٹیکس اکٹھا کرنے کے مصارف کم سے کم ہونے چاہیئے ایسا نہ ہو کہ ٹیکس کی تمام رقم ٹیکس کے مصارف کی نظر ہو جائے۔

مندرجہ بالا چار اصولوں کے علاوہ معیشت دانوں نے ٹیکس عائد کرنے کے کچھ مزید اصول بھی واضح کئے ہیں جن میں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۵۔ اصولِ سادگی
Principle of Simplicity

اس اصول کے تحت ٹیکس کا نظام آسان اور سادہ ہونا چاہیے تاکہ لوگ اسے آسانی سے سمجھ سکیں۔ لوگوں کو علم ہونا چاہیئے کہ وہ ٹیکس کیوں ادا کرتے ہیں۔ اگر ٹیکس کا نظام پیچیدہ ہو، اور لوگوں کو ٹیکس کی رقم اور طریق ادائیگی کا علم نہ ہو تو وہ سرکاری افسروں کی بدعنوانیوں کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے معیشت دان ٹیکسوں کے نظام میں اصول سادگی پر زور دیتے ہیں۔

Marfat.com

۶۔ اصول پیداواری
Principle of Productivity

اس اصول کے مطابق حکومت کو کسی ایک ٹیکس سے کافی آمدنی حاصل ہونی چاہیئے تاکہ وہ اپنے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی اخراجات پورا کر سکے اور اسے اپنے بجٹ کا خسارہ پورا کرنے کے لئے مالی دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے اگر بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹیکس لگا دیئے جائیں جن سے بہت قلیل آمدنی حاصل ہو تو اس سے ایک تو ٹیکس جمع کرنے کی لاگت زیادہ آجائے گی اور دوسرا یہ اصول پیداواری کے منافی بھی ہوگا۔ اصول پیداواری سے مراد یہ بھی لی جاسکتی ہے کہ ٹیکس سے ملکی پیداوار پر برا اثر نہ پڑے۔

۷۔ اصول لچک
Principle of Elasticity

اس اصول کے مطابق ٹیکس میں لچک ہونی چاہیئے حکومت کے اخراجات بڑھنے سے ٹیکس کی شرح میں اضافہ ممکن ہونا چاہیئے اور جب حکومت کی ضروریات یا اخراجات کم ہو جائیں تو ٹیکس کی شرح میں کمی ممکن ہونی چاہیئے۔ ناگہانی حالات، جنگ و جدل، قحط، زلزلہ، طوفان و سیلاب وغیرہ میں حکومت کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں ٹیکس کی شرح میں اضافہ سے ان حالات سے نپٹا جاسکتا ہے۔

۸۔ اصول تغیر پذیری
Principle of Diversity

اس اصول کے مطابق ٹیکس کا نظام ایسا ہونا چاہیئے کہ ضرورت کے وقت اس میں ترمیم بھی کی جاسکے۔ اصول لچک اور اصول تغیر پذیری میں کافی مشابہت پائی جاتی ہے۔ اصول لچک کے مطابق زائد آمدنی حاصل کرنے کے لیے ٹیکس کی شرح میں اضافہ ممکن ہو لیکن اصولِ تغیر پذیری سے مراد یہ ہے کہ ٹیکس کے نظام میں سخت گیری نہ پائی جائے یعنی اُسے حالات کے مطابق آسانی سے بدلا جاسکے مثلاً ۱۹۵۱ء سے پہلے بنگال کا بندوبست اراضی دوامی تھا۔ اس کے تحت ۱۷۹۳ء سے ۱۹۵۱ء تک مالیہ زمین میں اضافہ کرنا ممکن نہ تھا۔ لیکن ۱۹۵۱ء میں مشرقی پاکستان کی اسمبلی نے ایک قانون کے ذریعے بندوبست دوامی کو ختم کر دیا جب تک ٹیکسوں کے نظام میں لچک نہ پائی جائے اس میں تغیر و تبدل کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ لہذا اصولِ تغیر پذیری کی بنیاد اصول لچک پر ہی ہے۔

Marfat.com

۹۔ اصولِ یکسانیت

اس اصول کے مطابق ٹیکس کے نظام میں کسی قسم کا تضاد نہیں پایا جانا چاہیئے۔ نظام ٹیکس میں بے اصولی اور بے قاعدگی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ حکومت اور ٹیکس دہندہ کے نقطۂ نگاہ سے تمام ٹیکس یکساں ہونے چاہیئے۔

۱۵۔ اصولِ تنوع

اس اصول کے مطابق حکومت کو چند ایک ٹیکس عائد کرنے کی بجائے بہت سے ٹیکس عائد کرنے چاہئیں۔ تاکہ ان کا بوجھ نہ تو کسی ایک طبقہ پر پڑے اور نہ ہی کوئی فرد ان کی ادائیگی سے پہلوتہی کر سکے۔ اس طرح کسی ملک کا نظام محصول براہ راست اور بالواسطہ ٹیکسوں پر مشتمل ہونا چاہیئے تاکہ تمام لوگ حکومت کے اخراجات میں اپنا حصہ ادا کر سکیں۔

بہترین ٹیکس کا نظام Best Taxation System

کسی ملک کے نظام ٹیکس میں وہ تمام خوبیاں اور محاسن پیدا کرنے کی کوشش کی جانی چاہیئے جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے یعنی ٹیکس اصول مساوات، اصول تیقن، اصول سہولت، اصول کفایت، اصول سادگی، اصول پیداواری، اصول موافقت، اصولِ تنوع اور اصول یکسانیت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ٹیکس کا نظام عدل و انصاف پر مبنی ہونا چاہیئے اس کا بوجھ ہر فرد پر اس کی استطاعت اور قوت کے مطابق پڑنا چاہیئے چونکہ امیر لوگوں میں زر کا مختتم افادہ کم ہوتا ہے اس لئے ان کے لئے ٹیکس کا بوجھ برداشت کرنا آسان ہوتا ہے جبکہ غریبوں کی نسبتاً کم، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ غریب لوگ قومی اخراجات میں کوئی حصہ ہی نہ ڈالیں، چونکہ وہ بھی مساوی طور پر حکومت کے اخراجات اور مفادِ عامہ کے کارناموں سے مستفید ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض حالات میں امیروں سے زیادہ مستفید ہوتے ہیں، اس لئے انہیں بھی اپنی بساط کے مطابق سرکاری اخراجات میں حصہ ڈالنا چاہیئے ٹیکس کا نظام ایسا ہو کہ محصولات کی فراہمی کی لاگت محصولات کی رقم سے بہت کم ہو ٹیکس معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کریں نہ کہ اس میں رخنہ ڈالیں ٹیکسوں سے انفرادی اور مجموعی بچتوں اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ اگر ٹیکسوں کی شرح اس قدر زیادہ ہو کہ لوگوں کا پس انداز کرنے کا جذبہ ہی سرد پڑ جائے یا شرح محصول اس قدر زیادہ ہو کہ وہ زائد آمدنیاں حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہی چھوڑ دیں۔ اس سے

Marfat.com

تشکیل سرمایہ کی رفتار سست پڑ جائے گی جس کا اثر سرمایہ کاری پر بھی پڑے گا۔ سرمایہ کاری کی رفتار سست ہونے سے ایک تو قومی دولت میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور دوسرے لوگوں کی نی کس آمدنیوں میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حکومت ٹیکس عائد کرنے سے بہت پہلے ایسے تمام حالات کا اچھی طرح جائزہ لیتی ہے۔ ٹیکس کا نظام ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگ اس سے چھٹکارا پانے کے لئے غیر قانونی راستے اختیار نہ کریں اور نہ ہی سرکاری افسروں کو بدعنوانیوں کا موقع ملے۔

مسز ہکس (Mrs. Hicks) نے اچھے نظام محصولات کی مندرجہ ذیل خصوصیات بیان کی ہیں۔

۱۔ نظام محصولات کا بنیادی مقصد حکومت کے عام فرائض کی سرانجام دہی ہونا چاہیئے۔

2۔ ہر شخص اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق حکومت کو ٹیکس ادا کرے۔

3۔ ٹیکس کے نظام کی بنیاد غیر جانبداری پر ہونی چاہیئے۔ اس کا نفاذ ہر شخص پر یکساں طور پر ہونا چاہیئے۔

ٹیکسوں کی اقسام Kinds of Taxes

دور جدید میں حکومت کئی قسم کے ٹیکسوں کے ذریعے آمدنی حاصل کرتی ہے۔ تاکہ اگر کسی ایک وقت ٹیکس سے آمدنی کم ہو جائے تو حکومت کی آمدنی پر مضر اثرات نہ پڑیں۔ اس لئے وہ ایک سے زائد ٹیکسوں کی پالیسی پر عمل پیرا ہوتی ہے ٹیکسوں کی چند ایک قسمیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس
Direct and Indirect Ta.

اگر ٹیکس کا نفاذ (Impact) اور ٹیکس کا بوجھ (Incidence) ایک ہی شخص پر ہو یعنی جس شخص پر ٹیکس عائد کیا جائے وہی حکومت کو ٹیکس ادا کرے اور وہ ٹیکس کا بوجھ کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل نہ کر سکے تو ایسے ٹیکس کو براہ راست ٹیکس کہتے ہیں مثلاً انکم ٹیکس، مالیہ زمین، جائیداد ٹیکس وغیرہ ایسے براہ راست ٹیکس ہیں۔ یہ جن لوگوں پر عائد کئے جاتے ہیں وہ ان کا بوجھ خود ہی حتمی طور پر برداشت کرتے ہیں لیکن جب ٹیکس کا نفاذ کسی ایک فرد پر ہو لیکن وہ اس کا بوجھ کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دے تو ایسے ٹیکس کو بالواسطہ Indirect Tax کہتے ہیں مثلاً بکری ٹیکس، درآمدی ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ، ایکسائز

Marfat.com

ڈیوٹی ملک میں پیدا ہونے والی اشیاء پر عائد کی جاتی ہے۔ آجر ٹیکس کی رقم حکومت کو ادا کرتا ہے لیکن وہ ٹیکس کو اشیاء کی قیمتوں میں شامل کر کے صارفین سے وصول کر لیتا ہے گویا ٹیکس کا بوجھ آجر سے صارفین کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

2۔ متناسب رجعتی اور متزائد ٹیکس Proportional Progressive and Regressive Tax

اگر آمدنی میں اضافہ کے باوجود ٹیکس کی شرح ہر حال میں یکساں رہے تو اسے متناسب ٹیکس کہتے ہیں مثلاً آمدنی خواہ دس ہزار روپے ہو یا دس لاکھ، اگر شرح ٹیکس پانچ فیصد ہے اور یہ شرح ہر حال میں برقرار رہے۔ آمدنی کم ہو جانے کے باوجود ٹیکس کی شرح برقرار رہتی ہے میکولوچ (Mecolloch) متناسب ٹیکس کا سب سے بڑا حامی تھا اس کی رائے ہیں۔

"جب آپ متناسب ٹیکس کا سادہ اصول ترک کر دیتے ہیں تو آپ کی مثال ایسی ہی ہے جیسے آپ پتوار اور قطب نما کے بغیر سمندر میں سفر کر رہے ہو۔"

متزائد ٹیکس سے مراد ایسا ٹیکس ہے جس کی رو سے آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ٹیکس کی شرح میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے مثلاً ایک ہزار سے پانچ ہزار سالانہ تک آمدنی پر شرح ٹیکس دو فیصد وصول کیا جائے اور پانچ ہزار سے دس ہزار تک تین فیصد اور دس ہزار سے پچاس ہزار تک چار فیصد شرح ٹیکس وغیرہ، متناسب ٹیکس میں غریب آدمی امیر آدمی کی نسبت زیادہ ٹیکس عائد کرتا ہے جبکہ متزائد ٹیکس میں امیر آدمی غریب آدمی کی نسبت زیادہ ٹیکس ادا کرتا ہے۔

رجعتی ٹیکس میں آمدنی میں اضافہ کے ساتھ شرح ٹیکس میں کمی آجاتی ہے اس قسم کے ٹیکس کو امیر نواز ٹیکس بھی کہتے ہیں مثلاً دس ہزار کی آمدنی پر شرح ٹیکس پانچ فیصد سالانہ لیکن پچاس ہزار کی آمدنی پر شرح ٹیکس چار فیصد وغیرہ، اس ٹیکس کا بوجھ زیادہ تر غریب طبقہ پر پڑتا ہے۔

براہ راست ٹیکس کے فوائد Advantages of Direct Tax

براہ راست ٹیکس کی بہت سی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

1۔ براہ راست ٹیکس اصولِ مساوات کے عین مطابق ہوتا ہے چونکہ اس کا بوجھ منتقل نہیں کیا جا سکتا اس لئے متزائد محصول لگا کر امیروں سے زیادہ رقم وصول کی جا سکتی ہے اسطرح اس ٹیکس کا بوجھ امیروں پر زیادہ اور غریبوں پر کم ہوتا ہے۔

2۔ براہ راست ٹیکس اصولِ کفایت کے عین مطابق ہے اپنے ٹیکس کی وصولی کی لاگت بہت

Marfat.com

کم ہوتی ہے۔

3۔ یہ ٹیکس اصولِ تیقن کی بھی پابندی کرتا ہے ٹیکس گزار اور حکومت کو ٹیکس کی رقم وقت ادائیگی اور طریق ادائیگی کا علم ہوتا ہے۔ لہٰذا ٹیکس دہندہ کو ادائیگی اور حکومت کو وصولی میں زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

۴۔ براہ راست ٹیکس اصولِ لچک کی بھی پابندی کرتا ہے حکومت اپنی ضروریات اور اخراجات کے مطابق ٹیکس کی شرح میں تبدیلی کر کے اپنی آمدنی میں کمی بیشی کر لیتی ہے۔

5۔ یہ ٹیکس اصول پیداواری کے بھی عین مطابق ہے کیونکہ آمدنی اور آبادی کے بڑھنے کیساتھ ساتھ حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

6۔ براہ راست ٹیکس تقسیم دولت کو مساوی کرنے میں مدد دیتا ہے کیونکہ اس کے تحت امیروں سے زیادہ اور غریبوں سے کم ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

۷۔ براہ راست ٹیکس لوگوں میں حب الوطنی کے علاوہ شہریت کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرتا ہے۔ ہر ٹیکس گزار کو پتہ ہوتا ہے کہ حکومت کیوں ٹیکس عائد کرتی ہے اس لئے وہ حکومت کے کاموں میں دلچسپی لینا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر حکومت ترقیاتی کاموں پر اخراجات نہ کرے تو وہ حکومت کو ایسا کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

براہ راست ٹیکس کے نقصان
Disadvantages of Direct Tax

براہ راست ٹیکس میں کچھ نقائص بھی پائے جاتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ براہ راست ٹیکس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ ٹیکس گزار میں ناگواری پیدا کرتا ہے۔ ٹیکس دہندہ کو ایک ہی وقت میں یکمشت رقم ادا کرنا پڑتی ہے جو اسے ناگوار گذرتی ہے اور اس کے لئے ذہنی اذیت کا باعث بھی بنتی ہے۔

2۔ چونکہ براہ راست ٹیکس کی ادائیگی ناگوار امر ہے اس لئے ٹیکس دہندہ غلط حسابات سے کم آمدنی دکھا کر ٹیکس سے بچنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے۔

3۔ براہ راست ٹیکس کی ادائیگی میں گوناگوں دقتیں اور مشکلات پیش آتی ہیں۔ ٹیکس گزار کو اپنا حساب کتاب رکھنا پڑتا ہے جس کے لئے اُسے بہت سے کاغذات، رجسٹر اور دستاویزات پر کرنا پڑتے ہیں چونکہ اس سے اُس کے نجی معاملات افشاں ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ اس پر بارگراں گزرتا ہے۔

۴۔ براہ راست ٹیکس کا تعلق ذر پر ایات کی مرضی پر ہوتا ہے۔ اگر ٹیکس کی شرح بہت زیادہ

Marfat.com

ہو تو اس سے ایک طرف سرمایہ کاری کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور دوسری طرف معاشی ترقی کی رفتار میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔

بالواسطہ ٹیکس کے فوائد : Advantages of Indirect Tax

۱۔ براہ راست ٹیکس عموماً امیر لوگوں پر عائد کیا جاتا ہے۔ اس سے غریب لوگ بچ جاتے ہیں وہ حکومت کے اخراجات میں کوئی حصہ نہیں ڈالتے چونکہ معاشرہ کا ہر فرد حکومت کے اخراجات سے استفادہ کرتا ہے اس سے غریب و امیر سب کو حکومت کے اخراجات میں حصہ لینا چاہیئے۔ غریب اپنی استطاعت کے مطابق بالواسطہ ٹیکسوں سے حکومت کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔

2۔ بالواسطہ ٹیکس کے اکٹھا کرنے کے اخراجات بہت کم آتے ہیں۔ یہ حکومت اور ٹیکس گزار دونوں کے لئے سہولت کا باعث بنتا ہے۔ ٹیکس کی رقم اس قدر قلیل ہوتی ہے کہ ٹیکس گزار کو ناگوار نہیں گزرتی۔ دوسرے وہ اس وقت ٹیکس ادا کرتا ہے جب وہ کسی شے کو خریدتا ہے چونکہ ٹیکس کی رقم اشیاء کی قیمت میں شامل ہوتی ہے۔ اس لئے ٹیکس گزار کو ٹیکس ادا کرتے وقت اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بالواسطہ ٹیکس کو عموماً کونین کی گولیوں سے تشبیہ دی جاتی ہے جسے آسانی سے نگلا جا سکتا ہے۔

3۔ بالواسطہ ٹیکس اصولِ پیداواری کے تقاضے کو پورا کرتا ہے۔ حکومت غیر لچکدار طلب رکھنے والی اشیاء پر ٹیکس عائد کر کے کافی بڑی رقم فراہم کر سکتی ہے اشیاء اور خدمات کی پیداوار میں اضافہ سے حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

4۔ بالواسطہ ٹیکس جو شے کی قیمت کا جزو ہوتا ہے کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ اس ٹیکس سے اسی صورت میں بچاؤ ممکن ہے۔ جب صارفین ان اشیاء کی خرید یا استعمال کو ہی ترک کر دیں۔

5۔ حکومت غیر ملکی تاجران۔ ملکی تاجرین پر ٹیکس کا بوجھ ڈال کر اندرونِ ملک غیر ملکی اشیاء سستے داموں فراہم کر سکتی ہے جس سے صارفین بہت فائدہ پہنچتا ہے۔

6۔ حکومت مضر صحت اور نشہ آور اشیاء کے استعمال کو کم کرنے یا روکنے کے لئے ضرر رساں اشیاء پر بھاری ٹیکس عائد کر دیتی ہے۔ اسی طرح تعیشات پر ٹیکس عائد کرنے سے اصولِ مساوات کا تقاضا پورا ہوتا ہے کیونکہ ایسی اشیاء کا استعمال عموماً امیر لوگ ہی کرتے ہیں۔ لہذا امیر لوگ تو ٹیکس ادا کرتے ہیں لیکن غریب ان ٹیکسوں کی ادائیگی سے بچ جاتے ہیں۔

Marfat.com

7- یہ اصول لچک کے بھی عین مطابق ہے اگر حکومت کو آمدنی بڑھانا مقصود ہو تو وہ ضروریات زندگی پر محصول عائد کر کے یا پرانے ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کر کے اپنی آمدنی کو بڑھا سکتی ہے

نقصانات Disadvantages

۱- بالواسطہ ٹیکس کی ادائیگی غریب اور امیر دونوں کے لیے یکساں ہوتی ہے۔ اس لیے اس کا بوجھ غریب پر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے بالواسطہ ٹیکس کو رجعتی ٹیکس بھی کہتے ہیں۔ اگر ٹیکس ایسی ضروریات زندگی کی اشیاء پر عائد کیا جائے جن کی طلب غیر لچکدار ہو تو اس سے غریبوں کی آمدنی کا بیشتر حصہ ٹیکس کی نظر ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ اصول مساوات کے منافی ہے۔

2- حکومت کو بالواسطہ ٹیکس کی فراہمی کے لئے بہت زیادہ عملہ رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے ٹیکس اکٹھا کرنے کی لاگت زیادہ آتی ہے۔ چنانچہ یہ ٹیکس اصولِ کفایت کے بھی منافی ہے۔

3- بالواسطہ ٹیکس کی ادائیگی سے عوام میں شہریت کا احساس پیدا نہیں ہوتا وہ اسے قیمت کا حصہ سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔ شہری بیداری پیدا نہ ہونے سے وہ حکومت کے کاموں میں دلچسپی نہیں لیتے انہیں یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ وہ ٹیکس کیوں ادا کر رہے ہیں۔

۴- بالواسطہ ٹیکس عائد کرنے سے اشیاء کی قیمتیں ٹیکس کی رقم سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ اس طرح یہ ٹیکس صارفین کی خوشحالی میں کمی کا باعث بنتا ہے جب کہ تاجروں کا منافع بڑھ جاتا ہے۔

5- بالواسطہ ٹیکس سے حکومت کی آمدنی غیر یقینی ہو جاتی ہے عموماً ٹیکس کی شرح بلند ہونے سے اشیاء کی طلب سکڑ جاتی ہے جس سے حکومت کی آمدنی غیر یقینی اور کم ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات میں حکومت کے لئے مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ کس چیز پر ٹیکس لگائے کہ اس کی طلب یکساں رہے۔

6- اگر بالواسطہ ٹیکس خام اشیاء اور مشینوں پر عائد کیا جائے تو مصارفِ پیدائش بڑھ جاتے ہیں اور عمل پیدائش سست ہو جاتا ہے جس سے صنعتوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

سرکاری اخراجات Public Expenditure

زمانہ قدیم میں حکومت اصولِ عدم مداخلت پر کاربند تھی۔ چنانچہ وہ صرف ملکی دفاع اور اندرونی امن وامان کی ذمہ داری تھی۔ لوگوں کو تجارت اور صنعت وحرفت میں مکمل آزادی تھی لیکن دورِ جدید میں اندرونی امن وامان اور بیرونی تحفظ کے علاوہ حکومت کو بہت سے تجارتی، معاشرتی اور ترقیاتی

Marfat.com

امور سرانجام دینا پڑتے ہیں۔ وہ لوگوں کے معاشی معاملات میں مداخلت بھی کرتی ہے اور ایک معاشی ادارہ کی حیثیت سے کئی خدمات بھی سرانجام دیتی ہے۔ اس مقصد کے لیے اُسے کئی مدّات پر اخراجات کرنا پڑتے ہیں۔

سرکاری اخراجات کے مقاصد
Objects or Public Expenditure

حکومت اپنے اخراجات کے ذریعے مختلف مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ مقاصد مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کساد بازاری کو دور کرنا
Economic Crisis

کساد بازاری اور معاشی بحران میں اشیاء کی قیمتیں تیزی سے کم ہو جاتی ہیں۔ آجرین کے منافع جات گر جاتے ہیں۔ لوگوں کی زرعی آمدنیاں پست ہو جاتی ہیں۔ بے روزگاری پھیل جاتی ہے۔ ایسے حالات میں حکومت اپنی خریداری بڑھا کر کساد بازاری کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ سرکاری اخراجات کی وجہ سے کئی منصوبوں پر کام شروع ہو جاتا ہے مثلاً سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر اور مرمت وغیرہ اس سے بہت سے لوگوں کو روزگار ملتا ہے جن سے اُن کی قوت خرید بڑھ جاتی ہے۔ اشیاء و خدمات کی مجموعی طلب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اشیاء کی قیمتیں آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں آجرین کے منافع جات بھی بڑھ جاتے ہیں جس سے سرمایہ کاری کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ عمل پیدائش وسیع ہو جاتا ہے بے روزگاری کم ہو جاتی ہے۔ کاروبار میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور کساد بازاری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح حکومت کساد بازاری ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

2۔ افراط زر پر بندش لگانا
Checking Inflation

حکومت اپنے اخراجات میں کمی بیشی سے افراطِ زر کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ افراطِ زر میں حکومت اپنے اخراجات کم کر دیتی ہے۔ حکومت کی آمدنی اخراجات سے تجاوز کر جاتی ہے۔ بجٹ فاضل ہو جاتا ہے۔ سرکاری اخراجات میں کمی سے زر کی گردش کم ہو جاتی ہے جس سے اشیاء کی قیمتیں گر جاتی ہیں۔ زر کی قدر اور قوتِ خرید میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

3۔ صرف کو متاثر کرنا
To affect Consumtion

حکومت اپنے اخراجات کے ذریعے عوام کے صرف کے معیار پر بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ اگر حکومت تعلیم و تربیت، صحت عامہ

Marfat.com

معاشرتی محافظت اور رہائش کی سہولتوں کی فراہمی پر اخراجات کرے تو لوگوں کے صرف میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح ریٹائرڈ ملازمین کو پنشن دینے اور معاشرتی فلاح و بہبود کی خدمات کی فراہمی سے حکومت نچلے طبقے کے صرف کے معیار کو بلند کرتی ہے۔ اعلانیے بھی معیار صرف کو ایک خاص سطح پر رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

۴- قیمتوں کو متاثر کرنا

To affect the Prices

سرکاری اخراجات اشیاء کی قیمتوں پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ قیمتوں کی سطح کو متوازن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً بجلی پیدا کرنے کے منصوبوں پر اخراجات سے بجلی کی پیداوار میں اضافہ ہو جائے گا جس سے فی یونٹ بجلی کی قیمت کم ہو جائے گی اسی طرح سرکاری صنعتوں کے قیام اور ملکی پیداوار میں اضافہ سے قیمتوں میں کمی کا رجحان پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ حکومت کساد بازاری میں اخراجات بڑھا کر کساد بازاری کو دور کرتی ہے اور افراط زر میں اخراجات کم کر کے قیمتوں کو گراتی ہے۔

5- آمدنی کی تقسیم میں عدم مساوات کم کرنا

Reducing Inequitable Distribution of wealth

حکومت اپنے اخراجات کے ذریعے قومی آمدنی کی تقسیم میں عدم مساوات کم کرنے کی کوشش کرتی ہے تعلیم و تربیت صحت عامہ اور تفریح و طبع کی سہولتوں کی مفت فراہمی اور بے روزگاری کے الاؤنس سے عدم مساوات کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

6. روزگار کو بڑھانا

Increasing employment

دور جدید میں حکومت کا سب سے بڑا مقصد کامل روزگار کے حالات پیدا کرنا ہوتا ہے جس کیلئے حکومت صنعتی زرعی اور تجارتی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کرتی ہے کساد بازاری میں رفاہی کاموں پر کام شروع کروا کے روزگار کے مواقع پیدا کرتی ہے ویسے بھی ملکی وسائل کی تسخیر روزگار کی سطح کو بلند کرنے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔

7- اقتصادی ترقی

Economic Development

پسماندہ ممالک میں عموماً قدرتی وسائل کی کثرت ہوتی ہے اگر انہیں مسخر کر کے بروئے کار

Marfat.com

لایا جائے تو قومی دولت بڑھتی ہے جس سے فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اور جو معیار زندگی بلند کرنے کا باعث بنتا ہے۔ بچت کا رجحان تقویت پکڑتا ہے، تشکیل سرمایہ کی رفتار تیز ہوتی ہے، سرمایہ کاری کی رفتار میں تیزی۔ قومی دولت میں اضافہ کا باعث بنتی ہے۔ پسماندہ ممالک میں سرکاری اخراجات عموماً ذرائع نقل وحمل اور رسل و رسائل کی ترقی کے علاوہ آبی، معدنی، زمینی وسائل کی ترقی پر کئے جاتے ہیں تحتی ڈھانچہ کی ترقی بالائی ڈھانچہ کی تعمیر کی راہیں ہموار کرتی ہے جس سے معاشی ترقی کی رفتار تیز ہوتی ہے۔

سرکاری اخراجات کے اصول
Principle of Public Expenditure

حکومت کو ٹیکس سے حاصل شدہ آمدنی صرف کرنے کا بھی اختیار ہوتا ہے۔ حکومت کو حاصل شدہ رقم اس طرح خرچ کرنی چاہیئے کہ اس سے بلا امتیاز ہر فرد کی فلاح وبہبود میں اضافہ ہو۔ سرکاری اخراجات کچھ اصولوں کو پیش نظر رکھ کر کئے جاتے ہیں تاکہ اس سے بہتر نتائج حاصل ہوسکیں۔ سرکاری اخراجات کے چند ایک اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ زیادہ سے زیادہ معاشرتی بہبود کا اصول
Maximum Social Advantages

اس اصول کی رو سے حکومت کو خرچ کرتے وقت معاشرہ کی بہبود کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جس طرح لوگ اپنے محدود وسائل کو مختلف مقاصد کے حصول کے لئے مختلف اشیاء پر اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ ہر شے سے مساوی افادہ مختتم حاصل ہو اسی طرح حکومت کو بھی لوگوں کی زیادہ سے زیادہ معاشرتی بہبود کے پیش نظر اپنے محدود وسائل کو اس طرح خرچ کرنا چاہیئے کہ ان سے کسی خاص طبقہ کو فائدہ پہنچنے کی بجائے تمام قوم کو بحیثیت مجموعی فائدہ پہنچے اگر سرکاری اخراجات سے صرف کسی خاص گروہ یا طبقے کو فائدہ پہنچے تو یہ معاشرتی بھلائی کے اصول کے منافی ہوگا۔

2۔ اصولِ کفایت
Principle of Economy

حکومت کو خرچ کرتے وقت انتہائی احتیاط اور دانشمندی سے کام لینا چاہیئے۔ غیر ضروری اخراجات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ سرکاری آمدنی قوم کی امانت ہوتی ہے اس لئے اسے انتہائی کفایت سے خرچ کرنا چاہیئے آمدنی کو خرچ کرتے وقت نہ تو بخل سے کام لینا چاہیئے اور نہ ہی اسراف

Marfat.com

سے کیونکہ دونوں صورتوں میں معاشرتی بہبود کم ہوجاتی ہے۔ اصولِ کفایت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ کسی مد پر خرچ کرنے سے بیشتر اس کا اچھی طرح جائزہ لیا جائے اور جب تک کسی مد پر خرچ کرنا انتہائی ضروری نہ ہو ایسے خرچ سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

3- اصول لچک
Principle of Elasticity

اس اصول کے مطابق مختلف حالات میں سرکاری اخراجات میں کمی بیشی ممکن ہونی چاہیئے۔ معاشی بحران میں حکومت کے اخراجات میں اضافہ ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کی قوتِ خرید میں اضافہ ہو۔ اشیاء کی مجموعی طلب بڑھے۔ سرمایہ کاری کی رفتار تیز ہو اور روزگار کی سطح بلند ہو جب کہ افراطِ زر میں حکومت کے اخراجات کم ہونا چاہیئے۔ تاکہ اشیاء کی قیمتیں کم ہوں، زر کی قدر بڑھے اور عوام کی قوت خرید میں اضافہ ہو۔ اسی طرح جب حکومت کی آمدنی زیادہ ہو تو سرکاری اخراجات بڑھ جائیں اور آمدنی کم ہونے سے سرکاری اخراجات اسی نسبت سے کم بھی کیے جا سکیں۔

۴- اصولِ منظوری
Principle of Sancetion

سرکاری اخراجات سے پہلے ان کی منظوری ہونی چاہیئے۔ یہ اجازت حکام بالا سے حاصل کرنی چاہیئے جو ایسی منظوری دینے کا اختیار رکھتے ہوں جس منصوبے پر بھی خرچ ہونا ہو اسکا پہلے اچھی طرح جائزہ لے لیا جائے۔ روپیہ پیسہ خرچ ہو جانے کے بعد اس کی باقاعدہ جانچ پڑتال کا بندوبست ہونا چاہیئے۔

5- مجموعی اثرات
Total Effects

سرکاری اخراجات سے لوگوں کی معاشی جدوجہد تیز ہونی چاہیئے۔ بچت کا رجحان بڑھانا چاہیئے۔ سرمایہ کاری میں اضافہ ہونا چاہیئے تاکہ پیدائش دولت میں بھی اضافہ ہو۔ روزگار کے مواقع وسیع ہونے چاہیں۔ میعار زندگی میں بلندی ہو۔ لوگوں کی کارکردگی اور استعداد کار میں اضافہ ہو۔

6- متوازن میزانیہ کا اصول
Principle of Balanced Budget

حکومت کو اپنے بجٹ کو متوازن رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بجٹ نہ تو مسلسل فاضل ہونا چاہیئے اور نہ تو خسارہ میں فاضل بجٹ سے یہ تاثر لیا جاتا ہے کہ عوام پر اکثر

Marfat.com

ٹیکس بے جا نافذ کیے گئے ہیں جبکہ مسلسل خسارے کے بجٹ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ حکومت کی مالی حالت کمزور ہے لہذا حکومت کو آمدنی اور اخراجات میں توازن قائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۷۔ پیدائش اور تقسیم دولت پر اثرات

سرکاری آمدنی کا ایک معقول حصہ لوگوں کی تعلیم و تربیت، صحت عامہ، تفریح و طبع اور مفاد عامہ کے کاموں میں صرف ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کی قوتِ پیداواری میں اضافہ ہو۔ اُن میں بچت کرنے کی قوت بڑھے۔ تشکیل سرمایہ اور سرمایہ کاری کی رفتار میں اضافہ ہو۔ سرکاری اخراجات سے پیدائشِ دولت اور تقسیم دولت پر خوشگوار اثرات پڑنے چاہیئں تاکہ معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو سکے اور دولت کی تقسیم مساویانہ ہو سکے۔ سرکاری اخراجات سے امیر اور غریب کے درمیان تفاوت کم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

سرکاری قرضہ Public loans

سرکاری قرضے اس وقت معرضِ وجود میں آتے ہیں۔ جب سرکاری ادارے یا حکومتیں قوم سے ادھار لیتی ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں ایسے قرضوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ اس وقت حکومت اپنی جنگی اور ہنگامی ضروریات کے لئے یا تو اپنے جمع شدہ خزانے پر انحصار کرتی تھی یا امیر لوگوں کی جائیداد ضبط کر لیتی تھی۔ بعض اوقات طاقت ور ممالک کمزور ہمسایہ ملک پر حملہ کر کے وہاں کی حاصل شدہ دولت سے بھی ضروریات پوری کر لیتے تھے۔ انیسویں صدی میں انفرادی اعتبار کی جگہ قومی اعتبار نے لے لی۔ کیونکہ عام شہری کو حکومت کی قوتِ ادائیگی پر زیادہ بھروسہ ہوتا ہے۔ یہی صورت حال بیسویں صدی میں بھی برقرار رہی۔ حکومت عموماً اپنے اخراجات ٹیکسوں سے حاصل شدہ آمدنی سے پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن اگر اُسے اس مقصد میں کامیابی نہ ہو تو وہ یا تو نئے محصول عائد کرتی ہے یا سابقہ ٹیکسوں کی شرح بڑھا دیتی ہے۔ کرنسی نوٹوں کے اجراء سے ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ ٹیکس کے نفاذ کا انحصار لوگوں کی ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت پر ہوتا ہے۔ اس صلاحیت سے تجاوز عموماً سیاسی انتشار اور ابتری کا باعث بنتا ہے۔ فرانس اور روس میں عوامی انقلاب کی سب سے بڑی وجہ ٹیکسوں کی بھرمار ہی ہے۔ زائد کرنسی نوٹوں کے اجراء سے افراطِ زر کے حالات پیدا ہوتے ہیں۔ بعض اوقات حکومت کو اپنے اخراجات کے لیے ملکی عوام کے علاوہ غیر ملکی عوام، غیر ملکی حکومتوں یا بین الاقوامی اداروں سے

Marfat.com

بھی قرض لینا پڑتا ہے۔

سرکاری قرضہ کی ضرورت Necessity of Public Loans

۱۔ بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کیلئے Deficit Budget

بعض اوقات ناگہانی اور غیر متوقع اخراجات کی وجہ سے بجٹ میں خسارہ ہو جاتا ہے جسے عارضی قرضوں سے پورا کیا جاتا ہے ایسے ناگہانی حالات میں نئے ٹیکسوں کا نفاذ اور پرانے ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ ناممکن ہوتا ہے۔ لہٰذا ہنگامی نوعیت کے حالات سے عہدہ برا ہونے کے لئے قرضوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔

2۔ ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے Emergency

بعض اوقات حکومت کو فوری طور پر زرِ کثیر کی ضرورت پڑ جاتی ہے جو نفاذ ٹیکس سے حاصل نہیں کی جا سکتی مثلاً طوفان زلزلہ، قحط، سیلاب یا جنگ جیسے ہنگامی حالات میں حکومت یا تو ملکی عوام سے یا بیرونی ذرائع سے قرضے حاصل کر کے اپنی ضروریات پورا کر لیتی ہے۔

3۔ کاروباری ضروریات کیلئے Enterprises

حکومت خود بھی کئی کاروبار کرتی ہے مثلاً وہ ریلیں چلاتی ہے۔ آبپاشی کا بندوبست کرتی ہے۔ سڑکوں اور بندرگاہوں کی تعمیر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ سامان حرب اور جہاز سازی وغیرہ کے منصوبوں پر عمل درآمد کرتی ہے جن کے لئے زرِ کثیر کی ضرورت ہوتی ہے جسے عام وسائل سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ملکی اور غیر ملکی قرضہ جات سے ایسی کاروباری ضروریات پوری کی جاتی ہیں

۴۔ معاشی ترقی اور رفاہِ عامہ کے کام Economic Development and Social Welfare

دورِ جدید میں حکومت مختلف قسم کے تجارتی، صنعتی معاشرتی فلاح و بہبود اور معاشی ترقیاتی منصوبوں پر زرِ کثیر خرچ کرتی ہے۔ بنجر زمینوں کو ہموار اور سیم و تھور زدہ زمینوں کو قابلِ کاشت بنایا جاتا ہے۔ آبی اور معدنی وسائل کو ترقی دی جاتی ہے۔ آبپاشی کے لئے نہریں اور قوتِ متحرکہ کے لئے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ جنگلات لگائے جاتے ہیں۔ ریلیں، سڑکیں، بندرگاہیں اور ہوائی اڈے تعمیر

Marfat.com

کیے جاتے ہیں۔ ان تمام امور کے لیے زرکثیر کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح حکومت رفاہ عامہ کے کاموں کی تکمیل کے لیے بھی قرضے لیتی ہے ۔

قرض حاصل کرنے کے طریقے Forms of Borrowing

حکومت مختلف طریقوں سے قرض حاصل کرتی ہے۔ یہ قرضے اندرونی ذرائع کے علاوہ بیرونی ذرائع سے بھی حاصل کیے جاتے ہیں۔ زرکاغذی کے اجراء سے بھی ضروری اخراجات پورے کیے جاتے ہیں ۔

۱۔ اندرونی قرضے Internal Loans

ٹیکس کے نفاذ کا انحصار عوام کی محصول ادا کرنے کی صلاحیت پر ہوتا ہے ۔ جب ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت اختتام پذیر ہوجائے تو مزید ٹیکس عوام میں بے چینی پیدا کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔ ایسے حالات میں حکومت ملکی باشندوں سے قلیل المیعاد یا طویل المیعاد قرضے حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ قرضے جات کئی صورتوں میں حاصل کیے جاتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں ۔

الف: مرکزی بنک سے قلیل عرصہ کے قرضے Ways and means loans

حکومت مرکزی بنک سے اپنے خزانے کی ہنڈیوں کی کفالت پر قلیل عرصہ کے لیے قرض لیتی ہے۔ یہ قرضے عموماً نوے دن کے لیے حاصل کیے جاتے ہیں۔ ان کی ادائیگی سال کے اندر ہی کردی جاتی ہے۔

ب: "خزانے کی ہنڈیوں کو فروخت کرے" Sales of Treasury Bills

حکومت خزانے کی ہنڈیاں فروخت کر کے بھی قلیل عرصہ کے لیے قرض حاصل کرسکتی ہے یہ ہنڈیاں عوام اور تجارتی بنک کے پاس فروخت کی جاتی ہیں۔ یہ ہنڈیاں عموماً نوے دن کے بعد واجب الادا ہوتی ہیں ۔

ج: تمسکات کی فروخت Sales of Securities

حکومت مرکزی بنک کی معرفت اپنے تمسکات فروخت کرکے عرصہ طویل کے لیے قرض حاصل کرلیتی ہے

یہ تمسکات عموماً عوام اور تجارتی بنک خریدتے ہیں۔ تمسکات پر قرض کی رقم، شرح سود اور

Marfat.com

قرض کی ادائیگی کی تاریخ کا اندراج ہوتا ہے۔

د۔ انعامی بانڈ Prize Bonds اس کے تحت حکومت چھوٹی چھوٹی مالیت کے بونڈ عوام کے ہاتھوں فروخت کرتی ہے ان پر شرح سود ادا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ سود کی رقم میں سے انعام دیئے جاتے ہیں۔ جسکا فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوتا ہے۔ انعامی بانڈ کو لاٹری قرضے بھی کہتے ہیں۔ پاکستان میں حکومت پانچ اور دس روپے کی مالیت کے انعامی بانڈ فروخت کرتی ہے۔

ر۔ سالانہ اقساط کے قرضے Annuitles اس کے تحت حکومت کسی فرد یا ادارہ سے یکمشت قرض لے لیتی ہے اور اس کی ادائیگی سالانہ اقساط میں کرتی ہے۔

2۔ بیرونی قرضے External Loans بیرونی قرضے بیرونی ممالک میں بسنے والے لوگوں بیرونی ممالک کی حکومتوں یا بین الاقوامی اداروں مثلاً عالمی بنک اور عالمی مالی فنڈ وغیرہ سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ بیرونی ممالک کے قرض دیتے وقت ملک کی معاشی حالت اور قرضہ کی واپسی کی استطاعت اور صلاحیت کا اچھی طرح تجزیہ کرتے ہیں۔ وہ ملک کے بجٹ، لوگوں کی ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت فی کس آمدنی اور قرضہ حاصل کرنے کے مقصد کا بھی جائزہ لیتے ہیں۔ اطمینان کے بعد غیر ممالک کسی ملک کو قرضہ دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ آج کل پسماندہ ممالک اپنے قدرتی وسائل کو مسخر کرنے اور عوام کا معیار زندگی بلند کرنے کے لئے بیرونی ممالک سے سرمایہ حاصل کرنے کی تگ و دو کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان ممالک میں اندرونی وسائل سے قرض حاصل کرنے کے وسائل محدود ہوتے ہیں۔ بیرونی قرضہ کو استعمال کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ انہیں صرف ایسے پیداواری منصوبوں کی تکمیل پر صرف کرنا چاہیئے جو عرصہ قلیل میں تکمیل کے بعد نہ صرف سود بلکہ اصل زر واپس لوٹانے کی صلاحیت پیدا کرنے کا باعث بنیں۔

3۔ زر کاغذی کا اجراء Issue of Currency note

حکومت زر کاغذی کے اجراء سے اپنی ضروریات پوری کر سکتی ہے۔ زر کاغذی عموماً غیر بدل پذیر ہوتے ہیں لیکن زر کاغذی کے زائد اجراء سے ملک میں افراط زر پیدا ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے جس سے زر کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ معاشی استحکام متزلزل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

سرکاری قرضہ کے اثرات Effects of Public Loans

اگر سرکاری مطلوبہ قرضے محدود مقدار میں ہوں تو اس سے اندرونِ ملک سرمایہ کاری پر بڑا اثر نہیں پڑتا۔ اس طرح صنعت و حرفت اور تجارت کے لئے کافی مقدار میں سرمایہ موجود ہوتا ہے۔ لیکن اگر حکومت بڑے پیمانے پر وسیع مقدار میں قرضے حاصل کرے تو اس سے ملکی معیشت پر بہت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ قومی آمدنی کا بیشتر حصہ قرضوں کی نظر ہو جانے سے مجموعی سرمایہ کاری کی رفتار سست پڑ جاتی ہے اور اقتصادی ترقی میں رخنہ پڑ جاتا ہے۔

جب قرضے پیداواری مقاصد اور ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے لئے حاصل اور خرچ کئے جائیں تو قومی وسائل کو ترقی ملتی ہے مثلاً اگر حاصل شدہ قرضے آبی اور معدنی وسائل کی ترقی بجلی کے منصوبوں کی تکمیل سیم اور تھور کے انسداد، بھاری صنعتوں کے قیام، نقل و حمل کی ترقی اور آبپاشی کی سہولتوں کی فراہمی پر خرچ کئے جائیں تو اس سے قومی دولت میں اضافہ ہوگا۔ فی کس آمدنی بڑھے گی لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوگا۔ ملک میں خوشحالی اور ترقی کا دور دورہ ہوگا، روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے۔ غربت اور افلاس کا خاتمہ ہوگا اور قوم کے لئے قرضوں کی ادائیگی سہل اور آسان ہو جائے گی چونکہ پیداواری قرضے اپنی ادائیگی کا خود ہی سامان اور بندوبست کر لیتے ہیں۔ اس لئے ایسے قرضے معاشی اعتبار سے بہت خوشگوار اثرات پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

اندرونی وسائل سے حاصل کئے ہوئے قرضوں کی ادائیگی سے سرمایہ اندرونِ ملک ہی رہتا ہے۔ ان کی واپسی کے لئے براہ راست اور بالواسطہ ٹیکس نافذ کئے جاتے ہیں جن کا زیادہ بوجھ غریب طبقہ پر پڑتا ہے لیکن اگر اندرونی قرضے مفادِ عامہ کے منصوبوں کی تکمیل پر خرچ ہوتے ہوں جس سے معاشرتی خوشحالی میں اضافہ ہوا ہو تو متاثرہ طبقہ قرضوں کا بوجھ اٹھانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ ان میں قرضوں کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت بھی پیدا ہو چکی ہوتی ہے۔

بیرونی وسائل سے حاصل کئے گئے قرضوں کی ادائیگی زرمبادلہ میں ہی کی جاتی ہے۔ جس سے قرض خواہ ممالک فائدے میں رہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اصل زر کے علاوہ سود بھی وصول ہوتا ہے لیکن قرض دار ممالک کا توازنِ ادائیگی غیر موافق ہو جاتا ہے۔

سود کی شرح زیادہ نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ اس کی ادائیگی ایک مسئلہ بن جائے گی۔ اگر شرح سود زیادہ ہو تو ملکی پیداوار کا بہت بڑا حصہ سود کی ادائیگی میں صرف ہو جائے گا۔ قرضہ لمبے عرصے میں واجب الادا ہونا چاہیئے۔ اگر اس کی واپسی سالانہ اور قسط وار ہو جائے تو اس

Marfat.com

سے ملکی معیشت پر بوجھ زیادہ نہیں پڑتا۔ بیرونی قرضے مشروط نہیں ہونے چاہئیں ورنہ قرض حاصل کرنے کے مقاصد فوت ہو جائیں گے اور وہ قرضہ معیشت پر بوجھ بھی بن سکتا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں سرکاری قرضوں کا کردار

ترقی پذیر ملک کو اقتصادی ترقی کی غرض سے تمام تر مادی وسائل کو بروئے کار لانے کے لئے مالی وسائل کو بطور آلہ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ مالی وسائل کے لئے فاضل بجٹ بنانا پڑتا ہے، غیر ملکی امداد حاصل کرنا پڑتی ہے اور ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت (Taxable Capacity) کے مطابق ٹیکسوں کی شرح میں ردوبدل کرنا پڑتا ہے اور قرضے بھی حاصل کرنا پڑتے ہیں۔

مالی وسائل کے حصول میں ٹیکس اور سرکاری قرضے نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔ سرکاری قرضوں کو ٹیکسوں پر فوقیت حاصل ہے اگر ٹیکس ایک مخصوص حد سے تجاوز کر جائیں تو یہ معاشی سرگرمیوں پر منفی اثرات مرتب کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ اس کے برعکس سرکاری قرضوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی چونکہ ان کی نوعیت رضاکارانہ ہوتی ہے اور ان سے منافع ملنے کی امید بھی وابستہ ہوتی ہے۔ اس لئے سرکاری قرضے معاشی سرگرمیوں پر کوئی برا اثر نہیں ڈالتے، ماہرین کی رائے کے مطابق ٹیکسوں سے عام سرکاری اخراجات پورے کرنے چاہئیں۔ جبکہ سرکاری قرضوں سے صرف وہ سرکاری اخراجات پورے ہونے چاہئیں جو سرمایہ کے اثاثوں کی تخلیق کا باعث بنیں۔ ایسے حالات میں سرکاری قرضے معیشت پر بوجھ نہیں بنتے۔ کیونکہ کچھ عرصہ کے بعد یہ نہ صرف قومی دولت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں بلکہ اپنی واپسی کا خود ہی بندوبست کر دیتے ہیں۔

کلاسیکی معیشت دان سرکاری قرضوں سے خاصے بیزار نظر آتے ہیں ان کے مطابق نجی افراد حکومت کی نسبت مالی وسائل کا بہتر استعمال کر سکتے ہیں۔ ان کے افکار کی بنیاد کامل روزگار، زر کی غیر لچکدار رسد اور سرکاری اخراجات کے غیر بارآور مفروضات پر قائم ہے جو موجودہ دور میں اپنی عملی افادیت کھو بیٹھے ہیں۔ اگر سرکاری قرضے پیدا آور ترقیاتی منصوبوں پر خرچ کئے جائیں تو معیشت کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر پسماندہ ممالک میں لوگوں کی فالتو پس انداز کی ہوئی چھوٹی رقوم قرضوں کے ذریعے حاصل نہ کی جائیں تو یہ غیر پیدا آور شعبوں میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ پاکستان جیسے پسماندہ ملک میں بیشتر نجی پس انداز کی ہوئی رقوم زمینوں، مکانات اور زیورات کی خرید پر صرف کر دی جاتی ہیں۔ اگر یہی رقوم سرکاری قرضوں کے ذریعے حاصل کر لی جائیں تو اس سے ملک کے مادی، مالی اور انسانی وسائل کو بروئے کار لانے اور معیشت کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس طرح سرکاری قرضے مالی وسائل کی سمت تبدیل کر

Marfat.com

کے اُسے پہلے سے زیادہ بار آور بنا دیتے ہیں۔ اگر پسماندہ ممالک میں سرکاری قرضوں کو سوجھ بوجھ، متانت اور سنجیدگی سے استعمال کیا جائے تو مادی وسائل کو بروئے کار لانے، کامل روزگار کی سطح حاصل کرنے اور غربت اور افلاس کے منحوس چکر کو توڑنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ سرکاری قرضوں کی تشکیل اور افزائش زری اور مالی اداروں کے حکام کو ایسے اثاثے فراہم کرتی ہے۔ جس سے انہیں زری پالیسی کو موثر بنانے میں بہت مدد ملتی ہے۔ زری پالیسی جو اقتصادی پالیسوں کے مقاصد کے حصول میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے، سرکاری قرضوں کے اشتراک سے زیادہ موثر بن جاتی ہے۔ شرح سود میں رد و بدل کے لئے سرکاری قرضوں کو ایک آلہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

پسماندہ ممالک میں حکومت دو ذرائع سے قرضے حاصل کر سکتی ہے۔

۱۔ بازار سرمایہ میں طویل مدت کے سرکاری بونڈ اور قلیل مدت کے خزانے کے بل فروخت کر کے۔

2۔ قومی بچت کے سرٹیفکیٹ، قومی ترقیاتی سرٹیفکیٹس جاری کر کے اور سرکاری ڈاک خانوں میں امانتیں وصول کر کے۔

پسماندہ ممالک میں قرضے حاصل کرنے میں خاص قسم کی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ پسماندہ ممالک میں زر اور سرمایہ کی منڈیاں منظم نہیں ہوتیں۔ بعض ممالک میں یا تو ان کا وجود ہی نہیں ہوتا یا ان کا دائرہ کار بڑا محدود ہوتا ہے جہاں کہیں زر اور سرمائے کی منڈی منظم بھی ہو۔ وہاں سرمایہ کاری کی منڈی کے وسائل اتنے محدود ہوتے ہیں کہ ان سے معیشت کی سرمایہ کی ضرورتیں پوری ہی نہیں ہوتیں۔

2۔ لوگ عموماً اپنی پس انداز کی ہوئی رقوم بازارِ زر اور بازار سرمایہ میں خرچ کرنے کی بجائے معاشرتی نمود و نمائش کی مدات مثلاً زمین، مکان اور زیورات کی خرید پر خرچ کر دیتے ہیں۔

3۔ پسماندہ ممالک میں بیشتر آبادی دیہاتی علاقوں میں رہائش پذیر ہوتی ہے جہاں لوگوں میں اپنی پس انداز کی ہوئی رقوم کو تجارت اور صنعت و حرفت میں سرمایہ کاری کرنے کا کوئی رجحان نہیں ہوتا۔ دیہی بچتوں کو موثر طریق پر استعمال نہیں کیا جاتا کیونکہ زیادہ تر بنک اور مالی ادارے شہری علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

4۔ بلند شرح سود کی وجہ سے ملکی سرمایہ زرعی ترقی کے شعبوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ سرکاری بانڈ اور چھوٹی صنعتیں بھی پس انداز کی ہوئی رقوم سے محروم رہتی ہیں۔

Marfat.com

۵۔ قیمتوں میں چڑھنے کے رجحان کی وجہ سے سرکاری تمسکات بھی پس انداز کی ہوئی چھوٹی رقوم سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ان تمام دشواریوں اور مشکلات کے باوجود مالی وسائل کو بروئے کار لانے میں سرکاری قرضے نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔

مالیاتی پالیسی

مالیاتی پالیسی سے مراد وہ اقدامات ہوتے ہیں جن کے ذریعے حکومت خاص مقاصد کے حصول کے لئے آمدنی اور اخراجات میں ردوبدل کرتی ہیں۔ پروفیسر لینڈ ہوم Lindholm نے مالیاتی پالیسی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"سرکاری آمد و خرچ کی پالیسی سے مراد ہے۔ خرچ اور آمدنی کی نوعیت، وقت اور طریق کار کا تعین"

اگر اس تعریف میں مخصوص مقاصد کے حصول کے الفاظ بھی شامل کر دیئے جائیں تو یہ تعریف مکمل ہو جاتی ہے کیونکہ حکومت مالیاتی اقدامات کے تحت اپنی آمدنی اور اخراجات میں تبدیلی مخصوص مقاصد کے لئے ہی کرتی ہے۔

"مالیاتی پالیسی کے مقاصد"

ہر ملک کی معاشی ترقی کے حالات کے پیش نظر مالیاتی پالیسی کے مقاصد تبدیل ہو جاتے ہیں ترقی یافتہ ممالک میں افراطِ زر کے بغیر معاشی استحکام اور روزگار کی مکمل سطح کا حصول مالیاتی پالیسی کا سب سے بڑا مقصد رہتا ہے۔ اس معیشت میں تمام تر اقدامات صرفی اخراجات کی حوصلہ افزائی کے لئے مختص ہوتے ہیں اس کے مقابلے میں پسماندہ ممالک میں سامانِ تعیش پر اخراجات گھٹانے اور بچتوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ پس انداز کی ہوئی رقوم ترقیاتی کاموں کے لئے مختص کی جاسکیں۔ امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور متمول معاشرہ میں آمدنی کی مساوی تقسیم معاشی استحکام کا باعث بنتی ہے جبکہ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش جیسے پسماندہ ممالک میں آمدنیوں میں تفاوت تشکیل سرمایہ اور سرمایہ کاری کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔ الغرض ترقی یافتہ ممالک کا سب سے بڑا مقصد معاشی استحکام اور صرفی اخراجات کو بڑھانا ہوتا ہے جبکہ پسماندہ ممالک میں سب سے بڑا مقصد تشکیل سرمایہ اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ پس ہر ملک کی مالیاتی پالیسی کے مقاصد کا تعین اس ملک کے معاشی حالات کی روشنی میں ہوتا ہے۔ یہ مقاصد

Marfat.com

مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ تجارتی چکر کے آتار چڑھاؤ کا انسداد۔

2۔ کامل روزگار کی سطح کا حصول۔

3۔ قیمتوں کی ایک خاص پسندیدہ سطح کو برقرار رکھنا۔

4۔ آمدنی کی غیر مساویانہ تقسیم کو ختم کرنا۔

5۔ معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ کرنا اور اسے برقرار رکھنا۔

6۔ صرف کا ایک خاص معیار برقرار رکھنا۔

1۔ تجارتی چکر کے اتار چڑھاؤ کا انسداد

کسی ملک کی معاشی سرگرمیاں ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتیں ان میں ہمیشہ اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔ معاشی سرگرمیوں میں تیزی سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے سرمایہ کاری کا عمل تیز ہو جاتا ہے، روزگار بڑھتا ہے۔ لوگوں کی ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔ جب معاشی پیداواری سرگرمیوں میں کمی آتی ہے تو اشیاء کی قیمتیں گرجاتی ہیں۔ سرمایہ کی مختتم استعداد کم ہو جانے سے سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے جس سے معاشی سرگرمیاں سکڑ جاتی ہیں۔ بیروزگاری کا دور دورہ ہو جاتا ہے ہر طرف مایوسی اور قنوطیت پھیل جاتی ہے ایسے حالات میں تجارتی اتار چڑھاؤ کا سدباب حکومت کے اولین فرائض میں شامل ہو جاتا ہے۔ اگر ملک میں افراط زر یا تفریط زر کے حالات پیدا ہو جائیں تو حکومت زری اقدامات کیساتھ ساتھ مالیاتی اقدامات کے ذریعے بھی ان کے تدارک کی کوشش کرتی ہے۔ کساد بازاری میں حکومت مجموعی خرچ میں اضافہ کر کے مندے کے رجحان کو روکنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور تلافیانہ اقدامات کے ذریعے رجائیت کا بیج بوتی ہے۔ گرم بازاری کے دور میں جب مجموعی رسد ضرورت سے تجاوز کر جاتی ہے۔ حکومت نجی سرمایہ کاری پر پابندی عائد کرنے کے لیے ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کر دیتی ہے اور سرکاری اخراجات میں کمی کرتی ہے جس سے مجموعی خرچ کم ہو جاتا ہے اس طرح حکومت افراط زر اور تفریط زر کے حالات میں مالیاتی اقدامات کے ذریعے معاشی استحکام پیدا کرتی ہے۔

2۔ کامل روزگار کی سطح برقرار رکھنا

کلاسیکی معیشت دانوں کے افکار کے مطابق بچت ہمیشہ سرمایہ کاری کے برابر ہوتی ہے اور معیشت میں ہمیشہ کامل روزگار کی سطح کی طرف رجحان موجود رہتا ہے

Marfat.com

اگر کبھی بے روزگاری پیدا بھی ہو تو یہ صرف عارضی اور وقتی ہوتی ہے۔ معیشت میں موجود خود کار عوامل ایسے حالات کو جلد ختم کر کے کامل روزگار کے حالات پیدا کر دیتے ہیں۔ جدید معیشت دان جن میں کینز سرفہرست ہے۔ ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق بچت اور سرمایہ کاری کا توازن کامل روزگار کی سطح کے اوپر بھی ہو سکتا ہے اور نیچے بھی اگر بچت اور سرمایہ کاری کا توازن کامل روزگار کی سطح کے نیچے واقع ہو۔ تو اس سے تفریطی شگاف پیدا ہوتا ہے۔ جو حکومت کے اخراجات میں اضافہ سے ہی پُر ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں حکومت رفاہِ عامہ کے کام شروع کر کے معاشی سرگرمیوں کو تیز کر سکتی ہے اور روزگار کے مواقع پیدا کر سکتی ہے۔ اگر بچت اور سرمایہ کاری کا توازنِ کاملِ روزگار کی سطح کے اوپر واقع ہو تو افراطی شگاف پیدا ہوتا ہے۔ جسے سرکاری اخراجات میں کمی سے پُر کیا جا سکتا ہے۔ حکومت آمد و خرچ میں رد و بدل کر کے ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ افراطِ زر اور تفریطِ زر کے حالات پیدا ہوئے بغیر کاملِ روزگار کی سطح حاصل ہو جائے تاکہ ملکی وسائل ضائع نہ ہوں۔

3- قیمتوں کی ایک خاص پسندیدہ سطح کو برقرار رکھنا

قیمتوں میں تیزی سے کمی بیشی معاشی سرگرمیوں میں رخنہ ڈالتی ہے۔ گو قیمتوں کا چڑھنا آجرین کے لئے تو نفع بخش ہوتا ہے۔ لیکن یہ صارفین کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ حکومت مالیاتی اقدامات کے ذریعے صارفین اور آجرین کے مفادات کو تحفظ دینے کی کوشش کرتی ہے کیونکہ دونوں کے مفادات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ اگر اشیاء کا تعلق ضروریاتِ زندگی سے ہوں اور ان کی قیمتوں میں تیزی سے چڑھنے کا رجحان موجود ہو تو حکومت قیمتوں پر کنٹرول کر دیتی ہے۔ اگر آجرین کنٹرول شدہ قیمتوں پر اشیاء پیدا اور فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہوں۔ تو حکومت آجرین سے انہیں زیادہ قیمت پر خرید لیتی ہے اور صارفین کو کم قیمت پر فراہم کرتی ہے۔ درمیانے فرق کو ٹیکس لگا کر پورا کر لیا جاتا ہے۔ پاکستان میں گندم کی قیمت خرید اور قیمت فروخت میں فرق اس کی ایک مثال ہے۔ اگر حکومت آجرین کے مفادات کو تحفظ دینا چاہیے تو وہ تائیدی قیمتوں کی پالیسی (Price-Support Policy) پر عمل کرتی ہے۔ ایسے حالات میں حکومت اشیاء کی ایک قابلِ قبول قیمت مقرر کر دیتی ہے اور خود اس قیمت پر ان اشیاء کو خریدنے پر تیار ہوتی ہے۔ اگر ان کی قیمت حکومت کی مقرر کردہ قیمت سے گر جائے تو آجرین اپنی اشیاء حکومت

Marfat.com

کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اس طرح وہ اس نقصان سے بچ جاتے ہیں۔ جو قیمت کے گر جانے سے انہیں برداشت کرنا پڑتا۔ پاکستان میں حکومت گندم اور کپاس کی قیمتیں پہلے ہی مقرر کر دیتی ہے جس پر وہ خود گندم خریدنے پر تیار ہوتی ہے۔

4۔ آمدنی کی غیر مساوی تقسیم کو ختم کرنا

آمدنی کی غیر مساویانہ تقسیم طبقاتی نفرت اور کشمکش کو جنم دیتی ہے۔

امیر سامان تعیش پر بے دریغ روپیہ اڑاتے ہیں جبکہ غریب نان و نفقہ سے محتاج ہوتے ہیں حکومت امیروں پر ٹیکس لگا کر غریبوں کی معاشرتی فلاح و بہبود پر خرچ کرتی ہے اس سے رفتہ رفتہ دولت کی غیر مساویانہ تقسیم کے تفاوت کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

5۔ معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ کرنا اور اسے برقرار رکھنا

ماہرین کی رائے ہیں

زری اور مالیاتی اقدامات کا اشتراک ملک کے مادی وسائل کو مسخر کرنے اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں نمایاں رول ادا کرتے ہیں۔ اگر مالیاتی مسلک سے بچت اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جا سکے تو معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنا اور برقرار رکھنا ممکن ہو جاتا ہے گویا حکومت سرکاری آمد و خرچ میں مناسب رد و بدل سے معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ بھی کر سکتی ہے اور اسے برقرار بھی رکھ سکتی ہے۔

6۔ صرف کا ایک خاص معیار برقرار رکھنا

کساد بازاری میں صرفِ دولت کا معیار گر جاتا ہے۔ جب کہ گرم بازاری میں انتہائی حد تک پھیل جاتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں معاشی استحکام کے منافی ہیں۔ حکومت سرد بازاری میں ٹیکسوں میں کمی کر کے اعانتے، پنشن اور وظائف دے کر صرف دولت کے معیار کو بلند کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ گرم بازاری میں صرفِ دولت کو اعتدال پر لانے کے لئے ٹیکسوں کی شرح بڑھا دی جاتی ہے سرکاری اخراجات کم کر دیئے جاتے ہیں جس سے صرف میں بے لگام پھیلاؤ کا رجحان رک جاتا ہے۔

مالیاتی پالیسی کے طریق کار

مالیاتی مسلک کے مقاصد کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کیئے جاتے ہیں۔

آمد و خرچ کی پالیسی

افراط زر اور تفریط زر معاشی استحکام کو متزلزل کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس سے معاشی سرگرمیاں بُری طرح متاثر ہوتی ہیں، کساد بازاری ملکی وسائل کی بربادی اور اور تباہی کا باعث بنتی ہے جبکہ بے لگام گرم بازاری بھی بہت جلد معیشت کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے چونکہ گرم بازاری میں لوگوں کی ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت بڑھ چکی ہوتی ہے۔ اس لئے ٹیکس کی شرح بڑھا دی جاتی ہے۔ نئے ٹیکس نافذ کئے جاتے ہیں۔ قیمتوں میں اضافہ سرمایہ کی مختتم استعداد بڑھاتا ہے جس سے سرمایہ کاری کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ اس لئے حکومت سرکاری شعبے میں سرمایہ کاری کم کر دیتی ہے۔ کساد بازاری میں ٹیکسوں کی شرح کم کر دی جاتی ہے۔ تاکہ صارفین کی قوتِ خرید بڑھ جائے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لئے آجرین کو ٹیکسوں میں چھوٹ دی جاتی ہے۔ جس سے روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور معاشی سرگرمیوں کو تیز کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ سرد بازاری میں سرکاری اخراجات بڑھا دیئے جاتے ہیں جس سے مجموعی اخراجات میں اضافہ سے معاشی سرگرمیاں تیز ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات گرم بازاری اور افراطِ زر میں حکومت ٹیکسوں کی شرح بڑھانے اور نئے ٹیکس نافذ کرنے کے ساتھ لوگوں سے قرضے بھی لیتی ہے یہ قرضے جبری بھی ہو سکتے ہیں اور اختیاری بھی۔ اس سے لوگوں کی قوت خرید میں کمی آ جاتی ہے اور سرمایہ کاری اور صرف بھی کم ہو جاتا ہے۔ معاشی بحران کے دور میں جہاں ٹیکسوں کی شرح کم اور سرکاری اخراجات زیادہ کئے جاتے ہیں وہاں اس کیساتھ ساتھ ماضی میں دیئے ہوئے قرضے بھی واپس لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ کساد بازاری اور معاشی بحران کے دور میں عموماً منڈی میں اشیاء کی بھرمار ہوتی ہے لیکن انہیں خریدنے کے لئے لوگوں کے پاس قوتِ خرید نہیں ہوتی۔ ایسے حالات میں حکومت لوگوں کی زری آمدنیاں بڑھانے کے لئے نئی کرنسی کا اجراء بھی کرتی ہے جس سے قیمتوں میں اضافہ کا رجحان پیدا ہوتا ہے اور معاشی سرگرمیوں میں تیزی کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ طریقہ بہت آسان اور پرخطر ہے۔ لہٰذا اسے استعمال کرنے میں احتیاط لازم ہے۔

متوازن بجٹ کی پالیسی

کاروباری اتار چڑھاؤ کی روک تھام اور بے روزگاری کے انسداد کے لئے ہر سال متوازن بجٹ بنانے کی پالیسی موثر کردار ادا کرتی ہے۔ حکومت آمدنی اور روزگار کو متوازن سطح پر برقرار رکھنے کے لئے فاضل اور خسارہ کے بجٹ سے اجتناب کرتی ہے۔ چونکہ عملی طور پر ہر سال معاشی حالات یکساں نہیں رہتے۔ اس لئے ہر سال متوازن بجٹ بنانا مشکل ہوتا ہے۔ بعض اوقات ملک میں افراطِ زر کے حالات موجود ہوتے ہیں اور بعض تفریطِ زر کے کبھی ناساعد

Marfat.com

حالات کی وجہ سے ٹیکسوں کے ذریعے حاصل ہونے والی آمدنی کم ہو جاتی ہے اور کبھی معاشی ترقی کی رفتار تیز ہونے سے حکومت کی آمدنی بڑھ جاتی ہے اس طرح ہر سال بجٹ کو متوازن رکھنا مشکل ہو جاتا ہے ایسے حالات میں حکومت ہر سال بجٹ متوازن رکھنے کی بجائے دوری متوازن (Cyclically Balanced) بجٹ بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر کسی سال بجٹ میں خسارہ پیدا ہو تو نئے ٹیکس عائد کرنے کی بجائے فاضل بجٹ کے ذخیرہ کو استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جب آمدنی اخراجات سے تجاوز کر جائے تو ٹیکس میں کمی کی بجائے فالتو آمدنی کا ذخیرہ کر لیا جاتا ہے۔ ذخیرہ شدہ آمدنی تفریط زر کے حالات سے نبٹنے کے لئے استعمال کی جا سکتی ہے۔

رفاہ عامہ کی پالیسی

رفاہ عامہ کے کام عموماً معاشرہ کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں، ان میں سڑکوں، ریلوں، ڈاک خانوں، سکولوں اور ہسپتالوں کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔ ایسی تعمیرات سے معیشت میں استحکام پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ایسے پروگرام وقت سے بہت پہلے بنائے جاتے ہیں۔ جب کساد بازاری کا خدشہ ہو تو ان پر عملدرآمد شروع کر دیا جاتا ہے۔ اس سے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ اشیاء صرف کی طلب بڑھتی ہے۔ قیمتوں اور منافع میں اضافہ کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ معیشت کا جمود ٹوٹنے لگتا ہے۔ معاشی سرگرمیاں عود کر آتی ہیں۔ بحالی کے دور میں ان پر کام کی رفتار آہستہ آہستہ ختم کر دی جاتی ہے۔ یہ منصوبے عموماً مقامی نوعیت کے ہوتے ہیں، اس سے مقامی طور پر بے روزگار افراد کو روزگار ملتا ہے۔ یہ منصوبے جاذب محنت ہوتے ہیں۔ حکومت دوری متوازن بجٹ بنا کر فاضل رقوم ایسے منصوبوں کی تکمیل پر خرچ کرتی ہے۔ ایسے منصوبے بحالی کے دور کی ابتداء کے ساتھ ہی رفتہ رفتہ ختم بھی کئے جا سکتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے منصوبوں کی تکمیل کے لئے نئے کرنسی نوٹوں کا اجراء بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن افراط زر کے خدشہ کے پیش نظر نئے کرنسی نوٹوں کا اجراء بہت محتاط انداز پر کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات حکومت کو ایسے منصوبوں پر عملدرآمد کے لئے قرضے بھی لینا پڑتے ہیں۔ رفاہ عامہ کے منصوبوں سے مطلوبہ نتائج برآمد کرنے میں کئی عملی مشکلات در پیش ہوتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ عموماً رفاہ عامہ کے منصوبوں پر فوری عمل درآمد اور التواء میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اگر بحالی کے دور کی ابتداء کے ساتھ رفاہ عامہ کے کاموں پر عمل درآمد روک دیا جائے تو نہ صرف منصوبہ نامکمل رہ جاتا ہے بلکہ لگا ہوا سرمایہ بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

2- رفاہ عامہ کے کاموں سے مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لئے ایسے منصوبوں کی تیاری کساد بازاری کے دور کی ابتداء سے بہت پہلے ہو جانی چاہیئے۔ اگر منصوبہ وقت سے پہلے بھی تیار کر لیا جائے تو اس کے عملی جامہ پہنانے کے وقت کے تعین میں بعض عملی مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ کاروباری حالات کے متعلق مختلف جائزے اور اعداد و شمار مشکوک ہو سکتے ہیں۔

3- بعض حالات میں سرکاری اخراجات سے نجی سرمایہ کاری اور صرفی اخراجات کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کے الٹ نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ اگر بحران میں حکومت اپنے اخراجات بڑھا دے اور عام نجی سرمایہ کار کساد بازاری کے حدشہ کے پیشِ نظر سرمایہ کاری میں کمی کر دیں تو بحرانی دور شدت اختیار کر جائے گا۔ ایسی ہی صورتحال افراطِ زر کے دوران بھی پیدا ہو سکتی ہے جب نجی سرمایہ کاری الٹ رخ اختیار کر لیتی ہے۔

4- صرف ایک مرتبہ کی سرکاری سرمایہ کاری سے اُس کے معاشی اثرات کو دوام نہیں بخشا جا سکتا اس کے لئے سرمایہ کاری کے عمل کو مسلسل اور بار بار دہرانا پڑتا ہے۔

آمدنی اور روزگار کی متوازن سطح پر مالیاتی پالیسی کا اثر

اگر بچت اور سرمایہ کاری کا توازن کاملِ روزگار کی سطح پر ہو تو معاشی استحکام کی وجہ سے ملک میں معاشی خوشحالی کا دور دورہ بھی ہو گا۔ معیشت افراطِ زر اور تفریطِ زر کے بُرے اثرات سے محفوظ رہے گی۔ قومی وسائل کا ضیائع نہیں ہو گا۔ قومی آمدنی میں اضافہ حقیقی ہو گا اس کے برعکس اگر بچت اور سرمایہ کاری کا توازن کاملِ روزگار کی سطح کے اوپر واقع ہو تو یہ افراطی شگاف پیدا کرے گا جس میں قومی آمدنی میں تمام تر اضافہ صرف زری ہو گا حقیقی نہیں اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں گی اور زر کی قدر اور قوتِ خرید گر جائے گی۔ اگر بچت اور سرمایہ کاری کا توازن کاملِ روزگار کی سطح کے نیچے واقع ہو تو تفریطی شگاف پیدا ہو گا جس میں قیمتیں گرتی ہیں۔ سرمایہ کی مختتم استعداد میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ سرمایہ کاری کا عمل سست پڑ جاتا ہے اور بے روزگاری عام ہو جاتی ہے۔ تفریطی اور افراطی شگاف معاشی استحکام کو متزلزل کر دیتے ہیں۔ ایسے حالات میں حکومت مالیاتی پالیسی کے ذریعے افراطی اور تفریطی رخنوں کو پُر کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ حکومت کی مالیاتی پالیسی کے دو آلات کار ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۱۔ ٹیکس کی شرح میں کمی بیشی

2۔ سرکاری اخراجات میں کمی بیشی

اگر وقتی طور پر ٹیکسوں کو ساکن قرار دے دیا جائے تو سرکاری اخراجات میں کمی بیشی قومی آمدنی میں ضارب کے زیر اثر کمی بیشی کا باعث بنتے ہیں۔ سرکاری اخراجات میں اضافے سے تفریطی شگاف اور کمی سے افراطی شگاف پُر ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل ڈائیگرام سے کی گئی۔

ڈائیگرام

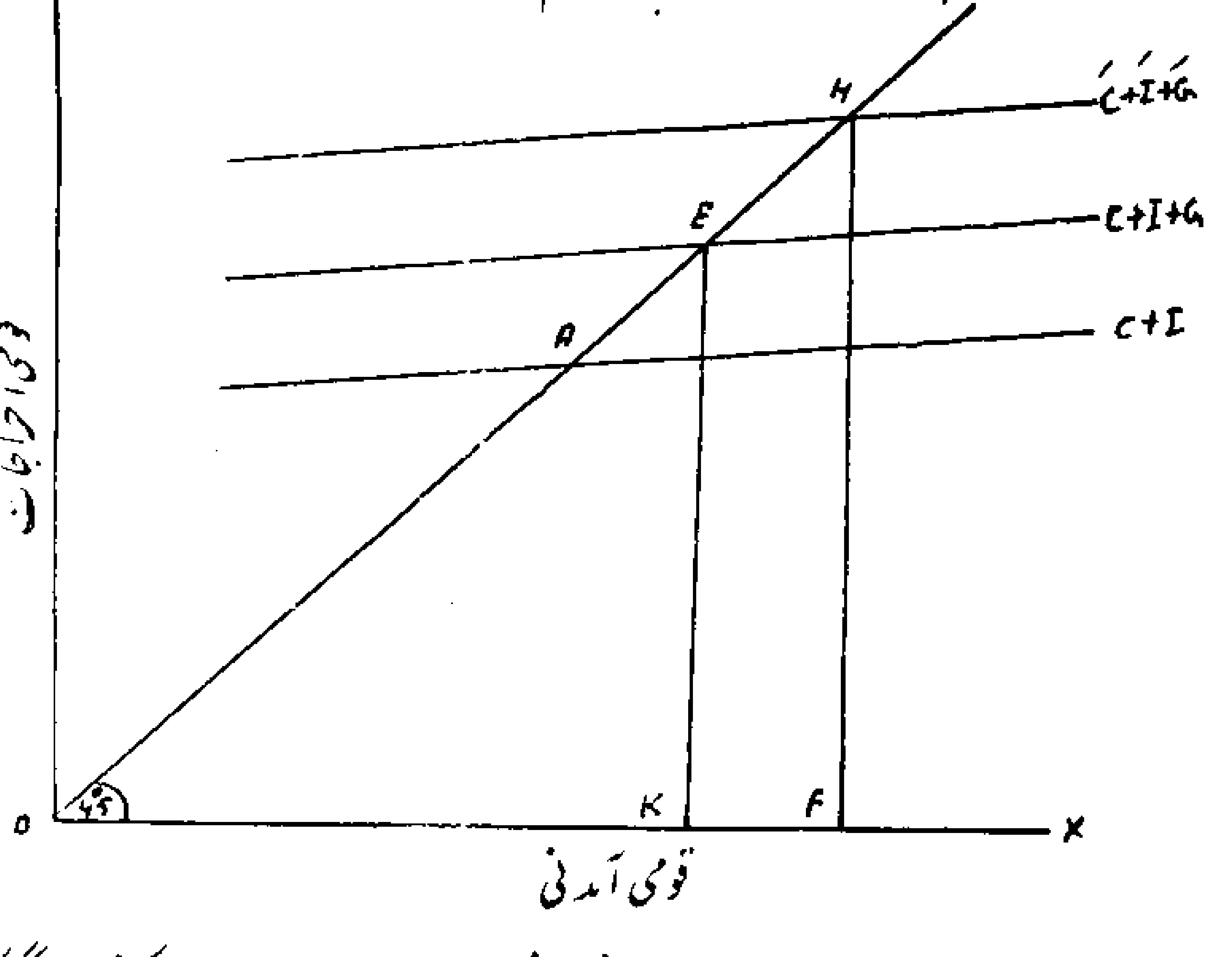

OP خط تنصیف ہے۔ C + I خط نجی صرفی اخراجات اور سرمایہ کاری کی نمائندگی کرتا ہے۔ C+I+G خط ظاہر کرتا ہے کہ نجی صرفی اور سرمایہ کاری کے اخراجات کے علاوہ سرکاری صرفی اخراجات اور سرمایہ کاری سے قومی آمدنی کے مختلف معیاروں پر کل خرچ کس قدر ہو گا۔ نقطہ E پر کل آمدنی کل خرچ کے برابر ہے اور یہی قومی آمدنی کی متوازن سطح ہے۔ اس نقطہ پر قومی آمدنی OK کے برابر ہے۔ اگر کامل روزگار کا معیار OF ہو تو EK اخراجات پر ملک میں تفریطی شگاف موجود ہے جسے دور کرنے کے لئے حکومت کو اپنے اخراجات میں اضافہ کرنا چاہیے۔ اگر حکومت کے اخراجات سے کل اخراجات کا خط C'+I'+G' بن جائے جو خطِ تنصیف کو نقطہ H پر قطع کرے تو کل خرچ کی متوازن سطح HF ہو جائے گی اور ضارب کے زیر اثر قومی آمدنی OK سے بڑھ کر OF ہو جائے گی۔ اس طرح نہ صرف تفریطی شگاف پُر ہو گیا۔ بلکہ قومی آمدنی کی سطح

Marfat.com

کاملِ روزگار کی سطح پر برقرار رہے گی ۔

اگر سرکاری اخراجات تو ساکن رہیں لیکن ٹیکسوں کی شرح میں تبدیلی ہو جائے تو لوگوں کی حقیقی قابلِ تصرف آمدنی (Disposable Income) میں بھی تبدیلی واقع ہو جائے گی ۔ مثلاً اگر ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کیا جائے تو لوگوں کی قابلِ تصرف آمدنی کم ہو جانے سے اشیائے صرف پر اخراجات بھی کم ہو جائیں گے جس سے قومی پیداوار اور روزگار کی سطح پست ہو جائے گی اس کے برعکس ٹیکسوں کے شرح میں کمی ، صرفی اخراجات ، قومی پیداوار اور روزگار کی سطح کو بلند کرنے کا باعث بنیں گے ۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل گوشوارے سے کی گئی ہے ۔

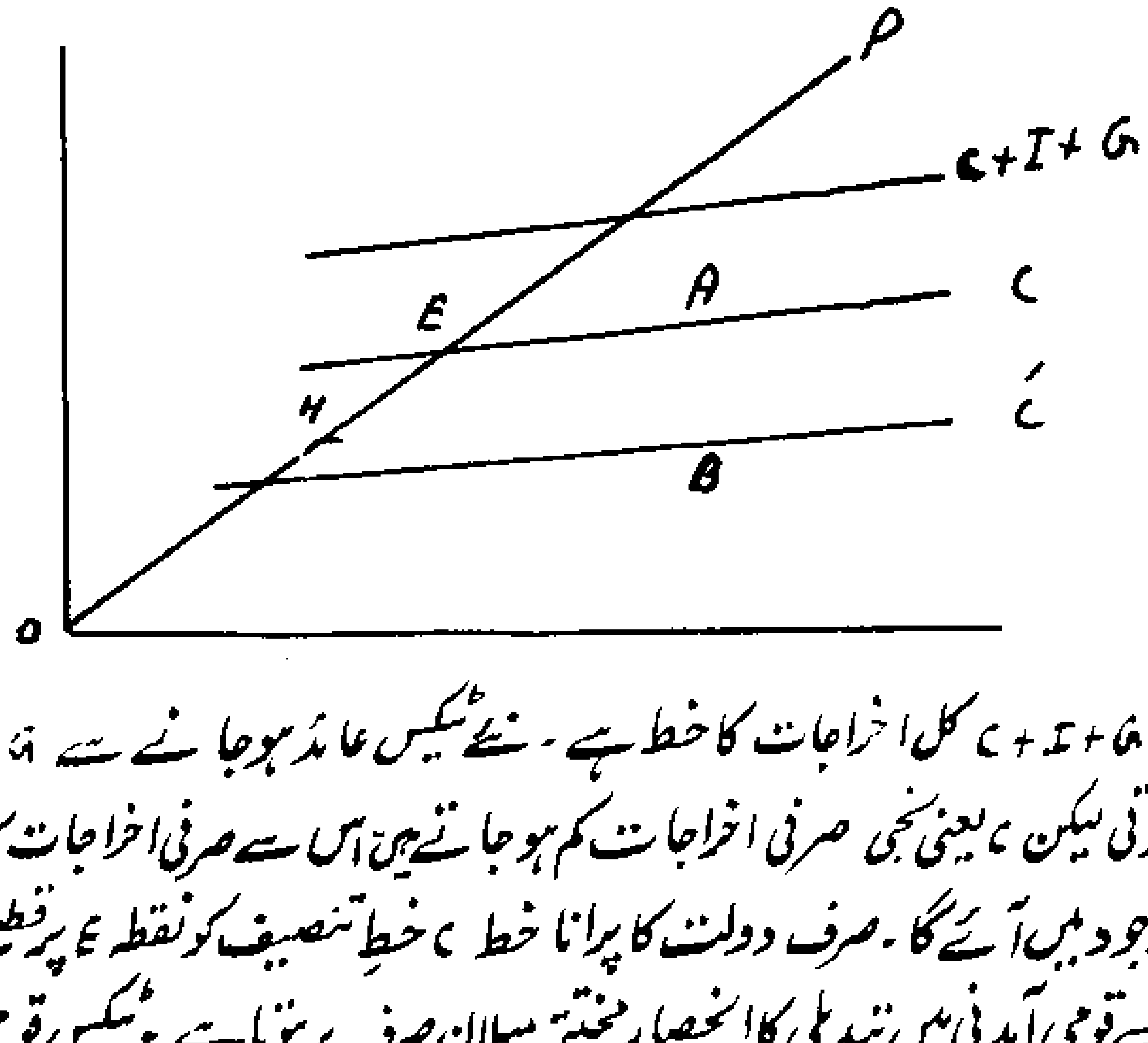

C + I + G کل اخراجات کا خط ہے ۔ نئے ٹیکس عائد ہو جانے سے G + I میں تبدیلی نہیں ہوتی لیکن C یعنی صرفی اخراجات کم ہو جاتے ہیں اس سے صرفی اخراجات کا نیا خط C' معرضِ وجود میں آئے گا ۔ صرفِ دولت کا پرانا خط C خطِ تنصیف کو نقطہ E پر قطع کرتا ہے ۔ ٹیکس سے قومی آمدنی میں تبدیلی کا انحصار مختتم میلان صرف پر ہوتا ہے ۔ ٹیکس قومی آمدنی میں کترن ( ) کا کام کرتا ہے ۔

فرض کریں مختتم میلان صرف 3/4 ہے ۔ یعنی لوگ اپنی آمدنی کا 3/4 حصہ خرچ کر دیتے ہیں اور 1/4 بس انداز کر لیتے ہیں ۔ اگر حکومت چار کروڑ روپے کے زائد ٹیکس لگا دے تو لوگوں کی آمدنی میں سے چار کروڑ روپے کی رقم کم ہو جائے گی لیکن صرفی اخراجات میں چار کروڑ روپے کی کمی واقع نہیں ہوگی بلکہ تین کروڑ روپے کی کمی واقع ہوگی اور شخصی بچتوں میں ایک کروڑ روپے کی کمی واقع ہوگی ۔ اس طرح صرفی اخراجات میں کمی سے قومی آمدنی کی متوازن سطح پست ہو جاتی ہے ۔ اگر ٹیکس کم کر دیئے جائیں تو قابلِ تصرف آمدنی بڑھ جاتی ہے جس سے صرفِ دولت قومی پیداوار اور روزگار کی سطح بلند ہو جاتی ہے ۔

Marfat.com

معاشی استحکام Economic Stability

اگر بچت اور سرمایہ کاری کا توازن قومی آمدنی اور کامل روزگار کی سطح پر ہو تو ملک میں معاشی استحکام ہوتا ہے ورنہ معیشت میں افراطی یا تفریطی شگاف موجود رہے گا۔ 5 سے ۱۰ فیصد تک کشمکش (Frictional) اور موسمی بیروزگاری اور تقریباً پانچ فیصد قیمتوں میں اتار چڑھاؤ تشویشناک نہیں سمجھا جاتا۔ اگر بیروزگاری اور قیمتوں کا اتار چڑھاؤ اس حد تک تجاوز کر جائے تو حکومت کو زری اور مالیاتی پالیسوں کے ذریعے ان کا تدارک کرنا چاہیے۔ معاشی استحکام کے لئے دو قسم کے اقدامات تجویز کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اندرونی خودکار استحکامی عناصر (Built-in-stabilizers)

2۔ صوابدیدی اقدامات (Discretionary actions)

اندرونی خودکار استحکامی عناصر Built-in-stabilizers

عموماً تجارتی چکروں کے اتار چڑھاؤ کے تدارک کے لئے مالیاتی اقدامات تجویز کئے جاتے ہیں جن کے تحت حکومت اپنی آمدنی اور اخراجات میں کمی بیشی کر کے کامل روزگار کی سطح حاصل کرتی ہے، صرف دولت اور قیمتوں کی ایک مخصوص پسندیدہ سطح حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ آمدنی کی غیر مساویانہ تقسیم ختم کرتی ہے اور معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرتی ہے۔ مالیاتی اقدامات کے علاوہ جدید مالی نظام میں کچھ ایسے خودکار استحکامی عناصر موجود ہوتے ہیں جو مذکورہ بالا معاشی خرابیوں کو درست کرتے رہتے ہیں اور معاشی استحکام بہتر رہتا ہے یہ خودکار استحکامی عناصر مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ آمدنی کی وصولی میں خودکار تبدیلیاں

ٹیکس حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہوتا ہے یہ عموماً متزائد نوعیت کے ہوتے ہیں۔ معاشی سرگرمیاں کے باعث قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو ٹیکس کی شرح بھی بڑھ جاتی ہے اور جب سرد بازاری کے دوران آمدنی کم ہوتی ہے تو ٹیکس کی شرح بھی کم ہو جاتی ہے۔ گرم بازاری کے دوران متزائد ٹیکسوں کی وجہ سے لوگوں کی قابلِ تصرف آمدنی میں قومی آمدنی کی نسبت کم اضافہ ہوتا ہے جن سے ان کے اخراجات بے لگام نہیں بڑھتے۔ سرد بازاری میں اسی ٹیکس کی بدولت لوگوں کی قابلِ تصرف آمدنی میں کمی قومی آمدنی کی نسبت کم شرح سے ہوتی ہے جس سے

Marfat.com

کے اخراجات ایک خاص حد سے گرنے نہیں پاتے متزائد ٹیکس ضارب کے عددی سرمایہ اس کی طاقت کو گھٹانے کا باعث بنتے ہیں جس سے صرف دولت میں کمی بیشی کا معیشت پر ردعمل کم ہوتا ہے اس طرح متزائد ٹیکس کا نظام معاشی استحکام کے حصول میں خودکار استحکامی عنصر کا کام کرتا ہے۔

2۔ سماجی تحفظ کا منصوبہ

ہر حکومت کسی نہ کسی شکل میں سماجی تحفظ کے منصوبے پر عمل درآمد کرتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں بیروزگار افراد کو ہفتہ وار یا ماہوار گزارہ الاؤنس دیا جاتا ہے۔ روزگار مل جانے پر یہ الاؤنس بند کر دیا جاتا ہے اور باروزگار افراد کی تنخواہوں سے روزگار فنڈ کے لئے کٹوتی کر لی جاتی ہے حکومت اپاہجوں، ضعیفوں، بیواؤں اور دیگر نادار افراد کو وظائف اور امداد مہیا کرتی ریٹائرڈ ملازمین کو پنشن ادا کی جاتی ہے۔ ارضی وسماوی آفات کے دوران متاثرہ افراد کو مالی امداد دی جاتی ہے۔ ایسی بے شمار انتقالی ادائیگیاں جو مخصوص حالات میں دی جاتی ہیں اور جن سے صرف کے معیار کو ایک خاص سطح پر برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان حالات کے بدل جانے سے یہ خود بخود کم ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں سرد بازاری یا بدحالی کے دور میں انتقالی ادائیگیاں معیشت کو پست ترین نقطے کو چھونے سے بچائے رکھتی ہیں اور خوشحالی کے دور میں انتقالی ادائیگیوں میں کمی صرفی اخراجات کو بے تحاشا بڑھنے سے روکتی ہیں۔

3۔ سرکاری اخراجات میں کمی بیشی

سرکاری بجٹ ایک بہترین اندرونی خودکار استحکامی عنصر ہے۔ حکومت کے اخراجات عموماً مستقل نوعیت کے ہوتے ہیں۔ قومی آمدنی میں اتار چڑھاؤ اسے بہت کم متاثر کرتے ہیں۔ اگر قومی آمدنی میں اضافہ ہو تو ٹیکسوں کی صورت میں حاصل ہونیوالی آمدنی میں اضافہ کے باوجود سرکاری اخراجات میں اسی نسبت سے اضافہ نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس قومی آمدنی میں کمی کی صورت میں ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کم ہو جانے کے باوجود سرکاری اخراجات میں اسی نسبت سے کمی واقع نہیں ہوتی۔ اس طرح خوشحالی کے دور میں حکومت کا بجٹ فاضل رہتا ہے اور سرد بازاری کے دور میں بجٹ کا خسارہ ماضی کی فاضل رقوم سے پورا کر لیا جاتا ہے۔

4۔ زرعی اشیاء کی قیمتوں میں استحکام کی پالیسی

کساد بازاری میں زراعت اب

Marfat.com

سے زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ زرعی اشیاء کی قیمتیں مصنوعات کی قیمتوں کی نسبت زیادہ تیزی سے گرتی ہیں جن سے کاشت کار معاشی بدحالی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں عموماً حکومت زرعی اشیاء خریدکر ان کا ذخیرہ کر لیتی ہے اور کاشتکاروں کو قیمت ادا کرکے ان کی قوت خرید بڑھا دیتی ہے اس سے ایک طرف تو مجموعی طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور دوسری طرف قیمتوں کے گرنے کا رجحان کم ہو جاتا ہے۔

۵۔ **کاروباری اداروں کا منافع** کاروباری ادارے اپنے حصہ داروں کو یکساں شرح سے منافع دیتے ہیں اور اس شرح کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گرم بازاری کے دور میں کاروباری اداروں کا منافع بڑھ جاتا ہے لیکن وہ اپنے حصہ داروں میں مقررہ شرح سے زیادہ منافع تقسیم نہیں کرتے۔ فاضل منافع اپنے پاس ریزرو فنڈ (Reserve Fund) میں جمع کر لیتی ہے جو خود کار استحکامی عنصر کا کام دیتا ہے چونکہ حصہ داروں کو ایک خاص شرح سے زیادہ منافع نہیں ملتا۔ اس لیے وہ اپنا معیار زندگی ایک خاص سطح پر برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ادارے اپنے حصے داروں کی قوت خرید کو مستحکم رکھ کر افراط زر کو روکنے کا باعث بنتے ہیں۔ کساد بازاری میں قیمتیں اور منافع کم ہو جانے کے باوجود حصے داروں میں تقسیم ہونے والے منافع کی شرح کم نہیں ہوتی۔ اس طرح ان کی قوت خرید مستحکم رہنے سے مجموعی اخراجات میں بہت زیادہ کمی واقع نہیں ہوتی۔

صوابدیدی اقدامات

اندرونی خودکار استحکامی عناصر معاشی اتار چڑھاؤ کے انسداد اور ان کے تدارک میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ حکومت اپنی مرضی کے مطابق کچھ ایسے اقدامات کرتی ہے جن سے معاشی استحکام کے حصول میں بڑی مدد ملتی ہے یہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ **رفاہ عامہ کے کام** ہر حکومت بہت سے رفاہ عامہ کے کام سرانجام دیتی ہے وہ تعلیمی ادارے اور شفاخانے قائم کرتی ہے، سڑکیں اور ریلیں تعمیر کرتی ہے۔ نہریں کھودتی ہے۔ جنگلات لگاتی ہے۔ بجلی پیدا کرتی ہے اور رہائشی سہولتوں کی فراہمی کا بندوبست کرتی ہے۔ سرد بازاری میں اسی نوعیت کے رفاہ عامہ کے بہت سے کاموں پہ کام شروع کر دیا جاتا ہے جس سے بے شمار افراد کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ قومی پیداوار اور لوگوں کی

Marfat.com

قوت خرید بڑھتی ہے جس سے موثر طلب میں اضافہ ہوتا ہے اور معیشت کو سرد بازاری سے نکالنے اور احیاء کے دور میں داخل کرنے میں مدد ملتی ہے اس سے معیشت کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ معاشی خوشحالی اور گرم بازاری کے دور میں رفاہ عامہ پر کام کی رفتار یا تو سست کر دی جاتی ہے یا اسے ختم کر دیا جاتا ہے۔

2- انتقالی ادائیگیاں حکومت اپنے ریٹائرڈ ملازمین کو پنشن دیتی ہے بعض حکومتیں بے روزگار افراد کو گزارہ کا الاؤنس دیتی ہے۔ نادار افراد کو طبی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ سرد بازاری میں حکومت پنشن اور دیگر انتقالی ادائیگیوں کی شرح میں اضافہ کر کے مجموعی اخراجات کی سطح بلند کرنے کی کوشش کرتی ہے اس سے معیشت پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

3- ٹیکسوں کی شرح میں کمی بیشی ہر حکومت افراط زر کی روک تھام اور معاشی استحکام کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ افراط زر کی صورت میں براہ راست ٹیکسوں کی شرح بلند کر دی جاتی ہے۔ جب کہ سرد بازاری اور تفریط زر کے دور میں ایسے ٹیکسوں کی شرح کم کر دی جاتی ہے۔

۴- نجی سرمایہ کاری میں کمی بیشی نجی شعبہ سرمایہ کاری کرتے وقت معاشی استحکام کو پیش نظر نہیں رکھتا، ان کے پیش نظر صرف منافع ہوتا ہے۔ لہذا حکومت کو ایسے اقدامات کرنے چاہیئں جس سے نجی شعبہ معاشی تقاضوں کے مطابق سرمایہ کاری میں کمی بیشی پر رضامند ہو جائے۔ اگر کاروباری ادارہ گذشتہ سالوں میں منافع کما رہا ہو اور موجودہ سال اُسے خسارہ ہوا ہو تو ایسے ادارے کو اپنے آمدنی ٹیکس کا حساب دوبارہ پیش کرنے کی اجازت دے دی جانی چاہیئے تاکہ وہ موجودہ خسارے کو گذشتہ منافع میں سے منہا کر لیں۔ اس طرح اگر انہوں نے گذشتہ سالوں میں زائد ٹیکس ادا کیا ہو تو اسے واپس مل جانا چاہیئے اس طرح وہ ادارے بُرے حالات میں بھی اپنی سرمایہ کاری کی رفتار برقرار رکھ سکیں گے۔ اسی طرح سرد بازاری کے دور میں کاروباری اداروں کو پہلے کی نسبت زیادہ فرسودگی کا الاؤنس دیا جائے۔ اس طرح ان کا سالانہ منافع کم دکھائی دے گا۔ اور ٹیکس کی شرح کم ہو جانے سے سرمایہ کاری کے لئے زیادہ رقم بچ سکے گی۔ اسی طرح ہر کاروباری ادارے کو اجازت ہونا چاہیے کہ وہ گرم بازاری کے دور میں اپنے منافع کا کچھ حصہ ریزرو فنڈ میں رکھے تاکہ اسے سرد بازار کے دور میں سرمایہ کاری

Marfat.com

کے طور پر خرچ کیا جا سکے۔

مالیاتی پالیسی اور معاشی استحکام

معاشی استحکام کے لیے مالیاتی پالیسی میں حالات کے مطابق ردوبدل کیا جاتا ہے۔ اگر تجارتی چکروں کے اتار چڑھاؤ کو کم بھی کیا جا سکے تو اس کے باوجود معاشی نظام کامل روزگار کی سطح پر قائم نہیں رہتا۔ عین ممکن ہے کہ معاشی نظام بحرانی کیفیت کا شکار ہو بہت سے لوگ بیروزگار ہوں اسے طویل المیعاد جمود (Secular Stagnation) کہتے ہیں۔ ایسے حالات میں شدید قسم کی بے روزگاری اور قنوطیت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں قومی آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح کے نیچے واقع ہوتی ہے۔ اس سے برعکس حالات میں ملک شدید قسم کے افراط زر کا شکار رہتا ہے جسے طویل المیعاد ابتہاج (Seculor Exhiliration) کہتے ہیں جس کے تدارک کے لئے طویل المیعاد فاضل بجٹ بنا کر عوام کی قوت خرید کم کی جاتی ہے۔ دونوں حالات میں معیشت عدم استحکام کا شکار رہتی ہے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات تجویز کیے جاتے ہیں۔

۱۔ **سال بہ سال متوازن بجٹ** اگر حکومت کی آمدنی اور اخراجات برابر ہوں تو اسے متوازن بجٹ کہتے ہیں حکومت نہ تو آمدنیوں کو اخراجات پر تجاوز کرنے دیتی ہے جس سے فاضل بجٹ بنتا ہے۔ اور نہ ہی اخراجات کی آمدنیوں سے بڑھنے دیتی ہے۔ جس سے بجٹ میں خسارہ واقع ہو۔ کسی ایک سال کے لیے متوازن بجٹ معاشی ناہمواریاں روکنے کا باعث بن سکتا ہے لیکن سال بہ سال متوازن بجٹ معاشی استحکام کا باعث نہیں بن سکتا۔ اگر افراط زر اور گرم بازاری میں حکومت بجٹ کو متوازن رکھنے کیلئے ٹیکسوں کی شرح میں کمی کر دے یا سرکاری اخراجات بڑھا دے تو افراط زر میں شدت پیدا ہو جاتی ہے۔ تفریط زر یا سرد بازاری کے دور میں محض بجٹ کو متوازن رکھنے کے لیے ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ یا اخراجات میں کمی سے حالات مزید بگڑ جاتے ہیں بہتر یہی ہے کہ سال بہ سال متوازن بجٹ بنانے کی بجائے تجارتی چکر کے پورے عرصے کے لئے بجٹ کو متوازن رکھا جائے۔ افراط زر کے حالات میں زیادہ ٹیکس اور کم اخراجات کی پالیسی اور تفریط زر میں کم ٹیکس اور زیادہ اخراجات کی پالیسی کو اپنایا جاتا ہے۔ اس طرح اگر ایک سال حکومت کا بجٹ فاضل ہو تو اسی سال ٹیکسوں کی شرح کم کرنے کی بجائے وہ فاضل رقم بچا لینی

Marfat.com

چاہیئے تاکہ جس سال سرد بازاری ہو اور بجٹ میں خسارہ ہو نئے ٹیکس لگانے کی بجائے وہ بچی ہوئی فاضل رقم خرچ کرلی جائے۔

2۔ متخالف دوری تلافیانہ پالیسی Anti Cyclical Compensatory Policy

گرم بازاری اور خوشحالی کے دور میں نجی صرفی اخراجات اور سرمایہ کاری کی سطح بلند ہوتی ہے۔ بنک تخلیق زر کے ذریعے بہت زیادہ قرضے جاری کرتے ہیں۔ سرمایہ کار سرمایہ کی بلند مختتم استعداد کی وجہ سے دل کھول کر سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ جس سے قومی پیداوار اور روزگار میں اضافے کیساتھ ساتھ افراط زر بھی پیدا ہوتا ہے۔ ان حالات میں حکومت ٹیکسوں کی شرح بڑھا دیتی ہے اپنے اخراجات کم کر دیتی ہے کساد بازاری میں مایوسی اور قنوطیت کی وجہ سے قیمتیں گرنے لگتی ہیں۔ قومی پیداوار اور روزگار کی سطح پست ہو جاتی ہے اور تفریط زر کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں حکومت اپنے صرفی اخراجات اور سرمایہ کاری میں اضافہ کرتی ہے۔ ٹیکسوں میں رعایت دے کر میلانِ صرف اور سرمایہ کاری کو تقویت بخشتی ہے۔ کساد بازاری کے دوران حکومت خسارہ کا بجٹ بناتی ہے۔ جبکہ گرم بازاری میں فاضل سرد بازاری میں رفاہ عامہ کے منصوبوں پر عمل درآمد کر کے پیداوار روزگار میں اضافہ کیا جاتا ہے ان منصوبوں کو مالیات فراہم کرنے کے لئے ماضی کی بچی ہوئی رقوم استعمال کی جاتی ہیں۔ تفریط زر کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے نئے کرنسی نوٹ بھی جاری کئے جاتے ہیں اور ماضی میں لئے ہوئے قرضے واپس لوٹا دیئے جاتے ہیں بسا اوقات ایسے منصوبوں کو مالیات فراہم کرنے کے لئے بیرونی ذرائع سے بھی قرضے لئے جاتے ہیں۔

چونکہ رفاہ عامہ کے ایسے متخالف دوری، تلافیانہ منصوبوں پر عملدرآمد فوری طور پر مشکل ہوتا ہے اور انہیں مکمل کئے بغیر مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ نیز سرمایہ کاری کے فعل کو مسلسل جاری اور برقرار رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے بعض اوقات یہ پالیسی مطلوبہ حد تک موثر ثابت نہیں ہوتی۔ ایسے منصوبوں سے صرف قلیل المیعاد اتار چڑھاؤ کو ہی روکا یا کم کیا جا سکتا ہے۔ اگر معیشت مستقل طور پر افراط زر یا تفریط زر کے شکنجہ میں جکڑی ہو تو قلیل المدت متخالف دوری تلافیانہ پالیسی کامیاب نہیں ہوتی۔ اس کے لئے طویل المیعاد تلافیانہ مالیاتی پالیسی اختیار کی جاتی ہے۔ اگر قومی آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی

Marfat.com

سطح کے اوپر واقع ہو تو ملک شدید افراط زر کا شکار ہوتا ہے اسے طویل المیعاد ابتہاج (Secular Exhileration) کہتے ہیں جس کے لیے طویل المیعاد فاضل بجٹ بنا کر عوام کی قوت خرید کم کی جاتی ہے اس کے برعکس اگر قومی آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح کے نیچے واقع ہو تو ملک میں شدید نوعیت کی سرد بازاری کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جسے طویل المیعاد جمود (Secular Stagnation) کہتے ہیں جس کے تدارک کے لیے تحویل خسارہ (Deficit Financing) کی جاتی ہے۔ حکومت نیا زر تخلیق کر کے سرمایہ کاری میں اضافہ کرتی ہے جس سے روزگار اور عوام کی قوت خرید میں اضافہ ہوتا ہے اور آمدنی کی متوازن سطح کامل روزگار کی سطح پر آجاتی ہے۔ طویل المیعاد جمود توڑنے کے لیے زری پالیسی بھی اختیار کی جاتی ہے۔ شرح سود کم کی جاتی ہے جس سے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو بالآخر روزگار اور قومی دولت میں اضافہ کا موجب بنتی ہے۔ حکومت ان شعبوں میں سرمایہ کاری کو ترجیح دیتی ہے جن میں نجی سرمایہ کاری نہ ہو رہی ہو بشرطیکہ وہ معاشی استحکام کے لئے ضروری ہو۔ مالیاتی مسلک کے ذریعے دولت کی تقسیم کو مساویانہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ موثر طلب پر خوشگوار اثرات مرتب ہوں۔ جمود ٹوٹے اور ملک شاہراہ ترقی پر گامزن ہو۔

Marfat.com

Marfat.com

اہم سوالات

Marfat.com

Marfat.com

اہم سوالات

۱- خالص قومی آمدنی اور خام قومی آمدنی میں فرق بیان کریں (۷۰، ۱۹۶۹ء)

۲- قومی آمدنی سے کیا مراد ہے۔ قومی آمدنی کی پیمائش میں کونسی دشواریاں حائل ہوتی ہیں۔ (۱۹۷۰ء)

۳- قومی آمدنی سے کیا مراد ہے۔ اس کی پیمائش کیسے کی جاتی ہے (۷۶، ۱۹۷۱ء)

۴- خالص قومی آمدنی۔ خام قومی آمدنی اور ملکی خام پیداوار میں فرق بیان کریں۔ نیز خام قومی پیداوار کی پیمائش میں کونسی دشواریاں اور کن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ (۷۶، ۱۹۶۹ء) ۱۹۶۹ء

۵- قومی آمدنی کے معینات بتائیں۔ نیز قومی آمدنی میں کس طرح اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

۶- پاکستان میں فی کس آمدنی میں کمی کی وجوہات لکھیں۔ فی کس آمدنی میں اضافہ کی تجاویز لکھیں۔

۷- قومی آمدنی کے مطالعہ کی اہمیت پر مفصل نوٹ لکھیں۔

۸- قومی آمدنی کے متدائر بہاؤ سے کیا مراد ہے۔ ڈایگرام سے وضاحت کریں۔

۹- قومی آمدنی کے مندرجہ ذیل تصوّرات کی وضاحت کریں اور ان کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالیں۔

۱۰- خام قومی آمدنی اور خالص قومی آمدنی۔

۱۱- خالص قومی آمدنی اور قومی آمدنی۔

۱۲- فرسودگی کا الاؤنس۔

۱۳- شخصی آمدنی اور قابلِ تصرف شخصی آمدنی

۱۴- خام ملکی پیداوار۔

۱۵- مختتم میلانِ صرف اور مختتم میلانِ بچت سے کیا مراد ہے۔ اشکال سے واضح کریں۔ (۱۹۶۹ء)

۱۶- کینز کے نفسیاتی قانونِ صرف کی وضاحت کریں۔ کیا نظریۂ صرف قومی آمدنی بڑھانے میں فعّال کردار ادا کرتا ہے۔

۱۷- قومی آمدنی کے سطح مقرر کرنے میں میلانِ صرف اور میلانِ بچت کیا کردار ادا کرتے ہیں۔ (۷۰، ۱۹ء)

Marfat.com

۱۸- میلانِ صرف اور میلانِ بچت کے نظریات واضح کریں ۔ غریب ممالک میں میلانِ صرف کیوں بلند ہوتا ہے ۔

۱۹- مختتم استعدادِ سرمایہ سے کیا مراد ہے ۔ سرمایہ کاری کے تعین میں اس کا کیا کردار ہوتا ہے ۔ (۷۶ء، ۱۹۷۴ء)

۲۰- کینز کے نظریہ سود پر مفصل نوٹ لکھیں ۔

۲۱- آمدنی کی متوازن سطح کونسی ہوتی ہے ۔ کیا یہ کامل روزگار کی سطح سے بلند یا پست بھی ہوسکتی ہے اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں ۔

۲۲- ضارب کے تصور کی وضاحت کریں ۔ ۱۹۷۱ء

۲۳- اصولِ اسراع سے کیا مراد ہے ۔ وضاحت کریں ۔

۲۴- اصولِ ضارب اور اسراع میں واضح فرق کی نشاندہی کریں ۔

۲۵- ضارب اور اسراع کی باہم عمل کاری کی وضاحت کریں ۔

۲۶- افراطی اور تفریطی شگاف کیا ہوتے ہیں ۔ اشکال سے واضح کریں ۔

۲۷- سے کے "قانونِ منڈیاں" کی وضاحت کریں ۔

۲۸- "ہر رسد اپنی طلب خود پیدا کرتی ہے" ۔ کیا آپ کلاسیکی معیشت دانوں کے اس نظریہ سے متفق ہیں ۔

۲۹- کینز کے نظریہ کامل روزگار پر مفصل نوٹ لکھیں ۔

۳۰- کلاسیکی معیشت دانوں اور کینز کے نظریاتِ روزگار میں موازنہ کریں ۔ ان میں سے کونسا نظریہ بہتر ہے اور کیوں ۔

۳۱- بیروزگاری سے کیا مراد ہے ۔ اس کے انسداد کے لیے تجاویز پیش کریں ۔

۳۲- تجارتی چکر سے کیا مراد ہے ۔ اس کے مختلف ادوار بیان کریں ۔ (۱۹۶۹ء، ۷۴ء)

۳۳- تجارتی چکروں کی خصوصیات اور وجوہات بیان کریں ۔ (۶۴ء، ۱۹۵۷ء)

۳۴- تجارتی چکروں کے مختلف نظریات پر نہایت اختصار سے روشنی ڈالیں ۔

۳۵- تجارتی چکروں کے انسداد کے لیے کیا اقدامات کیے جاسکتے ہیں ۔

۳۶- معاشی بحران کے تدارک میں مالیاتی پالیسی کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالیں ۔

Marfat.com

۳۷۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیں۔

۳۸۔ پیگو کا نفسیاتی نظریہ

۳۹۔ سورج کے دھبوں کا نظریہ

۴۰۔ شمپیٹر کا نظریہ

۴۱۔ کینز کا نظریہ

۴۲۔ دورِ جدید میں سرکاری مالیات کی اہمیت اور حکومت کی مداخلت پر نوٹ لکھیں۔

۴۳۔ ٹیکس نافذ کرنے کے اصول کونسے ہوتے ہیں۔

۴۴۔ ٹیکسوں کی اقسام لکھیں نیز براہِ راست اور بالواسطہ ٹیکس کے فوائد اور نقصانات لکھیں۔

۴۵۔ اچھے نظامِ محصولات میں کیا کیا صفات پائی جاتی ہیں۔ نظامِ محصولات اقتصادی ترقی کی شرح کو تیز کرنے میں کیا کردار ادا کرتا ہے۔

۴۶۔ سرکاری اخراجات کے اہم اصول کونسے ہیں۔ کیا سرکاری اخراجات دولت کی تقسیم کو منصفانہ بنانے میں کوئی کردار ادا کرتے ہیں۔

۴۷۔ سرکاری قرضوں کے مقاصد، ذرائع اور ان کی واپسی کے لیے کیا طریقِ کار اختیار کیا جاتا ہے۔

۴۸۔ سرکاری قرضے معیشت پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

۴۹۔ مالیاتی پالیسی سے کیا مراد ہے۔ اس کے مقاصد پر روشنی ڈالیں۔ نیز ان مقاصد کو کیسے حاصل کیا جاتا ہے۔

۵۰۔ معاشی استحکام سے کیا مراد ہے۔ معاشی استحکام میں اندرونی مستحکم کنندگان اور صوابدیدی اقدامات پر بحث کریں۔

زر اور قدرِ زر

۵۱۔ زر کی تعریف کیجئے اور کسی ملک کی معیشت میں اس کی اہمیت واضح کیجئے۔

۵۲۔ براہِ راست مبادلہ کے نقائص بیان کیجئے اور موجودہ دور میں زر کے فرائض بالوضاحت بیان کیجئے۔ نیز ایک اچھا زر کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیئے۔

۵۳۔ "زر کی گردشِ رفتار" سے کیا مراد ہے؟ نظریۂ زر میں اس کی اہمیت پر بحث کیجئے۔

Marfat.com

۵۴۔ "زر کی قدر" کا کیا مطلب ہے؟ زر کی قدر کیونکر متعین ہوتی ہے۔

۵۵۔ مسئلہ مقدارِ زر کی وضاحت کیجئے اور اس پر تنقید کیجئے۔

یا

"اگر کسی ملک میں زر کی مقدار دگنی کردی جائے تو تمام قیمتیں دگنی ہو جائیں گی"۔ اس بیان پر تنقیدی نگاہ سے بحث کیجئے۔

۵۶۔ یہ کہا جاتا ہے کہ فشر کے نظریہ مقدارِ زر میں قیمتوں کی سطح میں تغیرات لانے والے متحرک اسباب کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ کیا آپ کو اس رائے سے اتفاق ہے؛ کیمبرج مساوات میں کس حد تک ان نقائص کو دُور کیا گیا؛ بالوضاحت بیان کیجئے۔

۵۷۔ "زر کی قدر میں تبدیلی درحقیقت زر کی مقدار کے بجائے کل آمدنی میں تبدیلی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وضاحت کیجئے۔

۵۸۔ قدرِ زر کے تغیرات کی پیمائش کیونکر کی جاتی ہے؛ یہ تغیرات ملک میں مختلف طبقات پر کیا اثر ڈالتے ہیں؛

۵۹۔ "افراطِ زر" سے کیا مراد ہے؛ اس کی اقسام بتائیے۔ کسی ملک میں افراطِ زر کے اسباب، نتائج اور سدِباب کے طریقوں پر روشنی ڈالیے

۶۰۔ افراطِ زر کسے کہتے ہیں؛ یہ کسی ملک کی معاشی نشوونما میں رکاوٹ بنتا ہے یا مددگار ثابت ہوتا ہے؛ بحث کیجئے۔

نظامِ بنکاری و مرکزی بنک

۶۱۔ تجارتی بنک کے فرائض بیان کیجئے۔ تجارتی بنک کیونکر گھریلو بچت اور قومی بچت پر اثر انداز ہوتے ہیں؛

۶۲۔ تجارتی بنک "زرِ اعتباری" کیونکر پیدا کرتا ہے؛ کیا اس سلسلے میں اس پر کوئی پابندیاں ہیں؛

۶۳۔ "بنک کسی خیالی شے کی مدد سے زر پیدا نہیں کرتا بلکہ وہ دولت کی دیگر اقسام کو زر کی صورت میں تبدیل کر دیتا ہے"۔ وضاحت کیجئے۔

۶۴۔ کسی تجارتی بنک کی فردِ اصلات و واجبات (بیلنس شیٹ) کی وضاحت ایک فرضی مثال کے ذریعے کیجئے۔

۶۵۔ تجارتی بنک سیالیت اور نفع آوری کے متضاد مقاصد میں کیونکہ ہم آہنگی پیدا

Marfat.com

کرتے ہیں؟

۶۶ - مرکزی بنک کے فرائض مختصراً بیان کیجئے - مرکزی بنک کیونکر زرِ اعتبار کی مقدار اور کوالٹی کو کنٹرول کرتا ہے؟

۶۷ - زر کو کنٹرول کرنے کے لیے مرکزی بنک کونسے آلات یا حربے استعمال کرتا ہے اور وہ کس حد تک موثر ثابت ہوتے ہیں - ان کی مستثنیات بیان کیجئے -

یا

مرکزی بنک کے زرِ اعتبار کے مقداری اور وصفی طریقہ ہائے کنٹرول کی وضاحت کیجئے -

۶۸ - مرکزی بنک کی زری پالیسی کے اہم مقاصد بیان کیجئے - زری پالیسی کیونکر مندرجہ ذیل پر اثر انداز ہوتی ہے -

(ل) صَرف (ب) سرمایہ کاری (ج) سرکاری اخراجات (د) روزگار (ہ) قومی آمدنی (و) زر کی رسد (ز) شرحِ سُود (ح) قیمتوں کی سطح

بین الاقوامی تجارت

۶۹ - بین الاقوامی اور ملکی تجارت میں فرق بیان کیجئے اور نظریۂ تقابلی مصارف (یا نظریۂ تقابلی برتری) کا تنقیدی نقطۂ نظر سے جائزہ لیجئے -

۷۰ - تقابلی برتری کے نظریہ کی جدید صورت پر بحث کیجئے -

۷۱ - بین الاقوامی تجارت کے فوائد اور نقصانات پر بحث کیجئے -

۷۲ - ادائیگیوں کے توازن سے کیا مراد ہے؟ بین الاقوامی معاشی تعلقات میں اس کی اہمیت بیان کیجئے -

۷۳ - توازنِ ادائیگی کے تصوّر کی وضاحت کیجئے اور بتائیے کہ کون کون سی مدات، حسابِ رواں اور حسابِ سرمایہ میں شامل کی جاتی ہیں -

۷۴ - کسی ملک کے توازنِ ادائیگی میں عدم توازن کے کیا اسباب ہیں؟ اسے دُور کرنے کے طریقے بیان کیجئے -

۷۵ - کرنسی کی بیرونی قیمتوں کے گرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کی خوبیاں وخامیاں بیان کیجئے -

۷۶ - نسبتِ درآمد و برآمد کا مفہوم بتائیے اور کسی ملک کی نسبتِ درآمد و برآمد میں تبدیلی کے اثرات کی نشاندہی کیجئے -

Marfat.com

۷۷۔ مندرجہ ذیل میں فرق بیان کیجئے۔

۷۸۔ "اجناسی نسبتِ درآمد و برآمد" اور "آمدنی نسبتِ درآمد و برآمد"۔

۷۹۔ درآمدی محصول اور درآمدی کوٹہ

۸۰۔ توازنِ تجارت اور توازنِ ادائیگی

۸۱۔ خود اختیار اور توازن آور مدات

۸۲۔ انضباطِ مبادلات (ایکس چینج کنٹرول) پر ایک تفصیلی نوٹ تحریر کیجئے۔

۸۳۔ مبادلہ کی تخفیفِ قدر اور استحقارِ قدر کا فرق بالوضاحت بیان کیجئے۔

۸۴۔ دو ملکوں کے درمیان شرح مبادلہ کا تعین مندرجہ ذیل حالات میں کیونکر ہوتا ہے۔

۸۵۔ جب دونوں ممالک سونے کے معیار پر ہوں۔

۸۶۔ جب دونوں ممالک غیر تبادلہ پذیر زرِ کاغذی کے معیار پر ہوں۔

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com